اسلامی نظامِ معاشرت میں مسلمان عورت کا کردار

مقالہ

برائے حصول پی۔ایچ۔ڈی ڈگری

۱۹۹۰ء

نگرانِ مقالہ
پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
صدر شعبہ علوم اسلامیہ
اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

مقالہ نگار
پروفیسر عابدہ خواجہ
صدر شعبہ علوم اسلامیہ
کوئین میری کالج، لاہور

پیش کردہ

ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب
لاہور

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ

اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

آیت ۴۰ سورہ غافر ۴۰

انتساب

مربی و محسن استاد فاضل پروفیسر ڈاکٹر جناب

بشیر احمد صدیقی، سابق صدر، اسلامیہ یونیورسٹی، شعبہ اسلامیات

بہاولپور کے نام جنکی محنت و شفقت سے یہ مقالہ پایہ تکمیل تک پہنچا

اور والدین کے نام جو میری جنت ہیں، جنکی محنت و شفقت

کی وجہ سے میں اس منصب کی اہل ہوئی۔

پروفیسر مس عابدہ خواجہ،
صدر شعبہ علوم اسلامیہ،
کوئین میری کالج، لاہور۔

پیش لفظ

الحمدلله الذی ابتعث فینا البشیر النذیر السراج المنیر ھادیاً الی رضاہ و داعیا الی محابتہ و دالاً علی سبیل جنتہ ففتح لنا باب رحمتہ واغلق عنا باب سخطہ و صلی اللہ و ملائکتہ المقربون علیہ و علی آلہ و صحبہ ابداً و علی جمیع النبیین والمرسلین ، .... امابعد ۔

لا محدود تعریف اس اللہ کے لئے ہے ، جس نے مجھے اس موضوع پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی ، رحمان و رحیم کا شکر ہے ، کہ میں نے ایک ایسا لمبا سفر طے کر لیا ، جسکی منزل کو میں بہت دور محسوس کرتی تھی ، موضوع کی طوالت نے میرے اعصاب کو مضمحل کر دیا تھا ، آخر یہ مقالہ (Thesis) میرے مولا کے کرم سے پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا ۔

زمانۂ طالب علمی سے جبکہ ایم اے (عربی) کر رہی تھی ، خواہش تھی ، کہ پی ایچ ڈی کروں ، اور اللہ تعالی نا چیز سے کوئی ایسا کام لے ، جو میرے لئے الباقیات الصالحات بنے ، اللہ تعالی نے اس خواہش کی تکمیل فرمائی ، اور یہ عظیم کام پایۂ تکمیل کو پہنچا ، کتاب کا مقدمہ لکھتے ہوئے ، مجھے انتہائی خوشی محسوس ہو رہی ہے ۔

جب راقمہ نے یہ موضوع منتخب کیا ، اس وقت اسکی وسعت کا احساس نہیں تھا ، لیکن جب بحرِ عمیق میں غوطہ زن ہوئی تو اس وقت اسکی گہرائیوں کا پوری طرح احساس ہوا ، اگرچہ حصولِ مواد میں دقت محسوس نہیں ہوئی ، تاہم موضوع کی وسعت میرے لئے ہمیشہ مسئلہ بنی رہی ، میں نے حتی المقدور یہی کوشش کی ہے ، کہ کوئی اہم مسئلہ تشنۂ طلب نہ رہ جائے ، غیر ضروری مسائل کو راقمہ نے عمداً ترک کیا ہے ، نہ کہ سہواً ۔ فقہی اختلافات میں جانے کی کوشش نہیں کی ، بہرحال اس مقالہ میں وہی باتیں ذکر کی ہیں ، جن کا عورت کی ذمہ داریوں سے تعلق ہے ۔

پیدائش کے لحاظ سے مرد کو عورت پر کسی قسم کا درجہ و تفوق حاصل نہیں ، یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا و بثّ منھما رجالا کثیرا ونساء جیسے حکمِ خداوندی سے واضح ہے ۔ ان ہر دو عناصر کی متحدہ جدوجہد اور ذمہ داری بقائے نسلِ انسانی کی ضامن ہے ، جس طرح مرد معاشرے کا جزو لاینفک ہے ، بعینہٖ معاشرۂ انسانی کی تکمیل و تشکیل کے لئے عورت کا وجود یکساں طور پر اہم اور نا گزیر ہے ۔

وہ انقلاب جو اسلام نے عورتوں کی اصلاحِ احوال کیلئے برپا کیا ، اس حیثیت سے تھا ، کہ ان کے طبعی حقوق کو بحال کیا جائے ، اور سوسائٹی میں ان کا خاص درجہ مقرر کیا جائے ، جس میں ان کی خصوصیات نمایاں ہوں ، ان کے فطری جوہر چمک اٹھیں ، تاکہ

سوسائٹی کے عناصر تکمیل پذیر ہوں، اور اجتماعی ترقیوں تک رسائی حاصل کر سکیں، عورت اپنے دائرہِ عمل میں مقررہ حدود کے اندر پوری آزادی سے معاشرے کی خدمات انجام دے سکتی ہے، اسلام وہ پہلا مذہب ہے، جس نے عورت کو زندگی کے ہر میدان مذہب، معاشرت اور سیاست میں اسے مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کر دیا۔ شریعتِ اسلامی کی رو سے زندگی کا کوئی ایسا حصہ نہیں، جس میں عورت کی شراکت کو منع کیا گیا ہو۔

مختصر یہ کہ اسلام کی تعلیم عورتوں کے حقوق کا جو تکمیلی خاکہ تیار کرتی ہے، اور جس شفقت و رحمت کا سلوک ان سے روا کرتی ہے، اس کا جائزہ ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے، کہ حقوقِ نسواں کے تحفظ سے ایک ایسا پرسکون اور صالح معاشرہ معرضِ وجود میں آتا ہے، جہاں مرد و عورت کے صحیح تعاون اور توازن سے یہ صفحہِ ہستی جنت کی نظیر بن جاتی ہے، نظامِ کائنات کو چلانے والی دونوں قوتیں جب اپنے اپنے دائرہِ عمل میں مستعد ہو جاتی ہیں، تو ایسی صحت مند اور خوشگوار فضا پیدا ہوتی ہے جو تہذیب و تمدن کے ارتقاء کیلئے سازگار ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے زندگی کی گاڑی اپنے دونوں مضبوط پہیوں کے سہارے سرپٹ دوڑ کر منزلِ مقصود کو پا سکتی ہے۔

مغربی تہذیب نے خانہ داری کے معاملات میں عورت کے دائرہِ کار میں جو تبدیلی کی ہے، اس نے گھرانے اور کنبے کی شاندار عمارت کو منہدم کرکے معاشرت کی بندشیں بالکل توڑ پھینکی ہیں، اس حالت نے بیوی کو شوہر اور اولاد کو ان کے رشتہ داروں سے چھین کر ایک ایسی خاص نوعیت اختیار کر لی ہے جس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ عورت کی اخلاقی حالت ابتر ہو جائے، کیونکہ عورت کا حقیقی وظیفہ واجباتِ منزلی کو ادا کرنا ہے، اپنے مکان، رہائش کی ترتیب و آرائش، اپنے بچوں کی تربیت اور خانگی ضرورتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے وسائلِ معیشت میں انتظام و کفایت شعاری برتنا تھا، مگر کارخانوں نے عورت کو ان واجبات سے الگ کر دیا، اب گھر گھر نہیں رہے، اولاد کو تربیت نہیں ملتی، زن و شوئی کی آتشِ محبت سرد ہو گئی، عورت کی وہ حالت نہ رہی کہ وہ خوش مزاج بیوی اور مرد کی محبوب مانی جائے، بلکہ اب وہ محنت و مشقت برداشت کرنے میں مرد کی مدِ مقابل حریف بن گئی۔ اسے اس قسم کے تاثرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو اکثر حالتوں میں دماغی و اخلاقی فروتنی کو محو کر دیتے ہیں۔

راقمہ نے مقالے کو پیش لفظ، چھ ابواب اور اختتامیہ پر ختم کیا ہے، پہلے باب میں مختلف ممالک اور مختلف قوموں میں عورت کے ساتھ مردوں کا جو رویہ یا سلوک رہا، اسکو واضح کیا ہے، بعض قوموں کے ہاں عورت کو نجس اور بعض کے نزدیک ایک جانور کی حیثیت سے گردانا جاتا ہے۔

دوسرے باب میں عورت کی قدر و منزلت جو عنداللہ اور عند الرسول ہے ، اسکو بیان کیا گیا ہے ، اس کے علاوہ حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے عورت مختلف شعبہ ہائے زندگی میں جو کردار ادا کرتی رہی ہے ، اسکا بھی ذکر کیا ہے -

تیسرے باب میں عورت کو اسکی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا ہے ، کہ جن کی ادائیگی کے بغیر عورت عورت نہیں کہلوا سکتی -

چوتھے باب میں عورت کے اخلاقی ، معاشرتی ، معاشی اور قانونی تحفظات کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے -

پانچویں باب میں دور جدید کے مختلف نظامہائے زندگی میں عورت کی حیثیت و منزلت کا ذکر کرنے کے بعد اسلامی نظام کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے -

چھٹے باب میں اصلاح احوال کے مختلف طریقے بیان کیے گئے ہیں ، جو فلاح نسواں کے لئے ضروری ہیں ، اور اختتامیہ کے ساتھ ہی مقالہ پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے -

پیش نظر تخلیقی کام جو دراصل میری والدہ بزرگوار اور والد محترم کی دعاؤں کا ثمر ہے ، سب سے پہلے میں اپنے والد محترم خواجہ محمد شریف (مرحوم) کیلئے دعا گو ہوں ، جن کی دعاؤں کی وجہ سے میں اس منصب کی اہل ہوئی -

میرے مقالے کے سلسلے میں ڈاکٹر مجید قریشی (مرحوم) ڈائریکٹر آف ایجوکیشن ، لاہور ڈویژن ، لاہور اور پروفیسر ڈاکٹر مسز بشریٰ پٹھان ، سابق پرنسپل کوئین میری کالج ، لاہور کی بے حد ممنون ہوں ، جن کی وجہ سے یہ مقالہ تکمیلی مراحل تک پہنچا اس سلسلے میں انہوں نے کالج ڈیوٹی کے بعد مجھے پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی -

یہ مقالہ جن نا خوشگوار مراحل سے گزر کر اپنی منزل کی طرف گامزن رہا ، اسکی اصل وجہ قائد اعظم لائبریری کا خوبصورت اور پرسکون ماحول ، اور اس کا ہمدرد و مخلص سٹاف ہے ، خاص طور پر ائیر کموڈور ڈائریکٹر جنرل جناب انعام الحق صاحب اور چیف لائبریرین جناب ملک شیر افگن صاحب ، جناب حافظ خبیب صاحب ، و محمد احسن تہامی صاحب ، انچارج شعبہ علوم السنہ شرقیہ اور انکے معاونین کی میں بے حد ممنون ہوں ، جنہوں نے کتابوں کی فراہمی کے سلسلے میں میری مدد فرمائی ، جناب سعد صدیقی صاحب و سید عبدالرحمٰن بخاری صاحب ، ریسرچ آفیسرز ، قائد اعظم لائبریری کی بھی بے حد ممنون ہوں کہ جنہوں نے میرے تخلیقی کام کو پسند فرمایا اور جنکی ہدایات میرے لئے مشعل راہ رہیں ، پروفیسر ڈاکٹر مس جمیلہ شوکت ، انچارج ادارہ علوم اسلامیہ ، پنجاب یونیورسٹی اور انکی لائبریری کے عملے کی شکر گزار ہوں ، جنہوں نے گاہے بگاہے کتابوں کی فراہمی کے سلسلے میں میری رہنمائی فرمائی -

مولانا سید محمد متین ہاشمی صاحب ، جناب پروفیسر بشیر احمد صدیقی صاحب ، جناب پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ خان ، شعبہ علوم اسلامیہ اور جناب محمد رفیق چودھری

صاحب ، رکنِ شعبہ تحقیق ادارہ معارف اسلامی کی بے حد ممنون ہے ، جنھوں نے مجھے تحقیق کے اصول سکھائے ، اور اس کام میں میری رہنمائی فرمائی ۔ اس سلسلے میں خاص طور پر ڈاکٹر محمد عبداللہ قاضی صاحب جو باغبانپورہ کالج میں عربی کے پروفیسر ہیں ، انکی دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں ، جنھوں نے مقالے کی کانٹ چھانٹ کرکے خوبصورت رنگ میں پیش کرنے میں معاونت فرمائی ۔ خداوندِ قدوس سے دلی دعا ہے ، کہ انکو دنیا و مافیہا کی نعمتوں سے مالا مال کرے ۔ آمین ۔

مقالہ نگار اپنے کالج کی پرنسپل مسز پروین مجید اعوان صاحبہ و مسز بشریٰ متین سابق پرنسپل اور اپنے رفقائے کارCollege Colleguesاور کالج لائبریرین اور انکے معاونین کی بھی شکر گزار ہے ، جنھوں نے کالج لائبریری کی کتابوں کو مختص کرکے کٹھن اور پر آشوب منزل کو سازگار بنانے میں مدد فرمائی ۔

کچھ ایسے حضرات ہیں ، جن کو نظرِ انداز کرنا نا انصافی ہوگی ، اس سلسلے میں ہائی وے ڈیپارٹمنٹ ، نارتھ ، پنجاب ، کے چیف انجینئر جناب غلام احمد شیخ صاحب کے ہمدردانہ رویہ کی بے حد مشکور ہوں ، یہ مقالہ انہی کی مہربانیوں کا مرہونِ منت ہے ، جنھوں نے محمد امجد سٹینوگرافر کے ذریعے اسے مکمل فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائی ۔

راقمہ ایک مرتبہ پھر ان تمام قابلِ تحسین حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتی ہے ، اور دعا گو ہے ، کہ اللہ تعالی اس کار خیر کی برکتوں کے وسیلے انکی زندگی کی ہر منزل میں کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے ، آمین اور جب تک لوگ اس احقر کے مقالے سے استفادہ کرتے رہیں ، متذکرہ حضرات کو صدقۂ جاریہ کے طور پر ثواب دارین نصیب ہوتا رہے ۔

آمین ثم آمین ۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ۔

فہرست

صفحات -

عنوانات۔	صفحات۔

عنوانات ۔ | صفحات ۔

صفحات	عنوانات
509	صاحب بصیرت علماء و فضلا (جو کسی تعارف کے محتاج نہیں) کے انٹرویو ۔
510	1 ۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی ۔
	2 ۔ مولانا محمد متین ہاشمی ۔
	3 ۔ مولانا محمد حسین نعیمی ۔
	4 ۔ علامہ احسان الٰہی
	5 ۔ ڈاکٹر اسرار احمد ۔
512	قصاص ۔
512	قصاص کے لغوی معنی ، قصاص کے اصطلاحی و شرعی معنی ۔
514	عورت کا قصاص قرآن پاک کی روشنی میں ۔
518	عورت کا قصاص سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں ۔
519	عورت کے بدلے مرد کو قتل کیا جائے ۔
519	مردوں اور عورتوں کے درمیان زخموں کا قصاص ۔ عورت کا قصاص ۔
520	قصاص کے بارے میں حکم ۔
520	عورت کا قصاص چاروں آئمہ کی نظر میں ۔
520	فقہ حنفی ، فقہ مالکی ، فقہ شافعی ، فقہ حنبلی ۔
523	اعضا کا قصاص قرآن و سنت کی روشنی میں ۔
524	آنکھ کا قصاص ، ناک کا قصاص ، کان کا قصاص ، دانت کا قصاص ۔
525	کن زخموں کا قصاص ہے ۔
526	ہاتھ کا قصاص ، زبان کا قصاص ، ہونٹ کا قصاص ، سر کا قصاص ۔
529	دیت ۔
529	دیت کی تعریف ، دیت کا شرعی مفہوم ۔
532	عورت کی دیت قرآن پاک کی تفاسیر کی روشنی میں ۔
539	عورت کی دیت صحابہ کرام اور تابعین کرام کی نظر میں ۔
544	عورت کی دیت آئمہ خمسہ کی نظر میں ۔
544	حنفی مسلک ، مالکی مسلک ، شافعی مسلک ، حنبلی مسلک ۔
547	مقام عورت ۔
549	دورِ حاضر میں مختلف اہلِ علم کا اختلاف رائے ۔
551	اسلام کے قانون شہادت کی ضرورت و اہمیت ۔
551	شہادت کا مفہوم ، اہمیتِ شہادت اسلامی معاشرتی نظام میں ۔

عنوانات ۔	صفحات ۔
شہادت نصاب ، شرائط برائے شہادت ، فلسفۂ شہادت ۔	555
مالی امور میں طریقۂ شہادت ۔	556
اسلامی قانونِ شہادت میں عورت کا مقام ۔	557
استشہاداتِ قرآن و سنت ۔	
قرآنِ کریم ، سنتِ نبوی ، فقہاء کی آراء ۔	558
صرف عورتوں کی گواہی ، صرف عورتوں کی گواہی میں نصابِ شہادت ۔	560
1 ۔ ولادت	562
2 ۔ رضاعت ۔	562
امام اوزاعیؒ کا مسلک ، امام شافعیؒ کا مسلک ، امام مالکؒ کا مسلک ۔	563
اہل ظاہر رضاعت میں ایک عادلہ عورت کی گواہی قبول کرتے ہیں ۔	563
3 ۔ مشترکہ گواہی ۔	563
مسلک مالکیہ و شافعیہ ۔	564
تنقیدی جائزہ ۔	566
احناف کا مسلک ۔	567
1 ۔ بدکاری کی شہادت ۔	567
2 ۔ زنا کے علاوہ بقیہ حدود کی شہادت ۔	568
3 ۔ دیگر معاملات ۔	568
4 ۔ نسوانی مسائل ۔	569
5 ۔ اساسِ رائے و تنقیدی جائزہ ۔	570
اس دلیل پر کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں ۔	571
مسلک حنابلہ ، تنقیدی جائزہ ۔	575
اہلِ ظاہر کی رائے ، اساسِ رائے ، تنقیدی جائزہ ۔	576
دورِ جدید کے علماء و فضلاء کا عورت کی شہادت پر مذاکرہ ۔	
مولانا حمید الرحمٰن ، شہادت کی اقسام ۔	579
مولانا مفتی عبداللطیف صاحب ، نوری صاحب ، مولانا فضل الرحمٰن صاحب ۔	581
محترمہ خورشید النساء صاحبہ ، جناب ظفر علی راجا ، ایڈووکیٹ ۔	588
مولانا عبداللطیف صاحب ، حافظ غلام حسن صاحب ، مولانا عبداللطیف صاحب ۔	590
رفیق چودھری صاحب ۔	592

عنوانات	صفحات

عنوانات -	صفحات -

عنوانات ۔	صفحات ۔

عنوانات ۔	صفحات ۔

عنوانات ۔	صفحات ۔
	720

عنوانات۔	صفحات۔

عنوانات ۔	صفحات ۔

ظہور قدسی سے پہلے عورت کی حیثیت

"ظہور قدس سے پہلے عورت کی حیثیت"

اس ربع مسکون کی اکثر اقوام نے عورت کی کماحقہٗ قدرومنزلت نہیں پہچانی ۔ اور اکثر مذاہب نے اسکی حیثیت اور اہمیت کو کچھ بھی نہیں سمجھا ۔

"عالم کا ذرۂ ذرۂ اور انسانی آبادی کا چپۂ چپۂ ہمیشہ اس کے خون کا پیاسا ، اسکی عزت کے درپے اور اسکی ذلت کا خواہاں رہا "۔ (1)

اللہ کی وسیع کائنات میں مظلوم ترین مخلوق بنت آدم ہے ۔ جسے "جنس لطیف" اور "صنف نازک" جیسے دل نواز ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ ہر زمانے اور ہر دور میں سوائے بعد از اسلام کی ابتدائی چند صدیوں کے بنت آدم جنسِ مظلوم اور ستم رسیدہ بنی رہی ۔ دنیا کے ہر حصّے میں وہ مقہور و مظلوم دکھائی دیتی ہے ۔

"ابن آدم اپنے آرام و آسائش اور ترقی و عروج کے لئے جس ہستی کا مرہون منت رہا ، جس کے خون سے پرورش پائی ، جس کی آغوشِ شفقت میں پروان چڑھا ، جس نے شمع فروزاں بن کر اس کی تاریک زندگی کو منوّر کیا ۔ جس کے تبسّم نے اس کی کلفتوں کو راحتوں میں بدل دیا ، جس کی رفاقت نے اس کی صعوبتِ حیاتِ مستعار کو پرکشش اور خوشگوار بنایا اسے اس نے ہمیشہ اپنے سفاکانہ مظالم کا نشانہ بنائے رکھا "۔ (2)

آثار و قرائن اور تاریخ جہاں تک ہماری رہنمائی کرتی ہے ہم اس نتیجے تک پہنچتے ہیں ، کہ عورت کی یہ حیثیت غیر مہذّب اور ناشائستہ ممالک تک ہی محدود نہ تھی ، بلکہ وہ ممالک جو اپنی ترقی میں اوجِ ثریا تک پہنچ چکے تھے ، وہ بھی اس جابرانہ سلوک سے مبرا نہ تھے ۔ لیکن اسلام جو کہ ایک مکمل نظام حیات ہے ، اور انسانیت کا رہبر کامل بھی ، اس نے عورت کو معاشرے میں ایک ممتاز مقام بخشا ہے ۔ قبل ازیں کہ ہم اسلامی نقطہ نظر کو پیش کریں ، اسلام سے پہلے عورت کی حیثیت پر ایک سرسری نگاہ ڈال لینی چاہیے ، تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ خالق کی اس محبوب اور حسین شاہکار کی اقطاعِ عالم اور مختلف مذاہب میں کیا حیثیت تھی ، اور اسلام نے اسے کیا مقام فضیلت بخشی ۔

---

(1) عبدالقیوم ندوی : اسلام اور عورت ، سویرا آرٹ پریس ، 1952ء ، ص 20 ۔

(2) " ماہنامہ " بتول ، 1959ء ، ص 14 ۔

مسلمان علمائے معاشرت نے اسلام سے پہلے کے معاشرتی حالات کو یونان سے شروع کیا ہے۔ کیونکہ یونان علم و تمدّن کی دنیا میں امامت کے فرائض سرانجام دے چکا ہے۔ بیشتر علمی۔ سیاسی۔ معاشرتی اور فلسفیانہ نظریات کی نسبت یونان کی طرف کی جاتی ہے۔ یونان نے سیاسی اور معاشرتی استحکام کی طرح ڈالی۔ رومی تہذیب نے اسے پروان چڑھایا اور ان پر ایرانیوں نے یونانی اور رومی اثرات کو تقویت دی۔ لہذا ذیل میں ان اقطاعِ عالم میں عورت کے مقام کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

انسانی تمدن کی تاریخ گواہ ہے، کہ قبل از اسلام عورت کو انتہائی پست اور ذلیل مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ دنیا کی متمدن ترین اقوام روم اور چین، یونان، ایران، جہلائے عرب یا مختلف مذاہبِ عالم سب نے اسکو ایک غیر مفید بلکہ مخل تمدّن عنصر سمجھ کر میدان عمل سے ہٹا دیا تھا۔

یونان میں عورت کی حیثیت

عورت کی زندگی کا مقصد صرف یہی سمجھا جاتا تھا، کہ وہ مرد کی غلامی اور خدمت کرے۔ یونانی عموماً عورتوں کو ایک درجہ کم مخلوق سمجھتے تھے جن کا مصرف صرف خانہ داری اور ترقی نسل تھا۔ (3) ان کا عقیدہ تھا " آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے۔ لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے۔" (4) بقول لیکی " بحیثیت مجموعی با عصمت یونانی بیوی کا مرتبہ بہ ثانیت پست تھا۔ اس کی زندگی مدت العمر غلامی میں بسر ہوتی تھی۔ لڑکپن میں اپنے والدین کی، جوانی میں اپنے شوہر کی اور بیوگی میں اپنے فرزندوں کی "..... انتہا کا قانون۔ یتیم لڑکیوں پر خاص طور سے مہربان تھا۔ لیکن بس ان باتوں کے سوا کوئی شے حقوق نسواں کی

---

(3) ڈاکٹر گستاؤلی بان : تمدنِ عرب ، مترجم سید علی بلگرامی حیدر آباد دکن، 1936ء، ص 455۔

(4) الف ۔ نیاز فتح پوری : صحابیات ، آفسٹ پرنٹرز، کراچی، 1978ء، ص 11۔

ب ۔ جلال الدین انصر عمری : عورت اسلامی معاشرہ میں، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1982ء، ص 20۔

تائید میں پیش نہیں کر سکتی۔ افلاطون نے بلاشبہ مرد و عورت کی مساوات کا دعویٰ کیا تھا ۔ لیکن یہ تعلیم محض زبانی تھی ۔ عملی زندگی اس سے بالکل غیر متاثر رہی "۔ (5) ۔

یونانی عورت کی شادی اسکی مرضی کے بغیر کر دی جاتی ۔ بعض دفعہ تو باپ مرتے وقت اپنی بیٹی کی کسی کے حق میں وصیت کر جاتا تو بیٹی کو وہ وصیت پوری کرنا پڑتی تھی۔ بھائی کی موجودگی میں وراثت سے محروم رہتی ۔ اکیلی ہوتی تو وارث بنتی مگر اس صورت میں اس کے لئے ضروری ہوتا کہ باپ کے ورثاء میں سے سب سے بڑے کی بیوی بنے اور اس سے جو بچہ پیدا ہو وہ نانا کی طرف منسوب ہو کر اس وراثت کا حقدار بنے ۔ (6) ۔

ازدواج کا مقصد خالص سیاسی رکھا گیا تھا ، یعنی اس سے طاقتور اولاد پیدا ہو جو حفاظت ملک کے کام آئے ۔ (7) ۔

" اسپارٹا میں ایک بدنصیب عورت کو جس سے کسی قوی سپاہی کے پیدا ہونے کی امید نہیں ہوتی تھی ، اسے مار ڈالتے تھے ۔ جس وقت کسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو چکتا تھا ، تو فوائد ملکی کی غرض سے (عورت) کو دوسرے شخص کی نسل لینے کیلئے اس کے خاوند سے عاریتاً لے لیتے تھے ۔ یونانی اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن کے زمانے میں بھی بجز طوائف کے کسی عورت کی قدر نہیں کرتے تھے ۔ (8) ۔

---

(5) ۔ لیکی : تاریخ اخلاق یورپ (اردو)، مترجم عبدالماجد، الناظر پریس چوک، لکھنؤ، 1917ء، ص 220۔

(6) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 4 ۔

(7) ایضاً ۔ ص 21 ۔

(8) و تمدن عرب ، ص 458 ۔

ب ۔ مولانا محمد ظفیر الدین : اسلام کا نظام عفت و عصمت ، 1954ء، اعظم گڑھ ، ص 36۔

As Ameer Ali says " Among the Athenians, the wife was a mere chattel marketable and transferable to others, and a subject of testamentary disposition. She was regarded in the light of an evil indispensable for the ordering of a household and procreation of children.

رومی نظام معاشرت اور عورت

روم میں مرد کی حکومت اپنی بی بی پر جابرانہ تھی، عورت ایک لونڈی کی حیثیت رکھتی تھی، جس کا معاشرت میں کوئی حصہ نہ تھا۔ اسے کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا۔ یہاں تک کہ حق وراثت بھی نہیں دیا گیا۔ (10) چوپاؤں کی طرح اسکی خرید وفروخت ہوتی تھی۔ (11) اسے شوہر کی ملکیت قرار دینے اور منجملہ جائیداد منقولہ کی طرح اسے بھی اس میں شمار کرتے تھے۔ (12) اسے کسی عہدے کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ حتی کہ کسی معاملہ میں اسکی گواہی تک کا اعتبار نہیں تھا (13)۔ عیش پرستی کا یہ عالم تھا، کہ لوگ ایک عرصہ سے تاہل کی بجائے تجرد کی زندگی زیادہ پسند کرتے تھے۔ تاکہ زیادہ آسانی اور آزادی کے

---

(9) Syed Amir Ali : "The Spirit of Islam", Reprinted June 1964, London, P- 223.

(10) تمدن عرب، ص 460۔

(11) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن، ش ایس پرنٹنگ پریس، کراچی، جون 1981ء، جلد اول ص 548۔

(12) اسلام اور عورت، ص 25۔

(13) عورت اسلامی معاشرہ میں، ص 21۔

ساتھ اپنے شہوانی جذبات کی تشفی کر سکے۔ (14) چنانچہ روما میں اسقاط حمل کوئی ناجائز فعل نہ تھا۔ (15) چونکہ ازدواجی تعلق کی ذمہ داریوں کو بہت ہلکا سمجھا جانے لگا، جس کی وجہ سے طلاق کی آسانیاں اس قدر بڑھیں کہ بات بات پر ازدواج کا رشتہ توڑ جانے لگا۔ مشہور رومی فلسفی و مدبر سنیکا (4 ق م تا 65 ق م) سختی کے ساتھ رومیوں کی کثرت طلاق پر ماتم کرتا ہے۔ اور کہتا ہے: وہاں کی عورتیں اپنی عمر کا حساب شوہروں کی تعداد سے لگاتی تھیں۔ (16) اس معاشرے میں سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ نقطۂ عدل کو فراموش کر دیا گیا، جس کے ضمن میں نتائج کی گواہی تاریخ کے اوراق دیتے ہیں۔

ایرانی معاشرت اور عورت

ایران کی اخلاقی حالت نہایت شرمناک تھی، باپ کا بیٹی کو اور بھائی کا بہن کو اپنی زوجیت میں لینا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ (17) وہ جتنی بیویوں کو چاہتا طلاق دے سکتا تھا، خواصوں اور داشتہ عورتوں کو رکھنے کا طریقہ عام تھا۔ (18) اسی لئے بابل میں دیوداسیوں کی ایک کثیر تعداد مختلف مواقع پر بھجن گاتی نظر آتی ہے۔ (19) اس طرح وہ ایک مذہبی حیثیت کی مالکہ بھی تھیں، اور مردوں کی نفس پرستی کا آلہ بھی۔

---

(14) سید مطلب حسین : تاریخ زوال روما ، ادبیہ پریس ، لاٹوش روڈ ، لکھنؤ، 1926ء، جلد اول ص 62 ۔

(15) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی : سیرت سرور عالم ، الله والا پرنٹرز ، لاہور، 1978ء، جلد اول ۔ ص 570 ۔

(16) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی : پردہ ، ص 22 ، 23 ۔

(17) و مقبول بیگ بدخشانی : تاریخ ایران ، مجلس ترقی ادب ، لاہور ، 1971ء، ص 190 ۔

ب ۔ شبلی نعمانی : سیرت النبی ، خیابان پریس ، لاہور ، 1351ھ، جلد چہارم ص 214

ج ۔ شاہ معین الدین ندوی : تاریخ اسلام ، انوارالحسن پریس ، لاہور، 1948ء، جلد اول ص 6 ۔

د ۔ ابی سلیمان الخطابی : سنن، المجلد الثانی، الجزء الثالث ، کتاب الخراج والا مارۃ والفئی ص 26 ۔

(18) مظہر الدین صدیقی : اسلام اور مذاہب عالم ، میٹرو پرنٹرز، لاہور، 1986ء، ص 204 ۔

(19) خالد علوی : اسلام کا معاشرتی نظام ، المکتبہ العلمیہ ، لاہور، 1978ء، ص 95 ۔

Dollinger says in his book " The gentle and the jew" The corruptness of morals in Persia about the time of the Prophet was deplorable. There was no recognised law of marriage, or, if any existed, it was completely ignored. In the absence of any fixed rule in the Zend-Avesta as to the number of wives, a man might possess, the persians indulged in a multitude of regular matrimonial. Connections, besides having a number of concubines. (20)

مصری عورت

مصر میں بھی فارس کی عورت کی طرح کوئی قدروقیمت نہ تھی ، اسے حقیر جان کر انسانیت کے تمام حقوق سے محروم کیا گیا ۔ فدا حسین ملک کے بقول :

In Egypt and all the European Contries, Women were treated worse than slaves.(21)

عورت یہود کے نزدیک

کتاب مقدس میں لکھا ہے ، عورت موت سے زیادہ تلخ ہے ۔ (22) یہودی معاشرت میں عورت اثاث البیت جیسی شے تھی ، جس کی وجہ سے باپ کو اپنی بیٹی کے بیچ دینے کا اختیار تھا ۔ خاوندوں کے اختیارات بھی جابرانہ تھے ۔ (23) عورت بعض حالات میں ملک کی ملکیت قرار دی جاتی یا قوم کی ملکیت ہوتی تھی ، جس کا ثبوت یوں ملتا ہے ، کہ ان کے ہاں ہر شخص کا نام اسرائیل میں باقی رہنا ضروری تھا ۔

---

(20) Spirit of Islam , P-227.

(21) Fidah Hussain Malik : "Wives of the Prophet". Islamic Publication, Lahore, 1961 P-17.

(22) تمدن عرب (اردو) ، ص 459 ۔

(23) المراۃ فی التاریخ والشرائع ، ص 74 ۔ بحوالہ منہاج حیثیت نسواں ، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ، لاہور ، اشاعت جنوری 1985ء شمارہ 30 ، حصہ سوئم ص 98 ۔

اور اس مقصد کے حصول کے لئے عورت کی خواہشات اور عزت نفس کی کوئی حیثیت نہ تھی ۔ انہوں نے ایسی تمام خواتین کیلئے جن کے خاوند بے اولاد فوت ہو جائیں لازم قرار دے رکھا تھا ، کہ " اگر چند بھائی اکھٹے رہتے ہوں اور ان میں سے کوئی بے اولاد فوت ہو جائے تو اس کا نکاح کسی دوسرے آدمی سے نہ کیا جائے ، بلکہ اس کے شوہر کا بھائی اس سے خلوت کرے اسے اپنی بیوی بنائے اور بھاوج کا حق اسے ادا کرے ۔ تو یوں ہوگا کہ پہلا بچہ جو پیدا ہوگا ، وہ متوفی بھائی کے نام منسوب ہوگا ، تاکہ اس کا نام اسرائیل سے نہ مٹ جائے ۔ اگر یہ شوہر بننے سے انکار کر دے تو اس کے بھائی کی بیوی ججوں کے سامنے اس کے نزدیک اپنے پاؤں کی جوتی نکالے اس کے منہ پر تھوک دے اور کہے کہ اس شخص کے ساتھ جو اپنے بھائی کا گھر نہ آباد کرے یہی کیا جائے گا ۔ اور اس کا نام یہ رکھا جائے کہ یہ اس شخص کا گھر ہے جس کا جوتا اتارا گیا ہے ۔ (24)

عورت عیسائیت میں

دین عیسوی میں ابتداً تو عورت کا مقام قدرے بلند تھا ، جس کا اندازہ حضرت عیسیٰ کے اولین اعلان وَبَرّاً بِوَالِدَتِی وَلَمْ یَجْعَلْنِی جَبَّاراً شَقِیّا ۔ (25) سے ہوتا ہے ، کہ دین عیسوی میں باوقار مقام عورت کو دینا مقصود تھا ۔ عیسائی مذہب میں عورتوں کے متعلق یہ احکام ہیں " مرد کو نہ چاہیے کہ اپنے سر کو ڈھانپے کیونکہ وہ خدا کی صورت میں اسکا جلال ہے ، مگر عورت مرد کا جلال ہے ، اسلئے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے ، اور مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی ہے "۔ (26) عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہیے اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے "۔ (27) ترتولیاں (جو مسیحیت کے اولین آئمہ میں سے ہے) نے عورت کے متعلق کہا " وہ شیطان کے آنے کا دروازہ اور شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی اور خدا کے قانون

---

(24) کتاب مقدس : استثناء ، بائیبل سوسائٹی ، لاہور پاکستان ، 1985ء ، باب 25 ، آیہ 5 تا 12 ۔ ص 190

(25) القرآن الحکیم ، سورۃ مریم : 32 ۔

(26) پولس رسول کا پہلا خط کرنتھیوں کے نام ، باب گیارہ آیہ 7 تا 14 ص 121

(27) تیمتھیس کے نام پولس رسول کا پہلا خط ، باب دوئم آیہ 19 تا 20 ۔ ص 202

کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی ہے"۔ (28) اسی طرح Crysoatum سسٹم نے عورت کے متعلق یوں کہا کہ وہ ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربائی، ایک آراستہ مصیبت ہے۔ (29) بعد میں کلیسا نے عورت کی حیثیت کو یہاں تک گرا دیا کہ 581ء میں آئمہ کلیسا کی مجلس منعقدہ کولون اس بات پر زوردار بحث ہوئی کہ عورت انسان بھی ہے، یا نہیں۔ بڑی ردّ و قدح کے بعد اسے معمولی اکثریت کے ساتھ انسان تسلیم کیا گیا۔ (30) انسان تو اسے مانا لیکن کس قماش کا اس کے لئے حسب ذیل اقتباس کافی ہے۔

عیسائی عورت کو نجاست کی پوٹ، سانپ کی نسل، مجسم شر، برائی کی جڑ، جہنم کا دروازہ وغیرہ کے القابات سے یاد کرتے تھے۔ (31) بڑے بڑے راہب اپنی ماں تک سے ملنا اور اسکے چہرے پر نظر ڈالنا معصیت سمجھتے تھے۔ (32) رہبانیت کی تاریخ عورت سے نفرت کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ لیکی نے اس کے بعض درد انگیز واقعات نقل کئے ہیں۔

عورت اور ہندومت

سنسکرت میں لڑکی کو دوہتر (دور کی ہوئی) اور بیوی کو پتنی (مملوکہ) کہا جاتا ہے، (33) ہندو مذہب میں عورتوں کی حالت سب سے بدتر تھی، وہ زندگی کے ہر مرحلے میں مردوں کی محکوم تھیں۔ "عورت صغر سنی میں باپ کی مطیع، جوانی میں شوہر کی، اور شوہر کے بعد اپنے بیٹوں کی، اگر شوہر نہ ہو تو اپنے اقربا کی، کیونکہ کوئی عورت ہرگز اس لائق نہیں کہ خود مختار طور پر زندگی بسر کرے۔ (34)

---

(28) الف۔ پردہ، ص 25 (ب) اسلام کا نظام عفت و عصمت، ص 42۔

(29) الف۔ پردہ، ص 25 (ب) اسلام کا نظام عفت و عصمت، ص 42۔

(30) شبلی نعمانی : الکلام، معارف اعظم گڑھ، 1355ھ، ص 156

حتی انہا فی مجمع ماکون سنۃ 581م جری بحث فیما اذا کان للمراۃ نفس وما اذا کانت تعتبر من حملۃ البشریۃ وحیا فی کرامۃ اعضاء ھذا المجمع فلبنادر الی التصریح بانہ بعد جدال طویل و خیف کان الجواب ایجابیا ولکن باکثریۃ قلیلۃ۔ (محمد جمیل بھیم: المراۃ فی التاریخ والشرائع، ص 62۔

(31) المراۃ فی التاریخ والشرائع، ص 62،

(32) شاہ معین الدین ندوی : دین رحمت 1967ء، کراچی، ایجوکیشن پریس، ص 106 ۔

(33) دیانند : ستیارتھ پرکاش، راج پال پبلشرز، لاہور 1927ء، باب چہارم ص 141

(34) الف۔ منوسمرتی، ادھیائے 5/148 ص 102 (ب) تمدن عرب، ص 459

منوسمرتی میں ہے ، کہ عورت نابالغ ہو یا جوان یا بوڑھی گھر میں کوئی کام خودمختاری سے نہ کرے" ۔ (35) "شوہر کی موت کے بعد عقد ثانی کی اجازت نہیں اس کا فرض ہے کہ قوت لایموت پر پاکبازی سے زندگی بسر کرے" ۔ (36) چانکیہ نیتی میں عورتوں کے متعلق یہ خیالات ہیں " جھوٹ بولنا ، بغیر سوچے سمجھے کام کرنا ، فریب، حماقت ، طمع ، ناپاکی ، بے رحمی عورت کے جبلی عیب ہیں " ۔ (37)

" شہزادوں سے تہذیب اخلاق ۔ عالموں سے شیریں کلام ، قماربازوں سے دروغ گوئی اور عورتوں سے مکاری سیکھنی چاہئیے " ۔ (38)

ہندو معاشرے میں عورتیں جوئے میں ہاری جاتی تھیں ۔ ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے ، بیوہ عورت قانونی طور پر ہر لذت سے محروم کردی جاتی ۔ سماج کے ایسے ہی شرمناک برتاؤ کی وجہ سے ایک عورت شوہر کی لاش کے ساتھ زندہ جل جانا گوارا کرلیتی تھی ۔ لڑائی میں ہار جانے کے ڈر سے عورتوں کو خود ان کے باپ ، بھائی اور شوہر قتل کر ڈالتے تھے ، اور اس پر فخر کرتے تھے ۔ (39) اخلاقی حالت اتنی شرمناک تھی ، کہ محرمات تک سے تمتع بھی کارِ ثواب سمجھا جاتا تھا ۔ عصمت کی کوئی قدروقیمت نہ تھی ۔ بڑے بڑے ذی وجاہت امراء کی عورتیں جامۂ عصمت اتار پھینکتی تھیں ۔ (40) علاوہ ازیں عورتوں کی عصمت اسقدر ارزاں تھی ، کہ ہندوؤں کے ہاں آٹھ قسم کے نکاح تھے ۔ ایک براہم ، دوسرا دیو ، تیسرا آرش ، چوتھا پرجاپت ، پانچواں آسر ، چھٹا گاندھرب ، ساتواں راکشس ، آٹھواں پشاچ ۔ بیاہوں کی تفصیل یہ ہے کہ " دولہا دلہن دونوں کامل برہمن ، پورے فاضل ، دھارمک اور نیک سیرت ہوں ، انکا باہم رضامندی

---

(34) (ج) دھرم کا ظہور، حصہ دوئم باب یازدہم اشلوک 85 ، ص 39 ۔ پر ملاحظہ فرمائیے ۔ (کنواری عورت کی حفاظت اوسکا باپ جوان کی اوسکا شوہر اور پیر کی اوسکا بیٹا اور بیوہ اور لاوارث کی حفاظت اسکے رشتے دار کریں) ۔

(35) منوسمرتی ، ادھیائے $\frac{5}{148}$ ص 102 ۔

(36) ایضاً ، ادھیائے 157/5 ص 103 بحوالہ دین رحمت، ص 107 ۔

(37) چانکیہ نیتی، باب دوئم ، بحوالہ دین رحمت، ص 107 ۔

(38) ایضاً ، ($\frac{12}{8}$) ایضاً " "

(39) الف ۔ شبلی نعمانی : سیرۃ النبی ، جلد چہارم ص 232

(ب) In India the cruel rite of Sati was practiced, by which the Widow of a Hindu used to burn her-self on the pyre of her husband. " Wives of the Prophet ", P-18.

(40) معین الدین ندوی : تاریخ اسلام ، جلد اوّل ، ص 7

سے بیاہ ہونا براہم کہلاتا ہے ۔ بڑے یگیہ میں عمدہ طور پر یگیہ کرتے ہوئے داماد کو زیور پہنی ہوئی لڑکی دینا۔ دیو ، دولہا سے کچھ لے کر وواہ ہونا ، آرش دونوں کا بیاہ دھرم کی ترقی کے لئے ہونا۔ پرجاپت دولہا اور دلہن کو کچھ دے کر بیاہ کرنا ۔ آسر ۔ بے قاعدہ بے موقع کسی وجہ سے دولہا دولہن کا مرضی باہم میل ہونا۔ گاندھرب۔ لڑائی کرکے جبراً یعنی چھین جھپٹ یا فریب سے لڑکی کو حاصل کرنا ۔ راکشس۔ سوتی ہوئی یا شراب وغیرہ پی کر بے ہوش ہوئی یا پاگل لڑکی سے بالجبر ہمبستر ہو ۔ پیشاچ بیاہ کہلاتا ہے ۔ نیوگ۔ نکاح کے بعد اگر کسی وجہ سے اولاد نہ ہو تو ہندوؤں کے ہاں اسکے لئے بھی ایک قانونی راستہ ہے ۔ (یعنی اولاد حاصل کرنے کا) جس کو نیوگ کہا جاتا ہے ۔ اولاد نہ ہونے کی صورت میں خسر وغیرہ کے حکم سے عورت رشتہ دار یا دیور سے حسب دلخواہ اولاد حاصل کرے " ۔ (41) نیوگ ایک بیوہ عورت دو اولاد اپنے لئے اور دو دو دیگر چار نیوگ شدہ مردوں کے لئے پیدا کر سکتی ہے ۔ اور ایک رنڈوا بھی دو اولاد اپنے لئے اور دو دو دیگر چار بیوگان کے لئے پیدا کر سکتا ہے ، اس طرح مل کر دس اولاد پیدا کرنے کی اجازت وید میں ہے ۔ (42) عورت بانجھ ہو تو آٹھویں برس (بیاہ سے آٹھ برس تک) اگر عورت کو حمل نہ ٹھہرے ، اولاد ہو کر مر جائے تو دسویں برس جب اولاد ہو تب لڑکیاں ہی ہوں ، لڑکے نہ ہوں تو گیارہویں برس اور جو بدکلام صورت ہو تو جلد ہی اس عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے ۔ اگر مرد تکلیف دہندہ ہو تو عورت کو چاہیے کہ اسکو چھوڑ کر دوسرے مرد سے نیوگ کرکے اسی بیاہے خاوند کی وارث اولاد پیدا کرے ۔ (43)

مجموعی اعتبار سے عورت جن خوبیوں کی حامل سمجھی جاتی تھی ، وہ یہ تھیں " تقدیر ، طوفان ، موت ، جہنم ، زہر زہریلے سانپ ، ان میں سے کوئی بھی اسقدر خراب نہیں جتنی عورت ہے ۔ (44)

---

(41) دیانند : ستیارتھ پرکاش ، ص 158 ۔ 159 (ب) منوسمرتی ، ادھیائے $\frac{9}{58}$ ص 179

(42) ایضاً ایضاً ص 190 ۔

(43) ایضاً ستیارتھ پرکاش ، ص 199 ۔

(ب) تارا چند : منوسمرتی ، بار دوئم ، لاہور ، موہیال متر پریس ، ادھیائے 9 ، شلوک 80 ، ص 181 ۔ بانجھ عورت اور جسکی اولاد نہ جیتی ہو اور جو دختر ہی پیدا کرتی ہو ایسی عورت ہونے پر سلسلہ 3 تا 8 گیارہویں سال دوسرا وواہ کرنا چاہیے اور بدزبان عورت کے اوپر فوراً دوسرا وواہ کرنا چاہیے ۔

(44) تمدن عرب ، ص 459 ۔

بدھ دھرم اور عورت

بدھ دھرم عورت کو گندہ اور غلیظ جانور کہہ کر اپنے پیروؤں کو ان سے علیحدگی کا حکم دیتا ہے، اور طرح طرح کے الزام دے کر اس بے گناہ مخلوق سے نفرت دلاتا ہے۔ (45)

آریہ دھرم اور عورت

آریہ دھرم میں عورت بیک وقت متعدد حقیقی بھائی سے شادی کر سکتی ہے۔ (46)

زمانہ جاہلیت میں عورت (بحیثیت بیٹی)

گزشتہ اوراق میں اپنے وقت کے مہذب ترین معاشروں میں عورت کی حیثیت کا جو تذکرہ کیا گیا ہے، اس سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے، کہ عرب جو جہالت میں ضرب المثل تھے، پورے جزیرہ میں صرف سترہ مرد اور عورتیں لکھنا پڑھنا جانتے تھے، ان کے ہاں عورت کا کیا مقام رہا ہوگا۔ کتبِ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے، کہ عورت عرب میں کسی بھی حیثیت میں قابل احترام نہ تھی۔ اہل عرب عورت کے وجود کو موجبِ ذلت اور عار سمجھتے تھے، لڑکی کی پیدائش ان کے لئے غم واندوہ کا باعث تھی، وہ نرینہ اولاد پر اتراتے اور فخر کرتے لیکن لڑکیوں کا وجود ان کے سرِ عظمت کو جھکا دیتا، چنانچہ ظہورِ اسلام کے وقت عرب کی سفاکانہ مراسم میں سب سے زیادہ بے رحمی و سنگدلی کا کام معصوم بچوں کو مار ڈالنا اور لڑکیوں کا زندہ گاڑ دینا تھا۔ یہ بے رحمی کا کام والدین خود اپنی مرضی اور خوشی سے سر انجام دیتے تھے۔ (47) اس کی تین صورتیں اہل عرب میں رائج تھیں۔ (48) وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (49)

---

(45) اسلام اور عورت، ص 22۔

(46) ایضاً ، ص 22۔

(47) شبلی نعمانی : سیرۃ النبی ، جلد ششم ، ص 231۔

(48) ابوالاعلیٰ مودودی : تفہیم القرآن ، ڈاکٹر اعجاز حسین قریشی ، لاہور 1981ء ، جلد اول ، ص 586۔

(49) القرآن الحکیم ، سورۃ التکویر: 8-9۔

أحدهما أن يأمر امرأته اذا قرب وضعها أن تطلق بجانب حفيرة ، فاذا وضعت ذكراً أبقته واذا وضعت انثی طرحتها فی الحفیرة ○ (50)

ان میں سے ایک یہ تھا ، کہ مرد اپنی بیوی کو وضع حمل کے وقت حکم دیتا کہ کسی گڑھے کے کنارے چلی جاؤ چنانچہ وہ گڑھے کے کنارے بچہ جنتی ۔ اگر بیٹا ہوتا تو اسے زندہ رکھتی ، اگر بیٹی ہوتی تو اسے گڑھے میں پھینک دیتی ۔

ومنهم من كان اذا صارت البنت سداسية قال لامها ، طيبيها و زينيها لازور بها أقاربها ، ثم يبعدبها في الصحراء حتى يأتي البئر فيقول لها انظرى فيها و يدفعها من خلفها و يطمها ○ (51)

دوسرا طریقہ یہ تھا ، کہ جب بیٹی چھ سال کی ہو جاتی تو مرد اس کی ماں سے کہتا ، اسکو بناؤ سنوارو میں اسکو لے کر اس کے رشتہ داروں سے ملنے جا رہا ہوں ، وہ اسے لے کر دور صحرا میں جاتا ، یہاں تک کہ ایک کنوئیں پر آتا ، اور بیٹی سے کہتا کہ کنوئیں میں دیکھو ۔ جب وہ کنارے پر آکر کنوئیں میں جھانکتی تو اس کو پیچھے سے دھکا دے دیتا ۔

" عرب جاہلیت کے اجڈ قبائل میں سنگدل باپ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے ، بیشتر تو اس سنگدلی کا سبب فقر کا اندیشہ ہوتا ، مگر بعض حالات میں غیرت کی بے اعتدالی بھی اس کا باعث بن جاتی ۔ ان مظلوم بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے چونکہ ان کے باپ ہی ہوتے ، جنکو ان پر کلی اختیار ہوتا " ۔ (52 ۔الف) " اس آیت نے عرب کی تمام قساوتوں ، سنگدلیوں اور سفاکیوں کو مٹانے میں وہ کام کیا جو دنیا کی بڑی بڑی تصنیفات نہیں کر سکتی تھیں ۔ قیامت کی عدالت لگی قائم ہے ، مجرم اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہیں ، غضب الہی کا آفتاب اپنی پوری تمازت پر ہے ، دانائے غیب قاضی اپنی معدلت کی کرسی پر ہے ۔ اعمال نامے شہادت میں پیش ہیں ، کہ ایک طرف سے ننھی ننھی معصوم ہستیاں خون سے رنگین کپڑوں میں کھڑی ہو جاتی ہیں ، شہنشاہ قہار سے سوال ہوتا ہے کہ اے ننھی معصوم جانوں ! تم کس جرم میں ماری گئیں " ۔ (52 ب)

---

(50) الف ابن حجر عسقلانی : فتح الباری شرح صحیح البخاری ، المجلد العاشر ، کتاب الادب ، ص 407

ب ۔ علامہ ابو البرکات : تفسیر خازن ، دارالکتب العربیہ ، قصہ خوانی ، پشاور ، المجلد الرابع ۔ ص 356 ۔

(51) الف ۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری ، المجلد العاشر ، کتاب الادب ، ص 407 ۔

ب ۔ احمد الصاوی : الصاوی علی الجلالین ، المکتبہ النوریہ الرضویہ ، لائلپور ، پاکستان ، الجز الرابع ، ص 248 ۔

ج ۔ فخرالدین الرازی : التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب) ، الجز الحادی و الثلاثون ، ص 69 ۔

(52) الف ۔ امین احسن اصلاحی : تدبر قرآن ، مکتبہ جدید پریس ، لاہور ، جلد 8 ، ص 222 ۔

ارشاد ربانی ہے :-

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ٥ - (53)

انکی حالت یہ ہے، کہ جب ان کو بتایا جاتا ہے، کہ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے، تو انکے گھر صف ماتم بچھ جاتی ہے، چہروں پر مایوسی کی سیاہی پھیل جاتی ہے، دل غم و اندوہ سے بھر جاتا ہے، ان کی بیوی جنے ء گھر میں آنا جانا بند کر دیتے ہیں، انکی چھوٹی بیگم ان کو چڑیل کی مانند ڈراؤنی نظر آنے لگتی ہے - (54)

ایک عرب عورت اپنے خاوند کی بے رخی کو یوں بیان کرتی ہے :-

ما لِأَبِي حمزة لا يأتينا يظلّ في البيت الذي يلينا غضبان الا نلد البنينا

وانما نا خذ ما اعطينا ٥

ترجمہ :- میرے خاوند کو (ابو حمزہ) کیا ہو گیا ہے، کہ اب وہ ہمارے ہاں آتا نہیں، وہ ساتھ والے مکان میں رہتا ہے، اور اس لئے غضبناک ہے، کہ ہم بیٹے کیوں نہیں جنتیں - اس میں ہمارا کیا قصور ہے، ہم کو جو کچھ ملتا ہے، ہم وہی لیتی ہیں - (55)

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ٥ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ٥ - (56)

اگر ان میں سے کسی کو خبر دی جائے، کہ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے، تو غم سے ان کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے - اور وہ ہر وقت رنج و الم سے گھٹا گھٹا رہتا ہے - اسکو اپنے لئے باعث ننگ سمجھ کر لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اور اس تردد میں پڑ جاتا ہے، کہ اسکو ذلت گوارا کرکے زندہ رکھے یا اسکو زمین میں دفن کرکے اس ذلت سے

(52 - ب) سید سلیمان ندوی : سیرۃ النبی، جلد ششم، ص 240 -

(53) القــــرآن الحکیم، زخرف : 17 -

(54) الف - پیر محمد کرم شاہ : ضیاء القرآن، بختیار پرنٹرز، لاہور، 1399ھ، جلد چہارم، ص 406 -

ب - تدبر قرآن، جلد ششم، ص 215 -

(55) الف - سیرۃ النبی، جلد چہارم، ص 297 (ب) ضیاء القرآن، جلد چہارم، ص 406 -

(56) القــــرآن الحکیـــم، سورۃ النحل : 58 - 59 -

چھٹکارا حاصل کرے ۔ (57)

Syed Ameer Ali says the pre Islamite Arabs carried their aversion to women sofar as to destroy by burnning alive, Many of their female children. This fearful custom which was most prevalent among the tribes of Koreish and Kindah, was denounced in burnning terms by Muhammad (May peace be upon him). (58)

اسی طرح ایک گمنام شاعر کا قول ہے :-

تهوى حياتي واهوى موتها شفقا
والموت اكرم نزال على الحرم - (59)

وہ میری زندگی چاہتی ہے ، اور میں ازروئے شفقت اس کی موت چاہتا ہوں کیونکہ موت عورت کے حق میں عزیز ترین مہمان ہے ۔

امام ابو محمد دارمی نے سنن دارمی کی ابتداء ہی جہالت میں لڑکیوں کے ساتھ ہونے والے سلوک سے کی ہے ، ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتا ہے ۔

انا كنا أهل/الجاهلية و عبادة أوثان ، فكنا نقتل الاولاد ، وكانت عندى ابنة لى فلما أجابت وكانت مسرورة بدعائى اذا دعوتها ، فدعوتها يوما فاتبعتنى ، فمررت حتى أتيت بئرا من أهلى غير بعيد ، فأخذت بيدها فرديتها فى البئر وكان آخر عهدى بها أن تقول يا أبتاه يا أبتاه ، فبكى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى وكف دمع عينيه ، فقال له رجل من جلساء رسول الله صلى الله عليه وسلم : أحزنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال له : كف فإنه يسأل عما أهمه ، ثم قال له ، اعد على حديثك ، فأعاده ، فبكى حتى وكف الدمع من عينيه على لحيته ، ثم قال له ، ان الله قد وضع عن الجاهلية ما عملوا ، فاستأنف عملك ، - (60)

---

(57) تفہیم قرآن ، جلد سوئم ، ص 664 ۔

(58) The Spirit of Islam , P-228.

(59) صحابیات ، ص 13 ۔

(60) ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی : سنن دارمی ، نشرالسنتہ ، ملتان الباکستان، 181ھ ، 255 ھ ، الجزء الاول ، باب ماکان علیہ الناس قبل مبعث النبی ، من الجہل والضلالۃ ۔ ص 13 ۔ 14 ۔

اللہ کے رسول ہم جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے تھے ، بتوں کی پوجا کرتے اور اپنی اولادوں کو قتل کیا کرتے تھے ، میری ایک بیٹی تھی ، جب میں اسے بلاتا تو میرے بلانے پر وہ بڑی خوش ہوتی ایک دن میں نے اسے بلایا تو میرے پاس آئی میں اسے لئے ہوئے اپنے ایک قریبی کنوئیں پر آیا میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کنوئیں میں دھکیل دیا ۔ آخری بات میں نے اس کی جو سنی وہ یہ تھی :

(اے میرے ابا جان ! اے میرے ابا جان !)

رسول اللہ صلعم اس کی بات سن کر اتنا روئے کہ آپکی آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے ۔ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں میں سے کسی نے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلعم کو مخزون کر دیا ہے ، آپؐ نے اسے روکا ، اور فرمایا بے شک وہ اس کے بارے میں پوچھ رہا ہے ، جس نے اسے غم میں ڈال رکھا ہے ، آپ نے اس سے فرمایا اپنی بات کو دہراؤ ۔ اس نے جب اپنی بات کو دوبارہ دہرایا تو آپؐ پھر اتنا روئے کہ آپ کے آنسوؤں سے داڑی مبارک تر ہوگئی ۔ پھر آپؐ نے فرمایا بے شک اللہ نے جہالت کے زمانے کے عملوں کو معاف فرما دیا ہے ، اپنے عملوں کا نئے سرے سے آغاز کرو ۔

حافظ ابن حجرعسقلانی نے نقل کیا ہے ، کہ سب سے پہلا شخص جس نے بیٹی کو زندہ درگور کیا وہ قیس بن عاصم تمیمی تھا ۔

وکان بعض أعدائه أغار علیه فأسر بنته فاتخذها لنفسه ثم حصل بینهم صلح فخیر الإبنة فاختارت زوجها ، فآلی قیس علی نفسه أن لا تولد له بنت إلا دفنها حیة ، فتبعه العرب فی ذلک ٥ (61)

اس کے دشمنوں میں سے کسی دشمن نے اس پر حملہ کیا اور اس کی بیٹی کو قیدی بنانے کے بعد اپنی بیوی بنا لیا ، کچھ عرصہ کے بعد ان کے درمیان صلح ہو گئی ، اس نے اپنی بیٹی کی واپسی کا جب تقاضا کیا تو دشمن نے اسکی بیٹی کو اختیار دے دیا چاہے تو اس کے پاس رہے چاہے تو باپ کے پاس چلی جائے ۔ بیٹی نے خاوند کے پاس رہنے کو ترجیح دی ۔ قیس نے قسم کھائی کہ جب بھی اس کے ہاں بیٹی ہوگی ، وہ اسے زندہ دفن کر دے گا ۔ پس اس نے ایسا ہی کیا اور اہل عرب نے اس کی پیروی کی ۔ حضرت قیس بن عاصم تمیمی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں ، اور عرض کرتے ہیں ۔ " انی وادت اثنتی عشرة بنتا اوثلاث عشرة ۔ (62) ۔

---

(61) فتح الباری شرح صحیح البخاری ، المجلد العاشر ، ص 406 ۔

(62) ابن الأثیر : اسد الغابة فی معرفة الصحابة ، المکتبه الاسلامیه ، ریاض ، المجلد الرابع ، ص 220 ۔

مظہرالدین صدیقی "Woman in Islam" میں لکھتے ہیں :-

" Prior to Islam daughters were looked upon with disfavour and as a kind of economic and social burden. The result was that the male members of the family, enjoyed a respect which was denied to those of the fair sex. There were marked differences in the treatment and upbringing of sons and daughters."(63.

عورت بطور بیوی

عورت بیوی کی حیثیت میں سب سے زیادہ مظلوم تھی ۔ معاشرت میں انکی حیثیت گھر کے مال و اسباب کی سی تھی ۔ (64) وہ عورت سے لونڈیوں سے بھی بدتر سلوک کرتے تھے ۔ (65) شوہر آقا کی حیثیت رکھتا تھا ۔ (66) "اپنی منکوحہ بیوی سے مرد کہتا تو پاکی حاصل کرنے کے بعد فلاں مرد کے پاس چلی جا اور اس سے فائدہ حاصل کر ۔ اتنی مدت شوہر اپنی اس عورت سے علیحدہ رہتا ، جب تک اس عورت کو غیر مرد کا حمل ظاہر نہیں ہو جاتا ۔ ایسا جاہلیت میں اس لئے کرتے کہ لڑکا نجیب ہو" ۔(67) کثرت ازدواج کے باعث بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی ۔ (68) نکاح کی کوئی تعداد متعین نہ تھی ۔ (69) متعہ یا نکاح مؤقت کا بھی عام رواج تھا ۔

---

(63) Muhammad Mazhar-ud-Din Siddiqui : Women in Islam, Publication, Lahore,1982, P- 95.

(64) الف ۔ عبدالقیوم ندوی : خاتون اسلام کا دستور حیات ، ص 11 (مقدمہ)

ب ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد اول ، ص 548 ۔

(65) جلال الدین السیوطی : عائشہ ، مترجم محمد احمد پانی پتی ، گلوب پبلشرز ، لاہور، 1971ء، ص 8 ۔

(66) عبدالسلام خورشید : عربوں کا عروج و زوال ، تصویر پرنٹنگ پریس ، لاہور، 1952ء، ص 23 ۔

(67) اسلام کا نظام عفت و عصمت ، ص 34 ۔

(68) صبحی محمصانی : فلسفہ شریعت اسلام ، مترجم محمد احمد رضوی، ص 28 ۔

(69) الف ۔ شاہ معین الدین ندوی : تاریخ اسلام ، جلد اول ، ص 10 ۔

شوہر بلا کسی پابندی کے اور شرط کے طلاق دینے کا مجاز تھا ۔ (70) مرد جب جب چاہتا اور جتنی مرتبہ چاہتا طلاق دیتا اور عدّت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا ۔ (71) اگر اتفاق سے کوئی حسین و جمیل اور صاحب ثروت یتیم لڑکی کسی شخص کی سرپرستی میں آجاتی تو وہ خود ہی اس سے نکاح کر لیتا اور مہر بھی ٹھیک طرح سے ادا نہ کرتا۔ (72) شوہر کے متروکہ سازوسامان میں اس کا حصہ صفر تھا۔ اس کی ہر چیز کا مالک اسکا شوہر تھا ، شادی کے بعد اس کی حیثیت یکسر ختم ہو جاتی تھی ۔ (73) بیوہ کے مال پر قبضہ کرنے کے لئے اسے دوبارہ ازدواجی زندگی سے بھی محروم کر دیتے ۔ (74) عربوں میں اعلانیہ بدکاری عام تھی ۔ (75)

---

(69) ب ۔ محمد بن علی بن محمد الشوکانی : نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ، مکتبہ الکلیات الازہریہ ، القاہرہ ، 1398ھ ، الجزء السابع ، باب العدد المباح للحر والعبد وما خص بہ للنبی ، ص 325 ۔حدیث 1 ۔اختر منھن أربعًا رواہ ابو داؤد ۔

ج ۔ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر : تفسیر ابن کثیر ، دارالفکر ، 1400ھ 1980ء ، المجلد الاول ، ص 451 ، حارث بن قیس اسدی ، قال اسلمت وعندی ثمان نسوۃ فذکرت للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اختر منھن اربعًا ۔

د ۔ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر : تفسیر القرآن العظیم ، دارالمعرفۃ ، للطباعۃ والنشر ، بیروت ، 1388ھ 1969ء ، المجلد الاول ، ص 450 ۔ ان غیلان بن الثقفی اسلم و تحتہ عشرۃ نسوۃ فقال لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، اختر منھن أربعًا ۔

ر ۔ علامہ آلوسی بغدادی : روح المعانی ، الجزء الرابع ، ص 193 ۔

س ۔ ابو البرکات عبدالسلام ابن تیمیہ : المنتقی من اخبار المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ، دارالفکر ، 1399ھ 1979ء ، الجزالثانی ، ص 529 حدیث 3516 ۔

ش ۔ ابوداؤد : سنن ، المجلد الثالث ، کتاب الطلاق ، باب فی من اسلم وعندہ نساء اکثر من اربع ، ص 155 ۔

ص ۔ علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین : کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال ، الجزء السادس عشر ، ص 329 ، حدیث 44762 ۔

(70) الف ۔ محمد احمد رضوی : فلسفہ شریعت اسلام ، ص 28 ۔
ب ۔ شبلی نعمانی : سیرت النبی ، جلد 4 ، ص 294 ۔

(71) الف ۔ ابو داؤد : سنن ، الجزء الثالث ، کتاب الطلاق ، باب فی نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث ، عن ہشام بن عروۃ عن أبیہ ، کان الرجل اذا طلق امرأتہ ، ثم ارتجعھا ، قبل ان تنقضی عدتھا ، ص 120 ، حدیث 2109 ۔
ب ۔ ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 156 ۔ 157 ۔

عرب اپنے فحش کارناموں کو مشتہر کرنے کے لئے زبان کی ساری طاقت خرچ کرکے اپنے ساتھ اپنی معشوقہ کی بھی تشہیر کیا کرتے تھے ۔ (76) ان کی اولاد اصلی اور حلالی اولاد کے برابر سمجھی جاتی تھی ۔ (77) قمار بازی میں عورتوں تک کی بازی لگا دیتے تھے ۔ (78) جاہلیت میں عورتیں رہن بھی رکھی جاتی تھیں ۔ (79) وہ حقیقی بہنوں سے نکاح کرتے تھے ۔ (80) جب کسی مرد کا انتقال ہو جاتا تو اس کی بیویاں اس کی اولاد میں وراثتاً منتقل ہو جاتیں ۔ (81) ابوبکر جصاص کے یہ الفاظ ہیں " وقد کان نکاح

---

(72) ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص ، 316 ۔ 317 ۔

(73) رئیس احمد جعفری : اسلامی جمہوریت ، اشرف پریس ، لاہور ، 1968ء ، جلد اول ، ص 191 ۔

(74) الف ۔ تفسیر ابن کثیر ، جلد اول ، ص 466 ، اذا مات الرجل منهم فی الجاهلیه ورث امراته من یرثه ماله وکان یعضلها حتی یرثها او یزوجها من أراد ۔

ب ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 351 ۔

ج ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی : تفسیر مظہری ، جلد دوئم ، ص 540 ۔

(75) خاتون اسلام کا دستور حیات ، ص 11 ۔

(76) الف ۔ قاضی سلیمان منصور پوری : رحمۃ للعالمین ، جلد اول ، ص 30 ۔

ب ۔ رشید اختر ندوی : تہذیب و تمدن اسلامی ، اتحاد پریس ، لاہور ، 1951ء ، جلد اول ، ص 23 ۔
(واقعہ امراء القیس اور اسکی محبوبہ عنیزہ)

ج ۔ سیرۃ النبی ، جلد چہارم ، ص 295 ۔

(77) سیرۃ النبی ، جلد چہارم ، ص 293 ۔

(78) معین الدین ندوی : تاریخ اسلام ، جلد اول ، ص 10 ۔

(79) الف ۔ الجامع الصحیح ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، کتاب الجهاد والسیر ، باب قتل کعب بن الاشرف ، طاغوت الیهود ، ص 184 ۔ حدیث ، قال أرهنونی نساءکم قالواکیف نرهنک نساءنا وانت أجمل العرب ۔

ب ۔ اسلام کا نظام عفت و عصمت ، ص 34 ۔

(80) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء / 23 ۔ ، وان تجمعوا بین الاختین ۔

(81) الف ۔ مظہر الدین صدیقی : اسلام اور حیثیت نسواں ، ص 8 ۔

ب ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد اول ، ص 548 ۔

ج ۔ ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 330 ۔

د ۔ سیرۃ النبی ، جلد چہارم ، ص 296 ۔

( ) Mazharuddin Siddiqui: Women in Islam , P-14. When a man having many

امرأۃ الاب مستہجناً شاذ فی الجاہلیہ۔ (82) وراثت میں عورت کا کوئی حصہ نہ تھا ۔ (83) چنانچہ یہ اسی شجر کے تمام ثمر تھے ، کہ بت پرستی نے انکی نگاہ میں سب سے زیادہ حقیر ہستی انسان ہی کو بنا دیا تھا ۔ (84) ملک کی سیاست میں ، نظام حکومت میں ، انتخابات عام میں ، سرکاری اور نیم سرکاری مناصب میں ، آئین و قانون کے دربار میں ، نہ اسکا کوئی حصّہ تھا ، اور نہ اسکی کوئی آواز۔ (85)

المختصر مذکورہ بالا تمام حقائق پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے ، کہ اسلام کی آمد سے قبل عورتوں کی حالت عرب میں ناگفتہ بہ تھی ، اس کی معاشی یا معاشرتی اہمیت صفر تھی ، عملاً اسے انسانیت کے دائرے سے خارج سمجھا جاتا تھا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو صحیح انسانی حقوق دلائے وہ عرب عورت جو تحت الثری میں پڑی تھی ، اسے اٹھا کر عرش اعلیٰ تک پہنچا دیا۔ اور اسے معاشرے میں انتہائی بلند اور با عزت مقام دیا ، جو اس سے پہلے کبھی حاصل نہ تھا ۔

---

wives died, the latter were inherited by his sons like moveable property.

( ) The Spirit of Islam , P-228. The widows of a man descended to his sons, sons by right of inheritance, as any other portion of his patrimony.

(82) ابن العربی : احکام القرآن ، جلد اوّل ، ص 369 ۔ فلا یجوز لاحد ان یتزوج امراۃ عقد علیھا ابوہ او وطئھا ۔

ب ۔ 1 ۔ تفسیر مظہری ، جلد دوئم ، ص 547 (2) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 357 ۔ (3) ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 330 ۔ تدبر قرآن ، جلد دوئم ، ص 41 ۔ (ر) مزید ملاحظہ فرمائیے دھرم کا ظہور حصہ دوئم ، ص 27 ، اشلوک 12 ۔ حالانکہ ماں کی عظمت ہندوں کے ہاں بھی تھی ، جو اپنی ماں سے جماع کرے وہ گرم لوہے سے لپٹکے ، اور اپنے تئیں تمام کرے ۔

(83) الف ۔ تفسیر القرآن العظیم ، جلد اوّل ، ص 458 ۔ اہل الجاہلیہ کانوا یجعلون جمیع المیراث للذکور دون الاناث ، فامراللہ تعالیٰ بالتسویۃ بینھم فی اصل المیراث وفاوۃ بین الصنفین لجعل للذکر مثل حظ الانثیین ۔

ب ۔ عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 26 (ج) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 322 ۔

(84) رحمۃ للعالمین ، آفتاب عالم پریس ، لاہور ، 1953ء ، جلد اوّل ، ص 30 ۔

(85) اسلامی جمہوریت ، ص 191 ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انقلابی تعلیمات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انقلابی تعلیمات و فلاح نسواں

دنیا کے دوسرے مذاہب اور مختلف تہذیبوں کے برعکس اسلام نے عورت کے مرتبہ و مقام اور فلاح و بہبود کے لئے خاص اقدامات کیے ہیں، جس کے عملی نفاذ سے عورت کو اس کے تمام حقوق میسر ہوتے ہیں، اور اس کے جملہ مسائل احسن طریقے سے حل ہو جاتے ہیں، اسلام دین فطرت ہے، اور ہر شعبہ زندگی کے اندر اپنے اعتدال اور توازن برقرار رکھتا ہے، اس نے یہ نہیں کیا عورت کو ایک لونڈی، ایک خادمہ اور ایک مظلوم مخلوق بنا دے، اور اس طرح اسے شرفِ انسانیت سے محروم کر دے، اور نہ ہی اس کی یہ تعلیم ہے، کہ عورت کو خاتون خانہ بنانے کی بجائے شمع محفل بنا دیا جائے، اسے اشتہار کی علامت بنا کر ذلیل و رسوا کیا جائے، اور اس کی عفت و عصمت کو بازاروں میں نیلام کیا جائے، اور نہ اسے مردوں کے لئے ایک کھلونے کی حیثیت دی ہے۔ بلکہ اسلام نے افراط و تفریط سے بچتے ہوئے یہ معتدل راہ اختیار کی ہے، کہ عورتوں اور مردوں کے لئے الگ الگ دائرہ کار تجویز کیے ہیں، جس میں دونوں ہی اپنی اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق سرگرم عمل رہیں، اور تہذیب و معاشرے کے لئے بہتر اور مفید ثابت ہوں، اسلام نے ایک طرف عورت کو شرفِ انسانیت سے آراستہ کیا اور حقوق سے نوازا اور دوسری طرف اس کے اخلاق و کردار کا تحفظ کیا اس کی فطری صلاحیتوں کے مطابق اسے ذمہ داریاں سونپیں، اور عورت نے ہر روپ — بیٹی، ماں، بیوی اور بہن — ہر حیثیت کے لئے احترام پیدا کیا، اور اس کے تمام مسائل حل کیے، اور اسے عزو فلاح کی منزل سے ہمکنار کیا۔ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے قرآن کی نگاہ میں عورت کا مقام بیان کرتے ہیں۔

قرآن کی نگاہ میں عورت کا مقام

الف۔ ساتویں صدی عیسوی میں جب اسلام کا ظہور ہوا تو دنیا اس حقیقت سے نا آشنا تھی، کہ مردوں کے مقابلے میں عورتوں کے بھی کچھ حقوق ہو سکتے ہیں، منو کے ہاں "عورت کی ہستی صرف اس شکل میں دیکھی تھی، کہ مرد کے لئے پیدائش اولاد کا ذریعہ ہے"۔(1) اسکی نجات اس پر موقوف ہوتی کہ مرد کی خدمت میں اپنی زندگی فنا کر دے، یہودی اور مسیحی تصور نے پیدائشی گناہ کے عقیدے کا سارا بوجھ عورت کے سر ڈال دیا تھا، آدم کی لغزش کا باعث حواؑ ہوئی، (2) اس لئے گناہ کا پہلا بیج عورت کے ہاتھوں پڑا، اور وہی مرد کے لئے گمراہی کے شیطان کا آلہ کار بنی۔

لیکن عرب معاشرہ جب بھی عورت کی حیثیت زیادہ ہی خراب تھی، وہ منقولہ جائیداد کی طرح وراثتاً منتقل ہو جاتی تھی۔(3)

عورت کا احترام

اسلام نے سب سے پہلے عورت کا احترام گردانا، اسے ذلت و رسوائی کے دلدل سے نکال کر عزت کے تخت پر بٹھایا، عورت کو ماں، بیٹی، بہن، بیوی کی حیثیت سے بلند مقام دیا گیا، اسکے حقوق کا تعین کیا، اور ان کا تحفظ کیا حیاء، عفت اور غیرت کو دین کی بنیادی قدریں بتائیں، اور معاشرے میں اسکی

---

(1) تمدن عرب، ص 458۔ (2) پیدائش، باب 3 ؛ 12 - 13۔ (3) الف، تدبر قرآن، جلد دوئم، ص 41۔
(ب) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن، جلد اول، ص 548۔ (ج) تفسیر مظہری، جلد نہم، ص 409۔
(د) ابوبکر الجصاص : احکام القرآن، جلد دوئم، ص 57، للاولیاء دان کا حصہ اخمس۔

ترویج و اشاعت پر زور دیا۔

قرآن و سنت کی نصوص سے ان امور پر روشنی پڑتی ہے، کہ آپؐ نے انسانیت کو وحدت نسل انسانی کا احساس دلایا۔

ولقد کرّمنا بنی آدم وحملنٰھم فی البرّ والبحر ورزقنٰھم من الطیّبٰت۔ (4)

اس آیت کے حوالے سے انسان کو اسکی ذمہ داری کا احساس دلایا ہے، کہ ہم نے انسان کو خواہ عورت ہو یا مرد، جو عزت بخشی ہے، خشکی اور تری دونوں میں اسکے لئے سواری کا جو انتظام کیا ہے، اسکو جو پاکیزہ رزق عطا کیا ہے، تمام ضروری صلاحیتوں سے اسکو جو آراستہ کیا ہے، لہذا تخلیق کے اعتبار سے مرد و عورت میں کوئی تفریق نہیں۔ ارشاد ربانی ہے :۔

یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا و بثّ منھما رجالا کثیرا و نساء۔ (5)

امام بیضاویؒ فرماتے ہیں :۔

ای خلقکم من شخص واحد و خلق منہ امکم حواء من ضلع من اضلاعہ۔ (6)

امام فخرالدین رازیؒ فرماتے ہیں :۔

لا یتفاخر البعض علی البعض لکونھم أبناء رجل واحد، و امرأۃ واحدۃ۔ (7)

مولانا جار اللہ زمخشریؒ فرماتے ہیں :۔

(وبثّ منھما) نوعی جنس الانس و ھما الذکور والاناث فوصفھا صفۃ ھی بیان و تفصیل بکیفیۃ خلقھم منھا۔ (8) الف

مولانا جمال الدینؒ القاسمی فرماتے ہیں :۔

(و خلق منھا زوجھا) أی من نفسھا یعنی من جنسھا۔ (8۔ب)

---

(4) القرآن الحکیم، بنی اسرائیل : 70۔

(5) القرآن الحکیم، سورۃ النساء : 1۔

(6) انوار التنزیل و اسرار التاویل، المعروف بتفسیر بیضاوی، الجزء الرابع، ص 101۔

(7) التفسیر الکبیر، الجزء الثامن والعشرون، ص 137۔

(8) الف ۔ الکشاف، الجزء الاول، ص 492۔

ب ۔ تفسیر القاسمی محاسن التاویل، دار الفکر، 1398ھ، المجلد الثالث، الجزء الخامس، ص 7۔

ارشاد ربانی ہے :-

یَا یُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوباً وَ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۝ (9)

سید قطب فرماتے ہیں :-

یاایھا النّاس۔ یاایّھا المختلفون اجناسا و اُلوانا المتفرقون شعوباً وقبائل رانکم من أصل واحد فلا تختلفوا ولاتتفرقوا ولا تتخاصموا ولا تزھبوا بددا۔ عنداللّٰہ اُتقاکم والکریم حقا ھوالکریم عنداللہ و ھو یزنکم عن علم و عن خبرۃ بالقیم والموازین۔ (10)

قرآن مجید یہ فرماتا ہے ، کہ زندگی کی کٹھنا گھٹیں اور نشیب و فراز میں ہمیشہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے مددگار و معاون رہے ہیں ، مرد و عورت دونوں شانہ بشانہ مصروف عمل نظر آتے ہیں ۔ زندگی مرد و عورت دونوں کی محتاج ہے ، عورت اسلئیے پیدا نہیں کی گئی ، کہ اسے دھتکارا جائیے ، اور شاہراہ حیات سے اسے کانٹے کی طرح ہٹا دیا جائیے ، کوئی ایسا مرد نہیں ہے ، جسکی پیدائیش میں عورت کی شرکت نہ ہو ۔ پھر مرد کو کیا حق حاصل ہے ، کہ وہ مردوں کو باعزت اور عورتوں کو حقیر و ذلیل سمجھے ، جسطرح مرد اپنا مقصد وجود رکھتا ہے ، اسی طرح عورت کی تخلیق کی بھی ایک غائیت ہے ، اور قدرت ان دونوں اصناف کے ذریعہ مطلوبہ مقاصد کی تکمیل کر رہی ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خصوصی ارشاد فرمایا ۔ فاتقوااللّٰہ فی النساء ، عورتوں کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو ۔ (11) ۔

نیکی ، بدی ، تقوی اور قانون میں برابری

عورت بھی اللہ تعالی کے حضور اپنے اعمال کے لئیے اسی طرح جواب دہ اور ذمہ دار ہے ، جس طرح مرد ، جوابدہئی اعمال کی اس ذمہ داری کا تقاضا ہے ،

---

(9) القرآن الکریم ، سورۃ الحجرات : 13 ۔

(10) فی ظلال القرآن ، الجزء السادس والعشرون ، ص 537 ۔

(11) أ-خالد علوی : انسان کامل ، ص 650 ۔

ب ۔ ابن ھشام : السیرۃ النبویہ ، المجلد الرابع ، ص 54 ۔

(یا معشر قریش ، اِن اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ ، و تعظمہا بالآباء ، الناس من آدم و آدم من تراب ثم تلا ھذہ الآیۃ یاایھا الناس اِنا خلقنکم من ذکر و انثی ۔

کہ مسلمان عورت بھی اپنی زندگی کے مقاصد اور فرائض کو پہچانے۔

خود قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے، جو مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥ (12)

ہر جن و انس کی زندگی کا مقصد یہی ہے، کہ وہ خالق حقیقی کی عبادت کرے۔

اس نے انکو اس لئے پیدا کیا ہے، کہ اسکی عبادت و اطاعت کا حق ادا کرے، سعادت و کمال کے مدارج حاصل کریں، جو اس نے ان کے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔ (13)

ارشاد ربانی ہے:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ۔ (14)

مولانا جار اللہ زمخشری فرماتے ہیں:۔

على أَنَّ المومنين أُمروا بأَن يدخلوا في الطاعات كلها وأَن لا يدخلوا في طاعة دون طاعة...وكافة من الكف كانهم كفوا أن يخرج منهم أَحد باجتماعهم۔ (15)

امام الشربینی تفسیر السراج المنیر میں فرماتے ہیں:۔

أَى ادخلوا في جميع شرائعه و ذلك انهم كانوا يعظمون السبت ويكرهون لحوم الإبل والبانها۔ (16)

---

(11) ب۔ وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقکم۔

(12) القرآن الحکیم ، سورۃ الذاریات : 56۔

(13) تدبر قرآن ، جلد ششم ، ص 630۔ 631۔

(14) القرآن الحکیم : سورۃ البقرۃ : 208۔

(15) الکشاف ، المجلد الاول ، ص 353۔

ب۔ ابوالکلام آزاد : ترجمان القرآن ، نئی دہلی، 1980ء ، جلد دوئم ، ص 192

"قرآن مجید کے تمام مخاطبات عام ہیں، وہ جب کبھی یاایہا الناس اور یاایہا الذین آمنو کہتا ہے، تو یکساں طور پر دونوں جنسوں کو مخاطب کرتا ہے .... تمام اعمال و طاعات یکساں طور پر دونوں کے لئے ہوئے ہیں ..... اسلام تعلیمی، اخلاقی، ترجیحی پروگراموں کو دونوں کے لئے ضروری سمجھتا ہے"

(16) امام شیخ الخطیب الشربینی : تفسیر السراج المنیر ، المجلد الاول ، ص 136۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں ، " یعنی کسی استثناء اور تحفظ کے بغیر اپنی پوری زندگی اسلام کے تحت لے آؤ " ۔ (17)

" سب کے سب خواہ وہ مرد ہوں ، یا عورت اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت میں داخل ہو جاؤ " ۔ (18) ۔

ارشاد ربانی ہے : ۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۔ (19)

کسی مومن اور مومنہ کے لئے صحیح نہیں کہ جب اللہ اور اسکا رسول کسی معاملہ میں فیصلہ کر دے تو انہیں اپنے معاملے میں اختیار ہو ، جو شخص اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے گا ، وہ گمراہی میں مبتلا ہوگا ۔

اسلام نے عورت و مرد دونوں کے لئے ایک ہی راہ اور ایک ہی دستور حیات تجویز کیا ہے ، اس نے عورت کو ذلیل و کمتر اور مرد کو بلند و برتر سمجھ کر جداگانہ قوانین وضع نہیں کیے ۔ اسلام کے بنیادی عقائد و ارکان ، عبادات ، اصول و قوانین اور ہدایات کو تسلیم کرکے ان پر عمل پیرا ہونا ، ہر مسلمہ عورت پر اسی طرح فرض ہے جس طرح مسلمان مرد پر ۔ لہٰذا اقرار توحید ، ایمان بالملائکۃ ، والکتب والرسل اور ایمان بالیوم الآخر ، اسی طرح نماز ، زکوٰۃ ، روزہ ، حج وغیرہ لہذا نوع انسانی کے دونوں اصناف میں سے جو صنف بھی اپنے نامۂ اعمال کو پاکیزگیٔ کردار سے جلا یاب کرے ، سرخروئی اور کامیابی اسکا مقدر بن جاتی ہے ۔ (20)

قرآن مجید میں احکام شرعیہ اور اعمال کی جزا و سزا اور ثواب و عذاب کے بیان میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں ، معاملات ، اخلاق ، طاعت و عبادت اور اسکی وجہ سے حق تعالیٰ کے قرب و رضا اور درجات جنت میں عورتوں کا درجہ کچھ کم نہیں ، نیز نیک و بد کی جزا و سزا اور درجات کا آخرت میں کوئی فرق نہیں ، مرد و عورت

---

(17) تفہیم القرآن ، جلد اوّل ، ص 160 ۔

(18) تدبر قرآن ، جلد اوّل ، ص 454 ، 455 ۔

(19) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 36 ۔

(20) التفسیر الکبیر ، الجزء الخامس والعشرون ، ص 211 ۔

لا ینبغی ان یظن ظان أن ھوی نفسہ متبعہ و أن زمام الاختیار بید الانسان کما فی الزوجات ، بل لیس لمؤمن ولا مؤمنۃ أن یکون لہ اختیار عند حکم اللہ و رسولہ فما امراللہ ھوالمتبع و ما اراد النبی ھو الحق و من خالفھما فی شیء فقد ضل ضلالا مبیناً ، لان اللہ ھوالمقصد والنبی ھو الھادی الموصل ، فمن ترک المقصد ولم یسمع قول الھادی فھو ضال قطعاً ۔

دونوں کو ان کے کئیے کی جزا و سزا مساوی ملے گی ۔ (21)

ارشاد ربانی ہے :-
مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً ، وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ
أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ۔ (22) والعمل الصالح والاجتناب عن المعاصی (22 ب)

اس ضمن میں مولانا ابوالبرکاتؒ فرماتے ہیں :-
من عمل صالحًا من ذکر اوأنثی وهو مومن شرطالإیمان لأن أعمال الکفار
غیر معتد بها وهو یدل علی أن العمل لیس من الإیمان ،
(ولنجزینهم أجرهم بأحسن ما کانوایعملون ۔) وعده الله ثواب الدنیا والأخرة کقوله
تعالیٰ فأتاهم الله ثواب الدنیا وحسن ثواب الآخرة وذلک ان المؤمن مع
العمل الصالح ۔ (23)

مولانا ثناء اللہ ، امرتسریؒ فرماتے ہیں :-
جو کوئی ایمانداری سے نیک عمل کرے ، پھر خواہ وہ مرد ہو یا عورت کسی
قوم کا ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی دینگے ، جس میں وہ کسی کدورت سے مکدر اور
کسی تکلیف اور بلا میں مبتلا نہ ہونگے ، وہ عافیت میں رہیں گے ، اور ہم انکو محض
اپنے فضل سے ان کاموں سے بھی اچھا بدلہ دیں گے ۔ (24)

ارشاد ربانی ہے :-
ولا تَتَمَنَّوا ما فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ علٰى بعضٍ، لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا،
وَلِلنِّسَآءِ نصيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۔ (25

---

(21) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد اوّل ، ص 552 ۔

(22) القرآن الحکیم ، سورۃ النحل : 97 ۔ 22 ب) ابو الحسن الحسنی الندوی : العرب والاسلام ص (؟ ۔
محمد رشید رضا فرماتے ہیں :- وجعل الخطاب عاماً للفریقین مع ان الرجال لم یتمنوا
ان یکونوا النساء ولا أن یعملوا عمل النساء وهو الولادة و تربیة الاولاد وغیر ذلک مما هو
معروف وإنما کان النساء هن اللواتی تمنین عمل الرجال ۔
(تفسیر المنار ، الجزء الخامس ، ص 58 ۔)

(23) ابوالبرکات : تفسیر النسفی ، الجزء الثانی ، ص 299 ۔

(24) الف ۔ تفسیر ثنائی ، ص 170 ۔ (ب) التفسیر الکبیر ، الجزء العشرون ، ص 112 ۔
ج ۔ تدبر قرآن ، جلد سوم ، ص 693 ۔
د ۔ محمد محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد پنجم ، ص 386 ۔

(25) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 32 ۔

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی فرماتے ہیں :-

وللرجال نصیب مما اکتسبوا یرید من الثواب والعقاب (وللنساء) کذلک ؛ قالہ قتادہ فللمرأۃ الجزاء علی الحسنۃ بعشر أمثالھا کالرجال ۔ (26)

مولانا امین احسن اصلاحیؒ فرماتے ہیں :-

"اس میں عورت اور مرد کو اپنی فطری اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے حصول سعادت و کمال کی جدوجہد کی جو ہدایت فرمائی ہے، اس ہدایت کو خاندانی زندگی کی تشکیل و تنظیم کے لئے رہنما اصول قرار دے کر مرد و عورت کو اس نیکی اور بدی کے میدان میں سعی و کوشش میں مساوی حق دیا ہے" ۔ (27) الف ۔

میر ولی الدینؒ فرماتے ہیں :-

ان کے اعمال و افعال ، انکے افکار و خیالات رفتہ رفتہ قلوب کے زنگ کو دھوتے جاتے ہیں ، اور تم غیر شعوری طور پر نیکی کی طرف مائل ہوتے جاتے ہو ۔ اور بدی سے مجتنب اور محترز اور بالآخر ظلمت سے نکل کر نور کی طرف تمہارا منہ ہو جاتا ہے ۔ 27 (ب)

قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں :-

ای لکل من الرجال والنساء فضل و نصیب بسبب ما اکتسب و من اجلہ فاطلبوا الفضل بالعمل لا بالحسد والتمنی ۔ (28)

یعنی ہر مرد و عورت پایا امتیاز اسکی جدوجہد کا ثمر ملے گا ، اسلئے اگر تم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے طلب گار ہو ، تو عمل سے طلب کرو ۔ کسی سے حسد کرنا یا صرف اس جیسا بننے کی خواہش ہی کرتے رہنے سے کیا حاصل ۔

ابو الفداء اسماعیل بن کثیرؒ فرماتے ہیں :-

ای کل لہ جزاء علی عملہ بحسبہ ان خیراً فخیراً و ان شراً فشر ۔ (29)

یعنی روحانی ترقی کے جو درجات مرد کو مل سکتے ہیں وہی عورت کے لئے بھی کھلے ہوئے ہیں ۔

---

(26) الجامع لاحکام القرآن ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، ص 164 ۔

(27) تدبر قرآن ، جلد دوم ، ص 61 ۔ (ب) میر ولی الدین : قرآن و تعمیر سیرت ، اشوک پریس ، دہلی ، 1952ء ، ص 185 ۔ 187 ۔

(28) تفسیر البیضاوی ، المجلد الخامس ، ص 110 ۔

(29) تفسیر القرآن العظیم ، الجزء الاول ، ص 488 ۔

مولانا محمد رشید رضا فرماتے ہیں :-

کل تعد علی الاموال والانفس وسائر الحقوق وہو التمنی و عدم استعمال کل لمواہبہ ، فی الجلد والکسب و کل ما یتمناہ الانسان لنفسہ من الخیر ۔ (30)

مولانا جار اللہ زمخشری فرماتے ہیں :-

(ولا تتمنوا) و عن تمنی ما فضل اللہ بہ بعض الناس علی بعض من الجاہ والمال لأن ذلک التفضیل قسمۃ من اللہ صادرۃ عن حکمۃ و تدبیر و علم بأحوال العباد ۔ وللرجال نصیب مما اکتسبوا ۔جعل ما قسم لکل من الرجال والنساء ۔[31] ارشاد باری تعالی ہے :-

ومن یعمل من الصلحت من ذکر أو أنثی وہو مؤمن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرا ٥ ۔ (32)

جو کوئی شخص نیک کام کرے گا ، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو ، سو ایسے لوگ جنت میں داخل ہونگے ، ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا ۔

امام ابوالفداء اسماعیل بن کثیر فرماتے ہیں :-

من یعمل سوء یجزبہ کقولہ (فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ، ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ ۔۔۔۔ ومن یعمل سوء یجزبہ فی الدنیا والآخرۃ ۔ (33)

قرآن مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے ، کہ کہیں تم بھی اسی گمراہی میں مبتلا نہ ہو جانا ، آخرت میں بازی ان لوگوں کی ہے ، جو ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار کیے ہوئے ہے ۔ (34) جن کے پاس یہ دولت ہوگی وہ فائز المرام ہے ، خواہ وہ مرد ہو یا عورت ۔ (35) اور جو کوئی شخص نیک کام کرے گا ، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ کہ مومن ہو ، انکے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا ۔ اس میں کوئی کمی نہ آئے گی ۔ (36)

---

(30) تفسیر المنار ، المجلد الخامس ، ص 56 ۔

(31) تفسیر الکشاف ، الجزء الاول ، ص 523 ۔

(32) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 124 ۔

(33) تفسیر ابن کثیر ، الجزء الاول ، ص 558 ۔

(34) ابوالکلام آزاد ، ترجمان القرآن : جلد دوم ، ص 538 ۔

(35) تدبر قرآن ، جلد دوم ، ص 164 ۔

(36) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوم ، ص 554 ۔

محمد رشید رضا فرماتے ہیں :-

أی کل من یعمل ما یستطیع عمله من الصالحات ، ای الأعمال التی تصلح بہا النفوس فی اخلاقہا و آدابہا ، واحوالہا الشخصیة ، والا جتماعیة سواء کان ذلک العامل ذکراً أو انثی ۔ (37)

مولانا جار اللہ زمخشریؒ فرماتے ہیں :-

مامن یعمل سوءا یجزبہ وقولہ ومن یعمل من الصالحات ولو یظلمون ، لعمال السوء وعمال الصالحات جمیعا ۔ (38)

اللہ تعالیٰ نے عقائد و عبادات ، اخلاق و آداب ، معاملات اور تعلقات میں سے کسی نے بھی عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ، اس سے پتہ چلتا ہے ، کہ عورت اور مرد ایک ہی خالق کی مخلوق ہیں ، ایک ہی فاطر کی فطرت کا مظہر ہے ، ایک ہی مٹی کا خمیر ہیں ، ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں ، ایک ہی نوع کی دو شاخیں ہیں ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

أَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ ۔ (49)

مولانا ابو الفداء اسماعیل بن کثیرؒ فرماتے ہیں :-

لا حسد إلا فی اثنتین رجل آتاه اللہ مالا فسلطه علی هلكته فی الحق فیقول رجل لو انّ لی مثل ما لفلان لعملت مثله فهما فی الأجر سواء ۔ (40)

علامہ بیضاوی نے لاکفرنّ عنہم کی تفسیر میں لامحونہا کیا ہے ، یعنی مٹا دونگا میں انکے گناہ ۔ (41)

علامہ جریر الطبریؒ فرماتے ہیں :-

لا اضیع عمل عامل منکم من الذکور والأناث ۔ (42)

---

(37) تفسیر المنار ، المجلد الخامس ، ص 436 ۔

(38) تفسیر الکشاف ، الجزء الاول ، ص 566 ۔

(49) القرآن الحکیم ، آل عمران : 195 ۔

(40) تفسیر القرآن العظیم ، الجزء الاول ، ص 489 ۔

(41) تفسیر بیضاوی ، ص 100 ۔

(42) جامع البیان فی تفسیر القرآن ، المجلد الثالث ، الجزء الرابع ، ص 144 ۔

علامہ جلال الدینؒ عبدالرحمن بن ابی بکر فرماتے ہیں :-

" أي الزكور من الأناث" (43) ۔

امام عبداللہ محمد بن احمد القرطبیؒ فرماتے ہیں :-

وقال الضحاک، رجالکم شکل نساءکم فی الطاعۃ ولنساء کم شکل رجالکم فی الطاعۃ نظیر ما ۔ (44)

علامہ جار اللہ زمخشریؒ فرماتے ہیں :-

(انی لاأضیع) بالتشدید (من ذکر او أنثی) بیان لعامل (بعضکم من بعض) أی یجمع ذکورکم وإناثکم أصل واحد فکل واحد منکم من الآخر ۔ (45)

مولانا ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں :-

اللہ کا قانون یہ ہے ، کہ وہ کسی انسان کا عملِ نیک ضائع نہیں کرتا جو لوگ حق پرستی کی راہ میں طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کر رہے ہیں ، وہ یقین رکھیں ، انکے اعمالِ حق کے ثمرات کبھی ضائع ہونے والے نہیں ۔ (46)

امام ابوالفداء اسماعیل بن کثیرؒ فرماتے ہیں :-

بل یوفی کل عامل بقسط عملہ من ذکرٍ او أنثیٰ ۔ (47)

مرد ہو یا عورت دونوں کا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر ہے ، جس کا پورا پورا صلہ دے گا ۔(48) آخرت میں ضرور ایسے باغوں میں داخل کروں گا ، جن کے محلات کے نیچے نہریں جاری ہونگی ، لہذا اللہ تعالیٰ نے عقائد و عبادات ، اخلاق و عادات ، معاملات اور تعلقات میں سے کسی میں بھی عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو معیار مرد کے لئے ہے ۔ وہی معیار عورت کے لئے بھی ہے ۔

حقِ بندگی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں عورت کی حیثیت مرد کے مساوی ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت و القٰنتین والقٰنتٰت والصٰدقین

---

(43) تفسیر الامامین الجلالین ، الجزء الرابع ، ص 100

(44) الجامع لاحکام القرآن ، المجلد الثانی ، الجزء الرابع ، ص 318 ۔

(45) الکشاف ، الجزء الاول ، ص 489 ۔

(46) ترجمان القرآن ، جلد دوم ، ص 417 ، 418 ۔ (حاشیہ)

(47) تفسیر ابن کثیر ، المجلد الاولیٰ ، ص 442 ۔

(48) تدبر قرآن ، جلد اوّل ، ص 833 ۔

والصّدقٰت والصّبرین والصّبرٰت والخشعین والخشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصآئمین والصّٰئمٰت والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت و الذّٰکرین اللہ کثیرًا و الذّٰکرٰت اعدّاللہ لھم مغفرۃً و اجرًا عظیمًا ٥ ۔ (49)

مولانا قرطبیؒ فرماتے ھیں :۔
فی ھذہ الآیۃ بذکر الإسلام الذی یعمّ الإیمان و عمل الجوارح ، ثم ذکر الإیمان تخصیصا لہ تنبیھۃ علی أنہ عُظمُ الإسلام و دعامتہ والقانت : العابد المطیع ، والصادق ۔ (50)
مولانا جمال الدینؒ فرماتے ھیں :۔
"قانتات" ای مطیعات اللہ فی أزواجھن ۔ (51)
ابو الفداء اسماعیل بن کثیرؒ فرماتے ھیں :۔
" القنوت" ھوالطاعۃ فی سکون (أمّن ھو قانت آناء اللیل ساجداً وقائماً یحذر الآخرۃ یرجو رحمۃ ربہ ۔ (52)
حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیلؒ اس ضمن میں مزید فرماتے ھیں :۔
(والمتصدقین و المتصدقات) ولا یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عنداللہ صدیقاً ولا یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عنداللہ کذاباً ۔ (53)
(والحافظین فروجھم والحافظات) ۔
ای عن المحارم و المآ ثم إلا عن المباح (والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم أو ماملکت ایمانھم فإنھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فأولیک ھم العادون)
(والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات) ۔
(ما عمل آدمی عملاً قط أنجی لہ من عذاب اللہ تعالی من ذکر اللہ عزوجل)
قال قالت یارسول اللہ أی العباد أفضل درجۃ عنداللہ تعالی یوم القیامۃ؟ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (الذاکرون اللہ کثیراً والذاکرات) ۔(54)

---

(49) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب ، 35۔
(50) الجامع لاحکام القرآن ، المجلد السابع الجزء الرابع عشر ، ص 185۔
(51) تفسیر القاسمی ، المجلد الثالث ، ص 131 ۔
(52) تفسیر ابن کثیر ، المجلد الثالث ، ص 488 ۔
(53) تفسیر ابـن کثیـر ، المجلد الثالث ، ص 488 ۔
(54) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الثالث ، ص 488 ۔

مولانا ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں :-

" مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست اور سازگار ہیں ، اور صفات فاضلہ میں ایک دوسرے کے مماثل اور مشابہہ ہیں ۔(55) سورہ احزاب میں عورتوں کی دلجوئی اور ان کے اعمال کی مقبولیت کا خصوصی ذکر فرمایا گیا ہے ، جس میں یہ بتایا گیا ہے ، کہ اللہ تعالی کے ہاں ، مقبولیت اور فضیلت کا مدار اعمال صالح اور اللہ تعالی کی اطاعت ہے ، اس میں مرد اور عورت کا کوئی امتیاز نہیں ۔ (56) ہر ایک ثواب اور عمل کے بدلے میں یکساں ہیں ۔(57)

لہذا اسلامی معاشرے میں مومن اور مومنات صرف اللہ تعالی پر ایمان لاتے والے نہیں ہیں ، بلکہ عملاً اطاعت کرنے والے ہیں ، اگرچہ مردوں کو زندگی کے کچھ شعبوں میں کام کرنا پڑتا ہے ، اور عورتوں کو کچھ اور شعبوں میں ، لیکن اگر یہ اوصاف دونوں کے یکساں ہوں ، تو اللہ تعالی کے ہاں دونوں کا مرتبہ یکساں اور دونوں کا اجر برابر ہوگا ۔

چنانچہ معاشرے کی اصلاح کا تقاضا ہے ، مرد اور عورت دونوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

والمؤمنون والمؤمنت بعضُهُم اَولیاء بعضٍ ، یا مرون بالمعروف و ینھون عن المنکر ۔ (58)

... بن محمد بن احمد ابو الفتح نے استطرف فی کل فنٍّ مستطرف میں فرماتے ہیں : یقول والمومنین والمومنات بعضہم ... یا مروں بالمعروف و ینھون عن المنکر و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق (58 ۔ ب)

مولانا محمد رشید رضا فرماتے ہیں :-

وما فی الایۃ من فرض امام بالمعروف والنھی عن المنکر علی النساء کالرجال ۔ (59)

اس آیت کی رو سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر عورتوں پر بھی مردوں کی طرح فرض ہے ۔

مولانا ابو الفداء اسماعیل بن کثیر فرماتے ہیں :-

(یا مرون بالمعروف و ینھون عن المنکر)کقولہ تعالی (ولتکن منکم أمۃ یدعون الی الخیر ویا مرون بالمعروف و ینھون عن المنکر)الآیۃ ، وقولہ(ویقیمون الصلوۃ و یوتون الزکوۃ)

---

(55) مولانا ادریس کاندھلوی : معارف القرآن ، الفرید پرنٹرز ، لاہور، 1982ء ، جلد پنجم ، ص 500 ۔

(56) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ہفتم ، ص 143 ۔

(57) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الثالث ، ص 490 ۔ (کلھم أی أن اللہ تعالی قد أعد لھم أی ھیأ لھم مغفرۃ منہ لذنوبھم و أجرا عظیما) ۔

(58) القرآن الحکیم ، سورۃ التوبۃ : 71 ۔

(58 ب) استطرف فی کل فن المستطرف ، الجزء الاول ، ص 101 ۔

(59) حقوق النساء فی الاسلام ، ص 10 ۔

أي يطيعون الله و يحسنون الى خلقه ـ (60)

حافظ نور الدین علی بن ابی بکرؒ فرماتے ہیں :۔

وعن ابن عمرؓ : قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یایها الناس !
مروا بالمعروف وانهوا عن المنكر قبل ان تدعو الله فلا یستجیب لکم ـ (61)

مولانا ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں :۔

"جس طرح منافقین اور منافقات رذائل میں ایک دوسرے کے مشابہہ تھے ، اس طرح مومنین اور مومنات فضائل میں ایک دوسرے کے مشابہہ اور مماثل ہیں " (62)
لہذا " امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا خطاب عورتوں اور مردوں سب کے لئے یکساں ہے " (63)

عقوبت میں مساوات

اسلام نے عقوبت کے نفاذ میں دونوں صنفوں کو برابر رکھا ہے ، ایسا نہیں کیا کہ جرم کی سزا صرف عورت کو ملے اور مرد اس سے مستثنیٰ ہو جائے ۔

قرآن کی رو سے مرد و عورت عقوبت کے نفاذ میں یکساں ہیں ، مندرجہ ذیل نصوص سے اسکی وضاحت ہوتی ہے ۔

ارشاد باری تعالی ہے :۔

الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة ، ولا تاخذکم بهما رافة فی دین الله ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ، ولیشهد عذابهما طآئفة من المؤمنین ٥ ـ (64)

جلدؔ کا حکم درحقیقت حکم عام نہیں ہے ، آیۂ جَلد کے الفاظ " الزانیه والزانی " میں لام تعریف تعمیم کے لئے نہیں بلکہ تخصیص کے لئے آیا ہے ، کیونکہ اس میں ہر قسم کے زانی لوگ موجود نہیں ہیں ۔ (65)

مولانا طاہر محمد بن یعقوبؒ فرماتے ہیں :۔

(الزانیه والزانی) وهما بکران زنیا ـ (66)

---

(60) تفسیر ابن کثیر ، المجلد الثانی ، ص 370 ۔

(61) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ، الجزء السابع ، باب فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنکرونهن لاتأخذه فی الله لومة لائم ، ص 269 ۔

(62) معارف القرآن ، جلد سوم ، ص 377 ۔

(63) سید ابوالاعلیٰ مودودی : رسائل و مسائل ، الله والا پبلشرز ، لاہور ، 1984ء ، جلد چہارم ، ص 140 ۔

(64) جلال الدین عبدالرحمن السیوطی : الاتقان فی علوم القرآن ، ایور گرین پریس ، لاہور ، 1400ھ ، جلد دوم ، ص 17 ۔

مولانا جدید الطبریؒ فرماتے ہیں : -

من زانی من زانی من الرجال ، اوزنت من النساء وهو حد بکر غیر محصن بزوج فا جلدوه ضربا مائة جلدة - (67)

اللہ تعالیٰ نے یہاں جن زانیہ عورتوں اور زانی مردوں کا تذکرہ کیا ہے ، اور اس میں جس حد کا حکم ہے ، وہ صرف غیر محصن کنوارے اور غیر محصنہ کنواری کے لئے ہے ، پس ان کو سو سو کوڑے مارے جائیں -

مولانا ابن العربیؒ فرماتے ہیں : -

قولہ تعالیٰ فاجلدوا کل واحد منهما جعل الله کما تقدم حد الزنا قسمین رجماً علی الثیب و جلد علی البکر ، و ذلک لان قوله " الزانیة والزانی فا جلدوا کل واحد منهما عام فی کل زانٍ ، ثم شرحت السنة حال الثیب - (68)

حد زنا کی دو قسمیں کر دی ہیں ، شادی شدہ کے لئے رجم اور غیر شادی شدہ کے لئے سو کوڑں کی سزا ہے ، فرمایا " زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں کو کوڑے مارو تو یہ حکم ہر قسم کے زانی کے لئے عام تھا ، پھر سنت نے شادی شدہ کی الگ صورت واضح کی -

مولانا قرطبی فرماتے ہیں : -

(مائة جلدةٍ) هذا حدّ الزانی الحر البالغ البکر ، و کذلک الزانیة البالغة البکر الحرة . . . . واما المحصن من الا حرار فعلیه الرجم

---

(64) ب - جامع البیان فی تفسیر القرآن ، المجلد التاسع ، الجزء الثامن عشر ، ص 36 -

(65) محمد رفیق : حد رجم ، ص 49 -

(66) تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ، ص 216 -

(67) جامع البیان فی تفسیر القرآن ، المجلد التاسع ، الجزء الثامن عشر ، ص 37 -

(68) الف - احکام القرآن ، القسم الثالث ، ص 1326 -

ب - محمد بن احمدؒ و عبدالرحمن بن ابی بکرؒ : تفسیر الجلالین ، الجزء الثامن عشر ، ص 462 - " (الزانیة و الزانی) أی غیر المحصنین لرجمهما بالسنة فاجلدوا ، کل واحد منهما مائة جلدة) ضربة یقال جلده "

ج - جامع البیان فی تفسیر القرآن ، المجلد التاسع ، الجزء الثامن عشر ، ص 37 - التی زنت والذی زانی ، فاجلدوا . . . . الفعل والجلد ضرب الجلد کما یقال رأسه ای ضرب رأسه ، و کذالک فی سائرالأعضاء بعد ثبوت السماع وفیه اشارة الی أن اقامت هذاالحد -

دون الجلد ۔ (69)

اس آیۃ میں آزاد بالغ کنوارے زانی کے لئے حد بیان کی گئی ہے ، اور اس طرح آزاد بالغہ کنواری زانیہ عورت کے لئے بھی یہی حد ہے ، رہے آزاد محصن زانی اور محصنہ زانیہ تو ان کے لئے رجم کی حد ہے ، کوڑوں کی حد نہیں ہے ۔

مولانا علاؤالدین علی بن محمد بن ابراھیمؒ فرماتے ھیں :۔

ھذا حکم حد لیس بمحصن ، اذا حکم المحصن الرجم ۔ (70)

مولانا عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیرؒ فرماتے ھیں :۔

فأما إذا كان بكرا لم يتزوج فإن ، حده مائة جلدة كما فى الأية ، ، ،

فأما إذا كان محصناً وهو الذى قدوطئ فى نكاح صحيح وهو حر بالغ عاقل فإنه يرجم ۔ (71)

---

(69) الف ۔ الجامع لاحکام القرآن ، المجلد السادس ، الجزء الثانی عشر ، ص159 ۔ ملاحظہ فرمائیے ، استثناء باب 25 ، آیۃ 1 ۔ 3 ص190 ۔ اور اگر شریر پیٹنے کے لائق نکلے تو قاضی اسے زمین پر لٹوا کر اپنی آنکھوں کے سامنے اسکی شرارت کے مطابق اسے گن گن کر کوڑے لگوائے ، وہ چالیس کوڑے لگوائے ۔

(ب) استثناء باب 22 ، آیۃ 25 ۔ 26 ، ص 187 ۔ اگر اس آدمی کو وہی لڑکی جس کی نسبت ہو چکی ہو کسی میدان یا کھیت میں مل جائے اور وہ آدمی جبراً اس سے صحبت کرے ، فقط وہ آدمی ہی جس نے صحبت کی مار ڈالا جائے ، پھر اس لڑکی سے کچھ نہ کرنا کیونکہ لڑکی کا ایسا گناہ نہیں جس سے وہ قتل کے حق ٹھہرے ۔

(ج) استثناء باب 22 ، آیۃ 22 ، ص 187) ۔ اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتے پکڑا جائے ، تو وہ دونوں مار ڈالے جائیں ، یعنی وہ مرد بھی جس نے اس عورت سے صحبت کی اور وہ عورت بھی ، یوں تو اسرائیل میں ایسی برائی منع ہے ۔

(د) متی باب 5 ، آیۃ 27 ۔ 28 ، ص 8 ۔ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا ، زنا نہ کرنا ، لیکن میں تم سے کہتا ہوں ، کہ جب کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی ، وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا ہے ۔

(ان تمام واقعات سے اسرائیلیوں کے ہاں بھی زنا کے ثبوت میں سزا متعین ہے)

(70) تفسیر الخازن ، المجلد الثالث ، ص 334 ۔

(71) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الثالث ، ص 260 ۔

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں :-

اجمع علماء الامۃ علی ان الزانیۃ والزانی اذا کانا حرین عاقلین بالغین غیر محصن فحد ہما ان یجلد کل واحد منہما مائۃ جلدۃ بحکم ہذہ الایۃ۔ (72)

امام الشوکانیؒ فرماتے ہیں :-

(مائۃ جلدۃ) ہو حدّ الزانی الحر البالغ البکر ، وکذلک الزانیۃ ، ، ، أما من کان محصناً من الأحرار فعلیہ الرجم بالسنۃ الصحیحۃ ، المتواترۃ و باجماع أہل العلم۔ (73)

مولانا سید امیر علیؒ فرماتے ہیں :-

اگر یہ کہا جائے کہ آیت میں زانیہ اور زانی بلا شبہ عموم پر ہیں ، خواہ محصن ہوں یا غیر محصن تو تم نے کیوں اس پر عمل نہ کیا ، جواب یہ ہے ، کہ عموم سے تخصیص واقع ہوئی ہے ، یعنی زانیہ باندی و زانی غلام کے واسطے سو درے کا حکم نہیں ، بدلیل قطعی قولہ تعالی :-

فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب۔

پس جب عموم نہیں رہا تو معلوم ہوا کہ بذریعہ حدیث رجم و اجماع زانیہ غیر محصنہ کا حکم درّے ہیں ، اور محصنہ کا حکم رجم ہے۔ (74)

امام الشوکانیؒ فرماتے ہیں :-

محصنہ زانیہ کے لئے رجم کا حکم ہے۔ (75)

---

(72) تفسیر المظہری ، المجلد السادس ، ص 417 ۔

اسرائیلیوں کے ہاں بھی ، اس مکروہ فعل کی سزا کا ذکر ملتا ہے ، استثناء باب 17 ، آیہ 5۔7 ، ص 183 ۔ اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے اور تیرے سننے میں آئے ، تو تو جانفشانی سے تحقیقات کرنا ، اور اگر یہ ٹھیک ہو ، اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے ، کہ بنی اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا ، تو تو اس مرد یا عورت کو جس نے یہ برا کام کیا ہو ، باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور انکو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں۔

(73) الف ۔ فتح القدیر ، الجزء الرابع ، ص 4 ۔
ب ۔ محمد سلیمان عبداللہ الاشقر : زبدۃ التفسیر من فتح القدیر ، الجزء الثامن عشر ص 456 ۔

(74) امیر علی : مواہب الرحمن ، مکتبہ رشیدیہ ، لاہور ، 1398ھ ، جلد ششم ، ص 90 ۔

(75) نیل الاوطار ، الجزء الثامن ، کتاب الحدود ، باب ماجاء فی رجم الزانی المحصن و جلد البکر و تغریبہ ص 282 ، حدیث 5 ۔ (عن جابر بن عبداللہ ان رجلاً زنی بامرأۃ فأمربہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجلد الحد ثم أخبر أنہ محصن فأمر بہ فرجم رواہ ابوداود ۔

مولانا سید قطب فرماتے ہیں :-

والجلد ہو حد البکر من الرجال والنساء وہوالذی لم یحصن بالزواج و یوقع علیہ حتیّ کان مسلماً بالغاً ، عاقلاً ، حرّاً، فأما المحصن وہو من سبق لہ الوطء فی نکاح صحیح و ہو مسلم حر بالغ فحدہ الرجم ، وقد ثبت الرجم بالسنۃ و ثبت الجلد بالقرآن ، ولما کان النص القرآنی مجملاً ، عاماً ۔وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد رجم الزانیین المحصنین ، فقد تبین من ہذا ان الجلد خاص بغیر المحصن ۔ (76)

مولانا ابوالاعلی مودودیؒ فرماتے ہیں :-

قرآن زانی اور زانیہ کے مطلق الفاظ استعمال کرکے اسکی سزا سو کوڑے بیان کرتا ہے ، لہذا قرآن کی رو سے ہر قسم کی زانیہ اور زانی کی سزا یہی ہے ۔(77)

ان حوالوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے ، کہ امت کے تمام مجتہد علیہ مفسر کی یہ متفقہ رائے ہے ، کہ جَلَدَ کے حکم کا اطلاق نہ صرف زانی مردوں کے لئے ہے ، بلکہ عورتوں کے لئے بھی ہے ، یہ نہیں ہے ، کہ عورتوں کو سزا دی گئی ہو اور مردوں کو مستثنی قرار دیا گیا ہو۔

یہاں پر یہ چیز قابل توجہ ہے ، کہ "عورت کا ذکر مرد کے ذکر پر مقدم ہے ، اس کی وجہ یہاں یہ ہے ، کہ عورت کی رضا مندی کے بغیر زنا نہیں ہو سکتا ، اس وجہ سے قرآن نے اس کے ذکر کو مقدم کر دیا ہے ، تاکہ اس معاملہ میں اللہ تعالی کے ہاں کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ، عورت ہو یا مرد" (78)

ارشاد باری تعالی ہے :-

والسارق والسارقۃ فاقطعوا أیدیھما ۔ (79)

ڈاکٹر صبحی صالح فرماتے ہیں :-

اگر قرینہ موجود ہو تو امر سے اباحت کا مفہوم بھی مراد لیا جاتا ہے ۔(80)

---

(76) فی ظلال القرآن ، المجلد السادس ، ص 57 - 58 -

(77) تفہیم القرآن ، جلد سوم ، ص 327 -

(78) تدبر قرآن ، جلد چہارم ، ص 498 -

(79) القرآن الحکیم ، سورۃ المائدہ ؛ 38-

(80) علوم القرآن ، ص 442 -

ڈاکٹر احمد حسنؒ فرماتے ہیں :-

مرد اور عورت مساوی ہیں ، کیونکہ آیۃ السرقہ عام ہے ، اس میں کوئی قید نہیں ۔ (81)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں :-

آیۃ السرقہ میں مرد چور کو مقدم اور عورت کو موخر کر دیا گیا ہے ، مرد کو اللہ تعالی نے کسب معاش کی وہ قوت بخشی ہے ، جو عورت کو حاصل نہیں ہے ، اپنی ضروریات اپنے عمل سے حاصل کرنے کے مواقع اس لئے فراہم کیے ہیں ، تو یہ کہ ان کو چھوڑ کر چوری کرنے پر اتر آئے ، یہ مرد کے لئے بڑا عیب ہے ، عورت کے چونکہ یہ حالات نہیں ہیں ، اور اگر اس سے چوری کا صدور ہو بھی جائے ، تو مرد کی نسبت کم درجہ ہے ، مگر سزا کا حکم دونوں کے لئے برابر ہے ۔ (82)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں :-

آیۃ السرقہ میں سارق کا پہلے ذکر کیا گیا تھا ، مگر انکے بعد عورت کو ضمنی آجانے پر اکتفا نہیں کیا گیا ، بلکہ صراحۃً ذکر مناسب سمجھا گیا ہے ، دوسرے عورت کا ذکر مرد پر مقدم کرکے بیان کیا گیا ہے ، اس میں بہت سی حکمتیں ہیں ، اول تو ضعیف الخلقت اور طبعی طور پر قابل رحم سمجھی جاتی ہے ، اگر اس کا صراحۃً ذکر نہ ہوتا تو کسی کو یہ شبہ ہو سکتا تھا ، کہ شاید عورت اس سزا سے مستثنیٰ ہے ، اور عورت کا ذکر مقدم اس لئے کیا گیا ہے ، کہ فعل زنا ایک ایسی بے حیائی ہے ، جسکا صدور عورت کی طرف سے ہونا انتہائی بے باکی اور بے پرواہی سے ہو سکتا ہے ، کیونکہ قدرت نے اس کے مزاج میں ایک حیا ، دوسرا عفت کی حفاظت کا جذبہ ودیعت فرمایا ہے ، اور اسکی حفاظت کے لئے بڑے بڑے سامان فراہم کیے ہیں ، اسکی طرف سے اس فعل کا صدور بنسبت مرد کے زیادہ اشد ہے ۔ (83) لہذا حد کے معاملہ میں مرد و عورت دونوں مساوی ہیں ، کیونکہ شرعی نصوص میں دونوں کے لئے احکام برابر ہیں ۔ (84) ۔

---

(81) حدود و تعزیرات ، ص 81

(82) معارف القرآن ، جلد ششم ، ص 343 ۔

(83) ایضاً ایضاً ۔

(84) حدود و تعزیرات ، 205 ۔ مزید ملاحظہ فرمائیے :-

اسرائیلیوں کے ہاں بھی جہاں زنا کی سزا کا تصور موجود ہے ، وہاں سرقہ کی سزا کا بھی حکم ملتا ہے ۔ متی ، باب 5 ، آیۃ 29 ۔30 ، اگر تیرا دہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسکو ایک ٹکڑا اپنے پاس سے پھینک دے ، کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے ، کہ تیرے سارے اعضا میں سے ایک جاتا رہے ، اور تیرا سارا جسم جہنم میں نہ جائے ۔

متذکرہ بالا شواہد سے ثابت ہے ، کہ مرد و عورت قانون کی نظر میں مساوی ہیں ، حدود و تعزیرات کے سلسلہ میں کسی قسم کی تخصیص نہیں -

حصول اجر میں مرد و عورت کی حیثیت مساوی ہے

معاشرتی جرائم کی ایک سزا تو اجتماعی ہے ، جسے معاشرہ ہی نافذ کرتا ہے ، لیکن اس کا انفرادی معاملہ اسکے خدا کے ساتھ ہے ، جسے اسکو ہی نبٹانا ہے ، کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں ہے ، وہ اپنے گناہوں کا تنہا ذمہ دار ہے ، جو اسے سزا ملنی ہے ، اسے کوئی اور نہیں اٹھائے گا -

ارشاد باری تعالی ہے :-

من عمل سیئةً فلا یجزآی الا مثلھا ، ومن عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مؤمن فاولـٰـئک یدخلون الجنه یرزقون فیھا بغیر حساب ٥ -(85)

جو برائی کرے گا ، اسکا اتنا ہی بدلہ ملے گا ، جتنی برائی کی ہو ، جو نیک عمل کرے گا ، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو ، ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہونگے ، جہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائیگا -

جس طرح عورت کو اس کے عمل کا بدلہ مرد کے برابر ہی ملتا ہے ، اور نیک اعمال کے نتیجہ میں جنت کی مستحق ہوتی ہے ، اسی طرح سزا میں بھی ، وہ مرد کے برابر ہوتی ہے ۔ (86)

جیسے ارشاد باری تعالی ہے :-

فمن یعمل مثقال ذرہ خیرا یرہ ٥ ومن یعمل مثقال ذرہ شرا یرہ ٥ -(87)

جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی ، وہ اسے دیکھ لے گا ، اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی ہوگی ، وہ اسے دیکھ لے گا ، یعنی ہر مرد و عورت کو اسکے اعمال نامہ کے مطابق جزا و سزا ملے گی ، ان دونوں میں کسی قسم کی تفریق نہ ہوگی ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

ولا تکسب کل نفسٍ الا علیھا ، ولا تزر وازرہ وزر اُخری ، (88)

---

(85) القرآن الحکیم ، سورۃ المومن : 40

(86) تفہیم القرآن ، جلد چہارم ، ص 410 -

(87) القرآن الحکیم ، سورۃ الزلزال : 7،8 -

(88) القرآن الحکیم ، سورۃ الانعام ، 164 -

اہل حق کو نجات خواہ مرد ہو یا عورت اور اہل باطل کو سزا ہوگی ۔(89)
گناہ تو جو شخص کرے گا ، اسی کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا ، اور وہی اسکی
سزا کا مستحق ہوگا ، قیامت کے روز کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بار نہیں اٹھائے
گا ، خواہ مرد ہو یا عورت ۔ (90)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔
ان اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ ، وان اَسَاْتُمْ فلھا ۔ (91)

اگر اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لئے اچھے کام کرتے رہو گے ۔
اگر برے کام کروگے تو بھی اپنے لئے ۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں :۔

"اگر اچھے کام کرتے رہو گے ، تو اپنے ہی نفع کیلئے کرو گے ، یعنی دنیا اور
آخرت میں اسکا نفع ملے گا ، اگر برا کام کرو گے تو پھر اسکی سزا ہوگی ۔" (92)
اس روز جس کا نامۂ اعمال اسکے دہنے ہاتھ میں ملے گا ، سو اس سے آسان حساب لیا
جائے گا ، اور وہ اس سے فارغ ہو کر اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا ، اور جس
شخص کا نامۂ اعمال (اسکے بائیں ہاتھ میں) اسکی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا ، سو
وہ موت کو پکارے گا اور وہ جہنم میں داخل ہوگا ۔" (93)

" جس روز تم اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری بات اللہ سے پوشیدہ
نہ ہوگی ، جس کا نامۂ اعمال اس کے دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا ، تو وہ (لوگوں
سے خوش ہو کر) کہے گا ، لو میرا نامۂ اعمال پڑھو ، میرا (تو پہلے ہی) اعتقاد تھا ،
کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے ، غرض وہ شخص پسندیدہ عیش یعنی بہشت بریں
میں ہوگا ، جسکے میوے اس قدر جھکے ہوں گے ، کہ جس حالت میں چاہیں گے ، لے سکیں
گے ، اور حکم ہوگا ، کہ کھاؤ پیو مزے کے ساتھ ، ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے
گزشتہ ایام (زمانہ قیام دنیا)میں کیے ہیں ، اور جسکا نامۂ اعمال اسکے بائیں ہاتھ
میں دیا جائے گا۔ سو وہ (نہایت حسرت سے) کہے گا ، کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو
نامۂ اعمال ہی نہ ملتا ۔" (94)

---

(89) مولانا اشرف علی تھانوی : بیان القرآن ، جلد سوم ، ص 137 ۔
(90) مولانا مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد سوم ، ص510 ۔
(91) القرآن الحکیم ، سورۂ بنی اسرائیل : 7
(92) بیان القرآن ، جلد ششم ، ص 76 ۔
(93) القرآن الحکیم ، سورۂ الانشقاق : 7 تا 12 ۔
(94) القرآن الحکیم ، سورۂ الحاقہ : 18 تا 25 ۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ فرماتے ہیں :-

وہ لوگ جنہوں نے رسوخ ایمان کے ساتھ اسکا حق ادا کیا ہو، وہ اسکی رحمت کی جزا وار ٹھہریں خواہ وہ مرد ہو یا عورتیں۔(95) منافقین اور منافقات، مشرکین اور مشرکات تو اللہ کے احکام کو ضائع کرنے والے ہیں، وہ ان کو سزا دے گا، اور مومنین اور مومنات پر توجہ فرمائے گا۔ (96)

ایسا نہیں ہوگا، کہ اگر عورت کو سزا دی جائے تو مرد کو معاف کر دے گا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں :-

جو احکام تمہارے لئے ہیں، تم ان میں اطاعت کرو کہ تم بھی ان بشارات کی مستحق ہوگی، برعکس اس کے منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو بوجہ انکے کفر کے عذاب دیں جو اللہ تعالی کے ساتھ برے برے گمان رکھتے ہیں، کافر عورتیں بھی بھی شریک ہیں، آخر میں ان پر غضبناک ہوگا، اور ان کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (97)

آخرت کی کامیابی کا معیار

ارشاد باری تعالی ہے :-

والمؤمنون والمؤمنت بعضهم اولیآء بعض، یامرون بالمعروف و ینهون عن المنكر و یقیمون الصلوة ویؤتون الزكوة و یطیعون الله ورسوله، اولٰئك سيرحمهم الله، ان الله عزیز حکیم ٥ ۔(98)

مولانا رشید رضاؒ فرماتے ہیں :-

وما فی الآیة من فرض الامر بالمعروف والنهی عن المنكر على النساء كالرجال ۔ (99)

اس آیۃ کی رو سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر عورتوں پر بھی مردوں کی طرح فرض ہے، چنانچہ مومنین اور مومنات کا یہ حال ہے، کہ یطیعون اللہ و رسولہ یعنی اللہ اور اسکے رسول سے سمع و طاعت کا جو عہد انہوں نے باندھا ہے، ہر ہر مرحلہ

---

(95) تدبر قرآن، جلد پنجم، ص281۔

(96) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن، جلد ہفتم، ص 243۔

(97) بیان القرآن، جلد یازدہم، ص 29 ۔ 30۔

(98) القرآن الحکیم، سورۃ التوبۃ : 71۔

(99) حقوق النساء فی الاسلام، ص 13۔

میں پوری راست بازی اور کامل وفاداری سے اسے نبھا رہے ہیں ۔ (100) اور وہ زبان سے حکم کرتے ہیں ، بھلائی کا ، اور منع کرتے ہیں ، برائی سے مسلمان مردوں اور عورتوں سے ایسا وعدہ کر رکھا ہے ، جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی ، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے ، اور نفیس مکانوں کا وعدہ کر رکھا ہے ، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے ۔ (101)

ارشاد باری تعالی ہے :۔

وعداللہ المومنینَ والمومنٰتِ جنٰت تجریُ من تحتھا الأنھار خلدین فیھا ومسٰکن طیبۃً فی جنّٰت عدنٍ ، ورضوان من اللہ اکبر ، ذلک ھو الفوزالعظیم ۝ (102)

مومن بندے جب اللہ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کیلئے نکلتے ہیں ، تو مومنہ بندیاں ان کے پاؤں کی زنجیر اور گلے کا پھندا نہیں بنتیں اور اپنے ایثار اپنی دعاؤں ، اپنی بے لوث وفاداری اور امانتداری سے ان کے لئے جہاد میں تعاون کرتی ہیں ، اور اس طرح خود بھی اجرو ثواب میں شریک ہوتی ہیں ۔ (103)

لہذا تہذیب و تمدن کے انقلابات میں عورت و مرد کی کوششوں کا نتیجہ ہے ، زمانہ کی اصلاح و بگاڑ میں دونوں کا ہاتھ ہے ، اس لئے دونوں میں سے کسی ایک کو کارگاہ تمدن میں سے خارج کرنا حماقت ہے ، اللہ کے ہاں کسی جنس کی تخصیص نہیں ، جو کوئی جیسا عمل کرے گا ، خواہ نیک ہو یا بد اسکی جزا و سزا ضرور ملے گی ۔

عورتوں کے لئے معاشی تحفظات

اسلام کے نظام معاشرت میں کفالتی ذمہ داریاں تمام تر مردوں پر ڈالی ہیں ، عورتوں پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی ، مرد ہی نان و نفقہ کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے ، اور وہی بچوں کا کفیل بنایا گیا ہے ۔ (104) شادی سے پہلے ان کے تمام مصارف کی ذمہ داری باپ پر ہے ، اور شادی کے بعد شوہر پر ہے ۔ (105) نیز اسلام نے بیوی ،

---

(100) تدبر قرآن ، جلد سوئم ، ص 195 ۔

(101) الف ۔ مولانا ادریس کاندھلوی : معارف القرآن ، جلد سوئم ، ص 377 ۔
ب ۔ بیان القرآن ، جلد چہارم ، ص 125

(102) القرآن الحکیم ، سورۃ التوبہ : 72 ۔

(103) تدبر قرآن ، جلد سوئم ، ص 194 ۔

(104) ایضاً : جلد دوئم ، ص 64 ۔

(105) مولانا محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 398 ۔
(ب) الکشاف ، الجزء الاول ، 523 ، 524 ۔

ماں ، بیٹی ، اور بہن کی حیثیت کو تسلیم کروانے کے ساتھ ، وراثت میں بھی حصہ دار ٹھہرایا ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

یوصیکم اللہ فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین ، فان کنّ نسآء فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک ، وان کانت واحدۃ فلها النصف ، ولأبویہ لکل واحد منهما السّدس مما ترک ان کان لہ ولد ، فان لم یکن لہ ولد و ورثہ أبوہ فلأمہ الثلث ، فان کان لہ اخوۃ فلأمہ السّدس من بعد وصیۃ یوصی بها أو دین ، آبآؤکم وأبنآؤکم لا تدرون أیهم أقرب لکم نفعاً ، فریضۃ من اللہ ، ان اللہ کان علیماً حکیماً ○ (106)

یہ قاعدہ کلیہ اولاد (بیٹا بیٹی) کے بارے میں ہے ، جیسا کہ آیت متذکرہ سے واضح ہے ، یہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے ، جس نے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو میراث کا مستحق بنا دیا ، اور ہر ایک کا حصہ بھی مقرر کر دیا کہ جب مرنے والے کی اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں ، تو ان کے حصے میں جو مال آئے گا ، اس طرح تقسیم ہوگا کہ ہر لڑکے کو لڑکی کے مقابلے میں دوگنا مل جائے ۔ مثلاً کسی نے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں چھوڑیں تو مال کے چار حصے کر کے $\frac{2}{4}$ لڑکے کو اور $\frac{1}{4}$ لڑکی کو دے دیا جائے گا ۔ (107)

مولانا جار اللہ زمخشریؒ فرماتے ہیں :-

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین ، للأنثیین مثل حظ الذکر أو للأنثی نصف حظ الذکر ۔ (108)

مولانا ابوالفداء اسماعیل بن کثیرؒ فرماتے ہیں :-

تعطی المرأۃ الربع وتعطی الابنۃ النصف . . . . وإذا ورث الأختان الثنتین فلأن یرث البنتان الثنتین ۔ (109)

مولانا جریر الطبریؒ فرماتے ہیں :-

اذامات المیت منکم خلف أولاد اذکور أواناثاً فلولدہ الذکور والاناث میراثہ

---

(106) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 11 ۔

(107) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 321 ۔

(108) الکشاف ، الجزء الاول ، ص 505 ۔

(109) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الاول ، ص 458 ۔

أجمع بينهم للذكر منهم مثل حظ الانثيين ۔ (110)

اگر مرنے والے کے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں ، تو فرمایا دیا کہ لڑکی کو جتنا آئے ، اس سے دوگنا لڑکے کو دیا جائے ، یعنی ایک لڑکی ایک لڑکا ہے ، تو کل مال کے تین حصے کر دیے جائیں گے ، دو حصے لڑکے کو اور ایک حصہ لڑکی کو دے دیا جائے گا ۔

جہاں مرد کی معاشی ذمہ داریاں کم ہو جاتی ہیں ، وہاں اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان فرق نہیں کیا ، چنانچہ میت کی اولاد ہو اس میں ماں اور باپ دونوں کا حصہ ایک رکھا ہے ۔ (111) اس طرح ہر فرد کی کمائی میں دوسرے افراد کا حصہ مقرر کر کے اسے اجتماعی نظام میں کفالت کا معاون بنا دیا گیا ، نفقات واجبہ والدین ، بیوی ، بچوں ، دادا ، دادی ، نانا ، نانی ، پوتے ، نواسے ، بھائی بہن ، پھوپھی ، بھتیجی ، اور صلبی و رحمی مراتب کے دوسرے رشتہ داروں کی کفالت واجب ہے ۔ (112) جہاں اس طرح کا نظامِ معیشت موجود ہو ، کہ ہر فرد دوسرے درجنوں افراد کو سنبھالے ہوئے ہوں ، اور وہ باہم ایک دوسرے کا سہارا بنے ہوں ، کفالت عامہ کی صورت یہ رکھی گئی ہے ، کہ ہر فرد حدود شریعت میں رہ کر زیادہ سے زیادہ کمائے ، اپنی ضرورت پر کم سے کم خرچ کرے اور جو کچھ زائد از ضرورت ہو تو معاشرے کے نسبتاً پسماندہ اور نادار لوگوں کو منتقل کرکے انہیں اوپر اٹھنے میں مدد دے ۔

پردے کا تاریخی پس منظر

پردہ قبل از اسلام

قرآن میں آدم اور حواؑ کا ذکر ہے ، کہ انہوں نے پتوں سے جسم ڈھانپا عہد نامہ قدیم میں بھی "برقع" کا لفظ ہمیں کئی جگہ ملتا ہے ۔ (113) انگریزی رسالہ لائف کا بائبل نمبر " میں صفحات 726 پر جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو بیٹے کی خوشخبری دی تو حضرت سارا کو دروازے کے پیچھے سے یہ خوشخبری سن

---

(110) جامع البیان فی تفسیر القرآن ، المجلد الثالث ، الجزء الرابع ، ص 185 ۔

(111) جلال الدین انصر عمری : مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر چند اعتراضات کا جائزہ ، ص 164 ۔

(112) محمد صلاح الدین : بنیادی حقوق ، ادارہ ترجمان القرآن ، لاہور ، ص 301 ۔

(113) ا۔پیدائش ، باب 24 ، آیہ 66 ، ص 24 ،
ب۔ ایضاً ، باب 38 ، آیہ 14، 20 ، ص 40 ۔

کر ہنسی آگئی ، کیونکہ وہ عمر کے اس حصّے میں گزر چکی تھی ، کہ ان کے بچہ
پیدا ہو سکے ۔ (114)

قدیم یونان میں بھی پردے کا بڑا رواج تھا ، جیسے کہ " Hans Licht
لکھتا ہے ، کہ جب یونانی عورت ماں بن جاتی تو گویا اس نے اپنی زندگی کا مقصد پالیا ،
ماں بننے والی عورت کی جتنی عزت یونانی کرتے تھے ، اتنی کسی کی نہ کرتے تھے ، ماں
بننے کے بعد عورت کا کام گھر سنبھالنا اور بچے پالنا اور لڑکیوں کی نگہداشت ہوتا تھا ، حتی کہ
انکی شادی کر دی جائے ۔ (115)

لہذا ان کے پردے کے بارے میں اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے ، کہ ایک
Chaeronea کی خوفناک شکست کی خبر ایتھنز پہنچی ، تو ایتھنز کی عورتیں صرف گھروں
کے دروازوں تک پہنچیں جہاں سے وہ غمگین آوازوں میں اپنے خاوندوں ، باپوں ، بیٹوں

---

* (113) پیدائش ، باب 18 ، ص 17 ۔ آیہ 1 : 3 ۔ "پھر خداوند تیرے بلوطوں میں اسے
نظر آیا ، اور وہ دن کو گرمی کے وقت اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھا تھا ، کہ
تین مرد اسکے سامنے کھڑے تھے ، وہ انکو خیمہ کے دروازے سے ان سے ملنے
کو دوڑا اور زمین تک جھکا"۔ "کھانا کھانے کے بعد وہ کہنے لگا ، کہ پھر موسم
بہار میں تیرے پاس آونگا ، اور دیکھ تیری بیوی سارہ کے بیٹا ہوگا ، اسکے
پیچھے ڈیرے کا دروازہ تھا ، سارہ وہاں سے سن رہی تھی ، اور ابراہام اور
سارہ ضعیف اور بڑی عمر کے تھے ، اور سارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی ، جو
عورتوں کی ہوتی ہے ، تب سارہ نے اپنے دل میں ہنس کر کہا ، کہ کیا اس
قدر عمر رسیدہ ہونے پر بھی میرے لئے شادمانی ہو سکتی ہے ، حالانکہ میرا
خاوند بھی ضعیف ہے ، پھر خداوند نے ابراہام سے کہا کہ سارہ کیوں یہ
کہہ کر ہنسی کہ کیا میرے جو ایسی بڑھیا ہو گئی ہوں ، واقعی بیٹا ہوگا"
(پیدائش' باب 18 ، ص 17 ۔ آیہ 10 ۔ 14 ۔)

(114) پیدائش' باب 17 ، ص 17 ۔ آیہ 17 ۔ 19 ۔ یقیناً میں اسے برکت دونگا ، کہ قومیں
اسکی نسل سے ہونگی ، اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہونگے ۔ تب ابراہام
سرنگوں ہوا ، اور ہنس کر دل میں کہنے لگا ، کہ کیا ، سو برس کے بڈھے سے
کوئی بچہ ہوگا ، اور کیا سارہ کے جو نوے برس کی ہے ، اولاد ہوگی ، تب خدا
نے فرمایا ، بیشک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا ، اور اسکا نام اضحاق
رکھنا ۔

(114) George Gamow : Birth and Death of Sun, P 30- God said " Sarah shall, have a son in the door way, Sarah laughed,"Withered as I am, am I still to know enjoyment and my husband so old".

(115) Hanslitch, Sexual life in ancient Greece, Published by Abbey library, London, 1971, P-23.

کی خیریت دریافت کرتی تھیں، لیکن اس کو بھی عورتوں اور ان کے شہر کے شایان شان نہیں سمجھا گیا۔

> The Women of Athens only ventured as far as the house door (Lycurgus ECCRATES, 40) where half senseless with sorrow, they inquired after husbands, fathers, and brothers but even that was considered unworthy of them and their city.(116)

قرون وسطی میں یونان کے علم و عرفان کا دور یورپ سے ختم ہوا، تو بتدریج یورپ کثرِ مذلت میں گرتا چلا گیا، عورتوں سے بالجبر زیادتی، محرمات سے زیادتی سن عیسوی کی ابتدائی صدیوں کے دوران انگریز قوم کا خاصہ تھی، اس کے بعد کی صدیوں میں ہم جنسی اور ہسٹیریا اس قوم کا خاصہ بن گئی، پس یہ کہنا کوئی زیادتی نہ ہوگا، کہ قرون وسطی کے یورپ نے ایک وسیع پاگل خانے کی حیثیت اختیار کر رکھی تھی۔

ان سب حالات کے باوجود عورتیں سٹیج پر بالعموم کام نہ کرتیں، ڈراموں میں ایکٹنگ مرد ہی کرتے تھے۔

ڈاکٹر RICHERD LEWINSOHN M.D لکھتے ہیں :-

> For two thousand years acting was a man's profession. Women never appeared on the stage in antiquity.... All female parts in tragedy and literary comedy were played by males, often Adolescient, youths..... In Shakespear's plays all female parts were still played by youth.(117)

(پردے کا یہ عالم تھا، کہ) دو ہزار سال تک ایکٹنگ خاص مردوں تک محدود رہی، قدیم دور میں عورت کبھی سٹیج پر آکر کام نہ کرتی تھی،.... کامیڈی اور ٹریجڈی تمام قسم کے سٹیج ڈراموں میں لڑکے ہی لڑکیوں کا پارٹ ادا کرتے تھے....، شیکسپئر کے ڈراموں میں عورتوں کے تمام پارٹ نوجوان لڑکے ہی ادا کیا کرتے تھے۔

اس دور میں ڈاکٹر اپنے کمرے میں پتلے رکھتے تھے، جس جگہ تکلیف ہوتی عورت اس پتلے پر انگلی رکھ کر بتاتی پھر، ڈاکٹر کپڑے کے اوپر سے مریضہ کے جسم کو ہاتھ لگا کر دیکھتا، ایسا بھی مریضہ کے خاوند یا اس کی ماں کی موجودگی

---

(116) Hans Litch,:Sexual Life in Ancient Greece, P-29.

(117) Richard Lewinsohn M.D. : A History of Sexual Customs, Premier Book, N.Y. 1964, P-196.

میں ہوتا تھا ، ورنہ کسی عورت کا اکیلے کسی ڈاکٹر کے ہاں جانا بے شرمی سمجھا جاتا تھا ۔ (118)

اسی طرح رومن عورتیں ، سخت پردہ کیا کرتی تھیں ، یہاں تک کہ ان میں جو عورت دایہ گیری کا کام کرتی تھی ، وہ اپنے گھر سے نکلتے وقت موٹی چادر اوڑھتی جو ایڑھی تک لٹکتی رہتی پھر اس چادر پر بھی ایک جامہ اور اوڑھی جاتی ، جس کے سبب سے اسکی شکل کا نظر آنا تو کیا جسم کی بناوٹ کا بھی پتہ لگنا مشکل ہوتا تھا ۔ (119)

لفظ حجاب اہل لغت کی نظر میں

حجاب عربی کا لفظ ہے ، اور اسم مذکر ہے۔ اسکے معنی پردہ ، اوٹ ، آڑ اور شرم و حیا کے ہیں ۔ (120)

ابن منظورؒ لکھتے ہیں :-

حجب ا الحجاب ا الستر ۔

وقد احتجب وتحجب اذ ا اکتنّ من وراء حجاب والحجاب اسم ما احتجب به وكلّ ما حال بين شيئين ۔

حجاب ، والجمع حُجُب لا غير ۔ (121)

امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں :-

الحجب والحجاب ۔ کسی چیز تک پہنچنے سے روکنا اور درمیان میں حائل ہو جانا ۔ (122)

لیبن Lane کے بقول ۔

Hijab: A thing that prevents hinders, debars, or precludes. A thing that veils, conceals hides, covers or protects because it prevents seeing, or beholding. A thing or body, that intervenes between two things or between two bodies. (123)

---

(118) A history of Sexual Customs, Premier Book, N.Y. 1964, P 286.

(119) ابوالکلام آزاد : مسلمان عورت ، ص 91 ۔

(120) سید احمد دہلوی : فرہنگ آصفیہ ، جلد دوم ، ص 157 ۔

(121) ابن منظور : لسان العرب ، بیروت 1955ء ، جلد اول ، ص 298 ۔

(122) امام راغب اصفہانی : المفردات فی غریب القرآن ، ص 205 ، 206 ۔

(123) Arabic-English Lexicon, Vol-2, P-516.

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے :-

حجاب ح ، ج ، ب مادے سے ، نظر سے پوشیدہ ہونا ، چھپنا ، چھپانا ، رکاوٹ یا علیحدگی کی غرض سے کسی ایک شے اور دوسری شے کے درمیان رکھنا ۔(124)

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں لفظ حجاب کا مطلب یہ ہے :-

Hijab, any parti-tion which separates two things. In the Quran it has the sense of cutain veil, e.g. one should speak with woman from behind a curtain. (125)

سید برکات احمد لکھتے ہیں :-

حجاب کے معنی پردے کے ہیں ، اور حجب اسکی جمع ہے ، یہ شرم و حیا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ (126)

پردہ شریعت اسلامی میں

پردہ کے سلسلے میں مولانا شبلی کا مضمون جس کا عنوان "پردہ" ہے ، جو ان کے مقالات جلد اوّل میں شامل ہے ، دیکھنے کے قابل ہے ، انہوں نے پردہ کی دو قسمیں قرار دی ہیں :-

الف ۔ چہرہ اور تمام اعضاء کا ڈھکنا ۔

ب ۔ مردوں کی مجلسوں میں شریک نہ ہونا ۔

وہ لکھتے ہیں ، کہ پہلی قسم کا پردہ اسلام سے پہلے عرب میں موجود تھا ، حمیر کے قبیلہ کے مرد بھی اسلام سے پہلے نقاب کا استعمال کرتے تھے ، اسپین میں اسلام کے بعد جب ان کی حکومت قائم ہوئی تو یہ ملثمین کہلاتے تھے ، اس خاندان نے زور قوت سے حکومت کی ۔ اور بہت سی فتوحات حاصل کیں ، لیکن چہروں پر ہمیشہ نقاب ڈالے رہتے تھے ۔

تاریخ یعقوبی میں ہے ، کہ جب اہل عرب عکاظ کے بازار میں آتے تھے ، تو ان کے چہروں پر برقع پڑے ہوتے تھے ۔

---

(124) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، جلد 7 ، ص 891

(125) . ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM , Vol-2, P-300.

(126) سید برکات احمد : روداد پردہ ، کلیم پریس ،کراچی ، طباعت اول ، ص 13 ۔

وکانت العرب تحفرون سوق عکاظ و طی و حو معم البراقم ۔ اول عرب جس نے برقع اتارا وہ ابن غم تھا ، اس کے بعد اوروں نے بھی اس کی تقلید کی خود عباسی خلفاء میں عرصہ تک یہ طریقہ رائج رہا ، کہ بادشاہ پردہ کی اوٹ سے احکام صادر کرتا تھا ۔

پھر شبلیؒ لکھتے ہیں ، البتہ عورتوں میں یہ رسم اطلاس زمانہ تک قائم رہی ، جس کو اسلام نے اور بھی باقاعدہ اور لازمی کر دیا ، اس سلسلے میں شبلی نے دور جاہلیت کے بہت سے اشعار بھی نقل کئے ہیں ۔

شبلیؒ نے ابن کثیر کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کا قول نقل کیا ہے ۔

" اُمراللہ نساء المؤمنین اذا خرجن من بیوتھن فی حاجتان یغطین وجوھھن من فوق رؤسھن بالجلابیب و یبدین عیناً واحدۃ ٥ (127)

پردہ کا حکـــــم

اس وقت تک عورتیں جاہلیت کے طریقہ پر بے پردہ نکلتی تھیں ، اور بیباکانہ چلتی پھرتی تھیں ۔ اس سال یہ حکم نازل ہوا کہ شریف عورتیں گھروں سے نکلیں تو چادر اوڑھ کر منہ چھپا کر سینہ پر آنچل ڈال کر نکلیں ، چلنے میں اٹھکیلی نہ کریں ، پردے کی اوٹ سے بولیں ، آواز میں بناوٹ نہ پیدا کریں ، ازواج مطہرات نا محرموں کے سامنے نہ آئیں ۔ (128)

قرآن میں پردے کے احکام کی نوعیت

قرآن حکیم نے احکام میں مفاسد کے چور دروازوں کو اس خوبی سے بند کر دیا ہے ، جن کے راستے تکاثری فساد برپا ہو سکتا ہے ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

یاایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی ۔ (129)

حضرت انسؓ نے یہ واقعہ نقل کرکے فرمایا کہ میں ان آیات کے نزول میں سب سے زیادہ قریب ہوں ، کہ یہ میرے سامنے ہی نازل ہوئی تھیں ۔

---

(127) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الثالث ، ص 518 ۔

(128) شاہ معین الدین ندوی : تاریخ اسلام ، الکتاب پرنٹرز ، لاہور ، جلد اول ، ص 57 ۔

(129) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 53 ۔

آیت مذکورہ (آیات حجاب) میں عورتوں کو پس پردہ رہنے کا حکم دیا اور مردوں کو حکم یہ ملا کہ اگر ان سے کوئی چیز مانگنا ہے، تو پردہ کے پیچھے سے مانگیں۔ اس میں پردہ کی خاص تاکید پائی گئی، کہ بلا ضرورت تو مردوں عورتوں کو الگ ہی رہنا ہے، ضرورت کے وقت ان سے بات کرنا ہو تو پس پردہ کر سکتے ہو۔ (130)

ارشاد باری تعالی ہے :-

یایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر نظرین انہ، ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث، ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم، واللہ لا یستحی من الحق، واذا سالتموھن متاعاً فسئلوھن من وراء حجاب، ذلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن، وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً، ان ذلکم کان عنداللہ عظیماً ۞۔ (131)

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں نہ جایا کرو، مگر جب کہ تم کو کھانے کی اجازت دی جائے تو جاؤ اور اس میں بھی یہ شرط ہے، کہ پہلے ہی سے جا کر پکنے کے انتظار میں نہ بیٹھ جایا کرو، جیسا کہ عرب کا دستور تھا، ہاں جب تم کو بلایا جائے، تو جاؤ پھر جب کھا چکو تو اٹھ جاؤ باتیں کرنے کو نہ بیٹھ جایا کرو، کیونکہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے، وہ شرم کے مارے نہیں کہتے لیکن اللہ کو حق بات بیان کرنے سے کوئی شرم نہیں۔ عام مسلمانوں کے گھروں کی بابت بھی یہ حکم ہے۔ (132)

یہ آیت تہذیب مجلسی و آئین منزلی شریعت اسلامی کے اہم مقاصد میں سے ہے، قرآن کو اس بارے میں ہدایات دینا ضروری تھا، فقہاء نے تصریح کر دی کہ گو نزول آیت آداب نبوی میں سے ہے، مگر حکم عام ہے۔ (133)

وھذا الحکم وان نزل خاصاً فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وازواجہ فالمعنی عام فیہ وغیرہ۔

بیوت النبی میں بیوت کی اضافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی گئی ہے۔

---

(130) محمد شفیع : معارف القرآن، جلد ہفتم، ص 210۔

(131) القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب : 53۔

(132) علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی : تفسیر حقانی (المشہور تفسیر فتح المنان) میر محمد کتب خانہ، کراچی، جلد چہارم۔ ص 27، 28۔

(133) عبدالماجد : تفسیر ماجدی، النصف الثانی، ص 853۔

مولانا قرطبیؒ فرماتے ہیں :-

اضافۃ البیوت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، اضافۃ ملک و اضافۃ البیوت الی الأزواج اضافۃ محل ۔ (134)

مولانا ابن ماجد فرماتے ہیں :-

بدلیل انہ جعل فیہا الاذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، والاذن انما یکون للمالک ۔(135)

امام بغویؒ فرماتے ہیں :-

آیت حجاب کے بعد ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقاب کے ساتھ یا بلا نقاب کسی طرح دیکھنا جائز نہ تھا ، جب بلا حجاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج سے بات کرنا منع ہو گیا ، تو بعض صحابہ نے کہا کہ ہمکو ہماری چچا زاد بہنوں کے پاس جانے سے منع کیا جاتا ہے ، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عائشہؓ سے عقد کریں گے اس پر آیت کا یہ آخری حصہ نازل ہوا :-

ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدًا ، ان ذلکم کان عنداللہ عظیماً O ۔(136)

اور نہ یہ جائز ہے ، کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو ، یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے ۔

اس میں حکم دیا گیا ، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یا آپکے طلاق دینے کے بعد کسی مسلمان کو آپکی بیویوں سے نکاح کرنا ابداً حرام ہے ، ایک تو اس لئے کہ وہ مسلمانوں کی دینی مائیں ہیں ، جو حقیقی ماؤں سے بھی تعظیم و تکریم سے بڑھ کر ہیں ، اور ماں سے نکاح کرنا حرام ہے ، دوسرا یہ کہ بیوی مرد کا فراش اور محکوم ہوتی ہے ، اسکی خدمت اسکے لئے اسکو آمادہ رہنا پڑتا ہے ، اگر ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کیا جائے تو یہی ذلت ان کے لئے بھی ظہور میں آئے اور یہ شان نبوت کی پوری توہین ہے ، اس لئے اللہ تعالی فرماتا ہے ، کہ یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے ، اور بڑا گناہ ہے ۔ (137)

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا ہے :-

" بھائیوں ، بھانجوں اور بھتیجوں کے حکم میں وہ سب رشتہ دار آجاتے ہیں ، جو ایک عورت کے لئے حرام ہوں ، خواہ وہ حقیقی رشتہ دار ہوں ، یا رضائی ، اس فہرست میں

---

(134) الجامع لاحکام القرآن ، الجلد السابع ، الرابع عشر ، ص 225 ۔

(135) تفسیر ماجدی ، نصف الثانی ، ص 854 ۔

(136) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب ، 53 ۔

(137) تفسیر حقانی ، جلد چہارم ، ص29 ۔

چچا اور ماموں، کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا، کہ وہ عورت کے لئے بمنزلۂ والدین ہیں، یا پھر انکے ذکر کو اس لئے ساقط کر دیا گیا، کہ بھانجوں اور بھتیجوں کا ذکر آجانے کے بعد ان کے ذکر کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ بھانجے اور بھتیجے سے پردہ نہ ہونے کی وجہ جو ہے، وہی چچا اور ماموں سے پردہ نہ ہونے کی وجہ بھی ہے۔ (138)

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :-

" فلو انظر الی اُمہ و اُختہ و ابنتہ تلزّذ بالنظر الیھما کما یتلزذ بالنظر الی وجہ المرأۃ الأجنبیۃ کان معلوماً لکلّ احدٍ انّ ھذا حرام " ۔ (139)

یعنی اگر کوئی شخص اپنی ماں، بہن یا بیٹی کو اس خیال سے دیکھے، کہ ان سے لذت حاصل کرے، جس طرح وہ ایک اجنبی عورت کو دیکھ کر لذت یاب ہوتا ہے، تو ہر شخص یہ جانتا ہے، کہ یہ حرام ہے۔

الغرض حکم ہوا، کہ مخصوص رشتہ داروں کے سوا کسی کے سامنے نہ ہوں، اور بلا حجاب کسی سے بات نہ کریں ۔ (140)

اس کے ساتھ ہی یہ ہدایت دی گئی، کہ پردہ کے پیچھے نا محرموں سے رکھی انداز سے گفتگو کی جائے، اور اگر ضرورت کے تحت باہر نکلنا پڑے تو کن آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیے، اس سلسلے میں ارشاد ہوا :-

ینسآء النبی لستُن کاحدٍ من النسآء ان اتقیتُنّ فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض و قلن قولاً معروفاً ○ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی و اقمن الصلوۃ و اٰتین الزکوۃ و اطعن اللہ و رسولہ، انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا ○ ۔ (141)

نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا، مثلاً کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے، بلکہ صاف سیدھی بات کرو، اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو، اور سابقہ دور جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو، نماز قائم کرو، زکوۃ دو اور اللہ اور اسکے

---

(138) آلوسی : روح المعانی ، الجزء الثامن عشر، ص 40۔

(139) فتاوی ابن تیمیہ ، جلد اوّل ، ص40 ۔ بحوالہ ، جلال الدین انصر عمری : عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص384 ۔

(140) ابو البرکات : اصح السیر ، ص 631 ۔

(141) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 32 ۔

رسول کی اطاعت کرو ، اللہ تو یہ چاہتا ہے ، کہ تم اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گندگی کو دور کرے ، اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے "

مذکورہ بالا آیات میں اگرچہ مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج ہیں ، لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ یہ احکام صرف انکے لئے ہی مخصوص ہیں ، بلکہ ان کو اس لئے مخاطب کیا گیا ہے ، کہ وہ تمام امت کی عورتوں کے لئے نمونہ ہیں ، جو بات انکے لئے واجب وہ مسلم خواتین کے لئے فرض ہوگی ۔

ان آیات میں پردے کے متعلق مندرجہ ذیل احکام دیے گئے ہیں :-

1 - عورتوں میں عام حالات میں نامحرم مردوں سے گفتگو نہیں کرنی چاہیے ، اگر کسی خاص ضرورت سے گفتگو کی نوبت آ ہی جائے ، تو زبان سے ہر گز کوئی ایسی لگاوٹ کی بات نہ نکالیں ، جو سننے والے کے دل میں گندگی پیدا کرے ، اور وہ کسی غلطی میں مبتلا نہ ہوجائے ۔

2 - مسلمان عورت کی اصلی جگہ اسکا گھر ہے ، (وقرن فی بیوتکن) اس وجہ سے صرف کسی خاص ضرورت ہی سے اسکو گھر سے قدم باہر نکالنا چاہیے ۔ محض سیر ، سپاٹے ، تفریح اور نمائش کے لئے ، بن سنور کر نکلنا جاہلیت ہے ، اور ایک مسلمان شریف زادی کے لئے جاہلیت کی روش اختیار کرنا جائز نہیں ہے ۔(142)

عورت کا ضرورت پیش آنے پر کسی مرد سے بات کرنے میں مضائقہ نہیں ہے ، لیکن ایسے مواقع پر عورت کا لہجہ اور انداز گفتگو ایسا ہونا چاہیے ، جس سے بات کرنے والے مرد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہ گزر سکے ، کہ اس عورت سے کوئی اور توقع بھی قائم کی جا سکتی ہے ، اسکے لہجے میں کوئی لوچ نہ ہو ، اسکی باتوں میں کوئی لگاوٹ نہ ہو ۔ اس کی آواز میں دانستہ کوئی شیرینی گھلی ہوئی نہ ہو ، جو سننے والے مرد کے جزبات میں انگیخت پیدا کرے اور اسے آگے قدم بڑھانے کی ہمت دلائے ۔ (143)

اس طرز گفتگو کے متعلق اللہ تعالی صاف فرماتا ہے کہ یہ کسی ایسی عورت کو زیب نہیں دیتا ، جس کے دل میں خدا کا خوف اور بدی سے پرہیز کا جذبہ ہو ، دوسرے الفاظ میں یہ فاسقات و فاجرات کا طرز کلام ہے ، نہ کہ مومنات متقیات کا ۔

---

(142) امین احسن اصلاحی : پردہ اور قرآن ، ص 11 ۔
(143) ابوالاعلی مودودی : تفہیم القرآن ، جلد چہارم ، ص 89 ۔

اگر بضرورت اجنبیوں سے بولنا پڑ جائے ، تو پوری احتیاط کے ساتھ بات کریں ، اس بنا پر عورت کے لئے اذان دینا ممنوع ہے ، نیز ، اگر نماز با جماعت میں کوئی عورت موجود ہو ، اور امام کوئی غلطی کرے ، تو مرد کی طرح سبحان اللہ کہنے کی اسے اجازت نہیں ہے ، بلکہ اسکو صرف ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کرنی چاہیے ، تاکہ امام متنبہ ہو جائے ۔ (144)

قاضی محمد ثناء اللہؒ لکھتے ہیں :-

اذا ثبت فضلکن علی سائر النساء بشرط التقوی فلا یدان لا یظہر منکن ما ینا فی التقوی من الخضوع بالقول للرجال ۔ (145)

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں :-

" اس آیت میں اسباب فتنہ سے بچنے کا ارشاد ہے ، اگرچہ اسباب بعید ہی ہوں ، خصوصاً عورتوں کے بارے میں عرب کی تہذیب جاہلی میں آجکل کی جاہلی تہذیبوں کی طرح یہ دستور تھا ، کہ عورت تصنع کے بڑے بڑے طریقوں سے آواز اور لب و لہجہ میں طرح طرح کی رعنائی ، نزاکت اور دل فریبی پیدا کرتی تھیں ، یہ ہنر وہاں کی فیشن ایبل سوسائٹی میں داخل تھا ، اس لئے اس کی مخالفت خاص طور پر ہوئی ۔

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں :-

کما کانت الحال علیہ فی نساء العرب من مکالمۃ الرجال بترخیم الصوت ولینہ؛ مثل کلام المریبات والمومسات ۔ (146)

اور جب مطلق گفتگو کے بارے میں یہ اہتمام ہے ، تو نغمہ و موسیقی ظاہر ہے ، کہ عورت کے حلق و دہن سے نکلا ہوا ، نا محرم کے حق میں کیا رکھے گا ۔

عورت کی آواز میں جو قدرتی نرمی اور لوچ ہوتا ہے ، اسکو بڑا دخل مرد کی خواہش نفسانی کے ابھارنے میں ہے ، چنانچہ جدید نفسیین نے بھی اسکا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے ، اسلام کے ہمہ دان اور ہمہ بیں ، شارع عزوجل نے نفس کے اس محرک کو بھی اجراء احکام میں پوری طرح پیش نظر رکھا ہے ، لیکن یہ ہدایت امت کی ہر عورت کے لئے ہے ، کہ اپنی آواز کی نزاکت سے کسی نا محرم کو نا جائز فائدہ اٹھانے کا موقع نہ دے ، اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(144) تفہیم القرآن ، جلد چہارم ، ص 89 ۔

(145) التفسیر المظہری ، الجزء السابع ، ص 337 ۔

(146) الف ۔ الجامع لاحکام القرآن ، المجلد السابع ، الجزء الرابع عشر ، ص 177 ۔
ب ۔ ماجدی ، النصف الثانی ، ص 847 ۔

کے لئے ان کے شرف و احترام کی مناسبت سے اسکا اور زیادہ اہتمام ہے ۔

اس سلسلے میں عورتوں کو حکم دیا کہ حیاء عزت و آبرو کے جو قاعدے شرفاء میں ہیں ، اپنا لب و لہجہ ان کے مطابق رکھو ، تاکہ کسی بدکردار فاسد المزاج کو آگے بڑھنے کی ہمت ہی نہ پڑے ، اس حکم کی جو اہمیت مدینہ کی نا موافق فضا میں تھی ، وہی اہمیت عام مومنات کے لئے آج کی غیر صالح فاسقانہ، فاجرانہ فضا میں بھی ہے ۔(147)

مولانا عبدالحقؒ اسکی تفسیر میں یوں فرماتے ہیں :۔کہ

" کھری بات کہو ، اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ جو عورتیں مہین مہین باتیں اور بڑے اخلاق سے ہنس ہنس کر کیا کرتی ہیں ، خواہ وہ پاک اور صاف دل ہی کیوں نہ ہوں ، مگر ناپاک آدمی کے دل میں گدگداہٹ اور تحریک باطل پیدا کر دیتی ہیں ۔(148)

فقہائے حنفیہ نے اس آیت کے ذیل میں متعدد مسئلے درج کیے ہیں ، مثلاً یہ کہ عورت کو اتنی بلند آواز میں گفتگو کرنی درست نہیں جسے مرد سنیں ۔

علامہ جصاصؒ فرماتے ہیں :۔

وفیہم الدلالۃ علی ان الا حسن با لمراۃ ان لا ترفع صوتہا بحیث یسمعہا الرجال ۔ (149)

اور یہ بھی کہ عورت کے لئے آذان جائز نہیں ۔

وفیہ الدلالۃ علی ان المرأۃ منہیۃ عن الاذان ۔

اور یہ بھی کہ جب عورت کے پیر کے زیوروں کی آواز ممنوع ہے ، تو جوان عورت کے کلام کی آواز بدرجہ اولی ممنوع ٹھہرے گی ۔

وکذلک قال اصحابنا وقال اللہ تعالی فی آیۃ اخری ، ولا یضربن با رجلہن لیعلم ما یخفین من زینتہن فا ذا کانت منہیۃ عن اسماع صوت خلخا لہا فکلامہا ، اذا کانت شابۃ تخشی من قبلہا الفتنۃ اولی بالنہی عنہ ۔(150)

---

(147) ماجدی ، النصف الثانی ، ص647 ۔

(148) حقانی ، جلد سوئم ، ص 182 ۔

(149) ابو بکر الجصاص ، احکام القرآن ، المجلد الثالث ، ص 359 ۔

(150) ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ۔

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں :-

" عورتوں کی آواز میں کشش پیدا کرنے سے منع صرف اسلئے کیا گیا ، کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکیں ، کیونکہ بسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے ، مگر دوسری حرکات سے سامع کو متاثر کیا جاتا ہے ، اسکا تعلق بھی نیت کی خرابی سے ہے ، اور اسلام بھی ممانعت کرتا ہے ، اسی طرح خوشبو لگا کر مساجد میں آنے سے بھی روک دیا گیا ، کیونکہ خوشبو بھی ان محرکات میں سے ایک ہے ، جو ایک نفسِ شریر کا پیغام دوسرے نفس شریر تک پہنچاتے ہیں ، یہ خبر رسانی کا سب سے زیادہ لطیف ذریعۂ تحریک ہے ، اسلام ایک مسلمان عورت کو اس کی اجازت نہیں دیتا ، کہ وہ خوشبو میں بسے ہوئے کپڑے پہن کر راستوں سے گزرے یا محفلوں میں شرکت کرے ، کیونکہ اسکا حسن اور زینت پوشیدہ بھی رہی تو کیا فائدہ اسکی عطرت تو فضا میں پھیل کر اسکے جزبات کو متحرک کر رہی ہے ۔ (151)

حضور صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :-

کل عین زانیۃ المراۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھو کذا و کذا یعنی زانیۃ ۔ (152)

ہر آنکھ زنا کرتی ہے ، اگر کوئی عورت عطر لگا کر کسی محفل میں جائے ، تو وہ ایسی اور ایسی ہے ، یعنی زانیہ ۔

دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ :-

اذا شہِدَتْ احدا کُنّ صلوۃ عشاء فلا تَمَسّنَّ طیباً ۔ (153)

یعنی جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے ۔

زبان شیطانِ نفس کا ایک قوی ایجنٹ ہے ، کتنے فتنے ہیں ، جو زبان کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہیں ، اور پھیلتے ہیں ، جب مرد اور عورت بات کر رہے ہوتے ہیں ، تو کوئی برا جذبہ نمایاں نہیں ہوتا ، مگر دل کا چھپا ہوا چور ، آواز میں حلاوت ، لہجے میں لگاوٹ ، باتوں میں لطاوت پیدا کیے جا رہا ہوتا ہے ، قرآن اس چور کو پکڑتا ہے ، اور یہی دل کا چور ہے ۔ جو دوسروں کے جائز یا نا جائز صنفی تعلقات کا حال بیان کرنے میں بھی لطف اندوز ہوتا ہے ، اور سننے میں بھی اس لطف کی خاطر عاشقانہ غزلیں کہی جاتی ہیں ، اور سوسائٹی میں انکی اشاعت اس طرح

---

(151) پردہ ، ص 269 ۔ 270 ۔

(152) جامع الترمذی ، باب ما جاء فی کراہیۃ خروج المراۃ المتعطرۃ ، المجلد الثانی ، ص 348 ۔

(153) امام مالک بن انسؒ : الموطا ، کتاب الصلوۃ ، باب ما جاء فی خروج النساء الی المساجد ، ص 160 ۔

ہوتی ہے، جیسے دھیمے دھیمے آنچ لگتی ہے، قرآن اس پہلو متنبہ کرتا ہے، جو لوگ چاہتے ہیں، کہ مسلمانوں کے گروہ میں بے حیائی کی اشاعت ہو، ان کے لئے دنیا و آخرت میں درد ناک عذاب ہے۔ فتنۂ عذاب کے اور بھی بہت سے شعبے ہیں، اور ہر شعبے میں دل کا ایک نہ ایک چور اپنا کام کرتا ہے، اسلام نے ان سب کا سراغ لگایا ہے، اور ان سے خبردار کیا ہے، وہ عورت کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے شوہر سے دوسری عورتوں کی کیفیت بیان کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ :-

لا تباشر المرأة المرأة حتی تصفها لزوجها، کان ینظر الیها ۔ (154)

یعنی عورت عورت سے اپنا ننگا جسم مس نہ کرے، تاکہ اپنے شوہر سے یہ واقعہ بیان کرے اور اسکے شوہر کو یہ محسوس ہو کہ وہ اسکو دیکھ رہا ہے۔

شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں، کہ اس آیت میں عورتوں کو یہ ادب سکھایا گیا ہے، کہ اگر کسی مرد سے بات کہیں تو اس طرح کہیں کہ جیسے ماں بیٹے کو کہتی ہے، اور بات بھی معقول ہونی چاہیے، اور اسکے بعد اللہ تعالی فرماتا ہے،

وقرن فی بیوتکن ۔ یعنی اپنے گھروں میں وقار یا قرار سے رہو۔

مولانا عبدالماجد لکھتے ہیں :-

فیلزمن البیوت فان مست الحاجة إلی الخروج فلیکن علی تبذل وتستر تام ۔ (155)

اس حکم سے مقصود اختیارِ عفت و پارسائی ہے، "وقرن" کو بعض مفسرین نے "وقار" سے مشتق قرار دیا ہے، اس سلسلے میں جصاصؒ لکھتے ہیں۔

کن اہل وقار و ہدوء و سکینة ۔ (156)

مقصود اس صورت میں بھی ذہن رہتا ہے۔

وفیه الدلالة علی ان النسآء مأمورات بلزوم البیوت منهیات عن الخروج ۔ (157)

---

(154) جامع الترمذی، باب ماجاء فی کراهیة مباشرة الرجل الرجل والمرأة المرأة، ص 349۔
(155) ماجدی، النصف الثانی، ص 847۔
(156) ابو بکر الجصاص : احکام القرآن، الجزء الثالث، ص 360۔
(157) ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں :-

أی الزمن بیوتکن فلا تخرجن بغیر حاجۃ۔(158)

قاضی ثناء اللہؒ اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں :-

امر بالقرار فی البیوت و عدم الخروج بقصد المعصیۃ کما یدل علیہ قولہ تعالی ولا تبرجن فانہ عطف تفسیری و تاکید محض ولیس فی الآیۃ نھی عن الخروج من البیت مطلقاً وان کان للصلوۃ او الحج او لحاجۃ الانسان ۔ (159)

آیت کا اگلا حصہ ہے :-

ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ ۔

اور سابق دورِ جاہلیت کی سج دھج نہ دکھاتی پھرو ۔

علامہ ابن منظورؒ لفظ تبرج کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " ہر اونچی چیز جو دور سے نمایاں ہو ، اسکے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے " ۔

وکل ظاھر مرتفع فقد برج ۔(160)

بروج کو بھی بروج اسلئے کہا جاتا ہے ، کہ وہ دور سے دکھائی دیتے ہیں ، اور اس سے تبرّج ماخوذ ہے ، اسکے معنی عورت کا اپنے حسن و جمال اور آرائش کو غیر مردوں کے سامنے ظاہر کرنا ۔

التبرج اظھار المرأۃ زینتھا و محاسنھا للرجال ۔(161)

پیر محمد کرم شاہؒ لکھتے ہیں :-

زمانہ جاہلیت میں عورتیں ناز و ادا سے مٹکتی اور لچکتی ہوئی ، سرِ بازار ٹہلا کرتی تھیں ، اس سے باز رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے ۔(162)

قاضی ثناء اللہؒ اس ضمن میں لکھتے ہیں :-

وقال ابن نجیح التبرّج التبختر ، قال البیضاوی فی تفسیرہ لاتبخترن فی مشیتکن ۔(163)

---

(158) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الثالث ، ص 482 ۔

(159) التفسیر المظہری ، الجزء السابع ، ص 338 ۔

(160) ابن منظور : لسان العرب ، جلد دوئم ، ص 211 ۔

(161) ایضاً ایضاً ایضاً ص 212 ۔

(162) ضیاء القرآن ، جلد چہارم ، ص 45 ۔

(163) التفسیر المظہری ، الجزء السابع ، ص 338 ۔

امام بغویؒ معالم التنزیل میں لکھتے ہیں :-

که التبرّج من البروج بمعنی الظهور والمراد بها اظهار الزینة و ابراز المحاسن للرجال ۔ (164)

تبرج کے معنی عربی زبان میں نمایاں ہونے ، ابھرنے ، کھل کر سامنے آنے کے ہیں ، ہر ظاہر اور مرتفع چیز کے لئے عرب لفظ برج استعمال کرتے ہیں ، برج کو برج اسکے ظہور و ارتفاع ہی کی بناء پر کہا جاتا ہے ، بادبانی کشتی کے لئے بارجہ کا لفظ اسی لئے بولا جاتا ہے ، کہ اسکے بادبان دور سے نمایاں ہوتے ہیں ۔ عورت کے لئے جب لفظ برج استعمال کیا جائے ، تو اسکے تین مطلب ہونگے ، ایک یہ کہ وہ اپنے چہرے اور جسم کا حسن لوگوں کو دکھائے ، دوسرے یہ کہ اپنے لباس اور زیور کی شان دوسروں کے سامنے نمایاں کرے ، تیسرے یہ کہ وہ اپنی چال ڈھال اور چٹک مٹک سے اپنے آپکو نمایاں کرے ، یہی تشریح اس لفظ کی اکابر اہل لغت اور اکابر مفسرین نے کی ہے ، مجاہد ، قتادہ اور ابن ابی نجیح کہتے ہیں -

التبرج المشی ، تبختر تکسر و تغنج تبرج کے معنی ہیں ، ناز و ادا کے ساتھ ، لچک کھاتے ، اور اٹھلاتے ہوئے چلنا ۔

مقاتل کہتے ہیں ، تبرج سے مراد ابداء قلائدها و قرطها ، عنقها ، یعنی عورت کا اپنے ہار اور اپنے بندے اور اپنا گلا نمایاں کرنا ۔

المبرّدؒ کا قول ہے :-

ان تبدی من محاسنها ما یجب علیها ستره ۔

یعنی یہ کہ عورت اپنے وہ محاسن ظاہر کردے جن کو اسے چھپانا چاہیے -

ولا تبرجن تبرج الجاهلیة اولیٰ ، میں قانون ستر و حجاب کو توڑ کر باہر آزادانہ گھومنے ، پھرنے کی قطعی ممانعت ہے ، ستر و حجاب کی اتنی تاکید و پابندی کے بعد بھی عورت کی آزادی کے دلائل قرآن مجید سے ڈھونڈنے جانا جسارت اور ڈھٹائی کی انتہا ہے ، نظامِ جاہلی ہر نظام غیر اسلامی ہے ، جاہلیت اولیٰ سے مراد وہ مشرکانہ تہذیب و تمدن ہے ، جو اسلام سے قبل دنیا خصوصاً عرب میں یونانی و رومی تمدن کے اثر سے رائج تھی ، مکہ و مدینہ میں عورتیں بن ٹھن کر اس طرح باہر آزادانہ گھوما پھرا کرتی تھیں ، جس طرح آج فرنگی قوموں کا دستور ہے ، اور یہ لفظ اولیٰ کا اضافہ خود اس کی دلیل ہے ، کہ ایک دوسری جاہلی تہذیب (الجاهلیة الاخری) کا نقشہ شروع ہی سے اسلام کے پیش نظر رہا ہے -

---

(164) امام بغوی : معالم التنزیل ، ۴ ، ص 627 -

تبرج الجاھلیہ کی شرح سب نے ہی لکھی ہے ، کہ اس تہذیب کی عورتیں آزادی سے مردوں کے ساتھ چلتی پھرتی ، بیٹھتی ، بولتی رہتی تھیں ، اور یہاں ممانعت اسی سے آئی ہے ۔ (165)

مولانا ابو بکرالجصّاصؒ لکھتے ہیں :-

من مجاھد قال کانت المرأۃ تتمشی بین أیدی القوم فذلک تبرج الجاھلیہ ۔(166)

من قتادہ قال کانت لھن مشیہ و تکسر تغنج فنھا من اللہ عن ذلک وقیل ھو اظھار المحاسن للرجال ۔ (167)

مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں :- کہ

" قدیم زمانہ جہالت کے دستور کے موافق مت پھرو جس میں بے پردگی رائج تھی ، وہ بلا خواہش ہی کیوں نہ ہو ، اور قدیم زمانہ جاھلیت سے مراد وہ جاھلیت ہے ، جو اسلام سے پہلے تھی ، اور اسکے مقابلے میں ایک ما بعد کی جاھلیت ہے ، کہ بعد تعلیم و تبلیغ احکامِ اسلام کے ان پر عمل نہ کیا جائے ، پس جو تبرج بعد اسلام ہوگا ، وہ جاھلیت اخری ہے ، مطلب یہ کہ جاھلیت اخری جاری کرکے جاھلیت اولیٰ کا اقتدار نہ کرو ، جس کے مٹانے کو اسلام آیا ہے ۔ (168)

ارشاد باری تعالی ہے :-

یا یھا النبی قل لأ زوا جک و بنٰتک ونسآء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ، ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین ، وکان اللہ غفوراً رحیماً ۝ ۔ (169)

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں ، یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے ، تاکہ وہ پہچان لی جائیں ، اور نہ ستائی جائیں ، اللہ تعالی غفور الرحیم ہے ۔

اس آیہ میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج و بنات اور عام مسلمانوں کی بیبیوں کو یہ حکم دیا کہ لمبی چادر میں مستور ہو کر نکلیں ، جسکو سر سے کچھ نیچے چہرے پر لٹکا لیا کریں ، (جسکو اردو میں گھونگھٹ کرنا کہتے ہیں) اس حکم سے پردہٴ شرعی کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے گی ، اور بہت سہولت کے ساتھ اوباش اور شریر

---

(165) ماجدی ، النصف الثانی ، ص 847 ۔
(166) احکام القرآن ، الجزء الثالث ، ص 360 ۔
(167) ایضاً ایضاً ایضاً ۔
(168) محمد شفیع : معارف القرآن ، جلدہفتم ، ص 125 ۔
(169) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 59 ۔

لوگوں سے حفاظت بھی ۔ (170)

اس آیت میں جلباب کا لفظ آیا ہے ، جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں ، جو سارے جسم کو چھپا لے ، عرب کی شریف خاندانوں کی خواتین عموماً جب باہر نکلتیں ، تو اس طرح کی چادر اوپر ڈال کر نکلتیں ۔ (171)

مولانا عبدالماجدؒ لکھتے ہیں :-

وهو ثوب اكبر من الخمار والصحيح انه يستر جميع البدن ۔ (172)

قاضی محمد ثناء اللہؒ جلباب کی تشریح یوں کرتے ہیں :-

الجلابيب جمع جلباب وهى الملحفة التى تشتمل بها المرأة فوق

الدرع و الخمار ۔ (173)

مولانا مظہر الدین صدیقی لکھتے ہیں :-

According to Alusi, the Author of Ruhal- Maani, Jilbab means an over garment which a women puts on over her ordinary clothes (174).

ابن کثیر کا بیان ہے ، کہ :-

والجلباب هو الرداء فوق الخمار وقال عكرمة تغطى ثغرة نحرها بجلبابها تدنيه عليها ۔ (175)

جلباب دوپٹہ کے اوپر اوڑھنے کی چادر کا نام ہے ، عکرمہ کہتے ہیں ، چادریں لٹکانے کا مطلب یہ ہے ، کہ وہ اپنے سینے کو اوپر تک ڈھانک لیتی تھیں ۔

مولانا مظہر الدین صدیقی لکھتے ہیں :-

والجلابيب جمع جلباب وهو على ماروى عن ابن عباس الذى يستر من فوق الى اسفل و قيل كل ثوب تلبسه المرأة فوق ثيابها و قيل هو ثوب اوسع من الخمار ودون الرداء ۔

یعنی جلباب کی جمع ہے ، اور یہ ابن عباس کے قول کے بموجب وہ چیز ہے ، جو اوپر سے نیچے تک ڈھانپ لے یہ بھی کہا گیا ہے ، کہ جلباب ہر وہ کپڑا ہے ، جو عورت اپنے کپڑوں کے اوپر پہنے اور اوڑھے ، بعض نے یہ بھی کہا ہے ، کہ جلباب دوپٹہ

---

(170) محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ہفتم ، ص 230 ، 231 ۔

(171) پردہ اور قرآن ، ص 13 ۔ (172) ماجدی ، النصف الثانی ، ص 856 ۔

(173) التفسیر المظہری ، الجزء السابع ص 383 ۔

(174) Woman in Islam, Published M. Ashraf Darr, 1978, Lahore, P 155.

سے بڑے اور بڑی چادر سے چھوٹے کپڑے کا نام ہے ۔ (176)

ابن عباس اور ابو عبیدہ کا بیان ہے ، کہ :-

امر نساء المؤمنین ان یغطین رؤسھن ووجوھھن بالجلابیب إلا عیناً واحداً لیعلم انھن الحرائر ۔ (177)

علامہ طبرسیؒ نے جلباب کے لفظ کی اس طرح وضاحت کی ہے :-

الجلباب خمار المرأۃ الذی یغطی رأسھا و وجھھا إذا خرجت لحاجتھا (178)

لغویین اور مفسرین کا اتفاق ہے ، کہ ادناء جلباب کے معنی میں چہرے کا چھپانا ضروری طور پر داخل ہے ۔

علامہ زمخشریؒ تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں :-

و معنی یدنین علیھن من جلابیبھن یرخینھا ، علیھن و یغطین بھا وجوھھن وأعطافھنّ یقال إذا زل الثوب عن وجہ المرأۃ أدنی ثوبک علی وجھک ۔ (179)

علامہ جلال الدین السیوطیؒ اس چادر (جلباب) کے متعلق یوں بیان فرماتے ہیں :-

جلابیبھن جمع جلباب ، وھی المرأۃ التی تشتمل بھا المرأۃ ، أی یرخین بعضھا علی الوجوہ اذا خرجن لحاجتھن الا عیناً واحدۃ ۔ (180 -

مندرجہ بالا بیانات اور توضیحات سے پتہ چلتا ہے ، کہ جلباب اس قسم کی چادر ہوتی ہے ، جو نہ صرف کپڑوں کو چھپا لیتی ہے ، بلکہ اس سے چہرہ اور اور سر بھی چھپ جاتا ہے ، صرف ایک آنکھ کھلی رہنے دی جاتی ہے ، تاکہ راستہ دیکھنے میں آسانی رہے ۔

مولانا اسماعیلؒ فرماتے ہیں :-

(جلابیبھن) ولا یوتین علیھن من جلابیبھن والجلباب ثوب اوسع من من الخمار دون الرداء تلویہ المرأۃ علی رأسھا ۔ (181)

---

(175) تفسیر ابن کثیر ، المجلد الثالث ، ص 519 (176) اسلام اور حیثیت نسواں ، ص 132 ۔
(177) التفسیر المظہری ، المجلد التاسع ، ص 384 ۔ (178) مجمع البیان فی تفسیر القرآن ، الجزء السابع ، ص 369 ۔

(179) تفسیر الکشاف ، المجلد الثالث ، ص 274 ۔

(180) تفسیر الجلالین للقرآن العظیم ، المجلد الاول ، ص 563 ۔

جلباب اوڑھنی سے زیادہ بڑا چادر سا ہوتا ہے ، جس سے عورت اپنے سر کو چھپا لیتی ہے ۔ (181)

مولانا قرطبیؒ فرماتے ہیں :-

(من جلابیبھن) جلابیب جمع جلباب ، وھو ثوب اکبر من الخمار ۔ (182)

مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں :-

زمانہ جاہلیت میں عورتیں دوپٹہ سر پر ڈال کر دونوں کنارے پشت پر چھوڑ دیتی تھیں ، جس سے گریبان گلا اور سینہ اور کان کھلے رہتے تھے ، اس لئے مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا ، کہ وہ ایسا نہ کریں ، بلکہ دوپٹہ کے دونوں پلے ایک دوسرے پر الٹ دیں ، تاکہ یہ سب اعضاء چھپ جائیں ، اور دیکھنے والے کو پتہ چل جائے ، کہ یہ مسلمان خاتون ہے ، اسطرح بدباطن کو ستانے کی جرأت نہ ہوگی ۔ (183)

یہاں مسلمان عورتوں کو حکم دے دیا گیا ، کہ بیٹھو اپنے گھروں میں ، اور زمانۂ قدیم کی جاہلیت والیوں کیطرح نہ پھرو ۔ وہ عورتیں اطانیہ بے پردہ پھرتی تھیں ، ایسے نہ پھرو ۔ عورتوں کے لئے یہ حکم ہے ، کہ وہ گھروں سے نہ نکلیں ، ان کی تخلیق گھریلو کاموں کے لئے ہوئی ہے ، اس میں مشغول رہیں ، اور اصل پردہ جو شرعاً مطلوب ہے وہ حجاب البیوت ہے ۔ (184)

دوسری جانب یہ ہے ، کہ اگر بضرورت عورت کو گھر سے نکلنا ہی پڑے تو زینت کے اظہار کے ساتھ نہ نکلے ، بلکہ برقع یا جلباب جس میں پورا بدن ڈھک جائے ، وہ پہن

---

(181) تفسیر روح البیان ، المجلد السابع ، الجزء الثانی والعشرون ، ص 240 ۔

ب ۔ علامہ احمد الصاوی : تفسیر الصاوی علی الجلالین ، المجلد الثالث ، ص 239 ۔

یدنین أی یرخینہ ای تتخطی وتستربھا المرأۃ من فوق الدرع والخمار ۔

ج ۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر : تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الثالث ، ص 518 ۔ میں فرماتے ہیں :-

یدنین علیھن من جلابیبھن والجلباب ھو الرداء فوق الخمار ۔

(182) الجامع لاحکام القرآن ، المجلد السابع ، الجزء الرابع عشر ، ص 243 ۔

(183) محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ششم ، ص 403 ۔

(184) ضیاء القرآن ، جلد چہارم ، ص 95 ۔

کر نکلیں ، جیسا کہ سورۃ احزاب میں ارشاد فرمایا ہے :-

یدنین علیھن من جلابیبھن سے وضاحت ہوتی ہے ، اور وقرن فی بیوتکن سے مطلق خروج بضرورت ممنوع نہیں ، بلکہ وہ خروج ممنوع ہے ، جس میں زینت کا اظہار ہے ۔

مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں :-

ولا یدنین علیھن من جلابیبھن ۔ کا حکم بہ بتا رہا ہے ، کہ کسی درجہ میں عورتوں کیلئے گھر سے نکلنے کی اجازت بھی ہے ، بشرطیکہ برقع وغیرہ کے پردہ کیساتھ نکلیں ۔ (185)

مزید یہ حکم ہے ، کہ اگر تم خدا سے ڈرتی ہو ، تو (غیر مردوں) سے دبی زبان باریک آواز سے بات تک نہ کرو ، ورنہ جس کے دل میں کھوٹ ہوگا ، اسکو لالچ پیدا ہوگا ، کھری کھری صاف بات کیا کرو ، اور اپنے گھروں میں جمی رہو ، اور اگلی جاہلیت کے زمانے کی طرح بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو ، الغرض یہ احکام امۃ المومنین اور صحابیات کو صحابہ کرام جیسے صالح معاشرہ کے لئے دیئے جا رہے تھے ، اگر اس صالح معاشرہ میں ان پر عمل ضروری تھا ، تو آج ان پر عمل اس دور سے زیادہ ضروری ہے ۔

اسی طرح سورۃ نور میں مزید تفصیلات کے ساتھ ، احکام صادر ہوئے ۔

علامہ احمد الصاوی فرماتے ہیں :-

قولہ تعالی (زینتھن) أی مواضع زینتھن ۔ (186)

امام ابوبکر احمد بن علی فرماتے ہیں :-

روی عن عبداللہ قال الجلباب الرداء ۔ (187)

مولانا عبداللہ شبیر فرماتے ہیں :-

ولا یبدنین زینتھن الخفیۃ کرد تاکیداً والاستثناء من محل الابداء لہ ۔ (188)

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں :-

(ولا یبدین زینتھن)

کالحلی والثیاب والاصباغ فضلا عن مواضعھا لمن لا یحل ان تبدی لہ ۔ (189)

---

(185) محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ہفتم ، ص 133 ۔
(186) تفسیر الصاوی علی الجلالین ، المجلد الثالث ، ص 113 ۔
(187) احکام القرآن للجصاص ، الجزء الثالث ، ص 371 ۔
(188) تفسیر شبیر ، ص 341 ۔ (189) تفسیر بیضاوی ، الجزء الثامن عشر ، ص 467 ۔

مولانا الشوکانیؒ فرماتے ہیں :-

(ولا یبدین زینتھن) أی ما یتزین بہ من الحلیۃ وغیرھا - (190)

مولانا ابو البرکاتؒ فرماتے ہیں :-

ولا یبدین أی لا یظھرن ،

زینتھن أی لغیر محرم وأراد بالزینۃ الخفیۃ مثل الخلخال والخضاب

فی الرجل - (191)

قاضی بیضاویؒ مذید فرماتے ہیں :-

یغطین وجوھھن وابدانھن لما خفن اذا برزن لحاجۃ و من للتبعیض

فان المرأۃ ترخی بعض جلبابھا و تتلفع ببعض - (192)

عورت کے لئے اصل حکم یہ ہے ، کہ وہ اپنی زینت کی کسی بھی چیز کو ظاہر نہ ہونے دے ، بجز نقل و حرکت کے جو کام کاج کے دوران عادۃً کھل جاتی ہے - " الا ما ظھر منھا " - زینت کی چیزوں میں لباس بھی داخل ہے ، اور زیورات بھی ، ان میں سے ہر چیز کو نہ تو چھپایا جانا ممکن ہے ، اور نہ ہر چیز کا ظاہر ہونا نا گزیر ہے ، لباس کا بھی ظاہری حصہ بہرحال ظاہر ہو کے رہے گا ، اور زیورات بھی بالخصوص ہاتھ کے بعض زیورات بغیر زحمت کے نہیں چھپائے جا سکتے - " الا ما ظھر منھا " کے استثناء سے اس قسم کی غیر معمولی زحمتوں سے بچا کر صرف ان زینتوں کو چھپانے کی ہدایت فرمائی جن کے چھپانے میں زیادہ زحمت نہیں ہے -

---

(190) فتح القدیر ، المجلد الرابع ، ص 23 -

(191) تفسیر نسفی مدارک ، المجلد الثالث ، ص 348 -

(192) تفسیر بیضاوی ، الجزء الثانی والعشرون ، ص 563 -

وَلیضربن بخمرھن علی جیوبھن -

اوڑھنی مسلمان خواتین کے لباس کا ایک ضروری جزو ہے ، دوسری یہ بات بھی معلوم ہوئی ، کہ اس اوڑھنی کے ذریعے ، غیر محرم کی موجودگی میں ، اپنے سر اور گریبانوں اور کمر کے حصوں کو بھی چھپا لیں ، (تدبر قرآن ، جلد پنجم ، ص 397 -)

ماملکت ایمانھن - لونڈیوں اور غلاموں کو تین مخصوص اوقات کے علاوہ اجازت کے بغیر گھر میں آنے جانے کی اجازت دی ہے - ان کو گھروں میں جانے کی کوئی پابندی نہیں ،

میرے نذدیک ان تمام ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے ، جس کا ذکر ہوا ہے ، انکے لئے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا بھی ضروری ہے ، اور گھر میں انکی موجودگی کی صورت میں ، ان پر اور گھر کی خواتین پر وہ پابندیاں بھی لازمی

تہذیبِ نو کے دلدادہ حضرات عورت اور مرد کے مابین پردہ کی مادی رکاوٹ کی بجائے، دل کے پردے کا غل مچاتے ہیں، گویا عورت انسان نہ ہوئی، بلکہ فرشتہ ہوئی، کہ مردوں کی نگاہوں کی نشانہ بننے کے ساتھ ساتھ انتہائی، دشوار گزار کام دل کے پردہ کو ترجیح دیتے ہیں، سبحان اللہ ان مہربانوں کا مقصد ہے، کہ ہر طرف سے نفسانی خواہشات کے دباؤ پڑنے کے باوجود بشریت کے پھندے میں بھی نہ پھنسے کیوں نہ یہ حضرات عورت کو مادی پردہ عطا کریں، تاکہ مرد و عورت دونوں ہولناک کشمکش سے بچ جائیں۔

آجکل یہ سمجھا جاتا ہے، کہ پردہ تعلیم و ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، حالانکہ عورت زنانہ سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کر سکتی ہے، اور پھر بھی کہا جاتا ہے، کہ با پردہ لڑکی حقیقی علم اور وسعت نظر سے عاری ہوتی ہے۔

مولانا ابو الاعلیٰ مودودیؒ رسائل و مسائل حصہ چہارم میں اس کا جواب یوں دیتے ہیں :۔

یہ خیال کہ با پردہ لڑکی وسعتِ نظر اور فراست سے بے بہرہ ہوتی ہے، درست نہیں، اگر اسے بالفرض درست بھی تسلیم کر لیا جائے، تو اس میں پردہ کا کا کوئی قصور نہیں، ایک لڑکی پردہ میں رہ کر بھی علم و فن میں کمال پیدا کر سکتی ہے۔ اور اسکے مقابلے میں بے پردہ لڑکی علم و عقل فراست و بصیرت سے کوری رہ سکتی ہے، البتہ بے پردہ لڑکی کو یہ فوقیت ضرور ہوگی، کہ وہ معلومات کے لحاظ سے چاہے، وسیع النظر نہ ہو، لیکن تعلقات کے لحاظ سے اسکی نگاہیں پھیل جائیں گی جو نگاہیں وسعت کی عادی ہو چکی ہوں، انہیں سمیٹ کر ایک مرکز تک محدود رکھنا کوئی آسان کام نہ ہوگا۔ (193)

ہیں۔

ایسے معزور اور بوڑھے مردوں کی جن کی کفالت گھر والوں نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے، وہ وہیں رہتے سہتے ہیں، تو انکے معاملے میں بھی وہ پابندیاں نہیں ہیں، جو مزکور ہوئی ہیں، میرے نزدیک یہی حکم بوڑھے ملازمین کا بھی ہے، بس ان تین اوقات میں ان کے لئے بھی اجازت کی ضرورت ہوگی۔

(193) ابو الاعلیٰ مودودی : رسائل و مسائل ، جلد چہارم ، ص 76 - 77۔

یورپ میں بے حجابی کے اثرات

انیسویں صدی میں انگلستان میں سورج غروب نہ ہوتا تھا ، یہ حال تھا ، کہ جب چاہے خاوند اپنی بیوی کے گلے میں رسی ڈال کر اسے مویشیوں کے بازار میں جا کر چند ٹکوں کے عوض فروخت کر سکتا تھا ، اب یہ چیز نہیں رہی ، لیکن بیوی خاوند کی ویسے ہی ملکیت سمجھی جاتی ہے ۔ (194)

یورپ میں عورت کو حقوق اس وقت ملے جب وہ اپنی کفالت کے لئے کام پر نکل پڑی ، کیونکہ کوئی اس کی کفالت کرنے والا نہ تھا ، پھر عورت کو اپنے حقوق سے دستبردار ہونا پڑا ، کیونکہ اخلاق مرد سے کام حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ تھا ، یہ حیوان مرد ایک لقمۂ خوراک دے کر اس سے اسکی عزت کا مطالبہ کر رہا تھا ، بالآخر عورت نے فتنہ انگیزی کی اشاعت اور مرد کو لبھانا شروع کر دیا ، جس سے پوری مغربی زندگی بہت بڑی فحاشی میں بدل گئی ۔ (195)

امریکہ میں عورت کی تذلیل

سٹینلے اور پارسل وغیرہ ماہرین لکھتے ہیں ، جس کا ملخص یہ ہے ، کہ جدید تہذیب نے عورتوں کی خوبصورتی کی حد سے زیادہ اہمیت کا ذکر کرکے ان کو کاسمیٹک کے استعمال پر مجبور کر دیا ہے ، امریکہ میں ہر شخص خوبصورتی کے مقابلوں کو ہر شام گھنٹوں دیکھ سکتا ہے ، جنسی اشیاء کو گوشت کے ٹکڑوں کی مانند نمائش میں دیکھنے دکھانے کا مقابلہ کم عمر مثلاً 8 تا 13 سال کی لڑکیوں میں بھی پھیل گیا ہے ۔ مائیں بھی ان مقابلوں کو دلچسپی سے دیکھتی ہیں ، ایک ماہر Heyge کہتا ہے -

> No more dehumanised victim can be found.........(than Marilyn Monroe.....wholly unrealised female destroyed her. Here was a feminine American tragedy.

بعض میری لین منرو سے بڑھ کر مثالی شکار نہیں مل سکتا جس میں سے انسانیت کو نکال باہر کر دیا گیا ہو ، اس کو عورت ہونے کا احساس پیدا نہ ہو سکا ، اسی وجہ سے وہ تباہ ہوگئی (خودکشی کر لی) یہ ایک امریکی عورت کی ٹریجیڈی ہے ، مردوں کی تابع سوسائٹی میں ٹانگوں سینوں کولہوں وغیرہ کی نمائش کی جاتی

---

(194) Joseph J. Senna and Larry.J. Siegel.M.D.:Introduction to Criminal Justice,P 34.

(195) ساجد الرحمن صدیقی : انسانی زندگی میں جمود و ارتقاء ، ص 231 ـ 232

ہے ، پھر اس بناسوتی عکس سے پوری قوم شہوانی جذبات اور عورتوں کی تذلیل سے تسکین حاصل کرتی رہتی ہے ، اس کے بعد سٹینلے وغیرہ لکھتے ہیں ، کہ امریکن اخبارات ۔ رسائل وغیرہ سے وہاں کی عورت دشمن ذہنی مرض ANTIWOMAN PHOBIA کا مکمل ثبوت مل جاتا ہے ، اس لٹریچر سے لوگ بدکاری ۔ قتل اور اذیت رسانی سیکھتے ہیں ، یہ لٹریچر مردوں کے لئے ہوتا ہے ، جس میں ہر طرح عورت کی تذلیل ہوتی ہے ، رسل کہتا ہے ، کہ عورت کو بطورِ انسان نہیں دیکھا جاتا بلکہ ایک چیز کے طور سے دیکھا جاتا ہے ، اور بالجبر زیادتی اسی طرزِ فکر کا نتیجہ ہوتی ہے ۔ (196)

زنگ لکھتا ہے ، کہ : ۔

مردوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے جتنی محنتِ شاقہ امریکن عورت کو کرنی پڑتی ہے ، اتنی دنیا میں کسی ملک کی عورت کو کرنی نہیں پڑتی ۔(197)
طرح طرح کی مالشیں اور نہ معلوم کیا کیا جتن کرتی ہیں ۔ W.L. GEORGE لکھتا ہے ، کہ تقریباً تمام عیسائی علما ، عورت کو خطرہ سمجھتے تھے ، اور اس وجہ سے عورتوں سے نفرت کرتے تھے ، یہ عیسائی بھی ۔یہودی ۔یونانی اور رومن نظریہ کے مطابق سمجھتے تھے ، کہ انسانی نسل دراصل صرف مرد ہی کی ہے ، اور عورت محض دم کی مانند ہے ، اور یہ انسان سے نچلے درجے کی مخلوق ہے ۔(198)

زنگ مزید لکھتا ہے : ۔

کہ یورپ میں 70 لاکھ عورتوں کو زندہ جلا دیا گیا ۔(199)

جب ظلم کے خلاف آواز کے لئے تمام دنیا سے عورتیں بلجئیم میں جمع ہوئیں ،اسی وقت ایک فلم SNUFF نامی ، جس میں جس طرح عورتوں کو اذیت دینے ۔بالجبر زیادتی کرنے ، قتل اور اپاہج بنانے کے سین دکھائے گئے تھے ، وہ ایسے تھے ، کہ معلوم ہوتا تھا ، کہ یہ ایکٹنگ نہیں بلکہ سچ مچ یہ مظالم کیے جا رہے ہیں ۔ لوگوں کا کہنا تھا ، کہ سین اصلی تھے ، یعنی واقعی سچ مچ ظلم اور حقیقی قتل کرکے فلم بنائی گئی تھی ۔(200)

---

(196) Lee H. Bowker: Women and Crime in America, P-266-268.

(197) William McGuire: C.G.Jung Speaking, 42.

(198) W.L. George: Story of Woman, P 98,99.

(199) معصوم عورتوں کو جادوگرنیاں کہہ کر زندہ جلا دیا جاتا تھا ، حتی کہ جون آف آرک کو پیرس یونیورسٹی کے پروفیسر صاحبان اور پادریوں نے مل کر زندہ جلوا دیا ۔ بعد میں پوپ نے اس کو ولی قرار دے کر سینٹ کا درجہ عطا کیا ۔

(200) Women and Crime, P 246-247.

To me a particularly beautiful woman is a source tof terror. A beautiful woman as a rule terrible disappointment. You cannot have your cake and eat it.

In men beauty and brain are seldom found together. The brain of a highly attractive man of handsome physique becomes merely appendage of his wonderful torso. (201)

مغربی دنیا پر بے حجابی کے اثرات

امریکہ میں بہت سے خاوند بیویوں کو انکی مرضی کے خلاف آپس میں وقتی طور پر تبدیل کر لیتے ہیں، جسکو WIFE SWAPPING کہا جاتا ہے، بالجبر زیادتی کا یہ حال ہے، کہ امریکن پولیس کے مطابق 1973ء میں بالجبر زیادتی کے 59670 یعنی تقریباً 440 واقعات روزانہ ہوتے ہیں، اور روزبروز تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ مصنفین لکھتے ہیں، کہ جب عدالت میں ایسے مقدمات پیش ہوتے ہیں، تو ایسے معلوم ہوتا ہے، کہ مظلومہ پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے، اور مظلومہ کی عدالت میں تذلیل ہوتی ہے۔ (202)

یہی بات ایک خاتون مصنفہ نے بھی لکھی ہے، وہ فرماتی ہیں :-

Indeed it may be argued still that in contemporary rape cases the victim is on trail rather than the accused.(203)

مصنفہ مزید لکھتی ہیں، کہ بالجبر زیادتی کی اطلاعات پولیس تک بہت ہی کم پہنچتی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں :-

Rape is well known as an offence which is Grosly under reported. (204).

پولیس کے بیان کے مطابق 440 روزانہ واقعات کے مقابلہ میں اصل جرائم اس سے کم از کم دوگنے ہوتے ہیں، یعنی ہزار عورتوں کے ساتھ امریکہ میں روزانہ بالجبر زیادتی کی جاتی ہے۔ اس جرم میں امریکہ میں 1970ء سے 1975ء تک 48 فیصد اضافہ ہوا، دو ماہ سے لے کر 85 سال کی عورت اس ظلم کا شکار بنتی ہے۔ (205)

---

(201) C.G. Jung Speaking, P-239

(202) Introduction to Criminal Justice, P-34

(203) Carol Smart: Women Crime and Criminology, Referred by MINHAJ Magazine. P81.

(204) What Women Want, 158-P

(205) رسالہ منہاج ؟ حیثیت نسواں نمبر، حصہ سوئم، ص 82۔

عورتوں کی انٹرنیشنل رپورٹ کے مطابق جو امریکن صدر کو پیش کی گئی ، بالجبر زیادتی کے 49 فیصد واقعات میں تو سرے سے کوئی گرفتاری نہیں ہوتی ، پھر جو بڑے لوگ گرفتار بھی ہوتے ہیں ، ان میں سے 58 فیصد کے خلاف سرے سے کوئی مقدمہ ہی نہیں چلایا جاتا ، ان میں سے بھی آدھے لوگ رہا کر دیے جاتے ہیں ، اس کی وجہ یہ ہے ، کہ اوّل تو قانون ہی ایسا ہے ، کہ جرم ثابت کرنا مشکل دوسرے مظلومہ گواہی دیتے ہوئے بھی ڈرتی ہے ۔ پولیس کا سلوک زیادتی سے چھ گنا افسوسناک ہوتا ہے ۔ (206)

پھر آنسہ کارل کے نزدیک جنسی غیر مساوات اور عورتوں کے وسیع پیمانے پر استحصال کا سب سے بڑا ثبوت بالجبر زیادتی اور قحبہ گری ہے ۔

Sexual differentiation and exploitation are the basis of both prostitution and rape (207)

On the other hand, unlike sexual abuse, which is almost never joked about, incest is often the subject of ribald humor, innuendo and the like. He slapped her behind, and made up his mind, To add incest to insult and injury. (208)

مغرب میں عورت کا استحصال

مذکورہ بالا بیان سے ثابت ہو جاتا ہے ، کہ یورپ میں عورت بیوی ہو ، بیٹی ہو ، بہن ہو فیکٹری یا دفتر میں ملازم ہو ہر صورت میں وہ کثرت سے جنسی ظلم کا شکار ہوتی ہے ، مغرب کے تو چوٹی کے فلسفی مثلاً نطشے جیسے لوگ بھی یہی مشورہ دیتے ہیں ، کہ اگر عورت کے پاس جا رہے ہو تو اپنا کوڑا نہ بھولنا ، وہاں عورتوں کی چیخوں اور اذیت ملنے پر چیخ و پکار کو ٹیپ کیا جاتا ہے ، اور پھر سب مارکیٹ میں مہنگے داموں بیچے جاتے ہیں ۔

ایف ۔بی ۔آئی کے مطابق امریکہ میں 25 فیصد قتل خاندان کے اندر ہوتے ہیں ، اور ان میں سے آدھے قتل کے واقعات میں خاوند بیوی کو قتل کرتا ہے ۔

---

(206) Women and Crime in America, P-198.

(207) -Ibid- P-197.

(208) David Finkelhor : Sexually Victimised Children, P-84-85.

یا بیوی خاوند کو ۔ بیویاں عموماً اپنے بچاؤ کی خاطر ہی خاوند کو قتل کرتی ہیں ، امریکہ کی 23 ریاستوں میں زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے پر مقدمہ نہیں کر سکتا اس وجہ سے کوئی خاوند بیوی کو زخمی کر دے تو وہ مقدمہ نہیں کر سکتی ۔

امریکہ کی ایک عدالت نے حال ہی میں ایک فیصلہ سنایا کہ اگر بیوی کو خاوند مار پیٹ میں زخمی کر دے تو وہ علاج کے لئے بذریعہ عدالت خرچ طلب نہیں کر سکتی ۔ نیویارک میں اگر کسی خاوند پر خاندانی جرم کی بنا پر مقدمہ قائم ہو تو اس کو یہ حق حاصل ہے ، کہ وہ عدالت سے اپنے دفاع کے لئے سرکاری خرچ پر وکیل حاصل کرے ، بیوی کو کوئی ایسا حق حاصل نہیں اور بیوی کو خود اپنے طور پر وکیل کا بندوبست کرنا ہوگا ۔ (209)

عورت کی شہادت

قرآن مجید میں پانچ مقامات پر شہادت کے احکام بیان کئے گئے ہیں ، جن میں صرف ایک مقام پر عورت کی شہادت کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

واستشھدو شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل و امراتن ۔ (210)

محمد رشید رضاؒ فرماتے ہیں :-

فان لم یکونا ، أی من تتشھد و نھما (فرجل وأمرتان) یشھدان او فلیتشھد رجل و امرأتان ۔ (211)

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں :-

المعنی ان لم یأت الطالب برجلین فلیأت برجل و امرتین ۔(212)

امام الشوکانیؒ فرماتے ہیں :-

(فان لم یکونا) أی الشھیدان (رجلین فرجل و امرأتان) أی فلیشھد رجل و امرأتان أو فرجل و امرأتان یکفون ۔ (213)

---

(209) منہاج ، حیثیت نسواں نمبر ، ص سوئم ، ص 84 ، 85 ۔
(210) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ ، 282 ۔
(211) تفسیر المنار ، الجزء الثالث ، ص 123 ۔
(212) الجامع لاحکام القرآن ، المجلد الثانی ، الجزء الثالث ، ص 391 ۔
ب ۔ ایضاً ایضاً ایضاً ، ص 389 ۔
(شھیدین) الشھادۃ بحکمتہ بی الحقوق المالیۃ والبدنیۃ والحدود جعل فی کل کل فن شھدین الا فی الزنا ، ، ، ، فکانہ اشارۃ أی الضلالۃ ۔
(213) فتح القدیر ، الجزء الاول ، ص 301 ۔

علامہ جصاصؒ فرماتے ہیں :-

(فان لم یکونا رجلین) یعنی ان لم یکن الشہیدان رجلین (فرجل و امراتان) فلا یخلواقولہ (فان لم یکونا رجلین) من ان یرید بہ فان لم یوجد رجلان فرجل و امرأتان کقولہ فالم تجدوا ماء فتیمموا صعیداً ۔ (214)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں :-

گواہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہونا ضروری ہیں ، ایک اکیلا مرد یا صرف عورتیں عام معاملات کی گواہی کیلئے کافی نہیں ۔ (215)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :- .

شہادۃ المرأۃ مثل نصف شہادۃ الرجل ۔ (216)

علامہ ابن العربیؒ فرماتے ہیں :-

اذا حضر احد کم الموت حین الوصیت اثنان ذوا عدل منکم ، اثنان وکان مطلقہ یقتفی شخصین و یحتمل رجلین ، ذوا عدل ، انہ اُراد رجلین ۔ (217)

اس سے واضح ہوا کہ عورتوں کی شہادت ایک مرد کے ساتھ صرف معاملات دین میں ہے ۔

ارشاد ربانی ہے :- فان لم یکونا رجلین فرجل و امرأتان ۔

اس حکم میں شہادت کے بارے میں جزوی مساوات بالکل واضح ہے ۔

---

(214) ابو بکر الجصاص : احکام القرآن ، الجزء الاوّل ، ص 501 ۔

(215) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد اوّل ، ص 686 ، 687 ۔

(216) صحیح البخاری ، جلد اوّل ، کتاب الحیض ، باب الترک الحیض و الصوم ، ص 64 ۔

(217) ابن العربی : احکام القرآن ، المجلد الثانی ، ص 721 ۔

مزید ملاحظہ فرمائیے :-

امر بالتشہاد رجلین فی الدیون فان لم یکونا رجلین فرجل و امرأتان ۔

(ابن قیم: اعلام الموقعین ، جلد اوّل ، ص 112)

مزید لکھتے ہیں

انا لا نسلم ضعف شہادۃ المرأتین اذا اجتمعتا و لھذا نحکم شہادتھما مع الرجل ۔

ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ دو عورتوں کی شہادت کمزور ہوتی ہے ، جبکہ اس پر متفق ہوں ، یہی وجہ ہے ، کہ مرد کے ساتھ ان دونوں کی گواہی کی بنیاد پر ہم فیصلہ کرتے ہیں ۔ (ابن قیم: الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ و الشرعیۃ ، ص 143)

جیسے علامہ کاسانیؒ نے یوں لکھا ہے :-

ولانہ اذا کان فرداً یخاف علیہ السہو والنسیان لان الانسان مطبوع علی السہو والغفلۃ فشرط العدد فی الشہادۃ لیذکر البعض البعض عند اعتراض السہو والغفلۃ کما قال اللہ تعالیٰ فی اقامۃ امرأتین مقام رجل فی الشہادۃ ان تضل احدہما فتذکر احدہما الاخریٰ ۔ (218)

کیونکہ جب ایک فرد ہو تو بھول چوک کا اندیشہ ہوتا ہے ، اسلئے کہ انسان کی فطرت میں سہو اور غفلت کا دخل ہے ، شہادت میں عدد کی شرط اس لئے رکھی گئی ہے ، کہ اگر بھول ہو جائے ، یا غفلت پیش آجائے ، تو گواہ آپس میں یاد دہانی کرا سکیں ، جیسے اللہ تعالیٰ نے شہادت میں ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کو رکھنے کی علت بیان کی ہے ، اگر ان میں سے ایک بھول جائے ، تو دوسری اسے یاد دلا سکے ۔

مولانا الشوکانیؒ فرماتے ہیں :-

ان تضل احدہما فتذکر إحداہما الأخریٰ ۔

أی ان ضلت إحدی المرأتین ذکرتہا المرأۃ الأخری وإنما اعتبر فیہا ہذا التذکیر لما یلحقہما من ضعف النساء بخلاف الرجال ۔ (219)

أی تنبیہا اذا غفلت و نسیت ۔

ہذہ الأیۃ تعلیل لاعتبار العدد فی النساء ۔أی فلیشہد رجل و تشہد امرأتان عوضا عن الرجل الأخر لأجل تذکیر إحداہما للأخری اذا ضلت ۔ (220)

علامہ محمد رشید رضاؒ فرماتے ہیں :-

(ان تضل إحداہما فتذکر إحداہما الاخری) ۔

أی حذر أن تضل إحداہما أی تخطئ لعدم ضبطہا وقلۃ عنایتہا فتذکر کل منہما الأخری بما کان فتکون شہادتہا متممۃ لشہادتہا أی إن کلا منہما عرضۃ للخطاء والضلال أی الضیاع و عدم الاہتداء إلی ماکان وقع بالضبط فاحتیج إلی إقامۃ الاثنتین مقام الرجل الواحد لانہا بتذکیر کل منہما الأخری تقومان مقام الرجل ۔

---

(218) علاؤ الدین کاسانی : بدائع والصنائع ، جلد 6 ، ص 277 ۔

(ب) الشیخ محمد عبدہ : نہج البلاغۃ من کلام سید امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ، [illegible] الاول ، ص 129 ۔ معاشر الناس إن النساء نواقص الایمان نواقص الحظوظ نواقص العقول فأما نقصان ایمانہن فقعود ہن عن الصلوۃ والصیام فی ایام حیضہن واما نقصان حظوظہن فمواریثہن علی الانصاف من مواریث الرجال وأما نقصان عقولہن فشہادۃ امرأتین کشہادۃ الرجل الواحد فاتقوا شرار النساء وکونوا من خیارہن علی حذر ولا تطیعوہن فی المعروف حتی لا یطمعن فی المنکر

(219) فتح القدیر ، المجلد الاول ، ص 302 ۔ (220) فتح القدیر ، المجلد الاول ، ص 302 ۔

(احداہما) مظاہر ولیس المعنی للاثنتین واحدۃ ، فتذکرہما
الثانیۃ کما فہم کثیر من المفسرین ۔ (221)

مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہے ، کہ نسیان عورتوں میں مردوں کی نسبت زیادہ ہے ، اس وجہ سے ایک عورت کے ساتھ دوسری عورت کو یاددہانی کیلئے رکھا ہے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کی اس کمزوری کا ذکر کیا ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا ۔

أليس شہادۃ المرأۃ مثل شہادۃ الرجل قلن بلٰی قال فذلک من نقصان عقلہا ۔(222)

کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف نہیں ہے ، کہا کہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، ہاں انکی عقل کی کمی کے باعث ۔

لہذا اسلام نے بہت سے معاملات میں عورت اور مرد کی شہادت میں فرق کیا ہے ، لیکن اسے توہین سمجھنا سراسر اور اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے ، یہ فرق اسلام نے زبردستی پیدا نہیں کیا ، بلکہ اس کے اسباب خود عورت کی فطرت اور مزاج اور اسکے دائرہ عمل کے اندر موجود ہیں ۔ (223)

شرائطِ گواہ

گواہ کا عادل ، بالغ ہونا ناطق اور بینا ہونا ضروری ہے ۔ (224)

مولانا محمد رشید رضاؒ فرماتے ہیں :-

اذا حضرا احد کم الموت ـــــ اثنٰن ذوا عدل منکم او اخران ،
ذلک ہی شہادۃ اثنین من رجالکم ذوی العدل والاستقامۃ ذلک بأن
یشہد ہما الموصی علی الوصیۃ ۔ (225)

حدود و قصاص میں شہادت (کسی شخص پر حد کے نفاذ یا اس سے قصاص لینے کے لئے دو مردوں کی گواہی ضروری ہے ۔ (226) ان تمام حالات میں عورتوں کی شہادت

---

(221) تفسیر المنار ، المجلد الثالث ، ص 123 ۔
(222) صحیح البخاری ، المجلد الاول ، کتاب الحیض ، باب ترک الحیض والصوم ، ص 64 ۔
(223) ایضاً ۔ الجزء الاوّل ، کتاب الحیض ، باب ترک الحیض والصوم ، ص 64 ۔
(224) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 335 ۔
(225) تفسیر المنار ، المجلد السابع ، ص 220 ۔
(226) الف ۔ القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 282 ۔ واستشہدوا شہیدین من رجالکم ۔
ب ۔ القرآن الحکیم ، سورۃ المائدۃ : 106 ۔ اذاحضرا احد کم الموت ـــــ *

جائز نہ ہوگی ۔ البتہ زنا کے ثبوت کیلئے چار مردوں کی شہادت لازمی ہے ۔
ارشاد باری تعالی ہے :-
والتی یاتین الفاحشۃ ، من نساء کم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم ۔ (227)

علامہ محمد رشید رضا فرماتے ہیں :-
لفظ الاربعۃ یطلق علی الذکور فالمراد اربعۃ من رجالکم مضیت السنۃ من رسول
اللہ صلی علیہ وسلم والخلیفتین بعدہ ان لا تقبل شہادۃ النساء فی الحدود —
فیوخذ منہ ان قیام المراتین مقام الرجل فی الشہادۃ کما ھو ثابت فی سورۃ
بقرہ لا یقبل فی الحدود ۔ (228)
اس کے بغیر زنا کا الزام ثابت نہ ہوگا ، اور حد جاری نہ ہوگی ۔
قرآن مجید میں زنا کے ثبوت کیلئے نصابِ شہادت کا ذکر ان آیات میں کیا
ہے :-
سورۃ النور میں ہے :-
والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمنین
جلدۃ ۔ (229)
(باربعۃ شھداء) ای یشھدون علیھن بوقوع الزنا منھن ۔ (230)
مولانا مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں :-
جس پر زنا ثبوت ہو ، وہ عاقل بالغ اور آزاد مسلمان ہو ، اور کسی عورت
کیساتھ نکاح صحیح کر چکا ہو ، اور اس سے مباشرت بھی ہو چکی ہو تو اس کیلئے
سزائے رجم و سنگسار جاری ہوگی ۔ دوسری قسم ہے ، جس کا اعتبار حدِ قذف یعنی
تہمتِ زنا میں کیا گیا ہے ، وہ یہ ہے ، کہ جس شخص پر زنا کا الزام لگایا گیا ہے ،

(*) اثنین ذوا عدل منکم او اخران ۔
(ج) اس پر ۔ ابو بکر الجصاص : احکام القرآن ، جلد اول ، ص 501 ، 502 پر
فرماتے ہیں :-
وقد اختلف اھل العلم فی شہادۃ النساء مع الرجال فی غیر الاموال فقال ابو حنیفۃ
و ابو یوسف و محمد و زفر و عثمان البتی لا تقبل شہادۃ النساء مع الرجال لا فی الحدود ،
ولا فی القصاص و تقبل فیما سوی ذلک من سائر الحقوق ، ، ، لما اتفق الجمیع
علی قبول شہادتھن مع الرجل فی الدیون ۔

(227) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 15 ۔
(228) تفسیر المنار ، المجلد الرابع ، ص 435 ۔
(229) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 4 ۔
(230) تفسیر المنار ، المجلد الرابع ، ص 435 ۔

وہ عاقل بالغ آزاد مسلمان ہوں، اور عفیف ہو، یعنی پہلے اس پر زنا کا ثبوت نہ ہوا ہو، جس شخص پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کا جرم ثابت ہو جائے تو مقذوف کے مطالبہ پر حد قذف جاری ہو جائے گی، جس ہوا اس کی ایک سزا تو فوری ہوگی جو اسی (80) کوڑے لگائے جائیں گے اور دوسری سزا ہمیشہ کیلئے جاری رہے گی، اور وہ یہ کہ اس کی شہادت کسی معاملہ میں قبول نہ کی جائے گی، جب تک کہ یہ شخص اللہ کے سامنے ندامت کیساتھ توبہ نہ کرے، اور مقذوف شخص سے معافی حاصل کرکے توبہ کی تکمیل نہ کرے، اس وقت تک باجماع امت اسکی شہادت کسی معاملہ میں مقبول نہ ہوگی۔ (231)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

فاستشهدوا عليهن أربعة منكم ۔ (232)

مولانا عبدالقادر عودہؒ فرماتے ہیں :-

واذا كان لفظ الأربعة اسم لعدد الشهود فان ذلك يقتضي الاكتفاء بشهادة أربعة، ولا شك في ان الاربعة اذا كان بعضهم نساء لا يكتفى بهم اذا ان اقل ما يجزي في هذه الحالة خمسة على فرض ان فيهم امراة واحدة و هذه مخالف للنص ۔ (233)

ثبوت زنا کیلئے چار گواہ طلب کریں، جو شہادت کی اہلیت رکھتے ہوں، اور گواہی بھی مردوں کی ضروری ہے، اس سلسلہ میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں، زنا کے گواہوں کیلئے شریعت نے دو طرح سے سختی کی ہے، چونکہ معاملہ بہت اہم ہے، جس سے عفت اور عصمت مجروح ہوتی ہے، اور خاندانوں کے ننگ و عار کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے، اوّل یہ شرط لگائی گئی ہے، کہ مرد ہی گواہ ہوں، عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا گیا، ثانیاً چار مردوں کا ہونا ضروری قرار دیا گیا، یہ شرط بہت سخت ہے، جس کا وجود میں آنا شاذو نادر ہی ہو سکتا ہے، یہ سختی اس لئے اختیار کی گئی کہ عورت کا شوہر اس کی والدہ یا شوہر کی بہن ذاتی پرخاش کی وجہ سے الزام نہ لگائیں، یا دوسرے بدخواہ لوگ دشمنی کیوجہ سے الزام اور تہمت لگانے کی جرأت نہ کر سکیں، کیونکہ اگر چار افراد سے کم لوگ زنا کی گواہی دیں، تو ان کی گواہی نہ معتبر ہے، ایسی صورت میں مدعی اور گواہ سب جھوٹے قرار دیئے جاتے ہیں، اور ایک مسلمان پر الزام لگانے کیوجہ سے ان پر حد

---

(231) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن، جلد 6، ص 354 - ایضاً 377 -

(232) القرآن الحکیم، سورہ النساء : 15 -

(233) التشریع الجنائی، المجلد الثانی، ص 410 -

قذف جاری کردی جاتی ہے : ۔ (234)

اربعۃ منکم (تم میں سے چار مرد) اُربعۃ شہداء چار مرد گواہ کے الفاظ بتا رہے ہیں ، کہ زنا کے ثبوت کیلئے چار مردوں کی شہادت ضروری ہے ۔ (235) حدود و قصاص کی تمام صورتوں میں عورتوں کی شہادت عام حالات میں جائز نہ ہوگی ۔ (236)

چونکہ تہمتِ زنا کے معاملہ میں دلیل شرعی چار گواہوں کے بغیر قائم نہیں ہوتی ، اسلئے ان سے مطالبہ یہ کرنا چاہئیے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو ، اس پر چار گواہ پیش کرو جب چار گواہ نہیں لا سکے تو اللہ کے نزدیک بھی جھوٹے ہیں ، اور ان پر حدِ قذف جاری کی جائے گی ۔ (237) قذف کے ثبوت کا مطلب بہتان کا عدمِ ثبوت ہے ، البتہ قذف کے ارتکاب کا جرم ثابت کرنے کیلئے دو گواہ درکار ہیں ۔ (238)

---

(234) الف ۔ فتح القدیر ، المجلد الرابع ، ص 8 ۔ واذا لم تکمل الشہود اربعۃ کانوا قذفۃ یحدّون حد القذف ۔

ب ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 336 ۔

ج ۔ التشریع الجنائی ، الجزء الثانی ، ص 411 ۔ فان جاء الزوج قاذفاً فلا بد من اُربعۃ شہود سواہ و الاحد اوُ بطلا من ، فان لم یکن قاذفا لکن جاء شاہداً فان کان عدلا ومعہ ثلاثۃ عدول فہی شہادۃ تامہ و علی المشہود علیہما حد الزنا ۔

(235) الف ۔ فتح القدیر ، المجلد الرابع ، ص 8 ۔ (أربعۃ شہداء) اُی یشہدون علیہن بوقوع الزنا منہن ۔

ب ۔ التشریع الجنائی ، الجزء الثانی ، ص 410 ۔ و اذ کان لفظ الاُربعۃ اسم لعدد الشہود فان کان ذلک لیقتضی الاکتفاء بشہادۃ اربعۃ ۔

ج ۔ مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ ، ص 188 ۔

د ۔ تفسیر بیضاوی ، الجزء الرابع ، ص 106 ۔ أربعۃ منکم فا طلبوا ممن قذفہن اُربعۃ من رجال المومنین تشہد علیہن ۔

(236) ابو بکر الجصاص : احکام القرآن ، الجزء الاوّل ، ص 502 ۔ لا تجوز شہادۃ النساء فی الحدود ولا فی القصاص ۔

(237) الف ۔ التشریع الجنائی ، الجزءالثانی ، ص 410 ۔ یشترط جمہور الفقہا فی شہود الزنا ان یکونوا رجلا کلہم ۔ ولا یقبلون فی الزنا شہادۃ النساء ۔

ب ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ششم ، ص 377 ۔ 378 ۔

د ۔ فتح القدیر ، المجلد الرابع ، ص 8 ۔ واذا لم تکمل الشہود اُربعۃ کانوا قذفۃ یحدون حد القذف ۔

(238) عبدالمالک عرفانی : اسلامی قانون شہادت ، 1980ء ، لاہور ، قانونی کتب خانہ ، حصہ اول ، ص 25 ۔

ب ۔ القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 16 ۔ والذان یاتینہا منکم فاذوہما ۔

ان امور میں جن میں عموماً مرد مطلع ہوتے ہیں ، صرف عورت کی شہادت قبول نہ ہوگی ۔ (249)

اس مسئلہ کے ضمن میں ہمیں دیگر اقوامِ عالم کے قوانینِ شہادت کے مقابلے میں اسلامی قانونِ شہادت ہی ممتاز نظر آتا ہے ، بعض دوسری قوموں کے قوانین کی رو سے عورت کی گواہی تو بالکل ہی قبول نہیں ۔جیسے یہودی شریعت میں یا صرف تائیدِ مزید کی غرض سے لی جاتی تھی ۔ (240)

اسلام نے انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کیلئے حدود و قصاص رکھے ہیں ، کوئی کسی کو قتل کر بیٹھے تو قصاص میں اس کی جان لی جاتی ہے ، غیر شادی شدہ شخص زنا کا ارتکاب کرے ، تو اسے کوڑے لگائے جاتے ہیں ، یہی جرم اگر شادی شدہ سے ہو تو اسے سنگسار کیا جاتا ہے ، چوری ثابت ہو جائے ، تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے ، تہمت تراشی اور شراب نوشی پر بھی سخت سزائیں رکھی گئی ہیں ، جن جرائم پر اسلام نے حدود رکھے ہیں ، یا قصاص کا حکم دیا ہے ، وہ اتنی سنگین نوعیت کے ہیں ، کہ ان کے ارتکاب کے بعد آدمی اگر زندہ بھی رہے تو سوسائٹی میں اس کا وقار بری طرح مجروح ہو جاتا ہے ، اس کی عزت و احترام باقی نہیں رہتا ، ان جرائم کے ثبوت کیلئے عورت کی شہادت قبول نہ کیے جانے کی وجہ بظاہر اس کی ہی مخصوص نوعیت اور اہمیت ہے ، عورت اصلاً گھر کی منتظمہ ہے ، اسکا اپنا ایک ذہن اور مزاج ہے ، اور ایک خاص ماحول میں اسکی نشونما اور تربیت ہوتی ہے ، اسے ان حالات و اسباب سے کم ہی سابقہ پیش آتا ہے ، جن میں یہ بھیانک جرائم سرزد ہوتے ہیں ، اس لئے ان کے بارے میں اسکا علم اور مشاہدہ اتنا مکمل نہیں ہو سکتا جتنا مرد کا ہوتا ہے ۔ (241)

---

(238) # ج ۔القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 282 ۔ واستشہدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل و امراتن ۔

د ۔ مفتی محمد شفیع ، معارف القرآن ، جلد ششم ، ص 377 ۔ 378 ۔

زیر تفسیر ، لولا جاء وا علیہ اربعۃ شہداء ۔

(239) الف ۔ مفتی محمد شفیع ، معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 336 ۔

ب ۔ ابو بکر الجصاص : احکام القرآن ، المجلد الاول ، ص 502 ۔ لا تقبل شہادۃ النساء مع الرجال لا فی الحدود ولا فی القصاص وتقبل فیما سوی ذلک من سائر الحقوق ۔

(240) مولوی محمد احمد رضوی : فلسفۂ شریعتِ اسلام ، ص 397 ۔

(241) مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ ، ص 188 ۔ 189 ۔

سنن ابو داؤد ، الجزء الرابع ، کتاب الدیات ، ص 168 ۔

سنن ابو داؤد ، ایضاً کتاب الحدود ، باب فی الرجم الیہودیین ، ص 153 ۔

زنا کے سوا دیگر حدود مثلاً چوری ۔(242) ڈاکہ ۔(243) شراب نوشی ۔(244) اور قتل (245) کی صورت میں قصاص واقع ہوتا ہے ، ان سب معاملات میں جرم کے ثبوت کیلئے دو گواہوں کی شہادت ضروری ہے ۔ (246)

مولانا محمد الشوکانیؒ فرماتے ہیں :۔

ممن ترضون من شہداء والمراد ممن ترضون دینھم و عدالتھم وفیہ ان المرأتین فی الشاھدۃ برجل ، وأنھا لا تجوز شھادۃ النساء الا مع الرجل لا وحدھن الا فیما لا یطلع علیہ غیرھن للضرورۃ و اختلفوا ھل یجوز الحکم بشھادۃ امرأتین مع یمین المدعی کما جاز الحکم برجل مع یمین المدعی ۔ (247)

---

(242) القرآن الحکیم ، سورۃ المائدہ : 38۔ ۔ والسارق والسارقۃ فاقطعوآ ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ ، واللہ عزیز حکیم O ۔

(243) القرآن الحکیم ، سورۃ المائدہ : 33۔ ۔ انما جزٰؤا الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادًا ان یقتلوا او یصلبوآ او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلافٍ او ینفوا من الارض ، ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم O ۔

(244) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 219۔ ۔ یسئلونک عن الخمر والمیسر ۔

(245) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 92۔ ۔ وما کان لمومن ان یقتل مومناً الا خطأً ، ومن قتل مؤمناً خطأً فتحریر رقبۃٍ مؤمنۃٍ و دیۃٌ مسلمۃٌ الی اھلہ الا ان یصدقوا ، فان کان من قوم عدو لکم وھو مومن فتحریر رقبۃ مؤمنۃ و ان کان من قوم بینکم و بینھم میثاق فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ و تحریر رقبۃ مؤمنۃ فمن لم یجد فصیام شھرین متتا بعین ، توبۃ من اللہ ، وکان اللہ علیماً حکیماً O ۔

(ب) القرآن الحکیم ، سورۃ المائدہ : 45۔ ۔ و کتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس ، والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن ، الجروح قصاص ۔

(246) الف ۔ القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 282۔ ۔ واستشھدوا شھیدین من رجالکم ۔

ب ۔ القرآن الحکیم ، سورۃ المائدہ : 106۔ ۔ یایھا الذین امنوا شھادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیۃ اثنٰن ذوا عدل منکم او اخران من غیر کم ، ، ، ، ، ، انّا اذًا لمن الاٰثمین O ۔

ج ۔ ملاحظہ فرمایئے ۔استثناء باب 17 ، آیۃ 7 ، ص 183 ۔جو واجب القتل ٹھہرے وہ دو یا تین آدمیوں کی گواہی سے مارا جائے ، فقط ایک آدمی کی گواہی سے نہ مارا جائے ۔

(247) فتح القدیر ، المجلد الاول ، ص 301 ۔

گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونا ضروری ہیں ، ایک اکیلا مرد یا صرف عورتیں عام معاملات کی گواہی کیلئے کافی نہیں ۔ ڈاکہ،چوری، تہمتِ زنا ، شراب خوری یہ سزائیں جس طرح حاکم یا امیر کم یا معاف نہیں کر سکتا ۔ (248) اسی طرح توبہ کر لینے سے بھی دنیاوی سزا کے حق میں معافی نہ ہوگی ، ہاں آخرت کا گناہ مخلصانہ توبہ سے معاف ہو کر وہاں کا کھاتہ بے باک ہو جاتا ہے ۔ (249)

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کریم میں جن جرائم کی سزا کو بطور حق اللہ متعین کرکے جاری کیا ہے ، ان کو حدود کہتے ہیں ، اور جن کو بطور حق العبد جاری فرمایا ہے ، ان کو قصاص کہتے ہیں ، جن جرائم کی سزا کا تعین نہیں فرمایا ، اسے تعزیر کہتے ہیں ۔ (250) تعزیر کے معاملہ میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت درکار ہے ۔ (251)

تعزیری سزائیں حالات کے تحت ہلکی سے ہلکی بھی کی جاسکتی ہیں ، سخت سے سخت بھی ، اور معاف بھی کی جا سکتی ہیں ، ان میں حکام کے اختیارات وسیع ہیں ، اور حدود میں کسی حکومت یا کسی حاکم و امیر کو ادنی تغیر و تبدل یا کمی بیشی کی اجازت نہیں ہے ، اور زمان و مکان کے بدلنے کا ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا ، نہ کسی امیر و حاکم کو اس معاف کرنے کا حق ہے ۔ (252) چوری کا مال برآمد بھی کرے ، وہ معاف بھی کر دے ، لیکن چوری کی شرعی سزا معاف نہ ہوگی ۔

قصاص میں حق العبد کی حیثیت کو قرآن و سنت نے غالب قرار دیا ہے ، کہ قاتل پر جرمِ قتل ثابت ہو جانے کے بعد اس کو ولی مقتول کے حوالے کر دیا جاتا ہے ۔ وہ چاہے تو قصاص لے لے ، اور اس کو قتل کرا دے ، چاہے تو معاف کر دے ۔ (253)

حدود و تعزیرات روزمرہ زندگی کے معاملات ہیں ، اور کاروبار زندگی کے آسان اور ہموار بہاؤ کیلئے ضروری ہے ، کہ ان کے بارے میں تنازعات اور مفاسد کے تصفیہ اور تذکیہ کیلئے آسان طریقۂ کار اختیار کیا جائے ، چنانچہ جن معاملات میں دو مردوں کی شہادت مقرر کی گئی ہے ، اگر مرد نہ مل سکے ، تو ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہونگی ۔ یہاں تک کہ غیر مسلم کی شہادت بھی قبول کی جا سکتی ہے ۔ (254)

---

(248) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد سوم ، ص 686 ، 687 ۔
(249) ایضاً ایضاً ایضاً ، ص 117 ۔
(250) ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ۔
(251) القرآن الحکیم ، سورۃ المائدہ : 34 ۔ (زیر تفسیر)
(252) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد سوم ، ص 117 ۔
(253) ایضاً ایضاً ایضاً ، ص 119 ۔
(254) القرآن الحکیم ، سورۃ المائدہ : 106 ۔ (زیر تفسیر)

ایک مرد کے معاملہ میں دو عورتوں کی شہادت اس لئے رکھی گئی ہے ، کہ اولاً عورت کی پرورش ایسے ماحول میں ہوتی ہے ، جس سے وہ بیرونی زندگی کے عیوب و تلخ حقائق کے بارے میں صحیح نتائج اخذ نہیں کر سکتی ۔ (255)

ثانیاً ، عورت اپنے مافی الضمیر کو صاف الفاظ میں بیان نہیں کیا کرتی ۔ (256)

ثالثاً ، وہ کسی واقعہ کی تمام جزئیات کو یاد نہیں رکھتی ۔ (257) اس لئے ان خامیوں کے ازالہ کے لئے ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کی شہادت رکھی گئی ، اس سے ظاہر ہے ، کہ اگر کوئی عورت مناسب تعلیم و تربیت سے ان نقائص کو دور کرے ، تو اسکی شہادت ایک مرد کے برابر ہو سکتی ہے ۔ (258)

شریعت نے عورت کی حرکات و سکنات حد درجہ محدود کرنے کی کوشش کی ہے ، حتی کہ نماز کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، کہ عورت کی نماز اس کے گھر کے صحن میں بہتر ہے ، اور کمرے میں اس سے زیادہ بہتر ہے ، اور اندورونی کمرے میں سب سے بہتر ہے ، اس حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے ، کہ عورت کا گھر سے نکلنا ، سوائے انتہائی مجبوری کے عالم میں وہ بھی پردہ کی حالت میں نکلنا جائز ہے ۔

شہادت کی ادائیگی ، عموماً عدالت میں قاضی کے سامنے ہوا کرتی ہے ، قاضی کی عدالت میں مجرم قسم کے لوگوں کی آمدورفت زیادہ ہوتی ہے ، اس ماحول میں عورت کو حتی الامکان محفوظ رکھنے کیلئے ، اسکی شہادت کی قبولیت کے مواقع مخصوص کر دیے گئے ، اور ان مواقع پر یہ شہادتِ نسواں کے امکان کم کرنے کیلئے ، صورت یہ اختیار کی گئی ، کہ ایک مرد اور دو عورتیں بیک وقت شہادت دیں ، اس طرح عورت حرمت اور عظمت کے پیشِ نظر اسکو اس ماحول سے محفوظ رکھا گیا ہے ، جہاں تمام طور پر جرائم پیشہ قسم کے لوگوں کا آنا جانا رہا ہو ۔

چونکہ ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کی شہادت رکھی گئی ہے ، تاکہ ایک عورت کی خامیوں کا ازالہ دوسری عورت کر سکے ، اسلئے ضروری ہے ، کہ ان دو عورتوں کی شہادت بیک وقت مشترکہ طور پر لی جائے ، اسی طرح قرآنِ مجید کا منشاء پورا ہو سکتا ہے ، کیونکہ قرآن کا فرمان ہے ، کہ ایک عورت بھول جائے ، تو دوسری عورت یاد دلا دے ۔ (259) کم از کم دو عورتوں کی شہادت کو

---

(255) القرآن الحکیم ، سورۃ الدخان : 18 ۔
(ان ادوا الی عباداللہ انی لکم رسول امین) ۔

(256) ایضاً ایضاً

(257) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 282 ۔ فرجل وامراتن ممن ترضون من الشہداء
انْ تضل احدھما فتذکر احدھما الاخری ۔

(258) ابن قیم جوزیہ : اعلام الموقعین ، جلد اول ، ص 95 ۔

(259) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 282 ۔

ایک دوسرے کا تکملہ (Compliment) تصور کیا جائے ، اور دونوں کی علیحدہ علیحدہ شہادت کو ملا کر پڑھا جائے ، ایک کی شہادت میں کسی کو نقص نہ تصور کیا جائے ، بلکہ دوسری عورت کی شہادت سے اس نقص کو دور کیا جائے ۔ (260)

قرآن کریم نے شہادتِ نسواں کی تنصیف میں جو علت فرمائی ہے ، وہ یہ ہے ، کہ عورت فطرتاً اپنے قواو کے اعتبار سے نسبتاً ضعیف اور کمزور ہوتی ہے ، جس طرح اعضائے جسمانی کے اعتبار سے وہ مرد کی نسبت کمزور ہے ، اس طرح اپنے قوائے ذہنیہ کے اعتبار سے بھی وہ مرد کی نسبت کمزور ہے ، اگرچہ یہ کہا جا سکتا ہے ، کہ بعض عورتیں بعض مردوں سے زیادہ عقل و دانش اور فہم و فراست اپنے اندر رکھتی ہیں ، اور یہ بات بہرحال مشاہدے میں بھی آئی ہے ، لیکن قانون کا اعتبار اکثریت پر وضع کیا جاتا ہے ، اور اس قسم کی مثالیں محدود چند ہی پیش کی جا سکتی ہیں ۔

خلاصہ یہ کہ ساری دنیا کا نظام باہمی تعلق پر قائم ہے ، لیکن اس تصویر کا ایک دوسرا رخ بھی ہے ، کہ اگر جرائم چوری ، ڈاکہ ، قتل و غارت گری وغیرہ کیلئے یہ باہمی تعاون ہونے لگے ، چور اور ڈاکوؤں کی بڑی بڑی اور منظم ، قوی جماعتیں بن جائیں ، تو یہی تعاون اور تناصر اس عالم کے سارے نظام کو درہم برہم بھی کر سکتا ہے ، جس سے معلوم ہوا کہ یہ باہمی تعاون ایک دو دھاری تلوار ہے ، جو اپنے اوپر بھی چل رہی ہے ، اور نظام عالم کو بھی برباد کر سکتی ہے ، اور یہ عالم چونکہ خیر و شر اور اچھے اور برے ، نیک و بد کا ایک مرکب معجون ہے ، اس لئے اس میں ایسا ہونا کچھ بعید بھی نہ تھا ، کہ جرائم اور قتل و غارت یا نقصان رسانی کیلئے باہمی تعاون کی قوت استعمال کرنے لگیں ، یہ صرف احتمال نہیں ، بلکہ واقعہ بن کر دنیا کے سامنے آگیا ، تو اس کے رد عمل کے طور پر عقلائے دنیا نے اپنے تحفظ کیلئے مختلف نظریوں پر خاص خاص قوموں کی بنیاد ڈالی ۔ (261)

یہ تو وہ جن کو قرآن اور علمائے امت کے اقوال سے پیش کیا گیا ہے ، اب ان چیزوں کا ادراک علمائے طبعیات و نفسیات کو بھی ہونے لگا ہے ، کہتے ہیں :-

" عورت کی جسمانی ساخت ، بچوں کی جسمانی ترکیب سے قریب تر ہوتی ہے ، اسلئے عام طور پر دیکھا جاتا ہے ، کہ وہ بچوں ہی کی طرح جلد متاثر اور منفعل ہوتی ہے ، خوشی اور غمی ، خوف و مسرت کے احساسات بہت جلد اس پر طاری ہو جاتے ہیں ، اور چونکہ اس میں عقلیات اور غوروفکر کی قوت کو زیادہ دخل نہیں ہوتا ، اسلئے جلد ہی یہ تاثرات اس سے زائل ہو جاتے ہیں ، جو اکثر دیرپا نہیں ہوتے ، یہی وجہ ہے ، کہ عورت متلون اور غیر مستقل مزاج ہوتی ہے ۔" (262)

---

(260) اسلامی قانون شہادت ، ص 21 ۔
(261) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد سوم ، ص 22 ۔
(262) ابو الکلام آزاد : مسلمان عورت ، ص 22 ۔

" عورت کا وجدان بمقابلہ مرد کے وجدان کے اسی قدر ضعیف ہے، جس قدر اس کی عقلی قوت کے مقابلہ میں ضعیف نظر آتی ہے"۔ (263)

عورتوں کے مخصوص مسائل میں صرف عورتوں کی شہادت

طلاق و عدت اور حیض و طہر کے معاملات میں عورت کا بیان ہی معتبر سمجھا جائے گا۔ ایک شخص جن کے ذاتی حالات کو دوسرا کوئی نہیں سمجھ سکتا، ان میں اسی کے بیان پر بھروسہ کیا جائے گا، مثلاً طلاق اور عدت کے معاملات میں، عورت کے حیض اور طہر کے متعلق اس کا اپنا بیان ہی معتبر ہوگا۔ (264)

جس طرح دو دیندار مردوں کی گواہی سے حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، اسی طرح ایک دیندار مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی اس کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ (265)

لیکن اگر فعل ایسی جگہ واقع ہو جہاں صرف عورت ہی ہو وہاں ضرورت کے تحت اس عورت کی شہادت قبول ہوگی، خواہ وہ حدود و قصاص کا معاملہ ہو یا حقوق کی بات ہو، چنانچہ حمام میں قتل ہونے پر عورت کی شہادت قرار دی گئی ہے۔ (266)

اس بات پر تمام فقہا کا اتفاق ہے، کہ جو معاملات عورت کے ساتھ مخصوص ہیں، ان میں عورتوں کی شہادت کافی ہے، جیسے ولادت کے وقت بچہ کی زندگی کی شہادت اس لئے کہ بچہ زندہ پیدا ہوا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، ورنہ نہیں۔ یا اس امر کی شہادت کہ کوئی بالغ عورت ہے، یا نا بالغ، باکرہ ہے یا نہیں یا عورتوں کے مخصوص جنسی عیوب اور امراض کی شہادت ان سب باتوں کا بعض اوقات نکاح اور اس سے متعلقہ مسائل پر اثر پڑتا ہے۔ (267)

---

(263) مسلمان عورت، ص 24 -

(264) تفہیم القرآن، جلد پنجم، ص 436 -

(عن عطاء بن ابی رباح ان عمر اجاز شهادة رجل و امرأتين فی النكاح) -

(عن ابی لبيد ان عمر اجاز شهادة النساء فی الطلاق -)

احكام القرآن الجصاص، المجلد الاوّل، ص 502 -

(265) محمد شفیع: معارف القرآن، جلد دوئم، ص 360 -

(266) اسلامی قانون شہادت، ص 24 -

(267) مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، ص 192 -

ایسے نسوانی امور جن کے عیوب و محاسن کیطرف عورتیں ہی دیکھ سکتی ہیں ۔
—— ان کے بارے میں مردوں کی شہادت لازم قرار نہیں دی گئی ، بلکہ ضرورت اور آسانی کے پیش نظر ایک عورت کی شہادت کافی قرار دی گئی ، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رضاعت کے معاملہ میں صرف ایک لونڈی کی شہادت قبول کرکے عقبہ بن حارث اوران کی بیوی ام یحییٰ بنت ابی وہاب میں جدائی کرا دی تھی ، کیوں کہ اس عورت نے شہادت دی تھی ، کہ اس نے ان دونوں کو دودھ پلایا تھا ۔ (268)

رسول اللہ کا فرمان ہے ، کہ عورتوں کے ایسے معاملات جن میں مرد نظر نہیں کر سکتے ، عورتوں کی شہادت جائز ہے ۔ (269)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ، کہ قرض اور تجارتی قراردادوں کو تحریر میں لانا چاہیے ، اور اس پر شہادت ثبت کر لینی چاہیے ، تاکہ لوگوں کے درمیان معاملات صاف رہیں ۔ (270)

جمہور آئمہ کا اس پر اتفاق ہے ، کہ قرض کے لین دین اور مالی معاملات میں عورتوں کی شہادت قبول کی جائیگی ، اس کے علاوہ تجارت ، مالی لین دین ، عاریت اجارہ کفالت ، وکالت ، طلاق ، وصیت ، وراثت وغیرہ تمام حقوق معاملات میں ان کی شہادت قابل قبول ہوگی ۔ (271)

---

(268) اعلام الموقعین ، المجلد الرابع ، فتاوی فصل امام المفتین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی الرضاع ، ص 346 ۔
ب ۔ صحیح البخاری ، الجزء الثالث ، کتاب الشہادات ، باب الشہادۃ المرضعۃ ، ص 226 ، 227 ۔ (ج) ادب القاضی ، ص 298 ۔ قال کانت القضاۃ یوقرتون بشہادۃ امراۃ فی الرضاع ۔

(269) الف ۔ الفتاوی العالمگیریۃ ، المجلد الخامس ، ص 257 ۔
ب ۔ شرح فتح القدیر ، مع الکفایۃ الجزء السادس ، ص 8 ۔
ج ۔ کتاب المبسوط ، المجلد الثامن ، الجزء السادس عشر ، ص 144 ۔
علامہ جلال الدین فرماتے ہیں : ۔
قول النساء و یکتفی بقول امراۃ واحدۃ فی حق سماع الخصومۃ وفی الدماء ... وقال ابو الحسن یکفی قول عدل واحد منہم و لثبنا ، بان تکون الدعوۃ بعد المدۃ المذکور لانہ اذا ادعی فی مدۃ قصیرۃ لا یلزم القاضی الاستعرال الی ذلک و بان تکون دعواہ مشتملۃ الضمام الحبل الی انقطاع الحیض او علی انضمام الداء الیہ ۔

(270) تفہیم القرآن ، جلد اوّل ، ص 219 ۔

(271) مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ ، ص 191 ۔
ب ۔ فتح الباری شرح البخاری ، المجلد الخامس ، ص 169 ۔
ج ۔ ابو بکر الجصاص : احکام القرآن ، المجلد الاوّل ، ص 502 ۔
عن الحسن والضحاک قالا لاتجوز شہادتہن الا فی الدین ، والولد ، ولا فی الطلاق الا فی النکاح ولا فی الانساب ولا فی الولاء ولا الاحصان و تجوز فی الوکالۃ والوصیۃ اذا لم یکن فیہما عتق قال شافعی لا تجوز شہادۃ النساء مع الرجال فی غیر الاموال ولا یجوز فی الوصیۃ الا الرجل و تجوز فی الوصیۃ بالمال ۔

نکاح کا حسن

چونکہ نکاح ایک تمدنی ضرورت ہے ، اسلئیے قرآن و سنت نے اس پہلو کے علاوہ اسے اخلاقی و دینی ضرورت بھی قرار دیا ہے ۔ اس کے قیام پر مرد و عورت دونوں کو بہت سختی سے عمل کرنے کی ترغیب دی ہے ، قرآن نے اسے سنتِ انبیاء قرار دیا ہے ۔ (272)

ارشاد ربانی ہے :-
ولقد ارسلنا رسلا من قبلک و جعلنا لھم ازواجاً و ذریۃ ۔ (273)

لہذا تعلقِ زوجیت جب ایک فطری داعیہ قرار دیا ، تو شریعت نے اسکی کھلے دل سے اجازت دے دی ، اور اسے عبادت کی حیثیت بخشی ۔ (274) اور اس پر اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ۔ (275)

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں :-
اللہ تعالی نے یہ انتظام کیا ہے ، کہ مرد اپنی فطرت کے تقاضے عورت کے پاس اور عورت اپنی فطرت کی مانگ مرد کے پاس پائے ، اور دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہو کر ہی سکون و اطمینان حاصل کریں ، جو مرد و عورت کے اندر جذب و کشش کی ابتدائی محرک بنتی ہے ۔ جس کی بدولت خیر خواہ ہمدرد غمخوار شریکِ رنج و راحت بن جاتے ہیں : (276)

اسلام ایک معتدل شریعت ہے ، اسکے احکام سب ہی اعتدال پر اور انسان کے فطری جذبات و خواہشات کی رعایت کے ساتھ تعدی اور حد سے نکلنے کی ممانعت کے اصول پر دائر ہیں ، جب ایک طرف انسان نا جائز شہوتِ رانی سے سختی کے ساتھ روکا گیا تو ضروری تھا ، کہ فطری جذبات و خواہشات کی رعایت سے اس کا کوئی جائز اور صحیح طریقہ بھی بتلایا جائے ، اس کے علاوہ بقاءِ نسل کے عقلی اور شرعی تقاضا بھی یہی ہے ، کہ کچھ حدود کے اندر رہ کر مرد و عورت کے اختلاط کی صورت تجویز کی جائے ، اس کا نام قرآن و سنت کی اصطلاح میں نکاح ہے ۔ (مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوم ، ص 408) ۔

ابو بکر الجصاص فرماتے ہیں :- الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم لفظ الفروج عن اباحۃ وطئ الزوجۃ و ملک الیمین فاقتضیت ۔ اباحۃ وطئھن فی سائر الاحوال و عموماً فی اباحۃ وطئ الزوجات و ملک الیمین ۔
(احکام القرآن ، الجلد الثالث ، ص 253)

(272) جامع الترمذی ، الجزء الثانی ، ابواب النکاح ، ص 206 ۔ اُربع من السنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح ۔

(273) القرآن الحکیم ، سورۃ الرعد : 38 ۔

(274) محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ہشتم ، ص 476 ۔

(275) امام نووی : الصحیح لمسلم شرحہ الکامل ، المجلد الاول ، ص 449 ۔

مشورہ دینے کا حق

نکاح کے معاملے میں عورت کی آزادی اور رضا مندی

نکاح انسانی زندگی میں انتہائی اہم موڑ اور نئی زندگی کے آغاز کی حیثیت رکھتا ہے ، دوسرے شریعتِ اسلامیہ میں نکاح ایک مستقل اور تادمِ زیست معاہدہ ہے ، جسے ناگزیر حالات میں ہی توڑا جا سکتا ہے ، لہذا شریعت ایک عاقل ، بالغ ، مرد اور عورت کو اس بات کا پورا پورا حق دیتی ہے ، اور موقعہ فراہم کرتی ہے ، کہ وہ اس جاودانی معاہدہ سے قبل اچھی طرح غور و فکر کرے ، سوچ سمجھ لے ، دیکھ بھال سے جانچ پرکھ لے ، کیونکہ اسے اپنے ساتھی کے ساتھ زندگی گزارنی ہے ، لہذا زندگی بھر کا ساتھی ایسا ہونا چاہیے ، جو اس کے لئے باعثِ سکون اور باعثِ رحمت ہو ، تاکہ کہیں اس کی زندگی خوشیوں کا گہوارہ بننے کی بجائے ، تلخیوں کا موجب نہ بن جائے ، چنانچہ وہ (عورت) اس کے نکاح کی اتنی ہی شدت سے تاکید کرتا ہے ، جتنی شدت سے مرد کے نکاح پر ۔ اگر طلاق یا خلع نے اس کو شوہر سے الگ کر دیا ہے ، تو معاشرہ اسے ترغیب دیتا ہے ، کہ فوراً اس کا دوسرا نکاح کر دے ۔ (277) لہذا تمدنی لحاظ سے اسلام نے اس کا مرتبہ اس طرح بلند کیا ہے ، کہ اسے (عورت) کو اپنی مرضی سے نکاح کرنے کی اجازت دی ۔ (278)

ارشاد باری تعالی ہے :۔

وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم و امائکم ۔ (279)

اسلام نے عورتوں کو شادی کرنے کے سلسلے میں مسلوب الاختیار نہیں بنایا بلکہ انکی منظوری کو ضروری قرار دیا ہے ، بغیر عورت کی رضا حاصل کیے ہوئے ، اسکی شادی کسی مرد سے نہیں کی جاسکتی ۔ (280) یہاں تک کہ یتیم بچیوں کے بارے میں حکم فرمایا کہ جب تمہیں اندیشہ ہو ، کہ تم ان بے سہارا بچیوں کے حقوق کی نگہداشت نہیں کر سکو گے ، تو انکے ساتھ نکاح نہ کرو ۔ (281)

---

* ب ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد اول ، ص 556 ۔

(276) تفہیم القرآن ، جلد سوئم ، ص 745 ۔

(277) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 424 ۔

(278) محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد اول ، ص 576 ، 577 ۔

(279) (ا) القرآن الحکیم : سورة النور : 32 ۔ (ب) سید جلال الدین : اسلام کا عائلی نظام ، ص 69 ، 70 ۔

(280) امام نووی : صحیح مسلم ، المجلد الاول ، ص 455 ۔ صلاح الدین ناسک : افکار سیاسی مشرق و مغرب ، ص 574 ۔

(181) الف ۔ ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 317 ۔ (ب) محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 352 ۔

ج ۔ مولانا محمود حسن : تفسیر عثمانی ، ص 99 ۔

طلاق کی طرح بیوگی کی صورت میں بھی عورت کو دوبارہ شادی کا حق دیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً ، یتربصن بانفسھن اربعة اشھر وعشراً ، فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف ۔ (282)

اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں ، اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں ، وہ بیویاں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ) سے روکے رکھیں ، چار مہینے دس دن اور پھر جب اپنی میعاد یعنی مدت ختم کر لیں ، تو تم کو کچھ گناہ نہ ہوگا ، ایسی بات میں کہ وہ عورتیں اپنی ذات کیلئے کچھ کارروائی (یعنی نکاح کی) کریں قاعدے کے مطابق ۔

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں :-

للذین یولون ...... وان عزموا الطلاق ، فتربصوا الی مضی المدة ۔ (283)

اللہ تعالی کے ارشادات اس بات کی ترغیب دیتے ہیں ، کہ عورت کو اگر بیوگی طلاق اور خلع نے الگ کر دیا ہے ، تو معاشرہ اس کا ذمہ دار ہے ، کہ وہ اس کا نکاح کر دے ۔

رضاعت میں مشورہ

ارشادِ باری تعالی ہے :-

فان ارادوا فصالا عن تراض منھما و تشاور فلا جناح علیھما ۔ (284)

اس آیت کا تعلق سیاست البیت سے ہے ، مگر بچے کا دودھ چھوڑانے کیلئے شورائیت کا اصول یہاں بھی ضروری قرار دے دیا گیا ہے ، اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے ، کہ امور خانہ داری میں بیوی کے مشورہ سے کام کریں ۔(285) خصوصاً ان امور میں جن کا تعلق بچوں کی تربیت سے ہو ، یا جن میں عورتوں کا تجربہ مردوں سے زیادہ ہوتا ہے ۔ (286)

مندرجہ بالا حقائق سے ثابت ہوا ، کہ مرد و عورت دونوں کو رائے دہی کا مساوی حق حاصل ہے ۔

---

(282) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 234 ۔
(283) الکشاف ، الجزء الاوّل ، ص 269 ۔
(284) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 233 ۔
(285) محمد شفیع ، معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 396 ۔
(286) مولانا گوہر الرحمان : اسلامی ریاست ، ص 285 ۔

اجتماعی مشورہ کا حق

زندگی کے مختلف معاملات ہوں ، خواہ وہ انفرادی ہوں ، یا اجتماعی اس کو اپنے جذبات و احساسات رائے اور خیال و پسند اور نہ پسند کے اظہار کی اجازت عطا کرتی ہے ، ہے ، یہ اظہار اپنے حدود کے اندر زبان و بیان تحریر و انشاء غرض جس ذریعہ سے بھی ہو ، شریعت اس پر کوئی قدغن نہیں لگاتی ۔

حدیبیہ کی مشہور صلح قریش و مسلمانوں کے درمیان جن شرائط پر ہوئی تھی ، ابتدا میں مسلمانوں کی اکثریت نا خوش تھی ، ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی ، کہ مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر لوٹ جائیں ، اس شرط کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حدیبیہ کے مقام پر ہی احرام کھولنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا ۔ لیکن صحابہ کے جذبات اس قدر بدلے ہوئے تھے ، کہ اس حکم کی تعمیل ہوتی نظر نہ آئی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افسوس کے ساتھ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ذکر کیا ، تو انہوں نے صحابہ کی نفسیات کی رعایت کرتے ہوئے ، انتہائی دانشمندانہ مشورہ دیا ، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سے مزید گفتگو نہ فرمایئے ، بلکہ جو مراسم ادا کرنے ہیں ، ان کو آگے بڑھ کر ادا کیجئیے ، پھر دیکھئیے ، کس طرح لوگ اس پر عمل نہیں کرتے ، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر فوراً پیروی شروع کر دی ۔

حدیث میں ہے :-

قال فلما فرغ من قضیة الکتاب قال رسول اللہ لأصحابہ قوموا فانحروا ثم احلقوا قال فواللہ ما قام منھم رجل حتی قال ذلک ثلاث مرات فلما لم یقم منھم أحد دخل علی أم سلمة فذکر لھا ما لقی من الناس فقالت ام سلمة یا نبی اللہ اتحب ذلک اخرج ثم لا تکلم أحداً منھم کلمة حتی تنحر بدنک و تدعوا حالقک فیحلقک فخرج فلم یکلم أحداً منھم حتی فعل ذلک نحر بدنه و دعا حالقه فحلقه فلما راوا ذلک قاموا فنحروا و احعل بعضھم یحلق بعضا حتی کاد بعضھم یقتل بعضاً غماً ۔ (287)

صلح سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا ، کہ آپ قربانی کرکے سر منڈواؤ اور احرام کھولو دو مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا حضورؐ نے تین مرتبہ حکم دیا ، مگر صحابہ پر اس وقت رنج وغم اور دل شکستگی کا ایسا شدید غلبہ تھا ، کہ انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت تک نہ کی ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر سخت صدمہ ہوا ۔

---

(287) محمد بن اسماعیل : البخاری مشکول بحاشیة السندی ، الجزء الثانی ، کتاب الشروط ، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اہل الحرب و کتابة الشروط ، ص 122 ۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خیمے میں جا کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ سے اپنی کبیدہ خاطری کا اظہار فرمایا ۔ انہوں نے عرض کیا ۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بس خاموشی کے ساتھ تشریف لے جا کر خود اپنا اونٹ ذبح فرمائیں ، اور حجام کو بلا کر اپنا سر منڈوالیں ۔ اس کے بعد لوگ خود بخود آپ کے عمل کی پیروی کریں گے ، اور سمجھ لیں گے ، کہ جو فیصلہ ہو چکا ہے ، وہ اب بدلنے والا نہیں ہے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کو دیکھ کر لوگوں نے قربانیاں کر لیں ۔ سر منڈوالیے ۔ یا بال ترشوا لیے ۔ اور احرام سے نکل آئے ۔ قریب تھا ۔ کہ شدت غم کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے ۔ (288)

اس طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کی فرست اور صائب الرائے ہونے کی وجہ سے آن کی آن میں یہ نازک صورت حال ختم کرکے رکھ دی ۔ اس طرح نمازِ جنازہ کی موجودہ شکل کا مسلمانوں میں رواج نہیں تھا ۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے اسکو حبشہ میں نصاری کے ہاں دیکھا تھا ۔ انہوں نے اسکا مشورہ دیا ۔ اور وہ قبول کیا گیا ۔ (289)

خلع کا حق

علامہ رشید رضا خلع کی تعریف میں لکھتے ہیں :-

لا یجوز للرجل ان یأخذ منها شیاء الا برضا ها و اختیارها من غیر ایذاء منه ولا مضارة ۔ (290)

مرد کو عورت سے کوئی چیز لینا ، اسی وقت جائز ہے ، جب کہ وہ خوشی سے دے ۔ اور وہ اس کے لئے اس نے اسے کوئی تکلیف یا نقصان نہ پہنچایا ہو ۔

ابو بکر الجصاصؒ فرماتے ہیں :-

(ویحل لکم ان تأخذو امما اتیتموهن شیا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ ۔) نحظر علی الزوج بهذه الآیة ۔ اَن یأخذ منها شیاء مما اعطاها الا علی الشریطة المذکور و عقل بذلک انه غیر جائز له اخذ مالم یعطها وان کان المذکور مو ما اعطا ها ۔ (291)

---

(288) تفہیم القرآن ، جلد پنجم ، ص 40 ۔
(289) ابن سعد : الطبقات الکبری فی النساء ، المجلد الثامن ، ص 281 ۔
اسماء بنت عمیس حین جاءت من أرض الحبشه رأت النصاری یصنعونه ثم ۔
(290) تفسیر المنار ، الجزء الثانی ، ص 389 ۔
(291) ابو بکر الجصاص : احکام القرآن ، الجزء الاول ، ص 391 ۔

ابن عابدین فرماتے ہیں :-

لفظ خلع مطلق لفظ الخلع محمول علی الطلاق بالعوض ۔ لفظ خلع کا مطلق استعمال ہو ، تو اسے طلاق بالعوض پر محمول کیا جائیگا ۔ (292)

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں :-

لوکان الخلع طلاقاً والا ظاہرانہ طلاق لانہ فرقۃ باختیار الزوج فھو کالطلاق بالعوض۔ (293)

مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں :-

لہذا بیوی کو بعض میاں سے ایسا اختلاف ہو ، کہ صاف نظر آرہا ہو ، کہ ازدواجی زندگی کے نباہ کیلئے ، جن حدود قیود کی نگہداشت ضروری ہے ، ان کو فریقین ملحوظ نہیں رکھ سکتے ، تو اس امر میں کوئی حرج نہیں ہے ، کہ بیوی کوئی مال یا رقم فدیہ کے طور پر دے کر ایسے میاں سے چھٹکارا حاصل کرے ۔ (294)

اسلام میں نکاح کا اصل مقصد معاشرتی سکون و مودت اور رحمت ہے ، لہذا سکون اور مودت و رحمت ختم ہونے لگے تو طلاق کو گوارہ کیا جا سکتا ہے ، بلکہ بعض اوقات اس کا قائم رکھنا نہایت ضروری ہے ، خلع میں بنیادی حیثیت عورت کی صوابدید کی ہے ، اگر وہ کسی شخص کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ، تو اسے اختیار ہے ، کہ وہ علیحدہ ہو جائے ۔

عورت کے معاشی حقوق

غیر شادی شدہ عورت کا معاشی تحفظ

انسان کے لئے سب سے اہم اور ضروری چیز جس کی بدولت انسان کی تمدن میں قدرو منزلت ہوتی ہے ، اور جس کے ذریعے وہ اپنی منزلت کو برقرار رکھ سکتا ہے ، وہ اسکی معاشی حیثیت کی مضبوطی ہے ، اسلام نے نہایت وسیع حقوق دے کر ، عورت کی اس حیثیت کو مضبوط کیا ہے ، وہ اپنے نفقے کی خود مکلف نہیں ، بلکہ شادی سے پہلے اسکے تمام مصارف کی ذمہ داری باپ بھائی ، یا شادی کے بعد شوہر پر یہ ڈالی گئی ہے ، کہ وہ اس کا نفقہ (خورد و نوش رہائش ، لباس) ادا کرے ۔ (295)

---

(292) حاشیہ ابن عابدین : رد المحتار علی الدر المختار ، الجزءالثانی ، ص 557 ۔
(293) تفسیر بیضاوی ، الجزء الثانی ، ص 50 ۔
(294) تدبر قرآن ، جلد اول ، ص 491 ۔
(295) الف ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 398 ۔
ب ۔ ابن قیم الجوزیہ : اخبار النساء ، ص 188 ۔ الحقوق النساء با نفاقھن ۔
ج ۔ تفسیر قاسمی ، المجلد الثالث ، ص 130 ۔(وبما انفقوا من اموالھم لہ فی مھورھن و نفقاتھن ۔

یہ خرچ کا معیار سورہ طلاق کی آیہ نمبر 7 سے واضح ہے -

ارشاد ربانی ہے :-

لینفق ذو سعۃ من سعتہ، ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتہ اللہ - (297)

یہ خرچ کا معیار بتا دیا کہ کشادہ حال کو اپنی کشادہ مال کے معیار پر خرچ کرنا پڑے گا ، اور تنگ حال کو اپنی آمدنی کے برابر ، نہ کشادہ حال کے لئے یہ جائز ہے ، کہ وہ اپنے معیار زندگی سے ، انکو فروتر حال میں رکھے ، اور نہ غریب پر اسکی حیثیت سے زیادہ بوجھ ڈالا جائیے گا ، اللہ تعالی نے ہر شخص پر یہ ذمہ داری اسکی حیثیت کے اعتبار سے ڈالی ہے - (298) اگر میاں بیوی کے درمیان بن نہ آئیے ، اور طلاق ہو جائیے ، تو ایسی صورت میں ارشاد باری تعالی ہے :-

وعلی المولود لہ رزقھن و کسوتھن بالمعروف - (299)

ابن العربی فرماتے ہیں :-

للحصانۃ بدلیل ہذہ الایۃ للام و السمرۃ الاب لان الحضانۃ مع الرضاع - (300)

مطلقہ پر اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلانے کی ذمہ داری ہے ، اگر طلاق دینے والا شوہر یہ چاہتا ہے ، کہ وہ رضاعت کی مدت پوری کرے ، اس مدت میں بچے کے باپ پر مطلقہ کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری ہے ، شوہر کی حیثیت عورت کی ضروریات مقام کے حالات کے پیش نظر رکھ کر فریقین فیصلہ کریں گے ، کہ عورت کو نان نفقہ کیا دیا جائیے - فریقین میں سے کسی پر یہ طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالا جائیے گا ، نہ بچے کے بہانے سے ماں کو اور نہ بچے کی آڑ لے کر باپ پر کوئی ناروا دباؤ ڈالا جائیے گا - (301)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں :-

عدت کے بعد مرد پر عورت کے مصارف کی ذمہ داری نہیں ہوتی - ایسی حالت میں عورت بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے - (302)

ارشاد باری تعالی ہے :-

وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن - (303)

وضع حمل تک پوری امت کا اجماع ہے ، کہ شوہر پر نفقہ واجب ہے ، طلاق رجعی ہے تو نفقہ عورت بھی شوہر پر اجماع امت واجب ہے - (304)

---

(297) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 7 -
(298) تدبر قرآن ، جلد ہفتم ، ص 444 -
(299) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 232 - 233 -
(300) ابن العربی : احکام القرآن ، المجلد الاول ، ص 204 -
(301) تدبر قرآن ، جلد اول ، ص 501 -
(302) تفسیر مظہری ، جلد یازدہم ، ص 560 -
(303) قرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 6 -
(304) تدبر قرآن ، جلد اول ، ص 501 -

اور اگر عدت ختم ہو چکی ہے ، تو معاوضہ دو ، اگر وہ تمہارے بچے کو دودھ پلائیں ، جو معاوضہ دستور کے مطابق اور مرد کے معیارِ زندگی کے مطابق ہو ۔ (305)

عدت کے دوران مطلقہ کی پوری ذمہ داری آدمی پر ہے ۔

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

اسکنو ہن من حیث سکنتم من وجدکم ۔ (306) الف

مطلقہ کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری شوہر کی حیثیت کو پیش نظر رکھ کر فریقین فیصلہ کریں گے ، کہ عورت کو نان نفقہ کیا دیا جائے ۔ (306) ب ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

علی الموسع قدرہ و علی المقتر قدرہ ۔ (307)

ایک شخص اپنی منکوحہ کو اس حال میں طلاق دے ، کہ نہ ابھی اس کے ساتھ زن و شو قائم کیا ہو ، نہ اس کیلئے مہر کی ہی رقم مقرر کی ہو تو ایسی صورت میں کوئی گناہ نہیں ، بلکہ مہر کی بجائے ، اسے کچھ دے دلا کر دستور کیمطابق رخصت کرے ۔ (دستور کے مطابق سے مراد آدمی کے معیارِ زندگی پر ہے ، ایک غریب اپنی وسعت کیمطابق اور امیر اپنی وسعت کیمطابق) ۔ (308)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

و یرزقہ من حیث لا یحتسب ۔ (309)

اللہ تعالیٰ نے ان کو اطمینان دلایا ہے ، کہ تم اللہ کی حدود کا احترام کیلئے یہ بوجھ اٹھاؤ گے ، تو وہ تمہیں وہاں سے رزق فراہم کرے گا ۔ جہاں سے تم کو گمان بھی نہ ہو ۔ (310)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

من حیث سکنتم من وجدکم ۔ (311)

---

(305) الف ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ہشتم ، ص 491 ۔
ب ۔ تدبر قرآن ، جلد ہشتم ، ص 443 ۔

(306) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق ؛ 6 ۔
*(306) ب ۔ تفسیر مظہری ، جلد یازدہم ، ص 560 ۔
(307) لا القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 236 ۔ ب ۔ منصور بن یونس بن ادریس : کشاف القناع عن متن الاقناع ، الجزء الخامس ، ص 158 ۔ (وھی) ای المتعۃ معتبرۃ بحال الزوج فی یسارہ و اعسارہ موسراء ۔
(308) تدبر قرآن ، جلد اول ، ص 504 ۔
(309) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 3 ۔
(310) تدبر قرآن ، جلد 7 ، ص 439 ۔
(311) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 6 ۔

زمانہ عدت میں ان عورتوں کو ساتھ رکھنے کا طریقہ ایسا نہیں ہونا چاہیے جس سے ان کی خودداری مجروح ہو بلکہ تمہاری آمدنی کے لحاظ سے رہائش کا جو معیار تمہارا ہو وہی معیار رہائش اس کیلئے بھی مہیا کرو ، اور اس دوران کسی پہلو سے ان کو تنگ کرنے کی تدبیریں نہ اختیار کرو ، کیونکہ چند ہی دنوں میں پریشان ہو کر وہ تمہارا گھر چھوڑنے پر مجبور نہ ہو جائیں ۔ (312)

یورپ میں اگر عورت روٹی کپڑے کیلئے نالش کرے ، تو نہ عدالت کچھ کر سکتی ہے ، اور نہ کوئی فریاد سنتا ہے ۔ (313) مگر اب یورپ کے دانشمند اکابر آج اسی تعلیم پر عمل کرنا چاہتے ہیں ، اور کوشش کر رہے ہیں ، کہ گورنمنٹ ان عورتوں کے نفقات کا انتظام قومی فنڈ سے کرے ۔

علامہ اگسٹ کونٹ (النظام السیاسی) میں لکھتا ہے ۔

" شوہر یا کسی اور قریبی رشتہ دار کی عدم موجودگی میں سوسائٹی کا فرض ہے ، کہ عورت کی ضروریات کا اپنی دولت سے انتظام کرے ، تاکہ معاش کی ضرورت سے مجبور ہو کر گھر سے باہر کی زندگی میں ، اپنے آپ کو مبتلا نہ کرنا پڑے ، کیونکہ حتی الامکان عورت کی زندگی کو منزلی دائرے میں محدود رہنا چاہیے اور ہماری کوشش ہونی چاہیے ، کہ عورت خارجی زندگی کے مصائب اور تکلیفوں سے محفوظ رہے ۔ اور قدرت نے اس کو جس دائرے میں محدود کر دیا ہے ، اس سے باہر نکلنے پر مجبور نہ ہو " (314)

اکتساب مال

حدود شریعت کے اندر رہتے ہوئے ، اپنے بنیادی فرائض سے غافل نہ ہو کر اسلام مرد کی طرح عورت کو بھی مالیات کے میدان میں دوڑ دھوپ کی اجازت دیتا ہے ، اور اسکی محنت کے صلہ کو اسکا جائز حق تسلیم کرتا ہے ۔ (315) شریعت نے اکتساب مال کا مرد اور عورت دونوں کو حق دیا ہے ، اسلام اس خود مختاری کو تمام اقتصادی میں بیان کرتا ہے ، اور اسی طرح عورت کیلئے ، قسم قسم کے مالی تعلقات کی اجازت دیتا ہے ۔ اور اسکو اپنے سرمائے

---

(312) تدبر قرآن ، جلد ہشتم ، ص 443 ۔

(313) مولانا ثناء اللہ امرتسری : تفسیر ثنائی ، ص 386 ۔

(314) مسلمان عورت ، ص 45 ۔

(315) الف ۔ ڈاکٹر صبحی صالح : علوم القرآن ، ص 434 ۔

اور آمدنی کا مالک قرار دیتا ہے ۔ (316)

ارشاد باری تعالی ہے :۔

واحل لکم ماوراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسٰفحین ۔ (317)

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں :۔

مرد کی کمائی مرد کیلئے ہوگی ، عورت کی کمائی عورت کیلئے ، عورت بیٹی ہو کر باپ سے الگ بہن ہو کر بھائی سے الگ ، بیوی ہو کر شوہر سے الگ ، مستقلاً اپنی کمائی کا انتظام کر سکتی ہے ، اور اسکی مالک ہو سکتی ہے ۔ (318)

حدیث میں ہے :۔

الناس مسلطون علی اموالھم ، یعنی لوگ اپنے مال پر مسلط ہیں ، اس سے معلوم ہوا ، کہ اسلام کس قدر عورت کی اقتصادی خود مختاری کو احترام کی نظر سے دیکھتا ہے ، اس سلسلہ میں مرد و عورت کے درمیان کسی اختلاف اور فرق کا قائل نہیں ہے ۔ (319)

وراثت میں عورت کا حق رکھا ، ماں باپ ، شوہر اور اولاد کے مال اور جائیداد میں اسے یہ حق لازماً ملتا ہے ، بعض اوقات بھائی ، بہن کے مال میں بھی وراثت کی حقدار ہوتی ہے ، اس طرح شوہر سے اسے مہر ملتا ہے ، وہ ان زیورات اور تحفے تحائف کی بھی مالک ہوتی ہے ، جو شادی یا خوشی کے دیگر مواقع پر اسے دیے جاتے ہیں ، یہ سب کچھ اس کا محفوظ سرمایہ ہے ۔ (320)

عورت پر کوئی معاشی بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے ان ذرائع سے جو آمدنی اسے حاصل ہوتی ہے ، وہ پوری کی پوری اسکے پاس محفوظ ہوتی چلی جاتی ہے ، جبکہ مرد پر گوناگوں معاشی ذمہ داریاں ہیں ، وہ جو کچھ کماتا ہے ، اسکا بڑا حصہ ان ذمہ داریوں کے ادا کرنے پر خرچ کرنا پڑتا ہے ۔

حق مہر

ابن منظور لسان العرب میں فرماتے ہیں :۔

الصدق الکامل من کل شیء ، یقال : رجل صدق وامراۃ صدقۃ وانما ھذا

---

(316) مسلمان عورت بمناسبت یوم خواتین میلاد فاطمۃ الزہرا علیہ السلام ، ص 70 ۔

ب ۔ القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 32۔

للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن ۔

(317) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 24۔

(318) ترجمان القرآن ، جلد دوئم ، ص 191 ۔

(319) مسلمان عورت بمناسبت یوم خواتین ، میلاد فاطمۃ الزہرا علیہ السلام ، ص 70 ۔ 71 ۔

(320) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 80 ۔

بمنزلة قولک رجل صدق و امراة صدق فالصدق ، من الصدق بعينه ،
والمعنی انه يصدق فی وصفه من صلابة و قوة وجودة قال کان الصدق الصلب
لقيل حجر صدق وحديد صدق ۔ (321)

مولانا قرطبی فرماتے ہیں :۔
نحلة فريضة واجبة ۔ (322) اسی طرح ای فريضة او عطية کے الفاظ بھی
ہیں ۔ (323)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں :۔
ای اعطوهن مهور هن ۔ (324)

محمد بن احمد جزی و جلال الدین حقانی اپنی کتاب التسهيل لعلوم التنزيل
میں فرماتے ہیں :۔
نحلا ای عطية منکم لهن او عطية من الله ۔ (325)
محمد بن جديد الطبری فرماتے ہیں :۔
و اعطوا النساء مهورهن عطية واجبة،فريضة لازمة ۔ (326)

مولانا ابو البرکات عبدالله بن احمد بن محمود النسفی فرماتے ہیں :۔
وقيل للاولياء لانهم کانوا يا خذون مهور بناتهم ۔ (327)
محمد بن احمد جذی و جلال الدین حقانی فرماتے ہیں :۔
وقيل للاولياء لان بعضهم کان يا کل صداق وليته ، وقيل نهی عن اشتار ۔ (328)
مولانا جديد الطبری فرماتے ہیں :۔
و اتوا النساء صدقاتهن نحلة اولياء النساء و ذلک انهم کانوا يا خذون
صدقاتهن ۔ (329)

---

(321) ابن منظور : لسان العرب ، المجلد العاشر ، ص 196 ۔
(322) الجامع لاحکام القرآن ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، ص 24 ۔
(323) معین الدین محمد بن عبدالرحمن الحسنی والحسینی : جامع البيان فی تفسير القرآن ،
ص 117 ۔
(324) روح المعانی ، الجزء الرابع ، ص 198 ۔
(325) کتاب التسهيل لعلوم التنزيل ، الجزء الاوّل ، ص 130 ۔
(326) جامع البيان فی تفسير القرآن ، المجلد الثالث ، الجزء الرابع ، ص 161 ۔
(327) تفسير مدارک التنزيل و حقائق التاويل ، المجلد الاوّل ، الجزء الرابع ، ص 290 ۔
(328) کتاب التسهيل لعلوم التنزيل ، الجزء الاوّل ، ص 130 ۔
(329) جامع البيان فی تفسير القرآن ، المجلد الثالث ، الجزء الرابع ، ص 162 ۔

مولانا جار اللہ زمخشری فرماتے ہیں :-

کان الرجل اذا مات له قریب القی ثوبه علی امراته وقال انا احق بها من کل احد ۔ (330)

مولانا ابن العربی فرماتے ہیں :-

کان الرجل فی الجاھلیة اذا مات کان اولیاءه احق بزوجته من ولیها ، یتزوجها او ینکحها لغیره وربما القی احد من اولیائه علیها ثوبا ۔ (331)

آج بھی یورپین ممالک میں کوئی ایسا گھرانہ نہیں مل سکتا ، جس میں لڑکی یا عورت بذات خود خاص خارجی کاموں میں شرکت کا حصہ نہ لیے رہی ہو ، یا اس رقم مہر کے جمع کرنے کی فکر نہ کرتی ہو ۔ (332)

اسلام نے جاہلیت کے ان طریقوں کو ختم کیا اسلام نے مہر کو بلا شرکت غیرے تنہا عورت کا حق قرار دیا اور اس حق پر ہونے والی تمام زیادتیوں کو ایک ایک کرکے ختم کیا ، اس نے صاف لفظوں میں حکم دیا ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

واتوا النساء صدقتهن نحلة ۔ (333)

علامہ ابو بکر الجصاص اس کی تشریح میں فرماتے ہیں :-

ان المهر لها وهی المستحقة له لا حق للولی فیه ۔ (334)

مہر اس کی ملکیت ہے ، وہی اسکا مستحق ہے ، اس لیے سرپرست کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے ۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں :-

واتوا النساء ، ای اعطوا النساء اللاتی امر بنکاحهن صدقتهن جمع صدقة ، واصدق واکن آتوا کل واحدة من النساء صداقها ۔ (335)

---

(330) تفسیر الکشاف ، المجلد الاول ، ص 513 ۔

(331) احکام القرآن ، المجلد الاول ، ص 316 ۔

(332) سلطان عورت ، ص 81 ۔

(333) القرآن الحکیم ، سورة النساء : 4 ۔

(334) الف ۔ احکام القرآن للجصاص ، الجزء الثانی ، ص 50 ۔

ب ۔ ابی جعفر محمد بن جدید الطبری : جامع البیان فی تفسیر القرآن ، المجلد الثالث ، ص 162 ۔

(335) روح المعانی ، الجزء الرابع ، ص 199 ۔

محمد جمال الدین القاسمی فرماتے ہیں :-

صدقاتھن أی مھورھن کانت فی الجاھلیۃ لا تعطی النساء من مھور من شیاءً - (336)

(فان طبن لکم عن شی منہ نفساً فکلوہ ھنیاً مریاً -)

مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں :-

اس آیت میں یہ تعلیم فرمائی گئی ہے ، کہ عورتوں کا مہر ایک حق واجب ہے ، اسکی ادائیگی ضروری ہے ، جس طرح تمام حقوق واجبہ کو خوشدلی کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے ، اسی طرح مہر کو بھی سمجھنا چاہیے - اگر وہ بالکل اپنے اختیار اور رضا مندی سے کوئی حصہ معاف کر دیں ، تو وہ تمہارے لئے جائز ہے - (337)

ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی فرماتے ہیں :-

حلت نکاح کو ادائے مہر سے مشروط کرنے سے غرض دو باتوں کا اظہار ہے ، مہر کے وجوب کی تائید دوسرے ادائے مہر کے افضل و ادنیٰ قرار دینے کے بعد ادائیگی کی ترغیب -(338)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

وا توھن اجورھن بالمعروف - (339)

سید عبدالدائم فرماتے ہیں :-

دستور کے مطابق مہر کی ادائیگی میں کمی نہ کی جائے ، اسکا مطلب ہے ، کہ شرعی حکم کے مطابق مہر دیا جائے - (340)

مہر عورت کا ذاتی مال ہے

مہر اس رقم یا مال کو کہتے ہیں ، جو حقوق زوجیت پر معاوضہ کے طور پر دیا جاتا ہے ، یہ کوئی متعین رقم نہیں ہے ، بلکہ مرد کی استطاعت کے لحاظ سے جو نکاح کے وقت

---

(336) تفسیر القاسمی المسمی ، محاسن التاویل ، المجلد الثالث ، ص 35-

(337) معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 297، 298 -

(338) تفسیر مدارک التنزیل و حقائق التاویل ، ص 291 -

(339) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 25-

(340) سید عبدالدائم : تفسیر مظہری ، جلد سوئم ، ص 41-

طے ہو جائے ، ادا کرنی پڑتی ہے ، اس طرح عورت کی معاشی حیثیت اور مستحکم ہو جاتی ہے ۔ (341)

ارشاد ربانی ہے :۔

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیأً ۔ (342)

اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے ، کہ تم نے ان کو جو کچھ دیا ہوا ہو ، ان سے واپس لو یعنی وہ چیزیں جو بطور تحفہ وغیرہ دی گئی ہوں ۔ (343)

قرآنِ پاک اس بات پر اصرار کرتا ہے ، کہ مرد عورت سے تمتع حاصل کرنے سے پہلے اس کا مہر ادا کردیں ۔

وراثت میں عورت کا حق

قبل از اسلام عورت کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا تھا ۔ (344) بلکہ ایک منقولہ جائیداد کیطرح تقسیم کر دی جاتی تھی ۔ (345)

یہ اسلام کا عورت پر احسان عظیم ہے ، کہ اس نے صنف نازک کو جو تحت الثریٰ میں پڑی تھی ، اسے اعلیٰ کی رفعتوں سے ہمکنار کیا ۔ جہاں اس کی حیثیت کو تسلیم کیا ، وہاں اس کو اپنے باپ سے شوہر سے اولاد سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے بھی وراثت کا حق دیا ۔

اسلام نے وراثت میں بھی مرد و عورت دونوں کا حصہ رکھا ہے ، اور کسی کو اس حق سے محروم نہیں کیا ۔

---

(341) شمیمہ محسن : عورت قرآن کی نظر میں ، ص 87 ۔

(342) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ ؛ 229 ۔

(343) تدبر قرآن ، جلد اول ، ص 491 ۔

(344) الف ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد اول ، ص 548 ۔

ب ۔ ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 321 ۔

ج ۔ تفسیر مظہری ، جلد دوئم ، ص 500 ۔

د ۔ تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الاول ، ص 458 ۔

س ۔ تفہیم البخاری ، کتاب التفسیر ، سورۃ النساء ، باب ولکم نصف ما ترک ازوا جکم باب 638 ، ص 867 ۔

ش ۔ سپریٹ آف اسلام ، ص 228 ۔

(345) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد اول ، ص 548 ۔

ارشاد ربانی ہے :-

للرجال نصیب مما ترک الوالدٰن والا قربون ، وللنسآء نصیب مما ترک الوالدٰن والاقربون مما قل منہ او کثر ، نصیباً مفروضاً ٥ ۔ (346)

مردوں کیلئے اس مال میں حصہ ہے ، جو ماں ، باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا اور عورت کیلئے بھی ہے ، خواہ تھوڑا ہو ، یا بہت اور یہ حصہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے ۔ (347)

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں :-

عرب جاہلیت میں تمام مال لڑکوں کو دیتے تھے ، اور عورتیں خالی ہاتھ رہ جاتی تھیں ، تو اللہ تعالیٰ نے ان کا (عورتوں کا) حصہ بھی مقرر فرما دیا ۔ (348)

میراث صرف مردوں کا ہی حصہ نہیں ہے ، بلکہ عورتیں بھی اس کی حقدار ہیں ۔ (349)

قرآن مجید کی رو سے وراثت کا جو قانون بنایا گیا ہے ، اسکا پہلا اصول یہ ہے :-

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ۔ (350)

مولانا جار اللہ زمخشری فرماتے ہیں :-

للانثیین مثل حظ الذکر اوالاُنثی نصف حظ الذکر ۔ (351)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

(فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف)

ثم قال فی ام کحۃ ولھن الربع مما ترکتم ، ان لم یکن لکم ولد ، فان کان لکم ولد فلھن الثمن ۔ ۔ ۔ ۔ یوصیکم اللہ فاعطی ام کحۃ الثمن ، والبنات و الثلثین والباقی ابنی العم ۔ (352)

اسلام نے بیوی ، ماں ، بیٹی ، اور بہن کی حیثیت تسلیم کروانے کے بعد وراثت میں بھی حصہ دار ٹھہرایا ۔ یہ قاعدہ اولاد (بیٹا - بیٹی) کے بارے میں ہے ، جیسا کہ آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین سے واضح ہے ، یہ ایسا قاعدہ کلیہ ہے ، جس نے لڑکوں

---

(346) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 7 ۔

(347) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الاوّل ، ص 454 ۔

(348) تفہیم القرآن ، جلد اول ، ص 324 ۔
ب ۔ سید اصغر حسین : مفید الوارثین ، ص 20 ۔

(349) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 11 - 12 ۔
ب ۔ جریر الطبری : جامع البیان فی تفسیر القرآن ، المجلد الثالث ، الجزء الرابع ، ص 185 ۔

(350) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 11 ۔

(351) الکشاف ، الجزء الاوّل ، ص 505 ۔

(352) ایضاً ایضاً ، ایضاً ۔

اور لڑکیوں دونوں کو میراث کا مستحق بھی بنا دیا ، اور ہر ایک کا حصہ بھی مقرر کر دیا ، اور یہ اصول معلوم ہو گیا ، کہ جب مرنے والے کی اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں ، تو ان کے حصہ میں جو مال آئے گا ، اس طرح تقسیم ہوگا ، کہ ہر لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا مل جائے ، مثلاً کسی نے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں چھوڑیں ، تو مال کے چار حصے کر کے ، $\frac{2}{4}$ لڑکے کو اور $\frac{1}{4}$ لڑکی کو دیا جائے گا ۔ (353)

اگر مرنے والے کے لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں ، تو فرما دیا ، کہ لڑکی کو جتنا آئے اس سے دوگنا لڑکے کو دیا جائے ، یعنی ایک لڑکی ایک لڑکا ہے ، تو کل مال کے تین حصے کر دیے جائیں گے ، دو حصے لڑکے کو ایک حصہ لڑکی کو دے دیا جائے گا ۔ (354)

یہ تقسیم اس صورت میں ہے ، جب کہ اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں موجود ہوں ۔

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ سارے کا سارا مال مرد اپنے قبضہ میں لے لیں ، بلکہ وہ عورت کو بھی وراثت کے مال میں حصہ دار ٹھہراتا ہے ۔ (355)

اگرچہ جائیداد میں بیٹے کا حصہ ہے ، تو بیٹی کا بھی ہے ، اگر بھائی کو حق حاصل ہے ، تو بہن کو محروم نہیں کیا گیا ، اگر کسی صورت میں پوتے حصہ دار ہیں ، تو پوتیاں بھی حصہ دار ہیں ۔

شریعت اسلامیہ کا یہ حکم ہے ، کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے ، تو تجہیز و تکفین کے بعد اسکا قرض ادا کیا جائے ، بعد ازاں اس کی وصیت پر عمل کیا جائے ، اس کے بعد بقیہ ترکہ حسب احکام قرآنی وارثوں میں تقسیم کیا جائے ۔ (356)

بظاہر ان دونوں صورتوں میں صنفین کے درمیان مساوات نہیں رکھی گئی ، اور مرد کے مقابلے میں عورت کی مالی حیثیت کمزور کر دی گئی ہے ، لیکن اگر اسلام کے پورے خاندانی نظام پر غور کیا جائے ، تو حقیقت اسکے برعکس نظر آئے گی ۔ اسلام نے عورت کی مالی حیثیت کو اسکی بعض فطری کمزوریوں کی بناء پر بہت زیادہ محفوظ اور مضبوط کر دیا ہے ۔ جب کہ مرد کی اقتصادی حالت ہر آن غیر یقینی اور نا مستحکم ہے ، وہ

---

(353) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 321 ۔

(ب) جریر الطبری : تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن ، المجلد الثالث ، الجزء الرابع ، ص 185 ۔

(354) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الاول ، ص 458 ۔

الف ۔ أنہا تأخذ ثلث جمع المال لعوم ۔

ب ۔ وتعطی الابنة ، النصف ۔

ج ۔ تعطی الجاریة نصف ما ترک أبوہا ۔

(355) ابو الاعلی مودودی : معاشیات اسلام ، ص 157 ، 158 ۔

(356) الشوکانی : نیل الاوطار ، المجلد السابع ، ص 154 ۔

اگر وراثت میں عورت کا آدھا حصہ مقرر کرتا ہے ، تو دو طریقوں سے اس کی تلافی بھی کرتا ہے ۔

ایک یہ کہ وہ بیوی کو شوہر سے مہر دلاتا ہے ، جس کی وہ بلا شرکت غیرے حقدار ہوتی ہے ، اور دوسرے یہ کہ شادی میں جو مال/زیور اور تحفے تحائف دیے جاتے ہیں ، ان کا بھی عورت کو ہی مالک قرار دیتا ہے ۔

یہاں ایک اور پہلو بھی ہے ، وہ یہ کہ اسلام پورے خاندان کی معاش ، امور تعلیمی اور تربیتی ذمہ داری اصلاً مرد پر ڈالتا ہے ، بالخصوص معاش ذمہ داری حس سے عورت بالکل مستثنیٰ ہے ، یہی نہیں بلکہ وہ عورت کا معاشی بھار بھی شادی سے پہلے سرپرست کو اور شادی کے بعد خاوند کو اٹھانے پر مجبور کرتا ہے ۔ (357)

اسکے علاوہ مرد اپنے بچوں کا خرچ برداشت کرتا ہے ، اور ماں باپ میں سےجو اسے ان کے اخراجات اٹھانے پڑتے ہیں ، ایسے حالات بھی ہو سکتے ہیں ، کہ نادار بھائی بہنوں اور دوسرے رشتہ داروں کی بھی کفالت کرنی پڑے ، اسطرح مسلسل اس کے پاس آنے والا سرمایہ خرچ ہوتا رہتا ہے ۔ (358)

ایسی صورت میں دونوں کو وراثت میں بھی مساوی حقوق دینا کس طرح قرین عقل وانصاف ہو سکتا ہے ؟

اس سلسلے میں حافظ ابن کثیر نے ان الفاظ میں یہی بات کہی ہے :-

فجعل للذکر مثل حظ الانثیین ، و ذلک لا حتیاج الرجل الی مؤنة النفقة والکلفة و معاناة التجارة والتکسب و تحمل المشاق فناسب أن یعطی ضعفی ماتأخذه الأنثی ۔ (359)

اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر رکھا ہے ، اس کی وجہ یہ ہے ، کہ مرد کو نان و نفقہ کا بوجھ اور تکلیف تجارت اور کسب معاش کی دشواریاں اور اس سلسلہ کی دوسری مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں ، اس لئے مناسب یہی ہے ، کہ عورت جو حصہ پاتی ہے ، اس سے دوگنا مرد کو دیا جائے۔

علامہ رشید رضا مصری فرماتے ہیں :-

والحکمة فی جعل حظ الذکر کحظ الأنثیین هی أن الذکر یحتاج إلی الانفاق علی نفسه و علی زوجه فکان له سهمان : وأما الأنثی فهی تنفق علی نفسها فان تزوجت کانت نفقتها ، علی زوجها وبهذا الاعتبار یکون نصیب

---

(357) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 80 ۔

(358) مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ ، ص 161 ۔

(359) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الاوّل ، ص 457 ۔

الأنثى من الارث أكثر من نصيب الذكر في بعض الحالات بالنسبة والى نفقا تهما ۔ (360)

ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر رکھنے میں حکمت یہ ہے ، کہ مرد کو اپنے اوپر بھی اور اپنی بیوی پر بھی خرچ کرنا پڑتا ہے ، لہذا اس کے دو حصے ٹھہرے ۔ عورت صرف اپنی ذات پر خرچ کرتی ہے ، اگر شادی ہو جائے ، تو اس کا نفقہ بھی اسکے شوہر پر واجب ہو جاتا ہے ۔ نان و نفقہ کی ذمہ داریوں کے پہلو سے بعض حالات میں عورت کا حصہ مرد کے حصہ سے زیادہ ہو جاتا ہے ۔

ابن قیم فرماتے ہیں :۔

واما المیراث فحکمة التفضیل فیه ظاهرة فان الذکر احوج الی المال من الانثی ولا الرجال قوامون علی النساء والذکر انفع للمیت فی حیاته من الانثی وقد اشار سبحانه تعالی الی ذلک بعد ان فرض الفرائض وتفاوت بین مقادیرها اباؤکم وابناؤکم لا تدرون ایهم اقرب لکم نفعا واذا کان الذکر انفع من الانثی واحوج کان احق بالتفضیل ۔ (361)

مرد کو میراث زیادہ ملنے کی وجہ بالکل واضح ہے ، اسے عورت کے مقابلہ میں مال کی زیادہ ضرورت ہے ، کیونکہ وہ قوام ہے ، (اسے عورت کے اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں) اس کے علاوہ میت تو اس کی زندگی میں مرد سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے ، اسی حقیقت کی طرف اللہ تعالی نے وراثت کے حقوق متعین کرنے اور انکی مقدار میں فرق کرنے کے بعد اشارہ فرمایا ہے ، کہ تم اسرار کو نہیں جانتے ، کہ تمہارے باپ اور تمہاری اولاد میں سے کون زیادہ نفع بخش تمہارے لئے ہے ، جب میت کی زندگی میں اسے عورت سے زیادہ مرد سے فائدہ پہنچتا رہا ہے ، اور وہ مال کا حاجتمند بھی زیادہ ہے ، تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے ، کہ اسے وراثت میں ترجیح دی جائے ۔

مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں :۔

کیونکہ مالی ذمہ داریاں تمام تر مردوں پر ہیں ، عورتوں کا حال تو یہ ہے ، کہ شادی سے پہلے ان کے تمام مصارف کی ذمہ داری باپ پر ہے ، اور شادی کے بعد شوہر پر اس لئے اگر غور کیا جائے ، تو مرد کو دہرا حصہ دینا اس کو زیادہ دینا نہیں ہے ، وہ پھر لوٹ کر عورتوں کو ہی پہنچ جاتا ہے ۔ (362)

ان تفصیلات سے اس الزام کی صاف تردید ہوتی ہے ، کہ وراثت کے معاملہ میں عورت کے ساتھ عدل و انصاف نہیں ہوا ہے ، اسمیں نہ تو مرد کیساتھ جانبداری برتی گئی ہے ، اور نہ عورت کیساتھ زیادتی ہوئی ہے ، اسلام نے ایک طرف میت سے عورت کے رشتہ کو اہمیت دی ہے ،

---

(360) تفسیر المنار ، المجلد الرابع ، ص 406 ۔ (361) اعلام الموقعین ، جلد اول ، ص ...۔

(362) معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 397 ۔ 398 ۔

تو دوسری طرف مرد کی معاشی ذمہ داریوں کو سامنے رکھا ہے ، اس بنیاد پر وراثت میں عورت کا حصہ کبھی کم ہے ، اور تو کبھی زیادہ ، اور بعض حالات میں عورت اور مرد دونوں کے حصہ مساوی بھی رکھے گئے ہیں ، یہ قرابت داری اور معاشی ذمہ داریوں کے درمیان بے مثال توازن ہے ، یہ توازن اسلامی شریعت کی وہ نمایاں خصوصیت ہے ، جو اسے دوسرے مذاہب اور نظریات سے ممتاز کرتی ہے ۔

وصیت کرنے کا حق

ارشاد ربانی ہے :-

كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت ان ترك خيرا ، الوصية للوالدين والاقربين بالمعروف حقا على المتقين ٥ -(363)

اس آیت کے حوالہ سے عورت بھی اپنے مال کو جس شخص کے بارے میں وصیت کرنا چاہے ، کر سکتی ہے ، مال کا $\frac{1}{3}$ حصہ اپنے غیر وارث رشتہ داروں کے حق میں وصیت کرنی چاہے ، تو کر سکتی ہے ۔(364) جو اسکے اپنے خاندان میں مدد کے مستحق ہوں ، یا جس میں خاندان کے باہر محتاج اعانت پاتا ہو ، یا رفاہ عام کے کاموں میں سے جس کی بھی وہ مدد کرنا چاہے کر سکتی ہے ، کوئی یتیم بھائی ، بہن ، بھاوج ، بھتیجا ، یا کوئی ایسا ہو ، جو سہارے کا محتاج نظر آتا ہے ، تو اسکے حق میں وصیت کے ذریعہ سے حصہ مقرر کیا جا سکتا ہے ، جس طرح مرد کو یہ اختیار حاصل ہے ، اس طرح عورت کو بھی اپنے مال کی وصیت میں $\frac{1}{3}$ کا پورا پورا اختیار ہے ۔(365) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے وارثوں کے حق میں وصیت کرنے کو منع فرمایا ، جو فرمان الٰہی کے مطابق پہلے وارث ہوں ، کیونکہ اس طرح دوسرے وارثوں کے حصص میں نقصان ہے ۔ (366) میرے نزدیک ایسا فعل احکام الٰہی میں مداخلت کے مترادف ہے ، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشا بھی تھا ، کہ ترجیحی حیثیت پانے والے ، کسی طرح رشک و حسد کا نشانہ نہ بنیں ۔ میرے نزدیک وارثوں کے متعلق وصیت کرنا گناہ ہے ۔ (366-ب)

---

(363) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 180 ۔

(364) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد اول ، ص 439 ۔

(365) تفہیم القرآن ، جلد اول ، ص 327 ، 328 ۔ (ب) محمد ابو زہرہ : احکام الترکات والمواریث ، ص ، 292 ۔ و یورث من الموروث فیما یخرج من الثلث لانہا وصیتہ ۔

(ج) معاشیات اسلام ، ص 110 ، 111 ۔

(د) ۔ عبدالوحید : عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں ، ص 214 ۔

(366) جسٹس شیخ عبدالحمید : رسول ﷺ بحیثیت قانون دان ، سیارہ ڈائجسٹ ، جلد دوئم ، ص 157 ۔

(366-ب) سید قطب : العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام ، 1987ء ، القاہرہ ، دارالشروق ، ص 99 ۔

فلا وصیۃ للوارث ۔

عورت کا معاشرتی مقام سنت کے آئینے میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی معاشرہ کی تشکیل فرمائی تو ہر فرد کے حقوق و فرائض کی تعین کے علاوہ معاشرتی زندگی کے مقاصد و احکام کی خصوصی وضاحت اپنے عمل مبارک سے فرمائی ہے ، جس سے عورت کے جملہ عائلی حقوق سامنے آگئے ، اور گھریلو فضا ، پاکیزگی ، محبت ، اخلاص اور سکون و استقرار کی آئینہ دار بن گئی ، کیونکہ اس وضاحت کی رو سے ، عورت گھر کی سرپرست (ماں) برکت (بہن) ملکہ (عورت) اور سعادت و نجات (بیٹی) ہے ۔

ماں کی حیثیت سے

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ماں کو یاد فرماتے تو آبدیدہ ہو جاتے ، رضاعی ماں حضرت حلیمہ تشریف لاتیں ، تو حضور انکے بیٹھنے کیلئے چادر بچھا دیتے ۔ (367) نیز ام ایمن نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادرانہ خدمت کی بھی ، ارشاد نبوی ہے :۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، یقول لام ایمن یا امہ و کان اذا نظر الیھا یقول ھذہ بقیۃ اھل بیتی ۔ (368)

ایک بار ام ایمنؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانی نوش فرماتے ہوئے دیکھ کر کہا ، مجھے بھی پانی پلائیے ، حضرت عائشہؓ بولیں ، کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا کہتی ہو ۔۔۔۔۔۔؟ ۔ ام ایمن نے جواب دیا ، تم نے مجھ سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت نہیں کی ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، " یہ سچ کہتی ہے ، اور انہیں پانی پلایا " ۔ (369)

---

(367) عمر رضا کحالہ : الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثانی عشر ، ص200 ۔
عن عطاء بن یسار ، قال جاءت حلیمۃ ابنۃ عبداللہ اُم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الرضاعۃ إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، فقام إلیھا وبسط لھا رداءہ فجلست علیہ ۔

(ب) محمد بن سعد : الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 223 ۔

(368) الاصابۃ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثالث عشر ، ص 178 ۔

(369) ابن الأثیر : اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ، المجلد الخامس ، ص567 ۔
وقیل کانت لاُم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھی التی شربت بول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لھا ، لن تلج النار بطنک ابداً وقیل ان التی شربت بولہ برکۃ جاریۃ ام حبیبۃ و تکنی ام ایمن بإبنھا أیمن ابن عبید و تزوجھا ۔

(ب) حافظ ابن حجر عسقلانی : المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ، الجزء الرابع ، حدیث 4161 ، ص 136 ۔ ذکر ام ایمن ۔

اس سے اندازہ ہو جاتا ہے؛ کہ ایک کنیز کی مادرانہ خدمت کرنے پر محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کس قدر عظیم مرتبہ و مقام دیا ۔ اس کا نتیجہ تھا ، کہ صحابہ کرام اپنی ماں سے انتہائی عزت و احترام اور سلوک سے پیش آتے ۔

ارشاد نبوی ہے :۔

ورأى ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رجلاً یطوف بالکعبۃ حاملا امہ علی رقبتہ ، فقال یا ابن عمر أتُرانی جزیتھا ؟! قال : لا ولا بطلقۃ واحدۃ ولکنک احسنت واللہ تعالیٰ یثیبک علی القلیل کثیرا ۔ (370)

ایک اور صحابی نے ایک باغ عمر بھر کے لئے اپنی ماں پر وقف کر دیا ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔قال فالزمھا فان الجنۃ عند رجلھا ۔ (371)

من احق الناس بحسن صحابتی ؟ (قال امک) قال ثم من ؟ قال (امک) قال ثم من . . ؟قال (امک) قال ثم من . . . ؟ قال ابوک متفق علیہ ۔ یعنی اسکا (ماں) مرتبہ سہ گنا ہے ۔ (372)

---

(370) امام احمد بن حنبل : مسند ، الجزء السادس ، ص 442 ۔

تتذکرھا امھا تحملتھا علی ظھر وجعلت تسیرھا فاذا اشتد علیھا الحر جعلتھا فی حجرھا حتت علیھا فلم نزل کذلک حتی استغربھا من العدا ۔

(371) محمد بن عبداللہ خطیب التبریزی : مشکوۃ المصابیح ، کتاب الرویا ، باب البروالصلۃ ، الفصل الثالث ، ص 421 ۔

(ب) محمد بن ذکی الدین : الترغیب و الترھیب ، المجلد الثالث ، ص 316 حدیث 11 ۔

(ج) نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ، الجزء التاسع ، باب الاستئذان ، الأبوین فی الجھاد ، ص 113 ۔ حدیث 5 ۔

(د) مسند احمد ، الجزء السادس ، ص 438 ۔

(س) ایضاً ایضاً ، ص 438 ۔ عن ابن عباس الزم رجلھا فان الجنۃ تحت اقدامھا یعنی الوالدۃ ۔

(ص) اعلام الموقعین ، الجزء الرابع ، فتاوی امام المفتین ، ص 413 ۔

(372) مشکوۃ المصابیح ، باب البر والصلۃ ، الفصل الاول ، ص 418 ۔

(ب) مسند احمد ، الجزء السادس ، ص 438 ۔

(ج) صحیح البخاری ، الجزء الثامن ، کتاب الادب ، باب من احق الناس بحسن الصُحبۃ ، ص 2 ۔

(د) اعلام الموقعین ، الجزء الرابع ، فتاوی امام المفتین صلی اللہ علیہ وسلم فی نفقۃ المعتدۃ و کسوتھا ۔ ص 359 ۔

چنانچہ ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر
عرض کی " ان زوجی یرید ان یذھب با بنی وقد سقانی من بئر أبی عنبة وقد نفعنی
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استھما علیہ فقال زوجھا ، من یحاقنی فی ولدی ؟
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ھذا ابوک وھذہ امک فخذ أیھما شئت فأخذ بید امہ
فانطلقت بہ ۔ (373)
یہیں سے اسلامی معاشرہ کے عہد اوّل میں ماں کی عظمت و حیثیت کا اندازہ
لگایا جا سکتا ہے ۔

بیوی کی حیثیت سے

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج مطہرات کے ساتھ بہترین برتاؤ
فرما کر امت کیلئے درخشاں مثال قائم فرما دی ۔

ارشاد نبوی ہے :۔
خیرکم خیرکم لأھلہ وأنا خیرکم لأھلی ۔ (374)
چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات کی دلجوئی فرماتے ، حتی کہ
انکی خوشنودی کی خاطر شہد اپنے اوپر حرام کر لیا ، جس پر یہ دائمی تحسین و مدح
نازل ہوئی ۔

---

(373) الف ۔ ابو داؤد : سنن ، الجزء الثانی ، کتاب الطلاق ، باب من احق بالولد ،
ص 284 ۔ حدیث 2277 ۔ فقد سقانی من بئر أبی عنبة ، وقد نفعنی ، وقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (استھما علیہ) فقال زوجھا ، من یحاقنی فی ولدی ؟ فقال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ، (ھذا ابوک وھذہ امک ، فخذ بید أیھما شئت ، فأخذ بید أمہ ،
فانطلقت بہ ۔ (اعلام الموقعین ، فصل فتاوی امام المفتین ، صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضانة
المجلد الرابع ، ص 360 ۔

(374) الف ۔ مشکوٰۃ المصابیح ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب عشرۃ النساء ، الفصل الثانی ،
ص 281 ۔

ب ۔ نیل الاوطار ، الجزء السابع ، باب احسان العشرۃ و بیان حق الزوجین ،
حدیث 5 ، ص 405 ۔

ج ۔ عمر رضا کحالہ : المراۃ فی عالمی العرب والاسلام ، المجلد السادس ، ص 21 ۔

د ۔ المطالب العالیة بزوائد المسانید الثمانیة ، الجزء الثانی ، باب الوصیة
النساء حدیث 1543 ۔ ص 21 ۔

س ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الاول ، کتاب النکاح ، باب حسن معاشرۃ النساء ،
حدیث 1977 ، ص 636 ۔

تبتغی مرضات ازواجک ۔ (375)

اس ارشاد باری میں حیثیت نسواں کے جاہلی اور اسلامی تصور کا بعد المشرقین اور صنف نازک پر حضور رحمۃللعالمین کا بے پایاں احسان اجاگر کیا جا رہا ہے ، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ کبھی دوڑ لگا رہے ہیں ۔

ارشاد نبوی ہے :۔

عن عائشۃ قالت " رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یَستُرنی بردائہ وأنا أنظر والی الحبشہ یلعبون فی المسجد حتی اکون انا التی اسأمہ ، فاقدروا قدر الجاریہ الحدیثۃ السنّ الحریصۃ علی اللھو ۔ متفق علیہ ۔کبھی ام المومنین کو حبشیوں کے کھیل تفریح سے محظوظ فرما رہے ہیں ۔ (376) یہی نہیں گھر کے کام کاج

---

(374) ق۔ حقوق النساء فی الاسلام ، ص 31 ۔

ص۔ جامع الترمذی ، المجلد الثانی ، ابواب مناقب ، باب فضل ازواج النبیؐ ، ص 228۔

ض ۔ المنتقی من اخبار المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ، الجزء الثانی ، حدیث 3664 ، ص 570۔

(375) القرآن الحکیم ، سورہ تحریم : 1 ۔

(376) الف ۔ نیل الاوطار ، الجزء السابع ، باب فی نظر المرأۃ الی الرجل ، ص 280 ۔ حدیث 2 ۔

ب ۔ مسند احمد ، المجلد السابع ، ص 233 ۔
قال حدثنا ہشام بن عروۃ عن أبیہ عائشۃ رضی اللہ تعالی عنھا ، ان الحبشۃ لعبوا الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند عائشۃ فنظرت من فوق منکبہ حتی شبعت ۔

ج ۔ اعلام الموقعین ، الجزء الرابع ، فصل فتاوی امام المفتین صلی اللہ علیہ وسلم فی الزوج ، المجلد الرابع ، ص 341۔

د ۔ نیل الاوطار ، الجزء السابع ، ص 280۔
ان الحبشۃ کانوا یلعبون عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم عید، قالت : فاطلعت من فوق عاتقہ فطأطأ لی منکبیہ فجعلت ، أنظر الیھم ، من فوق عاتقہ حتی شبعت ۔

س ۔ المنتقی من اخبار المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ، الجزء الثانی ، باب ماجاء فی نظر ، المرأۃ الی الرجل ، حدیث 3450 ، ص 503 ۔ میں یستُرنی کی بجائے یستدنی لکھا ہے ۔

میں امہات المومنین کا ہاتھ بھی بٹاتے تھے ۔

عمر رضا کحالہ ، اعلام النساء میں ایک حدیث روایت کرتے ہیں :-

وربما ذبح الشاة ثم یقطعها أعضاء ثم یبعثها فی صدائق خدیجة فربما قلت له کأنه لم یکن فی الدنیا إلا خدیجة فیقول إنها کانت وکان لی منها ولد ۔ (377)

ام المومنین حضرت خدیجہ کو یاد کرتے تو آبدیدہ ہو جاتے ، انکی سہیلیوں کی بہت قدر فرمایا کرتے ، جب کبھی بکری ذبح کرتے تو انکے گھروں میں بھجواتے تھے ، ازواج مطہرات کی نازک مزاجیاں ، خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے ۔

ارشاد نبوی ہے :-

عن نعمان بن بشیر قال استأذن أبوبکرؓ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمع صوتَ عائشة عالیاً، فلما دخل تناولها ، لیلطمها، وقال :ألا أدرک ترفعین صوتک علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحجزه ، وخرج أبوبکر مغضباً ، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین خرج ابوبکر ؟ کیف رأیتنی أنقذتک من الرجل) (378)

حضرت عائشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلند آواز سے باتیں کر رہی تھیں ، صدیق اکبر آپے غصہ سے اپنی بیٹی کو تھپڑ مارنے لگے ، تو رحمتہ للعالمین نے بیچ میں آکر بچا لیا ، بیوی کا مقام اس قدر بلند کر دیا کہ بقول حضرت فاروق اعظمؓ -

"اسلام سے پہلے عورتوں کو کچھ نہیں سمجھا جاتا تھا " ۔

---

(377) الف ۔ اعلام النساء ، الجلدالاوّل ، ص 330 ۔

(ب) صحیح البخاری ، الجزء الخامس ، تزویج النبیؐ خدیجةؓ وفضلها ، ص 48 -
وعن عائشة رضی اللہ تعالی عنها ، قالت : وان کان لیذبح الشاة فیهدی فی خلائلها ، منها ما یسعهن ۔

(ج) صحیح البخاری ، الجزء الخامس ، تزویج النبی ، خدیجة وفضلها ، ص 48 -
وربما ذبح الشاة ثم یقطعها أعضاء ثم یبعثها فی صدائقها خدیجة -

(د) یحیی بن شرف الدین النووی : ریاض الصالحین ، باب فضل بر اصدقاء الاب والام والأقارب والزوجة وسائر من یندب کرامة ، حدیث 343 ، ص 109 -

س ۔ الاصابة فی تمیز الصحابة ، الجزءالثانی وعشر ، ص 218 -
عن عائشة کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذبح الشاة یقول : أرسلوا إلی اصدقاء خدیجة قالت:فذکرت له یوماً فقال:إنی لأحب حبیبها -

(378) ابوداؤد : سنن ، الجزء الرابع ، کتاب الادب ، باب ماجاء فی المزاح ، ص 300 ، حدیث 4999 -

رحمۃللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ عظمت دی کہ ایک بار میں نے بیوی کو ڈانٹا اس نے برابر کے جواب دیے ، پس عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے ۔

ینبغی للرجل ان یکون فی اھلہ کا لصبی فاذا کان فی القوم کان رجلا ۔

یعنی انسان کو چاہیے کہ حسن معاشرت اور ملاطفت میں بیوی کے ساتھ بچے کی طرح رہے ، اور بیرون خانہ مردانہ وار ۔ یہ آقائے کائنات کی تعلیمات کا اثر تھا ، کہ صحابہ کرام اپنی بیویوں سے نہایت محبت رکھتے تھے ۔

ارشاد نبوی ہے :۔

عَن ابْن عمر رضی اللہ تعالی عنہما، قال کانت تحتی امرأۃ اُحِبُّھا ، وکان ابی یکرھھا ، فأمرنی اَن اُطلقھا ، فأبیت فأتیٰ عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا عبداللہ بن عمر ، طلق امرأتک ۔ (379)

---

(379) الف ۔ نیل الاوطار ، الجزء الثامن ، باب النھی عن الطلاق فی الحیض و فی الطھر ، ص 5 ، حدیث 1 ۔ عن ابن عمر انہ طلق امرأتہٗ وھی حائضٌ ، فذکر ذلک عمر للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، فقال : مُرہ فلیرا جعھا ؛ اَو لیطلقھا طاھراً اَو حاملاً ، رواہ الجماعۃ اِلا البخاری و فی روایۃ عنہ و انہ طلق امرأۃ لہٗ وھی حائضٌ ، فذکر ذلک عمر للنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، فتغیظ فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم قال : لیرا جعھا ثم یُمسکھا حتی تطھر ثم تحیض فتطھر ، فان بدالہ ان یُطلقھا فلیطلقھا قبل ان یمسّھا ، فتلک العدۃ کما امراللہ تعالی ۔

ب ۔ ابوداؤد : سنن ؛ الجزء الثانی ، کتاب الطلاق ، باب فی طلاق السنۃ ، ص 255 ، حدیث 2179 ۔ عن ابن عمر اَنہ طلق امرأتہ وھی حائض علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، فسأل عمر بن الخطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مُرہ فلیُراجعھا ثم لیمسکھا حتی تطھر ثم تحیض ثم تطھر ، ثم اِن شاء اَمسک بعد ذلک و اِن شاء طلق قبل اَن یمس ، فتلک العدۃ التی اَمراللہ سبحانہ اَن تُطلّق لھا النساء) ۔

ج ۔ سنن نسائی ، الجزء السادس ، باب اِحلال المطلقۃ ثلاثۃ ، والنکاح الذی یحلھا بہ ، ص ۔ 149 ۔

د ۔ نیل الاوطار ، الجزء الثامن ، کتاب الطلاق ، باب النھی عن الطلاق ، فی الحیض ، و فی الطھر ، ص 3 ، حدیث 5 ۔

س ۔ روح المعانی ، الجزء الخامس عشر ، ص 61 ۔ ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، فذکر ذلک لہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلقھا ، وکذا سائر اَو امرہ التی لا حامل لھا ۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر اپنی بیوی کو اس قدر چاہتے تھے ، کہ والد کی تاکید کے باوجود طلاق دینے سے انکار کر دیا ، آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطاعت والدین کے خیال سے طلاق کا حکم دیا ، ایک بار سفر میں تھے ، زوجہ کی بیماری کا علم ہوا ۔ انتہائی تیزرفتاری سے کام لیا ، اور شام و مغرب کی نماز کو ایک ساتھ جمع کیا ۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر کو اپنی بیوی عاتکہ سے اسقدر محبت تھی ، جہاد تک کو ترک کر دیا تھا ۔ (380) صحابہ کرام حج سے واپس آ رہے تھے ، ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت اسید بن الحضیر کو بیوی کے انتقال کی خبر ملی تو منہ ڈھانپ کر رونے لگے ۔ اس محبت کے باعث صحابہ کرام بیویوں کے حق صحبت کا اس قدر لحاظ رکھتے تھے ، کہ انکی درشت خوئی بھی گوارہ تھی ، حضرت لقیط بن صُبرہ نے بارگاہ رسالت میں بیوی کی بد زبانی کی شکایت کی ، مگر مدت کی رفاقت کے لحاظ سے طلاق دینے پر آمادہ نہ ہوئے ۔

اسلام نے عورت کو ذلت و رسوائی کے مقام سے اسقدر تیزی سے اٹھا کر حقوق و مراعات سے نوازا کہ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں : ۔

کُنّا نتقی الکلام و الانبساطَ إلی نسائنا علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مخافة ان ینزل فینا القرآن ، فلما مات النبی تکلمنا ۔ (381)

یعنی عہد رسالت میں ہم عورتوں (بیویوں) سے گفتگو میں بے تکلفی برتتے ہوئے بھی ڈرتے تھے ، کہ کہیں ہمارے متعلق کوئی حکم نہ نازل ہو جائے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات (انقطاع وحی) کے بعد ہم انکے ساتھ بے تکلف رہنے لگے ۔

---

(380) ابن الاثیر : اسد الغابہ ، الجزء الخامس ، ص 498 ۔
کانت من المهاجرات الی المدینة وکانت امرأة عبداللہ بن ابی بکر الصدیق ، وکانت حسناء جمیلة فأحبها حباً شدیداً حتی غلبت علیه و شغلته عن مغازیه وغیرها فامره ابوه بطلاقها ۔

(381) الف ۔ صحیح البخاری ، الجزء السابع ، کتاب النکاح ، باب الوصاة بالنساء ، ص 34 ۔
ب ۔ امام نووی : شرح صحیح مسلم ، المجلد الرابع ، کتاب الطلاق ، ص 19 ۔
ج ۔ ابن ماجه : سنن ، المجلد الاوّل ، باب ذکر وفاة النبی و دفنه ، ص 523 ۔ حدیث 1632 ۔
د ۔ خالد السولقی : مفتاح البخاری ، باب الوصاة بالنساء ، ص 468 ، حدیث 5042 ۔
کنا نتقی الکلمی والانبساط الی نسائنا علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم هیبة ان ینزل فینا شیء فلما توفی النبی تکلمنا و انبسطنا ۔

بیٹی کی حیثیت سے

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار بیٹیوں کی پرورش و تربیت ایک شفیق باپ کی حیثیت سے اس عمدہ اور بہترین طریقہ سے کی کہ انکی زندگی کا ہر پہلو دنیا بھر کی عورتوں کیلئے قابل تقلید ٹھہرا ۔ چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ کی ایسی تربیت فرمائی ، انکی ذات میں وہ تمام قدسی صفات مجتمع ہوگئیں ۔ جو انسان کے مثالی کمال کی آئینہ دار ہیں ۔ اس حسن تربیت کا نتیجہ تھا ، کہ حضرت عائشہؓ ایسی زیرک اور ذہین و فطین ہستی نے بھی اعتراف کیا کہ جناب فاطمہ الزہرا سب سے زیادہ عورتوں سے بڑھ کر دانا ہیں ۔ آپکا قول ہے :۔ عن عائشہؓ ام المومنین قالت مارایت احدا اشبہ سمتا ودلاً و ھدیا برسول اللہ صلی اللہ وسلم فی قیامھا وقعودھا من فاطمہ بنت رسول اللہؐ (382)

یعنی طرز کلام ، اسلوب گفتگو ، خضوع خشوع ، حسن اخلاق اور وقار متانت ، صداقت و راست گوئی ، نشست و برخاست حضرت فاطمہ الزہرا سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ کوئی نہ تھا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :۔

فانما ابنتی بضعۃ منی یریبنی ، مارابھا ویوذینی ما آذاھا ۔ (383)

---

(382) جامع الترمذی ، المجلد الثانی ، باب ابواب مناقب فصل ماجاء فی فضل فاطمہؓ ص 226 ۔

(ب) الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثالث عشر ، ص 74 ۔

وقال مسروق عن عائشہ اقبلت فاطمہ تمشی کان مشیھا مشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال : مرحبا بابنتی ثم اجلسھا عن یمینہ ، ثم اسر الیھا حدیثاً ۔

(ج) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ، الجزء الخامس ، ص 522 ۔

1 ۔ عن عائشہ قالت اقبلت فاطمہ تمشی کان مشیتھا مشیۃ رسول اللہ صلی علیہ وسلم فقال مرحبا یا بنتی ثم اجلسھا عن یمنہ او عن شمالہ ثم اسرّ الیھا حدیثاً ۔

2 ۔ کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت فاطمہ قیل من الرجال قالت زوجھا ان کان ما علمت صواما قواما ۔

(د) صحیح مسلم بشرح للنووی ، الجزء السادس عشر ، کتاب الفضائل ، باب فضائل فاطمہ رضی اللہ عنھا ۔ ص 6 ۔ (س) اعلام النساء ؛ الجزء الرابع ، ص 126 ۔

(383) اعلام الموقعین ، الجزء الاول ، ص 112 ۔

(ب) سلیمان بن الاشعث السجستانی : سنن ، الجزء الثانی ، باب ما یکرہ ان یجمع بینھن من النساء ۔ ص 226 ۔ حدیث 2071 ۔ فانما ابنتی بضعۃ منی یریبنی ما ارابھا ، ویوذینی ما آذاھا ۔

(ج) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ، الجزء الخامس ، ص 521 ۔

ہوی بچی میرے جگر کا حصہ ہے ، جو چیز اسکے لئے باعث تشویش ہوتی ، وہ میرے لئے بھی پریشانی کا سبب ہو گا ، اور جو بات اسکے لئے اذیت ہوگی ، یقیناً اس سے مجھے بھی تکلیف ہوگی ۔

ارشاد نبوی ہے :۔

عن ابی بریدةؓ عن ابیه قال کان احب النساء الی رسول اللہ فاطمہ ۔ (384)

بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں ، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ عزیز فاطمہ تھیں ، جگر گوشہ رسول کو دنیا کی خواتین کے لئے خود نمونہ قرار دیا ۔

کفاک من النساء العالمین مریم بنت عمرانؑ ، خدیجة بنت خویلدؑ و فاطمةؑ بنت محمدؐ و آسیهؑ امراة فرعون ۔ (385)

---

(383) (د) الاصابه فی تمیز الصحابه ، الجزء الثالث عشر ، ص 74 ۔

عن المسور ابن مخرمه : سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم هو على المنبر یقول : فاطمه بضعة منی یوذینی ما آذاها ، ویریبنی مارابها ۔

(384) جامع الترمذی ، المجلد الثانی ، ابواب مناقب ، باب ماجاء فی فضل فاطمة الزهراء ، ص 225 ، 226 ۔

(385) الف ۔ ابن عساکر : تاریخ مدینه دمشق ، ص 374 ، 370 ۔

ب ۔ جلال الدین السیوطی : الجامع الصغیر ، المجلد الاول ، ص 629 ۔
حدیث 4088 ۔ خیر النساء العالمین اربع ، مریم بنت عمران ، خدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمد و آسیه امراة فرعون ۔

ج ۔ محمد بن سعد الشویعر : حمایة الاسلام للمراة ، ص 67 ۔
ولم یکمل من النساء الا آسیه امراة فرعون ، و مریم بنت عمران ، و فضل عائشة على النساء کفضل الثرید على سائر الطعام ۔

د ۔ الاصابه فی تمیز الصحابه ، الجزء الثالث عشر ، ص 73 ۔
خیر نساء العالمین اربع ، مریم ، و آسیه وخدیجة و فاطمة ۔

رحمۃللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی صاحبزادیوں سے بے پناہ محبت تھی ، حضرت فاطمۃ الزہراء تشریف لاتیں تو فرط محبت سے کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ انکو دے دیتے ۔ ارشاد نبوی ہے :۔

عن عائشۃ ام المؤمنین قالت مارایت احدا اشبہ سمتا و دلاً و ہدیاً برسول اللہ فی قیامہا وقعود ہا من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت وکانت اذا دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام الیہا فقبلہا و اجلسہا فی مجلسہ وکان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا دخل علیہا قامت من مجلسہا فقبلتہ و اجلستہ فی مجلسہا ۔ (386)

نواسیوں سے بھی بیحد محبت کرتے ، اپنی ایک نواسی کو عالم نزاع میں دیکھا تو آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے ، صحابہ کے پوچھنے پر فرمایا ، خدا کا رحم ہے ، جو وہ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے ۔ ارشاد نبوی ہے :۔

و عن عمرو بن سلیم انہ سمع أبا قتادۃ یقول بینما نحن علی باب رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ خرج یحمل امامۃ بنت ابی العاص، بن الربیع ، و امہا زینب بنت رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم ، وہی صبیۃ، فصلی وہی علی عاتقہ ، اذا قام ، حتی قضی صلاتہ یفعل ذلک بہا۔ (387)

یعنی آپ کی نواسی امامہ آپ کے کندھوں پر تھی ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت رکوع و سجود میں جاتے انہیں زمین پر بیٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو پھر کندھوں

---

(386) جامع الترمذی ، المجلد الثانی ، ابواب مناقب ، باب ماجاء فی فضل فاطمۃ ، ص 226 ۔

(387) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثانی عشر ، ص 127 ، 128 ۔

ب ۔ صحیح البخاری ، المجلد الرابع ، کتاب الادب ، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ و معانقتہ ، ص 51 ۔ امامۃ بنت ابی العاص علی عاتقہ فصلی فاذا رکع وضعہا و اذا رفع رفعہا ۔

ج ۔ الطبقات الکبری لابن سعد ، المجلد الثامن ، ص 48 ۔
امامۃ بنت حمزۃ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی ، و امہا سلمی بنت عمیس بن معد بن تیم بن مالک بن قحافۃ بن خثعم ، و امامۃ التی اختصم فیہا علی و جعفر ابنی طالب بن عبدالمطلب و زید بن حارثہ ۔

د ۔ اعلام النساء ، الجزء الاول ، ص 77 ۔
قدمی بابنۃ ابی العاص بن زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاعتقہا فی عنقہا۔

پر اٹھا لیتے تھے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پاکیزہ اسوہ مبارک کی تاثیر تھی ، کہ صحابہ کرام اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان محبت و شفقت میں، تربیت و تعلیم میں اور حسن معاملہ میں، حتی کہ التفات قلب و نظر میں بھی مساوات برتتے ۔ ایک بار حضرت عائشہ بیمار ہوئیں ، حضرت ابوبکر آئے ، حال پوچھا اور فرط محبت سے منہ چوم لیا ۔ ایک عورت حضرت عائشہ کے پاس آئی اور اس نے اپنی دونوں بچیوں کے ساتھ ان کے سامنے برابر کا سلوک کیا ۔ ارشاد نبوی ہے :-

قالت جاءتنی امراۃ و معھا بنتان لھا تسالنی فلم تجد عندی غیر تمرۃ واحدۃ فاعطیتھا ایاھا فقسمتھا بین ابنتیھا ولم تاکل منھا ثم قامت فخرجت فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحدثتہ فقال من ابتلی من ھذہ البنات بشئی فاحسن الیھن کن لہ ستراً من النار متفق علیہ ۔ (388)

ایک عورت حضرت عائشہ کے پاس آئی اسکے ساتھ دو لڑکیاں تھیں ، حضرت عائشہ کے پاس فقط ایک کھجور تھی ، وہی دے دی اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کرکے بچیوں میں بانٹ دیئے ، اور چلی گئی ۔ حضرت ام المومنین نے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا ، تو آپ نے فرمایا جو شخص بچیوں کی آزمائش میں ڈالا گیا ، اور اسنے ان سے اچھا سلوک کیا تو وہ اسکے اور دوزخ کے درمیان پردہ ہونگے ۔

---

(388) الف ۔ مشکوۃ المصابیح ، باب الشفقۃ و رحمۃ علی الخلق، الفصل الاول ، ص 421 ۔

ب ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الثانی ، حدیث 3668 ، ص 1210 ۔

ج ۔ کنز العمال ، الجزء السادس عشر ، حدیث 45405 ، ص 455 ۔

عن عائشۃ قالت : جاءتنی مسکینۃ تحمل ابنتین لھا فاطعمتھا ثلاث تمرات ، فاعطت کل واحدۃ منھا تمرۃ ورفعت الی فیھا تمرۃ لتا کلھا فاستطعمتاھا ، ابنتاھا فشقت التمرۃ بینھما ۔

د ۔ صحیح البخاری ، الجزء الثامن ، کتاب الادب ، باب رحمۃ الولد و تقبیلہ و معانقتہ ، ص 8 ۔

س ۔ نور الدین علی بن ابو بکر : مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، المجلد الثامن ، ص 161 ۔

و عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ قال جاءت امراۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و معھا ابناھا فسالتہ فاعطاھا ثلاث تمرات لکل واحد منھم تمرۃ فاعطت کل واحد منھم تمرۃ فاکلاھا ثم نظر الی امھما فشقت التمرۃ بشقین و اعطت کل واحد منھما نصف تمرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد رحمتھا اللہ برحمتھا ابنیھا ۔

ش ۔ حقوق النساء فی الاسلام ، ص 145 ۔

صحابہ اکرام بچیوں کی چارہ گری اور پرورش کو اپنے لئے سرمایۂ حیات تصور کرتے تھے ، حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد انکی بیٹی کی کفالت کے تین دعویدار پیدا ہوئے ، جیسے کہ حدیث سے واضح ہے :-

(امامة) بنت حمزة ، بن عبدالمطلب الهاشمية ۰۰۰ من حديث البراء تذكر في قصة عمرة القضاء : فلما خرجوا تبعتهم بنت حمزة تنادى : يا ابن عم ، فتناول على لنا لعة : دونك ابنة عم ابيك ، فاختصم فيها على و جعفر ، و زيد بن حارثة ، الحديث : وفيه قول جعفر : عندى خالتها ، وقول النبى صلى الله عليه وآله وسلم : الخالة بمنزلة الام ، وكانت اسمها سلمى بنت عميس ، وكانت اختها اسماء عند جعفر بن ابى طالب ۰۰ اخرج ابن السكن هذه القصة من طريق أبى اسحق ، عن هبيرة بن مريم ، وهانى بن هانى جميعاً ، عن على ، فذكر قصة عمرة القضاء قال : فتبعتهم بنت حمزة فتناول على لنا لعة دونك ابنة عم ابيك ۰ (389)

یعنی حضرت علی نے کہا یہ میری چچا زاد بہن ہے ، لہٰذا میں اسکی پرورش کا حقدار ہوں ، حضرت جعفر بولے ، میں زیادہ حقدار ہوں ، کہ میری چچا زاد ہونے کے علاوہ اسکی خالہ بھی میرے عقد میں ہے ، حضرت زید بن حارثہ نے جو حضرت حمزہ کے دینی بھائی تھے ، تقاضا کیا ، کہ یہ میری بھتیجی ہے ، اور چچا سے بڑھ کر اسکی تربیت کا حق کسے پہنچتا ہے -

بہن کی حیثیت سے

بہن کی حیثیت سے اسلامی معاشرہ نے دور اول میں عورت کی عظمت وقعت کا اندازہ لگانے کیلئے یہی ایک واقعہ کافی ہے ، کہ حضرت جابر نے باوجود جوان ہونے کے بیوہ عورت سے شادی کی ، تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوچھنے پر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم - ان ابى قتل يوم احد و ترك تسع بنات ۰۰۰۰۰۰ كن لى تسع اخوات فتزوجت امراة ثيباً فقال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم يا جابر تزوجت قال قلت نعم قال فبكر ام ثيب قال

---

(389) الف - الاصابة فى تميز الصحابة ، الجزء الثانى عشر ، ص 125 ، 126 - حديث 64 -

ب - متن البخارى مشكول بحاشية السندى ، الجزء الثالث ، ص 57 -

ج - اعلام الموقعين ، الجزء الرابع ، ص 360 -

قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم فيها خمس قضايا -

احداها : قضى بابنة حمزة لخالتها ، وكانت تحت جعفر بن ابى طالب ، وقال : "الخالة بمنزلة الام"، فتضمن هذا القضاء ان الخالة مقام الام فى الاستحقاق ، و ان تزوجها لا يسقط حضانتها اذا كانت جارية -

قلت بل ثیب یا رسول اللہ قال فہلا جاریۃ تلاعبہا و تلاعبک او قال تضاحکہا و تضاحکک ۔(390)

یعنی میرے والد احد میں شہید ہو گئے ، اور میری نو بہنیں چھوڑ گئے ، تو میں نے انکی حسن تربیت اور نگہبانی کے لئے تجربہ کار عورت سے شادی کرنا مناسب سمجھی ۔

سبحان اللہ کتنا ایثار و اخلاص ہے ، کہ اپنی جوانی امنگیں اور زندگی بھر کے ارمان اپنی بہنوں پر نچھاور کر دیے ۔

عورت کے اجتماعی حقوق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصلاحات عورتوں کے حق میں ابر رحمت بن کر آئیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات نے عورتوں کو تمام بنیادی انسانی حقوق ، زندگی کی اساسی ضرورتوں اور کفالتوں میں علی حیثیت سے مردوں کے برابر لا کھڑا کیا ۔

سید امیر علیؒ فرماتے ہیں :۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آئینی نظام میں عورتوں کو ایسے حقوق عطا کئے ، جو اس سے پہلے انہیں کبھی نصیب نہ ہوئے تھے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایسی ایسی خصوصی مراعات بخشیں ، جن کی قدر شناسی زمانہ کچھ اور ترقی کرنے کے بعد

---

(390) الف ۔ صحیح مسلم بشرح للنووی ، المجلد الخامس ، الجزء العاشر ، کتاب الرضاع ، باب استحباب نکاح البکر ، ص 53 ۔

ب ۔ صحیح البخاری ، الجزء الثانی ، باب الشفاعۃ فی وضع الدین ، ص 59 ۔ تزوجت بکراً ام ثیبا قلت ثیبا اصیب عبداللہ و ترک جواری صغاراً فتزوجت ثیباً تعلمہن و تودبہن ۔

ج ۔ عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری : السراج الوہاج من کشف مطالب صحیح ابن مسلم الحجاج ، الجزء الاول ، باب فی نکاح البکر ، ص 514 ۔ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ان عبداللہ ہلک و ترک تسع بنات اوقال سبع بنات فتزوجت امراۃ ثیبا فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا جابر تزوجت قال قلت نعم قال فبکرام ثیب قال قلت بل ثیب یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فہلا جاریۃ تلاعبہا و تلاعبک اوقال تضاحکہا وتضاحکک ۔

د ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الاول ، کتاب النکاح ، باب تزویج الابکار ، ص 598 ۔ حدیث 1860 ۔ عن جابر بن عبداللہ : قال : تزوجت امراۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، فلقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، فقال (ا تزوجت یا جابر ؟) قلت : نعم ، قال (ابکرا اوثیبا ؟) قلت : ثیبا ، قال (فہلا بکرا تلاعبہا ؟) قلت : کن لی اخوات ، فخشیت ان تدخل بینی و بینہن ، قال (فذاک اذن) ۔

کرے گا ، آپ نے تمام قانونی اختیارات و وظائف میں عورتوں کو مردوں کے برابر مرتبہ بخشا ۔ (391)

عورت کے بنیادی اجتماعی حق مصالح خمسہ یعنی دین ، آبرو ، عزت ، عقل اور مال کی حفاظت کے واقعات سے تو اسلامی معاشرہ کے دور اول کی تاریخ بھری پڑی ہے ، یہاں صرف ایک ہی واقعہ کا ذکر کافی ہے ، جس سے اندازہ ہو جائے گا ، کہ اس پاکیزہ دور میں عورت کی حرمت و تقدس کا کس قدر احترام تھا ۔ صحاح ستہ میں آیا ہے ، کہ مسلمان عورت بنی قینقاع کے بازار میں کسی کام سے گئی ، نقاب اوڑھے ہوئے تھی ، ایک یہودی نے اس کی راہ روک کر استہزاء کیا ، پھر اس لعین نے اس خاتون کو بے حجاب کرنے کی کوشش کی تو وہ مدد کو چلائی ، فوراً ایک مسلمان دوڑا چلا آیا ، اور مسلمان عورت کی آبرو و تقدس کے دفاع میں ملعون یہودی کو قتل کر دیا ۔ (392)

اسلامی معاشرہ نے عورت کو جو حقوق مراعات عطا کیے تھے ، ان سے وہ بھرپور فائدہ اٹھاتی تھی ، اور جہاں کہیں حقوق تلف ہوتے دیکھتی تو انکے تحفظ کیلئے ، پوری جدوجہد کرتی تھی ، چنانچہ جب عورتوں کو اپنے شوہروں سے شکایت پیدا ہوتی تو وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خود درد کہتی تھیں ، اور حضرت عائشہؓ بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہایت پر زور سفارش کرتی تھیں ، جیسا کہ بعض واقعات سے عیاں ہے ۔

امام بخاری فرماتے ہیں :-

والنساء ینصر بعضہن بعضاً ۔ یہ نصرت روزمرہ کاموں کے علاوہ ایک دوسرے کے حقوق کے تحفظ میں بھی ہوا کرتی تھی ۔

ابن ماجہ اپنی سنن میں فرماتے ہیں ، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیویوں پر دستدرازی کی عام مخالفت فرما دی تھی ، ایک مرتبہ حضرت عمر نے شکایت کی کہ عورتیں بہت شوخ ہو گئیں ہیں ، انکو مطیع کرنے کے لئے اجازت ہونی چاہیے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی ، لوگ نہ معلوم کب سے بھرے بیٹھے تھے ، جس روز اجازت ملی اسی روز ستر عورتیں اپنے گھروں میں پیٹی گئیں ، دوسرے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر فریادی عورتوں کا ہجوم ہوگیا ، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جمع فرما کر خطبہ

---

(391) امیر علی : روح اسلام،مترجم محمد ہادی حسین ، ص 368 ۔

(392) عبداللہ علوان : تربیۃ الاولاد فی الاسلام ، الجزء الاوّل ، ص 190 ۔ بحوالہ منہاج ،حیثیت نسواں نمبر ، حصہ دوئم ، ص 63 ۔

دیا اور فرمایا :-

لقد طاف اللیل بآل محمد سبعون امراۃ کل امراۃ تشتکی زوجھا فلا تجدون اولیک خیار کم ۔ (393)

آج ستر عورتوں نے اپنے شوہروں کی شکایت کی ہے ، جن لوگوں نے یہ حرکت کی ہے ، وہ تم میں سے ہرگز اچھے لوگ نہیں ہیں ۔۔۔۔۔۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے ، کہ عہد رسالت و صحابہ میں عورتیں اپنے حقوق کی کس طرح حفاظت کرتی تھیں ۔

استقلالِ شخصیت دورِ اوّل میں

آزادانہ تنقید کا حق ۔

عہد رسالت میں عورتوں کے استقلال اہلیت و مسؤلیت کی سب سے بڑی مثال یہ ہے ، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے قبول اسلام کی الگ بیعت لیتے تھے ، اور صرف مردوں کی تبعیت میں انکی حلقہ بگوشیء اسلام کو کافی نہ سمجھتے تھے ۔

ارشاد خداوندی ہے :-

یایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لایشرکن باللہ شیئاً و لا یسرقن ولا یزنین و لا یقتلن اولادھن ۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ الایۃ ۔ (394) سے عیاں ہے ، اور

---

(393) الف ۔ ابوداؤد : سنن ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب فی ضرب النساء ، ص 245 ، 246 ۔ لقد طاف بآل محمد نساء کثیر یشکون ازواجھن ، لیس اولئک بخیار کم ۔ حدیث 2146 ۔

ب ۔ بزوائد المسانید الثمانیہ ؛ الجزءالثانی ، کتاب النکاح ، باب الوصیۃ بالنساء ، حدیث 1624 ، ص 52 ۔(لقد طاف بآل محمد اللیلۃ سبعون امراۃ کلھا قد ضربت) وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؛ (ما احب ان اری الرجل ثائراً فصیۃ فریصۃ رقبتہ علی مریئتہ یقتلھا) ۔

(394) الف ۔ القرآن الحکیم ؛ سورۃ الممتحنۃ : 12 ۔

ب ۔ اعلام الموقعین ، الجزء الثالث ، ص 74 ۔

ج ۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ، المجلد الخامس ، ص 562 ۔

ھند ، بنت عتبہ بن ربیعۃ بن عبدالشمس بن عبدالمناف ، القرشیۃ الھاشمیۃ ھند اسلمت یوم الفتح و حسن اسلامھا فلما بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النساء و فی البیعۃ ولا تسرقن ولا تزنین قالت ھند و ھل تزنی الحرۃ و تسرق فلما قال ولا یقتلن اولادھن قالت ربیناھم صغارا او تقتلتھم کبارا او شکت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجھا ابا سفیان قالت انہ ، شحیح لا یعطیھا من الطعام ما یکفیھا و ولدھا فقال لھا رسول اللہ

اس سلسلہ میں عورتیں پوری آزادی کے ساتھ بیعت کے تقاضوں اور احکام اسلامی کے بارے میں پوچھا کرتی تھیں ۔ چنانچہ ہند بنت عتبہ نے فتح مکہ کے موقع پر قبول اسلام کی بیعت کرتے وقت نہایت دلیری سے باتیں کیں ، اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، آپ ہم سے کن باتوں کا اقرار لیتے ہیں ، ۔۔۔۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ۔ ہند بولیں ، یہ اقرار آپ نے مردوں سے نہیں لیا ، لیکن بہرحال ہم کو منظور ہے ، پھر آپ نے فرمایا اولاد کو قتل نہ کرنا ، ہند نے دلیری سے یہ کہا ربینا ہم صغاراً او تقتلتم کباراً فانت و ہم اعلم ۔

یعنی ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا ، بڑے ہوئے تو بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مار ڈالا ، اب آپ اور وہ باہم سمجھ لیں ، اس دیدہ دلیری کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہند سے درگزر فرمایا تو اس کے دل پر اس کا اسقدر اثر ہوا ، اور بولیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پہلے آپ کے خیمہ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی مبغوض خیمہ نہ تھا ، لیکن آپ کے خیمہ سے زیادہ کوئی خیمہ میرے نزدیک اب محبوب نہیں ۔

اہلیت اجتماعی کی انتہا یہ کہ فتح مکہ کے دن ام ہانی نے ایک مشرک کو پناہ دی ، حضرت علی نے انہیں قتل کرنا چاہا ، ام ہانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی تو فرمایا :۔

قد أجرنا من أجرت یا ام ہانی ۔ (395)

---

* 394* صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خذی من مالہ بالمعروف ما یکفیک و ولدک ۔

(د) ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثالث عشر ، ص 165 ۔

(س) ۔ ابن عساکر : تاریخ مدینہ دمشق ، ص 453 ۔

(ونقتلن اولادکن) قالت : ربینا ہم صغاراً وتقتلتم ببدر کباراً و أنت و ہم اعلم ۔

(ش) ۔ حقوق النساء فی الاسلام ، ص 11 ۔

(ص) الطبقات الکبری فی النساء ، المجلد الثامن ، ص 9 ۔

(395) الف ۔ ابوداؤد : سنن ، الجزء الثالث ، کتاب الجہاد ، باب فی امان المراۃ حدیث 2763 ۔ ص 84 ۔ ام ہانی بنت ابی طالب أنہا أجارت رجلا من المشرکین یوم الفتح ماتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت لہ ذلک ، فقال (قد أجرنا من اجرت و أمنا من أمنت) ۔

ب ۔ صحیح البخاری ، المجلد الثانی ، الجزء الرابع ، کتاب الجہاد ، باب امان النساء وجوارہن ، ص 122 ۔

ج ۔ حقوق النساء فی الاسلام ، ص 10 ۔

یعنی اے ام ہانی جسے تم نے پناہ دی ہے ، وہ ہماری امان میں ہے ،
کیونکہ المسلمون تتکافاء دماء ہم ویسعٰی بذمتھم ادناہم ۔ (396)

آزادی رائے

حریت نسواں کے سلسلے میں عورت کے ذاتی مسائل مثلاً نکاح ، خلع وغیرہ میں
تو اسکی رائے کی قوت طے شدہ حق تھا ۔

ارشاد نبوی ہے :۔

وعن خنساء بنت خذام الانصاریہ ، ان اُباہا زوجہا وہی ثیب فکرہت
ذلک ، فأتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرد نکاحہا ، اخرج الجماعۃ
الا مسلما ۔ (397)

حضرت خنساء بنت خذام (بیوہ مولئیں) اسکے والد نے کسی سے انکا نکاح
کر دیا ، وہ اس نکاح سے نا خوش تھیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس
آئیں ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کو منسوخ کر دیا ، اس طرح ایک صاحب

---

(396) صحیح البخاری ؛ الجزء الرابع ، کتاب الجہاد ، ص 122 ۔ ذمۃ المسلمین وجوارہم واحدۃ یسعٰی بہا ادناہم ۔

(ب) نیل الاوطار ، المجلد التاسع ، باب تنفیل سریۃ الجیش علیہ و اشترکھما فی الغنائم ۔ حدیث 6 ، ص 191 ۔

(ج) المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ ، الجزء الثانی ، کتاب الدیات ، حدیث 1856 ، ص 131 ۔ (المؤمنون تتکافا دماؤہم و اُموالہم ، و یسعٰی بذمتھم ادناہم ۔

(397) نیل الاوطار ، الجزء السابع ، حدیث 3 ، ص 286 ۔

(ب) ابوداؤد : سنن ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب فی الثیب ، ص 233 ۔ حدیث 2101 ۔

(ج) مسند احمد ، الجزء السادس ، ص 328 ۔ عن خنساء بنت خذام ان اباہا زوجہا وہی کارھۃ ۔

(د) خالد السلفی : مختار البخاری ، کتاب النکاح ، باب اذا تزوج الرجل ابنتہ وہی کارھۃ فنکاحہ مردود ، ص 464 ۔ ان اباہا زوجہا فکرہت فرد نکاحہا ۔

(س) سنن نسائی ، الجزء السادس ، باب الثیب یزوجھا اَبوھا وہی کارھۃ ، ص 86 ۔ عن خنساء بنت خذام ان اباہا زوجہا وہی ثیب فکرہت ذلک فاتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد نکاحہ ۔

(ش) حقوق النساء فی الاسلام ، ص 20 ۔ (ص) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثانی عشر ، ص 223/224

نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک مالدار آدمی سے کر دیا ، لڑکی کو نا پسند تھا ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی :-

ان ابی زوجنی ابن اخیہ یرفع بی خسیسہ ۔ (398)

یعنی میرے والد نے مجھے پھنسا کر اپنی کشائش کا سامان کرنا چاہا ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، اگر تمھیں یہ عقد پسند نہیں تو تو آزاد ہے ۔ بولی :-

قد أجزت ماصنع أبی ولکن أردت ان تعلم النساء ان لیس للآباء من الأمر شئ۔

یعنی میں اس عقد کو قبول کرتی ہوں ، مگر میں نے اس لئے پوچھا تاکہ عورتیں یہ جان لیں ، کہ والدین کو انکی مرضی کے خلاف ان پر کوئی تسلط حاصل نہیں ، بلکہ جو بھی اقدام کیا جائے گا ، انکی رضا اور خوشی کے بعد کیا جائے گا ۔

اسی طرح بریرہ کا مغیث نامی غلام سے نکاح کا معاملہ ہے ، فرمایا :-

یا بریرہ اتقی اللہ فانہ زوجک و ابو ولدک ۔

بریرہ خدا سے ڈرو (اور اسکی محبت و بے قراری کا خیال کر) وہ کل تک تیرا شوہر رہا ہے ، اور اس سے تجھے اولاد بھی ہو چکی ہے ، بریرہ نے دریافت کیا ، یا رسول اللہ و -

اتا مرنی بذالک ۔ کیا آپ مجھے اسکی بیوی بننے کا حکم دے رہے ہیں ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ لا انما أنا شافعٌ ، نہیں میں اسکا کیسے حکم دے سکتا ہوں ، میں تو تم سے سفارش کر رہا ہوں ، اس نے کہا ۔ فلا حاجۃ لی فیہ ، تو مجھے اسکی کوئی ضرورت نہیں (399) ۔

---

397 ض ۔ المنتقی من اخبار المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، حدیث 3462 ، ص 507 ۔

ط ۔ عزالدین بلیق : منہاج الصالحین ، حدیث 631 ، ص 334 ۔

ظ ۔ الطبقات الکبری فی النساء ، المجلد الثامن ، ص 456 ،

خنساء بنت خذام من زوجھا فزوجھا أبوھا وھی کارھۃ فاتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت : یا رسول اللہ ان أبی تعوت علی فزوجنی ولم یشعرنی ، قال : لا نکاح لہ ، أنکحی من شئت ، قال الفضل بن دکین فی حدیثہ : فرد نکاحہ فنکحت ابا لبابۃ بن عبدالمنذر ۔

(398) الف مسند احمد ، الجزء السادس ، ص 136 ۔

ب ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الاوّل ، ابواب النکاح ، باب من زوج ابنتہ وھی کارھۃ ، حدیث 1874 ، ص 602 ، 603 ۔

(399) الف اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ، المجلد الرابع ، ص 411 ، 412 ۔

عن عائشۃ قالت ، کان فی بریرۃ ثلاث سنن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھا الولاء لمن أعتق وکان زوجھا عبداً یقال لہ مغیث فلما عتقت قلت لھا الم تعلمی ان رسول اللہ صلی علیہ وسلم قال انک أملک بأمرک مالم یطأک وما أحب ان تعطی قالت لاحاجۃ لی بہ ۔

* ب ۔ ابوداؤد : سنن ، المجلد الثانی ، کتاب الطلاق ، باب فی المملوکۃ تعتق وھی تحت حر أوعبد ۔ حدیث 2231 ۔ ص 270 ۔ یا رسول اللہ ، اشفع (لی) الیھا ، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بریرۃ اتقی اللہ فانہ زوجک وابوولدک) فقالت :

اس طرح آزادی کے بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کے باوجود اس سے نکاح قبول نہیں کرتی ۔

مشاورت کا حق

عورتوں کو اس قدر حریت فکر سے نوازا گیا ، اور انکی رائے کو اسقدر وقعت دی گئی ، کہ بڑے اہم معاملات میں بھی ان سے مشورہ لیا جاتا ، حضرت حسن بصری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ بیان کرتے ہیں کہ :۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستشیر حتی المرأۃ فتشیر علیہ بالشیء فیاخذبہ ۔ (400)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں سے بھی مشورہ لیا کرتے ، اور انکی صائب رائے قبول بھی فرمایا کرتے تھے ، چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صحابہ شرائط صلح پر افسوس و حیرت کے باعث احرام کھولنے پر آمادہ نہ تھے ، حضرت ام سلمیٰؓ کے مشورہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کھولا تو صحابہ نے بھی پیروی کی ۔ جیسے حدیث میں ہے :۔

یا نبی اللہ اتحب ذلک اخرج ثم لاتکلم أحداً منھم کلمۃ حتی تنحر بدنک وتدعوا حالقک فیحلقک ، فخرج فلم یکلم أحداً منھم حتی فعل ذلک نحر بدنہ ودعا حالقہ فحلقہ فلما رأوا ذلک قاموا فنحروا وجعل بعضھم یحلق بعضاً حتی کاد بعضھم یقتل بعضاً غماً ۔ (401)

---

399 یا رسول اللہ (آ) تامرنی بذلک ؟ قال (لا ، انما أنا شافع) فکان دموعہ تسیل علی خدہ ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعباس (الا تعجب من حب مغیث بریرۃ و بغضھا ایاہ) ۔

ج ۔ صحیح البخاری ، الجزء الثالث ، کتاب الطلاق ، باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زوج بریرۃ ، ص 274 ۔

یا عباس الا تعجب من حب مغیث بریرۃ و من بغض بریرۃ مغیثاً فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، لو راجعتہ قالت : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تامرنی ؟ قال انما أنا أشفع ، قالت لا حاجۃ لی فیہ ۔

(400) الف ۔ ابی محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ : کتاب عیون الأخبار ، المجلد الاول ، باب المشاورۃ والرأی ، ص 27 ۔

ب ۔ ابو بکر احمد بن الحسین ابن علی البیہقی : السنن الکبری ، الجزء العاشر ، کتاب آداب القاضی ، ص 113 ۔ عن ابن سیرین ، قال : ان کان عمر رضی اللہ عنہ لیستشیر فی الأمر حتی ان کان لیستشیر المرأۃ فربما ابصر فی قولھا أو الشیء یستحسنہ فیاخذبہ ۔

(401) صحیح البخاری ، الجزء الثانی ، کتاب الشروط ، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وکتابۃ الشروط ، ص 122 ۔

نماز جنازہ کی موجودہ شکل کو حضرت اسماء بنت عمیس کی رائے کو قبول کیا گیا ۔ (402)

خلفائے راشدین بھی خواتین سے مشورہ لیا کرتے تھے ، ابن سیرین حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں کہتے ہیں :۔

انہ کان یستشیر فی الامر حتی انہ کان لیستشیر المراۃ فربما ابصرفی قولھا او الشیء یستحسنہ فیاخذ بہ ۔ (403)

یعنی فارق اعظم عورتوں سے بھی مشورہ لیتے اور انکی پسندیدہ بات کو قبول فرما لیتے ۔

چنانچہ حضرت شفاء بنت عبداللہ کے تزکرہ میں ابن عبدالبر لکھتے ہیں :۔

کانت من عقلاَء النساء و فضلائھن ... وکان عمرؓ یقدمھا فی الرأی و یرضاھا و یفضلھا ۔ (404)

---

(402) الف ۔ الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 28 ۔

عن ابن عباس ، قال : فاطمۃ اول من جعل لھا النعش ، عملتہ لھا اسماء بنت عمیس ، وکانت قد رأتہ یصنع بأرض الحبشۃ ۔

ب ۔ محمد بن سعد : طبقات کبیر ، مترجم عبداللہ العادی ، 1353ھ ، دارالطبع عثمانیہ ، حیدرآباد ، دکن ، الجزء الاوّل ، ص 21 ۔ پر ملاحظہ فرمایئے :۔

" أبی بن کعب ایک روایت میں کہتے ہیں ، آدم کے سکرات کا وقت آیا ، تو اپنے لڑکوں سے کہا جاؤ اور میرے لئے بہشتی میوے چن لاؤ ۔ لڑکے نکلے تھے ، کہ فرشتے ملے ، پوچھا کہاں چلے ہو ، لڑکوں نے کہا والد نے بھیجا ہے ، کہ ہم انکے لئے بہشتی میوے توڑ لائیں ، فرشتوں نے سمجھایا کہ واپس جاؤ ، کام پورا ہوگیا ، لڑکے فرشتوں کے ساتھ ساتھ واپس چلے ، تاآنکہ آدم کے پاس پہنچے ، حوّا نے جو فرشتوں کو دیکھا ، کھسک کے آدم سے جا لگیں آدم نے کہا ہٹ جا ، تیری ہی جانب سے مجھ پر ابتلا پیش آیا ، مجھ میں اور میرے پروردگار کے فرشتوں میں حکم کردے ، آخر فرشتوں نے آدم کی روح قبض کرکے انھیں غسل دیا ، تکفین کی خوشبو لگائی ، نماز جنازہ پڑھی ، قبر کھودی دفن کیا ، اور پھر کہا فرزندان آدم ، مردوں کے لئے یہی تمہارا طریقہ ہے ، یا ہونا چاہیے "

(403) السنن الکبری ، المجلد العاشر ، کتاب آداب القاضی ، ص 113 ۔

(404) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ، المجلد الخامس ، ص 486 ، 487 ۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفاء بنت عبداللہ کو رائے اور مشورہ میں مقدم رکھا کرتے ۔

حضرت عائشہ صدیقہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہا تھا ، کہ وہ ہم سے مشورہ لیا کرتے تھے ۔ (405)

خصوصی صنفی رعایات

عورت کا احترام

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا ایک بنیادی عنصر عورتوں کا احترام تھا ، عورت جسے مشرق ، مرد کے دامن تقدس کا داغ ، روما گھر کا اثاثہ ، یونان شیطانی تخلیق ، تورات لعنتِ ابدی کا مستحق اور کلیسا باغ انسانیت کا کانٹا تصور کرتا ہے ، اسلام میں نسیم اخلاق کی نکہت اور چہرہ انسانیت کا غازہ قرار پاتی ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے احترام کو اُسوہ اسلامیہ میں شامل فرمایا ، چنانچہ وہ عورت جسے دنیا منبع معصیت اور مجسم پاپ سمجھتی تھی ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی قدر افزائی یوں فرمائی :۔

عن أنس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعل قرۃ عینی فی الصلاۃ ۔ (406)

یعنی عورت سے نفرت اور نفاست سے بیزاری خدا پرستی کی دلیل نہیں ، آدمی عورت سے پسندیدہ تعلقات رکھنے کے باوجود خدا کا محبوب بن سکتا ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو نازک آبگینہ قرار دیا ، ایک سفر میں ازواج مطہرات اونٹنیوں پر سوار تھیں ، شتربان سے فرمایا :۔

یا أنجشۃ رویدک سوقاً بالقواریر ۔ (407) اے اُنجشہ ! دیکھنا یہ آبگینے ہیں ۔

---

(405) سعید احمد انصاری ، سیر الصحابیات ، ص 10 ۔

(406) سنن نسائی ، المجلد الرابع ، الجزء السابع ، کتاب عشرۃ النساء ، باب حب النساء ، ص 61 ۔

(407) ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم : الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم ، الجزء السابع ، کتاب الفضائل ، باب فی رحمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للنساء و امر السواق مطایا ہن ۔ ، ص 78 ۔

ب ۔ مشکوٰۃ المصابیح ، باب البیان و الشعر الفصل الثالث ، ص 410 ۔
رُوَیدک یا أنجشۃ لا تکسر القواریر ۔

عورتوں کا احترام اور تقدس اس قدر ملحوظ تھا ، کہ آپ صلی اللہ علی وآلہ وسلم نے لوگوں کو راستہ میں بیٹھنے سے منع فرمایا کہ : -

ایا کم و الجلوس فی الطـرقات - صحابہ نے عرض کیا ما بدلنا من مجالسنا بد ، نتحدث فیھا کہ آتا ! گفتگو کے لئے ایسا نا گزیر ہے ، تو پھر فرمایا ، فاذا ابیتم الا المجلس فا عطوا الطریق حقه ، قالوا و ما حق الطریق ، قال رسول اللہ غـض البصر و کف الأ ذی ، و رد السلام ، و الامر بالمعروف ، والنھی عن المنکر - (408)

یعنی اگر تمھیں بیٹھنا ہی پڑے تو پھر راستے کے حقوق کا خیال کرو ، جو یہ ہیں ، غض بصر ، اذیت رسانی سے اجتناب ، سلام کا جواب دینا ، اور نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا ، ظاہر ہے ، کہ یہ تمام کام عورتوں کے احترام سے بھی متعلق ہیں ، کہ عورتیں امام بخاری کی تصریح کے مطابق مردوں کو (راستوں میں) سلام کیا کرتی تھیں - اور غض بصر یعنی نگاہیں نیچی رکھنا اور ذرہ برابر اذیت رسانی سے بھی اجتناب احترام نسواں کی انتہا ہے -

" علمی مساوات "

ہندوؤں میں ویدوں کی تعلیم کا دروازہ عورت کے لئے بند تھا ، بدھ مت میں عورت سے تعلق رکھنے والے کیلئے نروان کی کوئی صورت نہ تھی ، مسیحیت اور یہودیت

---

407 ج - عبدالمتعال محمد الجبری : المراۃ فی التصور الاسلامی ، ص 149
حقوق الزوجیه ، یا أنجشه رفقا ، بالقواریر -
د - احمد محمد اقبال : وتساؤنا ونساءھم ، ص 15 -
س - الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 430 -
یا انجشه رویدک سوقک بالقواریر -

(408) الف - ابوداؤد : سنن ، الجزء الرابع ، کتاب الادب ، باب فی الجلوس فی الطرقات ، حدیث 4815 ، ص 256 -
ب - اعلام الموقعین ، المجلد الرابع ، ص 412 ، 413 -
ونہا ھم عن الجلوس بالطرقات الا بحقہا ، فسئل حق الطریق ، فقال (غض البصر ، و کف الأذی ، ورد السلام ، والامر بالمعروف ، والنھی عن المنکر) -
ج - محمد بن سعد الشویعر : حمایة الاسلام للمراۃ ، ص 73 -
امراۃ تمشی وسط الطریق ، فیأمرھا باعطاء الطریق حقه وأن توسعه للرجال ، فتقول : الطریق واسع ، وبادب النبوۃ الذی علمه ایاہ ربه یقول لأصحابه -

کی نگاہ میں عورت ہی انسانی گناہ کی بانی مبانی اور ذمہ دار تھی ۔ یونان میں
گھر والیوں کے لئے علم نہ تھا ۔ ۔۔۔۔۔ روم اور ایران اور چین اور مصر اور تہذیب انسانی
کے دوسرے مرکزوں کا حال بھی قریب قریب ایسا ہی تھا ۔ (409) مگر اس کے برعکس مذہب
اسلام نے عورتوں کی تعلیم کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصی توجہ فرمائی ،
اور اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا :-

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ ۔ (410)

لونڈیوں تک کو تعلیم دینا آپ نے باعث ثواب قرار دیا ۔ (411) چنانچہ اس
سلسلہ میں تمام معاشرتی سہولتیں باہم پہنچائیں ، جمعہ و عیدین کے خطبات کے علاوہ کئی
مرتبہ نماز کے بعد انہیں احکام کی تعلیم دینے کے لئے تشریف لے جاتے ، یا کسی نمائندے
کو بھیجتے ، جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو بھیجا تھا ، بعد میں
آپ نے عورتوں کے مطالبہ پر ہفتہ میں ایک دن انکی تعلیم کے لئے مختص فرما دیا تھا ،

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ :-

قالت : النساء للنبی صلی اللہ علیہ وسلم غلبنا علیک الرجال فا جعل لنا یوماً
من نفسک فوعدھن یوماً لقیھن فیہ فوعظھن و اُمر ھن ۔ (412)

والدین اور شوہروں کو عورتوں کی حسن تعلیم و تربیت کی تلقین فرمائی :-

تعلموھن و علموھن نساء کم ۔ (413)

علموا النساء سورۃ النور ۔ (414)

---

(409) پردہ ؛ ص 250 ۔

(410) الف ۔ سالم البنہساوی : مکان المراۃ بین الاسلام والقوانین العالمیۃ ؛ ص 94 ۔
ب ۔ حقوق النساء فی الاسلام ؛ باب حقوق النساء فی التعلیم ؛ ص 15 ۔
ج ۔ محمد قطب : شبہات حول الاسلام ؛ مترجم محمد سلیم کیانی ،
اسلام اور جدید ذہن کے شبہات ؛ ص 181 ۔

(411) ابو داؤد : سنن ؛ الجزء الاوّل ، کتاب الصلاۃ ، باب ماجاء فی خروج
النساء الی المسجد ، حدیث 565 ، ص 155 ۔
لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ، ولکن لیخرجن وھن تفلات ۔

(412) صحیح البخاری ؛ الجزء الاوّل ، کتاب العلم ، باب ھل یجعل للنساء یوم علی حدۃ
فی العلم ۔ ، ص 30 ۔
ب ۔ احمد خیرت : مرکز المراۃ فی الاسلام ؛ ص 64 ۔
ج ۔ المراۃ فی عالمی العرب والاسلام ؛ الجزء السادس ، ص 30 ۔

(413) سنن دارمی ؛ الجزء الثانی ، ص 324 ۔

(414) ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم : المستدرک ؛ الجزء الثانی ، ص 396 ۔
النساء و علموھن المغزل و سورۃ النور ۔

ارشاد نبوی ہے :-

قال لا یکون لاحد ثم ثلاث بنات اوثلاث اخوات فیحسن الیھن الا دخل الجنته -(415)

اسی طرح ایک عورت کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مفلس شخص سے قرآن کریم کی چند سورتوں کی تعلیم کو مہر ٹھہرا کر کر دیا -

ارشاد نبوی ہے :-

ھل معک من القرآن شیء ؟ قال : نعم سورۃ کذا و سورۃ کذا لسور یسمیھا ، فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد زوجتکھا بما معک من القرآن ، متفق علیہ ۔ (416)

امہات المومنین کو ہدایت فرمائی کہ وہ ہر بات عورتوں کو سکھائیں ، اور مسلمانوں سے کہا کہ انہیں نصف تعلیم کیلئے ، حضرت عائشہؓ پر بھروسہ کرنا چاہیے -

ارشاد نبوی ہے :-

وقال الزھری : لو جمع علم عائشۃ إلی علم جمیع اُمھات المومنین ، وعلم جمیع النساء لکان علم عائشۃ افضل - (417)

وقال ابو بردۃ بن ابی موسیٰ ، عن اُبیہ : ما اَشکل علینا اُمر فسالنا عنہ عائشۃ الا وجدنا عندھا فیہ علما - (418)

---

(415) جامع الترمذی ، الجزء الثانی ، کتاب البرو الصلہ ، باب ماجاء فی نفقۃ و النفقات علی البنات ، ص 13 -

(416) الف - نیل الاوطار ، الجزء السابع ، باب جعل تعلیم القرآن صداقا ، ص 355 -

ب - اعلام الموقعین ، الجزء الرابع فصل فتاوی امام المفتین صلی اللہ علیہ وسلم فی الزواج ، ص 341 - مامعک من القرآن ؟ قال : معی سورۃ کذا و سورۃ کذا قال : (تقرؤھن عن ظھر قلبک)؟ قال : نعم ، قال : (اذھب فقد ملکتکھا بما معک من القرآن ۔

ج - سنن نسائی ، الجزء السادس ، باب الکلام الذی ینعقد بہ النکاح ، ص 92 - ھل معک من القرآن شیء قال نعم معی سورۃ کذا و سورۃ کذا قال : قد انکحتکھا علی ما معک من القرآن -

د - صحیح البخاری ، المجلد الثالث ، الجزء السابع ، کتاب النکاح ، باب تزویج المعسر ، ص 8 ، 9 - ماذا معک من القرآن معی سورۃ کذا و سورۃ کذا عددھا فقال تقرؤھن عن ظھر قلبک قال نعم قال اذھب فقد ملکتکھا بما معک من القرآن -

(417) اعلام النساء ، المجلد الثالث ، ص 105 -

(418) الف - الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثالث عشر ، ص 40 -

ب - جامع الترمذی ، المجلد الثانی ، ابواب مناقب ، باب فضل عائشۃ ، عن ابی موسیٰ قال ما أشکل علینا أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسألنا عائشۃ الا وجدنا عندھا منہ علما -

بلاذری نے لکھا ہے ، کہ ابتدائی دور اسلام میں پانچ خواتین لکھنا پڑھنا جانتی تھیں ، حفصہؓ بنت عمر ، ام کلثومؓ بنت عقبہ ، عائشہؓ بنت سعد ، مریمؓ بنت مقداد اور شفاءؓ بنت عبداللہ ، حضرت عائشہؓ اور ام سلمیٰؓ پڑھ سکتی تھیں ، انہیں لکھنا نہیں آتا تھا ۔ (419)

ارشاد نبوی ہے :-

وروی ان الشفاء بنت عبداللہ العدویہ (من قبیلۃ بنی عدی رھط عمر بن الخطاب) طلب الیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن تعلم زوجہ اُم المومنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب تحسین الخط و تزین الکتاب ۔ (420)

حضرت حفصہؓ حضرت شفاءؓ سے کتابت سکھتی تھیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاءؓ سے کہا کہ انہیں خوشخطی بھی سکھاؤ ، اس ساری کوشش و توجہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ کل تک جو عورت علم و ادب سے قطعاً نا بلد تھی ، آج اسکی حویا اور نگہبان و محافظ بن گئی ۔

اسلام نے حصول علم میں مرد و عورت کو مساوی قرار دیا ہے ، یہی وجہ ہے ، کہ صف الرجال حدیث ، فقہ ، تفسیر ، علم اسرار دین ، انساب ، سیاسیات ، طب وغیرہ کے شناسا موجود تھے ، تو خواتین کی صفوں میں بھی ، ایسے گوہرہائے گرانمایہ کی کمی نہ تھی ، چنانچہ حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ ، ام سلمیٰؓ ، ام ورقہؓ نے پورا قرآن مجید حفظ کیا تھا ۔ (421) ھندؓ بنت اسید ام ھشامؓ بنت حارثہ ، رائطہؓ بنت حیان اور ام سعدؓ قرآن مجید کا درس بھی دیتی تھیں ۔ (422) تفسیر میں حضرت عائشہؓ کو خاص کمال تھا ، چنانچہ حضرت عائشہؓ سے صدہا خواتین نے تعلیم حاصل کی ، آپ رضی اللہ تعالی عنہ انصاری عورتوں کی تعریف میں کہتی ہیں -

نعم النسۃ نساء الأنصار لم یمنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین ۔ (423)

---

(419) سیر الصحابیات ، ص 12 ۔

(420) الف ۔ عبدالمتعال محمد الجبری : المرأۃ فی التصور الاسلامی ، ص 55 ۔

ب ۔ حقوق النساء فی الاسلام ، باب حقوق النساء فی التعلیم و التادیب ، ص 14 ۔

ج ۔ اعلام النساء ، المجلد الثانی ، ص 300 ، 301 ۔

الشفاء بنت عبداللہ بن عبد شمس بن خلف القرشیۃ : صحابیۃ جلیلۃ ذات عقل و فضل و جودۃ رای ، ۰۰۰۰ وقال : لعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علمی حفصہ رقیۃ النمل کما علمتھا الکتابۃ ۔

(421) سیر الصحابیات ، ص 11 ۔

(422) اسد الغابۃ ، المجلد الخامس ، ص 587 ۔

(423) الف ۔ صحیح البخاری ، الجزء الاوّل ، کتاب العلم ، باب الحیاء فی العلم ، ص 44 ۔

ب ۔ مکان المرأۃ بین الاسلام و القوانین العالمیۃ ، ص 98 ۔

ج ۔ المرأۃ فی التصور الاسلامی ، ص 64 ۔

بعض انصار کی عورتیں بہت ہی اچھی ہیں، کہ دین کا فہم حاصل کرنے میں حیا دان کے آڑے نہیں آتی۔ عموماً صحابہ کرام اپنی اولاد کو خود تعلیم دیتے، عورتوں کے لئے گھر پر تعلیم کا انتظام ہوتا، حضرت فاطمۃ الزہرؓا کے کاشانہ مبارک میں بہت سی بچیاں قرآن کریم پڑھا کرتی تھیں، عورتیں اسلامی تعلیمات کا اسقدر گہرائی سے مطالعہ کرتیں کہ بقول حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا :۔

کانت تنزل علینا الایۃ فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نتحفظ حلالھا و حرامھا وأمرھا ، و زاجرھا ولا نحفظھا ۔ (424)

یعنی جو بھی آیت نازل ہوتی ہم اسکے احکام حلت و حرمت و وعید اچھی طرح سے یاد کرلیتے، ام سلمیٰ کی کنیز الحسن عورتوں کو باقاعدہ وعظ و تبلیغ کیا کرتی تھیں، علم و تعلیم کے انہیں بے پناہ مواقع اور معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجیہات کا نتیجہ تھا، کہ تمام اسلامی علوم و فنون مثلاً تفسیر ، حدیث، فقہ و فتاویٰ سیر ، علم اسرار ، خطابت ، شاعری ، اور طب و جراحی وغیرہ میں بے شمار صحابیات نے کمال حاصل کیا اور شہرت پائی، جنکی تفصیل حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی تصنیف " الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ " میں اسلام کے قرون اولیٰ کی پندرہ سو تینتالیس محدث خواتین کے سوانح حیات جمع کئے ہیں ۔ (425)

محمد رضا کحالہ فرماتے ہیں :۔

والذین حفظت عنھم الفتوی من اصحاب رسول مائۃ ونیف و ثلاثون نفساً ما بین رجل و امراۃ وکان المکثرون منھم سبعۃ ۔ (426)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں جن لوگوں کے فتوی موجود ہیں، انکی تعداد ایک سو تیس سے کچھ زائد ہے، ان میں مرد بھی ہیں، اور عورتیں بھی ہیں، آپ کی روایات کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہیں ۔

مواقع عمل

اسلامی معاشرہ کے دور اول میں خواتین کی ساری صلاحتیں اور کوششیں صرف علم و فکر کے میدان تک محدود نہ تھیں، بلکہ انہیں احکام شرعیہ کے مناسب اعمال سر انجام دینے

---

(424) اعلام النساء ، المجلد الثالث ، ص 106 ۔

(425) محمد طفیل : نقوش رسول نمبر ، 1983ء ، ادارہ فروغ اردو، لاہور ، جلد چہارم ، ص 109 ۔

(426) الف ۔ اعلام النساء ، المجلد الثالث ، ص 106 ۔
ب ۔ اعلام الموقعین ، المجلد الاول ، ص 12 ۔

اور کسب رزق کے بھرپور مواقع میسر تھے۔

ذیل میں چند اجمالی اشارات پر اکتفاء کیا جاتا ہے:۔

خیاطت

حضرت فاطمہ بنت شیبہ وغیرہ کے تذکروں سے پتہ چلتا ہے ، کہ انصار کی عام عورتیں سلائی کا کام کرتی تھیں ۔ (427)

فلاحت۔کاشتکاری

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں خواتین کھیتی باڑی کا کام بھی کرتی تھیں ، مگر یہ تمام صحابیات کا مشغلہ نہ تھا ، بلکہ سرسبز مقامات کے باشندوں کے ساتھ مخصوص تھا ، مدینہ منورہ میں انصار کی تمام عورتیں کاشتکاری کرتیں ، اور خاصکر سبزیاں بوتی تھیں ۔

حدیث میں آتا ہے :۔

سہل بن سعد قال : کانت فینا امراۃ تجعل علی اربعاً فی مزرعۃ لھا سلقاً ۔(428)

سہل بن سعد ایک خاتون کا ذکر کرتے ہیں ، جو اپنی کھیتی میں پانی کی نالیوں کے اطراف چقندر کاشت کیا کرتی اور جمعہ کے دن سہل اور دیگر صحابہ کو چقندر اور آٹے سے تیار کردہ حلوا کھلاتی تھیں ۔

حضرت اسماءؓ بنت ابو بکر گھر کا کام کاج بھی کرتی تھیں ، اور اپنے کھیتوں سے گھوڑے کا چارہ اور کھجور کی گٹھلیاں سر پر اٹھا کر لایا کرتی تھیں ، جیسے کہ حدیث سے وضاحت ہوتی ہے :۔

عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما قالت تزوجنی الزبیر وما لہ فی الارض من مال ولا مملوک ولا شیء غیر ناضح وغیر فرسہ ، فکنت أعلف فرسہٗ واستقی الماء وأخرز غربہ واعجن ، ولم اکن أُحسن أخبز ، وکان یخبز جارات لی من الانصار ،

---

(427) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثالث عشر ، ص 81 ۔ (حاشیہ)

(428) صحیح البخاری ، الجزء الثانی ، کتاب الجمعۃ ، باب قول اللہ تعالی " فاذا قضیت الصلاۃ فانتشر وا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ " ص 167 ۔ عن سھل قال : کانت فینا امراۃ تجعل علی اربعا فی مزرعۃ لھا سلقاً ، فکانت اذا کان یوم جمعۃ تنزع اصول السلق فتجعلہ فی قدر ثم تجعل علیہ قبضۃ من شعیر تطحنھا فیکون اصول السلق عرقہ وکنا ننصرف من صلاۃ الجمعۃ فنسلم علیھا فتقرب ذلک الطعام الینا فنلعقہ وکنا نتمنی یوم الجمعۃ لطعامھا ذلک ۔

وكن نسوة صدق وكنت أنقل النوى من أرض الزبير التي أقطعه رسول الله صلى الله عليه وسلم على رأسي وهي مني على ثلثي فرسخ ، فجئت يوماً والنوى على رأسي ، فلقيتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه نفرٌ من الأنصار ، فدعاني ثم قال اخ اخ ليحملني خلفهُ ، فاستحييت ان اسير مع الرجال ، وذكرت الزبير وغيرته وكان أغير الناس ، فعرف رسول الله صلى الله عليه وسلم اني قد أستحييت فمضى فجئتُ الزبير فقلت لقيني رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى راسي النّوى ، ومعه نفرمن أصحابه ، فأناخ لأركبُ ، فاستحييت منه وعرفت غيرتك ، فقال والله لحملك النوى كان أشد عليّ ، من ركوبك معه قالت حتى ارسل إليّ ابوبكر بعد ذلك بخادم يكفيني سياسة الفرس فكأنما اعتقني ۔ (429)

حضرت ابو بکر کی صاحبزادی حضرت اسماء اپنا ابتدائی حال بیان کرتی ہیں ، کہ حضرت زبیر سے میرا بیاہ ہو چکا تھا ، لیکن ان کے پاس ایک پانی لا دنے والے اونٹ اور گھوڑے کے سوا نہ کسی قسم کا کوئی مال تھا ، نہ خادم اور نہ کوئی دوسری چیز میں خود ہی انکے گھوڑے کو چارہ دیتی پانی پلاتی ، اور انکا ڈھول بھرتی ، گھر کا کام کاج بھی خود کرتی ، خود ہی آٹا گوندتی ، اور روٹی پکاتی روٹی اچھی نہ پکا سکتی تھی ، پڑوس میں انصار کی کچھ عورتیں تھیں ، جو اپنی دوستی میں بڑی مخلص ثابت ہوئیں ، وہ میری روٹی پکا دیا کرتی تھیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو میرے مکان سے دو میل کے فاصلے پر ایک زمین کاشت کرنے اور فائدہ اٹھانے کیلئے دے رکھی تھی ، میں اس زمین سے کھجور کی گٹھلیاں لایا کرتی تھی ، ایک دن میں اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیوں کی ٹوکری لا رہی تھی ، کہ راستے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا تاکہ اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لیں ، لیکن چونکہ آپ کے ساتھ انصار کے بعض افراد بھی تھے ، اسلئے مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم محسوس ہوئی ، ، ، ، ، ، ، چنانچہ میں پس وپیش کرنے لگی تو حضور بھانپ گئے ، اور آگے بڑھ گئے ۔

حضرت اسماء کی حدیث مکمل طور پر اس کی وضاحت کرتی ہے ، کہ عورت کن صورتوں میں گھر کے علاوہ دوسری سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے ، حضرت اسماء

---

(429) الف ۔ صحیح البخاری ، المجلد الثالث ، الجزء السابع ، کتاب النکاح ، باب الغیرۃ ، ص 45 ، 46 ۔

ب ۔ الطبقات الکبری ، الجزء الثامن ، ص 250 ، 251 ۔

ج ۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثانی عشر ، ص 114 ۔

مکمل طور پر گھر کی ذمہ داری سنبھالتی تھیں ، اور اس ذمہ داری کے ساتھ کھیت میں کام بھی کرتی تھیں ، یہی وہ تصور ہے ، جو اسلام نے ہمیں دیا ہے ، کہ عورت اگر گھریلو ذمہ داریوں کے باوجود بھی کام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے ، تو اسلام اسے منع نہیں کرتا ، کہ وہ اپنے لئے یا اپنے بچوں کے لئے روزی کما سکے ، اسکی وضاحت حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی عصمت و حرفت سے واقف تھیں ، اسکے ذریعے اپنے اور اپنے خاوند اور بچوں کے اخراجات بھی پورے کرتی تھیں ۔

علقمہ نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے :-

عن عبداللہ ان زینب الانصاریہ امراۃ ابن مسعود و زینب الثقفیہ امراۃ ابی مسعود آتتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسألانہ عن النفقعلی ازواجھما ۔ فقال : لھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم لکما اجران اجرالصدقۃ و اجر القرابۃ ۔ (430)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ابن سعد نے ذکر کیا ہے :-

" خولہ بنت ثعلبہ " سے انکے شوہر نے ایک مرتبہ غیر ارادی طور پر کہہ دیا کہ آج سے تمہاری حیثیت میری ماں کی سی ہے ، چنانچہ ہم دونوں مسئلہ دریافت کرنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ، چونکہ اسوقت تک اس مسئلہ میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا ، اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوہر کو حکم دیا ، کہ اجازت ملنے تک تم اپنی بیوی سے الگ رہو ، بیوی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : مالہٗ من شیء وما ینفق علیہ الّا أنا ۔ (431) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تو خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے ، میں ہی ان پر خرچ کرتی ہوں ، پھر وہ مجھ سے الگ رہ کر کس طرح زندگی گزار سکتے ہیں ، اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ کی خالہ کو طلاق ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کھیتوں میں جانے اور کھجوروں کے درخت کاٹنے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا :-

أخرجی فجدّی نخلک لعلک ان تصدقی منہ اوتفعلی خیرا ۔ (432)

---

(430) الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الرابع ، ص 319 ۔

(431) الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 378 ۔

(432) ابوداؤد : سنن ، المجلد الثانی ، کتاب الطلاق ، باب فی المبتوتۃ تخرج بالنہار ، ص 289 ، حدیث 2297 ، عن جابر ، قال : طلقت خالتی ثلاثاً فخرجت تجد نخلاً لھا ، فلقیھا رجل ، فنھاھا ، فاتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ذلک لہ ، فقال لھا " اخرجی فجدی نخلک لعلک ان تصدقی منہ اوتفعلی خیرا " ۔

اسی طرح حضرت سودہ طائف کی کھالیں درست کرتی اور انکو دباغت دیتی تھیں ، ان صنعتوں کے علاوہ صحابیات اور کام بھی کرتی تھیں ۔ (433)

تجـــــــارت

صحابیات میں بعض عورتیں تجارت بھی کرتی تھیں ، حضرت خدیجۃالکبری رضی اللہ تعالی عنہا کی تجارت شام سے نہایت وسیع پیمانہ پر تھی ، قیلہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی :۔

إني امرأة أبيع وأشتري ۔ (434) میں ایک ایسی عورت ہوں ، جو مختلف چیزوں کو بیچتی بھی ہوں ، اور خریدتی بھی ہوں ۔

اسی طرح خولہ رضی اللہ تعالی عنہا ملیکہؓ ، ثقفیہؓ ، اور ام ورقہؓ وغیرہ عطریات کی تجارت کرتی تھیں ۔ اسماء بنت مخرمہؓ حضرت عمر فاروق کے دور میں عطر کا کاروبار کرتی تھیں ۔

ابن سعد فرماتے ہیں :۔

وكان ابنها عبد الله بن ابی ربیعہ یبعث الیہا بعطر من الیمن وكانت تبیعه الی الأعطیة ، فكنا نشتری منها ۔ (435)

اسی طرح عمرہ بنت الطبیخ فرماتی ہیں :۔

انطلقت مع جاریة لنا الی السوق فاشترینا حریثة فی زبیل قد خرج راسها ، و ذنبها من الزبیل ، فمر علی فقال : بكم هذه ؟ ان هذا لكثیر طیب یشبع منه العیال ۔ (436)

میں نے ایک مرتبہ اپنی کنیز کے ساتھ ، بازار جا کر مچھلی خریدی حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے دیکھی تو مچھلی کی تعریف کی ، انکے علاوہ حضرت کریمہؓ اور دیگر صحابیات بھی سوداگری کرتی تھیں ۔

---

(433) اسد الغابہ ، المجلد الخامس ، ص 485 ۔

(434) الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 311 ۔

(435) الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 300 ۔

ب ۔ الاصابة فی تمیز الصحابة ، الجزء الثانی عشر ، ص 118 ، 119 ۔
وكان ابنها عیاش بن عبد الله بن ابی ربیعة یبعث الیها من الیمن بعطر ، فكانت تبیعه الی الأعطیة ۔

ج ۔ اعلام النساء ، الجزء الاول ، ص 64 ۔ وكانت عطارة یأتیها العطر من الیمن وكانت تبیع العطر بالمدینة ۔ (د) كتاب الاغانی ، الجزء الاول ، ص 65 ، كانت اسماء بنت مخرمة تبیع العطر بالمدینة ۔

(436) الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 488 ۔

طبابت و جــــراحت

طب اور جراحت میں رفیدہؓ ، اسلمیہؓ ، ام سطاعؓ ، ام کبشہؓ ، حمنہؓ بنت حجــش ، معاذہؓ لیلی امیمہؓ ام زیاد ، ربیعؓ بنت معوذ ، ام عطیہؓ ، ام سلیم ، کو زیادہ مہارت حاصل ہے ، یہ جنگ دامن میں مریضوں کا علاج اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں ، ارشاد نبوی ہے :-

(رفیدہ) الانصاریہ او الاسلمیہ .... فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجعلوہ فی خیمۃ رفیدۃ التی فی المسجد ، حتی أعودہ من قریب ، وکانت امرأۃ تداوی الجرحی ، و تحتسب بنفسہا علی خدمۃ من کانت بہ ضیعۃ من المسلمین ۔ (437)

چنانچہ تاریخ کا مسلمہ فیصلہ ہے ، کہ خنساء سعدی رضی اللہ تعالی عنہا ، صفیہؓ ، عاتکہؓ ، امامہؓ ، ہندؓ بن حارث ، زینبؓ، ہندؓ بنت اثاثۃ أم ایمنؓ ، قتیلہؓ ، قسیلہؓ ، کبشہؓ ، میمونہؓ ، بسویہؓ ، نعمؓ ، رقیہؓ ، اروئؓ ، زینبؓ بنت عوام جیسی شاعرہ اب کسی قوم میں پیدا نہیں ہوتی ۔ (438)

---

(437) الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثانی عشر ، ص 255 ۔

ب ۔ محمد فواد الباقی : الادب المفرد ، باب 529 ، کیف اصبحت ، حدیث 1129 ، ص 289 ۔

(438) الف ۔ اعلام النساء ، المجلد الاول ، ص 360 ۔ الخنساء بنت عمرو بن الحارث بن 1 الشرید ۔ شاعرۃ مشہورۃ و صحابیۃ جلیلۃ قدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع قومہا من بنی سلیم ۔

2 ۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ، المجلد الخامس ، ص 441 ۔ خنساء بنت عمرو بن الشرید .... السلمیۃ الشاعرۃ ۔

ب ۔ اعلام النساء ، الجزء الثانی ، ص 190 ۔ سعدی بنت الشمردل الجہنیۃ : شاعرۃ من شواعر العرب فی الجاہلیۃ ۔

ج ۔ اعلام النساء ، الجزء الثانی ، ص 337 ۔ صفیہ بنت خالد ..... شاعرۃ من 1 ۔ شواعر العرب فی الجاہلیۃ ۔

2 ۔ ایضاً ایضاً ص 340 ۔ صفیہ بنت عبداللہ ...... الربعی ادیبۃ ، شاعرۃ ، موصوفۃ بحسن الخط ۔

د ۔ اعلام النساء ، الجزء الثالث ، ص 210 ۔ عاتکہ بنت محمد .... شاعرۃ فصیحۃ ، مدحت عضد الدولۃ ببغداد ۔

س ۔ ایضاً ، الجزء الاول ، ص 74 ۔ امامہ بنت الحارث ..... من ربات الفصاحۃ والبلاغۃ والرای ، والعقل ۔

ش ۔ ایضاً ، الجزء الخامس ، ص 228 ۔ ہند بنت الحارث بن عبدالمطلب .. .... شاعرۃ من شواعر العرب ۔

ملی خدمات کے مواقع

اسلامی معاشرہ کے دور اوّل میں عورتوں کو دینی اور ملی خدمات اور اجتماعی رفاہ و بہبود کے کاموں کے بھی بے پناہ مواقع میسر تھے، اور وہ ان مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتی تھیں، جس کی ایک مختصر سی جھلک ذیل میں پیش ہے

اشاعت اسلام

دینی و ملی خدمات میں اسلام کی دعوت و تبلیغ سب سے اہم ہے، اور اس میں ابتدائے اسلام ہی سے صحابیات کی مساعی جمیلہ کا کافی حصہ شامل ہے، چنانچہ

438

ص ۔ اعلام النساء ، الجزء الثانی ، ص 112 ۔ زینب بنت محمد ۰۰۰۰ عالمہ فاضلہ و ادیبہ شاعرہ ذات دین و صلاح ولدت فی دمشق فی ذی القعدہ سنۃ 916ھ

ض ۔ 1 ۔ ایضاً ، الجزء الخامس ، ص 239 ۔ هند بنت عتبہ بن ربیعہ ۰۰۰۰ من ربات الحسن و الجمال والرای و العقل والفصاحہ و البلاغہ والادب والشعر ۔

2 ۔ ایضاً ، ایضاً ، ص 216 ۔ هند بنت اثاثہ بن عباد بن المطلب ۰۰۰۰ شاعرہ من شواعر العرب ۔

ط ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الرابع ، ص 432 ، (بیروت)

ظ ۔ اعلام النساء ، الجزء الرابع ، ص 189 ۔ قتیلہ بنت الحارث ۰۰۰۰ شاعرہ من شواعر العرب ۔

ع ۔ ایضاً ، ایضاً ، ص 226 ۔ قیلہ بنت مخرمہ ۰۰۰۰۰۰۰۰۰ من الفصاحہ والبلاغہ ۔

غ ۔ ایضاً ، ایضاً ، ص 234 ۔ کبشہ بنت معد یکرب ۰۰۰۰۰۰۰ شاعرہ من شواعر العرب ۔

ف ۔ ایضاً ، الجزء الخامس ، ص 141 ۔ میمونہ بنت عبداللہ ۰۰۰۰۰ شاعرہ من شواعر العرب ۔

ق ۔ ایضاً ، الجزء الاوّل ، ص 157 ۔ بوبہ ۰۰۰۰۰۰۰ مغنیہ ادیبہ من مغنیات الدولۃ الامویہ ۔

ل ۔ ایضاً ، الجزء الخامس ، ص 179 ۔ نعم بنت حسان ۰۰۰۰۰۰ شاعرہ من شواعر العرب ۔

م ۔ ایضاً ، الجزء الاوّل ، ص 454 ۔ رقیقہ بنت عبدالمطلب ۰۰۰ شاعرہ من شواعر العرب ۔

فاروق اعظم کا ایمان فاطمہؓ بنت خطاب ہی کی تحریک و تاثیر کا مرہون منت تھا ۔ (439)

حضرت ام شریکؓ مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو اسلام کی دعوت دیا کرتی تھیں ، قریش کو معلوم ہوا ، تو ان کو مکہ سے نکال دیا ، جیسے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں :-

وقع فی قلب ام شریک الاسلام وھی بمکۃ وھی احدی نساء قریش ثم احدی بنی عامر بن لوی و کانت تحت ابی العسکر الدوسی فاسلمت ثم جعلت تدخل علی نساء قریش سرافتدعو ھن و ترغبھن فی الاسلام حتی ظھر امرھا لاھل مکۃ فاخذوھا ۔ (440)

اسی طرح ام حکیمؓ بنت الحارث کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی ، وہ خود تو فتح مکہ کے دن اسلام لائیں مگر انکے شوہر بھاگ کر یمن چلے گئے ، حضرت ام حکیمؓ نے یمن کا طویل سفر کرکے انہیں دعوت اسلام دی ۔ تو وہ مسلمان ہو کر بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے ۔ (441)

438
ن ۔ اعلام النساء ، الجزء الاوّل ، ص 32 ۔ اروی بنت الحباب ،،،،، شاعرۃ من شواعر العرب ۔

و ۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ، الجزء الخامس ، ص 469 ۔
زینب بنت العوام ،،،،، اخت الزبیر وھی ام عبداللہ ،،،،، اسلمت وبقیت الی ان قتل ابنھا یوم الجمل فقالت عرثیۃ و ترثی الزبیر اخاھا ۔

(439) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثالث عشر ، ص 80 ۔
(فاطمۃ) بنت الخطاب ، بن نفیل القرشیۃ العدویۃ ، اخت عمر ، وتقدم نسبھا فی ترجمۃ اخیھا ، اسلمت قدیما مع زوجھا ،،،،،، وقال : ابو عمر : خبرھا فی الاسلام ،،،،، قال : سالت عمر عن اسلامہ ، قال : خرجت بعد اسلام حمزۃ بثلاثۃ ایام ، فاذا فلان بن فلان المخزومی ، فقلت لہ : أرغبت عن دین ابائک الی دین محمد ؟ قال : قد فعل ذلک من ھو اعظم علیک حقاً منی ، قال قلت و من ھو ؟ قال : اختک وختنک ؛ قال فانطلقت ، فوجدت الباب مغلقاً ، وسمعت ھمھمۃ ، قال ؛ ففتح لی الباب ، فدخلت فقلت : ماھذا الذی اسمع ؟ قال : ماسمعت شیأً ، فما زال الکلام بیننا حتی اخذت براسھا ، فقالت : قد کان ذلک علی رغم انفک ، قال : فاستحییت حین رایت الدم ، و قلت : ارونی الکتاب ، فذکر القصۃ بطولھا ۔

(440) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، القسم الاوّل ، ص 466 ۔ (بیروت)

(441) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثالث عشر ، ص 197 ۔ (ام حکیم) بنت الحارث ،،،،،، زوج عکرمۃ بن ابی جہل قال ابو عمر : حضرت یوم احد وھی کافرۃ ثم اسلمت فی الفتح ، وکان زوجھا فرّ الی الیمن ، فتوجھت الیہ باذن النبی صلی اللہ

حضرت ابو طلحہ نے حالت کفر میں حضرت ام سلیمؓ سے نکاح کرنا چاہا ، حدیث میں آتا ہے :-

ابو طلحۃؓ ام سلیمؓ فأبت ان تتزوجہ حتی یسلم ، وکان مشرکا ، وقالت : اذا اسلم فھو صداقی ، فأسلم فکان صداقھا إسلامہ - (442)

تو ام سلیم نے کہا کہ اسلام قبول کر لو تو وہی میرا مہر ہوگا ، ورنہ غیر مسلم سے میرا نکاح کیونکر ہو سکتا ہے ، وہ مسلمان ہوگئے -

ارشاد اصلاح و احتساب

اسلامی معاشرہ کے دور اول میں خواتین معاشرتی اصلاح اور نیکیوں کی ترغیب میں بھرپور کردار ادا کرتی تھیں ، فتوحات عجم کے بعد نرد بازی ، شطرنج بازی وغیرہ کا رواج ہوا ، جیسے امام بخاری فرماتے ہیں :-

عن علقمۃ بن ابی علقمۃ ، عن امہ ، عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا ، انہ بلغھا ان اھل بیت فی دارھا کانو اسکانا فیھا عندھم نرد ، فارسلت الیھم : لئن لم تخرجو ھا لاخرجنکم من داری ، وانکرت ذلک علیھم - (443)

(*) علیہ وآلہ وسلم ، فحضر معھا ، واسلم -

(442) الف - کتاب عیون الاخبار ، المجلد الرابع ، الجزء العاشر ، کتاب النساء ص 70 -

ب - الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 426 - (دارالفکر)

عن انس بن مالک قال : خطب ابو طلحۃ ام سلیم بنت ملحان وکانت ام سلیم تقول : لا اتزوج حتی یلبغ انس و یجلس فی المجالس فیقول جزی اللہ امی عنی خیراً .... ام سلیم فقالت : انی قد آمنت بھذا الرجل وشھدت انہ رسول اللہ فان تا بعتنی تزوجتک قال : فأنا علی مثل ما أنت علیہ ، فتزوجتہ ام سلیم وکان صداقھا الاسلام -

ج - الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثالث عشر ، ص 227 -

عن انس بن مالک قال : خطب ابو طلحۃ ام سلیم ، فقالت : انی قد آمنت بھذا الرجل ، وشھدت بأنہ رسول اللہ ، فان تابعتنی تزوجتک ، قال : فانا علی ما أنت علیہ ، فتزوجتہ ام سلیم ، وکان صداقھا الاسلام -

(443) ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری : الادب المفرد ، باب الادب واخراج الذین یلعبون بالنرد و اھل الباطل - حدیث 1274 ، ص 327 -

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں کچھ کرایہ دار رہتے تھے ، انکے متعلق معلوم ہوا ، کہ وہ نرد کھیلتے ہیں ، سخت برافروختہ ہوئیں ، اور کہلا بھیجا کہ اگر نرد کی گوٹیاں باہر نہ پھینک دو گے تو اپنے گھر سے نکلوا دونگی ۔

ایک دفعہ کسی عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میری بیٹی دلہن بنی ہے ، لیکن بیماری سے اسکے بال جھڑ گئے ہیں ، کیا مصنوعی بال جوڑ دوں ، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے ۔ (444)

ایک دفعہ شام کی چند عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کو آئیں ، رومیوں کے اختلاط سے وہاں کی عورتیں بھی حمام میں برہنہ غسل کرتی تھیں ، فرمایا تم میں وہ عورتیں ہو ، جو حماموں میں جاتی ہو ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو عورت گھر سے باہر کپڑے اتارتی ہے ، وہ اپنے اور خدا کے درمیان پردہ دری کرتی ہے ۔ (445)

حضرت سمراء بنت نہیک کے متعلق ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے : ۔

کانت تمر فی الاسواق و تامر بالمعروف و تنھی عن المنکر و تضرب الناس علی ذلک بسوط کان معھا ۔ (446)

یعنی وہ بازاروں میں جا کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دیتی اور غلط کاروں کو کوڑے مارتیں ۔

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی کو باریک دوپٹے لینے پر سرزنش کی ۔ حدیث میں یوں آتا ہے : کہ

عن علقمۃ بن ابی علقمۃ عن امہ قالت : رأیت حفصۃ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر دخلت علی عائشۃ و علیھا خمار ، رقیق یشف عن جبینھا فشقتہ عائشۃ علیھا وقالت : اما تعلمین ما انزل اللہ فی سورۃ النور ، ثم دعت بخمار فکستھا ۔ یعنی علقمہ بن ابی علقمہ

---

(444) صحیح البخاری ، المجلد الثالث ، الجزء السابع ، کتاب النکاح ، باب لا تطیع المراۃ زوجھا فی معصیۃ ، ص 42 ۔ عن عائشۃ ان امراۃ من الانصار زوجت ابنتھا فتمعط شعر راسھا ، فجاءت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ذلک لہ ، فقالت ان زوجھا امرنی ان اصل فی شعرھا ، فقال لا انہ قد لعن الموصلات ۔

ب ۔ مسند احمد ، الجزء السادس ، ص 111 ، عن عائشۃ ان جاریۃ من الانصار زوجت و انھا مرضت فتمعط شعرھا فارادوا ان یصلوہ فسالوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الوصال فلعن الواصلۃ والمستوصلۃ ۔

(445) مسند احمد ، الجزء السادس ، ص 173 ۔ قال حجاج عن رجل قال دخل نسوۃ من اھل الشام علی عائشۃ فقالت انتن اللاتی تدخلن الحمامات قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من امراۃ وضعت ثیابھا فی غیر بیتھا الا ھتکت سترا بینھا بین اللہ عزوجل قال حجاج الا ھتکت سترھا ۔

(446) ابن عبدالبر : الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ، تزکرہ سمراء بنت نہیک ، المجلد الرابع ، ص 1863 ۔

اور انکی والدہ فرماتی ہیں، کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بھتیجی حضرت حفصہؓ بنت عبدالرحمن نہایت باریک دوپٹہ پہن کر سامنے آئیں، دیکھتے ہی غصہ سے دوپٹہ کو چاک کر دیا، اور فرمایا، تم نہیں جانتی، کہ سورۂ نور میں کیا احکام آئے ہیں، اس کے بعد گاڑھے کا دوسرا دوپٹہ منگا کر اوڑھا دیا۔ (447)

ابن سعد فرماتے ہیں :-

عن عبداللہ بن ابی ملیکہ قال : رایت علی عائشہؓ ثوباً مضرجاً فقلت، وما المضرج ؟ فقال ھذا الذی تسمونہ المورّد۔ (448)

ایک عورت کی چادر میں نقش و نگار بنے ہوئے دیکھے، تو ڈانٹا، کہ یہ چادر اتار دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے کپڑوں کو دیکھتے تو پھاڑ ڈالتے تھے۔

ابن ابی السائب تابعی نے وعظ شروع کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا، مجھ سے تین باتوں کا وعدہ کرو ورنہ بروز قیامت تم سے بات کرونگی، عرض کیا ام المومنین رضی اللہ عنہا، کیا باتیں، فرمایا دعاؤں میں مسجع عبارتیں نہ بناؤ، ہفتہ میں صرف ایک دن وعظ کرو، جب لوگوں کی خواہش ہو، تب وعظ کرو۔(449)

اصلاح و احتساب کے سلسلہ میں صحابیات نہ رعایا کی پرواہ کرتی تھیں، اور نہ ہی فرمانرواؤں کی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کہیں جا رہے تھے، حضرت خولہؓ بنت ثعلبہ سے ملاقات ہوگئی، وہ وہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنے لگیں، اور آپ رضی اللہ عنہ خندہ پیشانی سے سنتے رہے۔(450)

حضرت سودہ بنت عمارہؓ اور حضرت عکرشہؓ نے حضرت امیر معاویہ کو سختی سے انصاف کرنے کی تلقین کی، اور ظالم گورنروں کو معزول کرنے پر مجبور کیا، حجر بن عدی اور انکے اصحاب کو قتل کرنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، امیر معاویہ کی سخت سرزنش

---

(447) الطبقات الکبری، المجلد الثامن، ص 72۔
(448) ایضاً، ایضاً، ص 71۔
(449) الاصابہ فی تمیز الصحابہ، الجزء الرابع، ص 113۔ (حاشیہ)
(450) الاصابہ فی تمیز الصحابہ، المجلد الرابع، القسم الاوّل، ص 290، حدیث 361۔
فقالت میہا یا عمر عہدت تک وانت تسمی عمیرا فی سوق عکاظ تدع الصبیان بعصاک فلم تذھب الایام حتی سمیت عمر ثم لم تذھب الایام حتی سمیت امیر المومنین فاتق اللہ فی الرعیہ واعلم انہ من خاف الوعید قرب علیہ البعید ومن خاف الموت خشی الفوت۔

کی اور انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا ۔(451) اس طرح کے بےشمار واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں ۔

شرکت جہاد اور خدمت مجاہدین

شریعت نے ریاست کے دفاع اور اسکی حفاظت کی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی ، لیکن اسکے باوجود خدا کے دین کو سر بلند دیکھنے کی تمنا ، اسکو دشمنوں کے خلاف محاذِ جنگ پر لے آتی ہے ، اور مردوں کے ساتھ وہ بھی کفر کا علم سرنگوں کرنے میں حصہ لیتی ہے ۔

جہاد میں شرکت اور مجاہدین کی خدمت وہ اہم سعادت ہے ، جس کا موقع صحابیات کو ملا ، اور انہوں نے جس خلوص اور عزم و استقلال سے اس عظیم خدمت کو نبھایا ، اسکی نظیر نہیں ملتی ، غزوہ بدر میں ام ورقہ بنت عبداللہؓ نے شہادت کی آرزو پر شرکت کی اجازت چاہی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، تمہیں گھر ہی میں شہادت عطا ہوگی ۔ (452)

غزوہ بدر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ، ام سلیمؓ ، ام سلیطؓ ، ام عمارہؓ اور دیگر صحابیات شریک ہوئیں ، ام عمارہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں مردوں کی سی ثابت قدمی اور بےباکی و شجاعت کا مظاہرہ کیا ، کہ انتہائی افراتفری اور انتشار کے عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ میں ام عمارہؓ کی تعریف

---

(451) ابی عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ الاندلسی : کتاب العقد الفرید ، الجزء الاوّل ، ص 59 ۔
وکتبت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ، الی معاویہ : أما بعد ، فإنہ من یعمل بمساخط اللہ ، یصیر حامدہ من الناس ذاماً لہ ، والسلام ۔

(452) الف ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الرابع ، ص 505 ۔
عن ام ورقۃ بنت نوفل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما غزا بدر قلت لہ ائذن لی فاخرج معک فأمرض مرضکم ثم لعل اللہ أن یرزقنی الشہادۃ قال قری فی بیتک فان اللہ یرزقک الشہادۃ وکانت تسمی الشہیدۃ ۔

ب ۔ ایضاً / الجزء الرابع ، ص 505 ۔
عن ام ورقۃ بنت عبداللہ بن الحارثؓ انہا قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو أذنت لی فغزوت معکم فمرضت مریضکم وداویت جریحکم فلعل اللہ ان یرزقنی الشہادۃ قال یا ام ورقۃ اقعدی فی بیتک فان اللہ سیھدی الیک شہادۃ فی بیتک ۔

فرمائی :-

وما التفت يميناً ولا شمالاً إلا وأنا أراها تقاتل دوني ۔ (453)

ام عمارہ نے جن غزوات میں حصہ لیا ، انکے نام درج ذیل ہیں :-

كانت قد شهدت بيعة العقبة و شهدت احداً مع زوجها زيد بن عاصم ومع ابنيها حبيب و عبدالله و شهدت يوم الرضوان و شهدت يوم اليمامة فقاتلت حتى أصيبت يدها و جرحت يومئذ اثنتي عشرة جراحة ۔ (454)

اسی طرح اور محاذوں پر بھی انصار کی عورتوں نے زخمیوں کو پانی پلایا ، اور زخمیوں کا علاج کیا جیسے کہ تاریخ شاہد ہے ۔

علامہ الشوکانیؒ فرماتے ہیں :-

وعن انسؓ قال وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يغزو بأم سليمؓ ونسوة معها من الانصار يسقين الماء ، و يداوين الجرحى ۔ (455)

جنگِ احد کے موقع پر جب مجاہدینِ اسلام کے پاؤں اکھڑگئے ، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ، اور ام سلیمؓ کمر بستہ ہو کر لوگوں کی خدمت کرتی ہوئی نظر آتی ہیں ۔

امام بخاریؒ صحیح البخاری میں فرماتے ہیں :-

لقد رأيت عائشةؓ بنت ابى بكر و ام سليمؓ و انهما لمشمرتان أرى خدم سوقهما تنقزان القرب وقال غيره تنقلان القرب على متونهما ، ثم تفرغانه فى افواه القوم ثم ترجعان فتملانها ثم تجيئان فتفرغانها فى أفواه القوم ۔ (456)

اسی طرح ربیع بنت معوذؓ کا بیان ہے :-

عن الربيع بنت معوذ قالت ، كنا نغزو مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم نسقى القوم و نخدمهم و نرد القتلى و الجرحى الى المدينة ۔ (457)

---

(453) الف ۔ اسد الغابة فى معرفة الصحابة ، المجلد الخامس ، ص 590 ۔
ب ۔ الطبقات الكبرى ، الجزء الثامن ، ص 415 ۔
ج ۔ الاصابة فى تميز الصحابة ، المجلد الرابع ، القسم الاول ، ص 460 ۔ (بیروت)

(454) الف ۔ اسد الغابة فى معرفة الصحابة ، المجلد الخامس ، ص 605 ۔
ب ۔ الاصابة فى تميز الصحابة ، الجزء الرابع ، القسم الاول ، ص 479 ۔ (بیروت)
و شهدت العقبة وبايعت ليلتئذ ثم شهدت احد او الحديبية و خيبر والقضية والفتح و حنين واليمامة ۔
ج ۔ الطبقات الكبرى ، الجزء الثامن ، ص 412 ، 413 ۔ والبيعة العقبة وبايعت تلك الليلة مع القوم ، قال محمد بن عمر ، شهدت أم عمارة بنت كعب أحداً مع زوجها غزية بن عمرو و ابنيها وخرجت معهم بشنّ لها فى اول النهار تريد ان تسقى الجرحى ،

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد پر جاتی تھیں ، اور ہماری خدمات یہ ہوتی تھیں ، کہ مجاہدین کو پانی پلائیں ، انکی خدمت کریں ، جنگ میں کام آنے والوں اور زخمی ہونے والوں کو مدینہ لوٹائیں ۔

ام سلیمؓ کے بارے میں سنن ابوداؤد میں ہے :-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغزو بأم سلیمؓ ونسوۃ من الانصار لیسقین الماء ویداوین الجرحی ۔ (458)

حضرت ام سلیمؓ اور انصار کی چند عورتیں ، زخمیوں کی تیمارداری کی خاطر ہمیشہ غزوات میں شریک ہوا کرتیں ، چنانچہ ایک صحابیہ جو چھ غزوات میں شریک ہوئیں ، کہتی ہیں :-

کنا نداوی الکلمی ونقوم علی المرضی ۔ (459)

غزوہ خندق میں حضرت صفیہؓ نے حیرت انگیز ثبات و بہادری کا مظاہرہ کیا ، انہوں نے حملہ آور یہودی کو قتل کرکے یہودیوں کو بھگا دیا ۔ (460)

---

454 فقاتلت یومئذٍ وأبلت بلاء حسناء و جرحت اثنی عشر جرحا بین طعنۃ برمح أو ضربۃ بسیف ۔

(455) نیل الاوطار ، الجزء التاسع ، باب استصحاب النساء لمصلحۃ المرضی والجرحی والخدمۃ ، حدیث 3 ، ص 141 ۔

(456) صحیح البخاری ، المجلد الثانی ، الجزء الرابع ، کتاب الجہاد ، باب غزوۃ النساء وقتالھن مع الرجال ، ص 40 ۔

(457) نیل الاوطار ، الجزء التاسع ، باب استصحاب النساء لمصلحۃ المرضی والجرحی والخدمۃ ، حدیث اول ، ص 141 ۔

ب ۔ صحیح البخاری ، المجلد الثانی ، الجزء الرابع ، کتاب الجہاد ، باب مداواۃ النساء الجرحی فی الغزو ، ص 41 ۔ کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نسقی ونداوی الجراحی ، ونرد القتلی الی المدینۃ ۔

(458) ابوداؤد : سنن ، المجلد الثانی ، الجزء الثالث ، باب فی النساء یغزون ، حدیث 2531 ۔ ص 18 ۔

ب ۔ صحیح مسلم بشرح النووی ، المجلد الثالث ، الجزء الثانی عشر ، باب غزوۃ النساء مع الرجال ، ص 188 ۔

ج ۔ نیل الاوطار ، الجزء التاسع ، باب من یرضخ لہ من الغنیمۃ ، حدیث 1 ، ص 196 ۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یغزو بالنساء فیداوین الجرحی ، ویحذین من الغنیمۃ و أما بسہم فلم ، یضرب لھن ۔

(459) احمد : مسند ، الجزء الخامس ، ص 84 ۔

ام سلیمؓ وکانت تغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔۔۔۔۔۔ وان ام سلیمؓ اتخذت خنجرا یوم حنین فقال ابو طلحہؓ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذا ام سلیمؓ معھا خنجر فقالت اتخذتہ ان دنا منی اُحد من المشرکین بقرت بہ بطنہ و منھا قصتھا المخرجۃ فی الصحیح ۔ (461)

جنگ حنین میں ام سلیمؓ ایک خنجر ہاتھ میں لئے ہوئے پھر رہی تھیں ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کس لئے ، کہنے لگیں ، کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اسکا پیٹ پھاڑ دونگی ۔

غزوۂ خیبر کے لئے جب مسلمان کوچ فرمانے لگے تو بیبیوں کا ایک وفد اس لشکر کے ساتھ آرہا تھا ، جو زخمیوں کی مرہم پٹی کا سامان گھروں سے لے کر نکلی تھیں ، حضرت اُم زیاد اشجعیہ کا بیان ہے : ۔

اُنہا خرجت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ خیبر سادستہ ست نسوۃ فبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبعث الینا فقال باذن من خرجتن ۔۔۔۔؟ ورأینا فی وجھہ الغضب فقلنا خرجن و معنا دواء نداوی بہ الجرحی ونتناول السھام ونسقی السویق ۔ (462)

---

459 ب ۔ صحیح البخاری ، المجلد الثانی ، الجزء الرابع ، کتاب الجھاد ، باب مداواۃ النساء الجرحی ، فی الغزو ، ص 41 ۔ کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نسقی و نداوی الجرحی و نرد القتلی الی المدینۃ ۔

(460) الف ۔ محمد یوسف الکاندھلوی : حیاۃ الصحابۃ ، الجزء الاول ، ص 581 ۔

ب ۔ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ : المستدرک ، الجزء الرابع ، ص 50 ۔
عن امہ صفیۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما خرج الی الخندق جعل نساءہ فی اطم یقال لہ فارع و جعل معھن حسان بن ثابت فجاء الیھود الی الاطم یلتمسون غرۃ نساء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فترقی انسان فقلت لہ یا حسان قم الیہ فاقتلہ قال واللہ ما فی ذلک ولو کان فی ذلک لکنت مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقلت لہ اربط ھذا السیف علی ذراعی فربطہ فقمت الیہ فضربت راسہ حتی قطعتہ فقلت لہ خذ باذنیہ فارم بہ علیھم قال واللہ ما ذلک فی فاخذت براسہ فرمیت بہ حتی قطعتہ ۔

(461) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، المجلد الرابع ، ص 461 ۔

ب ۔ صحیح مسلم بشرح النووی ، المجلد السادس ، الجزء الثانی عشر ، ص 187 ، 188 ۔

ج ۔ الجامع الصحیح ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، کتاب الجھاد والسیر ، باب غزوۃ النساء مع الرجال ، ص 196 ۔

د ۔ الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 425 ۔ عن انسؓ ان ام سلیمؓ اتخذت خنجراً یوم حنین ، قال ابو طلحہ یا رسول اللہ ھذہ اُم سلیم معھا خنجر ، فقالت یارسول اللہ اتخذہ ان دنا منی احد من المشرکین بقرت بہ بطنہ ، وقال ھان بعجت بہ بطنہ ، أقتل الطلقاء و أضرب أعناقھم انھزموا بک ، قال فتبسم رسول اللہ وقال یاام سلیمؓ ان اللہ قد کفی و أحسن ۔

خیبر میں ام زیادؓ پانچ صالحہ بیبیوں کے ساتھ نکلیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، تم کس کے اذن سے آئیں ۔۔۔۔؟ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصے کے آثار تھے ۔۔۔۔؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم مرہم پٹی کا سامان لائی ہیں ، زخمیوں کا علاج بھی کریں گی ۔ غازیوں کو تیر اٹھا کر بھی دیں گی ، اور انہیں ستو گھول کر بھی پلائیں گی ۔

چنانچہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سات غزوات میں حصہ لیا ، حدیث میں یوں ہے :۔ کہ

اُم عطیہ غزوات مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات أخلفهم فی رحالهم فاُصنع لهم الطعام واُداوی الجرحی و اُقوم علی المرضی ۔ (463) *

ام عطیہ سات لڑائیوں میں شریک ہوئیں ، کیمپ کی حفاظت سپاہیوں کے لئے کھانا پکانا زخمیوں اور بیماروں کی تیمارداری کرنا ان کے سپرد تھا ۔

غزوۂ حنین میں اسلامی فوج کے قدم اکھڑ چکے تھے ، مگر ام حکیم بنت حارثؓ چند باہمت نفوس کے ساتھ پہاڑ کی طرح جمی رہیں ۔ (464)

---

(462) الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، المجلد الرابع ، ص 454 ۔

(463) الف ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، المجلد الرابع ، القسم الاول ، ص 477 ۔ (بیروت)

ب ۔ نیل الاوطـــار ، الجزء التاسع ، حدیث 2 ، ص 141 ۔
سبع غزوات أخلفهم فی رحالهم فا صنع لهم الطعام و اُداوی الجرحی واُقوم علی المرضی ۔

ج ۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ، المجلد الخامس ، ص 603 ۔
ام عطیہ فی اهل البصرہ وکانت من کبار نساء الصحابہ ، وکانت تغسل الموتی و تغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

د ۔ صحیح مسلم بشرح للنووی ، المجلد السادس ، الجزء الثانی عشر ، باب النساء الغازیات وانها عن قتل صبیان اهل الحرب ۔ ص 194 ۔

* س ۔ ابن ماجہ : سنـــن ، المجلد الثانی ، کتاب الجهاد ، باب العبید والنساء یشهدون مع المسلمین ، ص 952 ۔

ش ۔ احمد : مســند ، الجزء الخامس ، ص 84 ۔

ص ۔ الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 455 ۔

(464) الف ۔ اسد الغابہ المعرفۃ الصحابہ ، المجلد الخامس ، ص 577 ۔

ب ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، المجلد الرابع ، ص 444 ۔

امام الشوکانیؒ فرماتے ہیں :-

عن خارجة بن زیدؓ قال : رأیت رجلا سأل أبی عن الرجل یغزو و یشتری ، یبیع و یتجر فی غزوه ، فقال له إنا کنا مع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بتبوک نشتری ونبیع وهو یرانا ولا ینهانا ۔ (465)

جنگ یرموک میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ، ام ابانؓ ، ام حکیمؓ ، خولہؓ ، ہندؓ اور ام المومنین جویریہؓ نے بڑی دلیری سے جنگ کی ۔ اسماء بنت یزید انصاریہؓ نے خیمہ کی چوب سے 9 رومیوں کو قتل کر دیا ۔ (466) صحابیات بحری لڑائیوں میں بھی بھرپور شرکت کرتی تھیں ، چنانچہ 28ھ میں جزیرہ قبرص پر حملہ ہوا ، تو حضرت ام حرامؓ اس میں شامل ہوئیں ۔

ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں :-

فی شهداء البحر وفی آخره قال فرکبت أم حرام البحر فی زمن معاویة فصرعت عن دابتها حین خرجت من البحرفماتت ۔ (467)

غزوات میں قتال کے علاوہ صحابیات اور بہت سی خدمات انجام دیا کرتی تھیں ، جن میں اہم ترین یہ ہیں ، پانی پلانا ، زخمیوں کو میدان سے اٹھا کر لے جانا ، چرخہ کاتنا ، تیر اٹھا کر دینا ، خورد و نوش کا انتظام کرنا ، قبر کھودنا ، اور فوج کو ہمت دلانا وغیرہ ۔ (468)

محمد رشید رضا فرماتے ہیں :-

فکان نساء النبی صلی الله علیه وآله وسلم و أصحابه یخرجن فی الغزوات مع الرجال یسقین الماء ، و یجهزن الطعام ، و یضمدن الجراح ، ویحرضن علی القتال ۔ (469)

---

(465) نیل الاوطار ، الجزء التاسع ، باب ما یذکر فی الاسهام لشجار العسکر و جراهم ، حدیث 1 ، ص 205 ۔

(466) الف ۔ الاصابة فی تمیز الصحابة ، المجلد الرابع ، القسم الاول ، ص 235 (بیروت) اسماء بنت یزید بن السکن شهدت الیرموک وقتلت یومئذ تسعة من الروم بعمود فسطاطها ۔

ب ۔ اسد الغابة فی معرفة الصحابة ، المجلد الخامس ، ص 398 ۔
قتلت یوم الیرموک تسعة من الروم بعمود فسطاطها ۔

(467) الاصابة فی تمیز الصحابة ، المجلد الرابع ، القسم الاول ، ص 441 ۔ (بیروت)

(468) صحیح مسلم بشرح للنووی ، المجلد السادس ، الجزء الثانی عشر ، کتاب الجهاد والسیر ، باب غزوة النساء مع الرجال ، ص 188 ۔

(469) حقوق النساء فی الاسلام ، ص 10 ۔

ام سعید بنت سعد بن الربیع رضؓ کا بیان ہے کہ :-

تقول دخلت علیہا فقلت حدیثنی خبرک یوم اُحد فقالت فرجت اوّل النہار و معی سقاء فیہ ماء فا نتہیت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی اُصحابہ والریح والدولۃ للمسلمین ۔ (470)

کہ ہم سب غزوات میں شریک ہوتی تھیں ، اپنی پیٹھ پر مشک لاد کر لاتی تھیں ، اور مجاہدین کو پانی پلاتیں ، انکی خدمت کرتیں ، اور جنگ میں کام آنے والوں اور زخمی ہونے والوں کو مدینہ لوٹاتیں ۔

غزوات میں شریک ہو کر مختلف خدمات انجام دینے والی چند دیگر صحابیات کے نام یہ ہیں ، اُم ایمنؓ ، حمنہؓ بنت حجش ، سلمیٰؓ زوجہ ابی رافع ، قبیلہ اشہل کی ایک خاتون ام عامرؓ ، ام خلادؓ انصاریہ ، کعیبہؓ بنت سعید اور رمیصاءؓ زوجہ ابی طلحہ وغیرہ رضی اللہ عنہن ہیں ۔ (471) جو فرماتی ہیں ، کانت امراۃ تداوی الجرحی و تحتسب

---

(470) الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، المجلد الرابع ، القسم الاوّل ، ص 479 (بیروت)

(471) الف ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، المجلد الرابع ، القسم الاوّل ، ص 433 ۔

1 ۔ حضرت ام ایمنؓ احدا وکانت تسقی الماء وتداوی الجرحی و شھدت خیبر ۔

2 ۔ وقد شھدت ام ایمن حنیناً واحداً و خیبر وکانت فی احد تسقی الماء و تداوی الجرحی ۔ (اعلام النساء ، المجلد الاوّل ، ص 127 ۔)

ب ۔ الاصابہ فی تمیزالصحابہ ، المجلد الرابع ، القسم الاوّل ، ص 275 ۔
قال ابو عمر کانت من المبایعات و شھدت احد فکانت تسقی العطشی و تحمل الجرحی و تداویھم وکانت تستحاض ۔ حدیث 303 ۔

ج ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، المجلد الرابع ، القسم الاوّل ، ص 333 ۔

د ۔ ایضاً ، ایضاً ، ایضاً ، ص 471 ۔
قال الواقدی شھدت اُم عمارہ الاشہلیہ وکانت قد بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم .... قال الواقدی شھدت ام عارۃ الاشھلیہ خیبر ۔

س ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، المجلد الرابع ، القسم الاوّل ، ص 447 ۔

ش ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، المجلد الرابع ، القسم الاوّل ، ص 396 ۔
(کعیبہ) بنت سعید الاسلمیہ ... ذکر اُبو عمر عن الواقد انہا شھدت خیبر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاسھم لھا سھم رجل وقال ابن سعد ھی التی کانت تکون فی المسجد لھا خیمۃ تداوی المرضی و الجرحی وکان سعد بن معاذ حین رمی عندھا تداوی جرحہ حتی مات ۔

بنفسها علی الخدمة من کانت به ضیعة من المسلمین ۔ (472)

کہ زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں ، اور جو مسلمان محتاج خدمت ہوتا کہ اگر اسکی ٹھیک سے دیکھ بھال نہ ہو تو ہلاک ہو جاتے ، ثواب کے خیال سے یہ اسکی خدمت کرتیں ، چنانچہ مسجدِ نبوی میں انکا ایک خیمہ تھا ، حضرت سعد بن معاذ جنگ خندق میں مجروح ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رفیدہؓ ہی کے خیمہ میں منتقل کر دیا تھا ، تاکہ آپ بآسانی ان کی عیادت کر سکیں ۔

جیسے کہ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں :-

ومن شهيدات المغنيات من أمهات المومنين وكرام الصحابيات السيدات الجليلات ام سلمةؓ ، وحفصةؓ و صفيةؓ ، و فاطمة بنت رسول اللهؓ واسماء بنت ابی بكر الصديق وليلى بنت قائفؓ ، وام الدرداء الكبرىؓ و عاتكة بنت زيدؓ ، و ام شريكؓ واخواتها وغيرهن من كرائم النساء رضوان الله عليهن جميعا و التراجع تراجمهن فی اسد الغابة ۔ (473)

المختصر حضرت ام عطیہؓ ، حضرت حفصہؓ ام حبیبہؓ حضرت لیلیٰؓ بنت قائف اسماء بنت ابی بکرؓ ، ام شریکؓ ، ام درداءؓ ، عاتکہ بنت زیدؓ ، سہلہ بنت سہیل ، حضرت جویریہؓ ، حضرت میمونہؓ ، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ ، ام سلمیؓ ، زینب بنت ابی سلمہؓ ، ام ایمنؓ اور ام یوسفؓ

471* فی -2- الطبقات الكبرى ، المجلد الثامن ، ص 291 - كعيبة بنت سعد الاسلمية ، وهی التی كانت تكون فی المسجد لها خيمة تداوی المرضى والجرحى ، وكان سعد بن معاذ حين رمی يوم الخندق عندها تداوی جرحه حتى مات ، وقد شهدت كعيبة يوم خيبر مع رسول الله ، صلى الله عليه وسلم ۔

، 3- اعلام النساء ، الجزء الرابع ، ص 245 - وكانت لها فی المسجد خيمة تداوی المرضى والجرحى فتداوی فی خيمتها سعيد بن معاذ حين رمی يوم الخندق -

ص-1- الاصابة فی تميز الصحابة ، الجزء الرابع ، القسم الاول ، حديث 441 ، ص 308 -

2 - الطبقات الكبرى ، المجلد الثامن ، ص 425 - عن انس ان ام سليمؓ اتخذت خنجر فقالت : يا رسول الله اتخذه ان دنا منی أحد من المشركين بقرت به بطنه ، وقال عفان : بعجت به بطنه ، اقتل الطلقاء ضرب اعناقهم انهزموا بك ، قال فتبسم رسول الله وقال : يا ام سليمٌ ان الله قد كفى واحسن .... واسلمت ام سليم و بايعت رسول الله و شهدت يوم حنين وهی حامل بعبد الله بن ابی طلحة ، وشهدت قبل ذلك يوم احد تسقی العطشى و تداوی الجرحى -

(472) - ادب المفرد ، باب كيف اصبحت ، ص 213 ، 214 -

(473) - الاصابة فی تميز الصحابة ، الجزء الرابع ، ص 66 -

کا بھی شمار ہوتا ہے، کہ وہ غزوات میں شریک ہوتی تھیں۔ (474)

خدمات متفرقہ

صحابیات مذکورہ بالا مذہبی، ملی اور رفاہی خدمات کے علاوہ اور بھی بہت سے سماجی و فلاحی کام سرانجام دیا کرتی تھیں جن کے انہیں مواقع میسر تھے۔ اس سلسلہ میں

---

(474) الف۔ اعلام الموقعین، المجلد الاول، ص 13، 14۔

ب۔ 1۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ، المجلد الرابع، القسم الاول، ص 477۔
صحیح مسلم عنہا غزوات مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبع غزوات کنت اخلفہم فی رحالہم۔

2۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ، المجلد الرابع، القسم الاول، ص 273۔

3۔ ایضاً ایضاً ص 270۔

4۔ ایضاً ایضاً ص 402۔

5۔ ایضاً ایضاً ص 228۔ حدیث 40۔

6۔ ایضاً ایضاً ص 466۔

7۔ ایضاً ایضاً ص 448۔ حدیث 1256۔

8۔ ایضاً ایضاً ص 354۔ فاستشہد بالیمامہ۔

9۔ ایضاً ایضاً ص 336۔ حدیث 595۔

10۔ ایضاً ایضاً ص 265۔

11۔ ایضاً ایضاً ص 412۔

12۔ ایضاً ایضاً ص 384۔

13۔ ایضاً ایضاً ص 459۔
(وکانت ام سلمہ موصوفۃ بالجمال ۔۔۔۔۔ یوم الحدیبیہ)۔

14۔ ایضاً ایضاً ص 317۔

15۔ ایضاً ایضاً ص 433۔
(حضرت ام ایمن احد وکانت تسقی الماء و تداوی الجرحی و شہدت خیبر)۔

16۔ ایضاً ایضاً ص 506۔

بعض سیاسی خدمات جیسے خلفاء کو مشورہ دینا ، امان دینا ، نومسلموں کی کفالت کرنا جیسا کہ ام شریکؓ کا گھر نومسلموں کے لئیے مہمان خانہ بن گیا تھا ۔ (475) اور مساجد کی صفائی وغیرہ کرنا ، چنانچہ ایک شخص نے مسجد میں تھوک دیا ، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر اسقدر برہم ہوئیے کہ چہرہ مبارک سرخ ہوگیا ، ایک صحابیہ انھیں اسکو مٹا دیا ، اور خوشبو لگائی آپ نہایت خوش ہوئیے ، اور فرمایا ، کہ خوب کام کیا ، ایک صحابیہ ہمیشہ مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نیک کام کی نہایت قدر فرمائی ، چنانچہ جب ان صحابیہ کا انتقال ہوا ، تو صحابہ نے ان کو راتوں رات دفن کر دیا ، اور آپؐ کو اسکی اطلاع نہ دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا ، تو فرمایا ، کہ مجھے کیوں نہیں خبر کی ، صحابہ نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ استراحت فرما رہیے تھے ہم نے تکلیف دینا گوارا نہیں کیا ۔ (476)

اسلامی معاشرہ کے دور اول میں پردہ

عہد رسالت اور دور صحابہ میں خواتین اسلام کے ان مذکورہ کاموں اور خدمات میں بھرپور حصہ لینے سے بعض ترقی پسند لوگ اس گمان میں مبتلا ہو جاتے ہیں ، کہ اس پاکیزہ عہد میں عورتیں پردہ ہرگز نہیں کرتی تھیں ، چنانچہ "پردہ" اور تعدد ازواج مصنف مظہر الحق خاں نے یہ خیال فاسد پھیلانے کی بھرپور کوشش کی ہے ، وہ چند احادیث کی فاسد تاویلات کرنے کے بعد کہتے ہیں :-

"ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے ، کہ قرون اولی سے مراد (وہ عہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دور خلافت راشدہ لیتے ہیں) کہ مسلمانوں میں پردہ ، برقعہ اور زنانخانہ قسم کی چیزیں نہیں تھیں ، اسکے برعکس مسلمان عورتیں آزادانہ طور پر گھر سے باہر کے کاموں میں اور تنظیمات میں حصہ لیتی تھیں ، یہ حالات خلافت بنو امیہ کے آخری ایام تک قائم رہے ، اور اسکے بعد ایسے حالات پیدا ہونے لگے ، جن سے مسلمانوں میں پردے کا رواج شروع ہوگیا "۔ (477)

موصوف کا یہ بیان سراسر بے بنیاد ہے ، وہ مقدس خواتین جن کی زندگیاں شریعت کے احکام کی عملی تصویر تھیں ، اور جو احکام حجاب کے نزول کی خبر ملتے ہی جہاں بیبیاں تھیں ہوہیں

(475) الاصابة فی تمیز الصحابة ، المجلد الرابع ، حدیث 1347 ، ص 466 -

(476) حیات صحابیات ، ص230 -

(477) مظہر الحق خاں ؛ پردہ اور تعدد ازواج ، ص 103 -

اپنے کمر بند (نطاق) پھاڑ پھاڑ کر اپنے چہرے ڈھانپنے لگی تھیں، ان کے بارے میں بے پردگی کا تصور مضحکہ خیز ہی نہیں کور باطنی کا بھی آئینہ دار ہے۔

عہد رسالت و خلافت راشدہ میں خواتین پردے کا مکمل اہتمام کرتی تھیں، نقاب پوش رہتی تھیں، محفہ میں سفر کرتی تھیں، غیر محرم حتی کہ نابینا (جیسا ابن مکتوم سے حجاب کے حکم کا واقعہ مشہور ہے) سے بھی پردہ کرتی تھیں۔(478)

اسحاق تابعی نابینا تھے، وہ خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پردہ کیا، وہ بولے کہ مجھ سے کیا پردہ میں تو آپ کو دیکھتا نہیں ہوں۔ فرمایا، تم مجھے نہیں دیکھتے تو میں تم کو دیکھتی ہوں۔ (479)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب لوگ ہمارے سامنے سے گزرتے تھے، ہم چہرے پر چادر ڈال لیتی تھیں، لوگ گزر جاتے تھے، ہم منہ کھول لیتیں۔ (480) ایک صحابیہ کا بیٹا شہید ہوا، وہ نقاب پہن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو صحابہ اکرام نے ان کو دیکھ کر کہا بیٹے کی شہادت کا حال پوچھنے آئی ہو اور نقاب پوش ہو کر ․․․․․؟

---

(478) الف۔ نیل الاوطار، الجزء السابع، باب فی نظر المراۃ الی الرجل، ص280۔ حدیث 1۔

عن ام سلمۃ قالت "کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و میمونۃ، فاقبل ابن ام مکتوم حتی دخل علیہ، و ذلک بعد ان امر بالحجاب، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احتجبا منہ، فقلنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الیس اعمی لا یبصرنا ولا یعرفنا؟ فقال: افعمیا وان انتما، الستما تبصرانہ؟۔

ب۔ احمد: مسند، الجزء السادس، ص296۔

ج۔ المنتقی من اخبار المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، الجزء الثانی، حدیث 3449۔ ص 503۔

(479) احمد: مسند، الجزء السادس، ص 296۔

(480) ابو داؤد: سنن، المجلد الثانی، کتاب المناسک، باب فی المحرمۃ تغطی وجھھا؟ ص 167، حدیث 1833۔

عن عائشۃ قالت، کان الرکبان یمرّون بنا و نحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرمات، فاذا حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابھا من راسھا علی وجھھا، فاذا جاوزونا کشفناہ۔

بولیں، میں نے بیٹے کو کھویا ہے، شرم و حیاء کو تو نہیں کھویا۔ (481) حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مذہب ہے، کہ غلام سے پردہ ضروری نہیں، اس
لئے آپ رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت ابو عبداللہ سالمؓ سے جو نہایت متدین غلام
تھے، پردہ نہ کرتی تھیں، ایک دن وہ آئے اور کہا، کہ خدا نے آج مجھے آزاد
کر دیا، چونکہ اب وہ غلام نہیں رہے تھے، اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا نے پردہ کروا دیا، اور عمر بھر ان کے سامنے نہ ہوئیں۔ (482) ایک دفعہ
حضرت افلح بن ابی القیسؓ حضرت عائشہ صدیقہ کی ملاقات کو آئے، آپؓ پردہ میں
چھپ گئیں، وہ بولے، " تم مجھ سے پردہ کرتی ہو، میں تمہارا چچا ہوں، کیونکہ
میرے بھائی کی بیوی نے تم کو دودھ پلایا ہے، " آپ نے جواب دیا، " عورت نے
تو دودھ نہیں پلایا۔ (483) یہ اور اس قسم کے دور اول میں بےشمار واقعات

---

(481) ابوداؤد : سنن، الجزء الثالث، کتاب الجهاد، باب فضل قتال الروم
علی غیرهم من الامم، حدیث 2488۔ ص 5، 6۔
عن أبيه، عن جده، قال : جاءت امرأة إلى النبي صلى الله عليه وسلم يقال
لها أم خلاد، وهي منتقبة، تسأل عن ابنها وهو مقتول فقال لها بعض أصحاب
النبي صلى الله عليه وسلم : جئت تسألين عن ابنك وأنت منتقبة ؟ فقالت :
إن أرزأ ابني فلن أرزأ حيائي، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " ابنك
له أجر شهيدين " قالت : ولم ذاك يارسول الله ؟ قال " لأنه قتله أهل
الكتاب ".

(482) ابن سعد : طبقات، مترجم راغب رحمانی، نفیس اکیڈمی، لاہور، 1972ء، جلد 8، ص 252۔
ام سلمیٰؓ نے نبہان سے حالت کتابت میں کہا، ابو یحییٰ کیا تیرے پاس
اتنی رقم ہے، جو کتابت کی رقم سے زیادہ ہو، بولے ہاں ہے، فرمایا میرے
بھتیجا کو دیدے، میں نے ان کا نکاح میں اس سے انکی اعانت کی ہے،
نبہان نے مڑ کر کہا میں وہ انہیں ہرگز دینے والا نہیں فرمایا، اگر تم
مجھے نہ دیکھ سکے تو نہ دیکھ، یعنی محمد سے پردہ کر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کا مکاتب ہو اور اس پر کتابت کی
رقم باقی نہ رہے تو اس سے پردہ کرو۔

(483) ابو داؤد : سنن، الجزء الثانی، کتاب النکاح، باب فی لبن الفحل،
ص 222۔ حدیث۔ 2057۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت : دخل علي أفلح
بن أبي القعيس فاستترت منه، قال : تستترين مني وأنا عمك ؟ قالت، قلت من أين
قال، أرضعتك امرأة أخي، قالت، إنما أرضعتني المرأة ولم يرضعني الرجل، فدخل
علي رسول الله صلى الله عليه وسلم فحدثته فقال " إنه عمك فليلج عليك "۔

اسلامی معاشرہ کے دور اول میں پردہ کے وجود کی اہل شہادت میں ، باقی رہا عورتوں کا اعمال و تکمیلات میں حصہ لینا ، تو یہ آزادانہ اور بے حجابانہ نہ تھا ، جیسا کہ مظہر الحق صاحب نے سمجھا ہے ، بلکہ عام روزمرہ کے کاموں میں تو صحابیات عموماً با پردہ اور باحیاء حصہ لیتی تھیں ، البتہ غزوات میں شرکت ایک استثنائی صورت تھی ، جو ضرورت پر مبنی تھی ، کہ قاعدہ شرعیہ ہے ، " الضرورات تبیح المحظورات" یعنی ضرورت احکام کو بدل دیتی ہیں ، لیکن یہ تبدیلی صرف ضرورت کی حد تک ہی ہوتی ہے ، عام نہیں ہو سکتی ، جیسا کہ قاعدہ ہے ،

" الضرورات تقدر بقدرھا " چنانچہ جنگ کی استثنائی حالت کے احکام صرف جنگ کی حد تک محدود رہتے ہیں ۔

مولانا مودودی رقمطراز ہیں :-

" مسلمان جنگ میں مبتلا ہوتے ہیں ، عام مصیبت کا وقت ہے ....
.... ایسی حالت میں اسلام قوم کی خواتین کو عام اجازت دیتا ہے ، کہ وہ جنگی خدمات میں حصہ لیں ....کیونکہ جہاں حقیقی ضروریات پیش آجائیں ، وہاں پردہ کے حدود کم ہو جاتے ہیں ....لیکن جب ضرورت رفع ہو جائے ، تو حجاب کو پھر انہیں حدود پر قائم ہو جانا چاہیے ، جو عام حالات میں مقرر کیے گئے ہیں ۔ (484)

---

(484) پـــردہ ، ص 379 ، 381 ۔

تاریخ اسلام میں عورت کا کردار

تاریخ کے آئینے میں عورت کا مقام

سنت میں ہم قرون اولی کی حیثیت نسواں کا جائزہ پیش کر چکے ہیں -

اسلامی معاشرے کے قرون وسطی میں حیثیت نسواں کا تاریخی پہلو -

قرون وسطی سے مراد اموی ، عباسی اور اندلسی خلافت کا دور ہے ، ہمارے پیش نظر معاشرے کی عمومی صورت حال ہے ، اسلامی معاشرہ کے قرون وسطی میں حیثیت نسواں کا یہ علمی جائزہ چار پہلوؤں پر محیط ہے ، جو حسب ذیل ہیں :-

قرون وسطی میں حقوق نسواں

یہ حقیقت ہے ، کہ عورتوں کو اسلام نے عطا کردہ عائلی اور تمدنی حقوق معاشرہ کے ہر دور میں میسّر رہے ہیں ، بہ حیثیت مجموعی عورتوں کے عائلی اور اجتماعی حقوق سلب کرنے کی کوشش و جرأت نہیں کی گئی ، اس سلسلہ میں قرون وسطی کی ایک ملکی سی جھلک پیش خدمت ہے -

عائلی حقوق

اسلامی معاشرہ کے قرون وسطی میں عورت کے عائلی مظلومیت کا گمان فاسد مستشرقین اور انکی تقلید میں بعض مسلمان مستغربین نے بھی پھیلانے کی کوشش کی ترقی پسند مصنف مظہر الحق خاں ، لکھتے ہیں :-

"حرم کا رواج خلیفہ ولید دوئم کے عہد میں شروع ہوا ، خلافت عباسیہ کے قیام کے بعد حرم کا رواج اشرافیہ سے پھیل کر متوسط بلکہ غریب طبقوں تک پہنچ گیا ، اور خلافت کے دور افتادہ قصبوں تک پھیل گیا ، ، ، ، ، آگے چل کر وہ اس کے نتائج بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ، پردہ یا حرم سسٹم کے نتائج صاف تھے ، اس نے عباسی دور کی مسلمان عورت کو معزور اور مجبور ہی بنا دیا - اس کی سابقہ آزادی اور احترام ختم ہوگئے ، حرم سسٹم کے نفوذ اور غیر محدود کثرت ازواج اور کنیز داشتگی کی وجہ سے مسلمان عورت کی تذلیل اور رسوائی انتہا کو پہنچ گئی ، اپنے قرابتداری گروہوں کی ملکیت اور مملوکہ تصور کیا جانے لگا ، ظاہر ہے ، کہ ایسی عورت کے لئے باہر کی دنیا کے کام کاج ، سرگرمیوں ، اور تکملات میں حصہ لینے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا تھا - (1)

---

(1) مظہر الحق خاں : پردہ اور تعدد ازواج ، ص 107 -

" موصوف نے اسلامی سلطنت کے زوال کا تجزیہ کرنے کیلئے جو مذعومہ سائنٹیفک طریق اختیار کیا ، اور جو تصورات اور خیالی تانا بانا بنا ، اسکے حوالے سے وہ زندگی

گستاؤلی بان یوں رقمطراز ہیں :-

لفظ "حرم" عربی میں عموماً کل ان چیزوں پر شامل ہے ، جنکی حرمت کی جاتی ہے ، یوں "حرم" سے مراد مکان کا وہ حصہ ہے ، جو بالکل علیحدہ اور فی الواقع ہر مسلمان کی نظروں میں محترم ہے ، یعنی عورتوں کی سکونت کا حصہ - (2) ۰۰ ۰۰۰۰۰ اور پھر وہ کہتے ہیں " اہل یورپ عموماً حرم کو ایک مقام عیش و عشرت سمجھتے ہیں ، جہاں مصیبت زدہ قیدی عورتیں کاہلی کی زندگی بسر کرتی ہیں ، لیکن یہ خیال بالکل خلاف واقع ہے ، کیونکہ مشرقی بیویوں کو برخلاف یورپی عورتوں کے جو معاملات کے جھگڑوں اور محنت جسمانی کی تکالیف میں مبتلا ہیں ، بجز خانہ داری کے اور کوئی شغل نہیں اور یہی شغل ان کے لئے موزوں بھی ہے - (3)

موسیو ایبوس لکھتے ہیں :-

" اگرچہ مشرقی عورتیں اپنی یورپ کی بہنوں کی نظروں میں مصیبت زدہ معلوم ہوتی ہیں ، لیکن اکثر انہوں نے ان یورپی بہنوں سے جو ان سے ملی ہیں ، بیان کیا ہے ، کہ وہ ہرگز اپنی حالت کو ان کے ساتھ تبدیل کرنا نہیں چاہتیں "- (4)

سید امیر علی لکھتے ہیں :-

" خاں میہو " کے نزدیک حرم ایک "مأمن" ہے ، اس میں غیر مردوں کو آنے کی جو ممانعت ہوتی ہے ، وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ عورتوں کو قابل اعتماد نہیں سمجھا جاتا ، بلکہ رسم اور رواج نے انہیں جو حرمت بخش رکھی ہے ، اس وجہ سے کیا ایشیا ، کیا یورپ دونوں کے مسلمانوں میں عورت کا جو احترام ہے ، اسکی بین شہادت ہر جگہ بآسانی مل سکتی ہے - (5)

اسی طرح "تعدد ازواج " جسے مظہر الحق خاں تمام معاشرتی خرابیوں کی جڑ اور تذلیل نسوانیت کی اساس گردانتے ہیں ، کے بارے میں گستاؤلی بان کا یہ اعتراف حقیقتاً

---

(1) * اور تاریخ کے واقعی حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے ، صرف اپنے خیالی حالات اور ان کے نتائج بیان کرتے ہوئے ، آگے بڑھتے چلے گئے ، استشراقی اور استغرابی اندازِ فکر کی آمیزش کے سوا وہ قرون وسطائی اسلامی معاشرے میں عورت کی تذلیل کا کوئی ایک بھی علمی اور واقعی مظہر الحق نہ پیش کرسکے ، ہم اس سلسلہ میں تفصیلی بحث کے بجائے انہی کے پیشوا مستشرقین مبنی بر حقیقت اعترافات کے بیان پر ہی اکتفاء کریں گے -

(2) ڈاکٹر گستاؤلی بان : تمدن عرب ، مترجم سید علی بلگرامی ، 1936ء حیدر آباد دکن ، ص 552 -

(3) ایضاً ایضاً ایضاً ، ص 553 -

(4) ایضاً ایضاً ایضاً ، ص 551 -

(5) ایضاً ایضاً ایضاً ، ص 552 ، 555 -

قابل غور ہے۔

" مؤرخین یورپ کی نظروں میں تعدد ازواج گویا عمارت اسلامی کی بنیاد کا پتھر اور اشاعت دینِ اسلام اور مشرقیوں کے تنزل کا بڑا سبب ہے ، اس رسم کی مذمت کے ساتھ ہی ، ان بیچاری بدنصیب عورتوں کی نسبت بھی بہت کچھ واویلا مچایا جاتا ہے ، جو حرموں کی دیواروں میں بند اور مہیب خواجہ سراؤں کے پنجہ میں گرفتار ہیں ، اور جو اپنے مالکوں کی ادنی ناراضگی پر بے رحمی کے ساتھ مار ڈالی جاتی ہیں ، یہ تصویر بالکل خلاف توقع ہے ، اور ہمیں امید ہے ، کہ اس باب کے پڑھنے والے جو تھوڑی دیر کے لئے اپنے یورپی تعصبات کو ایک طرف رکھ دیں قائل ہو جائیں گے ، کہ مشرقی تعدد ازواج کی رسم ایک نہایت ہی عمدہ نظام معاشرت ہے ، جس سے ان اقوام کو جن میں یہ جاری ہے ، اعلی درجہ کی اخلاقی ترقی تک پہنچایا ہے ، اور انکے تعلقات خانگی کو مستحکم کیا ہے ۔ یہ اس رسم کا نتیجہ ہے ، کہ بمقابل یورپ کے مشرق میں عورتوں کا اعزاز بھی زیادہ ہے ۔(6)

ڈاکٹر ایسزام لکھتے ہیں : کہ

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مشرقیوں میں عورتوں کی بد اطواری یا بے وفائی سے اس قدر خانہ بربادی ہوتی ہے ، جیسے یورپ میں جہاں کی طرز معاشرت کا اثر عورتوں پر تعدد ازواج سے بد تر ہے ۔(7)

یہ حرم سسٹم اور تعدد ازواج کے قرون وسطائی اسلامی معاشرے پر اثرات کی حقیقت اور واقعی صورت تھی ، باقی رہا قرون وسطی میں عورت کے عائلی حقوق کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں بالا جمال عرض یہ ہے ، کہ وہ تمام حقوق جو اسے ما ، بیٹی ، بہن اور بیوی کی حیثیت میں اسلام نے عطا کئے ہیں ، اسلامی معاشرہ کے قرون وسطی میں اسے پوری طرح حاصل تھے ۔

موسیو دے امیس کے بقول :-

شوہر اپنی بیوی کے ساتھ نہایت خلق اور مدارت سے پیش آتا تھا ، کوئی مرد عورت سے مزدوری کرا کے اسکی کمائی نہیں لیتا ، مرد ہی عورت کو دیتا تھا ، اور ماں کی عزت تو پرستش کی حد تک کی جاتی تھی ۔(8)

آدم متسز لکھتے ہیں :-

اس دور میں بیٹی کی ولادت عموماً حقیقی مسرت اور خوشی و راحت کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی ، اور لوگ ایک دوسرے کو بیٹیوں کی ولادت پر مبارک باد اور تہنیت کے پیغامات

---

(6) تمدن عرب ، ص 537 ۔
(7) تمدن عرب ، ص 549 ۔
(8) تمدن عرب ، ص 550 ۔

بھیجتے اور اشعار میں بھی اسکا اظہار کرتے ۔ (9)

ایبوس کہتا ہے :-

ہم انکار نہیں کرتے کہ عربوں کی خانگی زندگی کا مذاق بہت ہی مفید اور اعلی درجہ کا ہے ۔ (10)

اجتماعی حقوق

اسلامی معاشرہ کے قرون وسطی میں اجتماعی سطح پر عورتیں تمام انسانی حقوق اور بنیادی ضروریات زندگی اور فعالیتوں میں مردوں کے مساوی تھیں ۔

لستاؤلی بان کے بقول :-

"عربوں میں باہمی مساوات کا خیال بے انتہا ہے ، یہ مساوات جو یورپ میں اس زوروشور سے بیان کی جاتی ہے ، مگر جس کا وجود ہمارے ہاں محض کتابوں میں ہے ، عربوں میں نہایت ہی عملی طور پر مستحکم اور مشرقی طرز معاشرت کا جزو ہو گئی ہے ، مدارج تمدن کی وہ سخت تفریحات جنہوں نے مغرب میں انقلابات عظیم پیدا کئے ہیں ، اور آئندہ ان سے بھی زیادہ انقلابات پیدا کرنے کیلئے تیار ہو رہے ہیں ۔ مسلمانوں میں مطلق نہیں پائے جاتے ۔ (11)

بناء بریں اسلامی معاشرہ کیا س دور میں عورتوں کیدین ، نفس ، آبرو ، عقل اور مال کا تحفظ اسی طرح معاشرہ کی ذمہ داری تھی ، جس طرح مردوں کےحقوق اور مصالح کا تحفظ بلکہ عورتوں کا صنفی استحقاقات و رعایات کی رو سے ان کا تحفظ زیادہ ضروری سمجھا جاتا تھا ۔

سید امیر علی رقمطراز ہیں :-

" اسلام کا سورما ، حلف الفضول کے بانی کا سچا شاگرد ، کمزوروں اور مظلوموں کی دادرسی کرنے کیلئے بھی ہر وقت اتنا ہی تیار رہتا تھا ، جتنا دشمنان خدا کے خلاف تیغ و سنان سے جہاد کرنے کے لئے .... خلیفہ ایوان ضیافت میں دسترخوان پر بیٹھا ہے ، کہ اس کے کانوں میں ایک عرب لڑکی کی آواز پڑتی ہے ، جسے ہسپانیوں نے اسیر کر رکھا ہے ، وہ وہیں کھانے کی رکابیں اپنےسامنے سے ہٹا دیتا ہے ، اور عہد کرتا ہے ، کہ جب تک لڑکی کو آزاد نہ کرا لے ، اس وقت تک پانی کا ایک قطرہ بھی لبوں کو نہ چھلائے گا ۔

---

(9) آدم متـز : الحضارة الاسلامية في القرن الرابع الهجري او عصر النهضة في الاسلام ، 1387ھ (بیروت) المجلد الثانی ، ص 129 ۔

(10) تمدن عرب ، ص 549 ، 550 ۔

(11) ایضاً ، ص 551 ۔

اسی طرح حجاج بن یوسف ایک مسلمان عورت کی پکار سنتا ہے ، تو اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو فوج دے کر اس دخترِ اسلام کی آزادی اور تحفظ کی خاطر برصغیر کی پوری سندو راجدھانی کو تہ تیغ کرنے کے لئے بھیج دیتا ہے ۔

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن فرماتے ہیں :-

ولما سبی الروم نساء المسلمین و مثلوا بهن فی عهد المعتصم و صاحت امراة هاشمیة ، وقعت أسیرة فی أیدیهم "وامعتصاه" لبی الخلیفة نداءها ، وثارت ثائرته وقاد جیشه الجرار وانتصر علی الروم فی موقعة عموریة المشهورة کما تقدم ۔ (12)

معتصم کے عہد میں جب رومیوں نے عورتوں کو قیدی بنا لیا تو ایک ہاشمی عورت معتصم کو مدد کے لئے پکارا فوراً اس پکار پر لشکر لے کر آگے بڑھا ، اور جنگ عموریہ میں روم پر فتح حاصل کی ۔

معاشرے میں عورتوں کو اپنے حقوق کے استعمال اور تحفظ کی مکمل آزادی حاصل تھی ، اس سلسلہ میں قضاء کے دروازے ان کے لئے بھی اس طرح کھلے تھے ، جس طرح مردوں کیلئے ، جیسا کہ حضانت ، رضاعت ، قصاص ، طلاق ، خلع ، و نکاح ، مہر وغیرہ سے متعلق احکام کتب فقہ میں بالتفصیل مذکور ہیں ، ظاہر ہے ، کہ یہ فقہی احکام قرونِ وسطی کے مسلمانوں میں ہر جگہ نہ صرف شخصی (نجی) اور ادارۂ افتاء کی معنوی قوت تنفیذ کے زیرِ اثر بلکہ ادارہ قضاء کے ذریعہ بھی پوری طرح نافذ رہے ، اس لئے یہ احکام شریعت کے نظریاتی موقف کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرہ کے عمل اور واقعی حالات کی بھی عکاسی کرتے ہیں ۔

استقلال شخصیت قرون وسطی میں

استقلال شخصیت عبارت ہے ، اہلیت و دینی و اجتماعی و اقتصادی مسؤلیت ، صنفی رعایات اور مساوی مواقع تکمیل و ترقی کے ضمن میں بیان ہو رہے ہیں ، اس لئے ہم الگ سے حیثیت نسواں کا پہلو بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ۔

خصوصی صنفی رعایات

اسلامی معاشرہ کے قرون وسطی میں ہر جگہ اور ہر علاقہ میں عورتوں کو نہایت عزت و تکریم اور شرف و احترام میسر تھا ، شام و عراق کی اموی سلطنت ہو یا بغداد کی عباسی

---

(12) حسن ابراہیم حسن : تاریخ الاسلام السیاسی والدینی والثقافی والاجتماعی ، قاہرہ 1964ء ، الجزء الثانی ، ص 431 ۔

ب ۔ محمد ہادی حسین : روح اسلام ، ص 398 ۔

خلافت ہو یا اندلس و مصر کی ، ہر جگہ اس صنف نازک کو خصوصی عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا ۔ (13) اس پر

سید امیر علی فرماتے ہیں :-

"Position of Women"

In the Abbasid period, the women enjoyed the same position and the Liberty as their Umayyad sisters. It was only in the eleventh century, under the Buwaihids, that the system of strict seclution and absolute segregation of sexes become general. The women were fashionable, Cultured and refined, they were found of splended dress, ornaments, and Jewelleries Khalifa Harun's sister Ulayah introduced the fashion of wearing a new ornaments called fillet she also set in fact---.(14)

گستاؤلی بان رقمطراز ہیں :-

" علاوہ ان قانونی حقوق کے عورت کو نہایت اعزاز سے دیکھا جاتا ہے ، مشرقی عورتوں کی حالت اس قدر حسدہ ہے ، کہ مصنف سیاحوں نے اس کا اعتراف کیا ہے" ۔ موسیو دے امیس کہتا ہے ، کہ " عورتوں کا عموماً بڑا اعزاز ہے ، اور انکے ساتھ مردانہ اخلاق برتا جاتا ہے ، کوئی شخص راستہ میں کسی عورت پر ہاتھ ڈالنے کی جسارت نہیں کرتا ۔ (15)

دوسری جگہ وہ لکھتا ہے ، اہل یورپ میں سپاہیانہ اخلاق جس کا ایک بڑا حصہ عورتوں کا برتاؤ تھا ، عربوں اور بالخصوص اندلسیوں سے آیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ، اوائل ازمنہ متوسط کے عیاش سردار عورتوں کا مطلق پاس نہیں کرتے تھے ۔ (16) اس ضمن میں BOUTES اسکی مذید وضاحت کرتے ہیں :-

Soci logical and anthropological investigations of the social organization and behavioural patterns even within the

---

(13) منہاج ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ دوئم ، ص 83 ۔

(14) The Short History of Islam , P 192.

(15) تمدن عرب ، ص 550 ۔

(16) تمدن عرب ، ص 542 ۔

core area of the Islamic World demonstrate however, that the status of Women their rights and duties as regards their seclusion and veilling, etc. It is a fact that even among more traditional societies in Saudi Arabia there are striking differences with regard to women's influence in domestic and political affairs.(17)

CHARIS WADDY نے بھی عورت کے کردار کو اس طرح سراہا ہے :-

Ali Zain-ul-Abidin and his sisters lived on for many years in Medina, one of them, namesake of her grand mother, Fatima was as well known for her piety as was her brilliant sister Sukainah for her beauty and her wit. Sukainah has an intelligent mind, and independent spirit and a very lovely sense of humour.(18).

WIEBKE -WALTHER نے بھی سیاسی میدان میں عورت کے کردار کی عکاسی کی ہے :-

There have always been women who influenced their leader husbands or sons on political questions, but rarely indeed and them only for a short time did women themselves ascend to a throne, for the most part, these women were children of their time, just as ruthless, cruel, scheming and extravgant as their male counter parts. If they had not been so, they would probably have been unable to assert themselves.(19)

WIEBKE - WALTHER نے عورت کی حیثیت اور مقام پر مزید روشنی ڈالی ہے :-

The first century of Islam was characterized not only by Women who were bold and courageous, but also by proud beauties who played such an important role in the social life of their time, that romances were woven around them in the literary tradition. (20)

---

(17) Boutge: Women in Islamic Societies, Great Britain, Curzan Press, London 1983. P-3.

(18) Charis Waddy: Women in Muslim History, London & New York, Longman Group Ltd. 1980, P-52.

(19) Wiebke-Walther : Women in Islam, P-81.

(20) -Aibi- P-78.

مساوی مواقع عمل و تکمیل

مظہر الحق خاں ، نے "پردہ اور تعددِ ازواج" میں سب سے زیادہ چیز یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ، کہ اسلامی معاشرہ کے قرون وسطی میں پردہ "حرم سسٹم اور تعددِ ازواج ایسے اداروں نے معاشرہ کو سراسر غیر تکمیلی بنا دیا ۔
ہم اس گمان کا پردہ چاک کرنے کے لئے کس قدر تفصیل سے علمی و عملی جائزہ لیں گے ۔

مواقع تعلیم و ثقافت

قرون وسطی میں حصول علم کی راہ میں حائل بے پناہ مشکلات جیسے طویل سفر مشقت جسمانی و نفسی اور قلت وسائل وغیرہ کے باوجود اسلامی معاشرہ کے مشرق و مغرب میں ہر جگہ عورتوں کی تعلیم کے بہت مواقع میسر آئے ، ان مواقع سے بے شمار خواتین نے فائدہ حاصل کیا ، ذیل میں اسکی ایک ادنی سی جھلک پیش کی جاتی ہے ۔

طریق تعلیم

پردہ کے مخالفین عموماً یہ کہا کرتے ہیں ، کہ پردہ نشین عورتیں اچھی طرح تعلیم نہیں پا سکتیں ، اگر کسی قوم کی عورتیں تعلیم کی طرف راغب و متوجہ ہوں ، تو پردہ میں بھی بے پناہ تعلیم حاصل کر سکتی ہیں ، اسلامی تاریخ کی واقعی شہادت سے یہ حقیقت نکلتی ہے ، کہ پردہ تعلیم میں معاون و مددگار اور بے پردگی مخل ہے ، کیونکہ تعلیم کے لئے یکسوئی اور اجتماع خیال کی ضرورت ہے ۔ ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے ، " جو شخص اجنبیہ عورت سے نگاہ بچائے رکھے تو حق تعالی اس کے قلب میں وہ علم و معرفت فرمائیں گے ، جو پہلے سے اسے حاصل نہ ہوگا " ، کے مطابق علم کی ترقی ، اخلاق فاضلہ ، حیاء عفت ، غیرت اور تقوی و طہارت کی ترقی سے وابستہ ہے ، علم کے ذریعے اخلاق فاضلہ سے نشو نما پانے کے بارے میں امام شافعی کا یہ قطعہ کس قدر حکیمانہ ہے ، کہ :-

شکوت الی وکیع سوء حفظی — فا وصانی الی ترک المعاصی
فان العلم نور من الـلـه — ونور الله لا یعطی لعاصـی ۔ (21)

---

(21) مولانا عبدالرحمن بخاری : اسلامی معاشرہ میں حیثیت نسواں کا تاریخی جائزہ ، بحوالہ منہاج ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ دوئم ۔ ص 85 ۔

اسلامی معاشرے کے دور اوّل اور قرون وسطیٰ میں اعمالِ صالحہ اور حیاء و عفت ترقی پر تھے ، کیونکہ پردہ و حجاب کے شرعی احکام زیرِ عمل تھے ، تو علم و معرفت کی بھی گرم بازاری تھی ، بکثرت عورتیں مختلف علوم و فنون میں ماہر پیدا ہوئیں ، چنانچہ قرون وسطیٰ کے اسلامی معاشرے میں لڑکیوں کو گھر پر ہی تعلیم دی جاتی تھی ۔ عراض ص

عبدالمتعال محمد الجبری " المرأة فی التصور الاسلامی " میں فرماتے ہیں :-

فقد روی یا قوت أن شیوخ علی بن الحسین ابن عساکر العالم المورخ المحدث المشہور بلغوا 1300 شیخ و من انساء بعضاً و ثمانین امراة من فضلیات العلماء ۔ (22)

دو ژانی کہتا ہے :-

" حرموں میں تعلیم بہت عام ہے ، " بس ظاہر ہے ، کہ مشرقی عورتوں کی طرزِ معاشرت مرکز ان کی تعلیم و تربیت کے مانع نہیں ، کیونکہ عربوں کے تمدنی عروج کے زمانے میں کثرت سے ایسی عورتیں موجود تھیں ، جو علم و فضل میں شہرہ آفاق تھیں ۔ (23)

ذیل میں قرون وسطیٰ کے مختلف تعلیمی اور ثقافتی مظاہروں میں مسلم خواتین کے نمایاں کارناموں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے ۔

عبدالمتعال الجبری فرماتے ہیں :-

وقد کان لھا بمصر مجلس علم ، وحین وفد الامام الشافعیؒ الی مصر جلس الیھا واستمع منھا الحدیث النبوی ۔ (24)

ڈاکٹر احمد شلبی فرماتے ہیں :-

خواتین کے دلپسند مضامین حدیث و فقہ تھے ، حضرت علی کی اولاد میں نفیسہ ایسی مستند محدثہ تھیں ، کہ فسطاط میں امام شافعیؒ ان کے حلقۂ درس میں شریک ہوا کرتے تھے ، حالانکہ اس وقت انہیں بھی شہرت اور عروج حاصل تھا ۔ (25)

ظہر کے وقت تک اپنے شاگردوں کو درس دیا کرتے تھے ، اور اس کے بعد اپنی بیٹیوں بھتیجیوں ، پوتیوں ، اور نواسیوں کو قرآن مجید اور دیگر علوم کی تعلیم دیا کرتے تھے ۔ (26)

---

(22) المرأة فی التصور الاسلامی ، ص 62 ، 63 ۔

(23) تمدن عرب ، ص 552 ۔

(24) المرأة فی التصور الاسلامی ، ص 62 ۔

(25) احمد شلبی : تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، مترجم محمد امین زبیری ، ص 254 ۔

(26) تاریخ التعلیم عبدالقابسی ، ص 22 ۔

اس سے قبل فاتح صقلیہ اسد بن فرات اپنی بیٹی اسماء کو خود پڑھایا کرتا ، جو بڑی عالمہ فاضلہ مشہور ہوئیں ۔ اسی طرح مشہور آفاقی شاعر الاعشی اپنی بیٹی کو پڑھایا کرتا تھا ، وہ ایسی تربیت یافتہ اور ذوقِ سلیم کی مالک ہوئیں ، کہ باپ اپنی تازہ نظموں پر اسکی تنقید و تبصرے پر اعتماد کیا کرتا تھا ۔ (27)

بعض حالات میں امراء اور خاندانِ شاہی کی لڑکیوں کے لئے اتالیق مقرر کیے جاتے تھے ۔ (28) چنانچہ خشنی روایت کرتا ہے : کہ امیر محمد بن اغلب کے محل میں ایک اتالیق تھا ، جو دن کو بچوں کو پڑھاتا تھا ، اور رات بچیوں کو ، المختصر کمو کی خواتین میسنہ بنت الملک الکامل ، شامیہ بنت الحافظ اور زینب بنت عبداللطیف البغدادی شامل ہیں ، دو ممتاز خواتین عائشہ بنت محمد ، اور زینب بنت کمال الدین نے مشہور زمانہ سیاح ابن بطوطہ کو سندات عطا کی تھیں ۔ (29)

آدم متنز فرماتے ہیں :-

و تلك أم الواحد ، كانت فاضلة عالمة ، ومن أحفظ الناس للفقه على مذهب الشافعي ، وكانت تفتي مع العلماء ، وحدّثت ، وكتب عنها الحديث ۔ (30)

ام الواحد بنت القاضی ابی عبداللہ بن اسماعیل المحاملی نہایت عالم فاضل اور مذہب شافعی کے حفاظ میں سے تھی ، فتوی صادر کیا کرتی تھیں ، اور احادیث روایت کیا کرتی تھیں ، اسی طرح ام الفتح کے بارے میں آدم متنز فرماتے ہیں :-

ومثل ام الفتح بنت القاضي أبي بكر احمد بن كامل بن خلف وأخذ عنها كثير من العلماء وكانت موصوفة بالديانة والعقل والفضل ۔ (31)

کریمہ بنت احمد المزوری علم و حدیث میں مشہور تھیں ، جسے خطیب البغدادی نے صحیح البخاری کا پانچ دن میں درس دیا تھا ۔ (32)

چنانچہ علی بن عساکر کے اساتذہ میں 80 سے زیادہ خواتین تھیں ۔ (33)

---

(27) ابو الفرج الاصبہانی علی بن الحسین : کتاب الاغانی ، الجزء التاسع ، ص 109 ۔
وسائر فنون الشعر ، وليس ذلك لغيره ، و يقال : هو اول من سال بشعره ، وانتجع به أقاصي البلاد ، وكان يغني في شعره ، فكانت العرب تسميه صناجة العرب ۔

(28) ابن سحنون : آداب المعلمين ، ص 58 ۔

(29) محمد اسحق زبیری : تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، ص 255 ۔

(30) الحضارة الاسلاميه في القرن الرابع الهجري او عصر النهضة في الاسلام ، الجزء الثاني ، ص 178 ۔

(31) ایضاً ص 178 ۔

(32) یاقوت الرومی : کتاب ارشاد الاریب الی معرفة الادیب ، المجلد الاول ، ص 247 ۔
وقد سمعت بين السماع يعلم الحديث كريمة بنت احمد ، المزوري بمكة وقرأ عليها الخطيب البغدادي صحيح البخاري في خمسة ايام ۔

(33) پروفیسر محمد سلیم : مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت (ہندو پاکستان میں) ، ص 130 ۔

امام طحاوی کی صاحبزادی اعلیٰ تعلیم رکھتی تھی ، کہ امام ممدوح حدیث و فقہ کی املاء بھی انھیں کے قلم سے کراتے تھے ، خود بولتے اور صاحبزادی قلمبند کرتی رہتی تھیں ، اسی طرح سعید بن مسیب کی عالمہ صاحبزادی کے فضل و کمال کی تمام اسلامی قلمرو میں شہرت پھیل گئی ۔ (34)

عبدالمتعال الجبوری فرماتے ہیں :-

ام المؤید (زینب) استاذہ المؤرخ الشہیر ابن خلکان ، قال عنہا : "انہا کانت عالمۃ وأدرکت جماعۃ من أعیان العلماء ، وأخذت عنہم روایۃً واجازۃ ۔ (35)

فاطمہ بنت الاقراع ایک مشہور زمانہٗ عالمہ اور فاضلہ تھی ، اور نہایت اعلیٰ درجہ کی خوش نویس بھی ۔ جنکے کثرت سے شاگرد تھے ۔ (36) ایک ممتاز خاتون زینب بنت الشعری نے اپنے زمانے کے نامور علمائے دین سے تعلیم حاصل کرکے سندات حاصل کی تھی اس خاتون نے ابن خلکان کو بھی سند دی تھی ۔

ابو الخیر الاقطاع کی دادی عبدہ کے حلقہ درس میں تقریباً پانچ صد طلباء شریک ہوا کرتے تھے ۔ (37) غرناطہ کے ابو حیان کے اساتذہ میں تین سو اسی سے زائد خواتین شامل تھیں ۔ (38)

بارہویں صدی کے شروع میں زینب ام المؤید علم و فقہ میں استاد مانی جاتی تھیں ، ام سعد قرطبہ کی مشہور محدثہ تھی ، جس کے درس میں بڑے بڑے علماء شریک ہوا کرتے تھے ۔ (39) ام المؤید فقہ و قانون کا درس دیا کرتی تھیں ۔ (40) قرطبہ میں 800 ثانوی مدارس تھے ، جن میں بچے اور بچیاں تعلیم پاتے تھے ، جامع مسجد کو یونیورسٹی کی حیثیت حاصل تھی ، جہاں ایک طرف خواتین قرآن پاک میں مصروف رہتی تھیں ۔ حضرت فاطمہ نیشا پوری ، ذوالنون مصری کے شیوخ میں سے ہیں ، ان کی مجالس وعظ و درس میں سوا لاکھ آدمیوں کا اجتماع ہوتا تھا ، رابعہ شامیہ علوم معرفت میں مشاہدہ کے درجہ پر پہنچ گئی تھیں ، امۃ الجلیل اولیاء کبار سے ہیں ، مشائخ وقت معرفت کے مسائلِ دقیقہ

---

(34) منہاج ، جہنت نسواں نمبر ، جلد دوئم ، ص 87 ۔

(35) امرأۃ فی التصور الاسلامی ، ص 61 ۔

(36) معجم الادباء لیاقوت ، المجلد الثامن ، الجزء السادس عشر ، ص 169 ۔

ب ۔ تاریخ تعلیم تربیت اسلامیہ ، ص 254 ۔

(37) نقوش رسول نمبر ، جلد چہارم ، ص 110 ۔

ب ۔ سیرت آئ اسلام ، ص 255 ۔

ج ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، ص 254 ۔

(38) المرأۃ فی التصور الاسلامی ، ص 61 ۔

(39) نقوش رسول نمبر ، جلد چہارم ، ص 110 ۔

(40) المرأۃ فی التصور الاسلامی ، 61 ۔

ان سے حل کرایا کرتے تھے ، حضرت رابعہ بصری علم و فضل اور تقوی و طہارت میں شہرۂ آفاق ہیں ، خیرہ العابدہ ،شعدانہ ، اُم عیسی ،آمنہ الاسلام حضرت فاطمہ ، وغیرہ ایسی عالم وفاضل اور پاک باز خواتین اسلامی معاشرے کے قرون وسطی کے جگمگاتے نشان ہیں ۔ (41)

آٹھویں صدی ہجری کی ایک مصری خاتون عائشہ بنت علی بن محمد بن علی بن عبداللہ بن ابی الفتح ہوئی ہیں ، جو بے مثال محدثہ اور حافظہ تھیں ، جن کے پاس بڑے بڑے علماء برائے استفادہ آیا کرتے تھے ، اور کمسال کی حافظہ اور ذہانت کی مالک تھیں ، حافظہ کی کیفیت عمر رضا کحالہ نے یوں بیان کی ہے :۔

وکانت مستحضرہ للسیرہ النبویہ تکاد تذکر الغزوہ بشامها وکانت حافظة لکثیر من الاشعار سیما دیوان البہاء زہیر و کانت سریعہ الحفظ فکانت تحفظ من قائتها للقصیدہ أو غیر ما من مرہ واحدہ نقد قال البقاعی : کتبت الکتابہ الحسنہ وکانت من الذکاء علی جانب کبیر تطالع کتب الفقہ تفہم و تحفظ شعراً کثیراً من علی دیوان البہاء زہیر و مصارع العشاق و السیرہ النبویہ لا بن الفرات و سلوان المطاع لابن ظفر ۔ (42)

خواتین اسلام کا اگرچہ پسندیدہ موضوع فقہ ،حدیث ، تفسیر ، وغیرہ علوم میں مہارت حاصل کرنا تھا ، مگر بعض خواتین ایسی بھی تھیں ، جنہوں نے دیگر شعبوں کو بھی جولانئ طبع کے لئے منتخب کیا ، مثلاً شاعری کی تو صاحب دیوان ہوئیں ، موسیقی میں بے نظیر بن گئیں ، طب میں حیرت کے لئے مقام حیرت بن گئیں ، چونکہ ان تمام میں زیادہ مثالیں دینا مقصد نہیں ، لہذا شاعری طب اور فقہ میں ایک ایک خاتون کا کمال بیان کرکے اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے۔

ام علی تقیہ بنت ابی الفرج متوفی 577 نہایت قابل خاتون تھیں ، ایک مرتبہ انہوں نے صلاح الدین کے بھتیجے تقی الدین عمر کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ، جو ساقی نامہ کی طرز پر لکھا گیا ، اس میں شاعرہ نے نہایت خوبی سے ایک محفل میخوشی کا بے کم و کاست نقشہ کھینچا تھا ، ساغر و مینا اور دیگر کوائف اس طرح بیان کیے تھے کہ جس سے ظاہر ہوتا تھا ، کہ شاعر خود ایک عادی مے خوار ہے ، قصیدہ پڑھ کر تقی الدین نے علی الاعلان کہا کہ شاعر کو ضرور مے نوشی کا ذاتی تجربہ ہے ، اس خاتون نے ایک رزمیہ

---

(41) شہزادہ داراشکوہ: سفینۃ الاولیا ، مترجم محمد علی لطفی ، ایجوکیشنل پریس کراچی 1982ء ص 258 ، 268 ۔

(42) اعلام النساء ، الجزء الثالث ، ص ، 181 ، 182 ۔

قصیدہ لکھ ڈالا ، جس میں اس نے جنگ کی کل جزئیات نہایت تفصیل سے بیان کی تھیں ، اور میدانِ جنگ میں جنگجو بہادروں کا نقشہ کھینچا تھا ، جب اس نے یہ رزمیہ نظم تقی الدین کو بھیجی تو ایک خط میں لکھا کہ مجھے جتنا تجربہ بزم کا ہے ، اتنا ہی رزم کا ہے ، اس نظم کو پڑھ کر تقی الدین نے اس کے اعلیٰ تخیل کا لوہا مان لیا ، اور اس کی بے حد تعریف کی ۔ (43)

ویں صدی ہجری کی ایک خاتون فاطمہ بنت احمد بن یحییٰ تھیں ، جو نہ صرف علم و فضل میں درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھیں ، بلکہ وہ استنباط احکام کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور تھیں ، اور اپنے والد کے ساتھ بہت سے مسائل پر بحث کیا کرتی تھیں ، ان کے والد نے انکی صلاحیت کا یوں اعتراف کیا :-

ان فاطمة ۔ عالمة فاضلة فقيهة متفقهة بالدين كانت تستنبط الاحكام الشرعية ۔ (44)

بات یہی ختم نہیں ہوتی ، بلکہ ان کے شوہر امام مطہر نامی ایک بہت بڑے عالم تھے ، جو لوگوں کو پڑھایا کرتے تھے ، جب کبھی انکو کسی کتاب میں سے کوئی مقام لا ینحل نظر آتا تو فوراً گھر آتے اور بیوی سے اس کے متعلق پوچھتے تو وہ فوراً اس مقام کو حل کر دیتیں ، یہ باہر آکر اسکی پھر تقریر کرتے ، جس پر طلباء اطانیہ کہتے :-

ليس هذا منك بل من وراء الحجاب ۔

ذرا غور کیجئیے کہ ان خواتین کا پایہ علم و فضل کیا ہوگا ، جو گھروں میں رہ کر ہر قسم کے علماء سے مستنبط ہونے والے علماء کی مشکل کتاب میں رہنمائی کرتی ہوں گی اندازہ کیا جا سکتا ہے ، کہ مسلم خاتون اسلامی عہد میں علمی اعتبار سے کس عروج کمال پر تھیں ۔

ایک اور حیرت انگیز خاتون کا تذکرہ سنئیے جو علم طب کی ماہر تھیں ، اور اسکی اس علم میں بے مثال دسترس کا اندازہ لگائیے ۔

ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی فرماتے ہیں :-

(روى) الصلت بن محمد الجحدرى قال حدثنا بشر بن الفضل قال خرجنا حجاجا فمررنا بمياه من مياه العرب فوصف لنا فيه ثلاثة اخوات بالجمال وقيل لنا انهن يتطببن و يعالجن فاحببنا ان نراهن فعمدنا الى صاحب لنا فحككنا ساقه بعود حتى أدميناه ثم رفعناه على أيدينا وقلنا هذا سليم فهل من راق فخرجت أصغر من فاذا جارية كالشمس الطالعة فجاءت حتى وقفت عليه فقالت ليس بسليم قلنا وكيف قالت لانه خدشه عود بالت عليه حية ذكر والدليل انه اذا طلعت عليه الشمس مات

---

(43) الف ۔ نقوش رسول نمبر ، جلد چہارم ، ص 111 (ب) تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، ص 257 ۔

(44) اعلام النساء ، الجزء الرابع ، ص 31 ۔

فلما طلعت الشمس مات تعجبنا من ذلک ۔ (45)

علامہ ابو الفرج ابن جوزی فرماتے ہیں :۔

صلت بن محمد حمدری فرماتے ہیں ، کہ مجھ سے بشر بن فضل نےبیان کیا کہ ہمارا حاجیوں کا قافلہ سفر میں تھا ، تو ہمارا گزر عرب کے پانیوں میں سے ایک پانی پر ہوا ، ہم سے بیان کیا گیا ، کہ یہاں بہت خوبصورت تین بہنیں ہیں ، اور کہا گیا ، کہ وہ طب کرتی ہیں ، اور علاج کی ماہر ہیں ، ہم نے چاہا کہ ان کو دیکھیں ، تو ہم نے اپنے ایک ساتھی کی پسلی کو لکڑی اٹھا کر اس سے چھیل لیا ، یہاں تک کہ اس میں خون کچکچانے لگا ، پھر ہم نے اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا ، اور لوگوں سے کہا ، کہ اس کو سانپ نے کاٹا ہے ، کوئی جھاڑنے والا ہے ، تو ان میں سے چھوٹی بہن نکل کر آئی ، ایسی خوبصورت تھی ، کہ معلوم ہوتا تھا ، کہ سورج نکل آیا ، وہ آکر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی ، کہ اسے سانپ نے نہیں کاٹا ، ہم نے کہا کیسے تو اس نے کہا ، کہ اس کا جسم ایسی لکڑی سے چھل گیا ہے ، جس پر نر سانپ نے پیشاب کیا تھا ، اسکی دلیل یہ ہے ، جب اسکے بدن کو دھوپ لگے گی ، تو یہ مر جائیگا ، امر واقعی جب سورج طلوع ہوا ، تو وہ شخص مر گیا ، اور ہم متحیر رہ گئے ۔

دنیا کی کوئی قوم سوائے مسلمانوں کے اس دور میں ایسی مثال پیش نہیں کر سکتی ، یہ شرف صرف اسلام کو حاصل ہے ، کہ اس نے خواتین کو فرش سے اوج کمال تک پہنچا دیا تھا ، مسلمانوں کے ازمنہ وسطی میں ایسے محیر العقول واقعات پڑھ کر بے اختیار یہ فقرہ قلم سے ٹپک پڑتا ہے :۔

اولیک آبائی فجئنا بمثلھم ۔

شعر و ادب

قرون وسطی کے اسلامی معاشرے کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے ، کہ اکثر خواتین نے شاعری ، فصاحت و بلاغت و خطابت میں نام پیدا کیا ۔

اُحمد خیوت فرماتے ہیں :۔

کانت دور العلم ، و معاھد المعرفۃ مفتحۃ الأبواب امام المراۃ العربیۃ فی فجر الاسلام فی عھد بنی امیۃ ، وزمن العباسین ، وقد نبغ بفضل ذلک عدد کبیر ، من النساء فی

---

(45) ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی : کتاب الاذکیاء ، 1403ھ ، لجنۃ احیاء التراث ، دار الآفاق الجدیدۃ ، بیروت ، ص 176 ، 177 ۔

علوم القرآن والفقه والحديث ، كما نبغ منهن عدد غير قليل فی مجال الأدب ، واللغة ، والشعر ، وكانت زعيمة النساء علما وفقها وفضلا فی عصر الاسلام ۔ (46)

عبدالمتعال الجبری فرماتے ہیں :۔
" والأمثلة كثيرة على النساء العربيات المسلمات اللواتی تعلمن القراءة والكتابة والنحو ۔ (47)

محمد رشید رضا فرماتے ہیں :۔
و قد اشتركت النساء مع الرجال فی اقتباس العلم بهداية الاسلام ، فكان منهن روايات الأحاديث النبوية والآثار ، يرويه عنهن الرجال ، والاديبات والشاعرات و المصنفات فی العلوم والفنون المختلفة (48)

سکینہ بنت حسین شعروادب اور تاریخ حماسہ کی بلند پایہ نقاد تھیں ، ان کے ہاں اپنے فن کی داد چاہنے والے شعراء و ادباء کا جمگھٹا رہتا تھا ۔

عبدالمتعال الجبری فرماتے ہیں :۔
تعليم البنت فی العصر الاموی :
كانت تمثل المثقفات فی العصر الأموی ، ولقد كان من بينهن " سكينة بنت الحسين بن علی " .... التی سيدة سيدات عصرها ، وأجملهن وأرقاهن و أسماهن صفات وأخلاقا وكان منزلها كعبة الأدباء والعلماء ۔ (49)

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :۔
سيدة جليلة ذات نبل و مقام رفيع كانت تجالس الأجلة من قريش و تجتمع إليها الشعراء والأدباء والمغنون فيحتكمون إليها ۔ (50)

حسن ابراہیم حسن فرماتے ہیں :۔
وكانت السيدة سكينة بنت الحسين بن علی سيدة نساء عصرها و من أظرفهن و أحسنهن أخلاقاً ، اجتمع إليها يوماً جرير والفرزدق و كثير و جميل و نصيب ، فنقدت شعر كل منهم ، ثم أجازت كلا بألف دينار ۔ (51)

---

(46) مركز المرأة فی الاسلام ، ص 64 ۔
ب ۔ عبدالله عفيفی : المرأة العربية فی جاهليتها و اسلامها ، المجلد الثانی ، ص 139 ۔
(47) المرأة فی التصور الاسلامی ، ص 56 ۔ (48) حقوق النساء فی الاسلام ، ص 14 ۔
(49) المرأة فی التصور الاسلامی ، ص 57 ۔ (50) اعلام النساء ، المجلد الثانی ، ص 202 ۔
(51) تاريخ الاسلام السياسی والدينی والثقافی والاجتماعی ، الجزء الاول ، ص 547 ۔

سید امیر علی فرماتے ہیں :-

In the Umayyad Society, women distingushed themselves as scholars and poets and also inwit, and virtue. Kharka, Syeda Sakina, Daughter of Hussain and Umm-ul-Banin, Queen of Walid-I were highly accomplisaed bodies of the time. (52)

حسن ابراہیم حسن فرماتے ہیں :-

ومن شہیرات نساء العصر الأموی أُم البنین زوجہ الخلیفۃ الولید بن عبدالملک وقد اشتہرت بالفصاحۃ والبلاغۃ وقوۃ الحجۃ ، بعد النظر ، وکانت لھا مکانۃ ملحوظۃ فی قصر الخلیفۃ الولید ، الذی کان یستشیرھا فی مہام أُمورالدولۃ۔ (53)

ام بنین زوجہ ولید بن عبدالملک اور عاتکہ بنت معاویہ بڑی عمدہ شاعرہ تھیں ، وضاح اور ابو دھبل ایسے شعراء و ادباء کی سر پرستی کرتی تھیں ، شہدہ شہدہ ملقب بہ فخرالنساء جامع مسجد بغداد ایک کثیر مجمع کے سامنے ادب ، خطابت اور شاعری پر لیکچر دیا کرتی تھیں ، اور وعظ بھی کہتی تھیں ۔ (54)

ابن سماک کوفی مشہور عالم کی کنیز ان کی تقریروں میں اصلاح دیا کرتی تھیں ، انہوں نے فن خطابت میں باندی ہی سے استفادہ کیا تھا ۔ (55)

بدانیہ نے اپنے استاد ابو المطرب عبدالمنان سے پڑھا تھا ، لیکن وہ استاد سے سبقت لے گئیں ، اس نے المبرد کی تصنیف "الکامل" اور "القالی" کی "النوادر" ، پر عبور حاصل کر لیا تھا ، اور علم عروض میں مسلمہ استاد تھیں ۔ (56)

تقیہ بنت علی بن عبداللہ الحمدانیہ اپنے دور کی نہایت قابل شاعرہ تھی ۔ (57)

---

(52) A short History of Islam , P-192.

(53) تاریخ الاسلام ، الجزء الاوّل ، ص 547 ۔

(54) منہاج رسالہ ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ دوئم ، ص 88-89 ۔

ب ۔ المرأۃ فی التصور الاسلامی ، ص 62 ۔ فخر النساء شہدۃ و اشتہدت بالخط و سمع علیھا خلق کثیر حتی اشتہر ذکرھا ۔

ج ۔ اعلام النساء ، المجلد الاوّل ، ص 150 ۔ ام البنین بنت عبدالعزیز بن مروان ، من ربات الفصاحۃ و البلاغۃ قرأت بجوابھا حجۃ الحجاج و افحمتہ بکلام مبین ۔

(55) محمد طیب : شرح بردہ ، ص 105 ۔ (56) نقوش رسول نمبر ، جلد چہارم ، ص 111 ۔

(56) ب ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، ص 256 ۔

(57) اعلام النساء ، الجزء الاوّل ، ص 174 ۔ تقیۃ بنت علی بن عبداللہ الحمدانیۃ ، امیرۃ ، ادیبۃ ، عارفۃ ، بالشعر و الادب ۔

رزم و بزم کے تمام موضوعات کو نظم کرنے پر یکساں قدرت رکھتی تھی ۔
اندلس میں بھی بہت سی عورتیں علم و ادب میں نمایاں مقام رکھتی تھیں ۔ شہزادہ احمد کی صاحبزادی عائشہ نظم میں صاحب کمال اور فصیح و بلیغ خطیبہ بھی تھی ۔ ان کی تقریروں نے قرطبہ کے بڑے بڑے فہیم و ذکی فلسفیوں میں غلغلہ ڈال دیا تھا ۔ انکا کتب خانہ تمام ممالک محروسہ اندلس کے نفیس و مکمل کتب خانوں میں سے تھا ۔ (58)

عبدالمتعال الجبری فرماتے ہیں :۔
عائشہ بنت احمد ، وصفها المورخون بأنها على جانب عظیم من الزکاء و العلم والنقاد والمهارة فی النواحی الأدبیة و بخاصة الشعر وکانت فصیحة مهذبة ذات خط جمیل ۔ (59)

خاندان موحدین کی شہزادی ولیدہ شاعری اور علم بلاغت و بیان میں کاملہ تھیں ، معصر شعراء اس کے مقابل آتے ہوئے جھجھکتے تھے ۔
متوسط طبقہ کی خواتین بھی علم و فضل میں کمال حاصل کرنے کے مواقع سے پوری طرح فائدہ اٹھاتیں ، دارالحمہ کے کتب فروش زیاد کی بیٹیاں زینب اور حمدا علم و ادب میں اپنا جواب نہ رکھتی تھیں ۔ (60)
ایک معمولی خاندان کی خاتون حفیفہ الرکونیہ ساکن غرناطہ اپنی شرافت و قابلیت کے باعث مشہور تھیں ، اسکی شاعری میں محبت کے جذبات بھرے ہوئے تھے ، وہ خلیفہ کے محل میں خواتین کی استاد و اتالیق تھی ۔ (61)
العروضیہ معانی و بیان کی فاضلہ تھیں ۔ اسکے بارے میں عبدالمتعال الجبری

---

(58) منہاج ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ دوئم ، ص 89 ۔
(59) الف ۔ المرأة فی التصور الاسلامی ، ص 58 ۔
ب ۔ منہاج ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ دوئم ، ص 89 ۔
(60) الف ۔ مفتی انتظام اللہ شہابی : خواتین اسلام ، ص 221 ۔
ب ۔ نواب ذوالقدر جنگ بہادر : خلافت اندلس ، ص 326 ۔
ج ۔ آئی ایچ ، بونی : مسلم اسپین ، ص 474 ۔
(61) الف ۔ نقوش رسول نمبر ، جلد چہارم ، ص 111 ۔
ب ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، ص 256 ۔

فرماتے ہیں :-

الموصلیہ وھی جاریۃ ۔۔۔۔۔، وأخذت ، عن مولاھا النحو واللغۃ وبذتہ فی العروض حتی اشتھدت بہ وکانت تحفظ کتاب الکامل للمبرد ، وکتاب النوادر لأبی علی القالی ، وھما من أم الکتب الأدب ونثر بھا ۔ (62)

غرض کہ ایسی بیسیوں ذی علم اور نامور خواتین ، قرطبہ ،غرناطہ ، اشبیلیہ وغیرہ میں گزری ہیں ۔ (63)

مــــواقع عمــــــل

اسلامی معاشرے کے قرون وسطی میں خواتین کو علم و فکر اور ادب و ثقافت کے ساتھ ساتھ عمل و ہنر کے بھی بے پناہ مواقع میسر آئے ، جیسا کہ مندرجہ ذیل مثالوں سے ظاہر ہے ۔

طب و جـــــراحت

عہد وسطی میں بہت سی ایسی خواتین کے حالات ملتے ہیں ، جنہوں نے طب و جراحت میں مہارت حاصل کرکے شہرت پائی ، چنانچہ بنی عواد میں زینب بہت طبیبہ اور ماہرہ امراض چشم تھیں ۔ (64)

ام الحسین بنت القاضی ابی جعفر الطنجالی مختلف مضامین و علم فنون میں کمال کی دسترس رکھتی تھیں ۔ لیکن وہ بہ حیثیت طبیبہ مشہور تھیں ، الحفیظہ بن زہر کی بہن اور اسکی بیٹی جو المنصور بن ابی عامر کے زمانے میں مشہور تھیں ، بہت اچھی طبیب تھیں ، علم طب اور فن حکمت میں اپنے مشاہیر زمانہ میں سے تھیں ، بالخصوص امراض نسوانی کی ماہر تھیں ، اور شاہی محل کی خواتین کے علاج معالجہ کے لئے انھیں کو بلایا جاتا تھا ۔ (65)ا

---

(62) المرأۃ فی التصور الاسلامی ، ص 62 ۔ (ب) خلافت اندلس ، ص 327 ۔

(63) منہــــاج ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ دوئم ، ص 89 ۔

(64) المرأۃ فی التصور الاسلامی ، ص 64 ۔ واشتھرت زینب ــ طبیبۃ بنی عواد ــ بالطب فی الجاھلیۃ والإسلام ، فکانت فضلاً عن معالجۃ الأبدان تحسن طب العیون والجراحۃ ۔

(65) تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ ، ص 260 ۔

ب ۔ محمد امین زبیری : مسلم خواتین کی تعلیم ، ص 20 ۔

ملی خدمات کے مواقع

اسلامی معاشرے کے قرونِ وسطیٰ میں عورتوں کو علمی اور فنی ترقی کے ساتھ ساتھ ملی اور دینی خدمات انجام دینے کے بھی بھرپور مواقع میسر تھے، ذیل میں اجمالی اشارات اور چند نمایاں مثالوں کے بیان پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اشاعتِ اسلام

عہدِ نبوت و خلافت کی طرح قرونِ وسطیٰ میں بھی عورتیں اسلام کی تبلیغ دعوت میں مردوں کے ساتھ ساتھ حصہ لیتی رہیں، اور اس نہایت اہم دینی فریضہ کی انجام دہی میں اپنا کردار پوری طرح ادا کرتی رہیں، چنانچہ کئی تاتاری شہزادوں نے اپنی مسلمان بیویوں کی ترغیب سے اسلام قبول کیا، اور یہی صورت ان بت پرست ترکوں کے ساتھ بھی پیش آئی، جو اسلامی ملکوں پر یورشیں کیا کرتے تھے، قازان کی تاتاری عورتیں بھی اسلام کی اشاعت میں سرگرمی کا ثبوت دیتی تھیں، سیدہ نفیسہ نے جب مصر میں سکونت اختیار کی تو ان کے ہمسائے میں ایک ذمی رہتا تھا، جسکی بیٹی کو ایسی بیماری تھی، کہ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتی تھی، ایک دن اس کے ماں باپ بازار جانے لگے، تو سیدہ نفیسہ سے درخواست کی کہ وہ ان کی بیٹی کی خبر گیری کریں، آپ نے انتہائی رحم دلی اور خدا ترسی کا ثبوت دیتے ہوئے، نہایت عاجزی سے دعا کی کہ یا اللہ اس لڑکی کو صحت یاب کر دے، رب کریم نے ان کی دعا قبول فرمالی وہ لڑکی صحت یاب ہوگئی، اس کے ماں باپ یہ منظر دیکھ کر اپنی محسنہ کے دینِ اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے۔ (66)

جنگ و جہاد میں شرکت

اسلام نے ہر دور میں ایسی لڑکیاں پیدا کی ہیں، جنھوں نے عسکریت میں نام پیدا کیا ہے، اسلامی معاشرہ کے دور اوّل میں عورتوں کی جہاد میں شرکت اور غازیوں کی خدمت کرنے کی مثالیں، ہم باب دوئم "حصہ سنت" میں بیان کر آئے ہیں۔ (س) ؎

حسن ابراہیم حسن فرماتے ہیں :-

وکذلک ساھمت المراۃ فی ھذا العصر فی الحروب ، فاشترکت فیھا اُم عیسی ولبابہ بنتا علی بن عبداللہ بن عباس عم الخلیفۃ المنصور ، وکن فی عھد الرشید یمتطین

---

(66) پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ : دعوتِ اسلام ، مترجم عنایت اللہ ، 1972ء ، لاہور رشید احمد چوہدری ، مکتبہ جدید پریس ، ص 388۔

الجیاد و یقدن الجند الی میدان القتال ، ولما سبی الروم نساء المسلمین و مثلوا بھن فی عھد المعتصم و صاحت امراۃ ھاشمیہ وقعت أسیرۃ فی أیدیھم "وامعتصماہ" لبی الخلیفۃ نداءھا و ثارت ثائرتہ ، وقاد جیشہ الجرار وانتصر علی الروم فی موقعۃ عموریۃ المشھورۃ کما تقدم ۔ (67)

قرون وسطی میں بھی بہت سی خواتین فوجی خدمات انجام دیتی نظر آتی ہیں ، منصور کے عہد میں علی بن عبداللہ بن عباس کی صاحبزادیاں ، أم عیسی اور لبابہ لباس حرب میں ملبوس اسلامی افواج کے ساتھ بازنطینی طاقہ کی طرف مارچ کر رہی تھیں ، ہارون کے دور میں بھی یہ شہزادیاں گھوڑوں کی رکھوالی اور فوجوں کو میدان جنگ میں بھیجتی تھیں ۔

معتصم کے عہد میں رومیوں کی قید میں ایک مسلم خاتون کی پکار پر اسکی حفاظت کے لئے آگے بڑھنے کا واقعہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے ، جس سے عیاں ہے ، کہ رومیوں کے خلاف جنگ میں خواتین بھی شریک تھیں ۔

کار حکومت اور نظم مملکت میں دخل

اسلامی معاشرہ کے قرون وسطی میں عورتوں کو بے پناہ حریت، سیاسی خدمات اور شاہی خاندان کی عورتوں کو کار حکومت میں شرکت کے بے پناہ مواقع حاصل تھے ، اموی دور میں ام البنین کا اپنے خاوند ولید اول پر بہت زیادہ اثر تھا ، ایک مرتبہ اس نے حجاج بن یوسف کو اسکے مظالم پر سخت سرزنش کی ، اور بعد ازاں ملازمین کے ذریعے دھکے مروا کر اسے باہر نکال دیا ۔ (68)

حسن ابراہیم حسن فرماتے ہیں :-

کانت المراۃ فی العصر العباسی الاوّل تتمتع بقسط وافر من الحریۃ فقد تدخل بعضھن فی شئون الدولۃ ، کالخیزران زوج الخلیفۃ المھدی و أُم الھادی و الرشید ، وکانت کثیراً ما یسال ابنھا الھادی قضاء حاجات المترددین علی بیتھا ، ثم أن شدۃ غیرتہ علی النساء حملتہ علی أن یضع حداً لتدخلھا فی أُمور دولتہ ۔ (69)

---

(67) تاریخ الاسلام ، الجزء الثانی ، ص 431 ۔

(68) محمد رضا خان : قدیم و جدید تاریخ مسلمانان عالم ، 1987ء ، ص 219 ۔

(69) تاریخ الاسلام ، الجزء الثانی ، ص 430 ۔

اسی طرح مزید فرماتے ہیں :-

وقد تمتعت السيدة زبيدة زوجة الرشيد وأم الأمين بنفوذ كبير في الدولة ، فإنها حين حجت بيت الله سنة 186 هـ وأدركت ما يطانيه أهل مكة من المشاق في الحصول على ماء الشرب ، دعت خازن أموالها وأمرته أن يدعو المهندسين والعمال من أنحاء البلاد وقالت له : "اعمل ولو كلفتك ضربة الفأس دينارا" ۔ (70)

عباسی دور میں خلیفہ مہدی کی بیوی خیزران ریاست کے انتظامی امور پر مکمل چھائی ہوئی تھیں ، اسکی فرمائش پر مہدی نے تخت نشین ہوتے ہی ، امویوں اور علویوں پر سے منصور کی عائد کردہ تمام پابندیاں مٹا دیں ، قیدیوں کو رہا کر دیا ، اور امویوں کی جائیدادیں انہیں لوٹا دیں ، اس کے کہنے پر مہدی نے مدینہ کے پانچ سو انصار کو اپنا باڈی گارڈ مقرر کیا ، اور ان کو گزارہ کے لئے زمینیں عطا کیں ، بعد ازاں خلیفہ ہارون الرشید بھی سلطنت کے امور میں خیزران کے مشوروں پر چلتا تھا ، برمکیوں کا اقتدار اسکا مرہون منت تھا ۔

ہارون کی بیوی زبیدہ نے اپنےزمانے کی تاریخ میں نمایاں کردار ادا کیا ، ہارون پر اس کا کافی اثر تھا ، اسکے کہنے پر ہارون نے امین کو اپنا جانشین نامزد کیا ۔

حسن ابراہیم حسن فرماتے ہیں :-

وكان كثير من الخلفاء من أمهات أولاد ، فقد كانت أم المأمون فارسية أم المعتصم تركية ، وكانت شجاع أم المتوكل رومية (أوخوارزمية) والسيدة أم المقتدر رومية ، و أم المطيع صقلية ، وأم الظاهر الفاطمي سودانية ۔ (71)

خلیفہ مقتدر کی ماں "السیدۃ" کے امور مملکت میں گہرے نفوذ و تاثیر کی سب سے بڑی دلیل ولایۃ المظالم کی سربراہی اور وزیر مصلح علی بن عیسی کا وہ مکتوب ہے ، جو اس نے ام مقتدر کی طرف سے لکھا ، تاکہ سلطنت کے مالی امور کی جو ذمہ داری اسنے وزیر مذکور کو سونپی تھی ، اس کے بارے میں مزید ہدایات دے ، وزیر حامد بن عباس کے عہد میں خلیفہ کے حرم کا امور مملکت میں اثرو نفوذ بہت زیادہ بڑھ گیا تھا ، حتیٰکہ خواتین ہی درخواستیں وصول کرتیں اور فیصلے صادر کرتیں ۔

---

(70) تاریخ الاسلام ، الجزء الثانی ، ص 431 ۔

(71) ایضاً ، الجزء الرابع ، ص 642 ۔

حسن ابراہیم حسن فرماتے ہیں :-

وقد تمتعت المراة فی العصر السجوقی بقسط وافر من الحریة وکان لبعض نساء هذا العصر تأثیر عظیم علی الخلفاء والسلاطین ، حتی إنهن تد خلن فی شئون الدولة ، ونذکر علی سبیل المثال "ترکان خاتون" زوجة السلطان ملکشاه التی اشتهرت بذکائها ودهائها ، واتسع نفوذها ، حتی إنها استطاعت تحت تأثیر طموحها الشخصی أن تحمل الخلیفة العباسی القائم ، علی تقلید إبنها الصغیر محمود السلطنة ۔ (72)

سلجوقی عہد میں بہت سی خواتین خلفاء اور سلاطین پر گہرا اثر رکھتی تھیں ، سلطان ملک شاہ کی بیوی ترکا خاتون کو اس قدر قوی اثر حاصل تھا ، کہ اس نے خلیفہ القائم کو اپنے بیٹے محمود کو امور سلطنت سونپنے پر مجبور کر دیا ۔

اندلس سلاطین کے عہد میں بھی عورت بہت زیادہ سیاسی آزادی اور اثرونفوذ کی حامل تھی ۔ خلفاء امراء اور اعیان سلطنت کی لونڈیاں بھی امور سلطنت میں دخل دیتی تھیں ، خلیفہ عبدالرحمن الاوسط کی لونڈی طروب کا نفوذ محتاج بیان نہیں ، کہ وہ امور مملکت کا فیصلہ کرنے میں بے باکی سے دخل دیتی تھی ، اسی طرح حکم ثانی کی بیوی اور ام المؤید کی ماں صبح نے اپنے بیٹے کی صغر سنی میں جانشینی کے باعث تمام امور سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ، اور منصور بن ابی عامر کو اپنا معاون بنا لیا ۔

حسن ابراہیم حسن فرماتے ہیں :-

وکان للنساء شأن کبیر فی الدولة الفاطمیة ، حتی إنهم کن یتد خلن فی شئون الدولة و اشتهر کثیر منهن بالثراء والبذخ ، ذکر المقریزی ، ، أن رشیدة بنت المعز ترکت نحو ملیون ونصف من القطع الذهبیة ، (1,700,000 دینار ای ثلاثة أرباع ملیون جنیه) و ترکت أختها عبدة کثیراً من خزائن الحلی والصناديق ۔ (73)

خلافت فاطمی میں بھی عورتوں کیا ثرونفوذ کی بیسوں مثالیں موجود ہیں ، یہ خواتین اپنے اثر و رسوخ سے بے پناہ مال و دولت جمع کر لیتی تھیں ، جیسا کہ رشیدہ بنت معز اور اسکی بہن عبدہ کے پاس سونے چاندی کے ذخائر تھے ۔

فاطمی خلیفہ عزیز نے ایک روس نصرانی خاتون سے شادی کی ، جس سے خلیفہ حاکم اور ست الملوک پیدا ہوئے ، اس نصرانی خاتون کا اپنے خاوند پر کافی اثر تھا ، جس سے کام لیتے ہوئے ، اس نے اپنے دو بھائیوں کو اسکندریہ اور بیت المقدس میں سرکاری منصب مقرر کروالیا ۔ اسکی بیٹی ست الملوک کو بھی بے پناہ سیاسی اثرورسوخ حاصل تھا ، جس سے وہ بھرپور فائدہ اٹھایا کرتی تھی ۔

---

(72) تاریخ الاسلام ، الجزء الرابع ، ص 641 ۔

(73) تاریخ الاسلام ، الجزء الثالث ، ص 448 ۔

حسن ابراہیم حسن مزید فرماتے ہیں :-

ومن نساء العصر الفاطمی الأخیر زوجة الظافر وأم المستنصر ، وکانت سودانیة ، علی ما تقدم ، وقد اشتہرت بالعطف علی أبناء جلدتہا السودانیین الذین کثر عددہم ۔ (74)

اسی طرح خلیفہ الظاہر کی بیوی اور المستنصر کی ماں جو سوڈانی تھی ، اپنے ہم وطن سوڈانی نوجیوں سے بے پناہ شفقت و رعایت کا سلوک کرتی تھیں ۔ خلیفہ آمر کی بیوی الطائیہ بھی خلافتِ فاطمی کی باثر خواتین میں سے تھیں ۔

حسن ابراہیم حسن فرماتے ہیں :-

وقد تمتعت شجرة الدر زوجة الملک الصالح أیوب بنفوذ عظیم فی الدولة الأیوبیة حتی لقد تقلدت سلطنة مصر ردحا من الزمن ، وقد تقربت من أمراء الدولة ومنحتہم الإقطاعات وخففت الضرائب من الأہالی واستطاعت بمعاشتہا (75)

سلطنت ایوبیہ میں ملک صالح ایوب کی بیوی شجرۃ الدر نے ایک عرصہ تک مصر کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے رکھی اور معاملاتِ سلطنت کی انجام دہی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتی رہیں ۔

اس طرح مغرب میں زینب النفزاویہ جو بلاد مغرب کے امیر ابوبکر بن عمر کی بیوی تھیں ، انتظامی امور میں دخل دیا کرتی تھیں ۔ سلطان علی بن یوسف بن علی بن تاشفین کے عہد میں امورِ سلطنت میں خواتین کا اثرونفوذ حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا ۔ (76)

تعلیمی اصلاحی اور رفاہی خدمات

قرون وسطیٰ کی مسلم خواتین کو تعلیمی اصلاحی ، اور رفاہی خدمات انجام دینے کے لئے بے پناہ مواقع میسر آئے ، چنانچہ بہت سی خواتین نے ایسی درسگاہیں قائم کیں ، جن سے نہ صرف عورتیں ، بلکہ مرد بھی فیضیاب ہوئے تھے ، جامع زیتونیہ تونس کی قدیم مسجد اور اسلامی درسگاہ ہے ، جسے بنو حفص کے حکمران مستنصر کی بیوی عطف نے 1283ء میں قیروان (موجودہ تونس) میں تعمیر کیا تھا ، بڑے بڑے علماء یہاں سے اٹھے ، ابن خلدون نے ابتدائی تعلیم اس درسگاہ میں حاصل کی تھی ، جامع قرویین مراکش کے شہر فارس میں واقع ہے ، اسے بھی ایک مسلمان خاتون نے نویں صدی میں بنوایا ، علاوہ ازیں مصر میں مدرسہ العاشوریہ عاشورہ بنت ساروج زوجۂ امیر نے مدرسہ القطبیہ شہزادی عصمت الدین

---

(74) تاریخ الاسلام ، الجزء الرابع ، ص 642 ۔
(75) ایضاً ، ص 642 ۔
(76) منہاج ، حیثیت نسواں نمبر ، جلد دوئم ، ص 95 ۔

بنت العادل نے قائم کیا، دمشق میں بہت سے مدارس خواتین کے قائم کردہ ملتے
ہیں، جن میں مدرسہ الصاحبیہ شہزادی رابعہ بنت نجم الدین، مدرسہ العذراویہ
شہزادی عزرا بنت نور الدولہ، مدرستہ الشامیہ ابرامیہ الجوانیہ شہزادی ست
الشام بنت نجم الدین مدرسۃ المار وانیتہ قائم کردہ خاتون عزیزہ زوجہ المعظم اور
مدرستہ الاتابکیہ خاتون بنت عزالدین زوجہ الاشرف النبعی اور ایک عام خاتون زوجۂ
شجاع الدین الدماغ کا قائم کردہ مدرسۃ الدماغیہ مشہور ہیں۔ اسی طرح ماہم بیگم
نے مدرسہ دہلی میں خیر المنازل کے نام سے قائم کیا۔ (77)

غازی صلاح الدین ایوبی کی بہن زمرد اور بھتیجی عذرا نے دمشق میں
علیحدہ علیحدہ مدرسے قائم کئے تھے، یہ شرف بھی ایک خاتون کو حاصل ہے، کہ
دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی آکسفورڈ یونیورسٹی جو جامعہ ازہر سے بھی قدیم ایک
خاتون نے قائم کی تھی، آج تک درس و تدریس کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ (78)

علاوہ ازیں ہم بہت سی عالمہ فاضلہ خواتین کی تدریسی خدمات کی طرف
ہم سنت میں تعلیمی مواقع کے بیان میں اشارہ کر آئے ہیں، قرون وسطیٰ میں خواتین کی
اصلاحی و رفاہی خدمات کے سلسلہ میں خیزران زوجۂ مہدی کی خدمات کا ذکر ہو چکا
ہے، ہارون کی بیوی زبیدہ نے حج کے موقع پر اہل مکۃ المکرمہ کی تکالیف کو دیکھتے
ہوئے، اپنے صرف خاص سے ایک نہر کھدوائی جو آج بھی موجود ہے، اور اسکی خدا
ترسی اور خدمتِ خلق کی درخشندہ یادگار ہے، نہر زبیدہ کی تعمیر پر ساڑھے دس لاکھ
سے زائد اخراجات اٹھے جو سب کے سب ملکہ نے اپنے ذاتی خزانہ سے ادا کئے۔

مامون کی بیوی بوران کے زیر اہتمام کئی مدارس اور شفا خانے چلتے تھے۔ (79)
خلیفہ مقتدر عباسی کی ماں سب سے بڑی عدالت ولایۃ المظالم کی سربراہ تھی۔

حسن ابراہیم حسن فرماتے ہیں :-
کانت المراۃ فی العصر العباسی الثانی کما کانت فی العصر العباسی الاول
تتمتع بقسط وافر من الحریۃ، فقد تدخل بعض النساء فی شئون الدولۃ، کقبیحۃ
أم المعتز، والسیدۃ أم المقتدر و قہر مانتہا۔ (80)

---

(77) مصباح، حیثیت نسواں نمبر، حصہ دوئم، ص 96۔
(78) ہند و پاکستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ص 131۔
(79) نقوش، رسول نمبر، جلد چہارم، ص 114۔
(80) تاریخ الاسلام، الجزء الثالث، ص 446۔

وہ خود لوگوں کی اپیلیں سنتی، اور انکی شکایات کا ازالہ کرتی۔ فاطمی خلیفہ المعز کی بیوی تعزیز نے قرافہ میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی، جسکی تعمیر اور آرائش و زیبائش پر بے پناہ مال خرچ کیا۔

الغرض اسلامی معاشرہ کے دور اوّل کی طرح قرونِ وسطیٰ میں بھی عورتوں کو تعلیم، عملی سیاست اور امورِ مملکت اور دینی و ملی خدمات کے بے شمار مواقع میسر تھے، جو حیثیتِ نسواں کی عظمت اور رفعت کی عکاسی کرتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ کے عہودِ اخیرہ میں حیثیتِ نسواں

اسلامی معاشرہ کے عہودِ اخیرہ سے ہماری مراد تیرھویں صدی عیسوی سے انیسویں صدی عیسوی تک کے ادوار ہیں، اس سارے جائزے میں ہمارے پیش نظر ہر دور کی مجموعی اور عمومی صورتِ حال ہے، استثنائی احوال اور انفرادی انحرافات کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھنا چاہیے۔

عہودِ اخیرہ میں حقوقِ نسواں کی پاسداری

اس طے شدہ عمومی حقیقت کی رو سے کہ اسلامی معاشرہ ہر دور میں بہ حیثیت مجموعی احکامِ شرعیہ پر عمل پیرا اور عہدِ رسالت و خلافتِ راشدہ کے آثار کا پابند رہا ہے، یہ کہنا بالکل صحیح ہے، کہ عہودِ اخیرہ کے ہر علاقہ اور ہر سلطنت میں عورتوں کو حیاتِ عائلی میں اور اجتماعی سطح پر وہ تمام حقوق حاصل رہے، جو اسلام نے نظری طور پر انہیں عطا کیے ہیں، اور جو بالتفصیل پیچھے بیان کئے جا چکے ہیں۔

قرونِ وسطیٰ کی طرح عہودِ اخیرہ میں بھی پردہ اور حرم سسٹم کا وجود ترقی پسند مصنفین کے نزدیک معاشرتی زوال و انحطاط اور ریاستی تخریب و تذلیل کا سبب رہا ہے۔ (81)

لیکن پردہ اور حرم سسٹم اور تعدد ازواج کی معاشرتی خوبیاں اور خوشگوار اثرات کے بارے میں گستاولی بان اور اسکے حوالہ سے بہت سے حقیقت پسند مستشرقین کے اعتراضات کے بعد اس ادارہ کی افادیت بے غبار ہو گئی ہے، اقبال کا یہ قول بھی کسی حد تک برصغیر میں پردہ کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے، کہ ہندوستان میں پردے پر سخت زور دیا جانا اخلاقی وجوہ پر مبنی تھا، اور چونکہ اقوامِ ہندوستان نے اخلاقی لحاظ سے کچھ بہت زیادہ ترقی نہیں کی، اس واسطے اس دستور کو موقوف کر دینا میری رائے میں

---

(81) پردہ اور تعددِ ازواج، 161۔

قوم کے لیے نہایت مفید ہوگا ، ہاں اگر قوم کی اخلاقی حالت ایسی ہو جائے ، جیسی
کہ ابتدائی زمانۂ اسلام میں تھی ، تو اسکے زور کو کم کیا جا سکتا ہے ۔ (82)

اقبال نے پردہ کو قوم کی اخلاقی حالت کے ساتھ وابستہ کرکے اسے بنیادی
حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے ، اس سلسلہ میں مزید تفصیلات کی گنجائش نہیں ،
البتہ اس گمانِ فاسد کا ازالہ ضروری ہے ، کہ عہودِ اخیرہ کے اسلامی معاشرہ میں پردہ اور
حرم سسٹم کی وجہ سے عورتوں کا احترام ختم اور ذلت و رسوائی اور غلامی انکا مقدر
بن گیا تھا ، جیسا کہ اسلامی معاشرہ کے دور اول اور قرونِ وسطی میں باپردہ خواتین
تقدس و تکریم اور تحفظ کے نمایاں مظاہر اوپر بیان ہوئے ، اسی طرح اسلامی معاشرے
کے عہودِ اخیرہ میں بھی عائلی اور اجتماعی سطح پر ہر اعتبار سے عورتوں کی تکریم ،
تقدس اور تحفظ کے نمایاں مظاہرے موجود ہیں ، عثمانی خلفاء ، سلاطین دہلی اور
مغل حکمرانوں کے محلات اورحرموں کیاندر عام طور سے ملکہ کا اثر ماں کا احترام اور
بیٹیوں پر شفقت و رعایت بے پناہ ہوتی تھی ، عثمانی سلاطین ہر معاملہ میں خواتین
حرم کی رائے اور مشورہ لیا کرتے سلاطینِ دہلی عورتوں کا نہایت احترام کرتے ابنِ بطوطہ
کے مقول سلطان تغلق اپنی ماں کے احترام اور اطاعت میں کوئی کمی نہ کرتا تھا (83) ۔

محل کے اندر اسلامی قانون کے مطابق ، بیوہ عورتیں عقد ثانی کر سکتی تھیں ،
جیسا کہ علاؤالدین خلجی کی بیوہ اور شہاب الدین عمر خلجی کی ماں نے کیا تھا ،
تمام مغل بادشاہ بھی اپنی ماؤں کے ساتھ انتہائی محبت اور احترام کے ساتھ پیش آتے
بابر اپنے خاندان کی بیگمات کا بھی بڑا احترام کرتا اور اپنی رشتہ دار خواتین کی عزت و
احترام میں بھی بڑا اہتمام کرتا ، ان کی تمام کاموں کیلئے پر تکلف سامان بہم پہنچاتا
انکو وظائف دیتا ضرورت کے وقت ان سے مشوروں کا طالب ہوتا ، اور مشکلات میں انکی
ہمدردی اور دلجوئی سے سکون حاصل کرتا تھا ۔ (84) یہی روش دیگر مغل فرمانرواؤں
اور عام رعایا کی بھی تھی ، کستاولی بیان کرتا ہے ، کہ سلطنت مغلیہ کے دربار میں عورتوں
کا بڑا درجہ تھا ۔ (85)

اجتماعی سطح پر اسلام نے جو مساواتی مزاج مسلمانوں میں پیدا کیا تھا ، وہ جیسا کہ
بارہا بیان ہوا ، ہمیشہ اور ہر دور میں بہ حیثیت مجموعی قائم و غالب رہا ، بقول لیبان ،
یہ مساوات مسلمانوں میں نہ صرف عملی طور سے مستحکم اور مشرقی طرزِ معاشرت کا جزو ہوگئی ہے ۔ (86)

---

(82) عبدالواحد معینی : مقالات اقبال ، 1982ء ، طفیل آرٹ پریس ، ص 324 ، 325 ۔
(83) رئیس احمد جعفری : سفر نامہ ابن بطوطہ ، جلد اول ، ص 240 ۔
(84) صباح الدین عبدالرحمن : ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے ، ص 159 ۔ 161 ۔
(85) سید علی بلگرامی : تمدن ہند ، ص 365 ۔ (86) منشا ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ دوئم ، ص 99 ۔

استقلالِ شخصیت

یہ ایک ناقابلِ تردید تاریخی حقیقت ہے، کہ اسلام نے جو اہلیت (دینی اجتماعی اقتصادی) اور حریت (ہمہ جہتی) عورتوں کو بخشی ہے، اور جس پر ان کی مسؤلیت و ذمہ داری کا مدار ہے۔ اسلامی معاشرہ کے ہر دور میں عورتیں اس سے پوری طرح بہرہ ور رہی ہیں، جیسا کہ فقہی احکام، نظامِ قضاء اور علمی وقائع سے عیاں ہے، اسلامی سماج کے عہودِ اخیرہ میں استقلالِ شخصیت کے عملی مظاہرہ حقوقِ نسواں خصوصی صنفی رعایات اور مساوی مواقعِ عمل و تکمیل کے ذیل میں بیان ہو رہے ہیں، اس لئے جداگانہ طور سے ان کے یہاں بیان کی ضرورت نہیں۔

صنفی رعایات

ابن بطوطہ لکھتا ہے :-

ترک باشندے عورتوں کی بے انتہا تعظیم کرتے ہیں، عجیب بات یہ ہے، کہ یہاں کی عورتیں مردوں سے زیادہ شان والی ہیں، سفر میں عورتوں کے ساتھ ان کے شوہر بھی ہوتے ہیں، لیکن دیکھنے والے کو یہ گمان ہوتا ہے، کہ یہ کوئی خادم ہے۔ (87)

سلاطینِ دہلی کے عہد میں احترامِ نسواں کے مظاہر اوپر بیان ہوئے، عہدِ مغلیہ میں عورتوں کی عزت و تکریم کے بارے میں "الیگزنڈر ڈو" کہتا ہے، "ہند میں عورتوں کا اتنا احترام کیا جاتا ہے، کہ عام سپاہی بھی قتل و غارت کے ہنگامے میں انہیں کوئی ایذاء نہیں پہنچاتے۔ (88)

مساوی مواقع و عمل

اسلامی معاشرہ کے دورِ اوّل اور قرونِ وسطیٰ کی طرح عہودِ اخیرہ میں بھی عورتوں کو علمی، عملی اور خدماتِ ملی کے بھر پور مواقع میسر آئے، جن سے انہوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا، ذیل میں اسکی ایک ہلکی سی جھلک پیش کی جاتی ہے۔

---

(87) سفرنامہ ابن بطوطہ، جلد اوّل، ص 348، 349۔

(88) سلطنت مغلیہ، ص 377، بحوالہ سماج، حیثیت نسواں نمبر، حصہ دوم، ص 100۔
صفدر حیات صفدر: عہد سلطنت مغلیہ میں سیاست و تہذیب، ص 449۔ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی تعلیم حاصل کرتی تھیں، امیر اپنی لڑکی کو زیورِ علم سے آراستہ کرتا تھا۔ گلبدن بیگم ماہم انکہ، نورجہاں، ممتاز محل، جہاں آرا بیگم، زیب النساء بڑی فاضل خواتین تھیں۔

وہ عقائد احکامِ دینی اور مسائلِ شرعی سے خوب واقف تھیں ، بدر النساء بیگم ، زبدۃ النساء اور مہر النساء بیگم ، انہوں نے اطاعت و عبادت و تحصیلِ علم میں عمر بسر کی ۔ (94)

عوام میں بھی تعلیم نسواں عام تھی ، بلکہ کئی علاقوں میں تو خواتین کو دینی احکام اور تعلیمات کا علم حاصل کرنے کے لئے مساجد میں دیگر مجالسِ وعظ میں شرکت کے مواقع میسر ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے ، ابن بطوطہ شیراز کی دیندار پاکباز اور باحیاء خواتین کے بارے میں کہتا ہے :-

" باشندگان شیراز اہل صلاح و دین و عفاف ہیں ، اور خاص کر عورتیں تو ان صفات سے بہت زیادہ متصف ہیں ، انکا دستور یہ ہے ، کہ سب موزے پہن کر اور اس طرح اوڑھ لپیٹ کر اور برقعہ پہن کر باہر نکلتی ہیں ، کہ کوئی حصہ جسم کا نہیں دیکھائی دیتا ، صدقہ اور ایثار کرنے میں بھی بہت بڑھی چڑھی ہیں ، انکی ایک عجیب بات یہ ہے ، کہ سب جامع میں دو شنبہ ، پنج شنبہ اور جمعہ کو وعظ سننے کے لئے جمع ہوتی ہیں ، اکثر انکا ہزار ، ہزار اور دو ، دو ہزار کا اجتماع ہو جاتا ہے ، میں نے اس قدر عورتوں کا کسی شہر میں مجمع نہیں دیکھا ۔ (95) حقیقت یہ ہے ، کہ دینی تعلیمات کے حصول کی خاطر وعظ سننے کی یہ سہولت صرف شیراز تک محدود نہیں تھی ۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے ، کہ اسلامی معاشرہ کے عہود اخیرہ میں بھی عورتوں کو حصول علم کے کس قدر متنوع مواقع حاصل تھے ۔

مواقع خدمات ملیہ

عورتیں ہر دور کی طرح مسلم معاشرہ کے ادوارِ اخیرہ میں بھی مختلف دینی اور ملی خدمات انجام دیتی رہی ہیں ، جیسا کہ ذیل کی چند مثالوں سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے ۔

اشاعتِ اسلام

پروفیسر ٹی ۔ ڈبلیو ۔ آرنلڈ نے " دعوت اسلام " میں متعدد ایسی کوششوں کا ذکر کیا ہے ، جو اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں عہودِ اخیرہ میں خواتین نے انجام دیں ،

---

(94) ماثر عالمگیری ، ص 366 ۔

(95) سفرنامہ ابن بطوطہ ، جلد اوّل ، ص 223 ۔ بحوالہ منہاج ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ دوئم ، ص 101 ، 102 ۔

چنانچہ وہ کہتا ہے :-

" سنوسی سلسلہ کے مبلغوں نے جھیل چاڈ کے شمالی اطراف میں تبو قوم میں تبلیغ کرنے کے لئے آئے تھے، لڑکیوں کے لئے مدرسے جاری کئے، اور عورتوں کو ان قبیلوں میں بیویوں کی طرح جو زبردست اثر و رسوخ حاصل ہے، اس سے اسلام کی اشاعت میں فائدہ اٹھایا گیا، جرمن مشرقی افریقہ کے بت پرست باشندے جب ریلوے یا باغات میں مزدوری کرنے کے لئے چھ، سات ماہ کے لئے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں، اور مسلمان عورتوں کے ساتھ عارضی تعلق قائم کر لیتے ہیں، تو وہ بھی انکے اثر سے مسلمان ہو جاتے ہیں، کیونکہ یہ مسلمان عورتیں کسی غیر مختون کافر کو منہ نہیں لگاتیں، تاکہ یہ لوگ اس ننگ و عار سے بچنے کے لئے جو لفظ کافر کے ساتھ وابستہ ہے، اپنا ختنہ کرا لیتے ہیں، اور اس طرح اسلامی برادری میں شامل ہو جاتے ہیں۔

انیسویں صدی کے نصفِ اول میں حبشہ کے ملک میں اسلام نےجو ترقی کی ہے، وہ بھی بہت حد تک مسلمان عورتوں کی کوششوںکی مرہونِ منت ،عیسائی سرداروں کی بیویوں نے خاص طور پر اس بارے میں سعی کی ہے، شادی کے موقع پر وہ عیسائیت کا اظہار کرتی تھیں، لیکن اپنے بچوں کی تربیت اسلامی طریقے پر کرتی تھیں، اور اپنے مذہب کی ترقی کیلئے ہر طرح کوشاں رہتی تھیں، حبشہ کی مغربی سرحد پر ایک بت پرست قبیلہ ہے، جسکو بوران کہتے ہیں، اس کے بعض آدمی حکومت سوڈان کی نیگرو رجمنٹ میں بھرتی ہو گئے تھے، چنانچہ یہ رجمنٹ خرطوم کو واپس ہوئی تو انکے سیاہ فام سپاہی اپنی بیویوں کی ترغیب سے مسلمان ہو گئے ۔ (96)

امورِ مملکت میں شرکت کے مواقع

عثمانی سلاطین امورِ سلطنت میں وزراء سے زیادہ خواتین حرم کے مشوروں اور رائے پر اعتماد کرتے تھے، خواتینِ حرم کی سفارشات پر ہی جانشینوں کی نامزدگی اور امراء اور وزراء کی تقرری عمل میں آتی، سلیمان اعظم اپنی روسی بیوی کے اشارے پر چلتا تھا، اسکے برے نتائج بھی نکلے، شاہی دربار خواتین حرم کی امور سلطنت میں بے جا مداخلت سے سازشوں کا مرکز بن گیا، کیونکہ کئی امراء نے خواتین کے اس اثر و نفوذ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ۔ (97)

---

(96) دعوت اسلام (اردو) ص 388 -

(97) تاریخ سلطانان عالم ، ص 588 -

سلاطین دہلی کے عہد میں ماں کا اثر زیادہ ہوتا تھا ، التمش کی بیوہ شاہ ترکان نے اپنے بیٹے رکن الدین فیروز شاہ کے عہد میں سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی تھی ، وہی انتظامی فرامین بھی جاری کرتی تھی ۔ (98)

اسلامی معاشرہ کے عصرِ حاضر میں حیثیت نسواں

اسلامی معاشرہ کے عصر حاضر میں حیات عائلی سے لیکر بین الاقوامی زندگی تک میں عورتوں کو اسلام کے عطا کردہ تمام حقوق صنفی رعایات ، استقلال شخصیت اور ہر میدان میں تکمیل و ترقی کے مساوی مواقع حاصل ہیں ، مگر مغربی تہذیب و تمدن کے مظاہر کے زیر اثر حیثیت نسواں بھی المیوں (Tragedies) کی زد میں ہے ، یہ المیے حقوق رعایات ، مظاہر استقلال اور مواقع عمل و تکمیل ہر پہلو سے اسلامی معاشرہ میں بھی روزافزوں ہیں ، سطور ذیل میں ان المیوں کے اسباب و مظاہر کا تجزیہ اور حل بالاجمال پیش کیا جاتا ہے ۔

عصرِ حاضر میں زندگی کے ہر شعبہ کا بنیادی المیہ اعتدال توازن کا فقدان اور افراط و تفریط کا غلبہ ہے ، یہی افراط و تفریط کی کیفیت حیثیتِ نسواں کے مظاہر پر بھی حاوی ہوا ہے ، طبعی اور خلقی تفریقات پر مبنی متمایز اعمال و حقوق میں بھی ہر اعتبار سے مردوں کے بالکل مساوی بننے کا شوق ہو کر مغرب کی اباحیتِ مطلقہ کے زیر اثر صنفی انتشار اور جنسی آوارگی پر مبنی آزادی کا مطالبہ ، نسوانی فطری وظائف سے بیزار ہو کر اطوار و عادات میں بھی مردوں سے تشبہ کا جذبہ یہ سب ان افراط و تفریط کے مظاہر ہیں ، جو مغربی معاشرت نے اپنے کلیسائی ادوار کے ردِ عمل کے طور پر اپنائے ، اور مشرق نے یورپی ترقی میں قدم بہ قدم چلنے کے نام پر کورانہ تقلید کے ذریعہ دراصل ہر دور میں دنیا کی ترقی یافتہ اور غالب قوم یا اقوام کی فکری و عملی اور تمدنی و تہذیبی روح اس دور کی تمام اقوام پر چھا جاتی ہے ، اور شعوری یا غیر شعوری طور پر تمام مغلوب اور غیر ترقی یافتہ اقوام اس غالب فکری و تمدنی روح کے زیر اثر غالب قوم کی طرزِ معاشرت اور اسلوبِ فکر و عمل کو اپنا لیتی ہیں ، ادوار سابقہ میں مسلم ملت کے عروج کے باعث دنیا کی تمام اقوام غالب اسلامی تہذیب سے متاثر ہوئیں ، لیکن امتِ مسلمہ کے زوال کے بعد عصرِ حاضر میں یورپی اقوام کی ترقی نے خود مسلم معاشرہ کو بھی اپنی تمدنی تقلید پر مجبور کر دیا ، چنانچہ عالمِ اسلام نے ہر جگہ آزادیِ نسواں کی نام نہاد تحریکیں ، پھل پھول رہی ہیں ، ان تحریکوں کا ہدف اول اسلامی معاشرہ سے پردہ اور حجاب کے شرعی آداب کو مٹانا ہے ، مصر میں خصوصی طور سے تحریکِ نسواں نے خدیو اسماعیل کے

---

(98) ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے عہد کے تمدنی جلوے ، ص 157 ۔

زمانہ میں زور پکڑا اور عورتوں کے لئے جدید طرز کے سکول کھلنے لگے ، آزادی کی
اس تحریک میں جو بعد میں بہت پھیل گئی ۔ (99)

قاسم امین نے "تحریر المراۃ" اور "المراۃ الجدیدۃ" لکھ کر بڑا حصہ لیا ، ان کتابوں
میں مصنف نے مغربی تہذیب و معاشرت کے طریقوں کو اختیار کرنے کی کھلی ترغیب دی ہے ،
ان کتابوں کی اشاعت اور آزادی نسواں کی تحریک میں تجدد پسندوں نے جو سرگرمی دکھائی ،
اسکا نتیجہ یہ ہوا ، کہ عورتوں میں آزادی اور بے پردگی کی ایک شدید ہوائی پیدا ہوئی ،
مردوں اور عورتوں نے مخلوط اجتماعات کا رواج ہوا ، اور تعلیم حاصل کرنے کے لئے مصری
لڑکیاں اور طالبات یورپ و امریکہ کا سفر کرنے لگیں ۔ (100)

یہ سلسلہ اب اس حد تک آپہنچا ہے ، کہ مصر اور اسکے تتبع میں ترکیہ اور ایران
نے بھی کامل طور پر مغربی معاشرت اختیار کرلی ہے (101) شام اور عراق بھی مغرب کے گہرے
ذہنی اور اخلاقی معاشرتی اثرات کی جولان گاہ ہیں ، روز بروز عام معاشرہ سے دین کی گرفت
ڈھیلی ہوتی جارہی ہے ، عورتوں میں آزادی اور بے پردگی عام ہوتی جارہی ہے ، کلچرل
پروگرام آزادانہ ، تفریحی مشاغل ، مردوں اور عورتوں کا اختلاط روزافزوں ہے ، مخلوط تعلیم کا
رواج عام ہوتا جا رہا ہے ۔ (102)

تونس بھی اسی راہ پر گامزن ہے ، تونس کی آزادی کے بعد تین ہی سالوں میں
آزادیِ نسواں نے جو رنگ اختیار کیا ، اس کے بارے میں ابوالحسن علی ندوی نے بیروت
کے ایک اخبار کی رپورٹ نقل کی ہے ، جس کی رو سے "تعدد ازواج کی آزادی کو محدود
مقید کر دیا گیا ہے ، شوہر کے حقِ طلاق پر پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں ، یہ خاندانی آزادی
سیاسی اور معاشرتی آزادی کے ساتھ مل کر دوچند ہو جاتی ہے ، اب عورتوں کو رائے دہندگی
اور مجالسِ قانون ساز کا ممبر بننے کا حق بھی حاصل ہے ، تمام ملازمتوں کے دروازے ان پر
کھلے ہیں ، ، ، ، ، ، پردہ کم ہوتا جا رہا ہے ، باہر نکلنے والی عورتوں کی تعداد روز بروز بڑھ
رہی ہے ، سیاسی محفلوں میں وہ مردوں کے دوش بدوش نظر آتی ہیں ۔ (103)

افغانستان میں امیر امان اللہ خاں کے دور تک اسلامی روایات اور تہذیب پوری طرح
چھائی ہوئی تھی ، لیکن اب افغانی قوم بھی تجدد کی اس راہ پر چل پڑی ہے ، پسودہ اب

---

(99) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، دانش گاہ پنجاب ، لاہور 1971ء ، جلد ہفتم ، ص 904 ۔

(100) سید ابوالحسن علی ندوی : مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ، ص 144 تا 145 ۔

(101) مسلمان عورت بحیثیت بیوی خواتین ، ص 33 ۔ ایران میں حالیہ انقلاب سے پہلے کی آزادی نسواں کے اثرات اب بھی قائم ہیں ۔

(102) مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ، ص 178 ، 179 ۔

(103) ۔ ایضاً ۔ ، ص 201 ، 202 ۔

پسماندگی جہالت اور غربت کی علامت بن گیا ہے، فرنگی لباس عام ہے، عورتوں میں یورپ کے پھیلائے ہوئے، کامل مساوات مردو زن کے نظریہ کے اثرات بہت گہرائی تک اثر کر چکے ہیں ـ (104)

الجزائر انڈونیشیا اور برصغیر پاک و ہند میں بھی اس تجدد پرستی کے بد اثرات بہت تیزی سے پھیل رہے ہیں، جس سے خاندانی اور قومی زندگی تباہی و بربادی کی راہ پر چل پڑی ہے، ان سارے اثرات و آزادیِ نسواں کی تحریکوں اور عملی اقدامات کے باوجود شرعی نقطہ نظر اپنی جگہ قائم ہے، اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کہ اسلام نے عورتوں کے لئے حجاب اور معاشرتی روابط کا ایک ضابطۂ اخلاق تجویز کیا ہے، جس میں بے ضرورت اختلاط کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے، اسی لئے مردوں اور عورتوں کے روابط کے متعلق اسلامی تاریخ اختلاط اور عام مجلسی میل جول کی مثالوں سے تقریباً خالی ہے، چودہ صدیوں پر محیط اسلامی معاشرہ کے ہر دور میں پردہ و حجاب اور دیگر معاشرتی آداب مرامت کا تعامل ایک اٹل حقیقت ہے، جسے عصر حاضر کے وقتی اور جذباتی انحرافات اور آوارگیوں کے ذریعہ دبایا نہیں جا سکتا، خواہ یہ انحراف قومی اور ہمہ گیر ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ جس طرح عالم اسلام کے ہر ملک میں شریعتِ اسلامیہ سے اعراض اور بدیسی آقاؤں کے بخشے ہوئے قوانین کو سرمدی سمجھ کر نافذ کر لینے سے خالق آفاق و انفس کی نازل کردہ دائمی شریعت اور رحمت للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نفی نہیں ہوتی، اسی طرح تمام مسلم اقوام کے حیثیتِ نسواں کے معاملہ میں یا دیگر معاشرتی امور سے متعلق انحراف اور بے راہروی کو جائز قرار دیکر اسلام کی طے کردہ حیثیتِ نسواں ازکار رفتگی کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا، انتشار، انحراف کجروی اور بے راہروی کی یہ وقتی لہر بالآخر ختم ہو کر رہیگی، اور مادی انسانیت سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے جگمگاتے نقوش امتِ مسلمہ کو اپنے اصل سانچے میں ڈھال کر رہینگے، انشاءاللہ ـ

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش ۔۔۔۔ اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی ـ

و صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد وعلی آلہ و صحبہٖ اجمعین ـ

---

(104) مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص 38 ـ

صوت کا دائرہ کار اثر

عورت کا دائرہ کار گھر

شریعت کی نگاہ میں زندگی کے مسائل دو طرح کے ہیں ، بعض مسائل ایسے ہیں ، جن میں عورت کی عقل و فہم پر پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے ، اور بعض مسائل وہ ہیں ، جن میں اسکی فہم کے لغزش کھانے کے امکانات زیادہ ہیں ، عمل کے میدان میں بھی شریعت نے یہی تقسیم برقرار رکھی ہے ، چنانچہ شریعت ایک طرف اسکو قیادت اور رہنمائی کا اہل نہیں سمجھتی ، کیونکہ قیادت و رہنمائی کیلئے جن اوصاف اور خصوصیات کی ضرورت ہے ، وہ اس میں نہیں ہیں ، دوسری طرف گھر کی تنظیم اس کے سپرد ہے ، مسائل کی اسی تقسیم کے پیشِ نظر اسکو گھر میں ٹکے رہنے کا حکم دیا گیا ہے ۔

ارشادِ ربانی ہے :-

وقرن فی بیوتکن ۔ (105)

اصل میں لفظ " قرن " استعمال ہوا ہے ، بعض اہل لغت نے اسکو " قرار " سے ماخوذ کیا ہے ، اور بعض نے " وقار " سے اور اگر اسکو قرار لیا جائے تو معنی ہونگے ، ٹِک رہو " اور اگر " وقار " لیا جائے تو مطلب ہوگا " سکون سے رہو " دونوں صورتوں میں آیت کا منشا یہ ہے ، کہ عورت کا اصل دائرہ عمل اسکا گھر ہے ، اسکو اسکے دائرے میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دینے چاہییں ۔ (106)

" وقرن فی بیوتکن " میں ابوبکر الجصاصؒ نے یوں تشریح کی ہے :-

و فیہ الدلالہ علی ان النساء مأمورات بلزوم البیوت منہیات من الخروج ۔ (107)

اس میں دلیل ہے ، اس بات کی کہ عورتیں اپنے گھروں سے چمٹ رہنے پر مامور ہیں ، اور انکو باہر نکلنے سے روک دیا گیا ہے ، اسکو اپنی تمام سرگرمیاں اسکے اندر ہی محدود رکھنی چاہییں ۔

عبداللہ جمال الدین آفندیؒ فرماتے ہیں :-

" المراۃ عورۃ " (108)

ابن قتیبہ فرماتے ہیں :-

النساء عورۃ فاستروھا بالبیوت ۔ (109)

---

(105) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 33

(106) تفہیم القرآن ، جلد چہارم ، ص 90 ۔

(107) ابوبکر الجصاص : احکام القرآن ، الجزء الثالث ، ص 360 ۔

ب ۔ تدبر قرآن ، جلد پنجم ، ص 223 ۔

(108) عبداللہ جمال الدین آفندی : حجاب المراۃ ، ص 108 ۔

(109) ابن قتیبہ : عیون الاخبار ، المجلد الرابع ، الجزء العاشر ، کتاب النساء ، باب سیاسۃ النساء و معاشرتھن ، ص 78 ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :-

والمرأۃُ راعِیۃٌ علیٰ أہلِ بیتِ زوجِہا و ولدِہ وہی مسئولۃٌ عَنہُم ۔ (110)

عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اس کی اولاد کی نگران ہے ، اور اس سے متعلق ان سے باز پرس ہوگی ۔

ارشادِ نبوی ہے :-

کلکم راعٍ وکلکم مسئولٌ عن رعیتہٖ ۔ (111)

احمد محمد جمال فرماتے ہیں :-

"فالرجل راعٍ فی أہلہ و مسئول عن رعیتہٖ ، والمرأۃ راعیۃ فی بیت زوجہا وہی مسئولۃ عن رعیتہا ۔" (112)

اس سے اس کی ذمہ داری اور نگرانی میں آنے والے ، لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا ، امیر اپنی رعیت کا چرواہا ، مرد اپنے اہل و عیال کا رکھوالا اور بیوی اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی نگران ہے ، وہ اسکے بارے میں جواب دہ ہے ۔ (113)

---

(110) صحیح البخاری ، الجزء التاسع ، کتاب الاحکام ، باب قول اللہ تعالیٰ اطیعوا اللہ ، اطیعوا الرسول واولی الامر منکم ، ص 77 ۔

ب ۔ ابو داؤد : سنن ، المجلد الثانی ، الجزء الثالث ، کتاب الخراج والامارۃ والفئ ، باب ما یلزم من حق الرعیۃ ، ص 130 ، حدیث 2928 ۔ والمرأۃ راعیۃ علی بعلہا و ولدہ وہی مسئولۃ عنہم ، والعبد راعٍ علی مال سیدہٖ و ہو مسئول عنہ فکلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیتہٖ ۔

(111) ابو داؤد : سنن ، المجلد الثانی ، الجزء الثالث ، ص 130 ، حدیث 2928 ۔

ب ۔ صحیح البخاری ، المجلد الثانی ، الجزء السابع ، کتاب النکاح ، باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجہا ، ص 41 ۔ کلکم راعٍ ، فکلکم مسئول عن رعیتہ والامیر راعٍ والرجل راعٍ علی اہل بیتہٖ والمرأۃ راعیۃ ، علی بیت زوجہا ، وولدہ فکلکم راعٍ و کلکم مسئول عن رعیتہ ۔

ج ۔ مختصر البخاری ، باب قوا انفسکم و اہلیکم ناراً ، حدیث 5072 ، ص 468 ۔

د ۔ عبداللہ جمال الدین آفندی : حجاب المرأۃ ، ص 255 ۔

(112) احمد محمد جمال : نساؤنا ونساؤہم ، ص 31 ۔

(113) سیرۃ النبی ، جلد ششم ، ص 84 ۔

ب ۔ تفہیم القرآن ، جلد ششم ، ص 30 ۔

ج ۔ مختصر البخاری ، باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجہا ، حدیث 5054 ، ص 469 ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

جھاد المراۃ حسن التبعل لزوجھا ۔ (114)

حافظ عماد الدین فرماتے ہیں :-

وبیوعھن خیرلھن ۔ (115)

عورت پر گھریلو ذمہ داریوں کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے ، کہ شریعت اسکو اولاد کے سن شعور کو پہنچنے تک ان کی پرورش اور نگہداشت کیلئے مردوں سے زیادہ اہل اور موزوں سمجھتی ہے ، ایک صحابی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ، اس بیوی سے انکا ایک بچہ تھا ، اور وہ بچے کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے ، لیکن بچے کی ماں نے نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکے خلاف شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا :-

أنتِ أحقُّ به مالم تَنکحی ۔ (116)

اس ضمن میں علامہ الشوکانیؒ فرماتے ہیں :-

فیه دلیل علی أنّ الأُمّ اولی بالولد من الأب مالم یحصل مانع من ذلک بالنکاح .... مالم تنکحی وهو مجمع علی ذلک ۔ (117)

اس حدیث میں دلیل ہے ، اس بات کی کہ ماں باپ سے زیادہ بچے کی حقدار ہے ، جب تک کہ کوئی حقیقی رکاوٹ پیدا نہ ہو جائے ، مثلاً ماں کا دوسرا نکاح کر لینا ، ایسا مسئلہ ہے ، جس پر اجماع ہے ۔

اسلام نے ایک مثالی بیوی کے اوصاف نہایت جامع اور مختصر الفاظ میں ہمارے سامنے رکھے ہیں چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :-

ما استفاد المومنُ بعدَ تقوی اللهِ عزوجل خیراً لَهُ من زوجة صالحة ان امرها أطاعَتْه وإن نظر إلیها سَرَّتْه وإن أقسَمَ علیها أبرَّتْه وان غاب عنها

---

(114) خاتون اسلام کا دستورِ حیات ، ص 105 ۔

(115) تفسیر القرآن العظیم ، الجزء الثالث ، ص 482 ۔

(116) ابو داؤد : سنن ، المجلد الاول ، الجزء الثانی ، کتاب الطلاق ، باب من احق بالولد ، ص 283 ، حدیث 2276 ۔

(117) نیل الاوطار ، المجلد الثامن ، کتاب النفقات ، باب من احق بکفالة الطفل ، ص 158 ۔

نصحتہ فی نفسها وماله ۔ (118)

عورت کو چونکہ گھریلو زندگی کی منتظم بنایا گیا ہے ، لہذا اسکا فرض ہے ، کہ خوش اسلوبی اور سلیقہ سے گھر چلائے ، گھر میں صفائی ، ستھرائی ، نظم ونسق برقرار رکھے ، باپ ، بھائی ، شوہر ، ان میں سب ہر ایک کے لباس و خوراک ، آرام و آسائش کا خیال رکھے ، اور وہ تمام اہل خانہ کے لئے سرمایہ حیات وسکون بن جائے ۔

شاہ ولی اللہ'' فرماتے ہیں :۔

" یہ فرائض عورت ہی کے لئے مخصوص ہیں ، کہ وہ کھانے پینے اور لباس تیار کرنے کی خدمت انجام دے ، شوہر کے مال کی حفاظت کرے ، بچوں کی تربیت کرے ، اور وہ تمام امور جنکا تعلق گھر اور گھرہستی کے ساتھ ہے ، ان کی انجام دہی کی کفیل ہو ۔ (119)

---

(118) الف ۔ مسند احمد ، الجزء السادس ، الباب الاوّل ، فی الترغیب فی النکاح ، ص 389 ۔

ب ۔ اعلام الموقعین ، الجزء الرابع ، ص 339 ۔ التی تسره اذا نظر ، وتطیعہ اذا أمر ولا تخالفه فیما یکره فی نفسها وماله ۔

ج ۔ سنن النسائی ، المجلد الثالث ، الجزء السادس ، کتاب النکاح باب ای النساء خیر ، ص 68 ۔ ای النساء خیر؟ قال التی تسره إذا نظر و تطیعه إذا أمر، ولا تخالفه فی نفسها ومالها بما یکره ۔

د ۔ ابن ماجه : سنن ، الجزء الاوّل ، کتاب النکاح ، باب افضل النساء ص 596 ، حدیث 1857 ۔

س ۔ 1۔ کنزالعمال ، الجزء السادس عشر ، ص 278 ، حدیث 44450 ۔
2۔ ایضاً ایضاً ص 282 ، حدیث 44477 ۔
3۔ ایضاً ایضاً ص 408 ، حدیث 45139 ۔

المرأة الصالحة اذا نظر الیها سرته ، واذا أمرها اطاعته ، واذا غاب عنها حفظته ۔ (ص 278 ۔ حدیث 44450) ۔

ر ۔ حقوق النساء فی الاسلام ، ص 31 ، 36 ، حدیث ، خیر النساء التی اذا انظرت الیها سرتک واذا امرتها اطاعتک واذا غبت عنها حفظتک فی مالک ونفسها ۔

ص ۔ جلال الدین السیوطی : جامع الصغیر ، المجلد الاوّل ، ص 624 ، حدیث 4046 ۔ خیر النساء من تسرک اذا أبصرت وتطیعک إذا أمرت و تحفظ غیبتک فی نفسک و مالک ۔

(119) شاہ ولی اللہ : حجۃ اللہ البالغہ ، مترجم عبدالرحیم ، 1983ء ، لاہور ، قومی پرنٹنگ پریس ، جلد ، ص 551

ب ۔ فلپ کے ۔ ہٹی : عربوں کا عروج و زوال ، مترجم عبدالسلام خورشید ، اشاعت اول ، راولپنڈی ، قومی پرنٹنگ پریس ، جلد دوئم ، ص 119 ۔

خانہ داری کو بعض خواتین عار سمجھتی ہیں ، اور بعض خواتین کے نزدیک کھانا پکانا ، سلائی کرنا تو مناسب کام ہیں ، لیکن جھاڑو لگانا اور برتن صاف کرنا وہ حقیر کام سمجھتی ہیں ، لیکن ایسی خواتین کو علم ہونا چاہیے ، کہ خود جگرِ گوشہ رسول حضرت فاطمہ الزہرا خانہ داری خود کرتی تھیں ، اور انتہائی مشقت کے کام خود سر انجام دیتی تھیں ، گھر میں جھاڑو لگاتیں ، اور برتن بھی خود دھوتی تھیں ۔

ابن قیم الجوزیہ فرماتے ہیں :۔

قال ابن حبیب فی (الواضحۃ) حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ و بین زوجتہ فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، حین اشتکیا إلیہ الخدمۃ ، فحکم علی فاطمۃ بخدمۃ الباطنۃ خدمۃ البیت و حکم علی علی کرم اللہ وجھہ بالخدمۃ الظاہرۃ ، ثم قال ابن حبیب والخدمۃ الباطنۃ العجین ، والطبخ ، والفرش وکنس البیت واستقاء الماء وعمل البیت کلہ ۔ (120)

گھریلو کاموں کو حقیر سمجھنا ، بچوں کی پرورش کو نظر انداز کرنا اور باہر کے اجتماعی معاملات میں حصہ لینے کو ترقی سمجھنا ، غلط اندازِ فکر ہے ، اسلام نے کچھ حدود کے ساتھ اجتماعی معاملات میں حصہ لینے کا حق ضرور دیا ہے ، لیکن یہ حق نہیں دیا ، کہ اپنی فطری ذمہ داریوں کو حقیر سمجھیں ، اور ان سے پیچھا چھڑانے اور باہر کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے میں اپنی ترقی سمجھیں ، انسانی تہذیب و تمدن کی ترقی دراصل یہ ہے ، کہ عورتیں ، اعلیٰ انسانی معاشرہ قائم کرسکیں ، اور اعلیٰ انسانی معاشرہ قائم کرنے کیلئے ناگزیر ہے ، کہ ہم عورتیں ، بچوں کی پرورش کا حق ادا کریں اور اعلیٰ کردار اور پاکیزہ سیرت کے انسان تیار کریں ، اس لئے کہ پاکیزہ معاشرہ اچھے انسانوں ہی سے بنتا ہے ، یہ کام عورتوں کے سوا کوئی انجام نہیں دے سکتا ، اچھے انسان اچھی گودوں ہی میں پروان چڑھتے ہیں ، یہی وجہ ہے ، کہ اسلام کی نظر میں یہ عمل عملِ جہاد ہے ، اور جہاد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی بلند چوٹی قرار دیا ہے ۔

حدیث میں ہے :۔

من قعدت منکن فی بیتھا فانھا تدرک عمل المجاھدین ۔ (121)

اور جو تم میں سے گھر میں بیٹھے گی ، وہ مجاہدین کے عمل کو پا لے گی ۔

---

(120) الف ۔ لابن قیم الجوزیہ : زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ، الجزء الخامس ، فی حکم فصل النبی فی خدمۃ المراۃ لزوجھا ، ص 186 ۔

ب ۔ مسند احمد ، الجزء السادس ، باب فی حقوق الزوجین وفیہ فصلان الفصل الاول فی حقوق الزوج علی المراۃ ، ص 412 ۔ عن انس قضی علی ابنتہ فاطمۃ بخدمۃ البیت وقضی علی بما کان خارج البیت من الخدمۃ ۔

(121) تفہیم القرآن ، جلد چہارم ، ص 90 ۔

ارشادِ نبوی ہے :-

علیکن بالبیت فانہ جہاد کن ۔ (122)

گھروں کی دیکھ بھال تمہاری ذمہ داری ہے ، یہی تمہارا راہِ عمل جہاد ہے ۔

فرید وجدی فرماتے ہیں :-

"فطرت نے عورت کو خانہ داری کے کاموں اور اپنی اولاد کی پرورش کیلئے پیدا کیا ہے ، اور وہ عمل ولادت اور رضاعت کے ایسے سخت طبعی ظرفوں میں مبتلا ہوتے رہنے کی وجہ سے ان کاموں کو نہیں کر سکتی ، جو مرد کر سکتے ہیں ، سوسائٹی کی جو بہترین خدمت عورت ادا کرتی ہے ، وہ یہ ہے ، کہ عورت بیاہی جائے ، بچے جنے اور اپنی اولاد کی تربیت کرے ، یہ ایک ایسا بدیہی قضیہ ہے ، کہ جس کے ثابت کرنے کے واسطے کسی طویل بحث کی حاجت نہیں ہے ۔ (123)

مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں :-

"عورت کا اصلی میدانِ عمل اسکا گھر ہے ، نہ کہ باہر ، اسلئے بغیر کسی حقیقی ضرورت کے اسکا غیر متعلق کاموں میں شرکت کےلئے نکلنا یا سیر سپاٹے تفریح ، تماشہ بینی ، اور پکنک کے لئے جانا یا اپنے حسن و جمال اور بناؤ سنگار کی نمائش کرتے پھرنا نا جائز ہے ۔ (124)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں :-

اولاً "عورت کے اعضاء ، اعصاب ، ابر وٹ وریشہ پر نسوانیت کے اور مرد کے اعضاء و اعصاب پر مردانگی کے نقوش مرقسم کر دیے گئے ہیں ۔

ثانیاً " انکے اعضاء اعصاب کی تربیت اس انداز سے کی گئی ہے ، ایک ہی نوع کی چیزیں مختلف مقامات پر رکھ دینے سے مختلف فرائض سر انجام دے سکیں " ۔ (125)

تربیت کے نقطۂ نظر سے ماں کی اہمیت بہت زیادہ ہے ، ماں بچے کی حقیقی معلم ہوتی ہے ، اگر عورت گھر میں بیٹھی رہے گی ، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب پائے گی ۔ (126)

---

(122) کتاب عیون الاخبار ، المجلد الرابع ، کتاب النساء ، باب سیاسۃ النساء و معاشرتھن ، ص 78 ۔ النساء عورۃ فاستروھا بالبیوت وداووا ضعفھن بالسکوت ۔

(123) فرید وجدی : المرأۃ المسلمۃ ، مترجم ابوالکلام آزاد ، مسلمان عورت ، ص 80 ۔

(124) مولانا امین احسن اصلاحی : پاکستانی عورت دوراہے پر : 1978ء ، لاہور مکتبہ جدید پریس ، ص

(125) شاہ ولی اللہ : حجۃ اللہ البالغۃ ، جلد اوّل ، ص 273 ۔

(126) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الثالث ، ص 482 ۔ عن انس رضی اللہ عنہ ۔

احمد محمد جمال فرماتے ہیں :-

خیر متاع الدنیا لزوجها و اُفضل معلمة لولدها و اُوفی راعیة لشرف بیتها ـ (127)

فرید وجدی فرماتے ہیں :-

" نوعِ انسانی کی تکثیر و تربیت کے لئیے ہم دیکھتے ہیں ، کہ عورت کے ذمہ قدرت نے ایک ایسا اہم فریضہ عائد کیا ہے ، جس سے مرد کبھی عہدہ برآہ نہیں ہو سکتا ، نسلِ انسانی کو جنم دینے اسکے پالنے اور پروان چڑھانے کے لئیے عورتوں کو سلسلہ وار چار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے ، مسئلہ حمل ، ولادت ، رضاعت ، تربیت اولاد ان میں سے ہر ایک مرحلہ عورت کے لئیے سخت اور دشوار گزار ہوتا ہے ـ (128)

عالمِ نسواں کے بارے میں اسکی جسمانی ساخت پکار پکار کر کہتی ہے ، کہ اسکے فرائض کا دائرہ کار مرد سے قدرے مختلف ہے ، اسکیے مقدر میں ماں ہونا لکھا ہے ، اسے امومت کے شرف سے بہرہ مند ہوتا ہے ، اسے اپنی آغوش میں مسیحا و افلاطون کی پرورش کرنا ہے ، اسکی تخلیق کی ضرورت ، انسان سازی اور انسان آفرینی ہے ، اور یہ وہ شرف ہے ، جس کے آگے ہر شرف ہیچ ہے ـ (129)

اقبال نے صحیح کہا ہے :-

وجودِ زن سے ہے ، تصویرِ کائنات میں رنگ ،
اسی کے ساز سے ہے ، زندگی کا سوزِ دروں ـ
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اسکی ،
کہ ہر شرف ہے ، اسی درج کا درِمکنوں ـ
مکالماتِ افلاطون نہ لکھ سکی لیکن ،
اسی کے شعلہ سے ٹوٹا شرارِ افلاطون ـ (130)

---

* (126) جن قال النساء إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلن یا رسول اللہ ذھب الرجال بالفضل ، والجھاد فی سبیل اللہ تعالی فمالنا عمل ندرک به عمل المجاھدین فی سبیل اللہ تعالی : فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (من قعدت) او کلمة نحوھا ، منکن فی بیتھا فانھا تدرک عمل المجاھدین فی سبیل اللہ تعالی ، ثم قال لا تعلم ـ

(127) نساؤنا ونساؤ ہم ، ص 16 ـ (128) مسلمان عورت ، ص 20 ـ

(129) مولانا حنیف ندوی : اساسیات اسلام ، 1973ء ، لاہور ، کیمرج پرنٹنگ پریس ، ص 158 ـ

(130) علامہ اقبال : ضربِ کلیم ، عوان عورت : 1976ء ، کراچی ، تاج کمپنی ، ص 92 ـ

اسکی زندگی کا اصل مقصد یہ ہے، کہ یہ انسانیت کی اس انداز سے
چمن کی آبیاری کرے، کہ اسکا ہر نخل فکر و عمل کے بہترین اثمار سے مالا مال
ہو۔

ایک مسلمان خاتون کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے، کہ
اللہ تعالی نے آئندہ نسل کے لئے یہ چند افراد محض سونپ کر ایک عظیم ذمہ داری
میرے سپرد کی ہے، اور اب میرا اولین فرض یہ ہے، کہ خدا کی اس امانت کو خدا کی
رضا کے لئے، اسکی راہ میں تمام زندگی وقف کر دینے کے لئے تیار کروں، بچوں کی
تربیت کے اس فریضہ کی ادائیگی سے عہدہ برا ہونے کے لئے ضروری ہے، کہ ماں
خود بھی دین پر عمل پیرا ہو، فرض شناس اور شعور کے ساتھ زندگی گزارنے اور
اطاعت الٰہی وہ اطاعت رسول کا نمونہ بن کر دکھائے، اپنے بچوں کے ذہن و دل
کو بچپن ہی سے خدا پرستی اور نیکی کی طرف مائل کرے۔ گھر میں اپنے علم و عمل کی روشنی
سے ایسے ماحول کی تشکیل کرے، جس میں پلنے والے بچے، بہترین دینی اخلاقی
فضائل و اوصاف کے حامل ہوں، اور خدا پرستی، پرہیزگاری، شجاعت، سخاوت،
رحمت و وفا اور سنجیدگی کے مرقع ہوں، جہالت سے دور اور علم و عمل سے مزین ہوں،
جیسے صحابیات بھی اپنے بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ خود بھی اس
کو اسلامی سیرت و کردار کی مثال بن کر دکھاتی تھیں۔ (131) وہ اپنے بچوں کو حضور
کی خدمت میں لاتیں، ان کے لئے دعائیں کرواتیں، انکے اچھے اچھے نام رکھتیں، اور انکو
دین کی تعلیم دیتیں، انکے اندر جہاد میں شہادت پانے کا حوصلہ ابھارتیں۔

"اکرموا اولادکم و احسنوا ادبھم" (132) کے تحت امام غزالیؒ فرماتے ہیں :-

"ماؤں کی گود بچہ کا ابتدائی مکتب ہے، اگر مکتب میں اسکی بہترین تربیت
ہوئی، تو آخر تک اسی طرح تعلیم و تربیت ہوتی رہے گی، اور اگر خدانخواستہ شروع
ہی میں بری تربیت ہوئی تو بہت مشکل ہوگی کہ پھر آئندہ اسکی اصلاح ہو سکے۔ (133)

---

(131) اسعد گیلانی : خواتین اور دعوت دین، 1968ء، لاہور، ص 12۔

(132) ابن ماجہ : سنن، الجزء الثانی، کتاب الادب، ص 1211، حدیث 3671۔

(133) امام غزالی : احیاء علوم الدین، جلد دوئم، ص 217۔

حضرت اُم ہانی ایک بیوہ صحابیہ تھیں ، حضورؐ نے انکے ہاں کہلا بھیجا تو اس ضمن میں ام ہانی نے جواب دیا کہ اے خدا کے رسول میرے ماں ، باپ قربان ہوں ، اب میری عمر کافی گزر چکی ہے ، اور دوسرے یہ کہ میرے کئی بچے ہیں ، جنکی خدمت و تربیت میری سب سے بڑی ذمہ داری ہے ۔ انکی دیکھ بھال اور اچھی پرورش کا تقاضا یہ ہے ، کہ میں ہر طرف سے یکسو ہو کر اس ذمہ داری کو ادا کروں اور اس میں کوتاہی نہ کروں ۔(134) یہ جواب سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشی عورتوں کی تعریف کی اور فرمایا :-

خیر نساءٍ رکبن الابل صالح نساء قریش أحناہ علی ولد فی صغرہٖ وأرعاہُ علی زوجٍ فی ذات یدہٖ ۔(135)

اونٹ پر بیٹھنے والی عورتوں میں سب سے اچھی قریش کی عورتیں ہیں ، بچپن میں اپنے یتیم بچے سے انتہائی محبت رکھتی ہیں ، اور اپنے شوہر کے مال و اسباب کی پوری طرح حفاظت کرتی ہیں ، جو شوہر نے اسکے تصرف میں دیا ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صالح بیوی کی ایک صفت یہ بیان فرماتے ہیں :-

وان غاب عنھا نصحتہ فی نفسھا و مالہ ۔(136)

اگر شوہر اسکی ملاقات سے غائب ہو جائے ، تو وہ اپنے نفس (عصمت) اور اسکے مال کے معاملے میں اسکے ساتھ خیر خواہی کرتی ہے ۔

علامہ الشوکانی فرماتے ہیں :-

اذا انفقت المرأۃ من طعام زوجھا غیر مفسدۃ کان لھا أجرھا بما أنفقت ولزوجھا أجرہ بما کسب ۔(137)

جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے خرچ کرتی ہے ، غلط طریقہ پر نہیں بلکہ جائز حدود میں تو اسکو اس خرچ کا اجر ملتا ہے ، اور شوہر کو اسکے کمانے کا ثواب حاصل ہوتا ہے ۔

---

(134) الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 153 ۔ خطب رسول اللہ أم ہانی بنت أبی طالب فقالت یا رسول اللہ إنی مؤتمۃ و بنی صغار قال فلما أدرک بنوھا عرضت نفسھا علیہ ۔

(135) صحیح البخاری ، الجزء السابع ، کتاب النفقات ، باب حفظ المرأۃ زوجھا فی ذات یدہ ، ص 85 ۔

(136) ابن ماجہ : سنن ، المجلد الاول ، ص 596 ، حدیث 1857 ۔
ب۔ حقوق النساء فی الاسلام ، باب مقتضی الفطرۃ فی أصال الزوجین ، 31 ، المرأۃ الصالحۃ اذا نظر الیھا سرتہ واذا أمرھا اطاعتہ وان غاب عنھا حفظتہ ۔

(137) نیل الاوطار ، الجزء السابع ، باب ماجاء فی مصرف المرأۃ فی مالھا و مال زوجھا ، ص 140 ، حدیث 1 ۔

ایک سلیقہ شعار بیوی کو انتظامِ خانہ داری میں بہت زیادہ محتاط ہونے
کی ضرورت ہے، اسے چاہیے کہ خاوند کے مال میں سے اعتدال سے خرچ کرے،
گھر کی چیزوں کی حفاظت کرے، جہاں تک ہو سکے، گھر کا کام اور خاوند کے لئے
کھانا وغیرہ خود تیار کرے، اگر خاوند مفلس ہو اور اس محدود آمدنی سے گھر کا انتظام
اور بچوں کی دیکھ بھال نہ ہو سکتی ہو تو اسوقت بیوی کو ہمت سے کام لینا چاہیے، وہ
چھوٹی چھوٹی تجارتیں اور مفید صنعتیں اختیار کرکے اپنی تنگی و افلاس کو دور کر سکتی
ہے، اسلام کے ہر دور میں اسکی مثالیں ملتی ہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰ سوداگری کرتی
تھیں، حضرت أم ورقہ عطریات کی تجارت کرتی تھیں، اور بعض دیگر صحابیات دوسری قیمتی
اشیاء کا روزگار کرکے اپنی روزی خود پیدا کرتی تھیں۔

خدا نے مرد کو عورت کا کفیل بنایا ہے، اور اسکی طبعی ضروریات کو پورا کرنے کا
حکم دیا ہے، لیکن اسکے عوض اگر مرد اسکو فرائضِ منزلی کے ساتھ تمدن و سیاست کے
انتظام و اہتمام کا بھی ذمہ دار قرار دے تو یہ اسکے ساتھ زیادتی ہے، بیرونِ خانہ معاملات
میں، تمدن کے دوسرے مشاغل میں مرد منہمک رہتا ہے، محنت و مشقت، ذہنی کوفت اور پریشانی
رنج و غم سود و زیاں کے مختلف مراحل سے روزانہ گزرتا ہے، جس طرح دن کی محنت و
مشقت کے بعد تھکن پیدا ہوتی ہے، اور آرام کی خواہش پیدا ہوتی ہے، جس کے لئے
اللہ تعالی نے رات کو پیدا کیا ہے، تاکہ صبح پھر تازہ دم محنت پر آمادہ ہو، اسی طرح
ذہنی اضمحلال بھی طاری ہوتا ہے، اسکے لئے اللہ تعالی نے بیوی بچے اور گھر کا ماحول بنایا
ہے۔ یہاں شب باشی کرکے مرد دفعتاً تر و تازہ ہو جاتا ہے، یہ راحت رسانی اور سامان
راحت بھی شریف عورت کا کام ہے، اہلِ مغرب ہوس رانی تو جانتے ہیں، لیکن راحت
و سکون کے اس وسیع تصور سے نا آشنا ہیں۔

بہترین مسلمان بیویوں کی اولین خصوصیت یہ ہے، کہ وہ سچے دل سے اللہ اور
اسکے رسول اور اسکے دین پر ایمان رکھتی ہوں، اور عملاً اپنے اخلاق و عادات خصائل
اور برتاؤ میں اللہ کے دین کی پیروی کرنے والی ہوں۔ (138) ایسی عورت جو طرحدار
ہو، خوش اخلاق ہو، خوش گفتار ہو، نسوانی جذبات سے لبریز ہو، اپنے شوہر کو دل و
جان سے چاہتی ہو، اور اسکا شوہر اسکا عاشق ہو۔ (139)

بحیثیت ایک بیوی کے نیک عورت کی محبت و رفاقت ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے الفاظ میں الدنیا کلھا متاع و خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ ۔ (140)

---

(138) تفہیم القرآن، جلد ششم، ص 28 ۔ (139) تفہیم القرآن، جلد پنجم، ص 283 ۔
(140) الف ۔ سنن النسائی، المجلد الثالث، الجزء السادس، ص 69 ۔
ب ۔ کنز العمال، الجزء السادس عشر، ص 278، حدیث 44451 ۔

یہ عورت کی اصل خوبی ہے ، کہ وہ بے شرم اور بے باک نہ ہو ، بلکہ نظر میں حیا رکھتی ہو ، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کے درمیان عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے ، سب سے پہلے ان کے حسن و جمال کی نہیں بلکہ انکی حیا داری اور عفت مآبی کی تعریف فرمائی ۔ (141)

اس پر شاہ صاحب فرماتے ہیں :-

"حیاء اور شرم" کی صفت اسکی سرشت میں داخل ہے ، گھر کے کاروبار میں مشغول رہنا ، اسکے لئے بارِ خاطر نہیں ہوتا ، اور وہ اسکو ناگوار محسوس نہیں کرتی ۔(142)

ایس پی سکاٹ ، عیسائیت میں" عورت" کے احترام کے بارے میں لکھتا ہے :-

مسلمانوں کے طفیل فرقۂ نسواں کا احترام اتنا بڑھ گیا ، کہ انکی پرستش ہونے لگی ۔ (143)

ڈاکٹر ملک حسین اختر اپنی کتاب " تعلیم کا فن " میں فرماتے ہیں :-

بچوں کی اصل تربیت گاہ انکا اپنا گھر ہے ، گھر میں جو کچھ ہوتا ہے ، وہاں پر بہت اثر انداز ہوتا ہے ، اور گھر کا ماحول خراب ہو جائے ، تو بچے کی نفسیاتی زندگی میں گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے ، اور وہ ایک متوازن انسان بننے کے قابل نہیں رہتا ، مغرب میں جہاں مادرانہ اور پدرانہ فرائض میں سے اجتناب برتی جارہی ہے ، اب اس بات کو شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے ، کہ ایک اچھا گھر ہی اچھے بچے پیدا کرتا ہے ۔ (144)

بیوی جو گھر میں ملکہ کی حیثیت رکھتی ہے ، اپنے گھریلو ذمہ داریوں سے دست بردار ہو کر دفتر یا کارخانوں یا دوسرے سیاسی و معاشی جھمیلوں میں پڑ جائے ، تو گھر میں اسکا اقتدار صرف مالک کی بیوی اور اسکے بچوں کی ماں کہلانے سے قائم نہیں رہ سکتا ، یہ حیوانی رابطہ اس روحانی، اخلاقی ، اور مادی سلطنت کے قیام کے لئے کافی نہیں ہے ، جسکو گھر کہتے ہیں ۔

مریم جمیلہ "مسلمان عورت" کے مخصوص فرائض کی وضاحت اپنی کتاب "Islam the theory and practice" میں یوں لکھتی ہیں :-

In Islam the role of the woman is not the ballot box
but maintainance of home and family. Her success as a person is

---

(141) تفہیم القرآن ، جلد پنجم ، ص 268 ۔

(142) حجۃ اللہ البالغہ ، جلد اول ، ص 273 ۔

(143) ڈاکٹر غلام جیلانی برق : یورپ پر اسلام کے احسان ، 1981ء ، لاہور ، ص 93 ۔

(144) ڈاکٹر ملک حسن اختر : تعلیم کا فن ، 1979ء ، لاہور ، منظور پریس ، ص 42 ۔

> judged according to her fidelity to her husband and the rearing of worthy children. Purdah is indispensable means to this end, while men are actors on the stage of history, the function of the woman is to be their helpers concealed from public gaze behind the scenes. (145)

سید قطب فرماتے ہیں :-

پرورش گاہوں میں تربیت یافتہ نسل شاذ منحرف نا تمام انسانیت کی حامل ہے — تربیت گاہوں میں جو عورتیں ماں بنتی ہیں ، وہ جذبۂ مادری سے محروم ہوتی ہیں ، پھر بچوں کو تربیت گاہوں میں بھیجنے کے لئے انتہائی احمقانہ اور مجنونانہ حرکت کی جاتی ہے ، اور وہ یہ کہ ماں ملازمت کرتی ہے ، تاکہ بچہ کی تربیت کرنے والی آیا کی تنخواہ دے سکے ! اور نتیجہ یہ کہ بچہ حقیقی ماں سے محروم اور آیا جذبۂ مادری سے محروم ۔ (146) تہذیب و تمدن سے نا آشنا بچے نوکروں کے ہاتھوں پلنے والے جب گھر سے باہر کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں ، تو وہ معاشرتی برائیوں کو جلد قبول کر لیتے ہیں ، اور یہ بچے سنیماؤں ، شراب گاہوں ، اور کلبوں میں جانا شروع کر دیتے ہیں ، جوا کھیلتے ہیں ، رات کو آوارہ گردی کرتے ہیں اور مذہبی کتابیں پڑھنے کی بجائے ، گندے لٹریچر اور فحش ناول پڑھتے ہیں ، جسکی وجہ سے خدا اور رسول اور والدین کے نافرمان ہو جاتے ہیں ۔ لہذا اگر عورت گھر سے باہر نکلتی ہے ، تو انسان سازی کے اس عظیم منصب سے دستبردار ہو جاتی ہے ، جس کے لئے فطرت نے اسے اس دنیا میں بھیجا ہے ۔ لہذا اس مقصد کے لئے اپنے چلن میں عفاف و پاکیزگی ، سوز و وقار اور گھریلو زندگی کی شادمانیوں کی بہترین ضامن ہو ، جو اس کی ذات کا جزو اور اصل جوہر ہیں ، جس سے تہذیبِ انسانی کے کردار کی تشکیل کر سکیں ۔

لہذا عورت کی پاکیزگی سے خاندان میں شرافت ، اور رحم و محبت کے جذبات جنم لیتے ہیں ، وہ ایک رفیقِ حیات کی حیثیت سے وفاداریوں اور جانثاریوں کا پیکر ہوتی ہے ، یہی وجہ ہے ، کہ خاندان کی ساری رونقیں اس کے دم سے ہیں ، اور گھر میں اسکی غیر موجودگی سے خلاء پیدا ہوتا ہے ، جو کسی طرح بھی پُر نہیں

---

(145) Marryam Jamila : Islam the theory and practice, 1967, Lahore, P-86.

(146) محمد قطب : التطور والثبات فی حیات البشریہ ، مترجم ساجد الرحمن صدیقی ، انسانی زندگی میں جمود وارتقا ، 1982ء ، لاہور ، البدر پبلیکیشنز ، ص 264 ۔

کیا جا سکتا ہے۔

تاریخ کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے، کہ مسلمان مائیں رات کو سوتے وقت اپنے بچوں کو پیغمبروں اور صحابہ اکرام کی کہانیاں سنایا کرتی تھیں، اس طرح بچوں کے دماغ پر انکے کارناموں کا اثر رہتا تھا، اور بچے بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنا شروع کر دیتے تھے، دراصل یہ ماں ہی کے اختیار میں ہے، کہ وہ بچے کو بد اخلاق بنائے، یا خدا پرست۔

مگر آج جو عورت کی آزادی کے بارے میں یورپ کی مثال ہمارے سامنے ہے، ہم دیکھتے ہیں، کہ انہوں نے کس طرح عورت کو تمام سرگرمیوں میں مرد کے برابر لا کھڑا کیا ہے، اور عورت کو اس طرح گھر سے باہر لے آنے کے باوجود وہ لوگ تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہے ہیں، مگر جب عورت کی آزادی کے بارےمیں ہم یورپین مصنفین کی رائے کا مطالعہ کرتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے، کہ عورت کو گھر سے باہر لانے کے بعد جو خاندانی انتشار پیدا ہوا ہے، اسکی بنا پر وہ اپنی حالت کو خطرہ محسوس کرتے ہیں، کتاب "مسلمان عورت" کے مصنف یورپ کے سربرآوردہ مصنف ژول سیمان کا بیان نقل کرتے ہیں، کہ "جو عورت اپنے گھر سے باہر کی دنیا کے مشاغل میں شریک ہوتی ہے، اس میں شک نہیں کہ وہ ایک عامل بسیط کا فرض انجام دیتی ہے، مگر افسوس کہ وہ عورت نہیں رہتی "۔(148)

صنعتی انقلاب کی وجہ سے یورپ میں باپوں کے لئے اولاد شوہروں کے لئے بیویوں تک کی پرورش ناقابل برداشت بار بن گئی، ہر شخص مجبور ہوگیا، کہ اپنی آمدنی کو صرف اپنی ذات پر خرچ کرے، اور دوسرے حصہ داروں کی تعداد جہاں تک ممکن ہو گھٹائے۔

ان حالات میں عورتوں کو مجبوراً اپنی کفالت آپ کرنا اور خاندان کے کمانے والے افراد میں شامل ہونا پڑا، معاشرت کی قدیم اور فطری تقسیمِ عمل جس کی رو سے مرد کا کام کمانا اور عورت کا کام گھر کا کام کرنا تھا، باطل ہوگئی، اور عورتیں کارخانوں میں دفتروں میں، خدمت کرنے کے لئے پہنچ گئیں، اور جب کسبِ معیشت کا بار انکو سنبھالنا پڑا تو انکے لئے مشکل ہوگیا، کہ افزائشِ نسل اور پرورشِ اطفال کی اس خدمت کو بھی ساتھ ساتھ ادا کرسکیں، جو فطرت نے انکے سپرد کی تھی، ایک عورت جس کو اپنی ضروریات فراہم کرنے یا گھر کے مشترکہ بجٹ میں اپنا حصہ ادا کرنے کے لئے روزانہ کام کرنا ضروری ہو کس طرح اس بات پر آمادہ ہو سکتی ہے، کہ وہ اس حالت میں بھی بچے پیدا کرے، الغرض ان اسباب سے عورت اپنی فطری خدمت سے اعراض

---

(148) مسلمان عورت، ص 32۔

کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے ، اور پیٹ کی ضروریات اسکے ان جذبات کو مسترد کر دیتی ہے ، جو فطرت نے ماں بننے کے لئے اسکے سینے میں ودیعت کیے ہیں ۔ (149)

اس پر شاہ صاحب فرماتے ہیں :-

تمام امورِ معاش میں وہ مرد کی نسبت کمتر درجہ رکھتی ہے ، محنت اور مشقت کے کاموں میں جن میں طاقت صرف کرنی پڑتی ہے ، بالطبع وہ جی چراتی ہے ۔ (150)

یورپ کی اس موجودہ آزادی سے متاثر ہو کر جو عورتیں مردوں کے مشاغل میں شریک ہو گئی ہیں ، جب اپنی کفالت کے لئے کام پر نکل پڑیں ، کیونکہ کوئی ان کی کفالت کرنے والا نہ تھا ، پھر عورت کو اپنے حقوق سے دستبردار ہونا پڑا ، کیونکہ اخلاق مرد سے کام حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ تھا ، یہ حیوان مرد ایک لقمۂ خوراک دے کر اس سے اسکی عزت کا مطالبہ کر رہا تھا ، بالآخر عورت نے فتنہ انگیزی کی اشاعت اور مرد کو لبھانا شروع کر دیا ، جس سے پوری مغربی زندگی ایک بہت بڑی فحاشی میں بدل گئی ۔ (151)

یہی وجہ ہے ، کہ اکثر شادیاں طلاق پر منتج ہو جاتی ہیں ، اور ایک رپورٹ کے مطابق (152) One divorce for every two marringea. ہر دو میں سے ایک شادی طلاق پر ختم ہو جاتی ہے ، طلاقوں کی وجہ سے نہ صرف گھر تباہ ہوتا ہے ، بلکہ عورت اور مرد کا ذہنی سکون بھی ختم ہو جاتا ہے ، مطلقہ عورتیں ایک مشکل کا شکار ہو جاتی ہیں ، جیسے "Caroline Bird" کہتا ہے :-

"Divorce has become a major sources of economic hard-ship of women."(153)

King Stey Varis says :-

Un-married coiltus can have one or more of several out comes nothing at all beyond the act it self, when real discase an illegal pregnancy ending in abortion, a forced marriage or an illegitimate child. In view of diffusion of contraceptive and prophylactic techniques during the so called several sevolution as is strange that the undesired sequelae home tended to rise rather than fall. (154)

---

(149) ابو الاعلیٰ مودودی : اسلام اور ضبطِ ولادت ، ص 17 ، 18 ۔
(150) حجۃ اللہ البالغۃ ، جلد اوّل ، ص 273 ۔
(151) ساجد الرحمن صدیقی : انسانی زندگی میں جمود و ارتقاء ، ص 231 ، 232 ۔
(152) Caroline Bird : What woman want, P-128.
(153) -Aibi- P-128.
(154) King Stey Varis : Sexual Behaviour , P-336.

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں :-

آج ملک کی ترقی کا مفہوم صرف معاشی پیداوار کی ترقی سمجھ لیا گیا ہے، اس کے لئے عورتوں اور مردوں سب کو لا کر معاشی میدان میں کھڑا کر دیا گیا ہے، حالانکہ ترقی صرف معاشی پیداوار بڑھانے کا نام نہیں ہے، اگر عورتیں گھروں میں بیٹھ کر نئی نسل کو تربیت دیں، انہیں انسانی اقدار سے باخبر کریں، ان کے اندر اعلیٰ اخلاق اور خدا پرستی پیدا کرنے کی کوشش کریں، تو یہ بھی ترقی کا ایک اہم ذریعہ ہے، ملک کی ترقی کا صرف یہی ایک ذریعہ نہیں ہے، کہ مرد بھی کارخانوں میں کام کریں، اور عورتیں بھی کارخانوں میں کام کریں، ترقی کا یہ بھی ایک بڑا ذریعہ ہے، کہ گھروں میں بچوں کو انسانیت کی تربیت دے کر تیار کیا جائے، تاکہ وہ دنیا میں انسانیت کے رہنما بنیں - (155)

جیسے ہند بنت عتبہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے شوہر ابو سفیانؓ کے بارے میں شکایت کی کہ وہ پیسے کے معاملہ میں ہاتھ روک لیتے ہیں، میرے اور میری اولاد کے بارے میں اخراجات پورے نہیں کرتے، اپنی ضروریات کی تکمیل کی کوئی اور صورت نہیں ہے، کہ میں انکے علم اور اطلاع کے بغیر ہی انکا مال لے لیا کروں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ حسبِ ضرورت انکی دولت استعمال کر سکتی ہو - (156)

علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی،
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام -
مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر،
چھوڑ جاتا ہے، خیالات کو بے ربط و نظام -
مردہ لا دینی افکار سے افرنگ میں عشق،
عقل بے ربطئ افکار سے مشرق میں غلام - (157)

قرآن عورتوں سے کہتا ہے، کہ تم بیک وقت چراغِ خانہ اور شمعِ انجمن نہیں بن سکتی ہو، چراغِ خانہ بننا ہے، تو ان طور طریقوں کو چھوڑ دو جو شمعِ انجمن بننے کے لئے موزوں ہیں، اور وہ طرزِ زندگی اختیار کرو، جو چراغِ خانہ بننے میں مددگار ہوسکتا ہے - (158)

---

(155) ابو طارق : مولانا مودودی کے انٹرویو، 1979ء، لاہور، اللہ والا پرنٹرز، ص 486 -

(156) نیل الاوطار، الجزء الثامن، باب المرأة تنفق من مال الزوج بغير علمه اذا منعها الكفاية، ص 149 - انّ هنداً قالت، یارسول اللّٰه انّ أبا سفيان رجلٌ شحيح وليس يُعطيني ما يكفيني وولدی إلّا ما أخذت منه وهو لا يعلم فقال، خذی ما يكفيك وولدك بالمعروف -

(157) علامہ اقبال : کلیہ اقبال اردو، ضرب کلیم، عصر حاضر، ص 81 -

(158) تفہیم القرآن، جلد چہارم، ص 132 -

جس کے لئے مسلمان بیوی کا فرض ہے، کہ اپنی اولاد کی ظاہری اور جسمانی نشو نما کے بعد اولاد کی باطنی و روحانی تربیت اس طرح کرے، کہ گھر راحت کدہ اور سکون کا مرکز بن جائے، جہاں مرد پہنچ کر اپنی ساری کلفتیں، اور پریشانیاں بھول جائے، اور تازہ دم ہو کر کشمکشِ حیات میں اپنا حصہ ادا کرے، اسلام نے عورت کے سپرد وہی فرائض کیے ہیں، جو فطرت نے عورت پر عائد کیے ہیں، اسلام چاہتا ہے، عورت پر وہی ذمہ داریاں ڈالی جائیں، جو فطرت نے اس پر ڈالی ہیں، اس کا فرض ہے، کہ اپنی بیٹیوں کو شوہر کے ساتھ اچھی طرح رہنا سکھائیں، چنانچہ اسماء بنت خارجہؓ نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اسکو یہ نصیحت کی کہ :-

" جس گھر میں تو آئی تھی، اب اس سے نکلتی ہے .... اور ایسے آدمی کے پاس رہے گی، جس سے پہلے سے الفت نہ تھی، تو بیٹی تو اسکی زمین بننا کہ وہ تیرا آسمان بن جائے گا، تو اسکے لئے باعثِ آرام ہونا وہ تیرے لئے باعثِ آرام ہوگا، اور تو اسکی لونڈی ہونا .... وہ تیرا غلام رہے گا، وہ اگر تیرے پاس ہو تو اسکے قریب اور اگر علیحدہ رہے تو دور رہنا، اسکے ناک، کان اور آنکھ کا لحاظ رکھنا کہ تجھ سے بجز خوشبو کے اور کچھ نہ سونگھے اور جب سنے تو اچھی بات سنے اور جب دیکھے تو اچھی بات دیکھے - (159) اسی طرح صحیح تربیتِ اولاد کے اجر کی بشارت دی ہے علامہ علاء الدینؒ فرماتے ہیں :-

عن أراه رفعه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ان للمرأة فی حملها الی وضعها الی فصالها، کالمرابط فی سبیل الله و ان ماتت فیما بین ذلک فانما أجر شهید - (160)

جہاں عورت پر تربیت اولاد کی ذمہ داری عائد کی وہاں اسکو ان مشقتوں اور تکلیفوں کے اٹھانے کے اجر کی بھی بشارت دی، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے، کہ عورت حمل سے لے کر بچہ جننے اور اسکو دودھ چھڑانے تک ایسی ہوتی ہے، جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی نگہبانی کرنے والا مجاہد جو کہ ہر وقت مجاہدے کے لئے تیار رہتا ہے، اس دوران اگر وہ مر جائے تو اسکو شہید کے برابر ثواب ملتا ہے -

---

(159) محمد عطا الله : مکاشفة القلوب، بار دوئم، لاہور محبوب پرنٹنگ پریس، ص 663 -

(160) الف - کنزل العمال، الجزء السادس عشر، ص 411، حدیث 45159 -

ب - المطالب العالیه بزوائد المسانید الثمانیه، الجزء الثانی، باب ما للمرأة من الأجر اذا حملت، ص 84 - حدیث 1720 - ان للمرأة فی حملها إلی وضعها إلی فصالها من الأجر کا لمتشحط فی سبیل فإن هلکت فیما بین ذلک فلها أجر شهید -

ج - امین احسن اصلاحی : حسن معاشرت، 1982ء، لاہور تجارت پرنٹرز، ص 157 -

طبرانی کی روایت ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا وامرأۃ شفعاءُ الخدّین کھاتین یوم القیامۃِ وأو ما یزیدَیْن تزیع الی الوُسطیٰ والسبابۃ امرأۃ امنت من زوجھا ، ذات منصب وجمال حَبست نفسھا علی یتامٰھا ، حتی بانوا او ماتوا -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، کہ جو عورت بیوہ ہو جائے ، اور وہ خاندانی بھی اور مالدار بھی ہو ، لیکن اس نے اپنے بچوں کی خدمت اور پرورش میں لگ کر اپنا رنگ میلا کر دیا ، یہاں تک کہ وہ بچے بڑے ہو کر الگ رہنے لگے ، یا مر گئے ، تو ایسی عورت بہشت میں مجھ سے اس طرح نزدیک ہوگی ، جیسے شہادت کی انگلی سے بیچ والی انگلی نزدیک ہوتی ہے -

اسلام نے ریاست اور معاشرہ کے تحفظ کی اصل ذمہ داری اصلاً مرد کے سر ڈالی ہے ، اور عورت کی جدوجہد کا رخ گھر کی طرف موڑ دیا ، اسکی حقیقی پوزیشن یہ نہیں ہے ، کہ وہ بازار کی تاجر ، دفتر کی کلرک ، عدالت کی جج ، اور قوم کی سیاسی بنی رہے ، بلکہ اسکے عمل کا حقیقی میدان اسکا گھر ہے - (161)

علامہ ابنِ خلدون ایک مقام پر یہ تحریر فرماتے ہیں :- کہ

دنیا کے اندر یوں تو بہت سی چیزیں اہم اور ضروری ہیں ، لیکن بچوں کی تربیت اور انکی دماغی اور ذہنی صلاحیتوں کی حفاظت جس قدر ضروری ہے ، اور کوئی نہیں ، یہی وجہ ہے ، کہ مسلمان عورت دن رات اس چیز میں منہمک اور مشغول رہا کرتی تھی ، وہ اپنے بچہ کو اس لئے نہیں پالتی کہ وہ اسکا لختِ جگر اور نورِ نظر ہے ، اور اسکے دل سے نکلا ہے ، یا آگے بڑھ کر وہ بڑھاپے میں اسکے کام آئے گا ، بلکہ ان کی تربیت اور اسکی محنت و مشقت کا مقصد ہی صرف یہ ہوا کرتا ہے ، کہ یہ قوم کی امانت ہے ، اور اسکو اسی طرح قوم کے سپرد کرنا ہے ، کہ وہ قوم اور ملک کی صحیح خدمت اور راہنمائی کو سکے اس کے مدِ نظر اپنے آرام و آسائش سے زیادہ قوم اور ملک کا آرام و آسائش ہے - (162)

حقیقت یہ ہے ، کہ جس بچے کی تربیت و نگرانی والدین نے صحیح طریقہ پر نہ کی ہو ، وہ دنیا میں کیا پنپ سکتا ہے ، گھر کے ماحول کو درست رکھنا اور بچے کی صحیح نگرانی کرنا ، والدہ کے فرائض میں داخل ہے ، ہمارے معاشرے کے افراد کی بے راہ روی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے ، کہ ہمارے گھروں کی زندگی غیر منظم نہیں ہے ، اور ان میں بچوں کے صحیح کردار کی نشوونما کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ، اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ، کہ خاندان معاشرہ اور قوم کے بناؤ بگاڑ میں ایک ماں اپنے بچوں کی بھلی یا بری تربیت کرکے

---

(161) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 91 -

(162) عبدالقیوم ندوی : اسلام اور عورت ، ص 118 -

کتنا اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

ناصرہ ایم شاہ اپنی کتاب "Pakistani Woman" میں رقمطراز ہیں :۔

From this general premise she argued that since the woman's basic role is that of manager of the family, female education should prepared her for this role.(163)

(163) Nasira M. Shah : Pakistan Women , Pakistan, 1986, P-257.

عرب میں زمانۂ جاہلیت میں تعلیم

بدقسمتی سے ہمارے پاس زمانہ جاہلیت کے تعلیمی معاملات کے متعلق بہت کم معلومات محفوظ ہیں، اسکی وجہ یہ ہے، کہ اس زمانے میں وہاں لکھنے کا زیادہ رواج نہ تھا، اور کچھ یہ کہ لاکھوں کروڑں کتابیں، ہلاکوں خاں وغیرہ نے بغداد اور قرطبہ اور دیگر مقامات پر اس زمانے میں تباہ کر دیں جب کہ ابھی فنِ طباعت سے کتابیں چھاپنے کا کام نہیں لیا جانے لگا تھا، اس دشواری کے باوجود جو کچھ تھوڑا بہت مواد ہم تک پہنچا ہے، اسکی مدد سے زمانۂ جاہلیت کی تعلیمی حالت کا پتہ چلتا ہے، جس سے ہمیں حیرت ہوتی ہے، اور اس قوم کے متعلق رشک ہونے لگتا ہے، جو اَن پڑھ ہونے پر اتراتی تھی۔ (164)

عرب میں نہ صرف درسگاہیں تھیں، بلکہ ایسی تعلیم گاہیں بھی تھیں، جن میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم پاتے تھے :-

ابنِ قتیبہ کا بیان ہے :-

کانت ظالمۃُ الّتی یضرب بہا المثلُ فی القیادۃ صَبِیہ فی الکتاب، فکانت تضربُ دُوِیّ الصّبیانِ واُقلامہم ۔ (165)

مکہ کے قریب رہنے والے قبیلۂ ہذیل کی ضرب المثل فاحشہ عورت ظالمہ جب بچی تھی تو ایک مدرسہ جاتی تھی، جہاں اس کا سب سے دلچسپ مشغلہ یہ تھا، کہ دواتوں میں قلم ڈال اور نکال کر کھیلا کرتی تھی۔ قبیلۂ ہذیل میں ایسے مدرسے تھے، جو چاہے کتنے ہی، ابتدائی نوعیت کے کیوں نہ ہوں، ان میں لڑکے اور لڑکیاں تعلیم پانے کیلئے جاتے تھے۔ (166)

ابنِ الندیم کا بیان ہے :-

" اس زمانے میں مکہ کی علم دوستی اس سے کچھ زیادہ ہی بلند تھی، سبع معلقات، مکہ ہی کے مسجد کعبہ میں لٹکائے جاتے رہے، اور اس اعزاز و امتیاز نے ان سات نظموں کو عربی ادبیات میں ایک لافانی زندگی عطا کر دی ہے،

---

(164) ڈاکٹر محمد حمید اللہ : عہد نبوی کا نظام تعلیم، بحوالہ نقوش رسول نمبر، جلد چہارم، (ص 115، 116)۔

(165) کتاب عیون الاخبار، المجلد الثانی، الجزء الرابع، ص 103۔

(166) نقوش رسول نمبر، جلد چہارم، ص 117۔ " زمانہ جاہلیت میں عربی زبان لکھنے پڑھنے کی چیزوں کیلئے بڑی کثرت سے الفاظ ملتے ہیں، چنانچہ صرف قرآن مجید ہی میں، حسب ذیل الفاظ کا ذکر ہوا ہے :-
ق ۔ قرطاس (کاغذ) قلم، مسطور، مستطر، مکتوب، یملل (لکھنے) کے معنی

ورقہ بن نوفل مکہ کا باشندہ تھا ، اسی نے زمانہ جاہلیت میں تورات اور انجیل کو عربی میں منتقل کیا تھا ، یہ مکہ والے ہی تھے ، جنھوں نے عربی زبان کو سب سے پہلے تحریری زبان کی حیثیت عطا کی تھی ۔ (167)

" دار ارقم " حضرت خدیجۃ الکبری کا مکان جو دار الحجر میں واقع تھا ، سب سے پہلی تربیت گاہ کہی جا سکتی ہے ، دار ارقم کے بعد شعب ابی طالب بھی تربیت گاہ کہی جا سکتی ہے ، جہاں 7ھ نبوی سے 10ھ نبوی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے پیروکار محصور تھے ' ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ دس ماہ ابو ایوب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا ، یثرب میں یہ دوسری تربیت گاہ کہی جا سکتی ہے ۔ (168) مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد مسجد نبوی قائم ہوگئی تھی ، مدینہ میں مسجد نبوی واحد درسگاہ تھی ، جسکے ساتھ ہی اقامتی درسگاہ دار القراء بھی تھی ، جہاں تعلیم کا انتظام تھا ۔

In Encyclopaedia of Islam: While the group of Kurra, the students, the lawyers etc. had originally to sit together in a common room, gradually the attempt was made to introduce separate rooms to some of them. (168-B).

یہ اسلام دنیا کا سب سے پہلا مذہب ہے ، جس نے مردوں کی طرح عورت کیلئے بھی تعلیم حاصل کرنا فرض عین قرار دیا ۔ (169) چونکہ اسلام کا مقصد عورت کی معاشرتی حیثیت کو بلند ۔

---

(166) میں جو دستی الفاظ پائے جاتے ہیں ، الغرض اسی طرح کی مماثل بنیادوں پر علم وفن کی وہ بلند عمارتیں بعد میں زمانہ اسلام کے عربوں نے کھڑی کیں ، جن پر پورے کرہ ارض کی علمی دنیا فخر کر سکتی ہے ۔ (نقوش رسول نمبر ، جلد چہارم ، ص 117) ۔

(167) ابن الندیم : الفہرست ، ص 7 ۔

(168) منشی عبدالرحمن خان : اسلام کا نظام تعلیم ، 1983ء ، پبلشرز سید احمد خان ، ص 177)
غیلان بن ثقفی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے ، کہ وہ ہفتہ میں ایک دن علمی جلسہ منعقد کرتا ، جس میں نظمیں پڑھی جاتیں ، اور ان پر تنقید ہوتی ، مدینہ منورہ کے یہودیوں نے ایک بیت المدارس قائم کر رکھا تھا ، جو نیم عدالتی اور نیم تعلیمی ادارہ ہوا کرتا تھا ، اسلام کے آغاز تک اسکا پتہ چلتا ہے ۔
(نقوش رسول نمبر ، جلد چہارم ، ص 117) ۔

(168) ب - Encyclopaedia of Islam: Adition 1936, Vol: III, P-336.

(169) ایم عبدالرحمن خان : عورت انسانیت کے آئینے میں ، ص 135 ۔

بلند تر کرنا تھا ، لہذا اسلام نے معاشرتی مراتب کے حصول کیلئے عورت کو پورا حق دیا کہ وہ علمِ دین کی تعلیم کو حاصل کریں ۔

ارشادِ نبوی ہے :-

فان طلب العلم فریضة علی کل مسلم ۔ (170)

اس پر سالم البھنساوی فرماتے ہیں :-

وهذا یشمل النساء ۰۰۰۰، وان المرأة والرجل فی دین الله و علمه سواء ۰۰۰، قال ان النبی صلی الله علیه وسلم (انما النساء شقائق الرجال) ۔(171)

جس کا نتیجہ یہ ہوا ، کہ مسلم خواتین بھی کثیر تعداد میں آپکی مجالسِ وعظ و تعلیم میں حاضر ہونے لگیں ، اور آپکی تعلیمات سے مستفید ہونے لگیں ، اس پر بھی توجہ کی بلکہ جب آپ نے محسوس کیا ، کہ خواتین یہاں کماحقہ استفادہ نہیں کر سکتیں تو آپ نے ان کے لئے ایک دن مقرر فرمایا ، اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کے سوالات کا جواب دیتے ، اور انکے حالات کے مطابق انہیں وعظ و نصیحت فرماتے ۔ (172)

جس کا نتیجہ یہ ہوا ، کہ تھوڑے ہی عرصہ میں تعلیم یافتہ خواتین کی بہت بڑی کھیپ تیار ہوگئی ، جس کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے ، جسے ہر رہنما کتاب نے "الاصابة فی تمیز الصحابة" میں اسلام کے قرونِ اولیٰ کی پندرہ سو تینتالیس محدثات خواتین کا ذکر کیا ہے ۔ (173)

---

(170) الف ۔ ابن ماجه : سنن ، الجزء الاوّل ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم ، حدیث 224 ۔ ص 81 ۔

ب ۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، الجزء الاوّل ، کتاب العلم ، باب فی طلب العلم ، ص 124 ۔

ج ۔ مرکز المرأة فی الاسلام ، ص 43 ۔

(171) سالم البھنساوی : مکان المرأة بین الاسلام و القوانین العالمیة ، باب حق العلم و العمل ص 94 ۔

(172) الف ۔ صحیح البخاری ، الجزء الاوّل ، باب هل یجوز للنساء یوم علی حدة فی العلم ، ص 30 ۔ غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوما من نفسک فوعد هن یوماً لقیهن فیه فوعظهن و أمرهن ۔

ب ۔ التعلیم عند القابسی ، ص 87 ، بحواله ڈاکٹر احمد شلبی ، اسلامی عهد میں تعلیم نسواں ، بحواله ، نقوش رسول نمبر ، جلد چهارم ، ص 108 ۔

ج ۔ سلیمان ندوی : سیرت عائشه ، 1980ء ، کراچی ، ص 36 ۔

(173) نقوش رسول نمبر ، جلد چهارم ، ص 109 ۔

مسلم خواتین کی اسلامی عہد میں علمی ترقی

اسلام کی خواتین کے متعلق فراخ دلانہ معاشرتی ، تعلیمی پالیسی اور جدوجہد کا نتیجہ یہ ہوا ، کہ خواتین مسلمہ حقوق سے بہرہ اندوز ہونے اور حقوق میں مداخلت پر خلیفہ تک کو ٹوکنے کی جرأت کرنے کے ساتھ بہت بڑی تعداد میں نہ صرف لکھنے پڑھنے کے قابل ہوگئیں ، بلکہ بعض تو علم و فضل کے اس مقامِ رفیع پر فائز ہوگئی تھیں کہ فحول علماء سے بھی سبقت لے گئیں ، خواتین صحابیات کی صفوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ، بھی شامل تھیں ، چنانچہ اسلام کے ابتدائی ایامِ عہد میں خواتین کا سب سے پہلا مرکز حضرت عائشہ کی درس گاہ تھا ۔ (174)

اسلام کے علوم شرعیہ جو امت تک پہنچے ان کے ابلاغ میں اکیلی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اتنا حصہ ہے ، کہ بقول ابنِ حجر : ۔

فا کثر الناس الأخذ عنہا ، و نقلوا عنہا من الأحکام والآداب شیئا کثرا حتی قیل ان ربع الأحکام الشرعیۃ منقول عنہا رضی اللہ عنہا ۔ (175)

حافظ ابن حجر العسقلانی اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں : ۔

وقال الزہری لو جمع علم عائشۃ الی علم جمیع أزواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علم جمیع النساء لکان علم عائشۃ أفضل ۔

ما أشکل علینا أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرقط فسألنا عنہ عائشۃ إلا وجدنا عندہا منہ علما ۔ (176)

عبدالحی بن العماد الحنبلیؒ فرماتے ہیں : ۔

ما رأیت أحد اقط أعلم بقضاء ولا بحدیث بالجاہلیۃ ولا أروی للشعر ولا أعلم بفریضۃ ولا طب من عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا ۔ (177)

میں نے کوئی جامع علم نہیں دیکھا جو قضاء واقعاتِ جاہلیہ ، اشعارِ عرب ، علم فرائض طب میں اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا ہم پلہ ہو ۔

---

(174) منشی عبدالرحمن خاں : اسلام کا نظام تعلیم ، ص 183 ۔

(175) فتح الباری شرح صحیح البخاری ، الجزء السابع ، ص 107 ۔

(176) تہذیب التہذیب ، المجلد الثانی عشر ، ص 435 ۔

(177) عبدالحی بن العماد : شذرات الذہب فی أخبار من ذہب ، الجزء الاوّل ، ص 63 ۔

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :-
مارأیت أحداً أعلم بالقرآن ولا بفرائضة ولا بحلال ولا بحرام ولا بشعر ولا بحدیث العرب ولا بنسب من عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۔ (178)

حافظ ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں :-
کانت عائشہ أفقہ الناس و أعلم الناس و أحسن الناس رأیاً فی العامة وقال ھشام بن عروہ عن ابیہ ما رأیت أحداً أعلم بفقہ ولا بطب ولا شعر من عائشہ ۔ (179)

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :-
ان عائشہ کانت فقیہہ جداً حتی قیل ان ربع الأحکام الشرعیة منقول عنہا۔ (180)

ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کیا ذکر یہاں تو تمام اُمہات المومنین اور صحابیات کی ایک بڑی تعداد علم و فضل کے بلند پایہ مقام کی حامل تھیں، چنانچہ جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، کے تلامذہ حدیث فقہ و فتاوی میں سے 200 افراد سے زیادہ کے نام کتاب میں درج ہیں ۔ وہاں پر حضرت اُم سلمی کے بھی 32 تلامذہ کا ذکر ملتا ہے، حضرت ام دردا کے متعلق جہاں تذکرہ نگاروں نے یہ لکھا ہے، کہ :-

کانت ام دردا تجلس فی صلوتہا جلسة الرجال وکانت فقیہہ۔ (181)

وہاں حضرت فاطمہ بنت قیس کے مرتبہ علم و فضل کو یوں بیان کیا ہے، کہ وہ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک فقہی مسئلہ پر عرصہ تک بحث کرتی رہیں، لیکن وہ انکی رائے نہیں بدل سکے، اس سے بھی آگے یہ کہ اُمت کے بہت سے آئمہ نے انہی کی رائے کو ترجیح دی ۔ "واتفقوا علی وصفہا بالفقہ والعقل والفہم والجلالة ۔ (182)

لوگوں نے انکے فقہ و عقل اور فہم و بزرگی پر اتفاق کیا ہے ۔

صحابیات کی مجموعی اعتبار سے اگر علمی ترقی (درس و تدریس) کا جائزہ لینا ہو، تو تذکرہ نگاروں کے ان دو اقوال سے لگایا جا سکتا ہے :-

والذین حُفظت عنہم الفتوی من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(178) اعلام النساء ؛ الجزء الثالث ، ص 105 ۔

(179) شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی : تہذیب التہذیب ، الجزء الثانی عشر ، ص 435 ۔

(180) اعلام النساء ، الجزء الثالث ، ص 106 ۔

(181) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 127 ۔

(182) ایضاً ص 128 ۔

مائة ونيف و ثلاثون نفساً ، ما بين رجل وامرأة ۔ (183)

علامہ ابن قیمؒ کا کہنا ہے ؛کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جن اُصحاب کے فتاوی محفوظ ہیں ، ان کی تعداد ایک سو تیس سے کچھ زیادہ ہے ، ان میں مرد بھی شامل ہیں ، اور عورتیں بھی ، جن میں سات اشخاص ایسے ہیں ، بقول ابنِ حزم ان کے فتاوی کی تعداد اتنی زیادہ ہے ، کہ اگر انکو اکٹھا کیا جاوے ، تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے :۔

قال ابو محمد بن حزمؒ ان یُجمع من فتوی کل واحد منہم سفر ضخیم " کان المکثرون منہم سبعۃ : عمر بن الخطابؓ ، وعلی بن اُبی طالبؓ ، وعبداللہ بن مسعُودؓ ، وعائشۃؓ اُم المومنین ، وزید بن ثابتؓ ، وعبداللہ بن عباسؓ ، وعبداللہ بن عُمرؓ وغیرہم ۔ (184)

مفتئینِ صحابہ کی دوسری صف میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ وغیرہم کے دوش بدوش حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا بھی موجود ہیں ، ان میں سے ہر ایک کے فتاوی کے ذریعہ ایک رسالہ مرتب کیا جا سکتا ہے ۔

تیسرا گروہ ان اُصحاب کا ہے ، جنہوں نے بہت کم فتوے دیے ہیں ، ان میں حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ و حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ ، ابو ذرؓ ، ابو عبیدہؓ وغیرہم کے ساتھ اُم عطیہؓ ، حضرت حفصہؓ ، حضرت اُم حبیبہؓ ، حضرت صفیہؓ ، لیلیٰ بنت قائفؓ ، اسماء بنت ابی بکرؓ ، اُم شریکؓ ، خولہ بنت تویتؓ ، اُم دردأؓ ، عاتکہ بنت زیدؓ ، سہلہ بنت سہیلؓ ، حضرت جویریہؓ ، حضرت میمونہؓ ، حضرت فاطمہ الزہرأؓ ، فاطمہ بنت قیسؓ ، اُم سلمہؓ ، زینب بنت اُم سلمہؓ ، اُم ایمنؓ ، اُم یوسفؓ اور غامدیہؓ بھی شامل ہیں ۔ (185)

عبدالحی بن العماد کے بقول :۔

قال ابن عمرؓ ... عائشۃ اُلفان ومائتان وعشرۃ ۔ (186)

جن میں سے صرف حضرت عائشہ کی روایات کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہیں ۔

---

(183) اعلام الموقعین ، الجزء الاوّل ، ص 12 ۔

(184) عبدالحی بن العماد ؛ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ، ص 62 ۔

(185) الف ۔ اعلام الموقعین ، الجزء الاوّل ، ص 12 ، 13 ۔ فہئولاء ثلاثۃ عشر یمکن ان یجمع من فتیا کل واحد منہم جذو صغیر جداً ۔

ب ۔ اعلام النساء ، الجزء الثالث، ص 106 ؛یمکن ان یجمع من فتوی کل واحد منہم سفر ضخیم ۔

(186) شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ، الجزء الاوّل ، ص 63 ۔

قول ثانی ا جن کی تعداد دو ہزار یا دو ہزار سے زیادہ ہے ،
حضرت عائشہ اسی طبقہ میں شامل ہیں ۔
ب ۔ جن کی روایات کی تعداد پانچ صد یا زیادہ ہے ، کوئی صحابیہ شامل نہیں ۔
ج ۔ جنکی روایات کی تعداد سو سے زیادہ مگر پانچ سو سے کم ہے ، ان میں حضرت اُم سلمیٰؓ شامل ہیں ۔
د ۔ جنکی روایات کی تعداد چالیس تا سو ہے ، ان میں اُمہات المومنین حضرت ام حبیبہ ، میمونہ ، و صفیہ رضی اللہ عنہن کے ساتھ بہت سی صحابیا ت شامل ہیں ۔
س۔ جنکی روایات کی تعداد چالیس یا اس سے بھی کم ہے ، اس طبقہ میں صحابیات کی بہت بڑی تعداد شامل ہے ، جن میں حضرت فاطمہ بنت قیسؓ ، ربیع بنت مسعودؓ ، اُم قیسؓ وغیرہ ہیں ۔ (187)

اہل علم صحابیات کا حلقۂ اثر

جو صحابیات مسندِ درس و تدریس سنبھالے ہوئے تھیں ، ان میں استفادہ کرنے والوں میں ہر شعبۂ زندگی کے اعلیٰ افراد شامل ہوتے تھے ، مثلاً حضرت عائشہ صدیقہؓ سے استفادہ کرنے والوں میں جہاں حضرت موسیٰؓ ، ابو موسیٰ الاشعریؓ ، حضرت عمرو بن العاصؓ ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے نامور حکمران اور سیاستدان شامل تھے ، وہاں عبداللہ بن عباسؓ ، ابن عمرؓ ، اور حضرت ابوہریرہؓ جیسے عظیم حفاظِ حدیث اور علقمہ بن قیسؓ سید بن مسیبؓ جیسے بے شمار فقیہہ بھی شامل تھے ۔ (188)

حضرت اُم سلمیٰؓ کا علمی پایۂ خدمات

حضرت اُم سلمہؓ کا علمی پایہ ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہؓ کے بعد سب سے بلند اور دیگر صحابیات میں تو سب سے زیادہ تھا ۔ اس کے علاوہ اور بھی صحابیات

---

(187) الف ۔ عبدالسلام ندوی : اُسوہ صحابہ ، حصہ دوئم ، ص 232 ۔
ب ۔ شذرات الذھب ، الجزء الاول ، ص 63 ۔
(188) الف ۔ تہذیب التہذیب ، المجلد الثانی عشر ، ص 433 ، 434 ۔
ب ۔ عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 136 ، 137 ۔

دیگر علوم مثلاً طب ، شعروشاعری اور علم کلام میں درک رکھتی تھیں ، حضرت اسماءؓ بنت ابوبکرؓ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے 56 احادیث روایت کی ہیں ۔ (189)

ابن سعد فرماتے ہیں :۔

حضرت ام سلمہؓ بھی حضرت عائشہؓ کی طرح حصولِ علم میں بہت کوشاں رہا کرتی تھیں ، محمود بن لبید کا کہنا ہے :۔

کان أزواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحفظن من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ولا مثلاً لعائشۃؓ و أم سلمۃؓ ۔ (190)

یہ اس کوشش کا نتیجہ تھا ، کہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا رواۃ حدیث کے تیسرے طبقے میں ہیں ، جو حضرت عائشہؓ کے بعد صاحبِ فتوی صحابہ کے طبقہ ثانیہ میں شامل ہیں ۔

---

(189) سیر الصحابیات ، ص 145 ۔

اُم سلمہؓ تن تنہا ہی مکہ سے مدینہ روانہ ہوئیں ، جب مدینہ میں داخل ہوئیں ، تو لوگوں نے آپؓ سے نام و نسب پوچھا تو آپؓ نے بتایا ، کہ میں ابو امیہ کی لڑکی ہوں ، تو لوگوں کو انکے تنہا سفر پر ابو امیہ کی عظمت کے پیشِ نظر اس بات کا یقین نہ آیا ، تاآنکہ فتح مکہ کے دن جب آپکے گھر والے آپ کے رقعہ پر ملنے آئے ، تو لوگوں کو اس بات کا یقین آیا ۔ (سیر الصحابیات ، ص 56)

صاحب الرائے : آپؓ بہت صاحب الرائے تھیں ، جس کا اندازہ آپ کے اس نظیر مشورہ سے ہوتا ہے ، جو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپؓ نے صلح حدیبیہ کے دن دیا ۔

جب لوگ معاہدے کی شرائط کے سلسلے میں شدید صدمہ کی وجہ سے قربانی کے لئے نہ اٹھے ، تو آپ نے حضرت اُم سلمؓ کو باہر کی صورتِ حال بتائی حضرت اُم سلمؓ نے کہا :

یا نبی اللہ اتحب ذلک اخرج ثم لا تکلم أحداً منھم کلمۃ حتی تنحر بدنک و تدعوا حالقک فیحلقک ، فخرج فلم یکلم أحداً منھم ، حتی فعل ذلک نحر بدنہ و دعا حالقہ فحلقہ ، فلما راوا ذلک قاموا فنحروا وجعل بعضھم یحلق بعضاً ۔

(صحیح البخاری بحاشیۃ السندی ، الجزء الثانی ، باب الشروط فی الجہاد و المصالحۃ مع اہل الحرب و کتابۃ الشروط ، ص 122)

(190) الطبقات الکبری ، المجلد الثانی ، باب عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، ص 375 ۔

مرویات کی تعداد

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :-

وروت عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و عن ابی سلمۃ و فاطمۃ الزہراؓ (387) حدیثاً أخرج لھا منھا فی الصحیحین 29 حدیثاً والمتفق علیہ منھا 13 حدیثاً وانفرد البخاری بثلاثۃ و مسلم بثلاثۃ عشر - (191)

آپ سے کل احادیث جو روایت کی گئی ہیں، ان کی تعداد 387 ہیں، ان میں سے 29 احادیث بخاری اور مسلم میں ہیں، اور متفق علیہ احادیث میں مسلم کو انفراد حاصل ہے -

علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں :-

فھؤلاء ثلاثۃ عشر یمکن ان یجمع من فتیا کل واحد منھم جزء صغیر جداً، فقہاء صحابہ کے طبقۂ ثانیہ میں شامل ہیں، اور ان کے فتووں سے ایک رسالہ مرتب کیا جا سکتا ہے - (192)

آپؓ کے فتووں کی ایک خصوصیت یہ ہے، کہ وہ عموماً متفق علیہ ہیں، جو آپؓ کی نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی پر دال ہیں -

تلامذۂ اُمِ سلمۃؓ

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :-

و روی عنھا ابناھا عمر و زینب ابنا أبی سلمۃ ابن عبدالأسد و مکاتبھا نبھانؓ و أخوھا عامر بن أبی امیۃؓ، و ابن أخیھا مصعب بن عبداللہ بن ابی أمیۃؓ و موالیھا عبداللہ بن رافعؓ و نافعؓ و سفینۃؓ و ابو کثیرؓ و ابن سفینۃؓ و خیرۃ أم الحسن البصریؓ و سلیمان بن یسارؓ و اسامۃ بن زید بن حارثۃؓ و ھند بنت الحارث الفراسیۃؓ و صفیۃ بنت شیبۃؓ و ابو عثمان النھدیؓ و حمیدؓ و ابو امامۃ ابنا عبدالرحمن بن عوفؓ و سعید بن المسیبؓ و ابو وائلؓ و صفیۃ بنت محصنؓ والشعبیؓ و عبدالرحمن بن أبی بکرؓ و عبدالرحمن بن الحارث بن ہشامؓ و ابناہ عکرمۃؓ و أبو بکر و عثمان بن عبداللہؓ بن موھب و عروۃ بن الزبیرؓ و کریب مولی ابن عباسؓ و قبیصۃ بن ذؤیبؓ و نافع مولی ابن عمرؓ و یعلی بن مملکؓ و عبداللہ بن عباسؓ و عائشۃؓ و ابو سعید الخدریؓ و آخرون وکانت أم سلمۃؓ تقرأ ولاتکتب - (193)

---

(191) اعلام النساء، الجزء الخامس، ص 226، 227 -

(192) اعلام الموقعین، الجزء الاوّل، ص 12 -

(193) اعلام النساء، الجزء الخامس، ص 226، 227 -

حضرت ام سلمہ سے اخذِ علم کرنے والوں کی تعداد نجانے کتنی ہوگی ، صرف وہ لوگ جو حدیث میں آپؓ سے استفادہ کرتے تھے ، اور ان کے نام کتب میں موجود ہیں ، ان کی تعداد کے بارے میں شہاب الدین ابی الفضل احمد بن علی العسقلانیؒ بھی فرماتے ہیں : -

عن أُمّ سلمةؓ و فاطمة الزهراءؓ ، روی عنها ابناها ، عمرؓ ، و زینبؓ و اخوها عامرؓ ، و اُن اُخیها مصعب بن عبداللهؓ و مکاتبها نبهانؓ ، و موالیها ، عبدالله بن رافعؓ ، و نافعؓ ، و سفینةؓ ، و ابنه ، و ابو کثیرؓ ، و خیرةؓ والدة الحسنؒ ، و ممن بعد فی الصحابة صفیة بنت شیبةؓ ، و هند بنت الحارثؓ الفراسیة و قبیصة بنت ذویبؓ ، و عبدالرحمن بن الحارث بن هشامؓ ، ومن کبار التابعین : ابوعثمان النهدیؒ و ابووائلؒ ، و سعید بن المسیبؒ و ابو سلمةؓ ، و حمید ولدا عبدالرحمن بن عوفؓ ، و عروةؓ ، و ابوبکر بن عبدالرحمنؒ ، وسلیمان بن یسارؒ ، و آخرون - (194)

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے ، کہ امّ سلمہ کی بعد کی علمی ترقی جو ان حضرات تابعین کی وجہ سے ہوئی ، اس میں اس عظیم خاتون کا کتنا حصہ ہے ، پھر یہ کہ آپؓ کے تلامذہ کی فہرست لکھوانے کی تعداد تمام تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ آپؓ کے تلامذہ کی تعداد بھی نہیں ہے ۔ (195)

حضرت اُم سلمہؓ نے یہ فریضہ بخوبی ادا کیا ، چنانچہ آپؓ کی زندگی میں حکمرانوں نے نماز کے مستحب اوقات میں تاخیر و تبدل کیا ، تو آپؓ نے انہیں متنبہ کرتے ہوئے ، فرمایا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر جلدی پڑھتے تھے ، اور تم عصر جلدی پڑھتے ہو -

حضرت امیر معاویہ کے دور میں حضرت علیؓ پر سب و شتم برسر منبر ہونے لگا تو آپؓ نے امیر معاویہ کو خط لکھا : -

إنكم تلعنون الله و رسوله على منابركم و ذلك أنكم تلعنون على بن أبي طالب و من أحبه و أنا أشهد أن الله أحبه و رسوله فلم يلتفت الى كلامها - (196)

تم اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو برسر منبر برا بھلا کہتے ہو ، وہ یوں کہ تم علی بن ابی طالبؓ کو نشانہ لعنت و ملامت ٹھہراتے ہو ، اور میرا ہر شخص کو جو ان سے پیار کرتا ہے ، میں ذاتی طور پر اس بات کی گواہ ہوں ، کہ خدا اور رسول خدا علی کرم اللہ وجہہ سے محبت کرتے تھے -

---

(194) الاصابة فی تمیز الصحابة ، الجزء الثالث عشر ، ص 224 -

(195) منہاج ، جنت نسواں نمبر ، حصہ سوئم ، ص 127 -

(196) اعلام النساء ، الجزء الخامس ، ص 226 -

سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہراء رض

آپؑ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں ، اور اپنی خوبیوں کی بناء پر سب سے زیادہ عزیز تھیں ، آقائے دو عالمؐ کا ارشاد ہے :-

فاطمۃ بضعۃ منی ، یؤذینی ما آذاھا ، و یریبنی ما رابھا ۔ (197)

آپؑ شکل و صورت اور گفتگو کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتی تھیں ۔

آپؑ کے فضل و کمال کے لئے کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ قول کافی ہے :-

ما رأیت قط أحداً أفضل من فاطمۃ غیر أبیھا ۔ (198) ویقول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عن السیدۃ فاطمۃ ان اللہ تعالی لیغضب لغضب فاطمۃ و یرضی لرضاھا ، فاطمۃ قلبی و روحی التی بین جنبی ۔ (198 ب) ۔

علمی پایہ و خدمات

حضرت فاطمۃ الزہراؑ کو چونکہ طویل زندگی نہیں ملی ، اور آپؑ حضور کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں ، اگر آپؑ کو کچھ عرصہ مزید زندگی مل جاتی تو یقیناً آپؑ سے بھی ویسے ہی بلکہ اس سے بڑھ کر علم و عرفان کے دریا پھوٹتے ، جیسے کہ آپؑ کے شوہر نامدار جناب حیدر کرار سے ظاہر ہوئے ، کیونکہ آپؑ آقائے دو عالم

---

(197) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ : الجزء الثالث عشر ، ص 74 ۔

آپکا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ ہجرت والے سال ہی رجب کے مہینہ میں ہوا ، البتہ رخصتی غزوہ بدر کے بعد ہوئی ، نکاح کے وقت حضرت فاطمہؓ کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ اور حضرت علیؓ کی اکیس سال پانچ ماہ تھی ۔ (اعلام النساء : الجزء الرابع ، ص 109) ۔

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل صرف حضرت فاطمہؓ سے جاری ہے ، باقی آپکی کسی اور اولاد سے کوئی نسل جاری نہ ہوئی ، حضرت حسنین کریمین ، آپکی ہی اولاد ہیں ۔ (الاصابۃ فی تمیز الاصحابۃ : الجزء الثالث عشر ، ص 75)

حضرت فاطمۃ الزہرا حضور علیہ السلام کے صرف چھ ماہ بعد زندہ رہیں ، اور انتیس برس کی عمر میں وفات پائی ، حضرت عقیل کے گھر میں دفن ہوئیں ، اور آپکو رات کو دفن کیا گیا ۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ : الجزء الثالث عشر ، ص 77)

(198) اعلام النساء : الجزء الرابع ، ص 126 ۔ (ب) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ : الجزء الثالث عشر ، ص 74 ۔ عن عائشۃ اقبلت فاطمۃ تمشی کان مشیھا ، مشی رسول اللہؐ فقال : مرحبا یابنتی ثم أجلسھا عن یمینہ ۔ (198-ب)۔ توفیق ابوعلم : اھل البیت فاطمۃ الزہراء ، القاھرہ ، دارالمعارف ، الطبعۃ الثالثۃ ۔ ص 133 ۔

کی راز دارِ خاص تھیں ، جیسا کہ وصال سے پہلے آپکی سرگوشی سے پتہ
چلتا ہے ۔(199)

جو چھ ماہ آپؓ نے اپنے والدِ بزرگوار کے بعد گزارے یہ مسلسل بیماری اور حزن و ملال میں گزارے جس پر آپؓ کے حزن و ملال سے مندرجہ ذیل اشعار دال ہیں :-

مثلاً ۔ ماذا علی من شم تربۃ احمد　　　الا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لو انہا　　　صبت علی الایام صرن لیالیا ۔

ایسے میں آپؓ کا علمی مجالس منعقد کرنا بعید از قیاس ہے ، تاہم اس عرصے کا آپؓ سے کچھ علمی سرمایہ یادگار بھی ہے ، اور وہ آپکی روایت کردہ احادیث بھی ہیں ، اور آپؓ کے متعلق روایات کردہ ثقہ پر دال واقعات ہیں :-

وروت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثمانیہ عشر حدیثاً ۔ (200)

روایت کردہ احادیث

حضرت علیؓ سفر سے واپس آئے تو آپؓ نے قربانی کا گوشت پیش کیا ، آپکو تامل ہوا ، شاید اس وقت تک صریح حکم معلوم نہ تھا ، آپؓ نے فوراً کہا ، کہ کوئی حرج نہیں ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دے چکے ہیں ۔

حضور علیہ السلام نے آپؓ کے گھر گوشت تناول فرمایا ، اور نماز کے لئے وضو کیے بغیر اٹھ کھڑے ہوئے ، تو آپؓ نے دامن پکڑلیا ، کہ وضو فرما لیجئے ، کہ آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا ، کہ آگ کی پختہ اشیاء کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ، تو آپؐ نے فرمایا کوئی حرج نہیں کہ تمام اچھے کھانے آگ پر ہی پکتے ہیں ، یعنی حکم تبدیل ہو چکا ہے ۔ (201)

---

(199) الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثالث عشر ، ص 74 ۔
فقال : مرحبا بابنتی ، ثم أجلسها عن یمینہ ، ثم أسر إلیها ، حدیثاً ، فبکت ، ثم أسر إلیها حدیثاً فضحکت ، فقلت ، ما رأیت کالیوم أقرب فرحاً من حزن۔

(200) اعلام النساء ، الجزء الرابع ، ص 128 ۔
وروت عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثمانیہ عشر حدیثاً ، أخرج لھا منھا فی الصحیحین حدیث واحد متفق علیہ فی مسند عائشۃؓ وروی لھا الترمذی و ابن ماجہ و ابو داؤد ۔

(201) سیر صحابیات ، ص 103 ۔

راویان احادیث : آپؓ سے احادیث روایت کرنے والے صحابہ حسب ذیل ہیں :-

وروی عنہا ابناہا الحسن و الحسین و اُبو ہما علی بن ابی طالبؓ و عائشۃؓ اُم المومنین و سلمیؓ اُم رافعؓ و اُنس بن مالکؓ و اُم سلمۃؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُخرج لہا منہا فی الصحیحین حدیث و احمد متفق علیہ فی مسند عائشۃؓ ۔ وروی لہا الترمذی و ابن ماجہ و ابو داؤد ۔ (202)

اسماءؓ بنت ابی بکرؓ

اسماءؓ والدہ عبداللہ بن زبیر بن العوام التیمیۃ وھی بنت اُبی بکر الصدیقؓ و اُمہا قتلۃ او قتیلۃ بنت عبدالعزی ، قرشیۃ ، من بنی عامر بن لوی ۔ ۔ ۔ اُسلمت قدیما بمکۃ ، قال ابن اسحٰق : بعد سبعۃ عشر نفسا ۔ (203)

علمی خدمات

آپؓ کی خدمات میں یہ بات بھی کہی جائے گی ، کہ آپؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ جیسے شیر دل اور جبرواستبداد کو للکارنے والے علم و فضل کے پیکر کی تربیت کی اور شہسوار سیاست ہوتے ہوئے بھی ، انکے علمی پائے کا اس قدر بلند ہونا ہی اس عظیم ماں کی تربیت کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔

روایت کردہ احادیث : آپؓ نے آقائے دو عالمؐ سے چھپن احادیث روایت کی ہیں ۔ (204)

---

(202) اعلام النساء ، الجزء الرابع ، ص 128 ۔

(203) الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثانی عشر ، القسم الاوّل ، ص 114 ۔
مزید ملاحظہ فرمایئے : انکا لقب ذات النطاقین تھا ، کیونکہ اپنے کمر بند کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ایک حصہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زاد راہ باندھا ، اور دوسرے حصہ کو کمر میں باندھا ۔
آپکی شادی حضرت زبیرؓ سے ہوئی ، اور جب آپؓ نے ہجرت کی تو اس وقت آپؓ حمل سے تھیں ، اور قباء میں جا کر آپؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جنم دیا ، اور پھر آپؓ کی شہادت تک زندہ رہیں ، آپؓ تقریباً سو سال سے زیادہ زندہ رہیں ، لیکن آخر وقت تک آپکا نہ کوئی دانت گرا ، اور عقل و نظر یا ہوش و حواس میں فرق نہ آیا ۔
(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثانی عشر ، القسم الاوّل ، ص 114)

(204) اعلام النساء ، الجزء الاوّل ، ص 46 ۔

جسکا تذکرہ عمر رضا کحالہ نے مختلف راویوں کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے :-
وروت أسماءؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدۃ أحادیث ، ہی فی الصحیحین والسنن
روی عنہا ابناہا : عبداللہؓ ، و عروۃؓ ، و أحفادہا : عباد بن عبداللہؓ ، و عبداللہ بن
عروۃؓ ، و فاطمہ بنت المنذر بن الزبیرؓ ، و عباد بن حمزۃؓ بن عبداللہ بن الزبیرؓ :
و مولاہا عبداللہ بن کیسانؒ ، و ابن عباسؓ ، و صفیہ بنت شیبہؓ و ابن أبی ملیکۃؓ ، ووہب
بن کیسانؒ ، وغیرہم ۔ (205)

أسماء بنت عمیسؓ

علمی خدمات : یہ ایک عاقلہ فاضلہ خاتون تھیں ، اور آنحضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سے اکثر مسائل دریافت کیا کرتی تھیں ، آپکے علم و فضل کے لئے جہاں آپؓ سے
متعدد احادیث کی روایت کی شہادت ہے ، وہاں یہ بھی ایک بڑی شہادت ہے ، کہ یہ علم
تعبیر الرویاء کی ماہر تھیں ۔

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں :-
وکان عمر یسألہا عن تفسیر المنام ، و نقل عنہا اشیاء من ذلک و من غیرہ ۔ (206)

---

* جرأت حق گوئی میں آپؓ بہت جری خاتون تھیں ، جب آپؓ کے فرزند کو پھانسی دے
دی گئی ، تو ایک دن حجاج کے پاس چلی گئیں ، انکے اور حجاج کے درمیان مندرجہ
ذیل سوال و جواب ہوئے :-
حضرت أسماء : اما ان لھذا الراکب ان ینزل ؟ کیا شہسوار کے اترنے کا وقت ابھی
نہیں آیا ۔ ؟
حجاج : اس منافق کے اترنے کا ؟ ۔
حضرت أسماء : واللہ وہ منافق نہ تھا وہ قائم اللیل ، و صائم النہار تھا ۔
حجاج : نکل جاؤ ! تم تو سٹھیائی ہوئی بڑھیا ہو ۔۔۔
حضرت أسماء : واللہ میں سٹھیائی ہوئی نہیں ہوں ، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے ، کہ بنی ثقیف سے ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا ، کذاب
تو ہم نے مسلیمہ کذاب کو دیکھ لیا ، اور ظالم تم ہو ۔
الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثانی عشر ، ص 115 ۔ و اعلام النساء ، الجزء الاول ، ص 50 ، 51 ۔
ذرا اندازہ کیجئے ، ایک خاتون کی جرأت سے سب سے بڑے ترین حاکم کے سامنے گفتگو کر رہی ہے ۔

(205) الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثانی عشر ، ص 115 ۔
(206) الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثانی عشر ، القسم الاول ، ص 117 ۔

مزید ملاحظہ فرمائیے ! أسماء بنت عمیسؓ حضرت میمونہؓ کی سوتیلی بہن ہونے کے ناطے
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہرِ نسبتی تھیں ، علاوہ ازیں ، یہ حضرت جعفر طیار"

روایت کردہ احادیث کی تعداد ساٹھ (60) ہے، جو کہ بڑے بڑے چند صحابہ اور بکثرت تابعین نے آپؓ سے روایت کی ہیں ۔

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :-

روی عنہا ابنہا عبداللہ بن جعفرؓ ، و حفیدہا القاسم بن محمدؒ بن ابی بکرؓ ، و عبداللہ بن عباسؓ ، وہو ابن اختہا لُبابۃ بنت الحارث ، و ابن أختہا الأخری عبداللہ بن شداد بن الہادؒ ، و حفیدتہا اُم عون بنت محمد بن ابی طالبؓ ، و سعید بن المسیّبؒ ، و عروۃ بن الزبیرؒ ۔ (207)

أسماءؓ کے علم و فضل کی شہادت علامہ ذہبی نے "تجرید اسماء الصحابۃ" میں یوں دی ہے :-

" و کانت فاضلۃ جلیلۃ " (208)

جو آپکے ثقہ پر دال ہے، یہ ایک بات ہی کافی ہے، کہ جب آپؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو انکی وصیت کے مطابق غسل دے دیا، تو چونکہ مردہ نہلانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے، لہذا آپؓ نے صحابہ سے پوچھا کہ :-

انی صائمۃ و ہذا یوم شدید البرد فہل علیّ من غُسلٍ ؟ فقالوا : لا ۔ (209)

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ یہ خاتون حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی علم و فضل کے حصول میں کوشاں رہیں ۔

---

* کے عقد میں تھیں ، اس اعتبار سے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انکا ہماوج کا رشتہ بھی تھا ، یہ دار ارقم کے قیام سے قبل ، مسلمان ہو گئیں تھیں ، اور اپنے شوہر نامدار کے ساتھ حبشہ ہجرت کی ، اور وہیں پر عبداللہ بن جعفرؓ ، محمد بن جعفرؓ ، اور عون بن جعفرؓ پیدا ہوئے ۔

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :-

فلما قتل جعفرؓ تزوجہا أبو بکرؓ ، فولدت لہ محمدا ، ثم تزوجہا علیؓ ، فیقال : ولدت لہ ابنہ عوناً ، قال أبو عمرؒ : ...... عن الواقدی أنہا ولدت لعلی عوناً ، ویحیی ۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثانی عشر ، ص 116)

(207) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثانی عشر ، ص 117 ۔

(208) شمس الدین أبو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی : تجرید اسماء الصحابۃ ، المجلد الثانی ، حدیث 2957 ۔ ص 244 ۔

(209) الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 284 ۔

فاطمہ بنت قیس الفہریہؓ

یہ صحابیہ خاتون جہاں صاحبِ جمال تھیں، وہاں صاحبِ علم بھی تھیں، یہ ابتداً ابو حفص بن عمروؓ کے گھر تھیں، طلاق ہونے کے بعد حضرت زیدؓ کے بیٹے اُسامہ بن زیدؓ سے نکاح ہوا ۔ (210)

علامہ ذہبی کے بقول :-

" عاقلۃ من المہاجرات" ۔ (211)

علم و فضل و علمی خدمات

یہ خاتون علمی اعتبار سے اس قدر بلند پایہ رکھتی تھیں، کہ تمام تذکرہ نگاروں کے الفاظ یہ ہیں :-

ذات حسن وجمال و عقل و کمال ،

کانت ذات عقل وافر و حسن باہر ، لہا عقل و کمال ۔ (212)

ابن الأثیر فرماتے ہیں :-

فاطمۃ بنت قیس طلقنی زوجی ثلاثا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا سکنی لک ولا نفقۃ و لما طلقہا زوجہا ....

...... وہی التی طلقہا ابو حفص بن المغیرۃؓ فأمرہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن تعتد عندہا ، ثم قیل لہا اعتدی عند ابن اُم مکتوم ۔ (213)

انکے کمال و فضل پر یہ بات دال ہے، کہ معتدہ ثلاث کے نفقہ کے بارہ میں صحابہ کرام میں اختلاف ہے ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا فتوی یہ تھا، کہ انکو نفقہ و سکنی ملنا چاہیے، لیکن حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی یہ روایت آپؓ تک پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

(210) الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثانی عشر ، ص 85 ۔
کانت من المہاجرات الاول ، وکانت ذات جمال و عقل وکانت عند ابی بکر بن حفص المخزومی ، تطلقہا ، فتزوجت بعد اسامہ بن زید ۔

(211) تجرید اسماء الصحابہ ، المجلد الثانی ، حدیث 3550 ، ص 295 ۔
" عاقلۃ من المہاجرات" ۔

(212) منہاج ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ سوئم ، ص 134 ۔

(213) محمد خضری بک : تاریخ فقہ اسلامی ، مترجم حبیب احمد ہاشمی ، ۱۹۷۹ء ، کراچی ، ص 182 ۔
ب ۔ اسد الغابہ ، المجلد الخامس ، ص 526 ، 527 ۔
ج ۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، الجزء الثالث عشر ، ص 234 ۔

نے انہیں نفقہ وغیرہ نہیں دلایا تھا ، تو آپؓ نے فرمایا کہ ، اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑیں گے ۔ (214)

لیکن اس کے باوجود ہوا یوں کہ دوسروں نے فتوی دیا کہ ایسی عورت کو نہ خرچہ ملے گا ، نہ مکان چنانچہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث کو حجت قرار دیا ، اسلئے کہ ایک عدت کے ختم ہونے پر ارشادِ حق ہے :-

لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً ۔ (215)

تو مطلقہ ثلاث کے لئے اللہ تعالی کیا صورت پیدا فرمائے گا ، جب کہ وہ اپنے طلاق دینے والے پر حرام ہو چکی ہے ۔

اس مسئلہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھ بھی حضرت فاطمہؓ کا اختلاف ہوا ، لیکن وہ انکی رائے کو یہ کہنے کے باوجود کہ فاطمہ اتقی اللہ فقد علمت فی المطلق کان ھذا ۔ انکی رائے کو تبدیل کر سکتا تو درکنار اکثر صحابہؓ کی رائے کو انکے موافق ہونے سے نہ روک سکیں ۔

روایت کردہ احادیث : آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (34) چونتیس احادیث روایت کی ہیں ، جنکی روایت القاسم بن محمد ابوبکر بن أبو حفص أبو سلمہؓ بن عبدالرحمنؒ ، سعید بن مسیبؒ ، عروہ بن زبیرؒ ، عبداللہ بن عبداللہ بن عبد مسعود الاسودؒ بن زیدؒ و سلیمان بن یسارؒ ، و عبداللہ بن البہیؒ و محمد بن عبدالرحمن بن عاصم بن ثابت و تمیم مولی فاطمہ بنت قیسؓ و عائشہؓ و أم سلمہؓ ۔ (216)

عمرہ بنت عبدالرحمنؒ

یہ ایک تابعی خاتون تھیں ، جنکی پرورش حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ، نے کی تھی ، انکو بڑے بڑے علماء نے عادل ضابطہ فقیہہ اور حضرت عائشہؓ کے علم کی وارث قرار دیا ہے ، مگر اس سے انکی علمیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا ۔

---

(214) الف ۔ تاریخ فقہ اسلامی ، اردو ، ص 182 ۔

ب ۔ اعلام النساء ، الجزء الرابع ، ص 92 ۔

فاستشارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال : أما معاویۃ فصعلوک لا مال لہ ۔

(215) تاریخ فقہ اسلامی ، ص 183 ۔

(216) اعلام النساء ، الجزء الرابع ، ص 92 ۔

امام زہری کا بیان ہے ، کہ میں حسب مشورہ عروہؒ کی مجلس میں حاضر ہوا ، تو معلوم ہوا ، کہ وہ واقعتاً علم کا نہ ختم ہونے والا سمندر ہیں ۔

یہی عمرہ بنت عبدالرحمنؒ علم حدیث میں اتنا بلند پایہ رکھتی تھیں ، کہ نہ صرف امام زہری یحی بن سعیدؒ اور ابوبکر بن حزمؒ جیسے یگانہ روزگار محدثین ان کی خدمت میں برائے استفادہ حاضر ہوتے تھے ، بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابن حزم کو حکم دیا کہ عمرہ بنت عبدالرحمنؒ کی احادیث کو قلمبند کریں ۔ (217)

اس پر ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں :۔

روی عنها الحميد بن عبدالرحمنؒ و ايوبؒ والحكم بن عتبةؒ و خزيمة غير منسوبؒ و أبو الزنادؒ و مهاجر ابن مسار و عبيده بنت نابلؒ ۔ (218)

ابن خلکان اسی طرح نفیسہؒ کے علم و فضل کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

وكانت نفيسة من النساء الصالحات التقيات ، و يروى أن الامام الشافعى ، رضى الله عنه ، لما دخل مصر فى التاريخ المذكور فى ترجمته حضر اليها ، و سمع عليها الحديث وكان للمصريين فيها اعتقاد عظيم ۔ (219)

حضرت علیؓ کی اولاد میں نفیسہؒ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا ، کہ امام شافعیؒ فسطاط مصر میں (جب آپ کا اجتہاد کے اعتبار سے دور ثانی شروع تھا ، اور آپ شہرت کے آسمان پر آفتاب عالم مہتاب بن کر چمک رہے تھے) انکی مجلس میں باقاعدگی کے ساتھ درس کیلئے اپنے تلامذہ کے ساتھ درس کے لئے حاضر ہوتے تھے ۔

شیخا شہداء ملقب بہ فخر النساء جامع مسجد دمشق میں ایک مجمع کے سامنے ادب، خطابت ، وشاعری پر لیکچر دیا کرتی تھیں ، جن سے اسکی قابلیت کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے ، کہ ممتاز علماء کے ساتھ اس خاتون کا نام بھی وقائع اسلام میں لیا

---

(217) الطبقات الكبرى ، الجزء الثامن ، ص 480 ۔

كتب عمر بن عبدالعزيز الى ابى بكر بن محمد بن حزم أن انظر ما كان من حديث رسول الله ، صلى الله عليه وسلم ، أو سنة ماضية أو حديث عمرة فاكتبه فانى خشيت دروس العلم و ذهاب اهله ۔ (عورت کے علم و ادب کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے :)

(ب) In his introduction, Ibn-Hazam tells us that most of his teachers were women,...,women taught me in the Quran, they recited to me much poetry, they trained me in calligraphy.
(Charis Weddy: Women in Muslim History, London & Newyork Longman Group Ltd. 1980, P-78.)

(218) تهذيب التهذيب ، الجزء الثانى عشر ، ص 436 ۔

ب ۔ اعلام النساء ، الجزء الثالث ، ص 356 ۔

(219) ابو عباس شمس الدين احمد بن محمد بن ابى بكر بن خلكان : وفيات الاعيان و انباء ابناء الزمان ، المجلد الخامس ، ص 424 ۔

جاتا ہے ۔ فاطمہ بنت الاقرع ایک مشہور زمانہ عالم و فاضل تھیں ، اور نہایت اعلی درجہ کی خوشنویس تھیں ، انہوں نے کثرت سے قابل اساتذہ کے حلقۂ درس میں شرکت کی تھی ، اور ایسے بے شمار شاگردوں کے علم سے بھی استفادہ کیا تھا ۔ (220)

امام الحرمین امام مالکؒ کی صاحبزادی کو حدیث میں اس قدر ملکہ حاصل تھا ، کہ طالب علم اگر موطا پڑھتے ہوئے ، کبھی غلطی کرتا تو وہ اندر سے کھٹکھٹاتیں ، تو امام موصوف فوراً طالب علم سے کہتے :-

ارجع فالغلط معک ۔ (221) پھر پڑھو تم غلطی کر رہے ہو ۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ، کہ امام مالک کو اس خاتون کی صلاحیتوں پر کتنا اعتماد تھا ، کہ آپ بذاتِ خود غلطی پر مطلع نہ ہونے کے باوجود اس خاتون کی نشاندہی پر طالب علم کو غلطی کا مرتکب گردانتے اور دہرانے کا حکم دیتے ۔

ہجیمہ بنت حیی الاوصابیہ الدمشقیہ ایک تابعہ عالمہ تھیں ، یہ علمِ فقہ اور علمِ حدیث میں ید طولی رکھتی تھیں ، اور اُم الدرداءؓ صغری کے نام سے معروف تھیں ، فقہ میں انکی مہارت کا یہ عالم تھا ، کہ یہ مختلف مسائل میں ایک مستقل نقطۂ نظر رکھتی تھیں ، مثلاً یہ کہ تشہد میں عورت کو ، ؟ تورک کا حکم ہے ، مگر انکا نظریہ اس سے مختلف ہے ، ان کے متعلق تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے :-

قال مکحول : کانت أُم الدرداءؓ فقیہہ وکانت تجلس فی صلاتہا جلسة الرجل ۔ (222)

حدیث میں مہارت کا یہ عالم تھا ، کہ وہ محدثین جن کو روایتِ حدیث میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے ، مثلاً سالم بن ابی الجعدؒ و زید بن اسلمؒ و شہر بن حوشبؒ و صفوان بن صفوانؒ و اسماعیل بن عبیداللہ بن أبی المہاجرؒ و أبو حازم بن دینارؒ المدینی و طلحہ بن ابن عبیداللہ بن کریزؒ و عبداللہ بن أبی زکریا و عثمان بن حیانؒ الدمشقی و عطاء الکیخار أبی مکحول الشامی رجاء بن حیوہؒ و میمون بن مہرانؒ و حبیب بن ابی عمرةؒ سب انکے تلامذہ میں شامل ہیں ۔ (223)

---

(220) نقوش رسول نمبر ، جلد چہارم ، ص 109 ، 110 ۔

(221) (ا) ابن الحاج : المدخل ، الجزء الاوّل ، فصل لمسل المرأة ، ص 215 ۔
و کذلک ما روی عن الامام مالک رحمہ اللہ حین کان یقرأ علیہ الموطا فان لحن القاری فی حرف أو زاد أو نقص تدق ابنتہ الباب فیقول أبوہا للقاری ارجع فالغلط معک فیرجع القاری فیجد الغلط ۔ (ب) کتاب الاغانی ، الجزء الاول ، ص 41 فلما اکثر رد المولی علیہ فاختلط من ذلک ۔

(222) اعلام النساء ، الجزء الخامس ، ص 205 ۔

(223) ایضاً ، ص 205 ۔

خواتین دورِ رسالت کے بعد

صحابیات کا براہِ راست معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہونے کی بناء پر علم و فضل سے آراستہ ہونا چنداں تعجب خیز نہیں تھا، تعجب تو اس وقت ہوتا ہے، جب قاری یہ دیکھتا ہے، کہ مسلمانوں کے سیاسی حالات اکثر دگرگوں ہوتے ہوئے، اور خواتین کے لئے باقاعدہ درس گاہیں، موجود نہ ہونے کے باوجود عورتوں کی بہت بڑی تعداد علم و ہنر کے مختلف میدانوں میں سرگرم عمل رہی ہیں، یہ تعداد اگرچہ مردوں اور دورِ رسالت کی خواتین کے مقابلہ میں کم رہی ہے، اس کی دو وجوہ تھیں۔

1۔ خواتین کو بعد کے ادوار میں دورِ رسالت جیسی تعلیمی سہولتیں حاصل نہ تھیں، نہ انہیں پڑھانے کے لئے علماء کوئی وقت مختص کرتے تھے۔

2۔ دوسری یہ کہ دور دراز کے علماء سے خواتین کے لئے استفادہ آسان نہ تھا، دورِ رسالت کے بعد خواتین کے علمی اعتبار سے پس ماندہ نہ ہونے بلکہ بڑی تعداد میں زیورِ علم سے آراستہ ہونے کا ثبوت حسب ذیل حقائق سے ملتا ہے۔

عمر رضا کحالہ نے پانچ حصوں پر مشتمل کتاب "اعلام النساء" تحریر کی جس، میں ہر طبقہ کی خواتین کا تذکرہ کیا، اس کتاب کے صرف ایک حصہ یعنی جلد ثانی میں راقم کے شمار کے مطابق محدثات، راویاتِ حدیث کی تعداد (470) ہے، ان میں صحابیات، فقیہات، ادیبات، شاعرات، حاکمات، طبیبات وغیرہ شامل ہیں۔(224)

مشہور مورخ خطیب بغدادی نے اپنی مشہورِ آفاق کتاب تاریخ بغداد میں صرف ایک شہر یعنی بغداد کی علم و فضل کے اعتبار سے بتیس (32) خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔(225)

علی بن عساکر نے اپنی اساتذہ میں اسی (80) سے زیادہ خواتین کا تذکرہ کیا ہے، جب کہ خطیب بغدادی نے تو بخاری شریف ایک خاتون کریمہ بنت احمد المروزی سے پڑھی۔ علاوہ ازیں ابو حیان نے بھی اپنے اساتذہ میں تین خواتین کا نام لیا ہے، جن میں مینسہ بنت الملک الکامل، شامیہ بنت الحافظ اور زینب بنت عبداللطیف البغدادی قابل ذکر ہیں۔(226)

---

(224) شمار از راقم الحروف (عمر رضا کحالہ) اعلام النساء، الجزء الثانی۔

(225) حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی : تاریخ بغداد، المجلد الرابع عشر، ص 430 تا 447۔

(226) نقوش رسول نمبر، جلد چہارم، ص110۔

ب۔ قاضی جاوید : ہندی مسلم تہذیب، 1983ء، لاہور، وین گارڈ بکس، ص124۔

ابو الفرج (ابن جوزی) اپنے اساتذہ حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے، حسب ذیل تین خواتین کا نام لیتے ہیں :-

1 - فاطمہ بنت محمد بن حسین الرازی -

2 - فاطمہ بنت أبی حکیم عبداللہ ابراہیم الخیری -

3 - شہدہ بنت محمد بن الفرج بن عمر الابری -

عائشہ بنت محمد اور زینب بنت کمال الدین نے ابن بطوطہ کو سند یں عطا کی تھیں، تاریخ میں اس قسم کے بےشمار واقعات ملتے ہیں - (227)

امام ابن تیمیہ 728ھ کے اساتذہ میں بھی ایک عورت زینب شامل ہے، دوسرے علوم و فنون میں بھی خواتین مردوں کے دوش بدوش رہیں، تذکرہ کی کتابوں میں محدثات، قاریات، فقہاء، ادباء، صوفیاء، خواتین کے تذکرے ملتے ہیں، اعلیٰ علوم کی تحصیل میں وہ مردوں سے پیچھے نہیں تھیں۔

تصوف کے امام شیخ محی الدین ابن عربی نے 638ھ میں علم حدیث کا استفادہ حضرت شہدہ ایک خاتون سے ... کیا تھا - (228)

عہد بنو امیہ میں تعلیم و تدریس

تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں مساجد کو امتیازی حیثیت حاصل رہی، اور وہ خانہ خدا ہونے کے علاوہ درسگاہ اور یونیورسٹی بھی تصور کی جاتی تھی - (229)

جہاں سے تعلیم کا مقصد ذہنی تربیت دینی بیداری اور شعور کی پرورش ہوتا رہا - (230)

عباسی دور میں مدارس

یعقوبی کا بیان ہے، کہ صرف بغداد میں تیس ہزار مساجد تھیں، ان مساجد کے علاوہ مدارس بھی قائم تھے، جو ابتدائی تعلیم کے اداروں کے طور پر کام کرتے تھے، گویا صرف دارالحکومت میں ابتدائی مدارس کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی، ابتدائی مدارس میں زبان اور قواعد کی تعلیم دی جاتی تھی، مساجد میں احادیث کا علم سکھایا جاتا تھا، ریاضی کے ابتدائی اصول بتائے جاتے تھے، بعض چیزوں کے حفظ کرنے پر زیادہ

---

(227) ہندی مسلم تہذیب، ص 124 -

(228) پروفیسر محمد سلیم : مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت (ہند و پاکستان میں) ص 130 -

(229) ناہید حبیب : عہد اسلامی اور پاک و ہند کے طرز تعلیم کا جائزہ بحوالہ مجلہ علمی المعارف، لاہور، امپرنٹ آفسٹ پرنٹرز، 1985ء، ص 196 -

(230) کشور ناہید : عورت خواب اور خاک کے درمیان، 1980ء، لاہور، گل رنگ پبلشرز، ص 150 -

توجہ دی جاتی تھی ۔ خواتین کے لئے قرآنِ پاک اور مذہبی علوم کی تعلیم لازمی تھی ۔ معاشرے کے اصحابِ ثروت گھروں میں بچوں کی تعلیم کے لئے اتالیق مقرر تھے ۔ خلیفہ مامون نے ایک بہت بڑا مدرسہ "دارالحکمت" کے نام سے قائم کیا تھا ۔ (231) پروفیسر حتی کے مطابق اس مدرسے میں نہ صرف یہ کہ مختلف زبانوں سے عربی میں کتابوں کا ترجمہ کیا جاتا تھا ، بلکہ یہ ادارہ ایک اکادمی کی حیثیت سے بھی کام کر رہا تھا ۔ (232)

اسپین میں شعبہِ تعلیم و تدریس

اسپین میں بھی ہر مسلمان کے لئے تعلیم حاصل کرنا لازمی تھا ، قرآن و حدیث ، فقہ ، صرف ، نحو ، شعر و ادب کی تعلیم عام طور پر مدارس میں ہوتی اسلام کی پہلی تین صدیوں میں مسجد ہی درسگاہ ہوتی تھیں ، جب نئی درسگاہ کی ضرورت ہوتی تو ایک اور مسجد تعمیر کر لی جاتی ۔ ابنِ خلکان کے مطابق تمام ملک کے شہروں اور دیہاتوں میں مدارس قائم تھے ، ملک کی اہم جامعات میں قرطبہ ، غرناطہ ، اشبیلیہ ، مالقہ ، طلیطلہ کے نام آتے ہیں ، اس کے علاوہ بغداد ، دمشق ، اصفہان ، سمرقند ، قاہرہ ، فارس ، مراکش کے کلیات اور جامعات نے تاریخی عظمتیں حاصل کی ۔ (233)

اندلس میں مدارس

تمام اسلامی مدارس کی طرح اندلس میں بھی اس کی بنیاد اس بات پر تھی ، کہ قرآن حکیم کے بعض حصے لکھے اور پڑھے جائیں ۔ اس کے علاوہ عربی گرائمر اور شاعری کا مطالعہ بھی ہوتا تھا ، اندلس میں علمی زندگی میں تفسیر قرآن ، دینیات ، فلسفہ ، عربی گرائمر ، شاعری ، علمِ لغت ، تاریخ اور جغرافیہ شامل تھے ، قرطبہ ، اشبیلیہ اور غرناطہ میں یونیورسٹیوں کے ساتھ ساتھ لائبریریاں بھی قائم تھیں ۔ (234)

اندلس میں اسلامی اقتدار کی بربادی کے بعد دو ہزار سے بھی کم کتابیں بچیں جنہیں فلپ دوئم نے 1556ء تا 1558ء اپنے جانشینوں کی مدد سے مختلف عرب لائبریریوں سے جمع کیا ۔ یہی اسکوریال کی بنیاد بنی جو آج بھی میڈرڈ کے

(231) جلال الدین سیوطی : تاریخ الخلفاء ، مترجم مولانا شبیر احمد انصاری ، ص 331 ۔

(232) عربوں کا عروج و زوال ، ص 114 ۔

(233) محمد امین زبیری : مسلم خواتین کی تعلیم ، کراچی 1956ء ، ص 19 ۔

(234) عربوں کا عروج و زوال ، ص 169 ۔ (235) عربوں کا عروج و زوال ، ص 170 ۔

قریب موجود ہے ۔ (235)

ترکی

1951ء میں ترکی میں پہلی مرتبہ استنبول ، انقرہ ، قونیہ اور قیصری کے شہروں میں ان مدارس کا افتتاح ہوا تو یہ مدارس اونچے درجے کے نہ تھے ، مگر چونکہ حکومت کے زیر اہتمام ان کی داغ بیل ڈالی جارہی تھی ، اس لئے ترک عوام کی حکومت کے نقطہ نظر میں بنیادی تبدیلی سے بے حد خوش و شادماں تھے ۔ (236)

1950ء کے بعد ترکی میں دینی تعلیم کے مدرسوں میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا ، امام خطیب مدرسوں کا آغاز 1951ء میں ہوا ، اور 1977ء تک ترکی میں دو سو اڑتالیس امام خطیب مدرسے قائم ہو چکے تھے ، اسی طرح اعلیٰ اسلامی تعلیم کے مدرسوں کی تعداد 1977ء میں آٹھ سو تھی ۔

تعلیم و صحافت

انڈونیشیا میں آزادی کے بعد سے تعلیم پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے ، ملک کے چپے چپے میں مدرسے اور اعلیٰ تعلیم کے ادارے قائم کئے جا رہے ہیں ، 1977ء میں سرکاری اور نجی یونیورسٹیوں کی تعداد پچاس تھی ، ان میں کئی یونیورسٹیاں فنی، پیشہ وارانہ تعلیم کی ہیں ، انڈونیشیا میں آزادی کے بعد نجی یونیورسٹیوں میں جکارتا کی ، ابن خلدون یونیورسٹی بوگور کی ، ابن خلدون یونیورسٹی ۔ جو جکارتا کی اسلامی یونیورسٹی کوبیوں (جاوا) کی اسلامی یونیورسٹی ، جکارتا کی اسلامی یونیورسٹی ، میڈان میں شمالی سماترا کی اسلامی یونیورسٹی ، اور جکارتا کی محمدیہ یونیورسٹی ، مسلمانوں کے زیر اہتمام ہیں ۔ جہاں طلبہ کی تعداد سوا دو ہزار ہے ۔ جہاں نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی تعلیم حاصل کرتی ہیں ۔ (237)

اسی طرح جامعہ ملیہ اسلامیہ ، دہلی اور جامعہ عثمانیہ حیدر آباد (دکن) میں یونیورسٹی کی سطح تک اردو تعلیمی زبان بنا دی گئی ، اس زمانے میں جن لوگوں نے علمی فنی دینی موضوعات پر کثرت سے لکھا ۔ (238)

---

(236) خلیل احمد حامدی : عالم اسلام اور اسکے مسائل و افکار ، 1969ء ، لاہور ص 327 ۔

(237) ثروت صولت : ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ ، 1983ء ، لاہور ، حصہ سوئم ، ص 49 ، 50 ۔

(238) ایضاً ایضاً ایضاً ، ص 95 ۔

مدارس شاریہ کی نسگاہ میں

مقبوضہ کشمیر میں جماعتِ اسلامی کا سب سے اہم شعبہ تعلیم کا ہے ، 1975ء میں جماعتِ اسلامی کے زیرِ اہتمام ایک سو پچیس ابتدائی اور ثانوی مدرسے چل رہے تھے ، جن میں طلبہ کی تعداد سترہ ہزار تھی ۔ (239)

افغانستان میں اسلامی دنیا کے سب سے پسماندہ اور کم ترقی یافتہ ملکوں میں شمار ہوتا ہے ، لیکن گزشتہ چند سالوں میں تعلیم ، زراعت اور صنعت کے میدانوں میں خاصی ترقی ہوئی ہے ، کابل یونیورسٹی جدید تعلیم کا ایک اعلیٰ ادارہ بن چکی ہے ، جس میں طبعیات ، کیمیات ، طب ، قانون ، ادبیات ، طبقات الارض ، جغرافیہ اور تاریخ کے مکمل شعبے ہیں ۔ 1949ء سے کلیۃ الشرعیہ کا شعبہ بھی قائم کر دیا گیا ہے ، جس میں جدید تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم ، تاریخِ اسلام ، اور عربی کی تعلیم دی جاتی ہے ، افغانستان کا سب سے بڑا دینی ادارہ دارالعلوم ہے ۔ (240)

المختصر ، مسلمان خواتین نے نہ صرف علم و فن میں کمال حاصل کیا ، بلکہ عمدہ سیرت و کردار کے بہترین نمونے بھی پیش کیے ، علم کے ساتھ ہی عبادت اور زہد و تقویٰ میں بھی کمال حاصل کیا ، اور انتہائی شرافت اور حیاء اور پاکیزگی کی زندگی گزاری ، وہی عورتیں جو سینکڑوں افراد کے مجمع کو درس دیا کرتی تھیں ، اور علمی و فکری گتھیاں سلجھاتی تھیں ، وہ اپنے گھر میں خانہ داری شوہر کی خدمت و دلجوئی اور تربیتِ اولاد میں مستعد نظر آتی تھیں ، بلکہ درحقیقت ان کے علم نے انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے اور بھی مستعد بنا دیا تھا ، کیونکہ ان کے دل میں حصول رضائے الٰہی کا جذبہ اور محاسبہِ آخرت کا خوف تھا ، اور یہی وہ حقیقی علم ہے ، جس سے ہر مسلمان لڑکی کا آراستہ ہونا ضروری ہے ۔

---

(239) ثروت صولت ؛ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ ، حصہ سوئم ، ص 207 ۔

(240) ایضاً ایضاً ایضاً ، ص 220 ۔

عورت کا دائرہ کار میدان جنگ

عورت کا دائرہ کار میدان جنگ۔

جہاں عورت کو گھر اور مدرسہ کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے ، وہاں میدانِ جنگ میں بھی وہ مردوں کے دوش بدوش جہاد میں حصہ لے سکتی ہے۔

اس ضمن میں امام راغب اصفہانی نے "جہاد کے لغوی معنی یوں بیان کیے ہیں :-

والجهاد و المجاهدة استفراغ الوسع فى مدافعة العدو ، والجهاد ثلاثة أضرب : مجاهدة العدو الظاهر و مجاهدة الشيطان ، و مجاهدة النفس ، وتدخلُ ثلاثتها فى قوله تعالى : (وجاهدوا فى الله حق جهاده ۔ وجاهدوا باموالكم وأنفسكم فى سبيل الله ـ ان الذين آمنوا و هاجروا وجاهدوا بأموالهم وأنفسهم فى سبيل الله) وقال صلى الله عليه وسلم : "جاهدوا اهواءكم كما تجاهدون أعداءكم" والمجاهدة تكون باليد واللسان ، قال صلى الله عليه وسلم : "جاهدوا الكفار بأيديكم وألسنتكم" ۔ (241)

---

(241) امام راغب اصفہانی : المفردات فی غریب القرآن ، ص 101 ۔

مزید ملاحظہ فرمایے : جبران مسعود ، الرائد ، 1964ء بیروت ۔ ص 530 ۔ (مص ، جاهد ، (ب) قتال المسلمين أعداءهم دفاعاً عن الدين ۔

2 ۔ ابو نعیم خاں نشتر جالندھری : قائد اللغات ، طبع دوئم ، لاہور ، عالمین پریس ، ص 418 ۔ کوشش کرنا (ب) کافروں سے لڑائی (ج) جہادِ اصغر ، کافروں سے جنگ (د) جہادِ اکبر ، نفس کو دبانا ۔

3 ۔ مولوی فیروزالدین : فیروزاللغات ، فیروز سنز لمیٹڈ ، لاہور 1967ء ، ص 448 ۔ جہادِ اصغر ، کافروں کے خلاف ہتھیار اٹھانا ۔ (ب) جہادِ اکبر ، نفس کو مارنا ،

4 ۔ علی اصغر شمیم : فرہنگ امیر کبیر ، باب دوئم ، ص 226 ۔

(5) Encyclop-edia Britanica , 1950, London, Vol. 13, P-68. Jihad (Arabic Lit:, Steriving, effort the religious duty included in the Quran (11,214-215)viii,(39-42,ix 5-6, 29) On the follers of Muhammad to wage war upon those who do not accept the doclorines of Islam.

Modern Muslim apologists maintain that Jihad in the Quran does not mean the waging of war, and explain it terms of them eputitual life.

المختصر :

جہاد کے معنی و مفہوم کی وضاحت کے بعد اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، کہ جہاد میں مسلمان عورت نے کیا کردار ادا کیا، اور کیا جہاد صرف مردوں کے ہی حصہ میں آیا ہے، یا عورتیں بھی اس میں حصہ دار بن سکتی ہیں۔

تاریخ شاہد ہے، اس دنیا میں حیاتِ انسانی کی سلامتی و بقا سیاسی، اقتصادی، ثقافتی اور دینی آزادی کی ضمانت جہاد سے مشروط ہے۔ (242) یہ کوئی ضروری نہیں کہ جہاد کے ضمن میں عورت میدانِ جنگ میں جا کر ہی جہاد کر سکتی ہے، بلکہ خاوند کی غیر موجودگی میں عورت کا اس کے گھر کو سنبھالنا اور گھر میں ٹک کر بیٹھ رہنا بھی جہاد میں شامل ہے۔

جیسے أسماء بنت یزیدؓ کی حدیث سے وضاحت ہوتی ہے، عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :-

<u>أسماء بنت یزیدؓ</u> بن السکن الانصاریہ :

محدثۃ فاضلۃ و مجاھدۃ جلیلۃ، کانت من ذوات العقل والدّین والخطابۃ حتی لقبوھا بخطیبۃ النسآء أتت النّبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی أصحابہ فقالت : بأبی انت وأمی یا رسول اللہ، أنا وافدۃ النسآء الیک إنّ اللہ عزوجل بعثک الی الرجال والنسآء کافۃ فآمنا بک، و بالأ مک و أنا معشر النسآء محصورات مقصورات قواعد بیوتکم و مقضی شھواتکم و حاملات أولاد کم وانکم معشر الرجال فضلتم علینا فی الجمع والجماعات و عیادۃ المرضی وشھود الجنائز و الحج بعد الحج وأفضل من ذلک الجھاد فی سبیل اللہ عزوجل وان الرجل منکم إذا خرج حاجاً أو مجاھداً حفظنا لکم أموالکم و غزلنا أثوابکم و ربینا لکم أولاد کم أفانشارکم فی ھذا الاجر ؟ فالتفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی أصحابہ بوجھہ کلہ ثم قال : ھل سمعتم بمقالۃ امرأۃ قط أحسن من مسائلتھا فی امر دینھا من ھذہ ؟ فقالوا یا رسول اللہ ما ظننا أن امرأۃ تھتدی الی مثل ھذا. فالتفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلیھا فقال : أفھمی أیتھا المرأۃ و أعلمی من خلفک من النسآء ان حسن تبعل المرأۃ لزوجھا و طلبھا مرضاتہ و اتباعھا موافقتہ یعدل ذلک کلہ. فانصرفت وھی

مزید ملاحظہ فرمائیں :-

6 - محمد ادریس کاندھلوی : <u>سیرۃ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم</u>، جلد دوئم، ص 13 -

7 - صاحب المشکوۃ : <u>مشکوۃ المصابیح</u>، دہلی 1350ھ، ص 329 -

8 - دانش گاہ پنجاب : <u>اردو دائرۂ معارف اسلامیہ</u>، طبع اول، 1971ء، لاہور، ص 513 -

9 - <u>حجۃ اللہ البالغۃ</u>، حصہ دوئم، 1983ء، لاہور، ص 690 -

(242) ڈاکٹر نصیر احمد ناصر : <u>اسلامی ثقافت</u>، ت ن، لاہور، فیروز سنز، ص 673 -

تبصرہ - (243)

ایک مرتبہ عورتوں نے اسماء بنت یزیدؓ کو نمائندہ بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا ، چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر عرض کرتی ہیں ، میں مسلمان خواتین کی ایک جماعت کی طرف سے آپؐ کے پاس قاصدہ بن کر آئی ہوں ، جو میرے پیچھے ہیں ، سب وہی کہنا چاہتی ہیں ، جو میں کہہ رہی ہوں ، سب کی رائے وہی ہے ، جو میری رائے ہے ، کہ اللہ عزوجل نے آپ کو مردوں اور عورتوں سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے ، پس ہم سب آپؐ پر ایمان لائے ، اور ہم سب نے آپؐ کی پیروی کی لیکن ہم خواتین کا یہ حال ہے ، کہ ہم پردہ نشیں گھر میں بیٹھنے والی مردوں کی خواہش پوری کرنے والی ، ان کی اولاد اٹھانے والی ہیں ، اور مردوں کو جمعوں میں شریک ، اور جنازوں اور جہادوں میں حصہ لینے کی بناء پر فضیلت بخشی گئی ہے ، جب وہ جہاد پر جاتے ہیں ، تو ہم ان کے پیچھے ان کے مال و اسباب کی حفاظت کرتی ہیں ، اور انکے بچوں کی پرورش کرتی ہیں ، تو اے اللہ کے رسولؐ یہ بتائیے کہ ہم اجرو ثواب میں بھی انکے ساتھ حصہ پائیں گی ؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی طرف دیکھا اور پوچھا ، کہ بتاؤ تم نے کسی خاتون کو اپنے دین کے بارے میں اس عورت سے زیادہ پوچھتے سنا ہے ؟ صحابہ نے کہا خدا کی قسم ہم نے نہیں سنا ہے ، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسماءؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ، اسماءؓ جاؤ اور تمہارے پیچھے جو عورتیں ہیں ، ان سب کو بتا دو ، کہ تمہارے اپنے شوہروں کے ساتھ اچھا برتاؤ انکی خوشنودی کی فکر اور ان کے ساتھ نباہ کیلئے ان کے کہنے پر چلنا ، ان تمام دینی خدمات کے برابر ہے ، جن کی اہمیت کا ابھی تم نے تذکرہ کیا ہے ۔

لیکن اس کے علاوہ میدانِ جنگ میں بھی جب کبھی عورتوں کی ضرورت پیش آئی ہے ، تو مسلمان عورت نے وہاں بھی اپنا کردار بخوبی نبھایا ہے ، میدانِ جنگ میں اگرچہ عورتوں کا حصہ یہی بہت ہے ، کہ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کریں ، اور ان کو پانی پلائیں ، لیکن جہاں قتال ناگزیر ہو جائے ، تو اس میں بھی عورت شامل ہو سکتی ہے ، لیکن احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے ۔

مسلمان جنگ میں مبتلا ہوتے ہیں ، عام مصیبت کا وقت ہے ، حالات مطالبہ کر رہے ہیں ، کہ قوم کی پوری اجتماعی قوت دفاع میں صرف کر دی جائے ، ایسی حالت میں اسلام قوم کی خواتین کو عام اجازت دیتا ہے ، کہ وہ جنگی خدمات میں حصہ لیں ، مگر اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے ، کہ جو ماں بننے کے لئے بنائی گئی ہے ، وہ سر کاٹنے اور خون بہانے کیلئے نہیں بنائی گئی ہے ، اس کے ہاتھ میں تیر خنجر دینا اسکی فطرت کو مسخ

---

(243) اعلام النساء ، المجلد الاول ، ص 66 ، 67 ۔

کرتا ہے ، اس لئے وہ عورتوں کو اپنی جان اور آبرو کی حفاظت کیلئے ہتھیار اٹھانے کی اجازت دیتا ہے ، مگر بالعموم عورتوں سے جسمانی خدمات لینا اور انہیں فوجوں میں بھرتی کرنا ، اسکی پالیسی سے خارج ہے ، وہ جنگ میں ان سے صرف یہ خدمت لیتا ہے کہ زخمیوں کی مرہم پٹی کردیں ، پیاسوں کو پانی پلائیں ، سپاہیوں کو کھانا کھلائیں اور مجاہدین کے پیچھے کیمپ کی حفاظت کریں ، ان کاموں کیلئے پردے کی حدود انتہائی کم کردی گئی ہیں ، بلکہ ان خدمات کیلئے تھوڑی ترمیم کے ساتھ وہی لباس پہننا جائز ہے ، جو آج کل عیسائی عورتیں پہنتی ہیں ۔ (244)

یوں تو کائنات کا ہر ہر ذرہ انوارِ الٰہی کا مظہر ہے ، لیکن روحانیت قبول کرنے کیلئے عورت جس قدر موضوع پیدا کی گئی ہے ، ویسی کوئی دوسری مخلوق نہیں ہے ، سب سے پہلے پیغامِ الٰہی کو عورت نے قبول کیا ، کیونکہ عورت کی فطرت میں اثر پذیر ہونے ، اور اثر انداز ہونے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے ، اس لئے اسلام نے سب سے پہلے عورت کو اس طرف متوجہ کیا ، وہ اسکی روحانیت تھی ، یہی وجہ ہے ، کہ صحابیات میں تقوی و عبادت کا ایک خاص رنگ تھا ، انہوں نے اسلام کے لئے جو تکالیف اور شدائد برداشت کئے ، اور مذہبِ اسلام کی خاطر انہوں نے جو دیرینہ ترین قرابت داریاں اور تعلقات دنیاوی جو تھے ، کو منقطع کردیا ، عموماً تاریخی حقائق و شواہد کی بناء پر ہم بلا خوف و تردد کہہ سکتے ہیں ، کہ ہماری روایات اور معارک جہاد و قتل فی سبیل اللہ کا ریکارڈ مردوں ہی کے کارنامے سے نہیں بلکہ مسلمان خواتین کیلئے تابناک روایات ، قابلِ تقلید کارنامے چھوڑے ہیں ۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں :۔

اذا أراد أن يخرج أقرع بين نسائه فأيتهن يخرج سهمها خرج بها النبى صلى الله عليه وسلم فاقرع بيننا فى غزوة غزاها فخرج فيها سهمى فخرجت مع النبى صلى الله عليه وسلم بعد ما أنزل الحجاب ۔ (245)

تمام احادیث سے ثابت ہے ، کہ جنگ میں ازواج مطہرات اور خواتین اسلام آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جاتیں ، اور مجاہدین کو پانی پلانے اور زخمیوں کو مرہم پٹی کرنے کی خدمات انجام دیتی تھیں ، یہ طریقہ احکامِ حجاب نازل ہونے کے بعد بھی جاری رہا ۔

---

(244) پردہ اجتماعی اور شرعی نقطہ نظر سے ، ص 248 ۔

(245) صحیح البخاری بحاشیۃ السندی ، المجلد الثانی ، باب حمل الرجل امراتہ فی الغزو دون بعض نسائہ ، ص 150 ۔

ب ۔ پردہ اجتماعی وشرعی نقطہ نظر سے ، ص 248 ۔

ـــ امام مسلم فرماتے ہیں :-

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغزو بأم سلیمؓ و نسوۃ من الانصار معہ إذا غزا فیسقین الماء و یدا وین الجرحٰی ۔ (246)

حضرت اُم سلیمؓ اور انصار کی چند دوسری خواتین اکثر لڑائیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گئی ہیں ، جو زخمیوں کو پانی بھی پلاتیں تھیں ، اور مرہم پٹی بھی کرتیں تھیں ۔

بہادر ماں کا جرأت مندانہ فیصلہ

سلطنتِ بنو امیہ کا سربراہ و فرمانروا یزید سراپا فسق و فجور تھا ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا ، چنانچہ شامی لشکر نے خانۂ کعبہ کا محاصرہ کر لیا ، اس وقت ابن زبیرؓ اپنی والدہ محترمہ حضرت اُسماءؓ کے پاس مشورہ کے لئے آئے ، ماں نے کہاں بیٹا ! میری آرزو ہے ، کہ تم لڑ کر قتل ہو جاؤ میں صبر کروں ، یا تم کامیاب ہو کر آؤ اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں ، چنانچہ آپؓ نے لڑ کر جام شہادت نوش کیا ۔ (247)

حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا ، تین دن گزر گئے تو انکی والدہ حضرت اُسماءؓ اپنے بیٹے کی لاش پر آئیں ، لاش الٹی لٹکی ہوئی تھی ، دل تھام کر اس منظر کو دیکھا ، اور نہایت استقلال سے کہا ، "اما ان لھذا الراکب ان ینزل ، ، ، ، ، ؟ " اس سوار کا گھوڑے سے اترنے کا ابھی وقت نہیں آیا ۔ (248)

جب حاکمِ دمشق کے ہاتھوں ابان بن سعیدؓ شہید ہوئے تو انکے جنگی اسلحہ سے مسلح ہو کر ان کی جگہ انکی بیوی اُم ابان بنت عتبہؓ میدانِ جنگ میں پہنچ گئیں ، اور تیر اندازی سے رومیوں کے چھکے چھڑا دیے ، اس طرح جنگِ یرموک میں ہند اپنے عالی قدر شوہر سردار حارث بن ہشام کے ہمراہ قبرص کی مہم میں اُم حرام اپنے شوہر عبادہ بنت الصامتؓ کے ہمراہ روم اور شام کے معرکوں میں ، عزنہ بنت طارؓ اپنے شوہر مسلمہ بن عود کے ہمراہ رہ کر اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتی رہیں ۔

---

(246) الف ۔ الجامع الصحیح المسمیٰ صحیح مسلم ، الجزء الخامس ، باب غزوۃ النساء مع الرجال ، ص 196 ۔

ب ۔ ابوداؤد : سنن ، المجلد الثانی ، الجزءالثالث ، باب فی النساء یغزون ، حدیث 2531 ، ص 18 ۔

(247) سیر الصحابیات ، ص 140 ۔

(248) الف ۔ الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ، الجزء الثانی عشر ، ص 114 ۔

ب ۔ طالب الہاشمی : تذکار صحابیات ، ص 206 ۔

چنانچہ 493ھ میں جب یورپین حملہ آوروں نے بیت المقدس پر حملہ کرکے مسجدِ اقصیٰ کے فرش کو ستر ہزار مسلمانوں کے خون سے رنگ دیا ، تو اس وقت مسلمان عورتیں راہِ خدا میں نکلیں ، اور حملوں کو روکتی رہیں ، معرکۂ روم و شام میں حضرت عاصم خولانی کی بیٹی سعیدہ نے رومیوں کا مقابلہ میں ایسی بہادری دکھائی ، جو مردوں سے بھی ممکن نہ تھی ۔

نویں صدی کی عورت کو وہی آزادی حاصل تھی ، جو اس سے پہلے زمانے کی عورت کو میسر تھی ، عرب دوشیزائیں میدان جنگ میں جاتی تھیں ، توپ کی کمان اپنے ہاتھ میں لیتی تھیں ۔ (249)

اسوہ صحابیات عہدِ نبوی میں

عہدِ نبوی میں عورت کو ایک ذمہ دار اور صاحبِ حقوق فرد کی حیثیت حاصل تھی ، وہ مردوں کے دوش بدوش قومی معاملات سر انجام دینے میں مصروفِ نظر آتی تھیں ، عہدِ نبوی میں عورت ایک طرف اگر تربیتِ اولاد کر رہی تھی ، تو دوسری طرف میدانِ جنگ میں کارہائے نمایاں دکھا رہی تھی ، ایک طرف اگر عورتیں معاشی تحریکات میں حصہ لے رہی تھیں ، تو دوسری طرف کسب معاش کیلئے تجارت و سوداگری کے پیشے میں بھی ، اسلامی پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ، سرگرم عمل تھیں ۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں :۔

فقالت : یارسول اللہ ان یجعلنی منھم قال اللھم اجعلھا منھم ۔ (250)

مذہبی خدمات کے ضمن میں سب سے زیادہ اہم خدمت جہاد ہے ، اور صحابیات نے جس خلوص ، ولولہ ، عزم اور حسنِ استقلال سے اس خدمت کو نبھایا ، اسکی مثال پیش کرنا ناممکن ہے ، تاریخِ اسلام خواتین کی بے پناہ بہادری ، دلیری ، بے نظیر شجاعت و حمیت ، بے مثال جوش و خروش سے بھری پڑی ہے ۔

جنگِ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو معزز خواتین حصہ لے رہی تھیں ، ان میں ایک اُم عمارہؓ بھی تھیں ، جو حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر دشمنوں کے حملوں کو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں ، 3ھ میں غزوہ اُحد واقع ہوا ، اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، حضرت اُم سلیطؓ ، زخمیوں کو مشک بھر بھر کر پانی پلاتیں نظر آتیں ، اُم سلیمؓ زخمیوں کی مرہم کرتی تھیں ، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوات میں شریک رہتی تھیں ۔ (251)

---

(249) قلب کے ہتی : عربوں کا عروج و زوال ، مترجم عبدالسلام خورشید ، اشاعت اول ، لاہور ، ص 118 ، 119 ۔

(250) صحیح البخاری بحاشیۃ السندی ، الجزء الثانی ، کتاب الجہاد والسیر ، باب غزوۃ المراۃ فی البحر ، ص 149 ۔

(251) ابوداؤد سنن ، المجلد الثانی ، الجزء الثالث ، حدیث 2531 ، ص 18 ۔

ابنِ سعد فرماتے ہیں :-

وشهدت أم عمارة بنت كعب احداً مع زوجها غزية بن عمرو وابنيها وخرجت معهم بشن لها في أول النهار تريد ان تسقي الجرحى ، فقاتلت يومئذ وأبلت بلاءً حسناً وجرحت اثنى عشر جرحاً بين طعنة برمح أو ضربة سيف ، ، ، ، ، ، ، ، أسلمت أم عماره و حضرت ليلة العقبة و بايعت رسول الله وشهدت احداً والحديبية و خيبر و عمرة القضيه و حنيناً و يوم اليمامه ، وقطعت يدها - (252)

غزوہِ خندق میں حضرت صفیہؓ نے جس بہادری سے ایک یہودی کو قتل کیا ، اور یہودیوں کے حملے کو روکنے کی جو تدابیر اختیار کیں ، وہ نہایت حیرت انگیز ہیں ۔

ابنِ سعد فرماتے ہیں :-

ام سلیم کا خنجر لیکر نکلنا ایک مشہور بات ہے ، جیسے : عن أنس أن أم سليمؓ اتخذت خنجراً يوم حنين ۔ (253)

ایک خاتون اُم سلیطؓ کے متعلق حضرت عمرؓ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے ، امام بخاریؒ فرماتے ہیں :-

جنگ احد میں دائیں بائیں ، جدھر میں دیکھتا تھا ، اُم سلیطؓ جنگ کے لئے جان لڑاتی ہوئیں نظر آتی ہیں ، اس جنگ میں ربیع بنت معوذؓ اور انکے ساتھ خواتین کی ایک جماعت زخمیوں کی مرہم پٹی میں مشغول تھی ، اور یہی عورتیں مجروحین کو اٹھا اٹھا کر مدینے لے جارہی تھیں ۔ (254) اسلام کی صدر اول میں اگرچہ عورتوں نے مختلف حیثیتوں سے امتیاز حاصل کیا ، لیکن ان کل امتیازات کو اگر یکجا دیکھنا ہو ، تو صحابیات کے حالات اور انکے کارناموں کا مطالعہ کرنا چاہیے ، یوں تو یہ پروانہ شمع رسالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فیضِ محبت کی وجہ سے مجمع فضائل اور مرکزِ مجاہد تھیں ، لیکن عملی حیثیت سے جو کارہائے نمایاں ان حضرات نے انجام دیے ، دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ۔

اس ضمن میں جالس وادی " ومن اِنْ مسلم مسٹری " میں فرماتے ہیں :-

Other notes have been sounded in the story of the emancipation

---

(252) الطبقات الكبرى ، المجلد الثامن ص 412 ، 413 -

(253) ایضاً ، ص 425 - ام سليم كانت مع النبيؐ يوم أحد ومعها خنجر -

(254) صحیح البخاری ، المجلد الثانی ، الجزء الرابع ، کتاب الوصایا ، باب فضل الجهاد والسير ، باب مداواة النساء الجرحى في الغزو ، ص 41 - عن الربيع بنت معوذؓ قالت كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم نسقي و نداوي الجرحى ونرد القتلى الى المدينه -

of women in the century that followed but this one is a key to under standing women advance not only in the west but in the east. Many times it has been the challenge of services in a National Crisis that has carried women for-ward. (255)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جہاد میں انکی بہادری اور دلیری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے ، کہ غزوۂ خندق میں جب مسلمان چاروں طرف سے مشرکین میں گھرے ہوئے تھے ، اور شہر کے اندر یہودیوں کے حملے کا خطرہ تھا ، تو وہ بے خطر قلعہ سے نکل کر نقشہ جنگ کا مطالعہ کرتی ہیں ۔

غزوۂ احد

غزوۂ احد میں جب مسلمان کشمکش و اضطراب میں مبتلا تھے ، تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کر پانی پلانے کی خدمت انجام دے رہی تھیں ۔ (256)

جہاد کی ہر قسم ان کی ذات ، صفات پر مشتمل تھی ، گویا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان تمام صفات حسنہ کی نمونہ تھیں ، جو انہیں فیضان رسول سے حاصل ہوئے تھے ، اور جو خواتین اسلام کے لئے ایک نمونہ ہیں ، ان کا سب سے بڑا کارنامہ علوم دینی اور مسائل قرآنی پر مبنی تھا ، جن پر انکو عبور تھا ۔

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت صفیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں ، آپکو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بڑی محبت تھی ، غزوۂ احد میں جب مسلمانوں نے شکست کھائی ، تو وہ

---

(255) Charie Waddy: Women in Muslim History, P-138.

(256) صحیح البخاری ، المجلد الثانی ، الجزء الرابع ، کتاب الوصایا ، باب فضل الجهاد والسیر ، باب غزوة النساء وقتالهن مع الرجال ، ص 40 ۔

مدینہ سے نکلیں، صحابہ سے عتاب آمیز لہجے میں کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چل دیے، غزوہ احد کے موقع پر تمام مستورات کو قلعہ فارع میں حفاظت کے خیال سے پہنچا دیا گیا، یہ قلعہ حضرت حسانؓ کی ملکیت تھا، حضرت حسانؓ کو نگرانی کیلئے مقرر کر دیا گیا، یہود نے یہ دیکھ کر کہ تمام مرد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلے گئے ہیں، قلعہ پر حملہ کر دیا، ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا، حضرت صفیہؓ کی نظر پڑ گئی حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انہوں نے توجہ دلائی مگر انہوں نے بیمار ہونے کی وجہ سے معذوری ظاہر کی، اس پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خیمے کی چوب اکھاڑی اور قلعے سے اتر کو یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اسکا سر پھٹ گیا، پھر اسکا سر کاٹ کر میدان جنگ میں پھینک دیا، جس سے یہودیوں کو یقین ہو گیا، کہ قلعہ میں فوج موجود ہے، اسی خوف سے انہوں نے حملے کی جرأت نہ کی۔ (257)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا استقلال

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، جنگ احد میں شکست کی خبر سن کو مدینہ سے نکلیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیرؓ کو بلا کر ارشاد فرمایا، کہ وہ حضرت حمزہؓ کی لاش نہ دیکھنے پائیں، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام سنایا، بولیں، کہ

---

(257) ابو جعفر محمد بن جریر الطبری : تاریخ الطبری، الجزء الثانی، ص 577 -
عن أبیه عباد، قال : کانت صفیة بنت عبد المطلب فی فارع (حصن حسان بن ثابت) قالت : وکان حسان معنا فیه مع النساء والصبیان، قالت صفیةؓ، فمرّ بنا رجل من یهود، فجعل یطیف بالحصن، وقد حاربت بنو قریظة وقطعت ما بینها و بین رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، لیس بیننا و بینهم أحد یدفع عنّا، ورسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والمسلمون فی نحور عدوّهم لایستطیعون أن ینصرفوا إلینا عنهم ان أتانا آت، قالت : فقلت : یاحسان، إنّ هذا الیهودیّ کما تری، یطیف بالحصن، وإنی واللہ ما آمنه ان یدلّ علی عوراتنا منّ وراءنا من یهود، وقد شغل عنّا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و أصحابه، فانزل إلیه فاقتله، فقال : یغفر اللہ لک یا بنت عبد المطلب ! واللہ لقد عرفتِ ما أنا بصاحب هذا ! قالت : فلمّا قال ذلک لی، ولم أر عنده شیئا احتجزت، ثم أخذت عموداً، ثم نزلت من الحصن إلیه فضربته بالعمود حتی قتلته، فلمّا فرغت منه رجعت إلی الحصن، فقلت : یاحسّان، انزل إلیه فاسلبه، فإنّه لم یمنعنی من سلبه إلّا انه رجل قال : مالی بسلبه من حاجة یا بنت عبد المطلب -

میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں، لیکن خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی، لاش پر گئیں، خون کا جوش تھا، اور عزیز بھائی کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے، لیکن إنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون کہہ کر چپ ہوگئیں، اور مغفرت کی دعا مانگی۔ (258)

حضرت اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مذہبی خدمات کے سلسلے میں جن صحابیات نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، ان میں سب سے مشہور صحابیہ اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ (259)

---

257 ب۔ محمد یوسف الکاندھلوی: حیاۃ الصحابہ، الجزء الاوّل، ص 581۔
فقلت: یا حسان! ان ھذا الیہودی کما تری یطیف بالحصن، وانی واللہ! ما آمنہ ان یدل علی عورتنا من وراءنا من یہود، وقد شغل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصحابہ فانزل الیہ فاقتلہ، قال: یغفر اللہ لک یا بنت عبدالمطلب واللہ! لقد عرفت ما انا بصاحب ھذا۔ قالت، فلما قال لی ذلک ولم ارا عندہ شیئا احتجزت، ثم اخذت عموداً، ثم نزلت من الحصن الیہ، فضربتہ بالعمود حتی قتلتہ، فلما فرغت منہ رجعت الی الحصن، فقلت: یا حسان! انزل فاستلبہ فانہ لم یمنعنی من سلبہ الا انہ رجل قال: مالی بسلبہ حاجۃ یا ابنۃ عبدالمطلب۔

(258) تاریخ الطبری، الجزء الثانی، ص 475۔

(259) الاصابہ فی تمیز الصحابہ، الجزء الثالث عشر، ص 257 ۔ 258۔
مزید ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت مدینہ سے پہلے جب مدینہ میں عقبہ نامی مقام پر کفار مکہ سے پوشیدہ طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد اور اشاعتِ اسلام کیلئے حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کرلی، تو اس مختصر سی جماعت میں جو اسلام کی سب سے پہلی جماعت تھی، حضرت اُم عمارہ بھی شریک تھیں۔ تاریخِ اسلام میں اس واقع کو بیعتِ عقبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اُم عمارہ کو بیعتِ رضوان میں بھی شمولیت کا فخر حاصل تھا، اور پھر جنگِ احد میں اپنے خاوند زید بن عاصم کے ہمراہ موجود تھیں۔

غزوہ احد میں آپؓ نے بڑی بہادری دکھائی، جب تک مسلمان فتح یاب تھے، وہ مشک میں پانی بھر بھر کر لوگوں کو پلاتی رہی تھیں، لیکن جب شکست ہوئی،

حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت اُم سلیم کے بارے میں صحیح مسلم میں آتا ہے :-

كان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم يغزو بأم سليم ونسوة من الانصارية اذا غزا فيسقين الماء ويداوين الجرحى - (260)

غزوہِ احد میں جب مسلمانوں کے جمے ہوئے قدم اکھڑ گئے تھے ، تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہایت مستعدی سے کام کر رہی تھیں - (261)

معرکہِ خیبر میں حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں ، عمر رضا کحالہ کا بیان ہے :-

ثم شهدت يوم حنين وأبلت فيه بلاء حسنا فخرجت خنجراً على وسطها وهي حامل يومئذ بعبدالله بن ابي طلحة ، فقال أبو طلحة : يارسول الله هذه أم سليم معها خنجر ، فقالت أم سليم : يارسول الله أتخذ ذلك الخنجر ان دنا مني

---

259 تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچیں ، اور سینہ سپر ہوگئیں ، کفار جب آپؐ پر بڑھتے تھے ، تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود بیان ہے ، کہ میں احد میں ان کو اپنے دائیں بائیں برابر لڑتے دیکھتا تھا -

ابن قمیئہ جب درآتا ہوا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گیا ، تو حضرت اُم عمارہ نے بڑھ کر روکا ، چنانچہ کندھے پر زخم آیا ، اور غار پڑ گیا ، انہوں نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا ، اس لئے کار گر نہ ہوئی -

1- (حیاۃ الصحابہ ، الجزء الاوّل ، ص 580 ، 581 -)

2- (الطبقات الکبریٰ ، المجلد الثامن ، ص 413 -)

بعض روائیتوں میں ہے ، کہ انہوں نے ایک کافر کو قتل کیا تھا ، احد کے بعد بیعتِ رضوان ، خیبر اور فتح مکہ میں بھی شرکت کی -

حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں یمامہ کی جنگ پیش آئی ، تو مسیلمہ کذاب جو مدعیِ نبوت تھا ، مقابلہ کے لئے آیا ، حضرت اُم عمارہ اپنے ایک لڑکے کو لیکر حضرت خالدؓ کے ساتھ روانہ ہوئیں ، اور جب مسیلمہ نے ان کے لڑکے کو قتل کر دیا ، تو انہوں نے منت مانی کہ " یا مسیلمہ قتل ہوگا ، یا وہ خود جان دے دے گی " یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی ، اور میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوئیں ، اور اس پامردی سے مقابلہ کیا ، کہ (12) زخم کھائے ، اور ایک ہاتھ کٹ گیا ، اس جنگ میں مسیلمہ بھی مارا گیا-

(الطبقات الکبریٰ ، المجلد الثامن ، ص 416 -)

احد من المشرکین بقرت به بطنه ، وأقتل مؤلاء الذین یفرون عنک کما تقتل مؤلاء الذین یقاتلونک فإنهم لذلک اهل ، فقال لها رسول الله صلی الله علیه وسلم یا أم سلیم ان الله قد کفی و احسن ۔ (262)

جنگ حنین میں حضرت أم سلیمؓ شریک تھیں ، اور باوجودیکہ عبداللہ بن طلحہؓ پیٹ میں تھے ، آپؓ ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے تھیں ، أبو طلحہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اُم سلیم ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے ہیں ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا کرو گی ؟ بولیں ، اگر کوئی مشرک قریب آئے گا تو پیٹ چاک کر دوں گی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا ، پھر بولیں ، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو لوگ فرار ہو گئے ہیں ، ان کے قتل کا حکم دیجئیے ، ارشاد ہوا ، اللہ نے خود اسکا بہتر انتظام کر دیا ہے ۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ تعالی عنھا

محمد یوسف الکاندھلوی فرماتے ہیں :۔

عن أم عطیة الأنصاریة رضی الله عنها قالت : غزوت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم سبع غزوات أخلفهم فی رحالهم ، و أصنع لهم الطعام ، و أداوی الجرحیٰ ، وأقوم علی الزمنیٰ ۔ (263)

أم سلیط رضی اللہ تعالی عنھا

محمد یوسف الکاندھلویؒ فرماتے ہیں :۔

و أم سلیط من الانصار ممن بایع رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عمر رضی الله عنه : فانها کانت تزفرلنا القرب یوم احد ۔ (264)

صحیح بخاری کی روایت ہے ، کہ حضرت ابو سعید الخدریؓ کی والدہ ام سلیطؓ کے متعلق ہے ، کہ انہوں نے غزوہ احد میں یہ خدمات انجام دیں ، اس معرکہ میں انصار میں

---

(260) الجامع الصحیح ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، کتاب الجهاد والسیر ، باب غزوة النساء مع الرجال ، ص 196 ۔

(261) ایضاً ۔ ایضاً ۔ ایضاً ۔

(262) الف ۔ اعلام النساء ، الجزء الثانی ، ص 257 ۔

ب ۔ الجامع الصحیح ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، کتاب الجهاد والسیر ، باب غزوة النساء مع الرجال ، ص 196 ۔

(263) حیاة الصحابة ، الجزء الاوّل ، باب الجهاد ، ص 578 ۔

سے ایک خیفہ کے باپ اور شوہر شہید ہوئے ، باری باری تین سخت حادثوں کی خبر ان کے کانوں میں پڑتی جاتی تھی ، اور ہر مرتبہ کہتی جاتی تھیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے ، لوگوں نے کہا بخیر ہیں ، انہوں نے پاس آکر چہرۂ انور کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھیں :-

کل مصیبۃ بعد جلل - (265) آپ کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں -

غزوۂ خیبر میں بہادر خواتین اسلام اپنی خواہش سے فوج میں شامل ہوگئیں ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدرے نا پسندیدگی کا اظہار کیا ، بولیں ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لئے آئی ہیں ، چرخہ کات کر کچھ پیدا کریں گی ، اور اس جنگ میں مدد دیں گئیں - زخمیوں کے لئے بھی دوائیں ہمارے پاس ہیں ، ان سے زخمیوں کا علاج کریں گیں ، اس کے علاوہ ہم تیر اٹھا کر لائیں گی ، حضور پاک نے فتح کے مالِ غنیمت میں ان کو بھی حصہ دیا ، جو صرف چند کھجوریں تھیں - (266)

شوقِ شہادت کا یہ عالم تھا ، کہ اُم ورقہ بن نوفل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی :- کہ

(ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما غزا بدراً قالت : قلت لہ : یارسول اللہ ، ائذن لی فی الغزو معک ، أمرضُ مرضاکم ، لعل اللہ عزوجل یرزقنی شہادۃ ، قال : قری فی بیتک ، فان اللہ عزوجل یرزقک الشہادۃ ، قال : فکانت تسمی الشہیدۃ ، قال : وکانت قد قرأت القرآن ، فاستأذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن تتخذ فی دارھا مؤذّنا ، فأذن لھا ، قال : وکانت دَبرتْ غلاماً لھا وجاریۃ ، فقاما إلیھا باللیل ، فغماھا بقطیفۃلھا حتی ماتت ، وذھبا - (267)

عہدِ نبوت میں شہادت ایک ابدی زندگی خیال کی جاتی تھی ، اسلئے ہر شخص اس آبِ حیات کا پیاسا رہتا تھا ، حضرت اُم ورقہ بن نوفل ایک صحابیہ تھیں ، جب غزوۂ بدر پیش آیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھ کو شریکِ جہاد ہونے کی اجازت عطا فرمائی جائے ، مریضوں کی تیمارداری

---

(264) ۔اعلام النساء ، المجلد الثانی ، ص 255 - اُم سلیط من فواضل النساء حضرہا بایعت یوم اُحد ، ، وانہا کانت تزفرلنا القرب یوم اُحد -

ب - ۔صحیح البخاری ، المجلد الثانی ، الجزء الرابع ، کتاب الوصایا ، باب فضل الجہاد والسیر ، باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو - ص 40 - 41 -

(265) ہفت روزہ آئین عنوان مسلمان خواتین میدان جہاد میں ، 15 نومبر 1965ء -

(266) عوام کراچی ، 14 نومبر 1965ء (267) حافظ المنذری : مختصر سنن ابوداؤد ، الجزء الاوّل ، المکتبۃ الاثریہ ، سانگلہ ہل پاکستان ، 1399ھ باب امامۃ النساء ، ص 307 - حدیث 562 -

کروں گی ، شائد مجھے بھی درجۂ شہادت حاصل ہو جائے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، گھر ہی میں رہو ، خدا تمہیں اسی میں شہادت دے گا ، اور یہ معجزانہ پیشین گوئی کیونکر غلط ہو سکتی تھی ، انہوں نے دو غلام مدبر مقرر کئے تھے ، دونوں نے انکو شہید کر دیا ، کہ جلد آزاد ہو جائیں ۔

حضرت خولہ رضی اللہ تعالی عنہا

جنگ احد میں حفاظت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

جنگ احد میں جب کافروں نے عام حملہ کر دیا ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ، صرف چند جانباز رہ گئے ، تو حضرت خولہ بنت حکیمؓ اور حضرت عمارہؓ کسی نہ کسی طرح آپکے پاس ، پہنچ گئیں ، اور شانہ بشانہ ہو کر کھڑی ہوگئیں ، جب کفار آپکی طرف بڑھتے تھے ، تو پتھر اور تلوار سے روکتی تھیں ، آپؐ کے تحفظ کیلئے ، انہوں نے اپنی جان کی ذرا بھی پرواہ نہ کی ، حضرت خولہ رضی اللہ تعالی عنہا کا ایک ہاتھ بھی زخمی ہوا ، مگر انہیں خوشی تھی ، کہ سرکار دو عالم کی حفاظت کیلئے ہو زخم کھا رہی تھیں ۔

فن سپاہ گری اور سرفروشانہ خدمات

خولہ بنت حکیمؓ کو فن سپاہ گری سے انتہائی دلچسپی تھی ، اس ذوق کی بناء پر انہوں نے گھوڑے کی سواری ، تیر اندازی ، اور تلوار کے کمالات حاصل کیے تھے ، غزوۂ بدر میں انہوں نے سرفروشانہ خدمات انجام دیں ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کے کھانے کا انتظام انہیں کے سپرد کیا تھا ۔

"عن ام عطیة الانصاریةؓ قالت غزوت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات اُخلفھم فی رحالھم فاصنع لھم الطعام و اُداوی الجرحیٰ واُقوم علی المرضی ۔ (268)

حضرت عمیرہ بنت ثمار حمیری رضی اللہ تعالی عنہا

علامہ واقدی نے ان کو صحابیات میں شمار کیا ہے ، اور لکھا ہے ، کہ انہوں نے کئی غزوات میں حصہ لیا ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد خلافت میں

---

(268) الجامع الصحیح ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، کتاب الجہاد والسیر ، باب النساء الغازیات یرضخ لھن ولا یسھم والنھی عن قتل صبیان اھل الحرب ، ص 199 ۔

جنگ یرموک 14ھ اور جنگ یرموک 15ھ میں وہ بڑی بہادری سے رومیوں کے خلاف لڑیں ۔ (269)

حضرت معاذہ غفاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ قبیلہ بنو غفار سے تھیں ، اور شرفِ صحابیت سے بہرہ ور تھیں ، کئی غزوات میں شریک ہوئیں ، اور زخمیوں کی خبر گیری اور تیمارداری کی خدمت سر انجام دی ، کہا جاتا ہے ، کہ ان کو طب اور جراحی میں خاص مہارت تھی ۔ (270)

حضرت کعیبہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ابنِ سعد فرماتے ہیں :-

کعیبۃ بنت سعد الاسلمیۃ ، بایعت بعد الھجرۃ وھی التی کانت تکون فی المسجد لھا خیمۃ تداوی المرضی والجرحیٰ ، وکان سعد بن معاذ حین رمی یوم الخندق عندھا تداوی جرحہ حتی مات ، وقد شھدت کعیبۃ یوم خیبر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (271)

یہ عرب کے قبیلہ بنو اسلم سے تھیں ، اور شرفِ صحابیت سے بہرہ ور تھیں ، غزوۂ خیبر میں چند دوسری خواتین کے ہمراہ شریک ہوئیں ، وہ تیر اٹھا کر لاتی تھیں اور مجاہدین کو ستو پلاتی تھیں ۔ (272)

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنگِ احد میں

جنگِ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی غلط خبر مدینہ میں پھیل گئی ، کسے معلوم ہو کہ اس وقت مسلمانوں پر کیا گزری ، بے تاب ہو کر میدانِ جنگ کی طرف دوڑ پڑے ، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سنا تو بے قرار ہو کر اٹھیں اور بدحواسی کے عالم میں وہ بھی دوڑ پڑیں اور نہ جانے کس طرح وہ پیارے باپ کے قدموں تک پہنچ گئیں ، دیکھا تو ابھی چہرہ مبارک سے خون بہہ رہا تھا ،

---

(269) طالب الہاشمی : تذکار صحابیات ؛ ص 533 ۔
(270) ایضاً ، ص 534 ۔
(271) الف ۔ الطبقات الکبریٰ ؛ المجلد الثامن ، ص 291 ۔
ب ۔ اعلام النساء ، المجلد الرابع ، ص 245 ، 246 ۔
(272) تذکار صحابیات ؛ ص 534 ۔

بے اختیار دل بھر آیا، اور آنکھوں میں آنسو آگئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ پانی لائے، اور پیاری بیٹی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم دھونے لگیں زخم بہت دھویا لیکن خون نہ تھما آخر انہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا، اور اس کی راکھ زخم پر رکھ دی اور اس طرح خون فوراً تھم گیا۔ (273)

خوش نصیب ہے وہ قوم جنکی خواتین کا جذبۂ ایمانی اس درجۂ کمال کو پہنچا ہوا ہو، ہماری عورتوں کو ان مبارک ہستیوں سے درسِ حیات لینا چاہیے، کیونکہ یہی وہ مقدس نفوس ہیں، جنکی زندگیوں میں عزت و وقار عظمت و شرکت فتح و کامراں اور حیاتِ جاوید کا راز پوشیدہ ہے، کاش کہ ہماری قوم ایسی ہی مقدس بیٹیاں پیدا کرے۔

اُسوۂ صحابیات عہدِ خلافتِ راشدہ میں

جن وجوہ کی بناء پر صحابہ اکرام کے فضائل کی بنیاد قائم ہوئی ہے، ان میں انکے ساتھ صحابیات بھی شامل ہیں، اور حضرت ابوبکرؓ کے فضائل میں فضیلت سب سے نمایاں ہے، لیکن اس فضیلت میں انکے ساتھ دو عورتیں بھی شامل ہیں، یعنی حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اور سمیہؓ یا اُم ایمنؓ چنانچہ صحیح البخاری میں مناقبِ ابوبکر میں حضرت عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

من ہمام قال سمعت عماراً یقول رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما معہ إلا خمسة أعبدٍ و اُمراتان و ابوبکر۔ (274)

میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا آپؐ کے ساتھ صرف پانچ غلام، دو عورتیں، اور حضرت ابوبکرؓ تھے۔

ہم کو اس میں شک نہیں ہے، کہ صحابہ کی بیبیوں میں مہاجرات، اولات، فضیلت میں صحابہ کے ساتھ اجر میں شریک ہیں، ان میں کسی عورت کو کسی عورت پر اور کسی مرد کو کسی مرد پر فضیلت حاصل ہے، عورتوں میں بعض عورتیں بہت سے مردوں پر فضیلت رکھتی ہیں، اسی طرح مردوں میں بعض مرد بہت سی عورتوں پر فضیلت رکھتے ہیں، خدا نے فضیلت کا کوئی ایسا درجہ نہیں بیان کیا، جس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کو شامل نہ کیا ہو، " قومی تاریخ کو چھوڑ کر اگر دنیا کی مذہبی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے، تو صاف نظر آئے گا، کہ اس کے اوراق بھی صنفِ نازک کے عظیم الشان

---

(273) صحیح البخاری، الجزء الخامس، باب ما اصاب النبی من الجراح یوم اُحد، ص 130۔
فقال: اما واللہ انی لاعرف من کان یغسل جرح رسول اللہ و من کان یسکب الماء وبما دووی، قال کانت فاطمه علیہا السلام بنت رسول اللہ تغسلہ وعلی یسکب الماء بالمجن، فلما رأت فاطمه ان الماء لا یزید الدم الا کثرۃ أخذت قطعة من حصیر فاحرقتها والصقتها، فاستمسک الدم وکسرت رباعیتہ یومئذ و جرح وجہہ وکسرت البیضة علی راسہ۔

(274) صحیح البخاری، الجزء الخامس کتاب المناقب، باب فضل ابی بکر، ص 5، 6۔

کارناموں سے خالی نہیں ، مصر اس سلسلے میں آسیہ بنت مزاحم کو پیش کرے گا ، تورات مریم اخت ہارون کو آگے بڑھائے گی ، ناصرہ مریم عذرا کو سامنے لائے گی ، ان خاتونوں کی مذہبی بزرگی اور عظمت مسلّم ہے ، لیکن کیا ان مقدس خاتونوں کا کوئی مذہبی یا اصلاحی کارنامہ تاریخ نے بھی یاد رکھا ہے ۔ (275) برخلاف اس کے اسلام نے جن پردہ نشینوں کو کفار طاقت میں حصّہ دی انہوں نے دنیا میں بڑے بڑے عظیم الشان کام سرانجام دیے ، جو تاریخ کے صفحات میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں ۔

ابن الاثیر فرماتے ہیں :-

اخیہا عمر وہی کانت سبب اسلام أخیہا عمر روی مجاھد عن ابن عباس قال سألت عمر عن اسلامہ فقال خرجت بعد اسلام حمزہ بثلاثۃ أیام فاذا فلان المخزومی وکان قد أسلم فقلت ترکت دین آبائک واتبعت دین محمد قال ان فعلت فقد فعلہ من ھو أعظم علیک حقا منی قلت من ھو قال أختک وختنک قال فانطلقت فوجدت الباب مغلقا وسمعت ھمھمۃ ففتح الباب فدخلت فقلت ما ھذا الذی اسمع قالت ما سمعت شیئا فمازال الکلام بیننا حتی اخذت برأس ختنی فضربتہ فادمیتہ فقامت الی اختی فاخذت برأسی فقالت قد کان ذاک علی رغم انفک قال فاستحییت حین رأیت الدم وقلت أرونی ھذا الکتاب وذکر قصۃ اسلام عمر وقد ذکرنا فی اسلام عمر ۔ (276)

چنانچہ مذہبی خدمات کے سلسلہ میں سب سے اہم خدمت جہاد ہے ، اور صحابیات نے جس جوش ، جس خلوص ، جس عزم ، اور جس استقلال سے اس خدمت کو انجام دیا ، اسکی نظیر مشکل سے مل سکے گی ، اشاعتِ اسلام بھی مذہب کی ایک بڑی خدمت ہے ، اور صحابیات نے اس سلسلے میں خاص کوششیں کیں ہیں ، چنانچہ حضرت فاطمہ بنت خطابؓ کی دعوت پر حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا ، اسلام کی حفاظت بھی ایک اہم کام تھا ، اس خدمت کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ادا کیا ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سے بہتری دور کے بعد عہدِ خلافتِ راشدہ میں بھی خواتین (صحابیات) نے جہاد کے سلسلے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں 16ھ میں جنگِ قادسیہ کی لڑائی ہوئی ، جس میں ایرانیوں نے بڑی طاقت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا ، تو اس میں حضرت خنساءؓ اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں موجود تھیں ، رات کو بیٹوں کو جنگ میں شرکت

---

(275) سیر الصحابیات ، ص 9 ۔

(276) اسد الغابۃ ، المجلد الخامس ، ص 519 ۔

کیلئے موثر تقریر کی جو درج ذیل ہے ۔ ابن الاثیر فرماتے ہیں :-

حضرت الخنساء شهدت القادسية و معها أربعة بنين لها فقالت لهم اول الليل يابني أنكم أسلمتم و هاجرتم مختارين ووالله الذي لااله غيره انكم لبنو رجل و احد كما انكم بنو امرأة واحدة ماخنت أباكم ولا فضحت خالكم ولا هجنت حسبكم ولا غيرت نسبكم وقد تعلمون ما اعدالله للمسلمين من الثواب الجزيل في حرب الكافرين و اعلموا ان الدار الباقية خير من الدار الفانية يقول الله عزوجل يا ايها الذين آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا و اتقوا الله لعلكم تفلحون فاذا أصبحتم غدا ان شاء الله سالمين فاغدوا الى قتال عدوكم مستبصرين و بالله على اعدائه مستنصرين واذا رايتم الحرب قد شمرت عن ساقها واضطرمت لظى على سياقها وجللت نارا على ارواقها فتيمموا وطيسها وجالدوا رئيسها عند احتدام خميسها تظفروا بالغنم والكرامة في دار الخلد والمقامة فخرج بنوها قابلين لنصحها وتقدموا فقاتلوا وهم يرتجزون وابلوا بلاء حسنا واستشهدوا رحمهم الله فلما بلغها الخبر قالت الحمد لله الذي شرفني بقتلهم و أرجو من ربي ان يجمعني بهم في مستقر رحمته ۔ (277)

میرے پیارے بیٹو تم اپنی خوشی سے اسلام لائے ہو ، اور اپنی مرضی سے تم نے ہجرت کی ، قسم ہے اس خدائے لایزل کی جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے ، جس طرح تم اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو ، اسی طرح تم اپنے باپ کے سچے فرزند ہو ، میں نے تمہارے باپ سے نہ خیانت کی ہے ، اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا تمہارا نسب بے داغ ہے ، اور تمہارے حسب میں کوئی نقص نہیں ہے ، تم تو جانتے ہو ، مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کفار سے جہاد کرنے میں ثوابِ عظیم ہے ، تم اس کو خوب جان لو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ عالم جاودانی کے مقابلے میں دنیائے فانی ہیچ ہے ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے :-

یا یھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، صبر سے کام لو باطل پرستوں کے مقابلے میں پامردی دکھاؤ حق کی خدمت کیلئے کمر بستہ رہو ، اور اللہ سے ڈرتے رہو ، امید ہے ، تم فلاح پاؤگے ، جب تم دیکھ لو کہ لڑائی جوش پر آئی ہوئی ہے ، اس کے شعلے بھڑکنے لگیں ، اسکے شرارے میدان جنگ میں منتشر ہونے لگیں ، تو لڑائی میں گھس پڑو اور بے دریغ تیغ زنی سے کام لو ، اور خدائے لایزل سے نصرت و فتح کے امیدوار رہو ، انشاء اللہ عالمِ آخرت کی بزرگی و فضیلت پر ضرور کامیاب ہو جاؤگے ۔ جب صبح ہوئی تو چاروں

---

(277) الف ۔ اسد الغابۃ ، المجلد الخامس ، ص 442 ۔

ب ۔ اعلام النساء ، المجلد الاول ، ص 368 ، 370 ۔

نونہالانِ اسلام و فدایانِ ملت اپنی ماں کی نصیحت پر کاربند ہو کر رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے، میدانِ جنگ میں کود پڑے اور اپنی دلیری اور شجاعت کے نقوش صفحاتِ تاریخ پر ثبت کرگئے، اور آخرکار شہید ہوگئے، جب ماں کو خبر ملی تو کہا خدا کا شکر ہے، جس نے انکو شہادت کا شرف عطا کیا، خدا سے امید ہے، کہ میں ان بچوں سے خدا تعالی کے سایۂ رحمت میں ملونگی۔

جنگِ یرموک میں جو عہد فاروقی میں ہوئی، حضرت أسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت أم ابان رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت أم حکیم رضی اللہ تعالی عنہا، حضرت خولہ رضی اللہ تعالی عنہا، ہندؓ، اور أم المومنین جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا، نے بڑی دلیری سے جنگ کی تھی، اور أسماء بنت یزید نے جو انصار کے قبیلہ میں سے تھیں، خیمہ کی چوب سے 9 رومیوں کو قتل کیا تھا۔(278)

صحابیات نہ صرف بری بلکہ بحری لڑائیوں میں بھی شرکت کرتی تھیں، 28ھ میں جزیرہ قبرص پر حملہ ہوا تو حضرت أم حرام رضی اللہ تعالی عنہا، اس میں شامل تھیں۔

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :۔

و خرجت مع زوجها عبادة بن الصامت غازية فی البحر فی امارة معاوية و خلافة عثمان فلما و صلوا الی جزيرة قبرص خرجت من البحر فقربت اليها دابة لتر كبها فصرعتها۔ (279)

أغواث و أرماث وغیرہ کی جنگوں میں جو حکومت فاروقی میں ہوئیں، عورتوں اور بچوں نے گورکنی کی خدمات سر انجام دیں۔ (280)

حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں مسلمانوں نے 13ھ میں دمشق پر لشکر کشی کی چند معرکوں کے بعد اہلِ دمشق قلعہ بند ہوگئے، مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا، اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ رومیوں کا ایک لشکرِ جرار بڑے سازو سامان کے ساتھ اجنادین میں جمع ہو رہا ہے، اس وقت مسلمانوں کا لشکرِ جرار ملک شام میں پھیلا ہوا تھا، حضرت أبو عبیدہؓ، اور حضرت خالدبن ولیدؓ بھی جو عراق فتح کرکے دمشق میں آکر اسلامی لشکر میں شامل ہوگئے تھے، اور اسلامی سپاہ کے تمام آفیسر اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ جنکی مجموعی تعداد جو بیس ہزار کے لگ بھگ تھی، اجنادین کی طرف

---

(278) الاصابه فی تمیز الصحابه، الجزء الثانی عشر، ص 125۔ أم سلمة الأنصارية هی أسماء بنت يزيد بن السكن شهدت اليرموك، وقتلت يومئذ تسعة من الروم بعمود فسطاطها۔

ب ۔ اعلام النساء، الجزءالاول، ص 68۔ شهدت أسماء بنت يزيد اليرموك و قتلت يومئذ تسعة من الروم بعمود خبائها۔

(279) اعلام النساء، الجزء الاول، ص 253۔

(280) تاریخ الطبری، الجزء الثالث، ص 540۔

روانہ ہوئے حضرت ابو عبیدہؓ اور خالد بن ولیدؓ نے بھی دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر
اجنا دین کی طرف پیش قدمی کی حضرت خالدؓ کی فوج آگے آگے تھی ، اور حضرت
ابو عبیدہؓ عورتوں ، بچوں اور سازوسامان کے ہمراہ پیچھے چلے آ رہے تھے ، اہلِ دمشق
نے جب مسلمان سپاہ کو سازو سامان سمیت دیکھا ، تو آتشِ انتقال بھڑک اٹھی انہوں
نے قلعہ سے نکل کر پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا ، عین اسی وقت انکی امداد
کیلئے قیصرِ روم کی فوج بھی پہنچ گئے ، اس موقعہ پر مسلمانوں نے بدحواس ہونے
کے بجائے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا ، لیکن ان کی زیادہ تر توجہ قیصر کی فوجوں
کی طرف تھی ، اس موقعہ کو غنیمت جان کر اہلِ دمشق نے مسلمان عورتوں کو گرفتار کرکے
قلعے کا رخ کیا ، عورتوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ، تو خولہ بنت الأزورؓ نے کہا ،
" بہنوں کیا تم یہ بے غیرتی گوارہ کر سکتی ہو کہ مشرکین کے تصرف میں آجاؤ ، کیا تم عربوں
کی حمیت و غیرت کو داغدار بنانا چاہتی ہو ، میرے نزدیک تو ایسی ذلت سے موت بہتر
ہے " ۔

خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، کے ان الفاظ نے عورتوں میں جوش اور ولولہ پیدا کر دیا ،
چنانچہ وہ خیموں کی چوبیں لے کر باقاعدہ حلقہ بنا کر آگے بڑھیں ، سب سے آگے خولہ بنت
الأزورؓ تھیں ، اور ان کے ساتھ عفیرا بنت عفار اور ام ابان بنت عتبہؓ ، مسلمہ بنت زارعؓ وغیرہ
تھیں ، ان عورتوں نے اہلِ دمشق کے تین آدمیوں کو مار گرایا ، اہلِ دمشق ان عورتوں کی
بہادری کو دیکھ کر حیرت زدہ تھے ، اسی عرصے کے دوران مسلمانوں کی فوج آگئی ، اور
انہوں نے دمشقیوں کو پسپا کر دیا ۔ (181)

ایڈورڈ گبن نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو نقل کر کے مسلمان عورتوں کی عفت و
عصمت دلیری و بہادری کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے ، کہ :-

یہ وہ عورتیں ہیں ، جو شمشیر زنی ، نیزہ بازی ، تیر اندازی میں ماہر تھیں ،
یہی وجہ ہے ، کہ نازک سے نازک وقت پر بھی اپنے دامنِ عفت کو محفوظ رکھنے میں
کامیاب ہوتی تھیں ۔

جنگ یرموک میں جو مسلمانوں کی سب سے پہلی باقاعدہ جنگ تھی ، اس معرکہ میں
چالیس ہزار مسلمانوں نے دو لاکھ رومیوں سے مقابلہ کیا ۔

---

(181) الف ۔ اعلام النساء ، الجزء الاوّل ، ص 378 ، 380 ۔
ب ۔ تاریخ الطبری ، الجزء الثالث ، ص 606 ، 607 ۔
ج ۔ سلیمان ندوی ؛ خواتین اسلام کی بہادری ، معارف دارالمصنفین ، 1986ء
اعظم گڑھ ، طبع جہاں گردید ، ص 12 ۔

محمد جریر الطبری فرماتے ہیں :-

وسار إليهم المسلمون وهم أربعة وعشرون ألفاً عليهم أبو عبيدة بن الجراح ، فالتقوا باليرموك في رجب سنة خمس عشرة ، فاقتتل الناس قتالاً شديداً حتى دُخِلَ عسكر المسلمين ، وقاتل نساء من نساء قريش بالسيوف حين دخل العسكر ـ منهن أم حكيم بنت الحارث بن هشام ـ حتى سابقن الرجال ، وقد كان انضمّ إلى المسلمين حين ساروا إلى الروم ناس من لَخْم و جُذام ، فلمّا رأوا جِدّ القتال فرّوا ونجوا إلى ما كان قربهم من القرى ، وخذلوا المسلمين ـ (282)

یرموک نامی مقام پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا ، مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد ایک اور چار کی نسبت تھی ، دو لاکھ کا لشکر مسلمانوں پر زور سے ٹوٹ پڑا اسلامی فوج ہٹتے ہٹتے خیمے تک آگئی ، لخم وجذام ایک مدت تک ان عیسائیوں کے ماتحت رہنے کے بعد مسلمان ہوئے تھے ، بہرہ میں زیادہ تر یہی لوگ تھے ، رومیوں سے مرعوب ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے ، رومی ان کے تعاقب میں خواتین کے خیموں تک آپہنچے - عورتوں کے غیض و غضب کی انتہا نہ رہی ، فوراً خیموں سے باہر نکلیں اور اس زور سے رومیوں پر ٹوٹ پڑیں ، کہ رومیوں کا سیلاب جو تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا ، دفعتاً تھم کر پیچھے ہٹا ، خواتین نے بھگوڑے مسلمانوں کو غیرت دلائی ، اور انہیں آگے کیا ، عورتوں کی اس کوشش کی وجہ سے مسلمان سنبھل گئے ، قریش کی عورتیں تلواریں لے کر کفار پر ٹوٹ پڑیں اور حملہ کرتے ہوئے ، مردوں سے آگے بڑھیں -

زخمی شیرنی کی طرح رومیوں پر حملہ

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، اجنادین (ملک شام) کی لڑائی میں نہایت پامردی سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے ، اس طرح حضرت اُم حکیم عالمِ شباب میں بیوہ ہوگئیں ، جب ان کو نکاح کے پیغام آنے لگے ، تو آپؓ نے حضرت خالد بن سعید کا پیغامِ نکاح ان اسلامی خدمات کی بناء پر قبول کر لیا ، چنانچہ نکاح کے بعد دمشق کے قریب ایک پل کے پاس دعوتِ ولیمہ ہوئی ، ابھی لوگ کھانے سے فارغ نہیں ہوئے تھے ، کہ رومیوں نے حملہ کر دیا ، ایک قوی ہیکل رومی سب سے آگے رومیوں کو للکار رہا تھا ، حضرت خالد بن سعیدؓ تیر کی طرح جھپٹ کر اس کے مقابلے کو نکلے اور نہایت پامردی سے لڑ کر اسکے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا ، اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوگئی ، حضرت اُم حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، شوہر کی شہادت کا منظر دیکھ رہی تھیں -

---

(282) الف - تاریخ الطبری ، الجزء الثالث ، ص 570 ، 571 - 2348/1 -

ب - خواتین اسلام کی بہادری ص 13 -

اس وقت جوش سے اٹھیں، اپنے کپڑوں کو باندھا، اور خیمے کی چوب اٹھا کر لڑائی میں شریک ہوگئیں، زخمی شیرنی کی طرح بڑھ کر حملے کرتی تھیں، اور اپنی چوب سے رومیوں کو مار گراتی تھیں، اس معرکے میں انکے ہاتھوں سے سات رومی جہنم واصل ہوئے۔ (283)

حضرت لبنیٰ بنت سوار رضی اللہ تعالیٰ عنہا

علامہ واقدی نے ان کو صحابیات میں شمار کیا ہے، اور لکھا ہے، کہ انہوں نے دشمنان اسلام کے خلاف کئی لڑائیوں میں حصہ لیا، اور زخمیوں کی تیمارداری کی خدمت انجام دی۔ جنگ یرموک 14ھ میں وہ مردوں کے دوش بدوش نہایت جانبازی سے لڑیں اور کئی رومیوں کو قتل کیا۔

حضرت نعیم بنت قیاس کفار کے خلاف کئی معرکوں میں شریک ہوئیں، اور جنگ یرموک میں دوسری خواتین کے ساتھ مل کر انہوں نے رومیوں کا اس دلیری سے مقابلہ کیا، جس کی بنا پر ان کا منہ پھیر دیا، ان کو اللہ تعالیٰ نے انتظامی صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا، چنانچہ بعض موقعوں پر اسلامی لشکر کی رسد کا اہتمام ان کے سپرد کیا گیا۔ (284)

حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں اسلام کو جزیرہ نمائے عرب سے باہر قدم رکھتے ایسے دو زور آور دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑا جو دنیا میں روم اور ایران کے مہیب ناموں سے مشہور تھیں، رومیوں کا سب سے زیادہ خونریز معرکہ جس پر ان کی قسمت کا آخری فیصلہ ہوا، جنگ یرموک ہے، اور ایرانیوں کی سب سے آخری جنگ قادسیہ ہے، دونوں معرکے تاریخ اسلام کے بہترین کارنامے ہیں، جنہوں نے اسلام کے پھیلنے کیلئے راستہ صاف کر دیا۔ (285)

جنگ بویب

جنگ بویب میں عورتیں دشمنوں پر پتھراؤ اور خیموں کی چوبیں لے کر حملہ آور ہوئیں، یہاں کی لڑائی میں اروہ بنت حارث نے اپنے دوپٹے کا ایک علم بنایا، اور عورتوں کے اسی علم کے ساتھ پرچم اڑاتی ہوئیں، لشکر اسلام کے پاس پہنچ گئیں، دشمنوں کے چھکے چھوٹنے لگے، کیونکہ انہوں نے سمجھا تھا، کہ مسلمانوں کو تازہ دم کمک آ پہنچی ہے۔ (286)

---

(283) اعلام النساء، الجزء الاول، ص 281۔ وشهدت أم حكيم وقعة اليرموك وأبلت فيها بلاء حسنا، فقاتلت فيها أشد القتال في وقعة مرج الصفر فخرجت بعمود الفسطاط فقتلت سبعة من الروم۔

(284) تذکار صحابیات، 533، 534۔

(285) تاریخ الطبری، الجزء الثالث، ص 544۔

(286) ایضاً ایضاً، ص 461۔

۹۰ھ میں ولید بن عبدالملک کے عہدِ حکومت میں مسلمانوں نے بخارا پر فوج کشی کی تو اس جنگ میں بھی مسلمانوں کی شکست کو عورتوں نے فتحِ اسلام میں بدل دیا ، انہوں نے بڑی ہمت کے ساتھ گھوڑوں کے رخ میدان جنگ کی طرف پھیر دیے ، اور ایک غل شور کرکے مسلمانوں کی ہمت کو بڑھایا ۔ (287)

عباسیہ دور ۱۷۸ھ میں جب ہارون الرشید کا زمانہ تھا ، ولید بن طریف خارجی نے علم بغاوت بلند کیا ، اس بغاوت کو فرو کرنے کی خدمات اس دور کے ایک مشہور مجاہد یزید شیبانی کے سپرد کی گئیں ، اس موقعہ پر ولید کی بہن خارجہ نے اپنے بھائی کے قتل ہو جانے پر سختی سے مقابلہ کیا ، اگرچہ یہ خارجیہ تھی ، لیکن تھی مسلمان اور اس کے سامنے بھی قرونِ اولیٰ کی صحابیات اور تابعیات کے ایثار و قربانی کی مثالیں تھیں ، اس نے ان سے سبق لیتے ہوئے میدانِ جنگ میں مردوں کے دوش بدوش اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے ۔ (288)

حمیدہ بانو بیگم

ان کا اصلی نام امۃ الحبیب تھا ، ان کا باپ یزدانی مشہور ترک شہنشاہ بایزید کی فوج کا ایک نامور جرنیل تھا ، امۃ الحبیب نے بچپن ہی سے شہسواری اور فنِ سپاہ گری میں مہارت حاصل کی ، یہ اتنی بہادر اور شیر دل خاتون تھیں ، کہ امیر تیمور کے حملہ کے وقت وہ آہن پوش ہو کر میدانِ جنگ میں نکلیں ، اور اسکی پرجلال آواز اور حق گوئی نے سلطان تیمور اور اسکے فوجی افسروں پر سکتے کا عالم طاری کردیا ، امیر تیمور نے امۃ الحبیب سے شادی کرنے کے بعد حمیدہ بیگم کا خطاب دیا ، حمیدہ بانو بیگم نے اس فاتح شہنشاہ کے دربار میں اسلام دوستی اور قوم پروری کی ایسی مثال قائم کی جس پر آج تاریخ فخر کرتی ہے ۔ (289)

گیتی آراء

گیتی آرا نام ۔زابستان کے حکمران علی مردان خان کی اکلوتی بیٹی تھیں ، انھیں بچپن ہی سے فنونِ حرب کی بے پناہ دلچسپی تھی ، انھیں جنگی اور عسکری امور تعلیم و تربیت سے لگاؤ تھا ، جب والد کی وفات کے بعد ان کے چچا نے تخت پر قبضہ کر لیا ، تو اس نے باقاعدہ جنگ کی تیاری شروع کر دی اور زنانہ فوج کے ساتھ قلعہ پر چاروں طرف سے حملہ

---

(287) خواتین اسلام کی بہادری ، ص 20 ۔ (288) خواتین اسلام کی بہادری ص 20 ۔

(289) عنایت عارف : شرف النساء ، المکتبۃ العلمیہ ، لاہور 1959ء ، ص 187 - 191 ۔

کر دیا ۔ تاریخ نے شاید پہلی اور آخری مرتبہ عورتوں کو اس طرح مردوں کے مقابل صف آرا دیکھا تین گھنٹے کی خونریز جنگ کے بعد مردانہ فوج کو ذلت آمیز شکست ہوئی ، وہ نہایت دلیر اور جنگجو اور بہادر تھیں ۔ معرکہ حق و باطل میں فولاد اور گھر کی چار دیواری میں ریشم کی طرح نرم اور حلیم بہادر ، مدبر ، دور اندیش اور مستقل مزاج خاتون تھیں ، جس کی عسکری قابلیت اور جنگی صلاحیت نے مردوں کی شجاعت اور مردانگی سے خراجِ تحسین وصول کیا ۔ (290)

ہندو پاک کی عورتیں

اس سلسلے میں سلطان علاؤالدین کے عہد کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے ، کہ جس سے اسلامی ہندوستان کی تاریخی عظمت کس قدر بڑھ جاتی ہے ، اس بادشاہ نے گل بہشت نامی لونڈی کو سپہ سالار بنا کر جالور کی مہم پر روانہ کیا ، گل بہشت اپنی فوج لیے ہوئے ، برق و باد کی طرح جالور پہنچیں وہاں کا راجہ مقابلہ نہ کر سکا ، اور قلعہ بند ہوگیا ، گل بہشت نے راجہ کو محصور کر لیا ، اور اس بہادری اور دلیری سے اس نے قلعہ پر حملہ کرنا شروع کیا ، کہ راجہ کو اس کا وہم و گمان نہ تھا ، قلعہ فتح ہونے کو ابھی کچھ ہی دیر تھی ، کہ یک لخت گل بہشت شدید بیمار ہوگئی ، اور اس بیماری میں واصل بالحق ہوگئیں ۔ (291)

چاند بی بی

احمد نگر کے بادشاہ کی بیٹی تھیں ، انہوں نے اکبر کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا ، تو شہزادہ مراد نے احمد نگر کی فصیل میں سرنگیں کھدوا کر ان میں بارود بھر دیا ، جب چاند بی بی کو ان سرنگوں کی خبر ملی تو اس نے اسی وقت بارود نکال کر سرنگوں کو بھرنا شروع کر دیا ، چاند بی بی دو سرنگوں کو پر کروا چکی تھیں ، اور تیسری کھودی جا رہی تھی ، کہ شہزادے نے سرنگوں میں آگ لگانے کا حکم دیا زور دار دھماکہ ہوا ، سپاہیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ، فوج کے سردار بھی بھاگ کھڑے ہوئے ، غرض جس سے سارے قلعہ میں عجیب سراسیمگی اور بدحواسی پھیل گئی ، چاند بی بی اسی وقت گھوڑے پر سوار مسلح ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے

---

(290) شرف النساء ، حصہ دوئم ، ص 195 ۔ 198 ۔

(291) شرف النساء ، حصہ دوئم ، ص 225 ۔

پردہ سے باہر نکل آئیں ، بیسیوں آتش بار توپیں اس شگاف میں کھڑی کر دیں ، تمام فوج کو تسلی دے کر پھر لڑنے پر مجبور کیا ، چاند بی بی کی اس اولی العزمی ، استقلال اور بہادری پر صدائے آفرین بلند ہوئی ، اور اسی وقت سے چاند بی بی کا لقب چاند سلطان ہوگیا ۔ (292)

ساتویں صدی کے اختتام اور آٹھویں صدی کے ابتداء میں دنیا میں ایک عجیب انقلاب پیدا ہوا ، اور مغلِ اعظم تیمور نے اس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی ، جس سے بہتر کوئی حکومت ہندوستان میں قائم نہیں ہوئی ، امیر تیمور کے اس لشکر میں بہت سی عورتیں تھیں ، جو میدانوں میں لڑتی تھیں ، معرکوں میں گھستی تھیں ، بہادروں سے مقابلہ کرتی تھیں ، تلواریں چلاتی تھیں ، نیزے لگاتی تھیں ، تیر مارتی تھیں ۔

حمیدہ بیگم

جہانگیر کے زمانے میں دولت آباد کا قلعہ نظام الملک سے تعلق رکھتا تھا ، حمید خاں نظام الملک کے دربار کا وکیل تھا ، اور محل میں بالکل حمید خاں کی بیوی کا عمل دخل تھا ، گو وہ ایک معمولی عورت تھی ، لیکن رفتہ رفتہ نظام الملک کے دربار میں اسکا اتنا رسوخ بڑھا کہ جب یہ سوار ہو کر نکلتی تھی ، تو سردارانِ فوج و امرائے دولت پیادہ اسکی رکاب میں چلتے تھے ۔

عادل خاں کے ساتھ مقابلہ میں حمید بیگم فوج لیکر روانہ ہوئی ، اور جب دونوں فوجیں مسلح ہو کر میدان میں آئیں ، تو حمید بیگم خود تمام ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدان میں کھڑی رہیں ، اور بہادری اور دلیری سے اپنی فوج کو لڑاتی رہیں ، یہ عادل خاں مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلا ۔ (293)

شرف النساء بیگم

اس کے متعلق علامہ اقبال نے لکھا ہے :-

در کمر تیغ دورو قرآں بدست ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ تن بدن ہوش و حواس اللہ مست ۔

انکے پہلو میں ایک مرصع اور زرنگار شمشیر لٹکتی رہتی تھی ، تلاوتِ کلام پاک وہ اس

---

(292) خواتین اسلام کی بہادری، ص 33 ۔ 34 ۔

(293) ۔ ایضاً ۔ ، ص 27 ، 28 ۔

شمشیر کو اپنے سامنے رکھتی تھیں ، انکی زندگی کی تفسیر یہ تھی ، قرآن مومن کا جمال اور تلوار اسکا جلال ہے ، شرف النساء ایک باعمل مومنہ تھیں ۔ (294)

حضرت محــــــل

یہ لکھنؤ کی مشہور عیش پرست نواب واجد علی شاہ کی ملکہ تھیں ، یہ پردہ میں رہتی تھیں ، لیکن پھر بھی اتنی دلیر ، باہمت اور جرأت مند خاتون تھیں ، نواب واجد علی شاہ کی غیر موجودگی میں وہ اپنے بیٹے کی سرپرست اور مختار کل تسلیم کی گئیں ، حضرت محل نے نائب السلطنت کی حیثیت سے یہ فرض اپنے اوپر عائد کرلیا ، کہ انگریز کافروں کو اس ملک سے ختم کیا جائے ، انہوں نے اودھ کے تعلقہ داروں کے نام فرمان جاری کیا ، کہ وہ انگریزوں کا قلع قمع کردیں ، اس فرمان کا اثر یہ ہوا ، کہ اودھ کے کئی اضلاع میں انگریزی حکومت کا عمل درآمد نہ رہا ، انہوں نے ایک بہت بڑی فوج ملکی قوت سے تیار کرلی اور جنگ کے ایام میں اکثر خود گھوڑے پر سوار ہوکر فوج کے ہر دستے کے پاس جاکر سپاہیوں کی ہمت بندھاتی تھیں ، حضرت محل کی زندگی خودداری ، غیرت مندی ، بہادری ، عزم و استقلال اور شجاعت کی ایسی تصویر ہے ، جس کے نقوش کو وقت کا ہاتھ کبھی نہ مٹا سکے گا ، انہوں نے مردانہ وار آگ کے شعلوں میں کود کر قوم کی قیادت کی ، انگریزوں نے انہیں ہندوستان کی "جون آف آرک" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ (295)

فاطمــہ بنت عبداللہ

فاطمہ تو آبروئے ملت مرحوم ہے ،
ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے ۔
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر ،
ہے جسارت آفرین شوقِ شہادت کس قدر ۔

یہ طرابلس کے صحرا کی دوشیزہ تھی ، اس کا باپ عبداللہ طرابلس کے ایک مشہور قبیلہ کا سردار تھا ، 1912ء میں جب طرابلس پر جنگ کے مہیب بادل چھا گئے ، اور اطالوی فوجوں نے اس صحرا کو جہنم زار بنا دیا ، تو خلافتِ ترکی کی طرف سے جہاد کا اعلان کیا گیا ، تو شیخ عبداللہ نے عرب قبائل کو متحد و منظم کرکے میدانِ جنگ میں لا کھڑا کیا ، اس جہاد میں عورتیں بھی ذوقِ جہاد میں سرشار مجاہدین کی خدمت کے

---

(294) شرف النساء ، حصہ دوئم ، ص 244 ... 252 ۔
(295) ایضاً ، ص 259 ... 264 ۔

لئے ، شریک ہوئیں ۔ ان کے سرفروشانہ جذبات کا یہ عالم تھا ، کہ ایک طرف گود میں بچہ اٹھائے تھیں ، تو دوسری طرف مشکیزہ سنبھالے زخمی مجاہدین کو پانی پلاتی پھر رہی تھیں ۔ اس وقت فاطمہ کی عمر گیارہ برس تھی ، یہ بچی اپنے بے پناہ ذوق و شوق جرأت و دلیری محبت و استغراق کی وجہ سے تمام ترکی فوجی افسروں کے لئے باعث حیرت بنی ہوئی تھیں ، وہ انتہائی خوفناک معرکوں میں بھی محاذ جنگ میں سب سے آگے ہوتیں ، اور اس نے اپنی جان عزیز بھی اسی شہادت گاہ الفت میں جان آفرین کے سپرد کر دی ،، زخمیوں کو پانی پلاتے ہوئے ، جب دو اطالوی سپاہیوں نے اسے گریبان سے پکڑلیا ، تو اس نے ایک زخمی آدمی کی پڑی ہوئی تلوار اٹھا کر اس زور سے ایک اطالوی سپاہی پر دے ماری کہ اسکا ہاتھ کا پنجہ زخمی ہو کر لٹک گیا ، گولی چلنے کی آواز سنائی دی تو اس معصوم مجاہدہ کی لاش زمین پر گر پڑی فاطمہ کی شہادت آج بھی پکار پکار کہہ رہی ہے کہ :۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے ،
لوگ آسان سمجھتے ہیں ، مسلمان ہونا ۔

علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں :۔

عرب حوصلہ جنگ کا بڑا ذریعہ لڑائیوں میں ثابت قدمی خاتونان حرم تھیں ، جس لڑائی میں خاص ہی ساتھ ہوتی تھیں ، عرب جانوں پر کھیل جاتے تھے ، کہ شکست ہوگئی ، تو عورتیں بے حرمت ہوں گی ۔ (296)

ان پاک باز اور قابلِ احترام خواتین کا سیرت و کردار مسلمان عورتوں کے لئے تا ابد شمعِ راہ ہے ، وہ ان کو اپنا کر اپنی زندگیاں سنوار سکتی ہیں ، ان نیک اطوار خواتین نے کردار کی عظمت کا بیش بہا سرمایہ چھوڑا ہے ، ان کی زندگیاں سراپا نور تھیں ، جن کی بے داغ سیرت اپنی صنف کے لئے اس دور میں بھی روشنی کا مینار تھیں ، اور آج کے بے راہ رو اور اخلاق سے عاری زمانے میں بھی سرچشمۂ حیات ہے ۔

عورت کی میدان جنگ میں شرکت ، مگر ، پسِ پردہ

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے ، کہ موجودہ زمانے میں جب کہ جنگ کی نوعیت تبدیل ہوگئی ہے ، اور اس کیلئے عورتوں کو کافی عرصہ پہلے سے قومی دفاع کی تیاری کرنا پڑتی ہے ، مسلمان عورتیں کیونکہ قومی دفاع کے کاموں اور متعلقہ صنعتی مشاغل میں حصہ لے سکتی ہیں ، عہدِ رسالت میں چونکہ تہذیب و تمدن کی وسعت و پیچیدگی کا یہ حال نہیں تھا ، اور عورتیں بغیر کسی قبل از تیاری کے ان کاموں میں حصہ لے سکتی تھیں ، اس لئے جدید

(296) شبلی نعمانی : سیرۃ النبی ، اپریل 1973ء ، سعیدی قرآن محل کراچی ، حصہ اول ، ص 370 ۔

طرز کی زندگی اور دفاعی تربیت میں عورتوں کیلئے حصہ لینے کا ذکر روایتوں میں نہیں آتا ، اگر زمانہ رسالت میں بھی جنگیں اس پیمانہ پر لڑی جاتیں ، جیسے آج کل تو ان کیلیے اس درجہ میں فنی مہارت اور تربیت کی ضرورت ہوا کرتی ، تو یہ امر یقینی تھا ، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کو حکم دیتے کہ وہ کارخانوں اور تعلیم گاہوں اور تربیت گھروں میں جا کر قومی اور مذہبی دفاع کیلئے تیار ہوں ، لہذا اس زمانے میں عورتوں کا ان کاموں میں شرکت کرنا ، نہ صرف قابلِ اعتراض نہیں بلکہ اسلامی احکام کی رو سے ضروری ہے ۔

البتہ ہمیں ان کاموں میں عورتوں کو داخل کرتے وقت دو امور کا لحاظ کرنا پڑے گا ، اولاً یہ کہ عورتوں مردوں میں بلا ضرورت اختلاط نہ ہونے پائے ، یعنی عورتوں کی تربیت گاہیں ، مدارس اور دفاعی تیاریوں کے مراکز بالکل علیحدہ ہوں ، اس طرح اگر عورتوں کیلئے کارخانے نہ بنائے جا سکیں ، تو کم از کم ہر کارخانے میں عورتوں کا شعبہ بالکل جدا ہو ، مگر عورتوں کی تربیت اور فنی تعلیم کیلئے مردوں کی خدمات بالکل ناگزیر ہو جائیں تو اس کیلئے ایسے مطمئن اور تربیت یافتہ لوگوں کا انتخاب کیا جائے ، جو زیادہ عمر کے ہوں ، جب کافی تعداد میں عورتوں کو تعلیم و تربیت دے دیں ، تو پھر مزید فنی تعلیم اور جنگی تربیت کیلئے مردوں کی ضروریات باقی نہیں رہیں گی ۔

دوسرا امر یہ ہے ، کہ عورتوں سے یہ کام ہمہ وقتی اساس پر نہ لیا جائے ، بلکہ دن یا رات کے کسی خاص میں چند گھنٹوں کیلئے رضنا اس کام پر بلایا جائے ، تاکہ وہ گھریلو امور اور ذمہ داریوں سے بالکل غافل نہ ہونے پائیں ، اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے تقاضوں کو پورا کرتی رہیں ، اس طرح قرآن کریم کا یہ حکم برقرار رہے گا :۔

(وقرن فی بیوتکن ۔)

قرآن پاک کی اس آیت اور تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے ، کہ جنگ میں ازواجِ مطہرات اور خواتینِ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جاتیں ، اور مختلف کام جن کا ذکر پچھلے اوراق میں ہو چکا ہے ، انجام دیتیں ، یہ طریقہ احکامِ حجاب نازل ہونے کے بعد بھی جاری رہا ، حجاب کے بارے میں مصالح اور ضروریات کے لحاظ سے کمی بیشی ہو سکتی ہے ، نہ صرف چہرہ اور ہاتھ کھولے جا سکتے ہیں ، بلکہ جن اعضاء کو ستر عورت میں داخل کیا گیا ہے ، ان کے بھی بعض حصے اگر حسب ضرورت کھل جائیں ، تو مضائقہ نہیں ، لیکن جب ضرورت رفع ہو جائے ، تو حجاب کو پھر انہی حدود پر قائم ہو جانا چاہیے ، جو حالاتِ عام کیلئے مقرر کئے گئے ہیں ، مسلمان عورت کا حال یورپین عورت کی طرح نہیں ہے ، جب وہ ضروریاتِ جنگ کیلئے اپنی حدود سے باہر نکلی تو اس نے جنگ ختم ہونے کے بعد اپنی حدود میں واپس جانے سے انکار کر دیا ۔

اس ضمن میں مولانا مودودی فرماتے ہیں :-

اسلام میں اگر جنگ کے موقع پر عورتوں سے مرہم پٹی کا کام لیا گیا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ امن کی حالت میں عورتوں کو دفتروں اور کارخانوں اور کلبوں اور پارلیمنٹوں میں لا کھڑا کیا جائے ، مردوں کے دائرہ عمل میں آکر عورتیں کبھی مردوں کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتیں ، اس لئے کہ وہ ان کاموں کیلئے بنائی ہی نہیں گئی ہیں ، جن کاموں کیلئے ان کی اخلاقی اور ذہنی اوصاف کی ضرورت ہے ، جو دراصل مرد میں پیدا کئے گئے ہیں ، عورت مصنوعی طور پر مرد بن کر کچھ تھوڑا بہت ان اوصاف کو اپنے اندر ابھارنے کی کوشش کرے بھی تو ان کا دوہرا نقصان خود اس کو بھی ہوتا ہے ، اور معاشرہ کو بھی - اسکا اپنا نقصان یہ ہے ، کہ وہ نہ پوری عورت رہتی ہے ، نہ پورا مرد بن سکتی ہے ، اور اپنے اصل دائرہ عمل میں جس کے لئے وہ فطرتاً پیدا کی گئی ہے ، ناکام رہ جاتی ہے - (297)

---

(297) مولانا ابو الاعلیٰ مودودی : رسائل و مسائل ، لاہور 1984ء ، ص 259 ، 260 -

معاشرے کی اصلاح و ترقی میں عورت کا کردار

معاشرے کی اصلاح و ترقی میں عورت کا کردار

مسلمان خاتون اپنے شوہر کی اجازت اور رضامندی کے ساتھ گھر سے باہر بھی مختلف تعلیمی و دینی اور سماجی خدمات انجام دے سکتی ہے ۔ دراصل اسکے فرائضِ حیات کو خانگی زندگی میں محصور کرنے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے، کہ نا محرموں سے اختلاط اور میل جول اخلاقی بگاڑ کا ذریعہ نہ بننے پائے، اگر کوئی عورت خدا کی قائم کردہ دیوار کو توڑ کر کسی میدان میں آگے بڑھتی ہے، تو اسلام کی نگاہ میں اس کا ہر قدم معصیت اور تباہی کی راہ طے کرتا ہے، خواہ اس کی نیت کتنی ہی صاف اور اسکے ارادے کتنے ہی نیک کیوں نہ ہوں، کیونکہ اس طرح وہ اس مقصد کو پامال کرتی ہے، جس کی پامالی شریعت دیکھنا نہیں چاہتی ۔

مختصر یہ کہ اب یہ دیکھنا ہے، کہ اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقصدِ حیات کیا ہے، اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں عورت کا کتنا حصہ ہے، اور کون کون سی خدمات انجام دی ہیں، اور خدمات کی اقسام کتنی ہیں ۔

مسلمان عورت کا مقصدِ حیات

جس طرح اسلام نے مردوں کی زندگی کا ایک حصہ مقرر کر دیا ہے، کہ وہ باہر کے تمام کام انجام دیں، اسی طرح عورتوں کا مقصدِ حیات بھی مقرر کر دیا ہے، کہ حدودِ شرعی میں رہ کر اندرونِ خانہ کا بہترین انتظام کریں، شوہر کی خدمت، بچوں کی صحیح تربیت اعزا و اقربا کے حقوق کی نگرانی اپنا شعار لازم بنائیں، اور ایسی نسل پیدا کریں، جو عالم کو دنیاوی اور اخروی مصائب سے نجات دلائے، اور دنیا و آخرت کی نعمتوں کو خود بھی حاصل کرے، اور دیگر قوموں کو بھی حاصل کرائے، لیکن افسوس، کہ مغرب کے تیز رو سیلاب نے اس بند کو اب توڑ دیا ہے، اب عورتیں چاہتی ہیں، کہ کسی نہ کسی طرح وہ اپنی جنسی پابندیوں سے آزاد ہو کر مردوں کی صف میں جلد از جلد جا ملیں، دراصل وہ اپنے مقصدِ حیات کو بھلا بیٹھی ہیں، اس وجہ سے نہ صرف ان پر بلکہ سارے عالم پر تباہی کے آثار نمایاں ہیں ۔

سماجی زندگی میں عورت کی اہمیت

کسی سماج میں عورتوں کی جو حیثیت ہوتی ہے، وہ حقیقتاً کل قوم کی اخلاقی حالت کا آئینہ ہوتی ہے ۔

عورت کے لئے معاشی جدوجہد میں حصہ لینے کا صرف ایک ہی راستہ نہیں ہے، کہ وہ بھی ملوں اور کارخانوں میں جا کر بھرتی ہو جائے، اور کھیتوں میں جا کر

ٹریکٹر چلائیں ، بلکہ اسکا اپنے گھر کے اندر رہ کر گھر کو سگھڑپن کے ساتھ چلانا بھی ملک کی معاشی خوشحالی کیلئے اتنا ضروری ہے ، جتنا ایک وزیرِ اعظم کا فرض شناس اور دیانت و قابلیت کے ساتھ وزیرِ مال کے فرائض انجام دینا ۔

اسلامی نقطہ نگاہ سے حقوق کے معاوضہ میں عورتوں پر مندرجہ ذیل ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ۔

سمع وطاعت

جس طرح مردوں کیلئے ضروری ہے ، کہ وہ معروف میں اولی الامر کی پورے خلوص و قلب کے ساتھ اطاعت کریں ، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے ، کہ وہ معروف کی حد تک اولی الامر کے احکام کی اطاعت کریں ، ان احکام سے انحراف صرف اسی شکل میں جائز ہے ، جب انکا حکم شریعت کے حکم کے خلاف ہو ۔

وہ سارے شعبے جو خاص عورتوں سے متعلق ہوتے ہیں ، مثلاً زنانہ کالج ، اور سکول ، زنانہ ہسپتال ، زنانہ پولیس ، زنانہ فوجی تربیت کے مراکز وغیرہ یہ کلیۃً عورتوں کی نگرانی اور انکے اہتمام میں ہونگے ، اسلامی نصب العین کے مطابق ان چیزوں کو چلانے کے لئے انہیں خود مختاری حاصل ہوگی ۔جو عورتیں اپنی ذہانت و قابلیت کی بناء پر کسی مخصوص علم و فن میں مہارت اور کسی شعبہ زندگی کے معاملات میں بصیرت بہم پہنچالیں گی ، ان کو کام کرنے کا بھی پورا پورا موقعہ دیا جائیگا ۔ اور انکی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے میں بھی کوئی چیز مانع نہ ہوگی ۔

اگر کوئی ناگہانی صورت پیش آجائے ، تو عورتیں بھی ملک و ملت کی مدافعت اور جہاد کے اجر و ثواب میں شریک ہو سکیں ، یہ سب کچھ صرف اس لئے کیا جائیگا ۔ کہ عورتیں فی الحقیقت اپنی اور اپنے ملک کی حفاظت کے قابل ہوں ، نہ اس لئے کہ انہیں بنا سجا کر مہمانوں کے سامنے تحفۃً پیش کیا جائے ، اگر مقصود صرف ان قومی ضروریات کو پورا کرنا ہے ، جو عورتوں سے متعلق ہیں ، تو اسلام میں اسکی پوری گنجائش موجود ہے ، لیکن اگر مقصود کچھ اور ہے ، تو پھر کوئی راہ دیکھئے اسلام میں اسکی گنجائش نہیں ۔ (298)

لیکن تاریخ سے واقف شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا ، کہ دین و دنیا کے ہر میدان میں عورتوں نے جوہر کمال دکھائے ہیں ، خیرالقرون معرکوں میں عورتیں ، اونٹوں گھوڑوں پر سوار خود لڑتی تھیں ، بعض رجزیہ اشعار پڑھ پڑھ کر فوجوں کے دل بڑھاتیں ، اور سرد لڑائی کو گرما گرم کر دیتی تھیں ، یہی تیمار داری کا کام اور نرسنگ کا کام کرتیں ، اور فوجیوں کی مختلف خدمات انجام دیتی تھیں ، چنانچہ احمد بن ابی طاہر البغدادی نے

---

(298) امین احسن اصلاحی : پاکستانی عورت دوراہے پر ، 1978ء ، مکتبہ جدید پریس، لاہور ، ص 147 ، 148 ۔

نسوی صدی ہجری میں بلاغۃ النساء کے نام سے عورتوں کی بلاغت کے واقعات جمع کئے ہیں ، الطبقات الکبریٰ ، اسماء الرجال ، تذکرہ تواریخ میں مردوں کے دوش بدوش فنون و ادب شاعری ، حدیث ، فقہ و رجال ، تبلیغ ، تصوف ، سیاست ، حربیات ، ملوکیت ، طبابت و تجارت غرض ہر جگہ عورتوں کے نمایاں کارنامے نظر آتے ہیں ۔

احمد خیرت مرکز المراۃ فی الاسلام میں فرماتے ہیں :-

وفی نهاية عصر فجر الاسلام ، وما تلاه تبوأت المرأة مكاناً اجتماعياً ، و سياسياً ، و أدبياً ، مرموقاً و شاركت فى أمور الدولة ، وادارة شؤنها ، نذكر على سبيل المثال أن (سارة) بنت عمر بن عبدالعزيز محمد ، كانت محدثة راوية ، وكانت ذات دين و صلاح ، وقد أجازها علماء عصرها ، فروت الكثير من الحديث ، وسمع عليها بعض الأئمة ، وكانت رقيقة مع طلبتها ۔

والقوانين الوضعية فى كفالة المرأة ومساواتها بالرجل مساواة تامة فى حقها فى التهذيب والتثقيف ، وتكريمها ، تكريماً لم تصل إليه بعد أرقى المدنيات فى القرن العشرين بعد أربعة عشر قرناً من الاسلام ۔

<u>الافتاء</u> ۔ فهذا السيدة عائشة أم المؤمنين رضى الله تعالى عنها ، كانت بالإضافة الى رواية احاديث من اغزالناس رأياً فى أصول الدين ودقائق الكتاب المبين ، وكان زعماء الصحابة اذا اشكلت عليهم الفرائض فزعوا إليها تحضرت حصيا وكشفت مرحبها ، ولم يكن نفاذ رأيها ، ورجاحة فقهها وقفاً على الدين واحده ، فكذلك كان أمرها فى رواية الشعر و الادب والتاريخ وكذالك كان نفاذ ما فى الطب و علم الكواكب والأنباء والأنساب و ما إلى ذلك ۔ (299)

ہم تاریخ و سنت میں تفصیلات سے چونکہ ذکر کر آئے ہیں ، اس وجہ سے یہاں بھی ، چند ایک شخصیات کا ضمناً ذکر کرتے ہیں :-

رقیہ بنت عبدالسلام

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :-

رقيه بنت عبدالسلام محدثة حدثت بالاجازة عن شيوخ مصر و الشام كالختنى و ابن المصرى و ابن سيدالناس من المصريين والمزى وغيره من الشاميين ۔ (300) رقیہ بنت

---

(299) احمد خیرت : <u>مرکز المراۃ فی الاسلام</u> ، دارالمعارف ، قاہرہ ، ص 64 ۔ 66 ۔

(300) <u>اعلام النساء</u> ، الجزء الاول ، ص 454 ۔

عبدالسلام مدینہ میں عالمہ باعمل تھیں ، بہترین علمائے وقت سے علم حاصل کیا ، مصر و شام کے مشہور شیوخ عبد الناس سے حدیث میں درس لیا کرتے تھے ، پھر مدینہ میں حدیث کا درس شروع کیا ، جس سے اہلِ حجاز مستفید ہوتے رہے ، اپنے زمانہ میں بے مثل تھیں ، اور مشہور محدثات میں شمار کی جاتی تھیں ۔

زینب

طبیبہ قبیلہ بنی اُود کی تھیں ، امراضِ چشم و فنِ جراحی کی ماہرہ اور عرب میں فنِ طب میں مشہور تھیں ، ابوالفرج اَصفہانی نے ایک شخص کا واقعہ نقل کیا ہے ، وہ کہتا ہے ، کہ میں قبیلہ بنی اُود کی ایک طبیبہ کے پاس اپنے آشوبِ چشم کے علاج کیلئے آیا ، اس نے آنکھ میں دوا ڈال دی اور کہا لیٹ جاؤ تاکہ دوا آنکھوں میں اچھی طرح پھیل جائے ، پس میں لیٹ گیا ، اور میں نے یہ شعر پڑھا :-

اُمخترمی ریب المنون ولم اُزر
طبیب بنی اُود علی النأی زینبا ۔

یہ سنکر وہ ہنسی اور کہا کیا ، میں ہی وہ زینب ہوں ، جسکا اس میں ذکر ہے ، میں ہی بنی اُود کی طبیبہ ہوں ، مجھے خبر بھی ہے ، کہ شاعر کون ہے ، کہا نہیں کہنے لگا تیرا چچا ابوسماک اسدی ۔ (301)

عائشہ بنت یوسف الباعونی

بہت بلند پایہ ادیبہ اور شاعرہ تھیں ، معاصر علماء کی رائے میں انکا مرتبہ زمانہِ جاھلیت سے بڑھا ہوا تھا ، علومِ فقہ ، نحو ، عروض ، وغیرہ میں اکابر علماء

---

(301) اعلام النساء ، الجزء الثانی ، ص 57 ۔ زینب طبیبۃ بنی اود :
کانت عارفۃ بالأ عمال الطبیبۃ خبیرۃ بالعلاج و مداواۃ آلام العین والجراحات المشہورۃ بین العرب ، نقل صاحب الأغانی عن کناسۃ عن أبیہ عن جدہ قال : أتیت امرأۃ من بنی اُود لتکحلنی من رمد کان أصابنی فکحلتنی ثم قالت : اضطجع قلیلاً حتی یدور الدواء فی عینیک ، فاضطجعت ثم تمثلت قول الشاعر :
امخترمی ریب المنون ولم ازر   طبیب بنی اود علی النای زینبا
فضحکت ، ثم قالت : اتدری فیمن قیل ہذا الشعر ؟ قلت : لا ، قالت : عمک ابو سماک الاسدی ۔

علامہ جورانی اور علامہ اُرموی سے بشرف تلمذ تھا ، اور انکی تدریس کے زمانے میں ان سے بعض علماء نے علوم حاصل کیے ، اور بکثرت طلبہ انکے علم درس سے مستفید ہوئے ۔ (302)

شجرۃ الدر ام خلیل الصالحیہ

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :-

شجرۃ الدر من شہیرات الملکات فی الاسلام ذات ادارۃ و حزم و عقل ودہاء و بر واحسان ملکہا الملک الصالح فی ایام والدہ واستولدہا ولدہ خلیل ثم تزوجہا و صحبتہ ببلاد الشرق ثم سارت معہ الی حصن الکرک ، ثم قدمت معہ الی البلاد المصریۃ فعظم امرہا فی الدولۃ الصالحیۃ ..... وکانت بدیعۃ الجمال ذات رای و تدبیر ودہاء و عقل ونالت من السعادۃ مالم ینلہ احد فی زمانہا ۔ (303)

شجرۃ الدر ایوبیہ ملکہِ مصر سلطان نجم الدین ایوب انکی سیاست دانی اور تدبیرِ فہم کی وجہ سے امورِ مملکت میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے ، جب سلطان کسی لڑائی میں مارے گئے ، تو انہوں نے انکی موت کو چھپائے رکھا ، اور اپنے فرزند توران شاہ کو حصن کیفا کے مقام سے بلا کر امور سلطنت سپرد کئے ۔ 648ھ میں جب انکا اچھی طرح تسلط ہوگیا ، تب سلطان کی موت کا اعلان کیا گیا ، اس سے قبل کسی کو خبر نہ ہوئی ، اور امورِ سلطنت خود شجرۃ الدر انجام دیتی تھیں ، کچھ عرصہ بعد توران شاہ اپنی سوء تدبیر سے قتل کر دیے گئے تو قوم نے شجرۃ الدر کو خلیفہ بنا دیا ، انہوں نے بخوبی حکومت چلائی اور سکہ پر اپنا نقش کندہ کیا ، پھر امیر عزالدین ایبک سے شادی ہوجانے کی وجہ سے ان کے حق میں سلطنت سے دستبردار ہوگئیں ۔

---

(302) اعلام النساء ، الجزء الثالث ، ص 196 ۔ عائشۃ بنت یوسف بن احمد بن ناصر الدین الباعونیۃ الدمشقیۃ ، کانت : عالمۃ جلیلۃ و أدیبۃ عظیمۃ القدر وشاعرۃ کبیرۃ مع صیانۃ و صلاح و دین ذات معرفۃ فی التصوف تسلکت علی ید السید الجلیل اسماعیل الخوارزمی ثم علی خلیفۃ المحیوی یحیی الأرموی ، ثم حملت إلی القاہرۃ و اقتطفت فیہا حذأ و اقرأ من العلوم حتی أ حیزت بالافتاء والتدریس ثم أخذت فی التالیف حتی اجتمع لدیہا طائفۃ جلیلۃ من الکتب والرسائل والقصائد ۔

(303) اعلام النساء ، الجزء الثانی ، ص 286 - 290 ۔

عورتوں کی علمی قابلیت سے سوسائٹی کو اور انکی صلاحیتوں نے دین و علم کے گوشوں کو جلا بخشی ، اور زندگی کے ہر میدان میں انکے تقویٰ، فہم و بصیرت نے رہنمائی کا کام دیا ہے ، اور وہ مرد کے دوش بدوش امت کی ہدایت کا فریضہ انجام دیتی رہی ہیں :-

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں :-

والذین حفظت عنهم الفتوی من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم مائة ونیف وثلاثون نفساً ، ما بین رجل وامراة ، وکان المکثرون منهم سبعة (304)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں جن لوگوں کے فتاوی محفوظ ہیں ، انکی تعداد ایک سو تیس سے کچھ زائد ہے ، اس میں مرد بھی ہیں ، عورتیں بھی ہیں ۔

ان میں سات اشخاص ایسے ہیں ، جنکے فتاوی کی تعداد اتنی زیادہ ہے ، کہ بقول علامہ ابن حزمؒ : ویمکن ان یجمع من فتوی کل واحد منهم سفر ضخم عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه ، وعلی بن ابی طالبؓ ، و عبد الله بن مسعودؓ ، وعائشةؓ ام المومنین ، و زید بن ثابتؓ ، و عبدالله بن عباسؓ ، و عبدالله بن عمرؓ : یعنی ان میں سے ہر ایک کے فتووں کو اکٹھا کیا جائے ، تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے ، ان سات اشخاص میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ ، عبداللہ بن مسعودؓ ، زید بن ثابتؓ ، عبداللہ بن عباسؓ ، عبداللہ بن عمرؓ جیسی ہستیوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بھی شامل ہیں ۔ (305)

مفتیین صحابہ کی دوسری صف میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ ، اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ وغیرہم کے دوش بدوش حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا بھی موجود ہیں ، ان میں سے ہر ایک فتاوی کے ذریعہ ایک رسالہ مرتب کیا جا سکتا ہے ، حضرت عائشہ صدیقہ کی مرجعیت کا اندازہ عائشہ بنت طلحہ کی اس تصریح سے کیا جا سکتا ہے :-

کان الناس یاتونها من کل مصر ۔ (306)

حضرت عائشہ کے پاس ہر شہر کے لوگ آیا کرتے تھے ۔

---

(304) اعلام الموقعین ، الجزء الاول ، ص 12 ۔

(305) ایضاً ایضاً ص 12 ۔

(306) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 133 ، 134 ۔

ظاہر ہے ، کہ لوگ دور دراز سے محض رسمی ملاقات کرنے کیلئے تو حاضر نہیں ہوتے ہونگے ، بلکہ اصل مقصد زیادہ تر علمی استفادہ ہی رہتا ہوگا ۔

صحابہ میں جو بڑے بڑے حفاظِ حدیث تھے ، ان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں ، انکی روایات کی تعداد (الفان و مائتان و عشر) ہیں ، حضرت ابو ہریرۃؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انسؓ کے علاوہ کسی اور صحابی کی روایات نہیں ہیں ۔ (307)

خدمتِ حدیث میں خواتین کا حصہ

چوتھی صدی میں بھی متعدد خواتین نے حدیث کی روایت و سماع میں حصہ لیا ، مثلاً اُم عیسیٰ بنت ابراہیمؒ، خطیبؒ نے انکے بارے میں لکھا ہے ، کہ بڑی عالمہ فاضلہ تھیں ، لوگ ان سے مسائل پوچھنے کے لئے آتے تھے ، اور وہ بے تکلف فتوی دیتی تھیں ۔ (308)

اُم سلمیٰ فاطمہ بنت ابی بکر یہ مشہور محدث اُبو داؤد سجستانی کی پوتی تھیں ، اپنے والد سے روایت کرتی تھیں ، اس وقت روایتِ حدیث کے دو طریقے رائج تھے ، بعض محدثین تحریری طور پر املا کراتے تھے ، یعنی جتنی روایتیں انہیں اپنے شاگردوں سے روایت کرنا ہوتی تھی ، وہ انکو لکھ کر لے جاتے تھے ، اور بعض غیرمعمولی حافظہ کے لوگ زبانی املاء کرتے تھے ، اُم سلمہ اسی دوسرے گروہ میں تھیں ، خطیب نے لکھا ہے ، کہ میں نے ابو القاسم عبدالواحد جو اُم سلمہ کے شاگرد تھے ، انکی کتاب جو خود انکے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی ، دیکھا ہے کہ انہوں نے جہاں اُم سلمہ

---

(307) شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ، الجزء الاول ، ص 63 ۔
قال الحافظ الذہبی المکثرون من روایۃ الحدیث من الصحابۃ رضی اللہ عنہم أجمعین أبو ہریرۃ مرویاتہ خمسۃ آلاف ، ثلثمائۃ و أربعۃ و سبعون ، ابن عمر الفان و ستمائۃ و ثلاثون ، انس الفان و مائتان و ستۃ و ستون ، عائشۃ الفان و مائتان و عشر ، ابن عباس الف و ستمائۃ و ستون ، جابر الف و خمسمائۃ و أربعون ، ابو سعید الف و مائۃ سبعون ، علی خمسمائۃ و ستۃ و ثمانون ، عمر خمسمائۃ و سبعۃ و ثلاثون ، عبداللہ بن مسعود ثمانمائۃ و ثمانیۃ و أربعون ، عبداللہ بن عمرو سبعمائۃ ، أم سلمۃ ثلثمائۃ و ثمانیۃ و سبعون ، أبو موسیٰ ثلثمائۃ و ستون ، البراء بن عازب ثلثمائۃ و خمسۃ أبو ذر مائتا و أحد و ثمانون ، سعد مائتان و أحد و سبعون ۔

(308) اعلام النساء ، الجزء الثالث ، ص 380 ۔ أم عیسیٰ بنت ابراہیم بن اسحاق الحربی ، عالمۃ فاضلۃ ذات دین و علم فکانت تفتی فی الفقہ ۔

سے روایت کی ہے ، وہاں یہ عبارت درج ہے :-

املاءً من حفظها فی منزل ابی اسحاق المزکی 362ھ -

362ھ میں ابو اسحاق مزکی کے گھر میں انہوں نے اپنے حفظ سے یہ روایتیں املا کروائیں ۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے گھر کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں بھی لوگوں کو حدیثیں قلمبند کراتی تھیں ، پھر اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے ، کہ پردہ کے خیال سے خواتین کی مجلس درس زنان خانہ ہی میں ہوتی تھی ، اس وقت کسے علم دستور کے مطابق و مساجد یا خانقاہ کو اپنی درس گاہ نہیں بناتی تھیں ۔

امة الواحد بنت الحسین بن اسماعیل المحاملی

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :-

عالمة ، فاضلة ، وفقيهة متفقهة فی المذهب الشافعی ، حفظت القرآن الكريم و قرأت القرأ ا ت والفقه الشافعی والفرائض و الحساب والنحو وغير ذلك من العلوم وحدثت و كتب عنها الحديث ، وكانت تفتی مع أبی علی بن أبی هريرة وهی من من احفظ الناس للفقه على مذهب الشافعی - (309)

ابو بکر البرکانی فرماتے ہیں کہ :-

یہ ابو علی بن ابی ہریرہ کے ساتھ فتوی دیتی تھیں ، اور دارقطنی کا بیان ہے ، کہ انہوں نے اپنے والد اسماعیل بن علی ، عبدالغافر ابوالحسن مصری وغیرہ سے روایت کی ہے ، قرآن کی حافظہ تھیں ، فقہ شافعی میں بھی انکو درک تھا ، فرائض ، حساب ، نحو ، وغیرہ سے بھی واقف تھیں ، خطیب نے لکھا ہے :-

وكانت فاضلة فی نفسها ...... و كتبت عنها الحديث -

یہ بڑی فاضلہ تھیں ، میں نے ان سے روایت کی ہے ، اور تحریری طور پر ان سے احادیث نقل کی ہیں -

کریمہ بنت احمد بن محمد المروزیہ

ابن اثیر نے لکھا ہے ، کہ کریمہ حدیث کی رکن تھیں ، انکے درس حدیث کی اتنی شہرت تھی ، کہ بڑے بڑے علماء اسمیں شریک ہوتے تھے ، مثلاً ابوالمحاسن المصری خطیب بغدادی ، ابو عبداللہ محمد بن نصر ، جو مہدی کے نام سے مشہور تھے ، وغیرہ

---

(309) اعلام النساء ، الجزء الاول ، ص 89 ، 90 -

تمام عصر علماء انکے علم و فضل کے معترف تھے ، ہرات کے مشہور محدث ابوذرؒ نے اپنے شاگردوں کو وصیت کی تھی ، کہ انکے بعد بخاری شریف کا درس کریمہ کے علاوہ کسی دوسرے سے نہ لیں ، بخاری شریف پر انکو اسقدر عبور تھا ، کہ خطیب بغدادی نے محض پانچ روز میں ان سے بخاری کا دورہ کیا تھا ۔ (310)

اس زمانہ میں محدثہ اُم الخیر فاطمہ بنت علیؒ بھی تھیں ، جنھوں نے صحیح مسلم اور خطابی کی غریب الحدیث خاص طور سے شیخ ابوالحسن فارسی سے پڑھی تھی ، اور خود اسکا درس دیتی تھیں ، وہ عورتوں کی اصلاح و تعلیم کا خصوصیت کے ساتھ بہت خیال رکھتی تھیں ۔ (311)

علمِ حدیث کی خدمت کے لحاظ سے آٹھویں اور نویں صدی کو بڑی اہمیت حاصل ہے ، روایتِ حدیث کے علاوہ "فن رجال" جو علمِ حدیث کی بنیاد ہے ، اسکا منتشر ذخیرہ انہی صدیوں میں مدون ہوا ، خواتین نے بھی ان دو صدیوں میں علم و فن کی خدمت میں جتنا حصہ لیا ، اسکی مثال عہدِ تابعین کے بعد نہیں ملتی ، ان خواتین کی تعداد کئی سو سال تک پہنچی ہے ، حافظ سنجاوی نے الضوء اللامع میں 1075 خواتین کا تذکرہ کیا ہے ، جن میں نصف سے زیادہ علمِ حدیث سے ذوق رکھنے والی خواتین ہیں ۔

زینب بنت کمال

اس صدی کی دوسری محدثہ ہیں ، بغداد ، قاہرہ ، اسکندریہ ، حران ، اور شام کے مشہور محدثین سے انھوں نے اکتسابِ فیض کیا ، جن میں احمد بن عبدالدائم محمد بن عیسیٰ بن سلامہ ، ابو علی البکری زکی المنذری وغیرہ شامل ہیں ، امام ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے ، کہ یہ ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر احادیث کی روایت و درایت میں منفرد تھیں ، انکے درس کا اسقدر شہرہ تھا ، کہ طلباء کا ہجوم لگا رہتا تھا ۔ "دررکامنہ" میں ہے :۔

تزاحم علیها الطلبة و قروا علیها الکتب الکبار ۔

یعنی ان پر طلبہ ٹوٹتے تھے ، اور ان سے وہ بڑی اہم کتابیں پڑھتے تھے ۔ بعض اوقات دن کے بیشتر حصہ میں لوگ انکی روایت و سماع کرتے رہتے تھے ، اور وہ نہایت صبر و تحمل سے انکی تشنگیِ علم بجھاتی رہتی تھیں ، "دررکامنہ" میں ہے ، کہ

(310) اعلام النساء ، الجزء الرابع ، ص 240 ۔

(311) رسالہ معارف ، ماہ جنوری 1951ء ، مرتبہ معین الدین احمد ندوی ، از مجیب اللہ ندوی ، قسط نمبر 2 ، ص 38 ۔

انکی موت سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر حدیث کے لوگ محروم ہوگئے ۔ (312)

الفصہ مختصر کہ مسلمان عورت کا نہ صرف اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں ہی حصہ ہے ، بلکہ اس نے ہر قسم کی خدمات سرانجام دیکر معاشرہ کو اصل روپ دیا ہے ، اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے ، کہ مسلمان خواتین نے قریب ترین تعلقات اور رشتوں پر چھری چلا دی ، غرض یہ کہ مفادِ دین سے انکا جو بھی مفاد ٹکرایا ، اور پھر اسکے ٹھکرانے میں انہوں نے کوئی تامل اور پس و پیش نہیں کیا ، اور آخری وقت تک اپنے رب سے وفاداری کا جو عہد کیا تھا ، اس پر کوئی آنچ نہ آنے دی ۔

عورت کا شاعــــری میں حصّـــــہ

عورت نے شاعری میں بھی کمال حاصل کیا ، اقسامِ سخن میں سے ہر مرثیہ میں حضرت خنساء اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں ، ابن الاثیر اسد الغابہ میں لکھتےہیں :۔

أجمع أهل العلم بالشعر انه لم تكن امرأة قبلها ولا بعدها اشعر منها ۔ (313)

ناقدانِ سخن کا فیصلہ ہے ، کہ خنساء کے برابر کوئی عورت شاعرہ پیدا نہیں ہوئی ۔

لیلائے خیلیہ کو شعراء نے تمام عورتوں کی سرتاج تسلیم کیا ہے ، تاہم اس میں بھی حضرت خنساء مستثنی نہیں رکھی گئی ہیں ، بازار عکاظ میں جو شعرائے عرب کا سب سے بڑا مرکز تھا ، حضرت خنساء رضی اللہ تعالی عنہا ، کو یہ امتیاز حاصل تھا ، کہ انکے خیمے کے دروازے پر ایک علم نصب ہوتا تھا ، جس پر یہ الفاظ کندہ تھے :۔

"ارثی العرب " یعنی عرب میں سب سے بڑی مرثیہ گو ، نابغہ جو اپنے زمانے کا سب سے بڑا شاعر تھا ، اسکو حضرت خنساء نے اپنا کلام سنایا ، تو بولا کہ اگر میں ابو سعید (اعشی) کا کلام نہ سن لیتا ، تو تجھکو تمام عالم میں سب سے بڑا تسلیم کرتا ۔

حضرت خنساء ابتدا ایک دوشعر کہتی تھیں لیکن صخر کے مرنے سے انکو جو صدمہ پہنچا ، اس نے انکی طبیعت میں ایک ہیجان پیدا کردیا تھا ، چنانچہ کثرت سے مرثیے لکھے ہیں ، یہ شعر خاص طور پر مشہور ہے :۔

وان صخراً لتأتم الهداة به

كأنه علم فى رأسه نار ۔ (314)

---

(312) رسالہ معارف ، ماہ فروری 1951ء مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی ، از مجیب اللہ ندوی ، ص 114 ، 116 ۔

(313) اسد الغابة فى معرفة الصحابة ، المجلد الخامس ، ص 441 ۔

(314) اعلام النساء ، الجزء الاول ، ص 360 ، 361 ۔

حضرت خنساء کا دیوان بہت ضخیم ہے ، 888ھ میں بیروت میں مع شرح کے چھاپا گیا ، اس میں حضرت خنساء رضی اللہ تعالی عنہا کے ساتھ 60 عورتوں کے اور بعض مرثیے شامل ہیں ، 889ھ میں اسکا فرنچ زبان میں ترجمہ ہوا ، اور دوبارہ طبع کیا گیا ۔ (315)

فوجی خدمات

فوج میں عورتوں کی خدمت کا حال یہ ہے ، کہ احادیث اور تواریخ کی کتابوں میں بعض مثالیں اگرچہ ملتی ہیں ، اور کبھی کبھی بعض عورتیں اپنے شوہروں یا دوسرے عزیزوں کی معیت میں اسلامی فوج کے ساتھ نکلی ہیں ، لیکن اس نکلنے کی وجہ ہرگز یہ نہیں تھی ، کہ مدافعت یا جہاد میں حصہ لینا ، عورتوں پر بھی اسی طرح فرض ہے ، جس طرح مردوں پر فرض ہے ، اسلام میں فریضہ جہاد اصلاً اور اولاً مردوں کے ساتھ مخصوص ہے ، اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو براہ راست جہاد میں حصہ لینا اور اسکو لینے کی اجازت نہ دی ، اور نہ کبھی انکی شرکت پر حوصلہ افزائی فرمائی ، عرب کے دستور کے مطابق اگر کچھ خواتین اپنے شوہروں اور عزیزوں کے ہمراہ نکل پڑیں تو انکو مریضوں کی تیمارداری زخمیوں کی مرہم پٹی ، کھانا پکانے ، اور اس قسم کی خدمات میں حصہ لینے کا موقعہ بھی دیا گیا ، اور مال غنیمت میں سے بھی بطور حصہ کے نہیں بلکہ بطور عطیہ کے انکو کچھ دے دیا گیا ، لیکن نہ تو عورتیں اپنے عزیزوں کے بغیر کبھی ان غزوات میں نکلیں ، اور نہ کبھی جنگ میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی ، نہ براہ راست جنگ میں حصہ لینے کا انکو موقعہ دیا گیا ، نہ مال غنیمت میں انکو بحیثیت حصہ دار کے شریک کیا گیا ، اور نہ جنگوں میں انکی شرکت کی حوصلہ افزائی ہی کی گئی ، جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے :-

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے ، قالت یارسول اللہ نری الجہاد افضل العمل افلا نجاہد قال لکن افضل الجہاد حج مبرور ۔ (316)

یعنی انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم جہاد کو سب سے زیادہ بڑی نیکی سمجھتی ہیں ، تو کیا ہم جہاد نہ کریں ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ، بلکہ تمہارے لئے سب سے افضل نیکی حج ہے ۔

---

*314*ب۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ، الجزء الخامس ، ص 441 ۔

وان صخرا لمولانا وسیدنا — کانہ علم فی رأسہ نار ۔

(315) سیر الصحابیات ، ص 179 ۔

(316) صحیح البخاری بحاشیہ السندی ، المجلد الثانی ، باب فضل الجہاد والسیر ص 135 ۔

ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث الانصاریہ

عمر رضا کحالہ فرماتے ہیں :-

من فاضل نساء عصرها كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزورها ويسميها الشهيدة ولما غزا رسول الله بدراً قالت له : ائذن لي أن أخرج معكم أداوي جرحاكم وأمرض مرضاكم لعل الله يهدي إلي الشهادة ، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله يهدي الشهادة و قري في بيتك فانك شهيدة ، وكانت جمعت القرآن ، فأمرها النبي صلى الله عليه وسلم أن تؤم أهل دارها وكان لها مؤذن فكانت تؤم أهل دارها حتى غمها غلام لها وجارية لها كانت دبرتهما فقتلاها في إمارة عمر بن الخطاب فبلغ ذلك عمر بن الخطاب فقام عمر في الناس فقال : إن أم ورقة غمها غلامها وجاريتها فقتلاها و إنهما هربا و أمر بطلبهما فأدركا فأتى بهما فصلبا فكانا أول مصلوبين بالمدينة ، وقال عمر : صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم ، حين كان يقول انطلقوا بنا نزور الشهيدة - (317)

صدر اول کی پوری تاریخ میں عملی سیاست میں کسی عورت کے حصہ لینے کی اگر کوئی قابل ذکر مثال ملتی ہے ، تو وہ صرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ملتی ہے ، انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے خون کا مطالبہ کیا تھا ، اور اسکے نتیجے میں حضرت علیؓ سے انکی جنگ ہوئی تھی ، جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی رائے پیش کرتے ہیں ، کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لئے اس معاملہ میں پڑنے سے بہتر تھا ، کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھتیں ۔

مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں :-

ان بيت عائشة خير لها من هودجها - (318)

شریعت نے ریاست کے دفاع اور اسکی حفاظت کی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی ، لیکن اسکے باوجود خدا کے دین کو سربلند دیکھنے کی تمنا اسکو دشمن کے خلاف محاذ جنگ پر لے آئی اور مردوں کے ساتھ وہ بھی کفر کا علم سرنگوں کرنے میں حصہ لیتی -

---

(317) اعلام النساء ، الجزء الخامس ، ص 284 ، 285 -

(318) ابن قتیبہ، الامامة والسياسة ، المجلد الاول ، ص 56 ، بحوالہ ، پاکستانی عورت دوراہے پر ، ص 78 ، 79 -

ایک انصاری صحابیہ اُم عمارہؓ نے جنگِ احد میں مردوں کی سی ثابت قدمی اور بے باکی کا مظاہرہ کیا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعت میں انہوں نے جس ہمت اور پامردی کا ثبوت دیا اسکی شہادت خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ میں دی ہے :۔

وما التفت یمینا ولا شمالاً الا وانا اراھا تقاتل دونی ۔ (319)

اسماء بنت یزید کے ہاتھ سے جنگِ یرموک میں نو رومیوں کو موت کا پیالہ پینا پڑا ۔

ایک انصاری خاتون اُم حارث کی ثابت قدمی اور شجاعت دیکھئے کہ جنگِ حنین میں اسلامی فوج کے قدم اکھڑ چکے تھے ، لیکن یہ چند باہمت خوں کے ساتھ پہاڑ کی طرح جمی ہوئی تھیں ۔

دشمنانِ دین کو ناکام بنانے میں عورت نے جتنا براہ راست حصہ لیا ہے ، اس سے کہیں زیادہ بالواسطہ باطل کی قوتوں کا مقابلہ کرتی رہی ہے ، اگر اس نے محاذِ جنگ پر تیر نہیں چلائے ہیں ، تو دشمنوں پر ناوک فگنی کرنے والے ہاتھوں کو ناوک فراہم کیے ہیں ، اگر اس نے تلوار نہیں اٹھائی ہے ، تو تیغ زنوں کو تیغ زنی کے قابل بنایا ہے ، خدا کی راہ میں پڑنے والے زخمی ہوتے تو یہ انکا مرہم پٹی کرتی اور انکا مرہم بن جاتی ، وہ گر پڑتے تو یہ انکا سہارا ہوتی ، وہ بھوکے اور پیاسے ہوتے تو یہ ان کے لئے کھانا اور پانی لیے دوڑتی ۔

مسلمان عورتیں جو اسلامی معاشرہ میں خدمات سرانجام دیتی تھیں ، وہ کسی خارجی دباؤ کے تحت انجام نہیں دیتی تھیں ، بلکہ محافظینِ دین کی رفاقت اور تعاون کو اپنے لئے باعثِ عزت سمجھ کر خود ہی پیش کش کرتی تھیں ، بعض خواتین دورانِ جنگ سے باہر بھی یہ خدمات سرانجام دیتی تھیں ، مثلاً رفیدہ نامی قبیلہ اسلم کی ایک عورت تھی ، مسجد نبوی میں اسکا خیمہ تھا ۔

امام بخاری فرماتے ہیں :۔

کانت امراۃ تداوی الجرحی و تحتسب بنفسھا علی خدمتہ من کانت بہ ضیعۃ من المسلمین ۔ (320)

---

(319) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 162 ۔

(320) ادب المفرد ، باب کیف اصبحت ، حدیث 1129 ، ص289 ۔

تجارت صنعت و حرفت میں عورت کا حصہ

تجارت

خواتین کی تعلیم و تربیت اور اسکے نتائج کے تحت ایک سبزی فروش باندی کا تذکرہ آچکا ہے ، قیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نامی ایک صحابیہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا :-

إني امرأة أبيع وأشتري -

میں ایک ایسی عورت ہوں ، جو مختلف چیزوں کو بیچتی ہوں ، اور خریدتی رہتی ہوں یعنی تاجر ہوں -

اور پھر آپ خرید و فروخت سے متعلق مسائل دریافت کرتی - (321)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اسماء بنت مخربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انکے لڑکے عبداللہ بن ابی ربیعہ یمن سے عطر روانہ کرتے تھے ، اور وہ اسکا کاروبار کرتی تھیں - (322)

عمرہ بنت الطبیخ کہتی ہیں :-

انطلقت مع جارية لنا الى السوق فاشترينا جريثة في زبيل قد خرج رأسها و ذنبها من الزبيل ، فمرّ عليّ فقال : بكم هذه ؟ إنّ هذا لكثير طيّب يشبع منه العيال - (323)

یعنی ایک مرتبہ اپنی لونڈی کے ساتھ بازار جا کر میں نے مچھلی خریدی اور اسکو جھولے میں رکھا ، (لیکن چونکہ جھولا چھوٹا تھا) اسلئے مچھلی کا سر اور دم باہر نکلی ہوئی تھی ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، کا ادھر سے گزر ہوا ، تو دیکھ کر پوچھا کتنے میں خریدی ہے ، یہ تو بہت بڑی بھی ہے ، اور نفیس بھی اس سے گھر کے سارے لوگ سیر ہو کر کھا سکتے ہیں -

کاشت کاری

حضرت جابر کی خالہ کا واقعہ کھیتی باڑی کے کاموں میں انکے متعلق پتہ چلتا ہے :-

---

(321) الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 311 - یا رسول اللہ انی امرأة أبيع وأشتري فربما اردت ان أشتري السلعة فاعطي بها اقل مما اريد ان آخذها به -

(322) ایضاً ، ایضاً ، ص 300 - أسماء بنت مخربة ، ، ، وكان ابنها عبد الله بن ربيعة يبعث إليها بعطر من اليمن وكانت تبيعه إلى الأعطية فكنّا نشتري منها -

(323) ایضاً ایضاً ، ص 488 -

سهل قال : كانت فينا امرأة تجعل على أربعاء في مزرعة لها سلقاً ، فكانت إذا كان يوم جمعة تنزع أصول السلق فتجعله في قدر ثم تجعل عليه قبضة من شعير تطحنها فيكون أصول السلق عرقه و كنا ننصرف من صلاة الجمعة فنسلم عليها فتقرب ذلك الطعام إلينا فنلعقه وكنا نتمنى يوم الجمعة لطعامها ذلك ۔ (324)

حضرت ابو بکر کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ اپنا ابتدائی حال بیان کرتی ہیں ، کہ حضرت زبیرؓ سے میرا بیاہ ہو چکا تھا ، لیکن انکے پاس ایک پانی لادنے والا اونٹ اور ایک گھوڑے کے سوا نہ تو کوئی کسی قسم کا مال تھا ، نہ خادم اور نہ کوئی دوسری چیز ، میں خود ہی انکے گھوڑے کو چارہ دیتی ، پانی پلاتی اور اسکا ڈول بھرتی ۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو میرے مکان سے دو میل کے فاصلہ پر ایک زمین کاشت کرنے اور فائدہ اٹھانے کے لئے دے رکھی تھی ، میں اس زمین سے کھجور کی گٹھلیاں لایا کرتی تھی ، ایک دن میں اپنے سر کھجور کی گٹھلیوں کی ٹوکری لئے آ رہی تھی ، کہ راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی ، آپؐ نے مجھے بلایا تاکہ اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لیں ، چنانچہ میں پس و پیش کرنے لگی ، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھانپ گئے ، اور آگے بڑھ گئے ۔ (325)

صنعت و حرفت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی صنعت و حرفت سے واقف تھیں ، اسکے ذریعہ اپنے اور اپنے خاوند و بچوں کے اخراجات بھی پورے کرتیں تھیں ، ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا :۔

انی امراۃ ذات صنعۃ ابیع منھا ولیس لی ولا لزوجی ولا لولدی شئی ۔ (326)

میں ایک کاریگر عورت ہوں ، چیزیں تیار کرکے فروخت کرتی ہوں ، (اس طرح میں تو کما سکتی ہوں ، لیکن) میرے شوہر اور بچوں (کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے ، اسلئے) انکے پاس کچھ نہیں ہے ۔

---

(324) صحیح البخاری بحاشیۃ السندی ، المجلد الاول ، کتاب الجمعۃ ، باب قول اللہ تعالی فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ ، ص 167 ۔

(325) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 146 ۔

(326) ایضاً ، ص 147 ۔

اور دریافت کیا ، کہ کیا ، وہ ان پر خرچ کر سکتی ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ، ہاں ! تم کو اس کا اجر بھی ملے گا ۔

اس قسم کا ایک اور واقعہ ابن سعد نے ذکر کیا ہے :۔

انت علی کظہر امی ، فقالت واللہ لقد تکلمت بکلام عظیم ما ادری ما مبلغہ ، ثم حدثت رسول اللہ ، صلی اللہ علیہ وسلم ، نُعِتت امرھا ، وامر زوجھا علیہ ، فارسل رسول اللہ الی اوس بنت صامت فاتاہ فقال رسول اللہ ۔ ماذا تقول ابنۃ عمک ؟ فقال صدقت ، قد تظھرت منھا و جعلتھا کظھر امی ، فما تام یارسول اللہ فی ذلک فقال رسول اللہ لا تدن منھا ولا تدخل علیھا حتی آذن لک ، قالت خولۃ :یارسول اللہ ما لہ من شیء وما ینفق علیہ الا انا ۔ (327)

خولہ بنت ثعلبہ سے انکے شوہر نے ایک مرتبہ غیر ارادی طور پر کہہ دیا کہ آج سے تمہاری حیثیت میری ماں کی سی ہے ، بعد میں دونوں مسئلے دریافت کرنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ، چونکہ اسوقت تک اس مسئلہ میں کوئی حکم نازل نہیں تھا ، اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو حکم دیا ، کہ اجازت ملنے تک تم اپنی بیوی سے الگ رہو ، یہ سن کر بیوی نے کہا ، کہ یارسول اللہ مالہ من شیء وما ینفق علیہ الا انا ۔ اللہ کے رسول ان کے پاس تو خرچ کے لئے کچھ بھی نہیں ہے ، میں ہی ان پر خرچ کرتی ہوں ، پھر وہ مجھ سے الگ رہ کر کس طرح زندگی گزار سکتے ہیں ۔

المختصرا ان تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے ، کہ عورت اسلام میں وہ تمام معاشرتی و سماجی خدمات ادا کر سکتی ہے ۔ جن کی شریعت نے اسلامی حدود و قیود میں رہتے ہوئے اجازت دی ہے ، تاکہ وہ مردوں کے دوش بدوش آزادانہ طور پر بغیر جھجک کے سوسائٹی کے فرائض کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے ، اور محنت شاقہ سے اپنا فرض اولین سمجھتے ہوئے اسکو پورا کر سکے ۔

خواتین کے لئے باعزت پیشے

مذکرہ بالا وجوہات کی بنا پر خواتین کا ملازمت کرنا ایک ناگزیر حقیقت بن چکا ہے ، اور خواتین کو گھر سے باہر جانے کے لئے اسلامی پابند ہوں

(327) الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 378 ۔

ب ۔ جاسم محمد تقی : جمہوریہ باکستان الاسلامیہ ، الباکستان ، اسلام آباد ، من منشورات مدیریۃ الاعلام المطبوعات وزارۃ الاعلام والاذاعۃ ، ص 216 ۔ ولاجل تحقیق ذلک قامت الحکومۃ بتاسیس 25 مرکزاً لتدریب النساء ...

کو بھی ملحوظ رکھنا پڑے گا ۔

چنانچہ عورت معاشرے میں جس قسم کے پیشے اختیار کر سکتی ہے ، وہ درج ذیل ہیں :۔

تعلیم و تدریس

عورت کیلئے بہترین اور معزز پیشہ زنانہ سکول یا کالج میں طالبات کو پڑھانا ہے ، اس طرح آمدنی کا مسئلہ بھی حل ہو جائیگا ، اور خدمتِ خلق بھی ہوگی ، کیونکہ ایک گھنٹہ میں اگر وہ پچاس لڑکیوں کو تعلیم دے گی تو اس سے قوم کی پچاس بیٹیاں علم کے نور سے منور ہونگی ، جو آئندہ نسل کیلئے بہترین کردار ادا کریں گی ، بشرطیکہ استانی یا پروفیسر صحیح تعلیم دے ، لڑکیوں کی نفسیات کو سمجھے ، اور انہیں ماں جیسا پیار دے ، تعلیم کی افادیت سمجھائے ، کیونکہ موجودہ دور میں تعلیم کا مقصد محض فیشن کرنا ، اور مغربی تقلید کو اپنانا سمجھا جاتا ہے ، اس قسم کی خامیوں کو دور کرنے کیلئے استاد کا خود بھی با عمل ہونا ضروری ہے ، اگر استانی یا پروفیسر صاحبہ خود تو نازیبا تنگ و عریاں لباس پہنے بے جا فیشن کرے ، پردہ نہ کرے ، اور لڑکیوں کو ایسا نہ کرنے کی تلقین کرے ، تو اس سے اچھے نتائج برآمد نہ ہونگے ۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

أما المتعلم فآدابه ووظائفه الظاهرة كثيرة ولكن تنظم تفاريقها عشر جمل :

الوظيفة الأولى : تقديم طهارة النفس عن رذائل الأخلاق و مذموم الأوصاف

إذ العلم عبادة القلب و صلاة السر و قربة الباطن إلى الله تعالى : وكما لا تصح

الصلاة التي هي وظيفة الجوارح الظاهرة إلا بتطهير الظاهر عن الأحداث والأخباث

فكذلك لا تصح عبادة الباطن و عمارة القلب بالعلم إلا بعد طهارة من خبائث الأخلاق

وأنجاس الأوصاف ۔ (328)

استاد کو چاہیے کہ وہ اپنے قول و فعل میں توافق پیدا کرے ، ورنہ صحیح افادہ ممکن نہ ہوگا ، کیونکہ اقوال دل میں اترتے ہیں ، لیکن اعمال کو آنکھیں دیکھتی ہیں ، استاد کا اہم فریضہ یہ ہے ، کہ شاگرد کی ہمت افزائی کرے ، تاکہ وہ خود اپنے فہم و عقل کو کام میں لائے ، درس و تدریس کے علاوہ محکمۂ تعلیم کے انتظامی عہدے مثلاً اے ڈی آئی زنانہ مدارس ، ڈسٹرکٹ انسپکٹرس ، ڈویژنل انسپکٹرس ، ڈپٹی ڈائریکٹریس محکمہ تعلیم وغیرہ

(327ب) على الاعمال المصينه مثل الخياطة والحياكة والزخرفة والتطريز و غزل السجاد صنع لعب الاطفال و صنع الملابس الجاهزة ۔

(328) احياء علوم الدين ، الجزء الاول ، باب الخامس فی آداب المعلم و المتعلم ، ص 48 ۔

موجود ہوں ، محنت اور دیانت کی بناء پر ہم ان عہدوں تک پہنچ سکتے ہیں ۔

کلرک خواتین

موجودہ نظام تعلیم کا ایک بڑا نقص یہ ہے ، کہ زنانہ سکولوں اور کالجوں میں مرد کلرک رکھے جاتے ہیں ، حالانکہ میٹرک یا ایف اے پاس لڑکیاں اس خانہ پری کیلئے بآسانی میسر آسکتی ہیں ، دوسری بات یہ ہے ، کہ مرد کلرک استانیوں پروفیسروں اور لڑکیوں کو بہت تنگ کرتے ہیں ، اور معمولی سے کام کے لئے انہیں کئی چکر کاٹنے پڑتے ہیں ، مرد کلرکوں کی بناء پر ایک تو خواتین کو دفتری کام کے سلسلہ میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے ، اس کے علاوہ یہ پڑھی لکھی خواتین کی حق تلفی بھی ہے ۔

کہا جاتا ہے ، کہ بنکوں سے روپیہ وغیرہ نکلوانا پڑتا ہے ، جس کی بناء پر مردوں کو کلرک رکھے بغیر چارہ کار نہیں ، حالانکہ یہ دلیل غلط ہے ، کیونکہ خواتین اگر دوسرے فرائض انجام دے سکتی ہیں ، تو وہ بنک میں کیوں نہیں جا سکتیں ، اور پھر یہ کام ایک چپڑاسی رکھ کر بھی لیا جا سکتا ہے ۔

لیڈی ڈاکٹر

نسوانی امراض کے علاج کیلئے لیڈی ڈاکٹر کا ہونا لابدی ہے ، کیونکہ لیڈی ڈاکٹر کے پاس عورتیں بآسانی اور بالتفصیل اپنی امراض بیان کر سکتی ہیں ، جن کو مردوں کے سامنے بیان نہیں کیا جا سکتا ، با پردہ خواتین لیڈی ڈاکٹر کے پاس جانا ہی زیادہ موزوں سمجھتی ہیں ، ایک نو مسلم مصنف لکھتا ہے :-

> " But according to the proper teaching of Islam, that ought to no bounds to women's opportunities for self development and progress in her sphere. There is nothing to prevent women from becoming docters, lawyers, Judges, preachers and Devines, but they should graduate in women's colleges and a practise on behalf of women".(329)

یہ تعلیم اس قدر ضروری ہے ، کہ اسلام کے ابتدائی دور میں بھی اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں ، اگرچہ باقاعدہ ہسپتال نہیں تھے ، مگر جنگ کے دوران ایک مخصوص جگہ کو بطور ہسپتال استعمال کرنے کا پتہ چلتا ہے ، جیسا کہ حضرت رفیدہ کا خیمہ

---

(329) P.M.Pickthal : Islamic Culture , P-146.

مسجد نبوی کے قریب تھا ، جہاں آپ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں ۔

نرسنگ

موجودہ دور میں اس پیشہ کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے ، زنانہ ہسپتالوں میں مثلاً لیڈی ولنگڈن وغیرہ میں خواتین نرسنگ کے فرائض انجام دے سکتی ہیں ، مخلوط ہسپتالوں میں مردانہ وارڈ کے لئے کمپوڈر ہونے چاہیں ، اور زنانہ وارڈ میں نرسوں کا تعین ضروری ہے ۔

ہماری نامور خواتین کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں ، جنھوں نے دوران جنگ زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کی ، اور ہر طرح کی تیمارداری بھی کی ، مگر انہوں نے اپنی حدود کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ، آج کل کی نرسوں کا لباس موزوں نہیں ، یہی وجہ ہے ، کہ اکثر نرسیں ایسا لباس پہننے کو پسند نہیں کرتیں ، مجھے ذاتی طور پر نرسوں سے ملنے کا اتفاق ہوا ، تو استفسار کرنے پر معلوم ہوا ، کہ وہ گھریلو معاشی مجبوریوں کی بناء پر دوسرے کسی اور جگہ ملازمت نہ ملنے کی بناء پر اس پیشہ کو اختیار کرنے پر مجبور ہوئیں ، حالانکہ انہیں نرسوں کا لباس پسند نہیں ہے ، دوسرے یہ ملازمت با پردہ نہیں ہے ۔

دو تین برس ہوئے ، کہ ایک نرس نے اخبار میں یہ درخواست کی تھی ، کہ ان کا لباس معزز بنایا جائے ، بہر حال اس پیشہ کو مناسب اصلاحات کے ساتھ مقبول عام بنایا جا سکتا ہے ۔

نگران زنانہ بورڈنگ ہاؤس

اکثر بڑے شہروں میں ہائی زنانہ سکولوں اور کالجوں سے ملحقہ زنانہ رہائش گاہیں بھی ہوتی ہیں ، جہاں پر دیہاتوں اور چھوٹے شہروں سے حصول علم کے لئے لڑکیاں آکر رہائش پذیر ہوتی ہیں ، اور اس رہائش گاہ یا بورڈنگ ہاؤس یا ہوسٹل کی نگرانی بھی ایک پڑھی لکھی عورت کے ماتحت ہوتی ہے ، یہ ملازمت بھی عورتوں کے لئے مناسب ہے ، تنخواہ بھی معقول مل جاتی ہے ۔

زنانہ بورڈنگ ہاؤس کی ایک بڑی خامی یہ ہے ، کہ مرد خانسامے ہوتے ہیں ، جو کہ بتذل حرکتیں کرتے ہیں ، اور لڑکیوں سے بدتمیزی سے پیش آتے ہیں ، ان کے بجائے اگر باورچی خانہ میں عورتیں ہی ملازم رکھی جائیں ، تو بہتر ہے ، اس طرح ایک تو لڑکیوں کو کھانا وغیرہ حاصل کرنے میں دقت نہ ہوگی ، دوسرے معمولی پڑھی لکھی سمجھدار عورتوں کو

اچھا ذریعہ معاش مل جائیگا ۔

وکالت اور انصاف

اس وقت چند خواتین وکالت کا پیشہ بھی اختیار کیے ہوئے ہیں ، یہ پیشہ بھی اپنایا جا سکتا ہے ، بشرطیکہ حکومت کی طرف سے بھی اس میں کوئی دلچسپی لی جائے ، خاتون وکیلوں کو مناسب سہولتیں بہم پہنچائی جائیں ، پردہ دار خواتین پردہ میں رہ کر یہ فرض سرانجام دے سکتی ہیں ، موکلات کی وکیل لازمی طور پر عورت ہونی چاہیے ، کیونکہ اپنی ہم جنس کی طرف سے وہ مردوں کی نسبت بہتر وکالت کر سکتی ہے ، البتہ ایک بات سب مرد اور خواتین وکلاء کو مدِ نظر رکھنی چاہیے ، کہ وکالت کا مقصد فاضل جج یا مجسٹریٹ کو رہنمائی دینا مقدمہ کے چھپے ہوئے گوشوں کو منظرِ عام پر لانا اور موکل کے کیس کو بہتر طور پر پیش کرنا ہوتا ہے ، نہ کہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کرنا ۔

میری بعض بہنیں یہ اعتراض کریں گی ، کہ موجودہ قوانین سراسر غیر اسلامی ہیں ، انکی وکالت کرنا مسلمان خواتین کو زیب نہیں دیتا ، مگر اس سلسلہ میں گزارش ہے ، کہ ہم ان قوانین کے نفاذ کو بامر مجبوری برداشت کر رہی ہیں ، اس طرح ان قوانین کی وکالت بھی نہ صرف مجبوری کے تحت کی جائے گی ، بلکہ اس پیشہ میں گھس کر اسکی اصلاح بھی کی جائے ، ہماری پاکستانی خواتین نہ صرف قانون بلکہ پاکستان کے پورے نظام کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں ، اس سلسلہ میں وکیل طبقہ جو عملی کردار ادا کرسکتا ہے ، وہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا ۔

انہیں اصولوں کی بنیاد پر میں اپنی لائق اور باعصمت بہنوں کو جج اور مجسٹریٹ کی کرسی پر بیٹھنے کی بھی سفارش کرونگی ، ایسے تمام مقدمات جس میں کوئی عورت شامل ہو خاتون مجسٹریٹوں کی عدالت میں پیش ہونے چاہییں ۔

پولیس

ہمارے ملک میں زنانہ پولیس پہلے ہی موجود ہے ، اس میں اگر مناسب اصلاحات کر دی جائیں ، اور معاشرے اور محکمہ پولیس کو بہتر اخلاقی بنیادوں پر استوار کیا جائے ، تو یہ محکمہ بھی پرکشش بن سکتا ہے ، خواتین کو انکی تعلیم کے لحاظ سے مناسب ترقیاں دی جائیں ، اور ایسا انتظام ہونا چاہیے ، کہ ایس۔پی۔ کے نیچے کا کوئی عہدیدار اسکے فرائض کی ادائیگی میں دخل انداز نہ ہو ۔ زنانہ مجرموں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا ، انکی

جامہ اور گھر تلاشی وغیرہ لینا اور جیل یا حوالات میں اسکی نگرانی اور خوراک وغیرہ کا انتظام زنانہ پولیس بہتر طور پر کر سکتی ہے ، قیدی عورتوں اور کم عمر بچوں کو زنانہ پولیس اور زنانہ وارڈوں کے ذریعے جرائم پیشہ کو چھوڑنے اور باعزت زندگی بسر کرنے کی تربیت دی جاسکتی ہے -

اندرونِ خانہ پیشے

ان پڑھ خواتین یا کم پڑھی لکھی خواتین یا وہ خواتین جنکو کسی ادارے میں موزوں ملازمت نہ ملتی ہو ، وہ گھر میں بیٹھ کر بھی کسی قسم کے چھوٹے موٹے کام کرکے روپیہ کما سکتی ہیں ، کیونکہ گردشِ ایام کا کوئی علم نہیں کہ کب عورت پر معاشی بار آن پڑے حسنا مقابلہ کرنے کے لئے ہر عورت کو تیار ہونا چاہیے -

دستکاریاں

(الف) بستروں کے سیٹ وغیرہ پر پھول کاڑھ سکتی ہیں ، جو کہ ہاتھ اور پاؤں والی مشین کے ذریعہ بنائے جا سکتے ہیں -

(ب) پڑھی لکھی خواتین تعاونی کمیٹیاں بنا سکتی ہیں ، سربراہ خاتون لوگوں کے گھروں میں جا کر شادی بیاہ کے تیار کرنے والے جوڑے اور سوٹ وغیرہ لا کر دوسری عورتوں کو دیں اور بعد ازاں مناسب اجرت لیکر منافع آپس میں تقسیم کر لیں -

(ج) کروشیے کی لیس ، اور بستروں کے سیٹ بنا کر ضرورتمند گھروں کو دے سکتی ہیں -

(د) سوئیٹر بنا بھی وقت گزاری کا بہترین بہانا ہے ، بعض ماہر خواتین گھریلو کام کاج سے فارغ ہو کر دو روز میں سوئیٹر بن لیتی ہیں ، اون دھونے کی ہوتی ہے ، وہ صرف بن کر دیتی ہیں ، دوکانداروں سے بھی خواتین اسی قسم کا کام لے آتی ہیں -

(س) آج کل نائلون کی تاروں سے چارپائیاں کرسیاں پیڑیاں ، ٹوکریاں اور پرس وغیرہ بنائے جاتے ہیں ، اور یہ کام بھی بازار جا کر دوکاندار سے بات کرکے گھر لا کر بنا سکتی ہیں - اسلامیہ

Sabeeha Hafeez says:- In the urban areas of Pakistan a very high percentage of women work as domestic servants. In 1951, 8.7 percent female workers in domestic service, hospitals, hotels, clubs and restaurants were reported. Their percentage shot up to 21.3 percent in 1961 Census. In Karachi 14.1 percent female workers in this occupation were reported against 85.6 per cent males.(ب329)

کھانا پکانا

بعض خواتین کھانے وغیرہ پکانے کی شوقین اور ماہر ہوتی ہیں ، ایسی بعض خواتین
کیک ، جام ، چٹنی ، مربہ اور اچار وغیرہ بنا کر بازاروں میں دکانداروں کے ہاتھ
فروخت کر سکتی ہیں ۔

کپڑے کی تجارت

اکثر مشاہدہ کیا ہے ، کہ گھروں میں با پردہ خواتین کپڑے فروخت کرتی ہیں ،
گھر کا سربراہ مرد تھوک خرید کر لاتا ہے ، اور محلہ کی عورتیں آکر ان سے خرید
لیتی ہیں ، اس طرح خانگی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ آمدنی کا ذریعہ
بھی بن جاتا ہے ، اس قسم کے کام عموماً عورتیں اپنے زیور بیچ کر شروع کرتی ہیں ،
اور بعد ازاں منافع سے اصل قیمت کو پورا کر لیتی ہیں ، اور دوسرے محلہ کی خواتین
کو بازار نہیں جانا پڑتا ۔

گندم اور چاولوں کا کاروبار

متوسط طبقہ کی خواتین جب فصل کی کٹائی ہوتی ہے ، تب اجناس سستی ہوتی
ہیں ، تو وہ گندم اور چاول وغیرہ خرید کر رکھ لیتی ہیں ، پھر محلہ کی عورتیں جب ضرورت
پڑتی ہے ، تو خرید لیتی ہیں ، کیونکہ غریب لوگ جو سال بھر کی ضرورت کے لئے اکٹھا نہیں
نہیں خرید سکتے ، اس طرح ان کی بھی ضرورت پوری ہو جاتی ہے ، اور فروخت کنندہ
کو بھی مناسب نفع مل جاتا ہے ، ہاں اگر حسب اس نیت سے خریدی جائے ، کہ سال کے
اختتام پر مہنگائی ہونے پر فروخت کی جائیگی ، تو یہ بات شرعاً ممنوع ہے ۔
اسکے علاوہ عورتیں ، سوت کات کر ، مرغی خانے کھول کر ، اور سبزیاں لگا ، وغیرہ سے
کر اپنی ضروریات پوری کر سکتی ہیں ۔

اسلامی حکومت میں معاشرہ کی اصلاح و تربیت

اسلامی معاشرہ کی اصلاح و تربیت کا سارا کام محض قانون کے ڈنڈے سے
نہیں لیا جاتا ، بلکہ تعلیم ، نشرواشاعت اور رائے عامہ کا دباؤ ، اس کے ذرائع اصلاح
میں خاص اہمیت رکھتے ہیں ۔ ان تمام ذرائع کے استعمال کے بعد اگر کوئی خرابی باقی
رہ جائے ، تو اسلام قانونی وسائل اور انتظامی تدابیر استعمال کرنے میں بھی تامل نہیں
کرتا ، عورتوں کی عریانی اور بے حیائی فی الواقع ایک بہت بڑی بیماری ہے ، جسے کوئی
بھی اسلامی حکومت برداشت نہیں کر سکتی ، یہ بیماری اگر دوسری تدابیر اصلاح سے
درست نہ ہو ، یا اس کا وجود باقی رہ جائے تو یقیناً اسکو ازروئے قانون روکنا پڑے گا ، اسی کا
نام اگر شہری آزادی پر ضرب لگانا ہے ، تو جواریوں کو پکڑنا اور جیب کتروں کی آزادی سا

بھی شہری آزادی کے مترادف ہے ، اجتماعی زندگی لازماً افراد پر کچھ پابندیاں عائد کرتی ہے ، افراد کو اس کے لئے آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا ہے ، کہ وہ اپنے ذاتی رجحانات اور دوسروں سے سیکھی ہوئی برائیوں سے اپنے معاشرے کو خراب کریں ۔

گرلز گائیڈ کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں ایپوا قائم رہ سکتی ہے ، بشرطیکہ وہ اپنے دائرہ عمل میں رہ کر کام کرے ، اور قرآن کا نام لے کر قرآن کے خلاف طریقے استعمال کرنا چھوڑ دے ، وائی ، ایم ، سی ، اے عیسائی عورتوں کے لئے رہ سکتی ہے ، لیکن کسی مسلمان عورت کو اس میں گھسنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ۔مسلمان عورتیں چاہیں تو وائی ، ڈبلیو ، ایم ، اے بنا سکتی ہیں ، بشرطیکہ وہ صریحاً اسلامی حدود میں رہیں ۔ (330)

احکام الٰہی کی رو سے انسان کو اپنے تئیں ھلاکت میں ڈالنا منع ہے ، لاتلقوا بایدیکم الی التھلکة ، ہم نے اللہ اور رسول اور قرآن و سنت سے صرف خود کو اور پوری ملت پاکستانیہ کو اس راہ پر ڈال دیا ہے ، جو صرف ھلاکت کی طرف لے جاتی ہے ، چنانچہ آج یہ حال ہے ، کہ ہمارے معاشرے میں ہر قسم کے رزائل سرایت کر چکے ہیں ، حد یہ ہے ، کہ عزت و جان بھی اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھوں خطرے میں رہتی ہے ۔ (331)

اسلام کا نظامِ معاشرت

اسلام جہاں جماعتی اور معاشرتی اصلاح کرتا ہے ، وہیں فرد کو بھی نظرانداز نہیں کرتا ، بلکہ اس کی اصلاح کو نقطہ آغاز قرار دیتا ہے ، کیونکہ وہ معاشرہ کی بنیادی اکائی ہے ، اور اسکی اصلاح معاشرہ کا مدار ہے ، اس لئے اسکی نظر میں فرد اور سماج دونوں کی اصلاح و تربیت یکساں اہمیت رکھتی ہے ۔

اسلام ہر فرد کی جداگانہ شخصیت کا قائل ہے ، وہ انسان کو محض نظامِ اجتماعی کا ایک بے جان اور معطل پرزہ یا ماحول کا ایک پرتو محض نہیں سمجھتا ، بلکہ اسے معاشرہ کا انتہائی اہم جزو اور اصل تاریخ ساز قرار دیتا ہے ، وہ ایک طرف تو اس میں احساس

(329-ب) Sabeeha Hafeez: The Metropolitan Women In Pakistan Studies, P-42.

(330) رسائل و مسائل ، حصہ چہارم ، ص 263 ۔

(331) حکیم محمد سعید : نورستان قرآن حکیم اور ہماری زندگی ، کراچی ، 1984ء ، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس 293 ۔

پیدا کرتا ہے ، انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار اور اپنی پوری زندگی کے لئے خدا کے سامنے جواب دہ ہے ، خدا کے سامنے ہر فرد کی ذمہ داری انفرادی ہے ، اور اس طرح خود معاشرہ میں بھی ہر فرد کی شخصیت کے تحفظ اور نشو و ارتقاء کا پورا پورا موقع ہونا چاہیے ۔ ارشاد باری تعالی ہے :۔

من عمل صالحاً فلنفسہ ومن أساء فعلیھا ۔

یعنی جس کسی نے نیک کام کیا تو اپنے لئے کیا ، اور جس کسی نے برائی کی تو خود اسکے آگے آئے گی ۔ (332)

ایک حدیث میں انسان کی زندگی کو اس طرح ذمہ دار بنایا گیا ہے :۔

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ ۔ (333)

یعنی تم میں سے سب ذمہ دار اور نگران ہیں ، اور ہر ایک سے ذمہ داری کے بارے میں باز پرس ہوگی ۔

معاشرتی اصلاح

اسلام انفرادی اصلاح کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کی تعمیر و تشکیل کے لئے بھی واضح ہدایات پیش کرتا ہے ، اسکے نزدیک معاشرہ کی اصلاح اتنی ضروری ہے ، جتنی خود فرد کی اصلاح ، اسکے برعکس جدید مغربی تحریکات کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے ، کہ وہ محض خارج میں تبدیلی کرکے نظام زندگی میں انقلاب لانا چاہتی ہیں ، انہوں نے فرد کو نظر انداز کیا ، نتیجۃً انکا اصلاحی پروگرام کامیاب نہ ہو سکا ، دوسری طرف مشرق کےمذہبی نظاموں نے صرف فرد کی اصلاح کی اور اسکی روح کو جلا بخشنے کے پروگرام بنائے ، مگر اجتماعی زندگی کی درستگی سے بالکل صرف نظر کیا ، اور نتائج کے اعتبار سے یہ نظام بھی ناکام رہے ، لیکن اسلام دونوں کو یکساں اہمیت دیتا ہے ، عمومی طور پر اسلام ایک ایسے معاشرے کا طالب ہے ، جو ہمہ گیر مصنوعی اختلافات سے پاک ، تعصبات اور مکروہات سے منزہ ، نسل ، رنگ ، وطن زبان کی حد بندیوں ، اور جغرافیائی سرحدوں سے پرے ، مساوات ، اجتماعی عدل و انصاف ، اور عالمگیر برادری کی بنیاد پر قائم ہو ، اور ایک فکری ، اخلاقی ، نیز اصولی معاشرہ ہو ، جس کے افراد میں باہم ہمدردی ، انسانیت ، اور مواسات کا رشتہ ہو ۔ (334)

---

(332) القرآن الحکیم ، سورۃ حم السجدہ : 46 ۔

(333) خورشید احمد : اسلامی نظریہ حیات ، فضلی سنز لمیٹڈ ، کراچی یونیورسٹی کراچی ، 1986ھ ، ص 410 ۔

(334) ایضاً ایضاً ایضاً ، ص 411 ۔

معاشرے میں عورت کا کردار

قرآن کریم عورت کی انفرادیت اور اسکے الگ وجود کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے، بلکہ اسکی اہمیت پر اسقدر زور دیتا ہے، کہ اسکے وجود کے بغیر ہماری کی ساری انسانیت خواہ اسکی نوعیت مادی ہو یا روحانی، نامکمل ہو کر رہ جاتی ہے، پھر آیاتِ قرآنیہ بھی اسکی تائید کرتی ہیں، کہ لفظ "انسان" کا اطلاق عورت پر اسی طرح ہوتا ہے، جس طرح مرد پر، عورت کی پیدائش اور زندگی کا بھی وہی مقصد ہے، جو مرد کی پیدائش اور زندگی کا، وہ بھی اپنے تمام دینی اور دنیاوی کاموں اور فرائض کی بجا آوری میں اسی طرح آزاد اور خود مختار ہے، جس طرح مرد، وہ بھی روحانی اور جسمانی ترقیات پر گامزن ہو کر بلند سے بلند مقام حاصل کر سکتی ہے، جس طرح مرد کر سکتا ہے، غرض یہ کہ قرآن کریم دین اور دنیا کے ہر میدان یعنی ارضی و سماوی ہر دو زندگیوں میں عورت کو اسکا صحیح مقام اور اسکے وہ تمام حقوق جو اسے بحیثیت مطلق عورت، بحیثیت بیٹی، ماں، اور بیوی کے حاصل ہوتے ہیں، دلوانے کیلئے باقاعدہ قانون مرتب کرتا ہے، وہ قانون جو عورت کو مرد کی طرح پوری حقوق دے کر اسکی حفاظت کی پوری پوری ذمہ داری لیتا ہے، اور اسکی ہر قسم کی ترقیات کے لئے مواقع مہیا کرتا ہے۔

قرآن کریم نے عورت سے متعلق احکام میں عورت کی خالص نسوانیت کو نظر انداز نہیں کیا، عورت کے بارے میں اسلامی احکام میں اسکے نسوانی پہلو کا خاص خیال رکھا گیا ہے، یہی وجہ ہے، کہ قرآن کریم کے معاشرتی و اخلاقی احکام کا ایک حصہ خاص عورت سے متعلق ہے۔

المختصر: اسلامی طریقِ زندگی میں عورت کا اصل جوہر عصمت و عفت پاکدامنی اور نئی پود کی تعلیم و تربیت ہے، اگر عورت اس فرض سے غافل ہو کر دوسری چمکدار چیزوں کے پیچھے بھاگتی پھرے تو معاشرے میں وہ اختلال ہوگا، جو پھر صدیوں کی کاوش سے بھی درست نہ ہوگا، معاشرہ کی صحتمندی اور سلامت روی کے لئے ضروری ہے، کہ عورت اپنے دائرہ عمل کو نظر انداز نہ کرے، شعبہ خدمتِ خلق، سوشل ورک اور نئی پود کی تعلیم و اخلاق تربیت اتنے وسیع دائرے ہیں کہ اگر خواتین ان سے بخوبی عہدہ برآں ہوں تو ہمارا معاشرہ ایسا مثالی معاشرہ ہوگا، کہ دوسری قومیں اور ملک اسکو رشک کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

عورت اپنے مطالعہ کو وسیع کرے، ذہنی طور پر ترقی کرے، مسائلِ حاضرہ سے واقفیت رکھے، لیکن یاد رکھیے، کہ ہر چمکدار چیز سونا نہیں ہوتی، عورت کو وہ علوم سیکھنے

چاہیں ، جو اسے قوم اور نسل کے لئے مفید بنائیں ، اسے شجاع ہونا چاہیے ،
قومی درد رکھنے والی ہو ، اعلیٰ اخلاق و کردار کی مالک ہو ، قربانی کرنے والی ہو ،
خدا کی رضا کی راہ پر چلنے والی ہو ، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کے علوم کے نادر نکات بیان کرے ، وہ فاطمۃ الزہرا ؓ کی دین کو دنیا پر مقدم کرے ،
خنسا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح بنے ، جو میدان جنگ میں بچوں کو شجاعت کا سبق
دے ، الغرض ؛ وہ مسلمان عورت بنے ، اور وہ اپنے اسلاف کی جانشین ہے ۔

Afzular Rehman says :-

A Muslim woman in modern society, as such, her every act and movement, inside or outside the house, will be considered an act of 'ibadah and virtue if it is performed to seek the pleasure (Ridwan) of Allah. Even the nursing of the baby, nourishing the children and training them is instrumental in lifting her spiritually in the Sight of Allah. The enjoyment of her matrimonial pleasure and joy will equally enhance her station and raise her status. In other words, with every step she takes in formally engaging in 'ibadah or doing her household duties while remembering the pleasure of her lord, she advances spiritually and gets closer to Allah.(335)

If we carefully study Islamic society, even though it is not fully in practice at the moment any where in the world, at least in theory, as it was presented and practised by the prophet of Islam in the early period of our history, we shall have some idea as to how far Islamic society fulfils these conditions in respect of woman. We will see some of the results of these efforts in practice, as observed during the early period of Islam. And we shall be able to consider how far it is feasible and practical for us to create those conditions in our existing societies, so that woman can play her role in full, as required by the Qur'an and Sunnah, in building Modern societies and contributing her proper and full share to the enrichment of our culture and civilisation.(336)

---

(335) Afzular Rahman : Role of Muslim Woman in Society, Seerah Foundation London, 1986, P-132.

(336) -Aibi- .... P-7-8.

اسلامی نظام معاشرت اور مسلمان عورت کے حقوق

اسلامی نظام معاشرت اور مسلمان عورت کے حقوق

قبل از اسلام انسانیت جو کہ گمراہی اور ضلالت کے راستے پر گامزن تھی ، تعلیمات نبوی سے کلیۃ بدل گئی ، عورت کو معاشرتی تحفظ دیا گیا ، نکاح کے معاملے میں عورت کو آزادی دی گئی ، خلع کا اختیار عورت کو دیا گیا ، قانون وراثت میں (بحیثیت بیٹی ، ماں ، بہن اور بیوی کے حقوق محفوظ کیے) عورت کو معاشی جدوجہد کی اجازت دی گئی ، اس کا حق ملکیت تسلیم کیا گیا ، اسلام کے نظام حدود و تعزیرات میں عورت اور مرد کی ناموس کی حفاظت کیلئے قانون وضع کئے گئے ، قانون شہادت میں بھی عورت کو مخصوص حالات کے اندر گواہی دینے کا حکم دیا گیا ۔

الغرض اسلام وہ پہلا مذہب ہے ، جس نے عورت کو ان حقوق سے نوازا جسے زمانہ دیر بعد اس پر فخر کرتا رہے گا ۔ ہم پہلے تعارفاً قبل از اسلام عورت کی حیثیت اور مقام کا تذکرہ کرتے ہیں ، اس کے بعد قرآن و سنت کے حوالے سے مختلف مداہائے زندگی میں جو عورت کو حقوق ملے ہیں ، بیان کریں گے ، تاکہ ان کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے ۔

مختلف حیثیتوں سے عورت کا مقام

اسلام سے پہلے عورت کی نہ کوئی حیثیت تھی ، اور نہ کوئی عزت ، بیٹی پیدا ہوتی ، تو اسکو زندہ درگور کر دیا جاتا ۔(1) اگر بچ جاتی تو جس مرد کی بیوی بنتی ، اس کے لطف و کرم پر زندگی گزار دیتی ۔(2) وہ جیسا سلوک چاہتا اس سے کرتا ، اسے کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہوتا ۔ اگر وہ اسے جوے میں بھی ہار دیتا تو اسے بھی معیوب نہ سمجھا جاتا ۔ (3) باپ کے مرنے پر بیٹا اس کی بیوی (سوتیلی ماں) سے شادی کر لیتا ، تو یہ اسکا

---

(1) الف ۔ القرآن الحکیم ؛ سورۃ التکویر ؛ 8 ۔ 9 ۔ واذا الموءدۃ سئلت ○ بایّ ذنب قتلت ○ ۔

ب ۔ تدبر قرآن ؛ جلد ہشتم ، ص 343 ۔ ولا یقتلن اولادھن ۔

ج ۔ تفسیر الکشاف ، المجلد الرابع ، ص 222 ۔ وقیل کانت الحامل إذا أقربت حفرت حفرۃ فتمخضت علی راس الحفرۃ ، فاذا ولدت بنتا رمت بہا فی الحفرۃ ۔

د ۔ تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الرابع ، ص 478 ۔ قال جاء قیس بن عاصم الی النبیؐ انی وأدت ثمان بنات لی فی الجاھلیۃ ۔

س ۔ فتح الباری شرح البخاری ، المجلد العاشر ، ص 407 ، واذا وضعت أنثی طرحتھا فی الحفیرۃ ۔

(2) رئیس احمد جعفری : اسلامی جمہوریت ، ص 191 (اشاعت اول)

(3) تاریخ اسلام ، جلد اول ، ص 9 ۔ 10 ۔

حق سمجھا جاتا ۔ (4) لا تعداد بیویوں اور لونڈیوں کا عام رواج تھا ۔ (5)
لیکن اسلام نے سب سے پہلے عورت کی صحیح حیثیت کو تسلیم کیا ، پھر اسے
ذلت و رسوائی کی دلدل سے نکال کر عزت کے تخت پر بٹھایا ، بیویوں کی تعداد
کو چار تک محدود کر دیا ۔ (6) لیکن ان کے درمیان عدل و انصاف کو مشروط
ٹھہرایا ۔ (7) لونڈیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ۔ (8) ماں ، بہن ،

---

(4) الف ۔ ابو بکر الجصاص : احکام القرآن ، الجزء الثانی ، ص 146 ۔ اباحۃ النکاح فی من عدا المحرمات المذکورۃ ۔

ب ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 354 ۔ حرمت علیکم امہاتکم و بناتکم ۔

ج ۔ ضیاء القرآن ، جلد اوّل ، ص 330 ۔ لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھاً (سورۃ نساء ۱۹)

د ۔ سیرۃ النبی ، جلد چہارم ، ص 295 ۔

س ۔ عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 26 ۔

ص ۔ تفسیر مظہری ، جلد دوئم ، ص 448 ۔

ص ۔ تدبر قرآن ، جلد دوئم ، ص 41 ۔

ض ۔ تفسیر ابن کثیر ، المجلد الاوّل ، ص 557 ۔ مزید ملاحظہ فرمایئے :۔
بائبل بھی ماں کی نافرمانی ایک جرم قرار دیتی ہے "لعنت ہے ، اس پر
جو اپنے باپ کی بیوی سے مباشرت کرے ، کیونکہ وہ اپنے باپ کے دامن
کو بے پردہ کرتا ہے" (استثناء ، باب 27 ، آیۃ 20 ، ص 192 ۔)
"اور وہ دونوں ضرور جان سے مارے جائیں گے ، ان کا خون انہی کی گردن
پر ہوگا" (احبار ، باب 20 ، آیۃ 14 ، ص 113 ۔
اسی طرح ہندوؤں کے ہاں بھی ماں کی عظمت کا پتہ چلتا ہے ۔ "جو
اپنی ماں سے جماع کرے ، وہ گرم لوہے سے لپٹ کے اپنے تئیں تمام کرے" ۔
(دھرم کا ظہور ، حصہ دوئم ، ظہور دوازدہم ، گیارھویں ادھیا کا انتخاب
اشلوک 12 ، ص 27)

(5) فلسفہ شریعت اسلام ، ص 28 ۔ (6) القرآن الحکیم : سورۃ النساء : 3 ۔
فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث وربع فان
خفتم الا تعدلوا فواحدۃ ۔

(7) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء ، 3 ۔ او ما ملکت ایمانکم ۔ ذلک ادنیٰ الا تعولوا ۔

(8) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء ، 1147 ۔

ب ۔ تفسیر مظہری ، جلد دوئم ، ص 500 ۔ 521 ۔ (ج) تدبر قرآن ، جلد چہارم ، ص 524 ۔
(سورۃ النور : 33 ۔) ولا تکرھوا فتیٰتکم علی البغاء ان اردن تحصناً ۔

تب سجدہ کیا ، ان فرشتوں نے سارے اکٹھے ، مگر ابلیس نے نہ مانا ، کہ ساتھ ہو سجدہ کرنے والوں کے ، فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھ کو ؟ کہ نہ ساتھ ہوا ، سجدے والوں کے ، بولا ، میں وہ نہیں کہ سجدہ کروں ، ایک بشر کو ، کہ تونے بنایا کھنکھناتے سنے گارے سے ، فرمایا ، تو تو نکل یہاں سے ، تجھ پر پھٹکار ہے ، اور تجھ پر پھٹکار ہے ، انصاف کے دن تک ۔

انسان کو کتنا بڑا شرف حاصل ہے ، کہ اسکی تخلیق کا آغاز اللہ قادر مطلق نے اپنے ہاتھ سے فرمایا ، اور خود اس میں اپنی روح پھونکی ، شیطان نے شرف انسان کا انکار کیا ، تو اللہ تعالی نے اپنی بارگاہ سے اسے نکل جانے کا حکم دے دیا ۔

پہلے انسان کی تخلیق کے بعد اس کے سکون کی خاطر اس کی زوجہ کو پیدا کیا ہے ، پھر جوڑے سے نسل انسانی کو ساری دنیا میں پھیلا دیا ۔

لیکن مرور زمانہ کے ساتھ عورت کو اس کے صحیح مقام سے گرا دیا گیا ، وہ جس نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاءاکرام کو جنم دیا ، وہ معاشرے میں اہم کردار ادا کرتی تھی ، جو مرد کی اولاد کی پرورش کرتی تھی ، جو سکون و راحت کا ذریعہ اور سبب بھی تھی ، اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ، وہی ذلت و خواری کا نشانہ بن گئی ، وہ عقل و شعور کی تمام خوبیوں سے عاری اور خالی سمجھی جاتی تھی ، اسے منجملہ جائداد میں شمار کرتے تھے ۔ (11) نکاح اور طلاق وغیرہ تمدنی اور معاشرتی امور میں اسے کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا ۔ (12)

جہالت کے نکاح

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے :-

ان النکاح فی الجاھلیۃ کان علی أربعۃ انحاء فنکاح منھا نکاح الناس الیوم یخطب الرجل الی الرجل ولیتہٗ أو ابنتہٗ فیصدقھا ثم ینکحھا ، ونکاح آخر ، کان الرجل یقول لامرأتہ اذا طھرتْ من طمثھا أرسلی الی فلانٍ فاستبضعی منہ و یعتزلھا زوجھا ولا یمسّھا حتّٰی یتبین حملھا من ذلک الرجل الذی تستبضع منہ ، فاذا تبین حملھا أصابھا زوجھا اذا أحبّ ، وإنما یفعل ذٰلک رغبۃً فی نجابۃِ الولد فکان ھذا النکاح نکاح الاستبضاع ، ونکاح آخر یجتمع الرَّھطُ مادُوْنَ العشرۃِ فیدخلون علی المرأۃ کلھم یصیبھا فاذا حملتْ ووضعتْ و مرّ علیھا

---

(11) اسلام اور عورت ، ص 25 ۔
(12) ایضاً ، ص 21 ۔

ليالي بعد ان تضعُ حملَها ارُسلت إليهم فلم يُستطعْ رجلٌ منهم ان يمتنعْ حتى يجتمعوا عندها تقول لهم قد عرَفتم الذى كان من اُمركم و قد ولدت فهو ابنك يا فلان تسمى من اُحبت باُسمه فيلحق به ولدها لا يستطيع ان يمتنع به الرجال ، و نكاح الرابع يجتمع الناس الكثير فيدخلون على المراة لا تمتنع ممن جاءها و هن البغايا كُنّ ينصبن على اُبوابهن رايات تكون علما ، فمن اُرادهن ، دخل عليهن ، فاذا حملت احداهن ووضعتْ حمعوا لها ودعوا لهم القافة ثم الحقوا ولدها بالذى يرونَ فالتاط به ودعى ابنه لا يمتنع من ذلك ، فلما بعث محمد صلى الله عليه وسلم بالحق هدم نكاح الجاهلية كله الا نكاح الناس اليوم - (13)

یعنی : بے شک جہالت کے زمانے میں چار نکاح تھے ، ان میں سے ایک نکاح جو آج بھی لوگوں میں معروف ہے ، وہ تھا ، کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے اسکی بیٹی ، بہن کا رشتہ مانگتا ، پھر مہر ادا کرتا ، اور عورت سے نکاح کر لیتا - اور دوسرا نکاح یہ تھا ، کہ خاوند اپنی بیوی سے کہتا ، جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی ، کہ فلاں شخص کے پاس جا اور اس سے بیٹا لے کر آ ، اسکا خاوند اس سے الگ رہتا ، اور اس وقت تک بیوی کو ہاتھ نہ لگاتا ، جب تک اس آدمی سے اسکا حمل نہ ظاہر ہو جاتا ، جس سے وہ بچہ لینے گئی تھی ، جب حمل ظاہر ہو جاتا ، پھر اگر اسکا خاوند پسند کرتا تو اس سے میاں بیوی کا تعلق قائم کرتا ، مرد یہ کام اولاد کو اونچا نسب دلانے کی خاطر کرتا ، اور اس نکاح کو نکاح استبضاع کہتا جاتا تھا - تیسرا نکاح یہ تھا ، کہ دس سے کم لوگ ایک عورت کے پاس آتے تھے ، وہ سب کی حاجت کو پورا کرتی ، یہاں تک کہ وہ حاملہ ہو جاتی اور بچہ جنتی ، جب چند راتیں گزر جاتیں ، تو وہ سب کو بلا لیتی ، ان میں سے کسی کی جرأت نہ ہوتی کہ اس عورت کے بلانے پر نہ جائے ، یہاں تک کہ وہ سب مرد اس کے پاس جمع ہو جاتے ، وہ ان سے کہتی کہ جو معاملہ تمہارا میرے ساتھ رہا ہے ، تم اس سے واقف ہو ، اب میں نے لڑکا جنا ہے ، اے فلانے یہ تیرا بیٹا ہے ، وہ اس کا نام پکار دیتی ، جس کو وہ پسند کرتی ، پس وہ اس کے بیٹے کو لے لیتا ، اور اس

---

(13) الف - صحیح البخاری ، الجزء السابع ، ص 20 -
ب - نیل الاوطار ، الجزء السادس ، باب ذکر انکحۃ الکفار واقرار ہم علیہا ، ص 338 -
ج - المرأۃ فی عالمی العرب والاسلام ، المجلد السادس ، ص 12 - 13 -
د - حقوق النساء فی الاسلام ، ص 19 -
س - سیرۃ النبی ، جلد چہارم ، ص 293 - 294 -

کی انکار کرنے کی جرأت نہ ہوتی ، عورت کے کہنے کے مطابق اس کو بیٹا
بنا لیتا ۔ اور چوتھا نکاح یہ تھا ، کہ بہت سے لوگ ایک عورت پر داخل ہوتے ،
وہ ان میں سے کسی کو منع نہ کرتی ، اور یہ فاحشہ عورتیں ہیں ، اور ان کے
گھروں پر جھنڈے نصب ہوتے ، تاکہ ان کی جگہ کی نشانی رہے ، پس جو کوئی
ارادہ کرتا ، ان کے پاس آتا ، وہ کسی کو نہ روکتیں ، جب ان میں کوئی حاملہ
ہوتی ، بچہ جنتی تو اس کے پاس آنے والے مرد جمع ہوتے ، اور قیافہ شناس کو بلا
لیتے اس کے قیافے کے مطابق جس کا بیٹا سمجھتے ، اس کے سپرد کر دیتے ، وہ
اسی کا بیٹا کہلواتا ، اس میں کوئی رکاوٹ نہ تھی ، جب محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو جہالت کے تمام نکاحوں کو ختم کر دیا
گیا ، سوائے اس نکاح کے جو آج لوگوں میں معروف ہے ۔

اس حدیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے ، کہ جہالت میں عورت کا کیا مقام
تھا ، اور نکاح جیسی سنت کا کیا حال ہوگیا تھا ، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

اربع من سنن المرسلین الحناء والتعطر والسواک والنکاح ۔ (14)

یعنی : چار چیزیں مرسلین علیہم السلام کی سنت ہیں ، حیاء ۔ خوشبو لگانا ،
مسواک کرنا ، اور نکاح کرنا ۔

حضرت عمر فاروق سے مروی ہے :-

واللہ ان کنا فی الجاھلیۃ ما نعد للنساء امرا حتی انزل اللہ فیھن
ما انزل و قسم لھن ما قسم ۔ (15)

یعنی : اللہ کی قسم ہم جہالت کے زمانے میں عورت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے
تھے ، یہاں تک کہ اللہ نے اس کے بارے میں جو نازل کرنا تھا ، وہ کیا ، اور جو
ان کو دینا تھا دیا ۔

یہ اسلام ہی کی برکت ہے ، کہ عورت کو عزت و تکریم سے نوازا گیا ، مردوں کو

---

(14) الف ۔ مشکوۃ المصابیح ، نصف الثانی ، کتاب النکاح ، الفصل الاول ، ص 267 ۔
ب ۔ صحیح البخاری ، الجزء السابع ، کتاب النکاح ، باب الا کفاء فی الدین ، ص 9 ۔
ج ۔ زکی الدین عبد العظیم : الترغیب والترھیب ، الجزء الثالث ، ص 40
حدیث 3 ۔ اربع من سنن المرسلین ، الحناء والعطر و السواک والنکاح ۔
د ۔ شمس الدین السرخسی : کتاب المبسوط ، الجزء الرابع ، ص 193 ۔
قال صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث ، من سنن المرسلین النکاح ، والعطر و حسن الخلق ۔
س۔ مشکوۃ المصابیح ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، الفصل الاول ، ص 267 ۔ ص) عمر رضا کحالہ: المسواج ، المجلد الاول ، ص 43 ۔

(15) ۔ منھاج ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ اول ، ص 21 ۔

اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ۔

بیویوں کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں خاوندوں اور بیویوں کے لئے آیت کے ایک ٹکڑے میں جو فرمایا ہے ، اس میں میاں بیوی کا تعلق اپنے معراج پر نظر آتا ہے ، ارشاد ہوتا ہے :-

" ھن لباس لکم و أنتم لباس لھن ۔ (16)

" امام فخر الدین الرازی "التفسیر الکبیر" میں فرماتے ہیں :-

کہ مرد و عورت کو ایک دوسرے کیلئے لباس کی طرح تشبیہہ دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے ، کہ لباس جس طرح انسان کو سردی ، گرمی اور دیگر مضرات سے بچاتا ہے ، اسکے عیوب اور نقائص کو چھپاتا ہے ، اسی طرح مرد و عورت ایکدوسرے کو بہت سے مفاسد میں پڑ جانے سے بچاتے ہیں ، اور ایک دوسرے کیلئے پردہ پوشی کا کام کرتے ہیں " (17)

مولانا مودودی فرماتے ہیں :-

" میاں بیوی کے لئے لباس کا استعارہ ایک نہایت بلیغ استعارہ ہے ، لباس کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے ، کہ وہ آدمی کے جسم کے لئے ساتر ہوتا ہے ، اس سے اس کے عیوب برہنگی کو پردہ پوشی نصیب ہوتی ہے ، یہ نہ ہو تو آدمی ننگا ہو کر حیوانات کے درجے میں آجائے ، ٹھیک اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کے جنسی جذبات و داعیات کے لئے پردہ فراہم کرتے ہیں ، ان کے اندر جو صنفی میلانات اُبھرتے ہیں ، وہ ان کی تسکین اور آسودگی کیلئے خود اپنے اندر سامان رکھتے ہیں ۔ (18)

مولانا مودودی "حقوق الزوجین" میں فرماتے ہیں :-

" ان کے دل انکی روحیں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ متصل ہیں ، اور وہ ایک دوسرے کی ستر پوشی کریں " (19)

---

(16) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 187 ۔

(17) التفسیر الکبیر ، الجزء الخامس ، ص 106 ۔

(18) تفہیم القرآن ، جلد اوّل ، ص 145 ۔

(19) ابوالاعلیٰ مودودی : حقوق الزوجین ، ص 22 ۔

امام شمس الدین سرخسی فرماتے ہیں :-

لیرغب فیه المطیع والعاصی ، المطیع للمعانی الدینیة والعاصی لقضاء الشهوة ۔ (20)

یعنی : تاکہ اس میں اطاعت اور نافرمان دونوں رغبت کریں ، اور اطاعت گزار تو دینی مقاصد کی تکمیل تحصیل کیلئے اور نافرماں تقاضائے شہوت کیلئے ، اولین مقصد عفت و عصمت و اخلاق کی حفاظت مطلوب ہے ۔ تاکہ دونوں ایک دوسرے کے قریب رہیں ، پیار و محبت سے اپنی زندگی کو خوبصورت بنا لیں ۔

حق مہر

نکاح کے بعد عورت کا سب سے پہلا مرد پر حق یہ ہے ، کہ مقرر کردہ مہر کی رقم عورت کو ادا کی جائے ، ہمارے ہاں مہر کے بارے میں افراط و تفریط سے کام لیا جاتا ہے ، ایک طرف تو کثیر رقم مقرر کر دی جاتی ہے ، اور دوسری طرف مہر باندھنے یا لینے کو توہین سمجھا جاتا ہے ، 32 روپے ۱۰ آنے میں کوشرعی مہر سمجھ لیا جاتا ہے ، حالانکہ مہر کی یہ رقم قرآن و سنت میں کہیں بھی بیان نہیں کی گئی ، طریقہ مسنونہ یہ ہے ، کہ مہر مرد کی حیثیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ، نہ صرف مقرر کیا جائے ، بلکہ نکاح کے موقعہ پر ادا کر دیا جائے ، قرآن و سنت کی یہی تعلیم ہے ، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا :-

اذا اتیتموهن اجورهن ، "معروف طریقے سے ان کے مہر ان کو ادا کر دو "۔ (21) الف

جس طرح تمہارے لئے شریف اور پاکدامن عورتوں سے نکاح جائز ہے ، اس طرح شریف اور پاکدامن کتابیات سے بھی نکاح جائز ہے یہ اجازت مشروط ہے ، با عزت عورتیں اہل کتابیہ کی جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو ۔ (21) ب ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

اٰتوهن اُجورهن بالمعروف ۔ (22) الف ۔

اگر کوئی شخص کسی شریف زادی سے نکاح کی قدرت نہیں رکھتا ، تو وہ کسی مسلمان لونڈی سے نکاح کرلے اور ان لونڈیوں کو دستور کے مطابق مہر دیا جائے ، نیز یہ لونڈیاں بھی قید احصان کی پابند ہو کر رہیں ۔ (22) ب ۔

---

(20) شمس الدین السرخسی : کتاب المبسوط ، الجزء الرابع ، ص 194 ۔

(21) الف ۔ القرآن الحکیم ، سورۃ المائدہ ، 5

ب ۔ تدبر قرآن ، جلد دوئم ، ص 237 ۔

(22) الف ۔ القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 25۔

ب ۔ تدبر قرآن ، جلد دوئم ، ص 51 ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

واتوالنساء صدقتہن نحلۃ ۔ (23)

مولانا ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں :-

کہ قتادہ نے "نحلۃ" کا ترجمہ "فریضہ" کیا ہے ، بعض لوگوں نے "نحلۃ" کا ترجمہ "عطیہ اور بخشش" کیا ہے ، یعنی اللہ کی طرف سے عورتوں کو مہر (ضروری قرار دینا) ایک مہربانی اور عطیہ ہے ، اور چونکہ حق مہر عورتوں کو اللہ کی طرف سے عنایت کیا ہوا ہے ، اور مردوں کے ذمے وہ فرض اور لازم ہوگیا ، اس کا لحاظ کرتے ہوئے نحلۃ کا ترجمہ "فریضہ" کیا گیا ہے ۔ (24)

مولانا پیر محمد کرم شاہؒ فرماتے ہیں :-

"اس آیت سے مہر کا وجوب ثابت ہوتا ہے ، جب تک عورت خوشی سے سارا مہر یا اسکا کوئی جزو معاف نہ کرے ، وہ مرد کے ذمے واجب الادا رہتا ہے ۔ (25) الف۔

قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں :-

"نحلۃ عطیۃ اذا عطاہ ایاہ عن طیب نفس بلا توقع عوض" ۔ (25) ب ۔

نحلہ اس عطیہ کو کہتے ہیں ، جو خوشی خوشی کسی معاوضہ کے لالچ کے سوا دیا جائے ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کے مہر ادا فرمائے ، اور اپنی بیٹیوں کے مہر ادا کروائے ، حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں دیا ، تو آپ کا مہر موقع ہی پر ادا کیا ۔

ارشاد نبوی ہے :-

فزوجہا النجاشی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و امہرہا عنہ اربعۃ الآف و بعث بہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ (26)

---

(23) ۔ القرآن الحکیم ، سورۃ النساء ، 4

(24) تفسیر مظہری ، جلد دوئم ، ص 484 ۔

(25) الف ۔ ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 319 ۔ (ب) تفسیر بیضاوی ، ص 103 ۔

(26) الف ۔ نیل الاوطار ، الجزء السابع ، ص 352 ۔ حدیث 9 ۔

ب ۔ ابو داوٗد : سنن ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب الصداق ، ص 235 ، حدیث 2105 ۔

ج ۔ حافظ المنذری : مختصر سنن ابو داوٗد ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب الصداق ، ص 46 ، حدیث 2019 ۔

د ۔ المنتقی من اخبار المصطفیٰ ، الجزء الثانی ، ص 545 ، حدیث 3561 ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر ازواج کو جو مہر دیے ، اسکی وضاحت حدیث سے ملتی ہے :-

عن ابی سلمۃؓ قال : سألت عائشۃؓ : کم کان صداق النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت ، کان صداقہ فی ازواجہ اثنتی عشرۃ أوقیۃ ونشا ۔ (27)

عموماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور صحابہ کے زمانے میں مہر کی رقم پانچ درہم ہوا کرتی تھی ، جسکا وزن بارہ اوقیہ سے کچھ اوپر ہوتا تھا ، لیکن جو مہر ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا ، وہ قرآنی آیات ہی کو اس کی طرف سے مہر مقرر کر دیا جاتا تھا ، ایک غریب انسان کا آپؐ نکاح پڑھاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :-

"هل معک من القرآن شئی ... ؟ قال نعم سورۃ کذا أو سورۃ کذا سور أسماها فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد زوجتکها علی ما معک من القرآن ۔ (28)

اس پر شاہ صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" میں فرمایا ہے :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سورت قرآنی کی تعلیم کو مہر قرار دیا ، کیونکہ سورتوں کی تعلیم کچھ اہم بات نہیں ، ایک مسلمان کو اس کی

---

(27) الف ۔ مشکوۃ المصابیح ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب الصداق ، الفصل الاول ، ص 188 ، حدیث 2 ۔

ب ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الاول ، کتاب النکاح ، باب صداق النساء ، ص 607 ، حدیث 1886 ۔

ج ۔ ابو عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی : سنن ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب کم کان مہر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، وبناتہ ، ص 65 ، حدیث 2205 ۔

د ۔ المنتقی من اخبار المصطفی ، الجزء الثانی ، ص 544 ، حدیث 3558 ۔

س ۔ نیل الاوطار ، الجزء السابع ، ص 352 ۔ حدیث 6 ۔

ش ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ہفتم ، ص 186 ۔

(28) الف ۔ سنن الدارمی ، الجزء الثانی ، ص 66 ، حدیث 2207 ۔

ب ۔ امام جلال الدین عبدالرحمن السیوطی : کتاب الموطا ، دار الآفاق الجدیدۃ ، بیروت 1979ء ، ص 435 ، حدیث 8 ۔ قد انکحتکها بما معک من القرآن ۔

ج ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الاول ، کتاب النکاح ، باب صداق النساء ، ص 608 ، حدیث 1889 ۔ (د) جامع الترمذی ، الجزء الاول ، باب ما جاء فی مہور النساء ، ص 211 ۔

بھی ویسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ رغبت رہتی ہے ، حتی کہ مال کی رغبت اس کے دل میں ہوتی ہے ، اس لئے اس کو مال کا قائم مقام قرار دینا قرین قیاس ہے ۔ (29) اور دوسرے مال خرچ کرنے سے عورت کی خاوند کے دل میں وقعت اور عزت رہتی ہے ، جو میاں بیوی کے درمیان الفت بڑھنے کا سبب ہے ۔(30)

عورت کا مہر نکاح کے موقع پر ادا کیا جائے تو بہتر ہے ، سب سے احسن صورت یہ ہے ، کہ جو زیورات پہنائے جاتے ہیں ، وہ مہر کے طور پر دلہن کو دے دیے جائیں ۔

دوسرا حق یہ ہے ، کہ بیوی کے ساتھ معاشرت انتہائی اچھی ہونی چاہیے ، کیونکہ قرآن کا بھی حکم ہے :-

عاشروهن بالمعروف ۔(31)

ان کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرو ، جو شریفوں کے شایان شان ، عقل و فطرت کے مطابق ، رحم و مروت اور عدل و انصاف پر مبنی ہو ، یہاں لفظ "معروف" کے استعمال سے یہ بات نکلتی ہے ، کہ عرب جاہلیت کے بعض طبقات میں عورتوں کے ساتھ سلوک کے معاملہ میں بعض نہایت ناروا قسم کی زیادتیاں رواج پا گئی تھیں ، تاہم وہ اس بات سے نا آشنا نہیں تھے ، کہ عورت کے ساتھ معقولیت کا برتاؤ کیا جائے ۔ (32)

ارشاد نبوی ہے :-

لزوجک علیک حقاً ۔ (33)

أُوصيكم في النساء ، فانّما تنصرون ، و ترزقون بضعفائكم ۔ (34) یعنی ، میں تمہیں دو ضعیفوں یعنی بیوی اور یتیم کے بارے میں احتیاط دلاتا ہوں ۔

عن ابی هريرة : قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "اللهم انی احرج حق الضعيفين : اليتيم والمراة ۔ (34-ب)

---

(29) حجة الله البالغة ، حصہ دوئم ، ص 544 ۔

(30) عبدالحق حقانی : حجة الله البالغة ، ص 566 ، 567 ۔

(31) القرآن الحکیم : سورہ نساء : 19 ۔

(32) تدبر قرآن ، جلد دوئم ، ص 41 ۔

(33) صحیح البخاری ، الجزء السابع ، کتاب النکاح ، ص 40 ۔

(34) الف ۔ امام یحیی بن شرف الدین النووی : ریاض الصالحین ، قدیمی کتب خانہ ، کراچی ، سن 1396ھ ، باب ملاطفة اليتيم والبنات وسائر الضعفة والمساكين ، ، ، ص 139 ، حدیث 270 ۔

ب ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الثانی ، ص 1213 ، حدیث 3678 ۔

ارشاد نبوی ہے :-

ومن معاویہ القشیری ، " ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سألہ رجل : ما حق المراۃ علی الزوج ؟ قال : تطعمہا إذا طعمت ، وتکسوھا اذا اکتسیت ، ولا تضرب الوجہ ، ولا تقبح ولا تہجر الا فی البیت ". (35)

حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ، کہ میں نے عرض کیا ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے ، آپؐ نے فرمایا ، جب تو کھائے تو اسے کھلائیے ، اور جب تو پہنے تو اسے پہنائیے ، اور اس کے منہ پر نہ مارے اور اسے برا نہ کہے ، اور گھر کے سوا اس سے علیحدگی نہ اختیار کرے -

ارشاد نبوی ہے :-

استوصوا بالنساء خیراً فانہن عند کم عوان لیس تملکون منہن شیئاً غیر ذلک ، الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضرباً غیر مبرح ، فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلاً ، ان لکم من نسائکم حقاً ولنسائکم علیکم حقاً - فاما حقکم علی نسائکم ، فلا یوطئن فرشکم من تکرھون ولا یاذن فی بیوتکم لمن تکرھون ، الا وحقہن علیکم ان

---

(35) الف - ابن ماجہ : سنن ، الجزء الاوّل ، ص 593 - حدیث 1850 -

ب - ابوداؤد : سنن ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب فی حق المراۃ علی زوجھا ، ص 244 ، 245 ، حدیث 2142 - عن ابیہ ، قال : قلت : یارسول اللہ ، ما حق زوجۃ احدنا علیہ ؟ قال : " ان تطعمہا اذا طعمت ، وتکسوھا اذا اکتسیت " او "اکتسبت" " ولا تضرب الوجہ ، ولا تقبح ولا تہجر الا فی البیت " -

ج - نیل الاوطار ، الجزء السابع ، ص 411 ، حدیث 13 -

د - اعلام الموقعین ، الجزء الرابع ، ص 346 -

س - معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 399 ، 400 -

ق - المنتقی من اخبار المصطفیٰ ، الجزء الثانی ، ص 572 ، حدیث 3672 -

ص - ریاض الصالحین ، باب الوصیۃ بالنساء ، ص 142 - حدیث 275 -

ض - کنزالعمال ، الجزء السادس عشر ، ص 370 ، حدیث 44940 - حق المراۃ علی الزوج ان یطعمہا اذا طعم ، ویکسوھا اذااکتسی ولا یضرب الوجہ ، ولا یقبح ولا یہجر الا فی البیت -

ط - الترغیب والترہیب ، الجزء الثالث ، باب ترغیب الزوج فی الوفاء بحق زوجتہ وحسن عشرتہا ، ص 51 ، حدیث 10 -

تحسنوا الیھن فی کسوتھن وطعامھن ۔ (36)

اس پر امام غزالیؒ فرماتے ہیں :۔

بیویوں کے ساتھ حسن معاملت کے یہ معنی ہیں ، کہ شوہر ان کا رنج سہے، اسکی نا شکری اور ناحق شناسی کی صورت میں صبر کرے ، چنانچہ جناب رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، جو شخص اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کرے گا ، اس کو اللہ تعالی اتنا ہی ثواب عطا فرمائے گا ، جتنا کہ حضرت ایوب کو انکی مصیبت پر عطا فرمایا ۔ (37)

قرآن مجید نے نفقہ کے بارے میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کر دیا ہے :۔

علی الموسع قدرہ و علی المقتر قدرہ ۔ (38)

وسعت والے پر اسکی حیثیت کا اور تنگدست پر اسکی حیثیت کا ، یعنی مالدار پر اسکی استطاعت کے مطابق نفقہ ہے ، اور مفلس پر اسکی استطاعت کے مطابق ، یہ نہیں کہ غریب سے وہ نفقہ وصول کیا جائے ، جو اسکی حیثیت سے زیادہ ہو ، یا مالدار آدمی وہ نفقہ دے ، جو اسکی حیثیت سے کم ہو ۔

اس پر امام غزالیؒ فرماتے ہیں :۔

الاعتدال فی النفقۃ فلا ینبغی ان یقتر علیھن فی الانفاق ، ولا ینبغی أن یسرف ، بل یقتصد ۔ (39)

یعنی ، مرد کو چاہیے ، کہ نفقہ میں اعتدال کرے ، نہ تو نفقہ تنگی کے طور پر دے ، اور نہ اس میں اسراف کرنا چاہیے ۔

اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں ، تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی خاوند کا فرض ہے ۔

---

(36) الف ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الاول ، کتاب النکاح ، ص594 ۔ حدیث 1851۔

ب ۔ ریاض الصالحین ، باب الوصیۃ بالنساء ، ص 142 ، حدیث 274 ۔

(37) الف ۔ امام غزالی : احیاء علوم الدین ، الجزء الثانی ، آداب المعاشرۃ ، ص 42 ، 43 ۔

من صبر علی سوء خلق امراتہ اعطاہ اللہ من الأجر مثل ما اعطی ایوبؑ علی بلائہ ، ومن صبرت علی سوء خلق زوجھا ، اعطاھا اللہ مثل ثواب آسیہ امراہ فرعون ۔

ب ۔ امام محمد غزالی : احیائے علوم الدین ، مترجم محمد احسن صدیقی نانوتوی : مذاق العارفین ، باب دوئم ، نکاح کا بیان ، فصل سوئم ، آداب معاشرت ، ص 71 ۔

ج ۔ امام محمد غزالی : مکاشفۃ القلوب ، مترجم محمد عطاءاللہ ، مکتبہ اسلامیات ، لاہور ، 1500ھ ، ص 653 ۔

د ۔ عبدالمتعال محمد الجبری : المرأۃ فی التصور الاسلامی ، ص149 ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة ۔ (40)

یعنی اگر تمہیں ڈر ہے ، کہ تم انصاف نہ کروگے ، تو ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرو ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

فان خفتم الا تعدلوا فواحدة ۔ (41)

اس پر مولانا جاراللہ الزمخشریؒ فرماتے ہیں :-

(ادنی الاتعولوا) اقرب من ان لاتمیلوا من قولهم عل المیزان عولا : اذا مال ، و میزان فلان عائل ، وعال الحاکم فی حکمة ۔ (42)

الا تعدلوا سے مراد ایک طرف نہ ہو جاؤ ، مڑ نہ جاؤ ، عال المیزان عولا ، پر نالہ مڑ گیا ، عال الحاکم فی حکمة ، حاکم عدل سے پھر گیا ، مجاہد نے اسکا ترجمہ کیا ہے ، گمراہ نہ ہو جاؤ ، فراء نے کہا ہے ، اللہ فرض کی حد سے تجاوز نہ کرو۔ (43) الف ۔

امام قرطبی لفظ تعولوا کی تحقیق کرتے ہوئے ، حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد سے نقل کرتے ہیں :-

یقال عال الرجل یعول اذا جار و مال و منه قولهم عال السهم عن الهدف اذا مال عنه ۔ یعنی عال کا معنی ہے ، ظلم کرنا ، ایک طرف جھک جانا ، جب تیر نشانہ سے ہٹ جائے ، تو کہتے ہیں ، عال السهم ، لیکن اس کے ایک اور معنی امام شافعیؒ سے منقول ہیں : الا تعولوا بأن ای لاتکثر عیالکم ، کہ تمہارے بال بچے زیادہ نہ ہو جائیں ۔ (43) ب ۔

---

(38) القرآن الحکیم ؛ سورة البقرہ :236 ۔

(39) احیاء علوم الدین ، الجزء الثانی ، اداب المعاشرہ ، ص 47 ۔

(40) القرآن الحکیم ؛ سورة النساء :129 ۔

(41) ایضاً ایضاً

(42) الکشاف ، الجزء الاول ، ص 497 ۔

(43) الف ۔ تفسیر مظہری ، جلد دوئم ، ص 482 ۔

2 ۔ الکشاف ، الجزء الاول ، ص 497 ۔

3 ۔ تفسیر بیضاوی ، الجزء الرابع ، ص 103 ۔ " عال الرجل عیاله "

(43) ب ۔ الجامع لاحکام القرآن ، الجزء الخامس ، ص 20 ، 21 ۔

2 ۔ روح المعانی ، الجزء الرابع ، ص 197 ۔

یعنی اگر تم ایک بیوی پر اکتفاء کروگے ، تو کثرت اولاد تمہیں پریشان نہیں کرے گی ۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں :۔

اس شخص نے بیوی بچوں کا بار اٹھایا ، کثرت عیال کی درپردہ تعبیر کثرت مصارف سے کی ہے ۔ (44)

پہلی آیت میں امور اختیاریہ کے عدل و انصاف کا ذکر ہے ، دوسری آیت میں محبت اور قلبی میلان میں عدم مساوات پر قدرت نہ ہونے کا بیان ہے ۔ (45) الف

حدیث میں ہے :۔

قال من کان له امراتان یمیل لاحدھما علی الاخری جاء یوم القیامة احد شقیه مائل ۔ (ب)

یعنی جس شخص کی دو بیویاں ہوں ، وہ ان دونوں میں سے ایک کی طرف زیادہ جھک جائے ، تو قیامت کے روز اس حال میں آئیگا ، کہ اسکا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا ۔

مساوات ان امور میں ضروری ہے ، مثلاً نفقہ ، نفقہ میں برابری ، شب باشی میں برابری ، رہا وہ امر جو انسان کے اختیار میں نہیں مثلاً ، قلب کا میلان ، کسی کی طرف زیادہ ہو جائے ، تو اس غیر اختیاری معاملہ میں کوئی مواخذہ نہیں ، بشرطیکہ اس میلان کا اثر اختیاری معاملات میں نہ پڑے ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اختیاری معاملات میں پوری مساوات قائم فرمانے کے ساتھ حق تعالی کی بارگاہ میں عرض کیا :۔

اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک ۔ (ج)

یعنی ، یا اللہ یہ میری برابر والی تقسیم ہے ، ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں ، اب وہ چیز آپکے اختیار میں ہے ، میرے اختیار میں نہیں ، اس پر مجھ سے مواخذہ نہ کر ۔

جو مرد عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ، اس کو ایک

---

(44) الف ۔ ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 318 ، ب ۔ تفسیر مظہری ، جلد دوئم ، ص 482 ۔

(45) الف ۔ تفسیر الجامع لاحکام القرآن ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، ص 20 ، 21 ۔

ب ۔ مشکوة المصابیح ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب القسم الفصل الثانی ص 196 ، حدیث 7 ۔

ج ۔ معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 295 ۔

2 ۔ نیل الاوطار ، الجزء السابع ، ص 420 ، حدیث 4 ۔

3 ۔ ابو داؤد : سنن ، الجزء الثانی ، باب فی القسم بین النساء ص 242 ، حدیث 2134 ۔

4 ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الاول ، کتاب النکاح ، ص 634 ، حدیث 1971 ۔

سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہی نہیں ، قرآن پاک نے تو یہاں تک
کہہ دیا ہے :-

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولوحرصتم ۔

جس شخص کو اس بے اعتدالی کے گناہ میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو ،
اس کو یہ ہدایت کی گئی ہے ، کہ وہ ایک سے زائد نکاح نہ کرے ۔ (د)

قرآن میں لفظ ادنی بڑھا کر اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ چونکہ بہت سے
لوگ ایک بیوی کو بھی ظلم و ستم کا تختہ بنائے رکھتے ہیں ، اس لئے ظلم کا راستہ
بند کرنے کیلئے کیا یہ کافی نہیں کہ ایک سے زائد نکاح نہ کرو ، یہ ضرور ہے ، کہ
اس صورت میں ظلم کا خطرہ کم ہو جائیگا ، اور تم عدل کے قریب پہنچ جاؤ گے ، اور
ظلم و جور سے مکمل رہائی اس وقت ہو گی ، جب کہ ایک بیوی کے پورے حقوق ادا
کیے جائیں ، اور ا . کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ رہے ، اس کی خامیوں سے درگزر
اور اسکی کجی پر صبر کیا جائے ۔ (46)

تعــــدد ازواج

1 ۔ تعدد ازواج کی اجازت تو ہے ، اسکا حکم نہیں ، (اجازت ضرورت کے تحت ہوتی
ہے) ۔ جس کی پابندی پیروان اسلام پر لازمی ہو ، بلکہ یہ ایک رخصت ہے ۔

2 ۔ رخصت بھی بے قید شرط نہیں بلکہ سخت قیود سے مقید اور سنگین شرائط سے
مشروط ۔

3 ۔ طب قدیم اور جدید اس پر متفق ہے ، کہ مرد کی طبعی کیفیت عورت کی طبعی
کیفیت سے جداگانہ ہے ۔

4 ۔ مرد میں جنسی کیفیت عورت سے کہیں زیادہ ہے ، جس کی ظاہر وجہ یہ ہے ،
کہ جنسی عمل کے بعد عورت کو مدت دراز تک مختلف نازک سے نازک مرحلوں سے گزرنا
پڑتا ہے ، استقرار حمل ، وضع حمل ، رضاعت اور ننھے بچے کی تربیت ۔ یہ سارے مرحلے

---

(45) د ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 295 ۔

(46) ایضاً ایضاً ایضاً ص 296 ۔

مزید ملاحظہ فرمایئے :-

ایک ہندو بلا تحدید کئی عورتوں سے بیک وقت شادی کر سکتا ہے ،
1 ۔ جس کے بطن سے آٹھ سال تک اولاد پیدا نہیں ہوتی ۔ 2 ۔ جو گیارہ برس
تک لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا کرتی ہے ۔ 3 ۔ دس برس تک جس کے بچے مرتے ہی
چلے جائیں ، اگر بیوی سخت کلام ہو تو فوراً دوسرا بیاہ کرے ۔
(دیانند : ستیارتھ پرکاش ، باب 4 ، اشلوک 140 ، ص 119)

اسے اس قدر مصروف رکھتے ہیں، کہ اسے کوئی طلب کم ہی رونما ہوتی ہے، لیکن مرد ان تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہے۔

5۔ اکثر ممالک میں عورتوں کی شرح پیدائش مردوں سے زیادہ ہے، علاوہ جنگ آزما قوموں کے مرد ہی ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں جنگ کے شعلوں کی نذر ہو جاتے ہیں، اس طرح عورتوں کی تعداد اور زیادہ ہو جاتی ہے۔

6۔ تاریخ انسانی جب سے مرتب کی گئی ہے، اس کے ہر قانونی نظام میں جس میں تعدد ازواج قانوناً ممنوع ہے، زنا کی کھلی اجازت ہے، اور یہ فعل شنیع اپنی ان گنت خرابیوں کے باوجود جرم ہی تصور نہیں کیا جاتا۔ (47)

7۔ کیا بیوی اور اسکے بچوں کے لئے اس کے خاوند کی دوسری بیوی برداشت ہے، یا اسکی داشتہ، ذہنی، روحانی، مادی اور جسمانی صحت کے جملہ پہلوؤں پر غور فرمایئے۔

8۔ کیا کسی با حمیت اور باغیرت عورت کیلئے یہ مناسب ہے، کہ وہ گھر کی مالکہ بن کر رہے، اسکا خاوند اسکے آرام کا ذمہ دار، اسکی ناموس کا محافظ ہو، اسکی اولاد جائز متصور ہو، اور سوسائٹی میں اسے باعزت مقام حاصل ہو، یا ایسی عورت بن کر رہے، جس کا حسن و شباب ہوس ناک نگاہوں کا کھلونا بنا رہے، لیکن نہ کوئی اسکی اولاد کا باپ بننا گوارا کرے، اور نہ کوئی دوسری ذمہ داری لینے کیلئے تیار ہو۔ (48)

9۔ کیا یورپ اور امریکہ اپنی تمام تر سائنسی ترقی کے باوجود حرامی بچوں اور کنواری ماؤں کی تعداد میں ہوشربا اضافہ کے باعث پریشان نہیں؟ یو این او کی رپورٹ کے مطابق بعض یورپین ممالک میں ناجائز ولادتوں کی اوسط 60 فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ (49)

قرآن نے مشروط طور پر تعدد ازواج کی اجازت اس لئے دی ہے، کہ عورتوں کی فاضل آبادی کو یونہی چھوڑ دینے سے معاشرہ میں جنسی خواہشات کی کثرت ہوتی اور یہ کہ عرب میں پہلے سے ہی یہ رسم جاری تھی۔ (50) **مولانا عبدالباری ندوی فرماتے ہیں :۔**

بہرحال حکم شرعی تو یہی ہے، کہ تعدد ازواج میں نکاح تو ہر حال میں منعقد ہو ہی جاتا ہے، خواہ عدل ہو یا نہ ہو، لیکن عدم عدل کے وقت گناہ ہوگا، اور چونکہ اس وقت عدم عدل خصوصاً غالب ہے، اسلئے مسلّم یہ ہے، کہ تعدد اختیار نہ کیا جائے، اور ایک ہی پر اکتفاء کیا جائے، اگرچہ ناپسند ہو۔ (51)

---

(47) ضیاء القرآن، جلد اول، ص 317، 318۔

(48) مسز عینی بیسنٹ : دی لائف اینڈ ٹیچنگ آف محمد ؛ ص 3۔

(49) ضیاء القرآن، جلد اول، ص 317، 318۔

(50) اسلام میں حیثیت نسواں، ص 163، 164۔

(51) مولانا عبدالباری ندوی : تجدید دین کامل، مطبوعہ کراچی 1962ء، ص 97-296۔

شاہ ولی اللہؒ بھی اس انداز میں فرماتے ہیں :-

"لوگ عورتوں کے حسن و جمال کی طرف مائل ہوتے ہیں ، اسلئے بہت سی عورتیں چاہتے ہیں ، لیکن پھر ایک محبوبہ بنا کر باقی کو معلق چھوڑ دیتے ہیں ، اس لئے نہ وہ محبوبہ ہوتی ہے ، نہ بیوہ ۔ (52)

اسلام نے مرد کو برائی سے بچانے کیلئے تعدد ازواج کی مشروط اجازت دی ہے ، مغربی خواتین اسکو تو برداشت کر لیتی ہیں ، کہ ان کے خاوند دوسری عورتوں سے ناجائز تعلقات قائم کر لیں ، لیکن اسلامی تعلیمات کے مطابق دوسری شادی نہ کریں ، خاص طور پر مغربی ممالک میں اب مرد دوسری شادی طلاق کی نذر ہو جاتی ہے ، وہاں جائز و ناجائز کی تمیز ہی نہیں رہتی ۔

اسلام ہی دنیا کا واحد دین ہے ، جو مرد و عورت کی فطرت کو پیش نظر رکھتا ہے ، اسلام اس کا دین ہے ، جو انسان کا خالق و مالک ہے ، اس سے بڑھ کر انسان کو سمجھنے والا کوئی نہیں ، اس نے انسان کو اس کا مکلف بنایا ہے ، جس کا وہ اہل ہے ۔

مغربی ممالک میں عموماً دونوں میاں بیوی کام کرتے ہیں ، صبح گھر سے نکلتے ہیں ، اور شام کو تھکے ہارے واپس لوٹتے ہیں ، ازدواجی زندگی کا کوئی تصور ہی نہیں ، مادہ پرستی نے گھروں کے سکون کو برباد کر دیا ہے ، اولاد والدین کی دیکھ بھال ، محبت و شفقت اور رہنمائی سے محروم رہتی ہے ، اس لئے اسلام نے مرد کی یہ ذمہ داری بنا دی ہے ، کہ وہ کاروبار کرے ، یا محنت مزدوری ، بہرحال اسے گھر کا خرچ چلانا ہے ، جو کھاتا ہے ، وہی بیوی کو کھلاتا ہے ، جو پہنتا ہے ، وہی بیوی کو پہناتا ہے ، اسکو رفیقۂ حیات سمجھتے ہوئے ، اچھا سلوک کرتا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاُھلی ۔ (53)

---

(52) حجۃ اللہ البالغہ ، جلد دوئم ، ص 565 ۔

(53) الف - سنن الدارمی ، الجزء الثانی ، باب فی حسن معاشرۃ النساء ، ص 82 ، حدیث 2265 ۔

ب - ابن ماجہ : سنن ، الجزء الاول ، کتاب النکاح ، ص 636 ، حدیث 1977 ۔

ج - ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 330 ۔

د - کنزالعمال ، الجزء السادس عشر ، ص 371 ، حدیث 44941 ۔

س - امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی : الجامع الصغیر ، المجلد الاول ، دارالفکر بیروت ، 1401ھ ، ص 631 ، حدیث 4100 ۔

ش - الترغیب والترہیب ، الجزء الثالث ، ص 49 ، حدیث 5 ۔

ص - مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، الجزء الرابع ، باب حق المرأۃ علی الزوج ، ص 306 ۔

ارشاد نبوی ہے :-

خیرکم خیرکم للنساءھم ۔ (54)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :-

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔ (55)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عملی نمونہ کے ذریعے ، اپنی امت کی رہنمائی فرمائی ، بیویوں کے ساتھ جیسا سلوک ہونا چاہیے ، آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ کرکے دکھایا ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے ، جو اپنے بیوی اور اہل کے لئے اچھا ہے ۔

اُم المومنین حضرت عائشۃ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

ان من اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقاً والطفھم باُھلہ ۔ (56) حدیث

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، تم نے عورتوں کو خدا کی ضمانت پر اپنے نکاح میں لیا ہے ، تم ان کے حقوق کی نگہداشت کرو ، نیک صالحہ بیوی کے بارے میں اسلام نے جو کہا ہے ، دنیا کا کوئی بھی مذہب اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا ۔

---

(54) الف ۔ کنزل العمال ، الجزء السادس عشر ، ص 371 ، حدیث 44942 ۔

ب ۔ احیاء علوم الدین ، الجزء الثانی ، باب آداب المعاشرۃ ، ص 44 ۔

ج ۔ الجامع الصغیر ، المجلد الاوّل ، ص 631 ، حدیث 4101 ۔
خیرکم خیرکم للنساء ۔

د ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الاوّل ، باب حسن معاشرۃ النساء ، ص 636 ۔ حدیث 1978 ، خیارکم خیارکم لنسائھم ۔

س ۔ حقوق النساء فی الاسلام ، ص 31 ۔

(55) القرآن الحکیم : سورۃ الاحزاب ، 21 ۔

(56) الف ۔ الترغیب والترھیب ، الجزء الثالث ، ص 49 ، حدیث 4 ۔

ب ۔ احیاء علوم الدین ، الجزء الثانی ، باب آداب المعاشرۃ ، ص 44 ۔ یا عائشۃ حسبک فقلت نعم ، فاشار الیھم فانصرفوا ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ) ۔ وقال علیہ السلام " خیرکم خیرکم لنسائہ ، وأنا خیرکم لنسائی ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے :-

الدنیا کلھا متاع و خیر المتاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ ۔ (57)

یعنی : بے شک ساری دنیا ایک سامان ہے ، اور دنیا میں بہترین سامان نیک صالحہ بیوی ہے ۔

عورت کو اس سے بڑھ کر اور عزت والا کیا مقام مل سکتا ہے ؟ اسلام کی یہ خوبی ہے ، کہ عورت کے حقوق کی پوری حفاظت کرتا ہے ۔

عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں سیدالانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملتی ہے ، وہ ہمیشہ دن کا روزہ رکھتے ہیں ، اور رات قیام کرتے ہیں ، چنانچہ آپؐ ان سے دریافت فرماتے ہیں :-

انک تصوم النھار وتقوم اللیل قلت بلی یا رسولؐ قال فلا تفعل أصوم وأفطر أصلی وأنام ۔۔۔۔۔۔۔ فان لجسدک علیک حقا وان لزوجک علیک حقا ۔ (58)

یعنی فطرت کے مطابق تعلیم ہے ، ہر روز روزہ رکھوگے ، اور ہر رات قیام کروگے تو جسم کمزور ہو جائیگا ، صحت خراب ہو جائیگی ، زندگی بد مزہ ہو جائیگی جس کہ تم بیوی بنا کر لائے ہو ، اس کا بھی تو تم پر حق ہے ، حقوق اللہ کو ادا کرتے ہوئے ، حقوق العباد کو بھول گئے ، تو تمہارا معاملہ سیدھا کیسے ہوگا ؟ لہذا آپؐ نے جلیل القدر صحابی کو اپنی زندگی میں اعتدال پیدا کرنے کا حکم دیا ، جسم

---

(57) الف ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الأول ، کتاب النکاح ، باب افضل النساء ، ص 596 ۔ حدیث 1855 ۔
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "إنما الدنیا متاع ولیس من متاع الدنیا شیء أفضل من المرأۃ الصالحۃ "۔

ب ۔ الجامع الصحیح ، الجزء الرابع ، باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ ، ص 178 ۔
قال الدنیا متاع و خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ ۔

ج ۔ جامع الترمذی ، المجلد الأول ، ابواب النکاح ، باب ماجاء فی من ینکح علی ثلاث خصال ، ص 207 ۔ قال ان المرأۃ تنکح علی دینھا ومالھا وجمالھا فعلیک بذات الدین تربت یداک ۔

د ۔ کنزالعمال ، الجزء السادس عشر ، ص 278 ، حدیث 44451 ۔
الدنیا کلھا متاع ، وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ ۔

س ۔ امام علی بن عمر الدارقطنی : سنن ، بالمدینۃ المنورۃ ۔ الحجاز ، 1386ھ
الجزء الثالث ، ص 303 ، حدیث 213 ۔ تنکح المرأۃ علی ثلاث خصال ، علی مالھا ، ودینھا ، وجمالھا ، فعلیک بذات الدین تربت یداک ۔

ش ۔ احمد : مسند ، المجلد الثانی ، ص 168 ، الدنیا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ ۔

اور روح کے ساتھ بیوی کا ذکر فرمایا ، اپنا اور بیوی کا خیال رکھو ۔

عون بن ابی جحیفہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان فارسیؓ اور ابو الدرداءؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا ۔

حدیث میں : ۔

فزار سلمان ابا الدرداء فرای ام الدرداء متبذلۃ فقال لھا ماشانک ؟

قالت اخوک ابوالدرداء لیس لہ حاجۃ فی الدنیا فجاء ابوالدرداء فصنع

لہ طعاما ۔

پس سلمان اپنے بھائی ابو الدرداء کے پاس آئے ، انہوں نے ام الدرداء یعنی انکی بیوی کو بناؤ سنگھار سے بے رغبت پایا ، سلمان نے اس کی وجہ پوچھی ام الدرداء نے جواب دیا ، کہ آپ کے بھائی کو دنیا سے کوئی حاجت نہیں ۔

فقال کل فانی صائم قال ما انا اکل حتی تاکل فاکل فلما کان اللیل ذھب

ابو الدرداءؓ یقوم فقال نم فنام ثم ذھب یقوم قال نم فلما کان من اخر اللیل قال

سلمان قم الان فصلیا فقال لہ سلمان ان لربک علیک حقا ولنفسک علیک حقا ولاھلک

علیک حقا فاعط کل ذی حق حقہٗ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فذکر ذلک

لہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدق سلمان ۔ (59)

اتنے میں ابو الدرداءؓ آگئے ، انہوں نے سلمان کے لئے کھانا تیار کیا ، اور ان سے کہا ، کہ آپ کھائیے ، میں روزے سے ہوں ، سلمانؓ نے جواب دیا ، کہ میں اس وقت تک نہ کھاؤں گا ، جب تک تم نہیں کھاؤ گے ، جب رات ہوئی ، تو ابو الدرداءؓ قیام کرنے لگے ، تو سلمانؓ نے ان کو روک لیا ، اور کہا ، سو جاؤ ، تھوڑی دیر کے بعد پھر اٹھے ، تو سلمانؓ نے دوبارہ روک دیا ، جب رات کا آخری پہر ہوا ، تو سلمانؓ نے کہا ، کہ اب اٹھو ۔ پس دونوں نے قیام کیا ، اس کے بعد سلمانؓ نے ان سے کہا کہ بے شک تیرے رب کا تم پر حق ہے ، تیرے نفس کا تم پر حق ہے ، پس ہر حقدار کا حق ادا کرو ابوالدرداءؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلمان والی بات عرض کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، کہ سلمانؓ نے سچ کہا ۔

---

(57) ص ۔ سنن النسائی ، الجزء السادس ، کتاب النکاح ، باب المراۃ الصالحۃ ، ص 69 ۔

ض ۔ مشکوۃ المصابیح ، النصف الثانی ، کتاب النکاح ، الفصل الاول ، 267 ۔

ط ۔ السراج الوہاج ، الجزء الاول ، المکتبۃ الاثریۃ ، سانگلہ ہل ، 1302ھ ، باب خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ ، ص 513 ۔

ظ ۔ الترغیب والترہیب ، الجزء الثالث ، ص 41 ، حدیث 4 ۔

(58) الف ۔ صحیح البخاری بحاشیہ السندی ، المجلد الثالث ، کتاب النکاح ، ص 237 ۔

ب ۔ نیل الاوطار ، الجزء السابع ، ص 256 ، حدیث 3 ۔ (حاشیہ ص 261 ۔)

(59) ایضاً ایضاً کتاب النکاح ، ص 261 ۔ حاشیہ ۔

اسلام نے عورت کو نہ صرف حقوق سے نوازا بلکہ جس طرح ان کی حفاظت کا بندوبست کیا اسکی مثال دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی ۔

اچھی بیوی

جہاں اسلام نے بیوی کو حقوق سے نوازا ہے ، وہاں اس پر خاوند کے حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری بھی عائد کی ہے ۔

ارشاد باری تعالی ہے :۔

فالصّٰلحٰت قٰنتٰت حٰفظٰت للغیب بما حفظ الله ۔ (60)

پس جو نیک عورتیں ہیں ، وہ شوہر کی اطاعت کرنے والی ہیں ، اور ان کی غیر موجودگی میں بتوفیق الہی ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والی ہیں ۔

علامہ جاراللہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

(قانتات) مطیعات قائمات بما علیہن للأزواج (حافظات للغیب) الغیبۃ من الزوج و البیوت والأموال ۔ (61)

یہاں "حفظ للغیب" سے مراد ہر اس چیز کی حفاظت کرنا ہے ، جو شوہر کی ہو ، اور اس کی غیر موجودگی میں عورت کے پاس رہے ، اس میں اس کے نسب کی حفاظت ، اس کے نطفے کی حفاظت ، اس کی آبرو کی حفاظت ، اس کے مال کی حفاظت ، اسکے رازوں کی حفاظت ، غرض سب کچھ ہی آ جاتا ہے ۔ (62)

حضرت انسؓ سے مروی ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : المرأة اذا صلت خمسها وصامت شهرها وأحصنت فرجها وأطاعت بعلها فلتدخل من أي أبواب الجنة شاءت ۔ (63)

بیوی جب پانچ نمازیں پڑھے ، رمضان کے روزے رکھے ، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے ، تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے ۔

فرائض کی ادائیگی کے ساتھ خاوند کی اطاعت کرنے والی عورت جنت میں داخل ہونے کیلئے کوئی رکاوٹ اس راہ میں نہیں پائے گی ، جنت کا ہر دروازہ اپنے لئے کھلا پائیگی ، کیونکہ اس کی تخلیق کا مقصد ہی ، خاوند کی اطاعت کرنا ، اور اس کے لئے باعث سکون اور راحت بننا تھا ، لہذا جب عورت اپنے خاوند کی اطاعت کرتی ہے ، تو وہ جنت میں یقیناً داخل ہو جاتی ہے ۔

---

(60) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء ، 34-4

(61) الکشاف ، الجزء الاول ، ص 524 ۔ (62) حقوق الزوجین ، ص 42 ۔

(63) مشکوۃ المصابیح ، المصنف الثانی ، کتاب النکاح ، باب عشرۃ النساء ، الفصل الثانی ، ص 281 ۔

ب ۔ الترغیب والترهیب ، الجزء الثالث ، باب فی الوفاء بحق الزوجة و حسن عشرتها ، ص 52 ، حدیث 14 ۔

حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے امام ابن جریر نے نقل کیا ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

خیر النساء إمرأۃ اذا نظرت إلیھا سرّتک و إذا أمرتھا اطاعتک واذا غبت عنھا حفظتک فی نفسھا مالھا ۔ (64)

خاوند کو بتایا جا رہا ہے ، کہ بہترین بیوی وہ ہے ، کہ جب اسکا خاوند اسے دیکھے تو اس کو وہ خوش کر دے ، تھکا ہارا جب گھر لوٹے تو بیوی کی طرف دیکھتے ہی اس کی ساری تھکاوٹ دور جائے ۔

اچھی بیوی وہی ہے ، جو اپنے خاوند کی اطاعت کرنے والی اور اسکی مرضی کے مطابق چلنے والی ہو ، اس کی ضروریات اور حاجت کا خیال کرنے والی ہو

طلق بن علیؓ سے مروی ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔
اذا الرجل دعا زوجتہ لحاجتہ فلتاتہ وان کانت علی التنور ۔ (65)

---

(64) الف ۔ التفسیر الکبیر ، الجزء العاشر ، ص 89 ۔
ب ۔ الکشاف ، الجزء الاوّل ، ص 524 ۔
" خیر النساء إمراۃ ان نظرت الیھا سرتک ، وان امرتھا أطاعتک ، واذا غبت عنھا حفظتک فی مالھا و نفسھا ۔
ج ۔ سنن النسائی ، المجلد الثالث ، الجزء السادس ، ص 68 ، ای النساء خیر قال التی تسرہ اذا نظر و تطیعہ اذا أمر ولا تخالفہ فی نفسھا ومالھا بما یکرہ ۔
د ۔ الجامع الصغیر ، المجلد الاوّل ، ص 624 ، حدیث 4046 ۔
خیر النساء من تسرک اذا أبصرت ، وتطیعک اذا أمرت و تحفظ غیبک فی نفسھا ومالک ۔
س ۔ تفسیر القرآن العظیم ، الجزء الاوّل ، ص 491 ۔
ن ۔ مفتی محمد شفیع ، معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 99 ۔ 398 ۔
ص ۔ کنزالعمال ، الجزء السادس عشر ، ص 408 ۔ حدیث 45139 ۔
خیر النساء التی تسرہ اذا نظر ، و تطیعہ اذا أمر ولا تخالفہ فی نفسھا ولا مالھا بما یکرہ ۔

(65) الف ۔ مشکوٰۃ المصابیح ، النصف الثانی ، کتاب النکاح ، باب عشرۃ النساء ، الفصل الثانی ، ص 281 ۔
ب ۔ جامع الترمذی ، المجلد الاوّل ، باب ماجاء فی حق الزوج ، ص 219 ۔
ج ۔ مسند احمد بن حنبل ، الجزء السادس ، ص 411 ۔
د ۔ کنزالعمال ، المجلد السادس عشر ، ص 335 ، حدیث 44789 ۔

یعنی خاوند کے حکم کی تعمیل کرنا ، اس پر واجب ہے ، اسکی مزید وضاحت سید الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام نے یوں فرمائی :-

لو کنت آمراً احداً أن یسجد لأحد لأمرت النساء ان یسجدن لأزواجهن لما جعل الله لهم علیهن من حق ۔ (66)

اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی ایک کو سجدہ کرے ، تو میں عورتوں کو حکم دیتا ، کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں ۔

قیس بن سعد سے مروی ہے :-

قال : اتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم ، فقلت : رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم أحق ان یسجد له ، قال : فأتیت النبی صلی الله علیه وسلم فقلت : انی أتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم ، فأنت یا رسول الله أحق ان نسجد لک ، قال " أرأیت لو مررت بقبری أکنت تسجد له " ؟ قال : قلت : لا ، قال : فلا تفعلوا ، لو کنت آمراً أحداً ان یسجد لأحد لأمرت النساء ان یسجدن لأزواجهن لما جعل الله لهم علیهن من الحق ۔ (67)

---

(65) س۔ الترغیب والترهیب ، الجزء الثالث ، ص 58 ، حدیث 32 ۔

(66) الف ۔ مشکوة المصابیح ، النصف الثانی ، کتاب النکاح ، باب عشرة النساء ، ص 282 ۔

ب ۔ جامع الترمذی ، باب ماجاء فی حق الزوج ، علی المرأة ، ص 219 ۔
لو کنت آمراً احداً ان یسجد لأحد لأمرت إمراة ان یسجد لأزواجها ۔

ج ۔ ابن ماجه : سنن ، الجزء الاوّل ، ص 595 ۔ حدیث 1852 ۔

د ۔ کنزالعمال ، الجزء السادس عشر ، ص 332 ۔ حدیث 44776 ۔

س۔ الترغیب والترهیب ، الجزء الثالث ، ص 56 ، حدیث 23 ۔

ش ۔ ابو داؤد : سنن ، المجلد الاوّل ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب فی حق الزوج علی المرأة ، ص 244 ، حدیث 2140 ۔ لو کنت آمراً أحداً ان یسجد لأحد لأمرت النساء ان یسجدن لأزواجهن لما جعل الله لهم علیهن من الحق ۔

ص ۔ نیل الأوطار ، الجزء السابع ، ص 407 ۔ حدیث 8 ۔

ض ۔ مسند احمد بن حنبل ، الجزء السادس ، ص 411 ۔ لو أمرت أحداً ان یسجد لأحد لأمرت المرأة ان تسجد لزوجها ولو ان رجلاً أمرامرأته ان تنتقل من جبل أحمر الی جبل أسود و من جبل أسود الی جبل أحمر لکان نولها ان تفعل ۔

ط ۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، الجزء الرابع ، ص 314 ۔

(67) الف ۔ ابو داؤد : سنن ، المجلد الاوّل ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب حق الزوج علی المرأة ، ص 244 ، حدیث 2140 ۔

ب ۔ نیل الأوطار ، الجزء السابع ، ص 409 ۔

میں حیرہ آیا میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں ، میں نے کہا ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ حقدار ہیں ، کہ ان کو سجدہ کیا جائے ، پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ، اور عرض کیا ، کہ میں حیرہ گیا ، میں نے دیکھا ، کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں ، پس آپ زیادہ حقدار ہیں ، کہ آپکو سجدہ کیا جائے ، آپ نے فرمایا ، اگر تو میری قبر کے پاس سے گزرے گا ، تو کیا تو اس کو سجدہ کرے گا ، میں نے عرض کیا ، نہیں ، آپ نے فرمایا ، تم ایسا مت کرنا ۔

اگر میں کسی کو کسی کیلئے سجدہ کا حکم دینے والا ہوتا ، تو عورتوں کو حکم دیتا ، کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں ، اس حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے لئے ان پر عائد کر رکھا ہے ۔

چونکہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا شریعت محمدیہ میں جائز نہیں لہذا عورتوں کو اس کا پابند نہیں بنایا گیا ، لیکن اس سے یہ ضرور واضح ہو جاتا ہے ، کہ مردوں کا عورتوں پر بڑا حق ہے ، جسکی بناء پر عورتوں کو اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے ، اور اطاعت کی صورت میں جنت کی بشارت دی گئی ہے ۔

ارشاد نبوی ہے :-

اذا دعا الرجل امراتہ الی فراشہٖ (فأبت) فلم تاتہٖ فبات غضبان علیہا لعنتہا الملائکۃ حتی تصبحَ ۔ (68)

اگر عورت اپنے خاوند کی اطاعت نہیں کرتی ، تو اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے ، اور اسکے فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں ۔

دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

والذی نفسی بیدہ مامن رجلٍ یدعو امراتہ الی فراشہٖ فتأبی علیہ الا کان الذی فی السماءَ ساخطاً علیہا حتی یرضی عنہا ۔ (69)

---

(68) الف ۔ ابوداؤد : سنن ، الجزءالثانی ، کتاب النکاح ، باب فی حق الزوج علی المراۃ ، ص 244 ، حدیث 2141 ۔

ب ۔ الجامع الصحیح ، المجلد الثانی ، الجزءالرابع ، باب تحریم امتناعہا من فراش زوجہا ، ص 57 ۔ 156 ۔ قال اذا باتت المراۃ ہاجرۃ فراش زوجہا لعنتہا الملائکۃ حتی تصبح ۔ (ج) نیل الاوطار ، الجزءالسابع ، ص 406 ۔ 407 ، حدیث 7 ۔

د ۔ مسند احمد بن حنبل ، الجزءالسادس ، ص 412 ۔

س ۔ الترغیب والترہیب ، الجزءالثالث ، ص 58 ، حدیث 33 ۔

ص ۔ کنزالعمال ، الجزء السادس عشر ، ص 336 ، حدیث 44792 ۔

(69) الف ۔ الترغیب والترہیب ، الجزءالثالث ، ص 58 ۔ 59 ۔ حدیث 33 ۔ (ب) المراۃ المسلمۃ ، ص 33 ۔

ج ۔ کنزالعمال ، المجلد الثالث عشر ، ص 333 ، حدیث 44778 ۔

اس حدیث کی تشریح میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں :-

" اس عورت نے انکار کیا تو اس نے اس مصلحت کے رد کرنے میں کوشش کی جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اندر قائم کیا تھا ، پس اسکی طرف فرشتوں کی وہ لعنت متوجہ ہوئی جو ہر اس شخص پر ہوتی ہے ، جو اس مصلحت کے فسخ کرنے میں کوشش کرتا ہے ۔ (70)

خاوند کو ناراض کرنے والی عورت کے ساتھ یہ معاملہ اس لئے کیا جاتا ہے ، کہ جس مقصد کیلئے اس کی تخلیق کی گئی ، اس کو اس نے نظر انداز کر دیا ۔ بیوی کی یہ ذمہ داری ہے ، کہ جب خاوند گھر سے غائب ہو یعنی کام پر جائے ، یا کسی سفر پر روانہ ہو ، تو اسکے حقوق میں خیانت نہ کرے ، اسکی غیر موجودگی میں گھر اور اہل گھر کی اچھی طرح دیکھ بھال کرے ۔

ارشاد نبوی ہے :-

والمرأة رعيّة على بيت بعلها وولده وهي مسئولة عنهم ۔ (71)

حدیث ہے :-

جهاد المرأة حسن التبعل لزوجها ۔ (72)

أسماء بنت يزيدؓ فرماتی ہیں :-

كانت بين ذوات العقل والدين روى عنها أنها أتت النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقالت إني رسول من ورائي من جماعة نساء المسلمين كلهن يقلن بقولي ، وعلى مثل رأيي ، إن الله تعالى بعثك إلى الرجال والنساء فآمنّا بك واتبعناك ونحن معشر النساء مقصورات مخدّرات ، قواعد بيوت و مواضع شهوات الرجال و حاملات أولادهم و أن الرجال فضّلوا بالجمعات و شهود الجنائز والجهاد ، وإذا خرجوا للجهاد حفظنا أموالهم وربّينا أولادهم أفنشاركهم في الأجر يا رسول الله ؟ فالتفت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بوجهه إلى أصحابه فقال : هل سمعتم مقالة امرأة أحسن سؤالاً عن دينها من هذه ؟ فقالوا بلى والله يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انصرفي يا أسماء ، وأعلمي من ورائك من النساء أن حسن تبعل إحداكن لزوجها ، وطلبها مرضاته واتباعها لموافقته ،

---

(70) حجة الله البالغة ، جلد دوئم ، ص 563 ۔

(71) ابو داؤد : سنن ، الجزء الثالثہ ، كتاب الخراج والامارة والفئ ، باب ما يلزم الامام من حق الرعيّة " ص 130 ، حديث 2928 ۔

ب ۔ پاکستانی عورت دوراہے پر ؛ ص 130 ۔

(72) عبدالقیوم ندوی : خاتون اسلام کا دستور حیات ، عالمگیر پریس لاہور 1947ء ، ص 5 ۔

يجول كل ما ذكرت الرجال ، فأعجبت أسماء وهي تهلل و تكبر استبشارا
بما قال لها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ۔ (73)

اسماء بنت یزید عقلمند اور دیندار خواتین میں شمار ہوتی ہیں ، ان سے روایت ہے ، کہ وہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ، اور عرض کیا ، کہ میں عورتوں کی ایک جماعت کی نمائندہ بن کر حاضر ہوئی ہوں ، وہ سب کی سب وہی کہتی ہیں ، جو میں عرض کر رہی ہوں ، اور وہی رائے رکھتی ہیں ، جو میں پیش کر رہی ہوں ، اللہ تعالی نے آپکو مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے ، چنانچہ ہم آپ پر ایمان لائیں ، اور ہم نے آپکی پیروی کی ، لیکن ہم عورتیں پردہ نشین ، گھروں کے اندر بیٹھنے والیاں ، مردوں کی خواہشات کا محل اور انکے بچوں کو سنبھالنے والیاں ہیں ، مرد ہم سے جمعہ ، جنازہ اور جہاد میں بازی لے گئے ، جب وہ جہاد کیلئے جاتے ہیں ، تو ہم ان کے گھر بار کی حفاظت کرتی ہیں ، ان کے بچوں کو پالتی ہیں ، تو کیا اجر میں ہم انکے ساتھ حصہ پائیں گی ، یارسول اللہؐ ؟ رسول اللہؐ نے صحابہ کی طرف رخ کرکے فرمایا ، کیا تم نے کسی عورت کی گفتگو سنی ہے ، جس نے اپنے دین کے بارے میں ان سے زیادہ خوبی کے ساتھ سوال کیا ہو ؟ سب بولے کہ نہیں ۔ خدا کی قسم یارسول اللہؐ ، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسماء سے مخاطب ہو کر فرمایا ، اے أسماء میری مدد کر اور جن عورتوں نے تم کو نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ان کو میری طرف سے یہ بات پہنچا دو ، کہ تمہارا اچھی طرح خانہ داری کرنا ، اپنے شوہروں کی رضا جوئی کرنا ، اور ان کے ساتھ سازگاری رکھنے کیلئے ، ان کی پیروی کرنا ، ان ساری باتوں کے برابر ہے ، جو تم نے مردوں کی بیان کی ہیں ، اسماء آنحضرت کے اس ارشاد مبارک کو سن کر خوش خوش خدا تعالی کی حمد و ثنا کرتی ہوئی واپس چلی گئی ۔

حدیث میں ہے :-

ایما امراۃ ماتت و زوجھا عنھا راض دخلت الجنۃ ۔ (74)

---

(73) ابن البر : الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب ، القاہرہ ، نہضہ مصر و مطبعھا الفجالۃ مصر ، المجلد الرابع ، تذکرہ اسماء بنت یزید الانصاریۃ ، ص 1787 تا 1788 ۔
ب ۔ المرأۃ فی عالمی العرب والاسلام ، ص 183 ۔ (ج) پاکستانی عورت دوراہے پر ، 128 ۔ 129 ۔
(74) ابن ماجہ : سنن ، الجزء الاول ، ص 595 ، حدیث 1854 ۔
ب ۔ الجامع الصغیر ، المجلد الاول ، ص 454 ، حدیث 2945 ۔
ج ۔ الترغیب والترہیب ، الجزء الثالث ، ص 57 ، حدیث 28 ۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہؐ نے فرمایا :-

فاما حقکم علی نسائکم فلا یوطئن فرشکم من تکرھون ولا یاذن فی بیوتکم لمن تکرھون ۔ (75) ۔

اس سے معلوم ہوا ، کہ خاوند موجود ہو تو اسکی اطاعت کرے ۔ جب موجود نہ ہو تو اس کی پسند اور نا پسند کا خیال کرتے ہوئے ، گھر کی دیکھ بھال کرے ۔ جو ذمہ داریاں اسے سونپی جائیں ، ان کو احسن انداز میں نبھائے ، فضول خرچی سے اجتناب کرے ، اولاد کی اچھی تربیت کرے ، خاوند کے عزیز و اقارب کے ساتھ اچھا سلوک کرے ، اخلاق حمیدہ کو اپناتے ہوئے ، بلند کردار کا مظاہرہ کرے ۔ حسن گفتار اور سوچ بچار سے اپنے دنیاوی گھر کو جنت بنائے ، خاوند کے گھر ہی کو اپنا حقیقی ٹھکانہ سمجھے ، معمولی معمولی گھریلو تنازعات کو اپنے گھر تک ہی محدود رکھے ، اپنا ہر معاملہ اللہ کی مخلوق کی بجائے اللہ کے سپرد کرے ۔ جو بیوی ایسے محاسن کی مالکہ ہوگی ، وہ بہترین اور کامیاب ترین بیوی کہلانے کی مستحق ہوگی ۔ یہی عورت کی اصل حیثیت ہے ۔

عورت بحیثیت ماں

عورت بیوی بننے کے بعد جب ماں بنتی ہے ، پہلے تو خاوند کی اطاعت اور اسکے گھر کی دیکھ بھال کی اس پر ذمہ داری ہوتی ہے ۔ لیکن ماں بننے کے ساتھ اس کی ذمہ داریوں میں بہت اضافہ ہوجاتا ہے ۔ والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیتے وقت اللہ تعالیٰ نے ماں کا یوں ذکر فرمایا :-

حملتہ أمہ کرھا ووضعتہ کرھا ۔ (76)

یہ ان چند جانبازیوں اورقربانیوں کی طرف اشارہ ہے ، جو ہر ماں کو اپنی اولاد کیلئے لازماً کرنی پڑتی ہیں ۔ اس اشارے سے مقصود اس حقیقت کی طرف توجہ دلانا ہے ، کہ کوئی اولادخواہ کچھ ہی کر ڈالے ، لیکن وہ اپنے ماں باپ کے احسان کا حق ادا نہیں کرسکتی ۔ فرمایا ، کہ اسکی ماں مہینوں نہایت دکھ کیساتھ اس کو اپنے پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے ، پھر وہ جان کی بازی کھیل کر اس کو جنتی ہے ۔ اس کے بعد رضاعت کا دور آتا ہے ، اور پورے دو سال وہ اپنے خون کو دودھ بنا کر پلاتی اور پرورش

---

(75) حافظ ابن کثیر : البدایۃ والنھایۃ ، الجزء الخامس ، تحت حجۃ الوداع یوم عرفۃ ، ص 170 ۔

(76) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحقاف : 15 ۔
ب ۔ تدبر قرآن ، جلد ششم ، ص 362 ۔

کرتی ہے ، مطلب یہ ہے ، کہ کون ہے ، جو اس کے لئے اتنے دکھ خوشی خوشی جھیل سکے ، پھر یہ کتنی بڑی نا سپاسی ہوگی ، اولاد کی ، اگر وہ اس احسان کو بھول جائے ، اور پھر جب ماں باپ اس کے احسان کے محتاج ہوں ، تو ان سے بےپرواہی برتے ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

وبالوالدین احساناً اما یبلغن عندک الکبر أحدھما او کلاھما فلا
تقل لھما اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولاً کریماً ○ واخفض لھما
جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیراً ○ ۔ (77)

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ ، ماں کے ساتھ احترام سے بات چیت کرنے اور تہذیب کے ساتھ گفتگو کرنے کے ضمن میں فرماتے ہیں :-

" ماں باپ کی خدمت کرتے رہنا شریعت اسلامی کے اہم واجبات میں سے ہے ، بڑھاپے کا ذکر اس لئے فرمایا گیا ، کہ اسی سن میں والدہ مجبور ہو کر دوسروں کی محتاج ہو جاتی ہے ، اور اسی سن میں اس کی خدمت طبیعت کو گراں گزرنے لگتی ہے ، ایک حدیث نبوی میں بھی مضمون آیا ہے ، کہ بڑا بدقسمت ہے ، وہ شخص جو اپنے والدین کا بڑھاپا پائے ، اور پھر انہیں خوش کرکے ان کی دعاؤں سے اپنے کو جنت کا مستحق نہ بنائے ۔

جب ان کے سامنے " اف " یا " ہوں " کرنے کی بھی ممانعت ہوگئی تو ظاہر ہے ، جو چیزیں اس سے بڑھ کر ان کے مقابلہ میں گستاخانہ یا ان کے حق میں تکلیف دہ ہیں ، ان کی ممانعت تو کہیں زائد ہوگی ۔ حکم قرآنی سے مراد صرف یہ ہے ، کہ والدہ اور والد کو قولاً اور فعلاً بڑی یا چھوٹی کسی قسم کی اذیت پہنچانا بھی جائز نہیں صرف لفظ " اف " کے تلفظ سے روکنا مقصود نہیں ، چنانچہ والدہ کے ساتھ ادب اور تمیز داری کی تاکید نکلتی ہے ، وقل لھما قولا کریما ۔ سے مخاطبت اور گفتگو میں ان کے ادب و عظمت کا لحاظ رکھنے کا حکم نکل آیا ہے ، پھر زبان کے اعتبار سے والدین کے ساتھ ، نہایت فروتنی اختیار کرنے کی تاکید آئی ہے " ۔ (78)

اسلام سے پہلے عورت کی ماں بن جانے کے بعد بھی کوئی عزت نہ تھی ، لیکن اسلام کے ذریعہ ماں کے درجہ کو انتہائی بلندی پر پہنچا دیا گیا ۔

---

(77) القرآن الحکیم ، سورۃ بنی اسرائیل ، 23 ـ 24

(78) تفسیر ماجدی ، جلد دوئم ، ص 582 ، 583

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے، کہ ایک شخص نے عرض کیا۔
یا رسول اللہ من أحق بحسن صحابتی ؟ قال امک قال ثم من ؟
قال امک، قال ثم من ؟ قال امک، قال ثم من ؟ قال ابوک۔ (79)
تین مرتبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا، کہ تیری بہترین معاشرت کی مستحق تیری
ماں ہے، چوتھی مرتبہ آپؐ نے فرمایا تیرا باپ۔ آپؐ کے اس ارشاد مبارک سے
اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ اسلام نے ماں کے رتبے کو کس قدر بلند کیا۔ (80)
حدیث میں ہے :-
فی بر الوالدین ۔ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ (81)
هل لک من ام ؟ فقال نعم قال الزمها فان الجنة (تحت) عند رجلها۔ (82)
یعنی اس کی خدمت کرتے رہو، اس کی خدمت کرنے کی بناء پر تم جنت
میں داخل ہو جاؤ گے، اس لئے کہ عورت ماں کی حیثیت میں اپنی اولاد کیلئے
جو کچھ کرتی ہے، وہ مرد نہیں کر سکتے۔
اسماء بنت ابو بکر سے منقول ہے، کہ ان کی مشرکہ والدہ صلح حدیبیہ کے بعد
ان کے پاس آئیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض
کیا :
انّ أمی قدمتْ علی وھی راغبة قال نعم أفاصلھا صلیھا۔ (83)

---

(79) الف ۔ مشکوۃ المصابیح ، الجزء الثانی ، کتاب الادب ، باب البر والصلة، ص 418 ۔
ب ۔ صحیح البخاری بحاشیہ السندی ، المجلد الرابع ، ص 47 ۔
ج ۔ جامع الترمذی ، المجلد الثانی ، باب ماجاء فی بر الوالدین ، ص 11 ۔
د ۔ ابن ماجہ : سنن ، الجزء الثانی ، ص 1207 ۔ حدیث 3658 ۔
س ۔ تدبر قرآن ، جلد ششم ، ص 352 ۔ (ش) مسند احمد : المجلد السادس ، ص 438 ۔
ص ۔ الترغیب والترھیب ، الجزء الثالث ، کتاب البر والصلة وغیرھما ، ص 321 ، حدیث 28 ۔
(80) تدبر قرآن ، جلد ششم ، ص 362 ۔
(81) الف ۔ مسند احمد بن حنبل ، الجزء السادس ، ص 438 ۔ آمرک بالوالدین خیرا ۔
ب ۔ جامع الترمذی ، المجلد الثانی ، باب ماجاء فی بر الوالدین ، ص 11 ۔
(82) الف ۔ مشکوۃ المصابیح ، ص 421 (ب) الترغیب والترھیب ؛ المجلد الثالث ، ص 316 ، حدیث 11 ۔
ج ۔ مسند احمد بن حنبل ، المجلد السادس ، ص 438 ۔ عن ابن عباس ، الزم رجلها فان
الجنة تحت أقدامها ، یعنی الوالدہ ۔
(83) الف ۔ الترغیب والترھیب ، المجلد الثالث ، ص 316 ، حدیث 11 ۔
ب ۔ ڈپٹی نذیر احمد : الحقوق والفرائض ، دہلی 1324ھ ، جلد دوئم ، باب حقوق والدین ،
ص 151 ۔

میری ماں میرے پاس آئی، اور مجھ سے صلہ رحمی کی توقع رکھتی ہیں، کیا میں صلہ رحمی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔ بس ہے

امام بخاریؒ فرماتے ہیں :-

عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: بینما ثلاثۃ نفر یتماشون اخذہم المطر فمالوا الی غار فی الجبل فانحطت علی فم غارہم صخرۃ من الجبل فاطبقت علیہم فقال بعضہم لبعض انظروا اعمالا عملتموہا للہ صالحۃ فادعوا اللہ بہا لعلہ یفرجہا، فقال احدہم اللہم انہ کان لی والدان شیخان کبیران ولی صبیۃ صغار کنت ارعی علیہم فاذا رحت علیہم فحلبت بدأت بوالدی اسقیہما قبل ولدی وانہ نای بی الشجر فما اتیت حتی امسیت فوجدتہما قد ناما فحلبت کما کنت احلب فجئت بالحلاب فقمت عند رؤسہما اکرہ ان اوقظہما من نومہما واکرہ ان ابدا بالصبیۃ قبلہما والصبیۃ یتضاغون عند قدمی فلم یزل ذلک دابی ودابہم حتی طلع الفجر فان کنت تعلم انی فعلت ذلک ابتغاء وجہک فافرج لنا فرجۃ نری منہا السماء ففرج اللہ لہم فرجۃ حتی یرون منہا السماء۔ (84)

ابن عمر سے روایت ہے، جناب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایک موقع پر تین اشخاص جا رہے تھے، انہیں مینہ نے آلیا، وہ ایک پہاڑ کے غار میں چلے گئے، غار کے منہ پر پہاڑ کا ایک بڑا سا پتھر لڑھک آیا، اور غار کے منہ کو ڈھانک لیا، نکلنے کا رستہ نہ رہا، اس پر ایک نے دوسرے سے کہا، بھائیو! اپنے ان نیک عملوں پر نظر کرو، جو تم نے خاص خدا کیلئے کئے ہیں، اور ان کے ذریعے سے خدا سے دعا کرو، شاید خدا اس پتھر کو ہٹا دے، اور اس مشکل کو آسان کر دے، ان میں سے ایک شخص نے کہا، خداوندا میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے، اور میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے، میں ان کا نفقہ حاصل کرنے کیلئے بکریاں چرایا کرتا تھا، واپس آنے کے بعد میں دودھ دوہتا، اور اپنے بچوں سے پہلے والدین کو پلایا کرتا تھا، ایک دن کا ذکر ہے، کہ مویشیوں کے چرنے کے درخت بہت دور دور تھے، اور مجھے آتے آتے رات ہوگئی، گھر آکر میں نے والدین کو سوتا پایا، میں نے دودھ دوہا جیسا کہ دودھ دوہا کرتا تھا، اور دودھ کا برتن لئے ہوئے ان کے

---

(84) الف۔ صحیح البخاری بحاشیہ السندی، المجلد الرابع، کتاب الادب، باب اجابۃ دعا من بر والدیہ، ص 47، 48۔ (ب) الحقوق والفرائض، جلد دوئم، باب ادب و تعظیم، ص 157۔158

ج۔ محمد یوسف اصلاحی: حسن معاشرت، تجارت پبلشرز، لاہور 1982ء، ص 28 تا 30۔

کتاب مقدس میں بھی والدین کی عزت و عظمت کا اشارہ ملتا ہے:-

"اپنے ماں اور باپ کی عزت کرنا، جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھے حکم دیا ہے، تاکہ تیری عمر دراز ہو۔" (استثناء، باب 5، آیہ 16، ص 171۔)

خروج، باب 20، آیہ 12، ص 72، پر بھی یہی مضمون ہے۔

سرہانے کھڑا رہا ، کیونکہ مجھے ادھر تو ان کا جگانا نا پسند تھا ، ادھر یہ بھی ناپسند تھا ، کہ ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلا دوں ، اور بچے تھے ، کہ مارے بھوک کے میرے قدموں میں لوٹتے اور چیختے تھے ، الغرض میں اسی طرح کھڑا رہا ، یہاں تک کہ صبح کی پو پھٹ گئی ، تو اے خدا اگر تو جانتا ہے ، کہ میں نے یہ کام صرف تیری خوشنودی اور رضا مندی کے تحت کیا ہے ، تو اس قدر دروازہ کھول دے ، کہ ہم اس میں سے آسمان کو دیکھ سکیں ، لہذا اللہ نے اتنا دروازہ کھول دیا کہ وہ آسمان دیکھنے لگے ۔

حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی موجود تھے ، جنہیں رسول پاکؐ نے خیر التابعین کے لقب سے نوازا تھا ، لیکن آپؐ سے ملاقات نہ کر سکے ۔ ایک مومن کی اس سے زیادہ اور کیا تمنا ہو سکتی ہے ، کہ اس کی آنکھیں رسول پاکؐ کے دیدار سے روشن ہوں ، لیکن حضرت اویسؓ صرف اس وجہ سے آپؐ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو سکے کہ آپؓ کی ماں بوڑھی تھی ، آپؓ ان کو تنہا نہ چھوڑنا چاہتے تھے ، دن رات انہیں کی خدمت میں لگے رہتے تھے ، فریضۂ حج ادا کرنے کی بڑی آرزو تھی ، لیکن جب تک آپ کی والدہ محترمہ زندہ رہیں ، ان کی تنہائی کے خیال سے حج نہ کیا ، ان کی وفات کے بعد یہ آرزو پوری کر سکے ۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے : ۔

وان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفاً ۔ (85)

جب والدین شرک کی دعوت دیں ، تو اس کو قبول نہ کرنے کا حکم ہے ، لیکن ساتھ ہی ارشادِ ربانی ہے ، کہ دنیاوی معاملات میں ان کی عزت کرو ، کیونکہ دینی طور پر صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اور تابعداری ہوگی ، لیکن دنیوی زندگی میں والدین کے حق کو بھی بلند رکھا ۔ پھر والدین میں سے والدہ کا درجہ و مقام بلند تر کر دیا گیا ۔ جب مشرکہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ، تو مسلمان ماں کا مقام کیا ہوگا ۔

حافظ زکی الدین نے عبداللہ بن اوفیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے : ۔ کہ انہوں نے کہا

قال : کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتاہ آتٍ ، فقال : شاب یجود بنفسہ ، فقیل لہ : قل لا الہ الا اللہ ، فلم یستطع ، فقال : کان یصلی ؟ فقال : نعم ، فنہض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، ونہضنا معہ ، فدخل علی الشاب ، فقال لہ : قل لا الہ الا اللہ ، فقال : لا استطیع قال : لم ؟ قال : کانَ یعق والدتہ ، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : اَحیّۃٌ والدتُہ ؟ قالوا : نعم قال : اُدعوھا ، فدعوھا فجاءت ، فقال :

---

(85) القرآن الحکیم ، سورہ الرحمن ، 15 ۔

هذا ابنک ؟ فقالت : نعم فقال لها : ارایت لواجحت نار ضخمۃ ، فقیل لک : ان شفعت له خلینا عنه ، والا حرقناه بهذه النار ، اکنت تشفعین له ؟ قالت : یارسول الله اذا اشفع له قال : فاشهدی الله واشهد بنی قد رضیت عنه ، قالت : اللهم انی اشهدک ، واشهد رسولک انی قد رضیت عن ابنی ، فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم : یا غلام قل : لااله الاالله وحده لا شریک له ، واشهدان محمد ا عبده و رسوله ، فقالها ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : الحمد لله الذی انقذہ بی من النار ۔ (86)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ماں کی نافرمانی کے ضمن میں علامہ علاء الدین الهندیؒ فرماتے ہیں :۔

انه کان فیما قبلکم من الامم رجل متعبد ، صاحب صومعة یقال له جریج وکانت له ام فکانت تأتیه فتنادیه و یشرف علیها فیکلمها ، فأتته یوماً وهو فی صلاته متبل علیها ، فنادته فجعلت تنادیه رافعةً رأسها الیه واضعةً یدها علی جبهتها : أی جریج ! ای جریج ۔ ثلاث مرات ، کل ذلک یقول جریج أی رب ! أمی او صلاتی ، فغضبت فقالت : اللهم لا یموتن جریج حتی ینظر فی وجوه المومسات ، و بلغت بنت ملک القریه فحملت ، فولدت غلاماً ، فقالوا لها : من فعل هذا بک من صاحبک ؟ قالت : هو صاحب الصومعة جریج ، فما شعر حتی سمع بالفؤس فی اصل صومعة فجعل یسألهم ویلکم ما لکم ؟ فلم یجیبوه ، فلما رأی ذلک أخذ الحبل فتدلی ، فجعلوا یجؤون انفه و یضربونه ، یقولون : مراء تخادعُ الناس بعملک ، قال : ویلکم ما لکم ؟ قالوا : بنت صاحب القریه بنت الملک التی احبلها ! قال : فما فعلت ، قالوا : ولدت غلاماً ، قال : الغلام حی هو ؟ قالوا : نعم ، قال : فتولوا عنی ، فتولوا ، فصلی رکعتین ثم انتهی حتی مشی إلی الشجرة فأخذ منها غصناً ، ثم آتی الغلام وهو فی مهده فضربه بذلک الغصن وقال : یا ابن الطاغیة !

---

(86) الف ۔ الترغیب والترهیب ، المجلد الثالث ، ص 331 ، 332 ۔ حدیث 16 ۔

ب ۔ حسن معاشرت ، ص 97 ، 98 ۔

کتاب مقدس میں ہے ، " اور جو اپنی ماں ، باپ کی بات نہ مانتا ہو ، تب اسکے شہر کے سب لوگ اسے سنگسار کریں ، کہ وہ مر جائے ، اور سب لوگ کہیں "آمین" لعنت ہے ، اس پر جو اپنے ماں باپ کو حقیر جانے اور سب لوگ کہیں " آمین " (استثناء ، باب 21 ۔ آیه 18 ، 21 ، ص 186)

احبار ، باب 20 ، آیه 9 ، ص 113 ۔ جو کوئی اپنے باپ یا ماں پر لعنت کرے ، وہ ضرور مارا جائے ۔

من ابوک قال : أبی فلان الراعی ، قالوا : ان شئت بنینا لک صومعتک بذھب وان شئت بفضۃ ا قال : أعیدوھا کما کانت۔(87)

ایک دن حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کی ماں ان سے ملنے آئیں ، حضرت جریج نماز پڑھ رہے تھے ، ماں نے ان کو پکارا جریج ا حضرت نے دل میں سوچا اب کیا کروں ، ماں کا جواب دوں کہ نماز پڑھوں ، آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ خاموش رہیں ، اور نماز پڑھتے رہیں ، دوسرے دن پھر یہی ہوا ، ماں آئیں اور اسکو پکارنے لگیں آپ پھر یہی سوچ کر خاموش رہے ، نماز پڑھتے رہے ، اور ماں کی آواز کا جواب نہیں دیا ، تیسرے دن پھر ماں بیٹے کے پاس آئیں ، اور آواز دینے لگیں ، حضرت جریج یہی سوچ کر کہ آخر نماز میں کیسے جواب دوں ، خاموش رہے ، یہ دیکھ کر ماں کو بہت دکھ ہوا ، اور غصے میں بددعا کی کہ اے اللہ ا جریج کو اسوقت تک موت نہ آئے ، جب تک کہ بری عورتوں سے اسکا پالا نہ پڑے ۔

یہ کہہ کر ماں وہاں سے اداس چلی گئیں ، کچھ ہی عرصہ بعد ایک دن بنی اسرائیل کے لوگ حضرت جریج کی نیکی اور عبادت کا تذکرہ کر رہے تھے ، کہ وہاں کی ایک اشتہائی خوبصورت عورت بول اٹھی " تم کہو تو میں اسکو گناہ میں پھانس لوں " اس کے بعد وہ عورت حضرت جریج کے پاس خانقاہ میں پہنچی اور انہیں پرچانے لگی ، خدا نے حضرت جریج پر اپنی رحمت نازل کی اور وہ اس بدکار عورت سے صاف بچ گئے ، ان سے مایوس ہو کر وہ عورت اس چرواہے کے پاس پہنچی جو حضرت کی خانقاہ میں رات کو سو رہتا تھا ، وہ اس کے پھندے میں آگیا ، اور اپنا منہ کالا کر بیٹھا ، پھر جب اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا ، تو اس نے یہ مشہور کر دیا ، کہ یہ حضرت جریج کا لڑکا ہے ، جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ جاؤ اسکی خانقاہ ڈھا دو ، اور اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ ، لوگ حضرت جریج کی خانقاہ پر پہنچے ، ان کی خانقاہ کھود پھینکی ، اور انہیں خوب مارا پیٹا ، پھر ان کی مشکیں باندھ کر بادشاہ کے پاس لائے ، جب لوگ انہیں باندھے ہوئے لیے جا رہے تھے ، تو راستے میں کچھ بدکار عورتیں انہیں اس حالت میں دیکھ کر ہنسنے لگیں ، ان کو ہنستا دیکھ کر حضرت جریج بھی کچھ مسکرائے ۔

بادشاہ نے حضرت جریج سے کہا ، یہ عورت کیا کہتی ہے ، آپ نے کہا ، فرمایئے کیا کہتی ہے ، بادشاہ نے کہا ، یہ کہتی ہے ، کہ بچہ جریج کا ہے ، جریج نے کہا کہ بچے کو سامنے لایا جائے ، جب بچہ آیا ، تو آپ نے کہا مجھے نماز پڑھنے کی مہلت دی جائے ، آپ نے نماز پڑھی جب فارغ ہوئے تو آپ نے اپنی انگلی بچے کے پیٹ میں ماری اور فرمایا ، بتا بچے ا تیرا باپ کون ہے ، خدا کے حکم سے بچے کی زبان کھل گئی ، اور اس نے کہا میرا باپ فلاں چرواہا ہے ، پھر کیا تھا ، لوگوں نے حضرت جریج کے ہاتھ پاؤں چومنا شروع

---

(87) کنزالعمال ، الجزء السادس عشر ، ص 470 ، 471 ۔حدیث 45501 ۔

گئے، ان سے معافی مانگنے لگے۔ بادشاہ بھی بہت متاثر ہوا، اور اس نے حضرت جریج سے کہا، حضرت! آپ کی خانقاہ سونے کی بنوا دوں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، پھر بولا اچھا چاندی کی بنوا دوں، آپ نے فرمایا نہیں، بس آپ ویسی ہی مٹی کی بنوا دیجئے جیسی پہلے تھی۔

مسلمان اولاد کو سمجھا دیا گیا، کہ ماں کی خدمت کرنا باعثِ رحمت و بخشش ہے، جب تک ماں راضی نہیں ہوگی، تو کسی قسم کی عبادت نجات کا سبب نہیں بن سکتی، اسلام نے ماں کی (چاہے سگی ہو یا سوتیلی) عظمت کو داغدار ہونے سے جس طرح بچایا ہے، اس کا اندازہ براء بن عازب کی روایت سے لگایا جا سکتا ہے۔

عن یزید بن البراء عن ابیه قلت، أین ترید فقال بعثنی النبی صلی الله علیه وآله وسلم الی رجل تزوج بکح إمرأة أمه أبیه فأمرنی أن أضرب عنقه وآخذ ماله۔ (88)

اچھی مسلمان ماں

اچھی ماں وہ ہے، جو اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرے، ماں کی گود میں بچے کی پہلی تربیت گاہ ہے ماں دیندار ہوگی، اسلامی تعلیم کو سمجھنے والی اور اس کے مطابق عمل کرنے والی ہوگی، تو اسکی اولاد بھی معاشرے میں بہترین کردار ادا کرنے والی ہوگی، جتنی ماں خود دین سے دور ہوگی، اتنی اس کی اولاد بھی برائی کو اپنانے والی اور اچھائی کو ٹھکرانے والی ہوگی۔

اسلامی تاریخ میں بے شمار مسلمان ماؤں کے واقعات موجود ہیں۔

1۔ حضرت اُم ہانی ایک بیوہ صحابیہ تھیں، حضورؐ نے ان کے ہاں نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت اُم ہانیؓ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اے خدا کے رسول میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، اب میری عمر کافی ہو چکی ہے، اور دوسرے یہ کہ میرے کئی بچے ہیں، جنکی خدمت و تربیت میری سب سے بڑی ذمہ داری ہے، ان کی دیکھ بھال اور اچھی پرورش کا تقاضا یہ ہے، کہ میں ہر طرف سے یکسو ہو کر اس ذمہ داری کو ادا کروں،

---

(88) الف۔ سنن الدارمی، الجزء الثانی، باب الرجل یتزوج امرأة ابیه، ص 76، حدیث 2245۔

ب۔ جامع الترمذی، المجلد الاول، باب ماجاء فی من تزوج امرأة أبیه، ص 252۔
فقال بعثنی رسول الله صلی الله علیه وسلم الی رجل تزوج امرأة أبیه ان اتیه برأسه۔

ج۔ القرآن الحکیم، سورة النساء 23۔ حرمت علیکم امھٰتکم۔

د۔ تدبر قرآن، جلد دوئم، ص 41۔ (س) تفسیر مظہری، جلد دوئم، ص 548۔

ش۔ محمد شفیع: معارف القرآن، جلد دوئم، ص 354۔ (ص) تفسیر ابن کثیر، المجلد الاول، ص 532۔

اور اس میں کوتاہی نہ کروں ، مجھے نکاح کرتے ہوئے یہ خوف لگتا ہے ، کہ اگر شوہر کا حقِ خدمت ادا کرونگی ، تو ان جگر گوشوں کا حق ادا نہ کر سکوں گی ، اور اگر ان بچوں میں لگی رہونگی تو شوہر کا حق ادا نہ کر سکوں گی ۔ (89)

2 ۔ حضرت ام سلیمؓ جوانی میں بیوہ ہو گئیں ، اب انھیں نکاح کے پیغام آنے لگے ، تو انہوں نے ہر پیغام رد کر دیا ، اور کہا کہ میں اس وقت تک نکاح نہیں کرونگی ، جب تک میرا لعل مجلسوں میں اٹھنے بیٹھنے اور بات چیت کرنے کے قابل نہ ہوگا ، اور پھر جب انسؓ ہی راضی ہوگا ، کہ میں نکاح کروں تو پھر میں نکاح کر لونگی ، چنانچہ آپؓ نے ابو طلحہؓ کی غربت اور ناداری کی ذرا پرواہ نہ کی اور بولیں ، میں تمہارا پیغام قبول کرتی ہوں ، میرا مہر تمہارا اسلام ہے ، اور ام سلیم کا یہ نکاح اس فرزندِ ارجمند کے اہتمام میں ہوا ، جس کی بہترین پرورش کی خاطر ہی وہ اب تک نکاح سے انکار کرتی رہی تھیں ، خدا کی نظر میں اس بی بی کا درجہ کیا ہے ، اس کا اندازہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیان سے کیجئے ، آپؐ فرماتے ہیں :۔ (90)

دخلت الجنة فسمعت خشفة فقلت ما ھذا فقیل الرمیصاء بنت ملحان ۔ (91)

ابو یعلی نے بسند حسن روایت کی ہے ، حضورؐ نے فرمایا ، میں پہلا شخص ہونگا ، جس کے لئے جنت کا دروازہ کھلے گا ، مگر ایک عورت کو آگے دیکھ کر میں پوچھوں گا ، کہ تم کون ہو ، اور مجھ سے پہلے کیوں جا رہی ہو ؟ وہ کہے گی میں ایسی عورت ہوں ، جو اپنے یتیم بچوں کی پرورش کے لئے گھر بیٹھی رہی ۔ (92)

بے شمار ایسی مائیں ہیں ، جنھوں نے اپنی اولادوں کو اللہ کی راہ میں کمال جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیش کیا ، ان کی شہادت کو اپنے لئے عین فخر سمجھا ۔

عرب کی مشہور شاعرہ خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کے ساتھ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئی ہیں ، جس دن لڑائی شروع ہونے والی تھی ، اس کی صبح کو اپنے بیٹوں سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں :۔

بے شک تم اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہوئے ، اور ہجرت کی ، قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم ایک ہی مرد اور عورت کے بیٹے ہو ، میں نے

---

(89) حسنِ معاشرت ، ص 162 ۔

(90) الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، ص 425 ۔ وکانت ام سلیم تقول : لا اتزوج حتی یبلغ انس ویجلس فی المجالس فیقول جزی اللہ امی عنی خیراً لقد احسنت ولایتی ، فقال لہا ابو طلحة ۔۔۔ فقد جلس انس و تکلم فی المجالس ، فقالت ام سلیم : اینما اعلیش تزوجتک ، اما ان تتابعنی علی ما انا علیہ او تکتم عنی فانی قد امنت بھذا الرجل رسول اللہ ، فقال ابو طلحة فانی علی مثل ما انت علیہ ، قال فکان الصداق بینھما الاسلام ۔

(91) اسد الغابة فی معرفة الصحابة ، المجلد الخامس ، ص 591 ۔

(92) محمد عطاء اللہ : مکاشفة القلوب ، (اردو) ، ص 592 ۔

تمہارے باپ کی کبھی خیانت نہیں کی ، اور نہ ہی تمہارے ماموؤں کو رسوا کیا ہے ، نہ ہی تمہارے حسب کو داغدار کیا ہے ، نہ ہی تمہارے نسب کو تبدیل کیا ہے ، تم جانتے ہو کہ اللہ نے کافروں سے لڑائی لڑنے پر مسلمانوں کیلئے کتنا ثواب رکھا ہے ، جان لو کہ باقی رہنے والا گھر فانی گھر سے بہتر ہے ۔

اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں :-

یاایہا الذین آمنوااصبرو وصابروا ورابطوا واتقوااللہ لعلکم تفلحون ۔

لہذا اگر اللہ نے چاہا کہ تم سلامتی کے ساتھ صبح کرو ، تو اچھی طرح اپنے دشمنوں کو دیکھ کر لڑائی کیلئے نکلنا ، اللہ کے دشمنوں کے خلاف اس سے مدد چاہتے ہوئے ، میدان میں جانا ، جب تم دیکھو کہ لڑائی کا میدان گرم ہوگیا ہے ، لڑائی کے شعلے بلند ہو رہے ہیں ، لڑائی کی آگ نے ہر شے کو ڈھانپ لیا ہے ، تو تم لڑائی کے عین وسط کا ارادہ کرتے ہوئے میدان میں اترنا ، دشمنوں کے سرداروں کو اپنی تلوار کا نشانہ بنانا ، دائمی اور ابدی گھر میں غنیمت اور عزت کے ساتھ کامیاب ہونا ۔

ماں کی نصیحت کے مطابق چاروں بیٹے میدان میں اترتے ہیں ، رجزیہ اشعار پڑھتے آگے بڑھتے ہیں ، شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کرتے ہیں ، جب ماں کو بیٹوں کے شہید ہونے کی خبر ملتی ہے ، تو وہ کہتی ہے -

" الحمد للہ الذی شرفنی بقتلہم ، وأرجو من ربی ان یجمعنی بہم فی مستقر رحمتہ ۔ (93)

سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں ، جس نے مجھے ان کی شہادت کے شرف سے نوازا یعنی شہداء کی ماں بنایا ، میں اپنے رب سے امید رکھتی ہوں ، کہ وہ مجھے ان کے ساتھ اپنی رحمت کی جگہ میں جمع کریگا ۔

چونکہ باپ اپنے کام کاج میں معروف رہتا ہے ، صبح گھر سے جاتا ہے ، اور شام کو واپس لوٹتا ہے ، گھر کے خرچ اخراجات کی ذمہ داری اسی پر ہوتی ہے ، لہذا وہ اپنی اولاد کی دیکھ بھال ایسی نہیں کر سکتا ، جیسی کہ ماں کر سکتی ہے ، لہذا مسلمان ماں پر فرض ہے ، کہ بچپن ہی اپنی اولاد کی تربیت اسلامی تعلیم کے مطابق کرے ، تاکہ اولاد بڑی ہو کر اسلامی معاشرے میں بھرپور کردار ادا کر سکے ۔

صورت ہجہشم بہشت

اسلام سے پہلے عربوں میں عام معمول تھا ، کہ ان کے ہاں جب لڑکی پیدا ہوتی

---

(93) الف ۔ الاستیعاب ، المجلد الرابع ، ص 1829 ۔

ب ۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ، المجلد الخامس ، ص 441 ۔ 442 ۔

ے اس کو زندہ درگور کر دیا جاتا ، اس کے دو طریقے تھے :-

1 ـ أحدهما أن يأمر امرأته اذا قرب وضعها أن تلقي بجانب حفيرة فاذا وضعت ذكرا أبقته واذا وضعت انثى طرحتها في الحفيرة ـ (94)

2 ـ ومنهم من كان اذا صارت البنت سداسية قال لأمها طيبيها و زينيها لأزور بها أقاربها ـ ثم يبعد بها في الصحرا حتى يأتي البئر فيقول لها انظري فيها ويدفعها من خلفها و يطمها ـ (95)

امام ابو محمد الدارمی نے سنن الدارمی کی ابتدا ہی میں جہالت میں لڑکیوں کے ساتھ ہونے والے سلوک سے کی ہے :-

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے : انا كنا أهل الجاهلية و عبادة اوثان ، فكنا نقتل الأولاد ، وكانت عندي ابنة لي فلما أجابت و كانت مسرورة بدعائي اذا دعوتها ، فدعوتها يوما فاتبعتني ، فمررت حتى أتيت بئرا من أهلي غير بعيد ، فأخذت بيدها فرديتها في البئر ، وكان آخر عهدي بها أن تقول يا أبتاه ، فبكى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى وكف دمع عينيه ، فقال له رجل من جلساء رسول الله صلى الله عليه وسلم : أحزنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فقال له : "كف فانه يسأل عما أهمه" ، ثم قال له "أعد علي حديثك" فأعاده ، فبكى حتى وكف الدمع من عينيه على لحيته ، ثم قال له "ان الله قد وضع عن الجاهلية ما عملوا ، فاستأنف عملك" ـ (96)

امام قرطبی نے نقل کیا ہے ، کہ سب سے پہلا شخص جس نے بیٹی کو زندہ درگور کیا ، وہ قیس بن عاصم تھا :-

وكان بعض اعدائه اغار عليه فاسر بنته فاتخذها لنفسه ثم حصل بينهم صلح فخير ابنته فاختارت زوجها فآلى قيس على نفسه أن لا تولد له بنت إلا دفنها حية ، فتبعه العرب في ذلك ـ (97)

اس کے دشمنوں میں سے کسی دشمن نے اس پر حملہ کیا ، اور اس کی بیٹی کو قیدی بنانے کے بعد اپنی بیوی بنا لیا ، کچھ عرصہ کے بعد ان کے درمیان صلح ہو گئی ، اس نے اپنی بیٹی کی واپسی کا جب تقاضا کیا ، تو دشمن نے اس کی بیٹی کو اختیار دے دیا ، چاہے تو اس کے پاس رہے ، چاہے تو باپ کے ساتھ چلی جائے ، بیٹی نے خاوند کے پاس رہنے کو ترجیح دی ، قیس نے قسم کھائی ، کہ جب بھی اس کے ہاں بیٹی ہوگی ، وہ اسے زندہ دفن کر دیگا ، پس اس نے ایسا ہی کیا ، اور اہل عرب نے اسکی پیروی کی -

---

(94) تفسير القاسمي ، المجلد العاشر ، الجزء السابع عشر ، ص 68

(95) الجامع لاحكام القرآن ، المجلد العاشر ، الجزء التاسع عشر ، ص 233 -

(96) سنن الدارمي ، المجلد الاول ، باب ما كان عليه الناس قبل بعث النبي ، ص 13 -

(97) الجامع لاحكام القرآن ، المجلد العاشر ، الجزء التاسع عشر ، ص 233 ، 240 -

اس طرح کی ایک اور روایت ہے :-
حضرت قیس بن عاصم تمیمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے ہیں، اور عرض کرتے ہیں :
انی وأدت اثنتی عشرة بنتاً او ثلاث عشرة بنتا ۔ (98)
قرآن حکیم نے جہالت کے زمانے میں عربوں کا نقشہ یوں کھینچا ہے :-
واذا بشر احدھم بالانثی ظل وجھہ مسودا وھو کظیم ۝ یتواری
من القوم من سوء ما بشر بہ، ایمسکہ علی ھون ام یدسہ فی التراب،
الا ساء ما یحکمون ۝ (99)
ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ فرماتے ہیں :-
لمن لقی مکروھا قد اسود وجھہ غما وحزنا ۔ (100)
اگر ان میں سے کسی کو خبر دی جائے، کہ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے،
تو غم سے ان کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، اور اس وقت سے رنج و الم سے گھٹا
گھٹا رہتا ہے، اسکو اپنے لئے باعث ننگ سمجھ کر لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے،
اور اس تردد میں پڑ جاتا ہے، کہ ذلت گوارا کرکے اسکو زندہ رکھے، یا اسکو
زمین میں دفن کر دے، اور اس ذلت سے چھٹکارا حاصل کرے ۔ (101)
ارشاد باری تعالی ہے :-
ولا یقتلن اولادھن ۔ (102)
زمانہ جاہلیت میں قتل اولاد کا ارتکاب مشرکانہ توہمات سے بھی ہوتا تھا،
اور اندیشہ فقر اور بے جا غیرت کے تحت بھی ۔
زندہ دفن کرنے، ویران کنوئیں میں ڈالنے یا کسی پہاڑی غار میں لڑکیوں
کو پھینکنے کے واقعات جا بجا ملتے ہیں، کندہ، بنو تمیم اور قریش میں دختر کشی
کی رسم سب سے زیادہ جاری تھی ۔ (103)

---

(98) الف ۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، المجلد الرابع، ص220 ۔
ب ۔ امام جلال الدین السیوطی : الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، الجزء السادس،
دارالمعرفہ، بیروت، ص320 ۔ انی وأدت ثمان بنات لی فی الجاھلیۃ ۔
قال جاء قیس بن عاصم التمیمی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔
(99) القرآن الحکیم، سورۃ النحل، 58، 59 ۔
(100) التفسیر الکبیر، الجزء العشرون، ص 55 ۔
(101) تدبر قرآن، جلد سوئم، ص 664 ۔
(102) القرآن الحکیم، سورۃ الممتحنہ: 12 ۔
(103) تدبر قرآن، جلد ہشتم، ص 343 ۔

علامہ جریر الطبریؒ فرماتے ہیں :-

أراد وأد البنات الذی کان یفعلہ اہل الجاہلیۃ ثم عم کل نوع من قتل الولد وغیرہ ۔ (104)

امام جلال الدین السیوطیؒ فرماتے ہیں :-

عن صعصعۃ بن ناجیۃ المجاشعی وہو جد الفرزدق قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی عملت أعمالاً فی الجاہلیۃ فہل لی فیہا من أجر قال وما عملت قال أحییت ثلثمائۃ وستین موؤدۃ اشتری کل واحدۃ منہن بناقتین عشر اوین وجمل فہل لی فی ذلک من أجر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لک أجرہ اذمنّ اللہ علیک بالاسلام ۔ (105)

اسلام سے پہلے بعض نیک نفس ایسے لوگ موجود تھے ، جو لڑکیوں کی جان بچانے کیلئے والدین کو قیمت دے کر لڑکیاں خرید لیتے تھے ، اور خود انکی پرورش کرتے تھے ، چنانچہ مشہور شاعر فرزدق کے دادا صعصعہ بن ناجیہ المجاشعی نے اس میں بڑا نام پیدا کیا ، انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا ، اور اس کے شرف سے مشرف ہوئے ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ، یا رسول اللہ میں نے تین سو ساٹھ لڑکیوں کو خرید کر موت کے منہ سے انکو بچایا ہے ، کیا مجھے اس کا اجر ملے گا ؟ فرمایا ، ہاں ملے گا ، خدا نے تم کو مسلمان بنا کر تم پر احسان کیا ۔

اسی طرح ایک اور شخص عمرو بن نفیل جو بعثت نبوی سے پہلے دین ابراہیمی کے پیرو تھے ، اس قسم کی لڑکیوں کو لے کر ان کی پرورش کرتے تھے ، جب وہ سیانی ہو جاتیں ، تو ان کے والدین سے کہتے کہ اگر چاہو تو ان کو واپس کر دوں ورنہ انکو میرے پاس رہنے دو ۔ (106)

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ بیٹی کی کفالت کے لئے صحابہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے کوشاں ہو گئے ۔

عمرۃ القضاء کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ روانہ ہوتے ہیں ، تو حضرت حمزہؓ کی بیٹی آپؐ کے پیچھے یا عم یا عم کہتے ہوئے آتی ہے :

امام بخاریؒ فرماتے ہیں :-

فتناولہا علی فاخذ بیدہا وقال لفاطمۃ علیہا السلام دونک ابنۃ عمک

---

(104) التفسیر الکبیر ، الجزء التاسع والعشرون ، ص 308 ۔

(105) الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ، المجلد السادس ، ص 320 ۔

(106) صحیح البخاری بحاشیہ السندی ، المجلد الثالث ، باب عمرۃ القضاء ، ص 57 ۔

حملتها فاختصم فیها علی وزید و جعفر ، قال علی أنا اخذتها وهی
بنت عمی و قال جعفر ابنة عمی و خالتها تحتی ، وقال زید ابنة اخی ،
فقضی بها النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لخالتها وقال الخالة بمنزلة
الام ۔ (107)

اللہ اکبر ! ایک وقت تھا ، کہ ماں کی کوئی عزت نہ تھی ، بیٹی کو زندہ
دفن کر دینا ، ایک فریضہ سمجھا جاتا تھا ، پھر اسلام کی برکت سے ایسا وقت
آیا ، کہ ایک بیٹی کی کفالت کیلئے ، صحابہ میں جھگڑا ہوا ، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے خالہ کو بھی ماں کا درجہ عطا فرمایا ۔

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے ، کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ، اور عرض کیا ، اللہ کے رسول مجھ سے بہت
بڑا گناہ ہوا ہے ، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ، کیا تیری ماں زندہ ہے ؟ اس نے عرض کیا ، جی نہیں ، آپ نے دریافت
فرمایا ، کیا تمہاری خالہ زندہ ہے ، ؟ اس نے کہا ، جی ہاں ، آپ نے فرمایا جا
اپنی خالہ سے نیکی کر ۔ (108)

بیٹیوں کی اچھی طرح پرورش کرنے والے کو جو بشارت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے ، اس کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی ۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔
س* من عال جاریتین دخلت انا وھو الجنة کھاتین واشار با صبعہ ۔ (109)

---

(107) الف ۔ صحیح البخاری بحاشیہ السندی ، المجلد الثالث ، باب عمرۃ القضاء ،
ص 57 ۔

ج ۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ، المجلد الخامس ، ص399 ۔ 400 ۔
امامة بنت حمزة بن عبد المطلب وامها سلمی بنت عمیس وھی التی اختصم فیھا
علی و جعفر و زید رضی اللہ عنھم ، لما خرجت من مکة وسألت کل من مربھا
من المسلمین یأخذ فلم یفعل فاحتازبھا علی فأخذ ھا ، فطلب جعفر أن تکون
عنده لان خالتھا أسماء بنت عمیس عنده و طلبھا زید بن حارثة ان تکون عنده
لانه کان قد اخی بینھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقضی بھا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لجعفر لان خالتھا عنده ثم زوجھا رسول اللہ من سلمة بن
ام سلمة وقال حین زوجھا ھل جزیت سلمة لان سلمة ھو الذی زوج امه ام
سلمة من رسول اللہ و سماھا ۔

(108) جامع الترمذی ، المجلد الثانی ، ص 12 ۔ عن النبی قال الخالة بمنزلة الام ۔
(109) ایضاً ایضاً ، باب ما جاء فی النفقة النفقات علی البنات ، ص 13 ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

من ابتلی بشئی من البنات فصبر علیھن کن لہ حجابا من النار - (110)

عبداللہ بن عباس سے مروی ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

من عال ثلاث بنات او اخوات فادبھن و زوجھن فیحسن الیھن فلہ الجنۃ -(111)

عبداللہ بن عباس ہی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

من کانت لہ انثی فلم یئدھا ولم یھنھا ولم یؤثر ولدہ علیھا یعنی الذکور ادخلہ اللہ بھا الجنۃ - (112)

اسلام ہی دنیا کا واحد دین ہے ، جو بیٹیوں سے محبت کرنے اور ان کی اچھی طرح پرورش کرنے کا حکم دیتا ہے ، کیونکہ بیٹی ہی جوان ہو کر بیوی بنتی ہے ، اولاد جننے کے بعد ماں بنتی ہے ، اگر بیٹی کی پرورش صحیح ہوگی ، اس کو عمدہ تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کیا جائیگا ، تو وہ اچھی بیوی اور اچھی ماں ثابت ہوگی ، بعض بیٹیوں پر اللہ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے -

ایک رات حضرت عمر فاروق معمول کے مطابق مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گھوم رہے تھے ، حدیث میں آتا ہے :-

فاتی علی امرأۃ وھی تقول لابنتھا قومی و امزقی اللبن فقالت لا تفعلین فان امیر المومنین عمر نھی عن ذلک قالت و من أین یدری فقالت فان لم یعلم ھو فان رب أمیر المومنین یدری ذلک فلما أصبح عمر قال لابنہ عاصم

---

109 ب - مسند احمد ، الجزالسادس ، ص 436 ، 437 - وھو فی الجنۃ کھا تین وضم اصبعہ -

ج - مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، المجلد الثامن ، ص 160 - من عال ابنتین او اختین او خالتین او عمتین او جدتین فھو معی فی الجنۃ کھا تین وضم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصبعہ السبابۃ -

(110) جامع الترمذی ، المجلد الثانی ، باب ماجاء فی النفقۃ النفقات علی البنات ص 13 -

ب - کنزالعمال ، المجلد السادس عشر ، ص 447 - حدیث 45362 -

(111) بزوائد المسانید الثمانیہ ، الجزء الثانی ، باب فضل من رزق البنات و صبر علیھن ص 382 ، حدیث 2527 -

ب - جامع الترمذی ، المجلد الثانی ، باب ماجاء فی النفقۃ النفقات علی البنات ، ص 13 -

ج - کنزالعمال ، المجلد السادس عشر ، ص 449 ، حدیث 45373 -

(112) مسند احمد ، المجلد السادس ، ص 436 - (ب) کنزالعمال ، المجلد السادس عشر ص 447 ، حدیث 45364 -

اذهب الی مکان کذا و کذا فان هناک صبیة فان لم تکن مشغولة
فتزوج بہا لعل اللہ ان یرزقک منہا نسمة مبارکة فتزوج عاصم تلک الصبیة
فولدت له ام عاصم بنت عاصم بن عمر فتزوجہا عبدالعزیز بن مروان فولدت
له عمر بن عبدالعزیز خرجہما فی الفضائل ۔ (113)

انہوں نے ایک عورت کی آواز سنی ، جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی ،
"اٹھو دودھ میں پانی ملا دو" بیٹی نے جواب دیا ، اماں ایسا مت کرو ، معلوم نہیں کہ
امیر المومنین نے اس کام سے منع کر رکھا ہے ، ماں کہتی ہے ، بیٹی امیر المومنین کو
اس کا علم کیسے ہوگا ؟ بیٹی نے ماں سے کہا ، اماں اگر امیر المومنین نہیں دیکھ
رہے ، تو امیر المومنین کا رب ، رب العالمین تو دیکھ رہا ہے ۔

صبح ہوئی ، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بیٹے عاصم
سے فرمایا ، فلاں گھر والوں کے پاس جاؤ وہاں ایک لڑکی ہے ، اگر اسکا کہیں رشتہ
طے نہیں ہوا ، تو تم پیغام بھیج دو شاید کہ اللہ تمہیں اس سے نہایت بابرکت اولاد
عطا فرمائے ، عاصم حکم کی تعمیل کرتے ہیں ، اس لڑکی سے ان کی شادی ہو جاتی
ہے ، ان کے ہاں ایک بیٹی ہوتی ہے ، جب وہ جوان ہوتی ہے ، تو اس کی شادی
عبدالعزیز بن مروان سے ہو جاتی ہے ، اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوتا ہے ، جسے تاریخ
عالم میں عمر بن عبدالعزیز کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔

<u>بیٹیوں کے لئے نصیحت</u> :

جہاں والدین پر بیٹیوں کی اسلامی تعلیم کے مطابق تربیت کرنے کی ذمہ داری
عائد ہوتی ہے ، وہاں مسلمانوں کی بیٹیوں کو بھی خاص خیال رکھنا ہوتا ہے ، کہ کہیں
کوئی ان سے ایسا کام نہ ہو جائے ، جس کی وجہ سے خاندان کی بدنامی ہو اور اللہ
ناراض ہو جائے ، بلکہ مسلمان بیٹیوں کو صحابیات کے معاملات زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے
موجودہ زوال پذیر معاشرے کو سدھارنے کا عزم کرنا چاہیے ، قوم کی بیٹیاں ، یقیناً معاشرے

---

112 ج ۔ <u>کنزالعمال</u> ، الجزء السادس عشر ، ص 454 ، حدیث 45400 ۔
د ۔ <u>بزوائد المسانید الثمانیه</u> ، الجزء الثانی ، باب فضل من رزق البنات و صبر
علیهن ، ص 381 ، 382 ۔ حدیث 2525 ۔

(113) علی بن سلطان محمد القاری : <u>مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح</u> ، (س ۔ ن) ملتان
مکتبه امدادیه ، الجـــــــزء الحادی عشر ، ص 311 ۔

کی اصلاح میں بڑی ہی اہم کردار ادا کر سکتی ہیں ، اچھی بیٹی کا کام ہے ، کہ دینی اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ گھریلو کام کاج میں مہارت پیدا کرے ، گھر کو چلانے کے طریقہ و سلیقہ پر خاص توجہ دے ، فارغ وقت میں سلائی کڑھائی اور دوسرے مفید کاموں پر دھیان دے ، کفایت شعاری کے اصول کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھے ، کیونکہ آنے والے وقت میں نہ جانے اسے کس گھر میں جانا ہے ، اگر اچھی باتوں اور اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی عادت پڑ جائیگی تو زندگی ہمیشہ ہی خوبصورت اور خوشگوار گزرے گی ۔

بیٹی کی تربیت :

والدین پر حق ہے ، کہ وہ لڑکی کی بہترین تربیت کریں ، اسے ایسی تعلیم دیں ، جس سے وہ عمدہ رہن سہن اور خاوند سے بہتر برتاؤ کے آداب سیکھ جائے ، جیسا روایت ہے ، کہ اسماء بنت خارجہ فزاری نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اسے کہا اب تم اس گھونسلے سے نکل رہی ہو جو تمہارا ٹھکانہ و مسکن تھا ، اب تم اس بستر پر جا رہی ہو ، جس سے تم نے کبھی بھی الفت نہیں کی ، تو اسکی زمین بن وہ تیرا آسمان ہوگا ، تو اسکا بچھونا بن جا وہ تیری عمارت بن جائیگا ، تو اسکی باندی بن وہ تیرا خادم ہوگا ، اس سے کنارہ کش نہ رہنا ورنہ وہ تجھ سے دور ہو جائیگا ، اس سے دور نہ ہونا ورنہ وہ تجھے بھول جائیگا ، اگر وہ تیرا قرب چاہے ، تو اسکے قریب ہو اگر وہ تجھ سے دور ہونا چاہے تو تو بھی دور ہو جا اسکی ناک ، کان اور آنکھ کی حفاظت کرنا ، تاکہ وہ تجھ سے عمدہ خوشبو (اچھی بات) کے علاوہ اور کچھ نہ سونگھے ، عمدہ بات کے سوا اور کچھ نہ سنے ۔ (114)

عورت بحیثیت بہن

زمانہ جاہلیت میں جب ماں ، بیوی اور بیٹی کی کوئی عزت نہ تھی ، تو بہن کی کیا عزت ہو سکتی تھی ، مجوسیوں کے معاشرے ایران میں بہن بھائی کی شادی کا رواج بھی پایا جاتا تھا ، چنانچہ اسلام نے جہاں ماں ، بیٹی اور بیوی کو عزت و شرف سے نوازا وہاں بہن کو بھی پیچھے نہ رکھا ، بلکہ بیٹی کے ساتھ بہن کا بھی ذکر کیا ۔

---

(114) مکاشفۃ القلوب ، ص 663 ۔

ابو سعید الخدریؓ سے مروی ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

من کانت لہ ثلاث بنات او ثلاث اخوات او ابنتان او اختان فاحسن صحبتھن و اتقی اللہ فیھن فلہ الجنۃ ۔ (115)

یہی وجہ تھی ، کہ صحابہ اپنی بیٹیوں کا خیال رکھنے کے ساتھ بہنوں کی بھی دیکھ بھال کا حق ادا کیا کرتے تھے ۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے ، کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا :-

ھل نکحت یا جابر ؟ قلت نعم قال ماذا ابکرا او ثیبا ؟ قلت لا بل ثیبا قال فھلا جاریۃ تلاعبک قلت یارسول اللہ ان ابی قتل یوم احد و ترک تسع بنات کن لی تسع اخوات فکرھت ان اجمع الیھن جاریۃ خرقاء مثلھن ولکن امراۃ تمشطھن وتقوم علیھن قال اصبت ۔ (116)

اسلام نے بھائی کو اپنی بہن سے نہ صرف شادی کرنے سے روکا ، بلکہ کسی شخص کو اس بات کی بھی اجازت نہ دی کہ وہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرے ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ان تجمعوا بین الاختین ۔ (117) تمہارے اوپر حرام ہے ، کہ تم اپنے نکاح میں دو بہنیں جمع کرو ۔

یہ اسلام ہی کی برکت ہے ، کہ بھائیوں کے ساتھ بہنوں نے بھی عزت پائی ، اور بھائیوں کو بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ۔

وراثت میں عورتوں کا حصہ

عرب ایک ایسا علاقہ تھا ، جس میں کوئی باضابطہ قانون نہیں تھا ، بلکہ ان کے ایسے

---

(115) الف ۔ جامع الترمذی ، المجلد الثانی ، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات ، ص 13 ۔

ب ۔ مسند احمد ، الجزء السادس ، ص 436 ۔

ج ۔ کنزالعمال ، الجزء السادس عشر ، ص 448 ۔ حدیث 45369 ۔

(116) الف ۔ جامع الترمذی ، المجلد الاول ، باب ماجاء فی ترویج الابکار ، ص 208 ۔

ب ۔ نیل الاوطار ، الجزء السابع ، ص 264 ۔ حدیث 4 ۔ قال لہ :

یا جابر تزوجت بکرا ام ثیباً قال : ثیبا ، قال : ھل تزوجت بکراً تلاعبہا وتلاعبک ۔

(117) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 23 ۔

رائج کردہ قوانین تھے ۔ زمانہ جاہلیت میں جہاں اور طرح طرح کے جاہلانہ خیال اور ظالمانہ رسمیں رائج تھیں ، وہاں ایک قسم ظریقہ یہ تھی ، کہ مرنے والے کا مال صرف وہی مرد لیتے تھے ، جو پورے جوان اور جنگ میں جانے کے قابل ہوتے تھے ، " عورتوں ، بچوں اور ضعیفوں کو میراث نہیں ملتی تھی ، مفلس اور بے کس بیوہ ۔معصوم یتیم ۔ قابل رحم لڑکے اور لڑکیاں روتے چلاتے رہ جاتے ، اور جوان قوی مالدار چچا اور بھائی آکر آنکھوں کے سامنے سب مال پر قبضہ کر لیتے تھے ، ان کی آہ کا سننے والا اور ظالموں کے پنجے سے مال کو نکالنے والا کوئی نہ تھا " ۔(118)

ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے :۔

" There could have been no question in those days of a widow inheriting from her husband since she was garded as a part of property which went over to the heir .... nor could have been a question about daughters inheriting from their fathers, since daughters were given in mariage, either by their fathers or by their brothers or other relations after the father's death, thus becoming the property of the family into which they married. (119).

ارشاد نبوی ہے :۔

عن جابر بن عبداللہ قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی جئنا امرأۃ من الأنصار فی الاسواف فجاءت المراۃ بابنتین لھا فقالت یا رسول اللہ ہاتان بنتا ثابت بن قیس ۔ قتل معک یوم الأحد وقد استفاء عمھما مالھما و میراثھما کلہ ولم یدع مالاً الا اخذہ فماتری ، یا رسول اللہ فواللہ لاتنکحان ابداً إلا ولھما مال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقضی اللہ فی ذلک وقال نزلت سورۃ النساء یوصیکم اللہ فی اولاد کم " الآیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(118) الف ۔ سید اصغر حسین : مفید الوارثین ، وفاق پرنٹنگ پریس ، لاہور 1980ء ، ص 18 ۔

ب ۔ ضیاء القرآن ، جلد چہارم ، ص 311 ، 312 ۔

ج ۔ تفسیر القرآن العظیم ، الجزء الاول ، ص 458 ۔

(119) Standard Jewish Encyclopaedia , Edited CECIL Roth, W.H. All E.London, 1959. P-962.

ادعوا الی المراۃ و صاحبہا ، فقال لعمہما اعطہما الثلثین
واعط امہما الثمن وما بقی فلک ابوداؤد کتاب الفرائض بحوالہ فی
الترمذی ابواب الفرائض ۔ (120)

اسلام نے بیوی ۔ماں ۔بیٹی اور بہن کی حیثیت تسلیم کروانے کے بعد وراثت
میں بھی حصہ دار بنایا ۔ جیسے کہ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا :-

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ، فان کن نساء فوق
اثنتین فلھن ثلثا ماترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف ، ولابویہ لکل
واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد و ورثہ
ابوہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من بعد وصیۃ یوصی بہا
اودین ، اباؤکم و ابناؤکم لاتدرون ایہم اقرب لکم نفعاً ، فریضۃ من اللہ ،
ان اللہ کان علیماً حکیما O ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد ،
فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بہا اودین ،
ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما
ترکتم من بعد وصیۃ توصون بہا اودین ، وان کان رجل یورث کللۃ اوامراۃ ولہ
اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس فان کانوا اکثر من ذلک فھم شرکاء
فی الثلث من بعد وصیۃ یوصی بہا اودین ، غیر مضآر وصیۃ من اللہ ، واللہ
علیم حلیم O (121)

اللہ تعالی تمہیں تمہاری اولادوں کے بارے میں وصیت کرتا ہے ، ایک مرد کا
حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوگا ، اگر بیٹیاں دو سے زیادہ ہوں ، تو ان کے
لئے دو تہائی ہے ، جو میت نے چھوڑا اگر ایک ہو تو آدھے ترکے کی وارث ہوگی ، اور
والدین کیلئے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملیگا ، اس میں سے جو چھوڑا اگر اس کی
اولاد نہ ہو ، اور اس کے والدین اس کے وارث ہوں ، تو ماں کا حصہ ایک تہائی ہوگا ، اگر
میت کا کوئی بھائی ہو تو پھر ماں کو چھٹا حصہ ملیگا ، لیکن یہ وصیت پوری کرنے اور میت کا
قرض ادا کرنے کے بعد ہوگا ، باپوں اور بیٹوں میں کون زیادہ تمہیں نفع دینے والا ہے ، اس
کے بارے میں تم نہیں جانتے ، ترکے کو وارثوں میں تقسیم کرنا ، یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے ،
بےشک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے ، اگر تمہاری بیویوں کی اولاد نہ ہو تو ان کی میراث
میں سے تمہارے لئے نصف ہے ، اگر ان کی اولاد ہو تو پھر تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے ،

---

(120) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 322 ۔

(121) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء 11 تا 12 ۔

وصیت پر عمل کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد اس میں سے جو انہوں نے پیچھے چھوڑا ہے ، اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہاری بیویوں کے لئے چوتھائی حصہ ہے ، اور اگر اولاد ہو تو پھر ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے ، اس میں جو تم چھوڑو ۔ قرضہ کی ادائیگی اور وصیت کے مطابق عمل کرنے کے بعد ۔ اگر مرد یا عورت اس حال میں فوت ہو کہ اس کا باپ ہو اور نہ ہی بیٹا ، لیکن اس کا بھائی یا بہن موجود ہو تو ان میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا چھٹا حصہ ہے ۔

کلالہ کے بارے میں دوسرے حکم کے مطابق بھائیوں اور بہنوں کے درمیان وہی قانون لاگو ہوگا ، جس کا ذکر آیات میراث کے آغاز میں کر دیا گیا ، یعنی مرد کیلئے دو حصے اور عورت کیلئے ایک ، پہلے حکم میں اضافی ارشاد ہوتا ہے ، اور دوسرے میں عینی بہن بھائیوں کا ذکر ہے ۔

جب متزکرہ بالا آیات نازل ہوئیں ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہے کہ :-

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین و ذلک أنہ لما نزلت الفرائض التی فرض اللہ فیہا ما فرض للولد الذکر والأنثی والأبوین کرھھا الناس أو بعضھم وقالوا : تعطی المراۃ الربع أو الثمن ، و تعطی الابنۃ النصف ، ویعطی الغلام الصغیر ، ولیس من ھؤلاء أحد یقاتل القوم ، ولا یحوز الغنیمۃ ، اسکتوا عن ھذا الحدیث لعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ینساہ أو نقول لہ فیغیر فقالوا : یا رسول اللہ تعطی الجاریۃ نصف ما ترک أبوھا ، ولیست ترکب الفرس ، ولا تقاتل القوم ، و یعطی الصبی المیراث ولیس یغنی شیئا ، وکانوا یفعلون ذلک فی الجاھلیۃ ، لا یعطون المیراث الا لمن قاتل القوم ، و یعطونہ الأکبر فالأکبر ، رواہ ابن حاتم و ابن جریر ایضاً ۔ (122)

حضرت ابن عباس کا قول ہے ، کہ قبل از اسلام عرب میں مال کا حقدار صرف لڑکا تھا ، ماں باپ کو بطور وصیت کچھ مل جاتا تھا ، فرماتے ہیں ، کہ میراث کے احکام اترنے کے بعد بعض لوگوں نے کہا ، کہ یہ اچھی بات ہے ، کہ عورت کو چوتھا ، اور آٹھواں حصہ دلایا جا رہا ہے ، اور ننھے ننھے بچوں کا حصہ مقرر کیا جا رہا ہے ، حالانکہ ان میں سے کوئی بھی نہ لڑائی میں نکل سکتا ہے ، نہ مال غنیمت لا سکتا ہے ، اچھا ہو ، کہ تم اس آیت سے خاموشی برتو ، شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھول جائے ، یا ہمارے کہنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان احکام کو بدل دیں ، پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ لڑکی کو اس کے باپ کا آدھا مال دلوا رہے ہیں ، حالانکہ نہ وہ

---

(122) تفسیر القرآن العظیم ، الجزء الاول ، ص 458 ۔

ہندو قانون میں وراثت کے متعلق یوں صورت حال دکھائی دیتی ہے ۔ " وراثت کے

گھوڑے پر بیٹھنے کے قابل ہے، نہ دشمن سے لڑنے کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچے کو ورثہ دلا رہے ہیں، بھلا وہ کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

اسلام چاہتا ہے، کہ دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے، وراثت کی تقسیم میں بھی اس اصول کو ملحوظ رکھا، اس لئے صرف بڑے لڑکے یا صرف لڑکوں ہی کو وارث تسلیم نہیں کیا، بلکہ تمام اولاد اور لڑکیاں اور ان کے علاوہ کئی اور رشتہ داروں کو وارث قرار دیا، تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد میں یہ دولت تقسیم ہو، یہ وہ تین اصول ہیں، (قرابت، ضرورت۔تقسیم دولت) جن پر اسلام کا بے نظیر اصول وراثت قائم ہے۔

شریعت اسلامیہ کا یہ حکم ہے، کہ جب کوئی شخص فوت ہو جائے، تو تجہیز وتکفین کے بعد، اس کا قرض ادا کیا جائے۔ بعد ازاں اسکی وصیت پر عمل کیا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:۔

انکم تقرون ھذہ الایۃ من بعد وصیۃ توصون بھا اودین وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضی بالدین قبل الوصیۃ۔ (123)

عملاً وصیت مؤخر ہے، لفظاً اسکو دین سے پہلے بیان کیا گیا۔

اس کے بعد بقیہ ترکہ حسب احکام قرآنی وارثوں میں تقسیم کیا جائے، قرض کی ادائیگی کا مقدم ہونا تو عین انصاف ہے، وصیت کے بارے میں شریعت نے چند ایک قیود عائد کی ہیں، اور اسلام سے پہلے جو طریقہ وصیت کے بارے میں رائج تھا، اسکی اصلاح کر دی۔ تاکہ اس طریقہ میں جو بے راہ روی رونما ہو چکی تھی، اس کا سد باب کر دیا جائے۔ (124)

اس کی دلیل ہمیں سنت نبوی سے بھی ملتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

الحقوا الفرائض باھلھا۔ (125) میراث پہنچا دو ان کے حقداروں تک۔

ایک اور حدیث ہے:۔

ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث۔ (126)

متعلق ہندو قانون کی دو اہم شرحوں یعنی متکشر اور دیا بھاگ نے ایک دوسرے سے متضاد دو نظریے پیش کیے ہیں، متکشر طریقے کے مطابق باپ کے ساتھ اسکے اپنے باپ کے حین حیات خاندانی جائداد کے مشترک مالک ہوتے ہیں، لیکن دیا بھاگ طریقے کے تحت بیٹے صرف باپ کے مرنے پر جائداد کے مالک متصور ہوتے تھے، وہاں بیٹیاں پوتوں کے بعد وراثت پاتی تھیں۔ (محمد الیاس برنی: معاشیات ہند، حیدر آباد دکن، 1338ھ، جلد اول، ص 58)۔

(123) ضیاء القرآن، جلد اول، ص 323، 326 (ب) محمد شفیع: معارف القرآن، جلد دوئم، صفحہ 32۔

(124) ضیاء القرآن، جلد اول، ص 326۔

(125) محمد خیری المفتی: علم الفرائض والمواریث فی الشریعۃ الاسلامیۃ والقانون السوری، ص 8۔

اللہ تعالی نے ہر حقدار کو اس کا حصہ عطا فرما دیا ہے ، اس لئے اب کسی وارث کیلئے وصیت کی اجازت نہیں ۔

شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغۃ میں بڑے دلنشیں انداز میں حصص کی اس تعین کی حکمت یوں بیان فرماتے ہیں : ۔

شرع نے حصص میراث کے بارے میں کسور میں سے دو قسم کے مجموعے اختیار کیے ہیں ، ایک مجموعہ (الف) $\frac{2}{3}$ اور $\frac{1}{3}$ اور $\frac{1}{6}$ کا ہے ، دوسرا مجموعہ (ب) $\frac{1}{2}$ اور $\frac{1}{4}$ اور $\frac{1}{8}$ پر مشتمل ہے ، ایک سرے سے شروع کرو تو دوگنے ہوتے چلے جاتے ہیں ، دوسرے سے ابتداء کرو تو وہ ایک دوسرے کے نصف ہیں) ہر ایک مجموعہ میں تین مراتب ہیں ، اور ان میں تضعیف و تنصیف کا تناسب ہے ($\frac{1}{5}$ اور $\frac{1}{7}$ کو حصص میراث میں شامل نہیں کیا گیا ، کیونکہ انکی کسر نکالنے میں ذرا دقت ہے) ۔

اگر ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہو ، تو $\frac{2}{3}$ لڑکے کا ، اور لڑکی کو $\frac{1}{3}$ اور اگر سب لڑکیاں ہوں ، تو $\frac{2}{3}$ لڑکیوں کا اور باقی $\frac{1}{3}$ عصبہ کے لئے محفوظ ہے ، کیونکہ میت کی بیٹیاں شجرہ نسب کے عمود کی کڑیاں ہیں ، اس لئے حکمت تشریعیہ کا تقاضا ہے ، کہ ان کو دیا جائے ، اگر بیٹے اور بیٹیوں کے ساتھ والدین ہوں ، تو انکا بھی یہی حال ہے ، کہ والدین کی نسبت انسان کی اولاد اسکی میراث کی زیادہ حقدار ہے ، اسلئے اولا کا حق $\frac{2}{3}$ اور (ماں باپ کا حقدار $\frac{1}{3}$ ہے) اگر اولاد نہ ہو تو اسکا سارا ترکہ والدین ہی آپس میں للذکر مثل حظ الانثیین کے اصول کے مطابق بانٹ لیں گے ، اور اگر میت کے بھائی ایک سے زائد ہو ، تو ماں کا حصہ گھٹا کر ، $\frac{1}{6}$ کر دیا جائے ، اگر بھائی عصبہ نہیں ہے ، تو پھر نصف $\frac{1}{2}$ ماں اور اسکی اولاد کا حق ہے ۔ ($\frac{1}{2}$ عصبات کو اور $\frac{1}{2}$ ماں اور اسکی اولاد کا حق ہے) تو لا محالہ ماں کے حصے میں کل کا $\frac{1}{6}$ آئے گا ، اور باقی میں سب شریک ہونگے ، اگر میت میں بیٹی اور بیٹے اور شوہر ہوں ، تو اگر ماں کا حصہ $\frac{1}{6}$ قرار دیا جائے (بلکہ اس سے زائد دیا جائے) تو یہ انکے حق میں تنگی اور تکلیف کا باعث ہوگا ، ولکم نصف ما ترک ازواجکم ۔ ۔ ۔ الخ من بعد وصیۃ توصون بہا اودین ۔ ماں کو اسکے ساتھ

---

*125 ب ۔ اعلام الموقعین ، الجزء الاول ، ص 365 ۔

(126) الف ۔ مشکوۃ المصابیح ، باب الفرائض ، ص 265 ۔

ب ۔ ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 325 ، 326 ۔

ج ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 33 ۔

ان کتابوں سے مزید ملاحظہ فرمائیے ابن العربی : احکام القرآن ، الجزء الاول ، ص 336 تا 344 ۔
2 ۔ الشوکانی : فتح القدیر ، الجزء الاول ، ص 393 تا 397 ۔(3) ابو بکر الجصاص : احکام القرآن ، الجزء الاول ، ص 167 تا 176 (4) مولانا اشرف علی تھانوی : بیان القرآن ، جلد دوئم ص 94 تا 98 ۔
(5) تفسیر المراغی ، جلد چہارم ، ص 191 تا 200 (6) تفسیر مظہری ، جلد دوئم ، ص 500 تا 521 ۔

سے نکلنا طبعاً (اسکو) ناگوار گزرے گا ، نیز وہ (بیوی) خاوند کے مال کی امین ہے ، جس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے ، کہ وہ بیوی کے مال میں زبردست حق رکھتا ہے ، اور بیوی جو کچھ لیتی ہے ، وہ اسکا حق خدمت ہے ، شوہر اور بیوی کا حق مقرر کرنے میں اس بات کا بھی کچھ لحاظ رکھا گیا ہے ، "الرجال قوامون علی النساء (انکی وجہ سے) اولاد کو تنگی اور تکلیف پیش نہ آئے ، اس وجہ سے اسکو دوگنا دیا گیا ہے ۔ وان کان رجل یورث کلالة الی قوله تعالیٰ فھم شرکاء فی الثلث ، اس میں ماں جنسے بہن بھائیوں کا حق ہے ، اور یستفتونک ، قل اللہ یفتیکم فی الکلالة ۔ الی آخر الایة ، یہ صرف باپ کی طرف سے ہوں ، انکے بارے میں آیة کا مفہوم یہ ہے ، کہ جب کسی کا کوئی ایسا قریبی رشتہ دار نہ ہو ، جو اسکے عمود نسب میں داخل ہو ، وہ قریبی رشتہ دار جو اولاد سے مشابہت رکھتا ہے ، اس کا وارث تصور کیا جاتا ہے ، جیسے کہ بہن بھائی ۔ (127)

سورۃالنساء کی آیت 12 کے ضمن میں کلالہ کا ذکر آتا ہے ، جس کیلئے مزید قرآن پاک کی ایک اور آیت ارشاد ہوتی ہے :-

یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکللة ، ان امرو ا ھلک لیس له ولد وله اخت فلھا نصف ما ترک ، وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد ، فان کانتا اثنتین فلھما الثلثن مما ترک ، وان کانوا اخوة رجالا و نساء فللذکر مثل حظ الانثیین ۔ (128)

آپ سے سوال کرتے ہیں ، آپ کہہ دیں ، کہ اللہ کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے ، اگر مرد اس حال میں فوت ہو کہ اس کی اولاد نہ ہو ، لیکن اس کی بہن ہو تو بہن کیلئے نصف حصہ ہوگا ، اس میں سے جو میت نے چھوڑا ، اسی طرح اگر بہن بے اولاد فوت ہو جائے ، تو بھائی اس کا وارث ہوگا ، اگر دو بہنیں ہوں ، تو وہ دو تہائی کی وارث ہونگی ، اگر بھائی بہن زیادہ ہوں ، تو ان میں سے ہر مرد کو دو حصے ، اور ہر عورت کو ایک حصہ دیا جائیگا ۔

کلالہ اس مرد یا عورت کو کہا جاتا ہے ، جس کی نہ اولاد ہو ، اور نہ اسکے والدین زندہ ہوں ، اگر اس کے وارث عینی یا علاتی بہن بھائی ہوں ، اگر اس کے اخیافی (ماں کی طرف سے) بہن بھائی ہوں ، تو ان کا حکم یہاں فرمایا ، اس کی دو صورتیں ہیں ، یا ایک بہن وارث ہوگی ، اس صورت میں اسکو چھٹا حصہ ملیگا ، اگر وہ زیادہ ہوں ، تو ایک تہائی ملے گا ، اور سب میں برابر تقسیم ہوگا ۔ (129)

---

(127) حجة اللہ البالغة ، حصہ دوئم ، ص 516 تا 520 ۔

(128) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء 176 ۔

(129) ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 325 ۔

حدیث میں ہے :-

وان کان رجل یورث کللۃ او امراۃ ولہ ـــ (130) اس پر

مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں :-

جس مرنے والے کے اصول و فروع نہ ہوں ، وہ کلالہ ہے -

حضرت سعد بن وقاص کی قرأت بھی اس آیت میں اس طرح ہے :-

ولہ اخ او اخت من امہ - (131)

جیسا کہ علامہ قرطبیؒ " صاحب روح المعانی " ابو بکر الجصاصؒ اور دیگر حضرات نے نقل کیا ہے ، گویا قرأت متواتر نہیں ، لیکن اجماع امت ہونے کی وجہ سے معمول بہا ہے ، اور اسکی ایک واضح دلیل یہ ہے ، کہ اللہ تبارک تعالی نے سورۂ نساء کے اختتام پر بھی کلالہ کی میراث کا ذکر کیا ہے ، وہاں بتایا ہے ، کہ اگر ایک بہن ہو تو اسکو آدھا ملیگا ، اور اگر ایک بھائی ہو تو اپنی بہن کے پورے مال کا وارث ہوگا ، اگر دو بہنیں ہوں ، تو دو تہائی مال پائیں گی ، اور اگر متعدد بہن بھائی ہوں ، تو مذکر کو مؤنث سے دہرا دیا جائیگا -

آیت میراث سے معلوم ہوگا ، کہ اسلام نے مسلمان عورتوں پر کتنا بڑا احسان کیا ، کہ مال اور جائداد کے معاملے میں بھی اس کو نظر انداز نہیں کیا ، بلکہ بیوی ، ماں ، بیٹی اور بہن اپنی اپنی حیثیت میں اپنا حق پاتی ہوئی نظر آتی ہیں ، جہاں اسلام نے انکو حقوق سے نوازا ہے ، وہاں ان پر عائد ہونے والے حقوق کو ادا کرنے کا فریضہ بھی عائد کیا ہے،اس فریضہ کی ادائیگی کی صورت میں اجر عظیم اور جنت کی بشارت دی ہے -

سر ولیم جونز اسلامی قانون وراثت کی خصوصیت کو اس طرح اجاگر کرتا ہے :-

> I am strongly disposed to belive that no possible question could occur on the Mohammeden Law of succession which might not be repidly and correctly answered. (132).

---

(130) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 327 -

(131) ایضاً ایضاً ایضاً ص 328 -

(132) F. B. Tyabji : Mohammadden Law , P-825.

اسلام کے اخلاقی نظام میں عورت کے حقوق کا تحفظ

عورت کی عصمت و آبرو کا تحفظ

اللہ تعالی جس طرح مردوں کا خالق ہے، اسی طرح عورتیں بھی اسکی مخلوق ہیں، وہ جس طرح مردوں کو آبرو مندانہ اور باوقار زندگی گزارنے کا حکم دیتا ہے، اسی طرح وہ عورت کو عفت و عصمت اور شرم و حیاء کا پیکر بن کر رہنے کی تلقین بھی کرتا ہے،(133) "خطبہ حجۃ الوداع" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان و مال کے ساتھ ہی حرمت آبرو کا بھی حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

یایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیراً منھم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیراً منھن ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب ۔ (134)

شریعت کے سارے احکام عموماً مرد و زن سب کے لئے ہوتے ہیں، اور بطور تغلیب صیغہ مذکر کا ہی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جو خرابی، عورتوں میں، نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہیں، اسکو روکنے کے لئے عورتوں کو الگ مخاطب کیا جاتا ہے، یہاں بھی عورتیں چونکہ دوسروں کا مذاق اڑانے اور ان پر پھبتی کسنے میں بڑی تیز رفتار ہوتی ہیں، اس لئے یہاں اس نازیبا حرکت سے باز رہنے کا الگ حکم دیا ہے، اور اسکی وجہ بھی بتا دی، کہ جن کو تم حقیر سمجھتے ہو، اور ان کا مذاق اڑاتے ہو، بارگاہ الٰہی میں ان کی شان تم سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ (135) ہر شخص خواہ مرد ہو، یا عورت کا یہ قانونی حق ہے، کہ کوئی اسکی عزت پر ہاتھ نہ ڈالے، اور ہاتھ سے یا زبان سے اس پر کسی قسم کی زیادتی نہ کرے۔ (136) عورت کی عصمت بہرحال احترام کی مستحق ہے۔

---

(133) ضیاء القرآن، جلد چہارم، ص 594۔

(134) (الف) القرآن الحکیم، سورۃ الحجرات : 11 ۔ ب) العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام، ص 51۔

(135) ضیاء القرآن، جلد چہارم، ص 593۔

(136) ابو الاعلی مودودی : اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز لاہور 1982ء، ص 564۔
عورت بچے، بوڑھے بیمار اور زخمی پر دست درازی کرنا کسی حال میں جائز نہیں۔
(ابو الاعلی مودودی : اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور 1983ء، ص 435)۔

عصر حاضر کے ایک جید عالم لکھتے ہیں ، کہ نفس کا سب سے بڑا چور نگاہ ہے ، اس لئے قرآن و حدیث دونوں سب سے پہلے اسکی گرفت کرتے ہیں -

غض بصر کے بارے میں احادیث ملاحظہ فرمایئے : -

1 - لا ینظر الرجل الی عورة الرجل ولا المراة الی عورة المراة - (145)

2 - وروی عن ام سلمه انها کانت عند رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ، و میمونة قالت فبینما نحن عنده اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیه و ذلک بعد ما امرنا بالحجاب فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم احتجبا منه ، فقالت یا رسول الله الیس هوا عمی لا یبصرنا ولا یعرفنا ؟ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ، او عمیا وان انتما ؟ او الستما تبصرانه ؟ - (146)

3 - فقال ابو هریرة سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : ان الله اذا کتب علی ابن آدم حظه من الزنا ادرک ذلک لا محالة ، فالعینان تزنیان ، و زنا هما النظر ، والیدان تزنیان و زنا هما البطش ، والرجلان تزنیان و زنا هما المشی ، والنفس تمنّی و تشتهی ، والفرج یصدق ذلک او یکذبه - (147)

چنانچہ شیطان کے فتنوں میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ نگاہ بد ہے ،

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں : -

"نگاہ شہوت دراصل قاصد اور پیامبر ہوتی ہے ، اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرمگاہ کی حفاظت ہے ، جس نے نظر کو آزاد کر دیا ، اس نے اسکو ہلاکت میں ڈالدیا ، اور نظر ہی ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے ، جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے ، کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے ، پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے ، اور فکر شہوت کو ابھارتی ہے ، شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے ، ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے ، اور عزیمت میں مذید پختگی ہو کر فعل واقع ہو جاتا ہے ، جس سے اس منزل پر پہنچ کر اس وقت کوئی چارہ کار نہیں رہتا ، جب کوئی مانع حائل نہ ہو - (148)

---

(145) تفسیر القرآن العظیم ، الجزء الثالث ، ص 283 - (ب) مشکوة المصابیح ، ص 269 -

(146) ایضاً ایضاً ایضاً (ب) مشکوة المصابیح ، کتاب النکاح ، ص 269 -

(147) ابن العربی : احکام القرآن ، دار المعرفة ، بیروت لبنان ، القسم الثالث ، ص 1367 -

(148) جواب الکافی ، ص 204 ، بحواله عورت انسانیت کے آئینے میں ، ص 215 -

مولانا عبدالحق حقانیؒ فرماتے ہیں :-

اسباب زنا کا ایک سبب مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا ہے ، نظر زنا کا بڑا سبب ہے ، اس بناء پر مرد و عورت کو اپنی نظریں نیچی کرنے کا حکم دیا ، تاکہ ان کی نظریں بدی سے محروم رہیں ۔ (149)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں :-

بدنظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے ، اسی سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے ، قرآن کریم نے بدکاری اور بے حیائی کا انسداد کرنے کے لئے اول اسی سوراخ کو بند کرنا چاہا ، مسلمان مرد و عورت کو حکم دیا ، کہ بدنظری سے بچیں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں ، اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے ، تو دوبارہ ارادے سے اس طرف نظر نہ کرے ، کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا ، جس میں وہ معذور نہ سمجھا جائے گا ۔ (150)

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں :-

"عورت کو شہوت کے ساتھ کسی کی طرف دیکھنا قصداً جائز نہیں ، بجز زوج کے اور بلا شہوت نظر کرنے میں تفصیل ہے ، عورت کا دوسری عورت کے بدن کو بجز ناف سے زانو تک دیکھنا درست ہے ، اور مرد کے بدن کو ناف اور زانو کے درمیان دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے ، اور اس کے ماسوا کا دیکھنا مختلف فیہ ہے ، شافعیہ کے نزدیک حرام ہے ، اور حنفیہ کے نزدیک بلا شہوت کو حرام نہیں مگر خلاف اولیٰ ہے ۔(151)

عصر حاضر کے جید عالم فرماتے ہیں ، کہ کتاب اللہ کے اس حکم کی جو تشریح سنت نے کی ہے ، اسکی تفصیلات حسب ذیل ہیں :-

آدمی کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنی بیوی یا اپنی محرم خواتین کے سوا کسی دوسری عورت کو نگاہ بھر کر دیکھے ، ایک دفعہ پڑ جائے ، تو معاف ہے ، لیکن باربار دیکھنا معاف نہیں ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کی دیدہ بازی کو آنکھ کی بدکاری سے تعبیر فرمایا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ، "آدمی اپنے حواس سے زنا کرتا ہے ، دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے ، لگاوٹ کی بات چیت زبان کا زنا ہے ، آواز سے لذت لینا کانوں کا زنا ہے ، ہاتھ لگانا اور ناجائز مقصد کے لئے چلنا ہاتھ پاؤں کا

---

(149) محمد عبدالحق الحقانی : تفسیر حقانی ، المکتبۃ العربیہ ، لاہور ، اشاعت سوئم ، جلد سوئم ، ص 60 ۔

(150) مولانا شبیر احمد عثمانی : قرآن مجید مترجم و محشیٰ ، یو پی انڈیا ، 1923ء ص 458 ۔

(151) مولانا اشرف علی تھانوی : بیان القرآن ، صوفی محمد اکرام پرنٹرز ، رش گن روڈ ، لاہور ، 1405ھ ، جلد دوئم ، ص 378 ۔

اور اسے بے آبرو نہیں کیا جا سکتا ۔ جس طرح اخلاق ذمہ داری مرد کی ہے ، اسی طرح عورت کی بھی ۔ (137) انسان عورتوں کی ناموس کے بارے میں فطرتاً بڑا ذکی الحس واقع ہوا ہے ، اس بارے میں جب اصلی غیرت کو ٹھیس لگتی ہے ، تو وہ نتائج سے بے پرواہ ہو کر ، ہر سنگین سے سنگین حرکت کرنے کو تیار ہو جاتا ہے ، اسلام انسانوں کو ان کے افعال قبیحہ جو ان سنگین جرائم کا ذریعہ بنتے ہیں ، ان کی روک تھام کے لئے احکام صادر کرتے ہیں ، تاکہ مرد و عورت کی ناموس کا تحفظ ہو سکے ، اور معاشرت کو پاک صاف رکھا جائے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم و یحفظوا فروجہم ۔ (138)

نگاہ سے نیچی رکھنے سے مراد نگاہ کو ان چیزوں سے پھیر لینا ہے ، جن کی طرف دیکھنا شرعاً ممنوع و ناجائز ہے ۔ (139) کیونکہ نگاہ مرد اور عورت کے درمیان اولین قاصد کا کام دیتی ہے ۔ (140) شرمگاہوں کی حفاظت سے مراد یہ ہے ، کہ نفس کی خواہش پورا کرنے کی جتنی ناجائز صورتیں ہیں ، ان سب سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں ، اس میں زنا ، لواطت وغیرہ ۔ (141)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

و قل للمؤمنت یغضضن من ابصارہن و یحفظن فروجہن ۔ (142)

عورتوں کو اپنے محارم کے سوا کسی مرد کو دیکھنا حرام ہے ۔ (143)

ارشاد نبویؐ ہے :-

عن علی بن ابی طالب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا علی ان لک کنزاً فی الجنۃ و انک ذوقرنیہا ، فلا تتبع النظرۃ فانما لک الاولی ولیست لک الاخرۃ ۔ (144)

---

(137) ابوالاعلیٰ مودودی : اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات ، اسلامک پبلیکیشنز ، لاہور ۔ 1983ء ، ص 435 ۔

(138) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 30 ۔

(139) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ششم ، ص 398 ۔

(140) تدبر قرآن ، جلد چہارم ، ص 528 ۔

(141) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ششم ، 398 ، 399 ۔

(142) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 31 ۔

(143) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ششم ، ص 400 ۔
ب ۔ تدبر قرآن ، جلد چہارم ، ص 529 ۔

(144) مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، الجزء الثامن ، باب غض البصر ، ص 66)

عصر حاضر کے ایک جید عالم لکھتے ہیں ، کہ نفس کا سب سے بڑا چور نگاہ ہے ، اس لئے قرآن و حدیث دونوں سب سے پہلے اسکی گرفت کرتے ہیں -

غض بصر کے بارے میں احادیث ملاحظہ فرمایئے :-

1 - لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المراۃ الی عورۃ المراۃ - (145)

2 - وروی عن ام سلمہ انھا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، و میمونۃ قالت فبینما نحن عندہ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ و ذلک بعد ما امرنا بالحجاب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احتجبا منہ ، فقالت یا رسول اللہ الیس ہوا عمی لا یبصرنا ولا یعرفنا ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، او عمیا وان انتما ؟ او الستما تبصرانہ ؟ - (146)

3 - فقال ابو ہریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : ان اللہ اذا کتب علی ابن آدم حظہ من الزنا ادرک ذلک لا محالۃ ، فالعینان تزنیان ، و زنا ھما النظر ، والیدان تزنیان و زنا ھما البطش ، والرجلان تزنیان و زنا ھما المشی ، والنفس تمنّی و تشتھی ، والفرج یصدق ذلک او یکذبہ - (147)

چنانچہ شیطان کے فتنوں میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ نگاہ بد ہے ، حافظ ابن قیم لکھتے ہیں :-

"نگاہ شہوت دراصل قاصد اور پیامبر موت ہے ، اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرمگاہ کی حفاظت ہے ، جس نے نظر کو آزاد کر دیا ، اس نے اسکو ہلاکت میں ڈالدیا ، اور نظر ہی ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے ، جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے ، کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے ، پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے ، اور فکر شہوت کو ابھارتی ہے ، شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے ، ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے ، اور عزیمت میں مزید پختگی ہو کر فعل واقع ہو جاتا ہے ، جس سے اس منزل پر پہنچ کر اس وقت کوئی چارہ کار نہیں رہتا ، جب کوئی مانع حائل نہ ہو - (148)

---

(145) تفسیر القرآن العظیم ، الجزء الثالث ، ص 283 - (ب) مشکوۃ المصابیح ، ص 269 -

(146) ایضاً ایضاً (ب) مشکوۃ المصابیح ، کتاب النکاح ، ص 269 -

(147) ابن العربی : احکام القرآن ، دارالمعرفۃ ، بیروت لبنان ، القسم الثالث ، ص 1367 -

(148) جواب الکافی ، ص 204 ، بحوالہ عورت انسانیت کے آئینے میں ، ص 215 -

مولانا عبدالحق حقانیؒ فرماتے ہیں :-

اسباب زنا کا ایک سبب مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا ہے، نظر زنا کا بڑا سبب ہے، اس بناء پر مرد و عورت کو اپنی نظریں نیچی کرنے کا حکم دیا، تاکہ ان کی نظریں بد ی سے محروم رہیں ۔ (149)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں :-

بد نظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے، اس سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے، قرآن کریم نے بدکاری اور بے حیائی کا انسداد کرنے کے لئے اول اسی سوراخ کو بند کرنا چاہا، مسلمان مرد و عورت کو حکم دیا، کہ بد نظری سے بچیں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں، اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے، تو دوبارہ ارادے سے اس طرف نظر نہ کرے، کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا، جس میں وہ معزور نہ سمجھا جائے گا ۔ (150)

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں :-

"عورت کو شہوت کے ساتھ کسی کی طرف دیکھنا قصداً جائز نہیں، بجز زوج کے اور بلا شہوت نظر کرنے میں تفصیل ہے، عورت کا دوسری عورت کے بدن کو بجز ناف سے زانو تک دیکھنا درست ہے، اور مرد کے بدن کو ناف اور زانو کے درمیان دیکھنا تو بالاتفاق حرام ہے، اور اس کے ماسوا کا دیکھنا مختلف فیہ ہے، شافعیہ کے نزدیک حرام ہے، اور حنفیہ کے نزدیک بلا شہوت کو حرام نہیں مگر خلاف اولیٰ ہے ۔(151)

عصر حاضر کے جید عالم فرماتے ہیں، کہ کتاب اللہ کے اس حکم کی جو تشریح سنت نے کی ہے، اسکی تفصیلات حسب ذیل ہیں :-

آدمی کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنی بیوی یا اپنی محرم خواتین کے سوا کسی دوسری عورت کو نگاہ بھر کر دیکھے، ایک دفعہ پڑ جائے، تو معاف ہے، لیکن باربار دیکھنا معاف نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کی دیدہ بازی کو آنکھ کی بدکاری سے تعبیر فرمایا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، "آدمی اپنے حواس سے زنا کرتا ہے، دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے، لگاوٹ کی بات چیت زبان کا زنا ہے، آواز سے لذت لینا کانوں کا زنا ہے، ہاتھ لگانا اور نا جائز مقصد کے لئے چلنا ہاتھ پاؤں کا

---

(149) محمد عبدالحق الحقانی : تفسیر حقانی ، المکتبۃ العربیہ ، لاہور ، اشاعت سوئم ، جلد سوئم ، ص 60 ۔

(150) مولانا شبیر احمد عثمانی : قرآن مجید مترجم و محشیٰ ، یو پی انڈیا ، 1923ء ، ص 458 ۔

(151) مولانا اشرف علی تھانوی : بیان القرآن ، صوفی محمد اکرام پرنٹرز ، رتن گن روڈ ، لاہور ، 1405ھ ، جلد دوئم ، ص 378 ۔

زنا ہے، بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں جب پوری ہوچکتی ہیں، تب شرمگاہیں یا تو اسکی تکمیل کر دیتی ہیں، یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا :۔

یا علی لا تتبع النظرۃ النظرۃ فان لک الاولی و لیست لک الاخرۃ۔ (152)

رحمت دو عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

ماترکت بعدی فتنۃ اضرّ علی الرجال من النساء متفق علیہ۔ (153)

یعنی میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ مردوں کے لئے ضرر رساں نہیں چھوڑا۔

ایک اور موقع پر ارشاد مبارک ہے :۔

فاتقوا الدنیا و اتقوا النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء۔ (154)

عورتوں کو ہدایت

اگر اسلام نے صراحتاً مردوں کو غض کی تعلیم دی تو عورتوں کو بھی فراموش نہیں کیا، کیونکہ مرد اور عورت دونوں کا خمیر ایک ہی ہے، کم و بیش کا فرق ہے، عورت کی فطرت بھی شہوت اور اس کے دواعی سے خالی نہیں اس لئے رب العالمین نے ارشاد فرمایا :۔

قل للمؤمنٰت یغضضن من اَبصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا۔ (155)

اس آیت کا لب و لہجہ بتا رہا ہے، کہ آنکھوں کی بیباکی اور ان کی آزادی شہوت میں انتشار اور شرمگاہ میں ابھار پیدا کرتی ہے، عقلی طور پر سنجیدگی سے غور کیجئے تو معلوم ہوگا، کہ آنکھوں میں ایک ایسا زہر پوشیدہ ہے، جو موقع پاکر انسانی دل و دماغ میں تیزی سے سرایت کرنے کی سعی و پیہم کرتا ہے، اور جب سرایت کر جاتا ہے، تو دل و دماغ کو ماؤف کر ڈالتا ہے، چنانچہ سنا ہوگا، کہ اجنبی مرد نے جب کسی اجنبی عورت کو زینت میں دیکھا اور بار بار دیکھا اس کی دبی دبائی چنگاری انگارہ میں تبدیل ہوگئی، شہوت کے معاملہ میں جو حال مردوں کا ہے، کم و بیش یہی حال عورتوں کا بھی ہے، بلکہ ان

---

(152) مشکوٰۃ المصابیح ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، الفصل الثانی ، ص 269۔

(153) ایضاً ایضاً ایضاً الفصل الاول ، ص 267۔

(154) ایضاً ایضاً ایضاً ایضاً ص 267۔

(155) القرآن الحکیم ، سورۃ النور ، (31-ب) ابو حامد محمد الغزالی : بدایۃ الہدایۃ ، دمشق ، ص 55۔
والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم او ماملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ولا تصل الی حفظ الفرج الا بحفظ العین عن النظر وحفظ القلب عن الفکر ، وحفظ البطن عن الشبھۃ و عن الشبع ، فان ھذہ محرکات للشھوۃ و مغارسھا۔

کی نگاہ تو اور بھی فتنے کا باعث ہے ، جذبات میں عموماً عورتیں آگے ہوتی ہیں ، اور جلد متاثر ہونا تو ان کا مستقل مرض ہے ، واقعات شاہد ہیں ، کہ بات ہی بات میں عورت بدلتی رہتی ہے ، اس لئے ان کو اپنی آنکھوں کی حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے ۔

نگاہ کی حفاظت کا حکم

اس آیت اور قرآن پاک کی دوسری آیتوں کو سامنے رکھ کر علماء کی ایک بڑی جماعت کہتی ہے ، کہ عورت کے لئے جائز نہیں کہ یہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے اس کا یہ دیکھنا شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے دونوں ہی صورتوں میں ناجائز ہے ۔ حدیث سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے ، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں ، کہ میں اور حضرت میمونہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھیں ، ابن ام مکتوم کسی ضرورت سے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے ، ابن ام مکتوم کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا ، کہ تم دونوں پردہ میں چلی جاؤ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں ، کہ میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ، یا رسول اللہ کیوں یہ ام مکتومؓ نابینا نہیں ہیں ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :-

افعمیا وان انتما الستما تبصرانہ ۔ (156)

کیا تم دونوں بھی اندھی ہو اس کو نہیں دیکھتیں ۔

یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے ، اس حدیث کے متعلق معلوم ہوتا ہے ، کہ وہ خود بھی کسی مرد کو نہ دیکھیں ، یحفظن ، فروجہن کے متعلق سعید بن جبیر کہتے ہیں ، کہ اس میں فواحش کے بچنے کا حکم ہے ، قتادہ اور سفیان کہتے ہیں ، کہ ان تمام چیزوں سے عورتوں کی حفاظت کا حکم ہے ، جو ان کے لئے حلال نہیں ہے (157)

حفظ فروج

ارشاد باری تعالی ہے :-

و یحفظن فروجہن اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں ۔ یعنی لیستر نہا

---

(156) مشکوۃ المصابیح ، نصف الثانی ، کتاب النکاح ، الفصل الثانی ، ص269 ۔

(157) تفسیر ابن کثیر ، المجلد الثالث ، ص 283 ۔

حتی لا یراھا احد ۔

و یحفظن فروجھن قال سعید بن جبیر ، عن الفواحش ۔

" " قالاقتادہ و سفیان ما لا یحل لھن ۔

" " قال مقاتل ، عن الزنا ۔

" " قال ابو العالیہ ۔۔۔۔۔ ان لا یراھا احد" ۔ (158)

حکم کے عموم میں علاوہ زنا کاری کے اور بھی سارے طریقے نا جائز شہوت رانی کے اور ان کے مقدمات و مبادی بھی حفظ نظر اور لمس وغیرہ سب کے لئے عام ہے ۔

امام بیضاوی فرماتے ہیں :۔

و یحفظن فروجھن بالتستر او التحفظ عن الزنی و تقدیم الغض لان النظر برید الزنی ۔ (159)

شرم گاہوں کی حفاظت سے مراد محض ناجائز شہوت رانی سے پرہیز ہی نہیں بلکہ اپنے ستر کو دوسروں کے سامنے کھولنے سے پرہیز بھی ہے ۔

نا محرم کے ساتھ تنہائی کی ممانعت

تحفظ عصمت کی راہ میں ایک اور مرحلہ آتا ہے ، جو نظر بازی ہیجان انگیز نغوں فحش گوئی اور عریانی سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے ، اور وہ ہے ، صنف مقابل کے ساتھ تنہائی جبکہ دونوں کے درمیان کوئی طبعی حجاب بھی نہ ہو ، ایسے نازک موقع پر کوئی ایسا خارجی دباؤ نہیں ہوتا ، جو انسان کو جذبات کے ہاتھوں مارے جانے سے بچا سکے ، اسلام انسان کی اس کمزوری کے پیش نظر کسی نا محرم کے ساتھ خلوت کسی سختی سے ممانعت کرتا ہے ۔

اسلامی معاشرے کا اخلاقی اصول

اسلامی معاشرے میں ہر مسلمان مرد و عورت کا یہ حق ہے ، کہ دوسرے افراد معاشرہ ان کے بارے میں حسن ظن رکھیں ، اور اس وقت تک انکے اس حق کا احترام کریں ، جب تک دلیل سے ثابت نہ ہو جائے ، کہ وہ حسن ظن کے حقدار باقی نہیں رہے ، اس حق کا لازمی تقاضا یہ ہے ، کہ اگر کسی مسلمان کے بارے میں کسی مسلمان کے کان میں کوئی ایسی بات پڑے جو اس حسن ظن کو مجروح کرنے والی ہو ، تو اس کو رد کر دے ، جب تک اسکے سامنے کوئی معقول ثبوت نہ آجائے ۔ (160)

---

(158) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الثالث ، ص 283 ۔

(159) انوار التنزیل و اسرار التاویل بتفسیر البیضاوی ، الجزالثامن عشر ، ص 467 ۔

(160) تدبر قرآن ، جلد ششم ، ص 509 ۔

اسلامی ریاست بھی ان پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کرے، اور جہاں کہیں ان کی خلاف ورزی ہو، وہاں ان کا مؤثر انسداد کرے، گویا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے، کہ وہ لوگوں کی عزت و آبرو کے تحفظ کا پورا اہتمام کرے، اور فواحش کو پھیلنے سے روکے۔

مختصر عزت کے معاملے میں اسلام کا اصول یہ ہے، کہ معاشرے کا ہر فرد عزت دار ہے، خواہ عورت ہو یا مرد۔

تحفظِ آبرو کے معاملے میں اسلام کا مزاج جس کا اندازہ سورہ نور کی ان آیات سے کیجئیے، جن میں اُم المومنین حضرت عائشہؓ پر بہتان تراشی کی سخت مزمت کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکدامنی کی شہادت دی، اور مسلمانوں کو افترا پردازی اور الزام تراشی سے بچنے کی تلقین کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

ان الذین جاءو بالافک عصبة منکم ، لا تحسبوه شرًا لکم ، بل هوا خیولکم ، لکل امرئٍ منهم ما اکتسب من الاثم ، والذی تولی کبره منهم له عذاب عظیم ۝ لولا اذ سمعتموه ظن المومنون و المومنت بانفسهم خیرًا و قالوا هذآ افک مبین ۝ لولا جاءو علیه بأربعة شهدآء فاذ لم یاتوا بالشهداء فاولٰٓئک عندالله هم الکذبون ۝ ولولا فضل الله علیکم و رحمته فی الدنیا والاخرة لمسکم فی مآ افضتم فیه عذاب عظیم ۝ اذ تلقونه بالسنتکم و تقولون بأفواهکم مالیس لکم به علم و تحبونه هیّنا وهو عندالله عظیم ۝ ولولا اذ سمعتموه قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بهذا سبحنک هذا بهتان عظیم ۝ یعظکم الله ان تعودوا لمثله ابدًا ان کنتم مومنین ۝ و یبین الله لکم الاٰیت ، والله علیم حکیم ۝ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین امنوا لهم عذاب الیم ، فی الدنیا والاخرة ، والله یعلم و انتم لا تعلمون ۝ (161)

تحفظ آبرو ہی سے متعلق قرآن پاک میں ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عزت و آبرو کی حفاظت فرض ہے، اسلامی معاشرے کے اس اخلاقی اصول پر یہاں مسلمانوں (مردوں اور عورتوں) کو متنبہ کیا جا رہا ہے، کہ جب تمہارے کانوں میں یہ بات پڑی تو آخر تم نے ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ ظن سے کام کیوں نہ لیا، اور صاف صاف یہ کیوں اعلان نہ کر دیا، کہ یہ کھلا ہوا الزام اور بہتان ہے۔ (162)

---

(161) القرآن الحکیم ، سورةالنور : 11 تا 19۔

(162) تدبر قرآن ، جلد چہارم ، ص 516۔

قرآن میں یوں تو ہر شخص کی عزت و آبرو کے تحفظ پر زور دیا گیا ہے، لیکن ناموس خواتین کی حفاظت کے لئے تو غیر معمولی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ سورہ نور میں فرمایا گیا ہے:-

ان الذین یرمون المحصنت الغفلت المومنت لعنوا فی الدنیا و الاخرۃ ولہم عذاب عظیم ○ یوم تشہد علیہم السنتہم وایدیہم و ارجلہم بماکانو یعملون○ یومئذ یوفیہم اللہ دینہم الحق و یعلمون ان اللہ ہوالحق المبین ○ (163)

اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے، اور اس کی ذات کے سوا اسکے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو اس صورت میں معاملہ کا فیصلہ قسم سے ہوگا، اس کو اصطلاح میں لعان کہتے ہیں، اس کی شکل یہ ہوگی، کہ مرد چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے گا، کہ میں جو الزام لگا رہا ہوں، میں اس میں سچا ہوں، پانچویں بار یہ کہے گا، کہ اگر وہ جھوٹا الزام لگا رہا ہے، تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، اگر عورت مرد کی اس قسم کی مدافعت نہ کرے، تو اس پر زنا کی وہی حد جاری ہو جائے گی، جو اوپر مزکور ہوئی ہے، اور اگر وہ اس الزام کو تسلیم نہیں کرے گی، تو اس کے لئے سزا سے بچت اس صورت میں ہوگی، کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے، اور پانچویں بار یہ کہے، کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو، کہ اگر یہ سچ کہہ رہا ہے۔(164) اور اگر اس نے جھوٹا ہونے کا اقرار کر لیا تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی، حد قذف یعنی تہمت زنا جاری ہوگی، عہد رسالت میں جیسے ہلال بن امیہ کا واقعہ ہے، جیسے عاصم بن عدی انصاری کے چچا زاد بھائی عویمر اور خولہ کا واقعہ ہے۔(165) چنانچہ دونوں کو لعان کے بعد طلاق کے ذریعے علیحدگی کروا دی۔(166) یہ انہی ہدایات کا نتیجہ ہے، کہ مسلمانوں کی تاریخ میں ظلم و ستم اور جبرو تشدد کی متعدد داستانوں کے درمیان میں کہیں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا، جس میں کسی حکمران نے اپنے مخالفین کو زیر کرنے کیلئے ان کی بہو بیٹیوں اور ماؤں بہنوں کی بے حرمتی کی ہو۔

---

(163) القرآن الحکیم، سورۃالنور: 23-25۔

(164) تدبر قرآن، جلد چہارم، ص 509۔

ب۔مفتی محمد شفیع: معارف القرآن، جلد ششم، ص 357، 358۔

(165) مفتی محمد شفیع: معارف القرآن، جلد ششم، ص 360، 361۔

ب۔ تفسیر مظہری، جلد ہشتم، ص 277۔

(166) مفتی محمد شفیع: معارف القرآن، جلد ششم، ص 360، 361۔

اسلام کے معاشرتی نظام میں عورت کے حقوق کا تحفظ

معاشرتی تحفظ

جس طرح اسلام کے اخلاقی نظام میں عورت کے حقوق کا تحفظ دیا گیا ہے، اسی طرح اسلام کے معاشرتی نظام میں بھی عورت کے حقوق کا تحفظ ہے، چنانچہ اسلام جہاں دیگر مقہورومظلوم طبقاتِ انسان کے لئے رحمت بن کر آیا، وہاں وہ دیرینہ، مجبور، لاچار، بے کس اور ظلم و ستم کی چکی میں پسنے والی اس صنف نازک کے لئے بھی ابر رحمت ثابت ہوا۔ اسلام نے انسان ہونے کے ناطے سے مرد اور عورت کو برابر قرار دیا، اور اعلان کیا، کہ کسی مرد کو محض مرد ہونے کی بناء پر افضل اور عورت کو عورت ہونے کی بناء پر ذلیل اور گھٹیا نہیں تصور کیا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے :-

یا یھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا و بث منھما رجالاً کثیراً ونساء ۝۔ (167) امام بیضاوی فرماتے ہیں :-

ای خلقکم من شخص واحد و خلق منہ اُمکم حواء من ضلع من اضلاعہ۔ (168)

جس طرح آدم نسل انسانی کے باپ ہیں، اس طرح حواء تمام نسل انسانی کی ماں ہے، اللہ تعالی نے حواء کو آدم ہی کی نسل سے بنایا ہے، اس وجہ سے عورت کوئی ذلیل و حقیر فروتر اور فطری گنہ گار مخلوق نہیں ہے، بلکہ یہ بھی شرف انسانیت میں برابر کی شریک ہے، اس کو حقیر و ذلیل مخلوق سمجھ کر نہ اس کے حقوق سے محروم کیا جا سکتا ہے، اور نہ کمزور خیال کر کے، ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ (169)

تحفظ جان

اسلام نے ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کا قتل ٹھہرا کر تحفظ جان کی اہمیت پر جس طرح زور دیا ہے، اس کی نظیر دنیا کے مذہبی، اخلاقی یا قانونی لٹریچر میں کہیں نہیں ملتی۔

---

(167) القرآن الحکیم، سورۃالنساء : 1 ۔

(168) انوار التنزیل و اسرار التاویل، الجزء الرابع، ص 101 ۔

(169) التفسیر الکبیر، الجزء التاسع، ص 161 ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

"من قتل نفساً بغیر نفس أو فساد فی الارض فکأنما قتل الناس جمیعاً O (170)

جس نے کسی انسان کو جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا ، اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا ، اور جس نے کسی کی جان بچائی ، اس نے گویا ، تمام انسانوں کو زندگی بخش دی ۔

مولانا ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسیؒ فرماتے ہیں :-

من قتل نفساً بغیر نفس أو فساد فی الارض فکأنما قتل الناس جمیعا و من أحیاها فکأنما أحیا الناس جمیعا ۔ (171)

بنی اسرائیل کے بارے میں لکھا ہے ، جو شخص کسی کو قتل کرے گا ، اس نے گویا ، ساری دنیا کو قتل کر دیا ، اور جو ایک جان بچائے گا ، اس نے گویا ساری دنیا کی جان بچائی ۔ (172)

ارشاد ربانی ہے :-

ولا تقتلوا اولادکم من إملاق ، نحن نرزقکم و ایاهم ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق ۔ (173)

ارشاد ربانی ہے :-

ولا تقتلوا اولادکم خشیة إملاق ، نحن نرزقهم و ایاکم ، ان قتلهم کان خطأً کبیراً O ۔ ۔ ۔ ۔ ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق ۔ (174)

اس میں یہ حقیقت واضح فرمائی گئی ہے ، کہ اللہ تعالی نے ہر جان کو محترم ٹھہرایا ، اس پر تعدی حرام ہے ، اِلّا آنکہ وہ کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے ، جس کے نتیجے میں وہ قانون الہی کی اس حفاظت سے محروم ہو جائے ، (175)

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں :-

اپنی اولادوں کو افلاس کے سبب قتل مت کرو ، کیونکہ ہم ان کو اور تم کو دونوں کو رزق دیں گے ، اور (وہ تمہارے) رزق مقرر میں شریک نہیں ہیں ، پھر کیوں قتل کرتے

---

(170) القرآن الحکیم ، سورۃ المائدہ 32۔

(171) مجمع البیان فی تفسیر القرآن ، دار احیاء التراث ، العربی ، بیروت 1379ھ ، الجزء الثالث ، ص 186 ۔

(172) الف ۔ ابراهیم القطان : تیسیر التفسیر ، عمان 1402ھ ، المجلد الاول الجزء السادس ، ص 475۔

ب ۔ شاہ رفیع الدین : تفسیر بشیر قرآن مجید ، گجرات 1968ء ، جلد اول ، ص 321۔

(173) القرآن الحکیم ، سورۃ الانعام 151 ۔ (ب) سید قطب : العدالة الاجتماعية في الاسلام ، ص 37۔

(174) القرآن الحکیم ، سورۃ بنی اسرائیل : 31 ، ۔ ولا تقتلوا اولادکم من املاق ، ۔ ۔ ۔ ۔ الخوف علی المرکز والمکانة قد یکون عدلا للخوف من الموت والاذی والخوف من الفقر والعطلة ۔

(175) تدبر قرآن ، جلد دوئم ، ص 577 ۔

ہو، جبکہ قتل کرنا حرام ہے، ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق، جن کا خون کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے، اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق (شرعی) پر (قتل جائز ہے) مثلاً قصاص میں رجم میں، پس قتل ناحق حرام ہوا، اس سب کا اللہ نے تاکیداً حکم دیا ہے، تاکہ تم ان کو سمجھو اور سمجھ کر عمل کرو۔ (176)

امام البغویؒ فرماتے ہیں :-

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق،

الا بالحق ـــ حرم اللہ تعالی قتل المؤمن والمعاھد الا بالحق،

ولا تقتلوا اولادکم من املاق، فقر، (نحن نرزقکم و ایاھم) ای، لا تئدوا بناتکم خشیۃ العیلۃ فانی رازقکم و ایاھم۔ (177) اس پر مزید

امام البغویؒ فرماتے ہیں :-

"ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق" فقر، (نحن نرزقھم وایاکم) وذلک ان اھل الجاھلیۃ کانوا یئدون بناتھم خشیۃ الفاقۃ فنھوا عنہ ۔۔۔۔۔۔ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق، ۔۔۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یحل دم امرئ، مسلم الا باحدی ثلاث رجل کفر بعد ایمانہ اوزنی بعد احصانہ او قتل نفساً بغیر نفس فیقتل بھا۔ (178)

جار اللہ زمخشری فرماتے ہیں :-

الا بالحق، کالقصاص و القتل علی الردۃ و الرجم۔ (179)

شیخ ابو علی الفضل بن الحسن الطبری فرماتے ہیں :-

الا بالحق ۔۔۔۔۔ الحق الذی یستباح بہ قتل النفس المحرم قتلھا ثلاثۃ اشیاء القود و الزنا بعد احصان والکفر بعد ایمان۔ (180)

وہ حق جس کے تحت کسی محترم جان کا قتل مباح ہو جاتا ہے، اس کی تین صورتیں ہیں، قصاص، حالتِ احصان کے بعد زنا کا ارتکاب، ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرنا۔

مولانا ابو البرکاتؒ فرماتے ہیں :-

الا بالحق ـــ کالقصاص والقتل علی الردۃ و الرجم۔ (181)

---

(176) بیان القرآن، جلد سوئم، ص 137 -

(177) ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی : تفسیر البغوی المسمی معالم التنزیل، المجلد الثانی، الجزء الثامن، ص 141 -

(178) ایضاً ایضاً، المجلد الثالث، الجزء الخامس عشر، ص 113 -

(179) تفسیر الکشاف، المجلد الثانی، ص 61 -

(180) مجمع البیان فی تفسیر القرآن، الجزء الثالث، الجزء الثامن، ص 383 -

(181) ابوالبرکات : تفسیر النسفی، الجزء الثانی، ص 40 -

مولانا ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی فرماتے ہیں :-

الا بالحق ـــ وھی التی أبیح قتلھا من ردۃ أو قصاص او زنا بعد احصان وھو الذی یوجب الرجم، عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امری مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ الا باحدی ثلاث الثیب الزانی و النفس بالنفس و التارک لدینہ المفارق للجماعۃ۔ (182)

الا بالحق کے تحت قتل کرنا جائز ہے، جیسے مرتدین کو قتل کرنا، یا قاتل سے قصاص لینا، یا زانی محصن کو سنگسار کرنا، حضرت (عبداللہ) بن مسعود سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کسی مسلمان کا خون مباح نہیں دراں حالیکہ وہ یہ گواہی دیتا ہو، کہ میں اللہ کا رسول ہوں، مگر تین صورتوں میں اس کا خون مباح ہو جاتا ہے، اولاً، یہ کہ زانی محصن ہو ثانیاً یہ کہ وہ قاتل ہو، ثالثاً یہ کہ وہ دین اسلام چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو۔

امامین جلال الدین محمد بن احمدؒ و جلال الدین بن ابی بکرؒ فرماتے ہیں :-

الا بالحق ـــ کالقود و حد الردۃ و رجم المحصن۔ (183)

ابو السعود محمد بن محمد العمادیؒ فرماتے ہیں :-

و قولہ إلا بالحق إیماء الی أن قتل النفس قد یکون لجرم یصدر منھا کما جاء فی الحدیث لا یحل دم امرئ مسلم الا بأمور ثلاثۃ بالکفر بعد الإیمان والزنا بعد الإحصان و قتل النفس (بغیر حق) المعصومۃ۔ (184)

الا بالحق کا اشارہ اس بات کیطرف ہے، کہ کسی جرم کے صادر ہونے کے بعد اس مجرم کی جان کو قتل کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، کہ کسی مسلمان کا خون بغیر تین صورتوں کے مباح نہیں ہے، یہ کہ وہ ایمان لانے کے بعد کافر یعنی مرتد ہو جائے، یہ کہ وہ شادی شدہ ہو، اور پھر مرتکب زنا ہو، یہ کہ وہ کسی اور جان کو ناحق قتل کر دے۔

محمد جوّاد مغنیہ فرماتے ہیں :-

الا بالحق ـ الاصل فی قتل النفس التحریم، ولا یحل إلا بسبب موجب، وھو واحد من أربعۃ ; نصت السنۃ النبویۃ علی ثلاثۃ منھا، وھی قولہ " لا یحل دم امرئ مسلم إلا باحدی ثلاث : کفر بعد إیمان، و زنا بعد إحصان، وقتل

---

(182) تفسیر الخازن ، المجلد الثانی ، ص 69 ۔

(183) جلال الدین محمد بن احمد و جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر : تفسیر الامامین الجلالین ، مکتبۃ الدینۃ والطباعۃ والنشر ، بیروت ، ص 196 ۔

(184) ابو السعود محمد بن محمد العمادی : تفسیر ابی السعود ، داراحیاء التراث العربی ، بیروت المجلد الثانی ، الجزء الثالث ، ص 199 ۔

نفس بغیر حق " ، ونص الکتاب علی السبب الرابع فی الآیۃ 33 من
سورۃ المائدۃ : " انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض
فساداً ان یقتلوا او یصلبوا " ۔ (185)

کسی جان کے قتل کے بارے میں اصل چیز حرمت ہے ، اور کسی شرعی سبب
کے بغیر قتل نفس جائز نہیں ہے ، شرعی اسباب چار ہیں ، جن میں سے تین اسباب
کے بارے میں سنت کی نص موجود ہے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ،
کسی مسلمان کا خون سوائے تین حالتوں کے مباح نہیں ہے ، یہ کہ وہ مرتد ہو جائے ،
یہ کہ وہ شادی شدہ ہو ، اور پھر زنا کا مرتکب ہو ، یہ کہ وہ کسی کو ناحق قتل کردے ، اور
قرآن کی سورۃ مائدہ کی آیۃ 33 کے اندر چوتھی حالت یہ بیان ہوئی ہے ، کہ جو لوگ
اللہ اسکے رسول سے جنگ کرتے ہیں ، وہ ملک میں فساد مچاتے ہیں ، ان کی سزا تو یہی ہے ،
کہ وہ چن چن کر قتل کیے جائیں ، یا سولی پر لٹکا دیے جائیں ۔

لیکن عرب جاہلیت کے احمق قبائل میں سنگدل باپ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور
کردیتے تھے ، بیشتر تو اس سنگدلی کا سبب فقر کا اندیشہ ہوتا ، مگر بعض حالات میں
غربت کی بے اعتدالی بھی اس کا باعث بن جاتی ۔ (186) انہوں نے اپنی اولادوں کو
قتل کیا ، اللہ کے بخشے ہوئے رزق کو اپنے اوپر حرام کیا ۔(187) پھر اسلام نے آکر
لڑکیوں کے قتل سے روکا ، فقروفاقہ کا خوف انکے دل سے نکالا ، الرزاق کی قوتِ متین پر
اعتماد کا جذبہ پیدا کیا ، اور اعلان کردیا گیا ، کہ :۔

لاتقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم و ایاھم ۔ (188)

اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ، ہم تمہیں بھی رزق دیتے
ہیں ، اور انہیں بھی دینگے ۔

مولانا ابو الفدا اسماعیل بن کثیرؒ فرماتے ہیں :۔

ہر جان خود محترم ہے ، اس وجہ سے اس کی جان کو قتل بغیر کسی حق شرعی
(بغاوت یا زنا کا مرتکب) کے قتل کرنا جائز نہیں ۔ (189)

---

(185) الف ۔ محمد جواد مغنیۃ : التفسیر الکاشف ، المجلد الثالث ، الجزء الثامن ، ص 283 ۔
ب ۔ تفسیر ابن کثیر ، المجلد الثانی ، ص 190 ۔ عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنھا ،
أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال " لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث خصال
زان محصن یرجم ، ورجل قتل متعمدا فیقتل ورجل یخرج من الاسلام و حارب اللہ و رسولہ
فیقتل او یصلب او ینفی من الارض " ۔

(186) تدبر قرآن ، جلد سوئم ، ص 199 ۔ (187) تدبر قرآن ، جلد سوئم ، ص 173 ۔

(188) (القرآن الحکیم ، سورۃ الانعام : 151 ۔ (ب) العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام ، ص 37 ۔

(189) تفسیر ابن کثیر ، المجلد الثانی ، ص 189 ۔ وربما قتلوا بعض الذکور خشیۃ الافتقار ، ،
، ، ، ، ، ان یقتل ولدک خشیۃ ان یطعم معک ۔

ارشاد ربانی ہے :-

لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطأً کبیراً ٥ (190)

اس میں قتلِ اولاد کی ممانعت کر دی گئی ، اور فرمایا ، کہ اصل رازق تو خود خدا ہی ہے ، تو کسی دوسرے کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے ، کہ وہ کسی دوسری جان کو اس اندیشہ سے ہلاک کر دے کہ وہ کمائے گی ۔

علامہ الشوکانیؒ فرماتے ہیں :-

(خشیۃ املاق) مخافۃ الفقر والفاقۃ ۔ (191)

عرب جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی جو سنگدلانہ رسم جاری تھی ، اس کی بڑی وجہ یہی تھی ، کہ وہ سمجھتے تھے ، کہ عورت کوئی کماؤ فرد تو ہے ، نہیں اسلئیے لڑکیوں کی پرورش کا بوجھ کیوں اٹھایا جائیے ، قرآن نے اس سنگدلانہ جرم کے اصل محرک پر ضرب لگائی ، اور اس بربریت کا خاتمہ کیا ۔ (192)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ فرماتے ہیں :-

عرب عورت کے وجود کو موجبِ ذلت اور عار سمجھتے تھے ، لڑکی کی پیدائش ان کے لئیے غم و اندوہ کا باعث تھی ، وہ نرینہ اولاد پر اتراتے اور فخر کرتے ، لیکن لڑکیوں کے وجود ان کے سر عظمت کو جھکا دیتا ، چنانچہ ظہورِ اسلام کے وقت عرب کے سفاکانہ مراسم میں سب سے زیادہ بے رحمی و سنگدلی کا کام معصوم بچوں کو مار ڈالنا ، اور لڑکیوں کا زندہ گاڑھ دینا تھا ، یہ بے رحمی کا کام خود والدین اپنے ہاتھوں سے اپنی مرضی سے سرانجام دیتے تھے ۔ (193)

ارشاد ربانی ہے :-

واذا الموءدۃ سئلت ٥ بایّ ذنبٍ قتلتْ ٥ (194)

اس پر مولانا ہاشم الحسینی النجراتیؒ فرماتے ہیں :-

قال من قتل فی مودتنا سال قاتلہ عن قتلہ ۔ (195)

---

(190) القرآن الحکیم ، سورۃ بنی اسرائیل : 31 ۔

(191) فتح القدیر ، المجلد الثالث ، ص 225 ۔

(192) تدبر قرآن ، جلد چہارم ، ص 499 ۔

(193) تفہیم القرآن ، جلد اول ، ص 586 ۔

(194) القرآن الحکیم ، سورۃالتکویر : 8 - 9 ۔

(195) مولانا ہاشم الحسینی النجراتی : البرہان فی تفسیر القرآن ، دارالکتب العلمیۃ ، قم ایران ، 1392ھ ، المجلد الرابع ، ص 432 ۔

علامہ الشوکانیؒ فرماتے ہیں :-

و قد کان العرب اذا ولدت لاحدھم بنت دفنھا حیۃ مخافۃ العار او الحاجۃ ، موءود ، واصلہ ماخوذ من الثقل لانھا تدفن ، فیطرح علیھا التراب فیثقلھا فتموت وئدہ - (196)

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں :-

اذا کانت سداسیۃ فیقول لأمھا طیبیھا و زینیھا حتی أذھب بھا الی أحمائھا وقد حفر لھا بئرا فی الصحراء فیبلغ بھا البئر فیقول لھا انظری فیھا ثم یدفعھا من خلفھا و یھیل علیھا التراب حتی تستوی البئر بالارض -(197)

محمد جمال الدین القاسمیؒ فرماتے ہیں :-

" واذا الموءودۃ سئلت ، بای ذنب قتلت " یعنی البنات التی کانت طوائف العرب یقتلونھن ۔۔۔۔ والموءودۃ ھی المقتولۃ صغیرۃ وکانت العرب فی الجاھلیۃ تئد البنات بان یدفنوھن احیاءً - (198) الف

فمنھم من اذا صارت بنتہ سداسیۃ یقول لأمھا : طیبیھا و زینیھا حتی أذھب بھا الی أحمائھا ، وقد حفر لھا بئراً فی الصحراء ، فیبلغ بھا البئر فیقول لھا : انظری فیھا ثم یدفعھا من خلفھا و یھیل علیھا التراب حتی تستوی البئر بالارض - (198)ب-

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

واذا بشر أحدھم بالأنثی ظل وجھہ مسوداً وھو کظیم - (199)

ان کی حالت یہ ہے ، کہ جب ان کو بتایا جاتا ہے ، کہ ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے ، تو ان کے ہاں صفِ ماتم بچھ جاتی ہے ، اور چہروں پر مایوسی کی سیاہی پھیل جاتی ہے ، دل غم و اندوہ سے بھر جاتا ہے - (200)

ارشاد ربانی ہے :-

ولا تقتلوا انفسکم - (201)

---

(196) فتح القدیر ، الجزء الخامس ، ص 389 -

(197) روح المعانی ، جزء م ، ص 52 -

(198) الف - تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل ، المجلد العاشر ، الجزء السابع عشر ، ص 65 -

ب - محمد جمال الدین : تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل ، دار الفکر 1398ھ ، المجلد العاشر ، الجزء السابع عشر ، ص 68 -

(199) القرآن الحکیم ، سورۃ النحل : 58 -

(200) تدبر قرآن ، جلد سوئم ، ص 664 -

(201) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 29 -

مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں :-

تم ایک دوسرے کو قتل مت کرو، اس لئے کہ ضرر انسانی کی صورتوں کو منع فرمایا گیا دوسرا شخص پھر تم کو ضرر پہنچا دے گا، جو شخص ایسا فعل کرے گا، تو وہ حد شرع سے گزرے گا تو اللہ دوزخ کی آگ میں ڈالے گا۔ (202)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ولا یقتلن اولادھن ۔ (203) اس پر

سید قطب فرماتے ہیں :-

و عدم قتل الاولاد، اشارہ الی ماکان یجری فی الجاھلیۃ من وأد البنات ۔ (204)

مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں :-

کیونکہ قتل اولاد کا ارتکاب مشرکانہ توھمات کے تحت بھی ہوتا تھا، اور اندیشہ فقر اور بے جا غیرت کے تحت بھی ۔ (205)

محمد جمال الدین فرماتے ہیں :-

ھذا یشمل قتلہ بعد وجودہ، کما کان اھل الجاھلیۃ یقتلون اولادھم خشیۃ الاملاق ۔ (206)

لہذا اسلام نے سب سے پہلے عورت کی عظمت کو بحال کیا، اور اسے اسی طرح محترم گردانا جسطرح مرد کی ذات کو سمجھا جاتا تھا، معاشرے میں اسکی حیثیت کا احساس دلایا اگر بیٹی ہے، تو باعث رحمت، اگر بہن ہے، تو باعث عزت و احترام کی حقدار ہے، اور اگر ماں ہے، تو اس کے پاؤں تلے جنت ہے، اگر بیوی ہے، تو مودت و رحمت، گویا اسلام میں پہلی مرتبہ عورت بحیثیت ماں، بیٹی، بیوی اور بہن نے اپنا صحیح مقام حاصل کیا ۔

نکاح و طلاق کے قوانین کی اصلاح فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو ظلم و ستم سے نجات دلائی، اسکے لئے دائرہ عمل متعین فرمایا، تاکہ اسکا تحفظ ہو سکے ۔ (207)

شخصی آزادی کا تحفظ

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصٰدقین والصٰدقٰت والصٰبرین والصٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصآئمین والصٰئمٰت

---

(202) مولانا اشرف علی تھانوی : بیان القرآن ؛ لاھور، المکتبۃ الحسن، 1405ھ، جلد اول، ص 284 ۔

(203) القرآن الحکیم ؛ سورۃ الممتحنہ : 12 ۔

(204) سید قطب : فی ظلال القرآن ؛ احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الخامسۃ، المجلد الثامن، ص 70 ۔

(205) تدبر قرآن ؛ جلد پنجم، ص 343 ۔ (206) تفسیر القاسمی ؛ المجلد التاسع، الجزء السادس عشر، ص 134 ۔

والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت و الذاکرین اللہ کثیراً والذکرٰت اعد اللہ لھم مغفرۃ و اجراً عظیماً ۝ (208)

یورپ میں آج تک عورت اپنے ذاتی نام سے اپنی شخصیت نمایاں نہیں کر سکتی ، جب تک شادی نہیں ہوتی ، مس فلاں مس ہے ، جب شادی ہو گئی ، تو مسز جونس ہوگئی ، یعنی خود اس کی شخصیت کوئی مستقل انفرادیت نہیں رکھتی ، یا باپ کے سائے میں دکھائی دے گی یا شوہر کے ، لیکن مسلمانوں کی معاشرتی تہذیب میں کبھی ایسا ناانصافانہ تخیل پیدا نہیں ہوا ، عورت لڑکی ہو ، یا بیوی وہ ہمیشہ فاطمہ اور عائشہ کی ہی حیثیت سے نمایاں ہوئی ، چنانچہ ہندوستان اور مصر میں یہ طریقہ عام ہوگیا ہے کہ ، "مس" اور "مسز" تادامونزیل "اور "مادام" کی ترکیب سے جدید تعلیم یافتہ خواتین کو یاد کیا جاتا تھا ، نزول قرآن سے پہلے عرب کا بھی وہی حال تھا جو اس بارے میں تمام دنیا کا تھا ، لیکن قرآن مجید کی تعلیم نے جو انقلابِ حال پیدا کردیا ، وہ یہ ہے ، کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں میں پہلی مرتبہ سیاسی خانہ جنگی شروع ہوئی تو ایک گروہ نے حضرت عائشہؓ کی قیادت میں میدان جنگ کا رخ کیا ، اس وقت کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں گزری کہ حضرت عائشہؓ عورت ہو کر ایک سیاسی اور قومی تحریک کی قائد کیسے ہوسکتی ہے ، ، ؟ اس طرح یورپ موجودہ دور میں مردوں کیطرح نمائندگی کا حق (ملکی انتخابات میں ووٹ دینے) حاصل ہونا چاہیے یا نہیں ، ، ؟ اور انگلستان کے سفریجسٹ (SUFFRAGIST) کی تحریک کا ہنگامہ تو آج کل کی بات ہے ، لیکن جو مسلمان آج سے تیرہ سو برس پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے جھنڈے تلے اکٹھے ہوئے تھے ، ظاہر ہے ، کہ انہیں عورتوں کے اس حق کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا ، جو لوگ مخالف تھے ، ان کی مخالفت بھی اصل مابہ النزاع معاملے میں تھی ، اس بارے میں نہ تھی ، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا عورت ہو کر ایک جنگ آزما سیاسی گروہ کی قائد کیونکر ہو سکتی ہیں (209)

نجی زندگی کا تحفظ

اسلام کے بنیادی حقوق کی رو سے ہر آدمی خواہ مرد ہو یا عورت کو پرائیویٹ یعنی نجی زندگی کو محفوظ رکھنے کا حق حاصل ہے ، اس معاملے میں سورۂ نور میں وضاحت کر دی گئی ، کہ لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستانسوا ۔ (210) اپنے گھروں کے سوا دوسرے

---

(207) خالد علوی : انسان کامل ، لاہور 1974ء ، ص 651 ۔

(208) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 35۔

(209) ترجمان القرآن ، جلد دوئم ، ص 193 ، 195 ۔

(210) القرآن الحکیم ، سورۃالنور : 27۔

گھروں میں داخل نہ ہو، جب تک کہ ان سے اجازت نہ لےلو، سورۃالحجرات میں فرما دیا گیا ہے، لا تجسسوا۔ (211) خواہ مرد ہو یا عورت کو یہ حق نہیں ہے، کہ اپنے گھر سے کسی دوسرے آدمی کے گھر میں جھانکے، ایک شخص کو پورا پورا آئینی حق حاصل ہے، کہ وہ اپنے گھر میں دوسروں کے شورشغب سے، دوسروں کی تاک جھانک سے اور دوسروں کی مداخلت سے محفوظ و مامون رہے، چنانچہ اسکی گھریلو بے تکلفی اور پردہ داری برقرار رہنی چاہیے۔ (212)

منزلی زندگی میں عورت کے حقوق کا تحفظ

اس میں عورت کی ازدواجی زندگی، اور اسکے ابتدائی انتہائی مراحل اور طریقے ازدواجی تعلق کے ثمرات و عواقب، اسکے حقوق واجبات وغیرہ سے بحث کی گئی ہے، اسلام نے عورت کی منزلی زندگی کے سلسلے میں خصوصی رعایت برتی ہے، ہر جگہ اسکے حقوق کا پورا پورا تحفظ اور عدل و انصاف مہیا کیا گیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل معروضات سے اس چیز کا کچھ اندازہ ہوتا ہے :۔

نـــــــکاح

نـکاح ایک ایسا بندھن ہے، جو عورت کے تحفظ کا ذریعہ ہے، مولانا امین احسن اصلاحیؒ فرماتے ہیں :۔

لفظ "نکاح" شریعت اسلامی کی ایک معروف اصطلاح ہے، جس کا اطلاق ایک عورت اور مرد کے اس ازدواجی معاہدہ پر ہوتا ہے، جو زندگی بھر کے نباہ کے ارادہ کے ساتھ زن و شو کی زندگی گزارنے کے لئے کیا جاتا ہے، اگر یہ ارادہ کسی نکاح کے اندر نہیں پایا جاتا تو وہ فی الحقیقت نکاح ہی نہیں ہے، بلکہ وہ ایک سازش ہے، جو ایک عورت اور ایک مرد نے باہم ملکر کر لی ہے۔ (213)

---

(211) القرآن الحکیم ، سورۃ الحجرات 12۔

(212) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی : اسلامی ریاست ، لاہور 1981ء ، ص 565۔

(213) تدبر قرآن ، جلد اول ، ص 493۔

ب ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد سوئم ، ص 60۔

عبدالرحمن الجزیری فرماتے ہیں :-

نکاح کے لغوی معنی وابستگی اور پیوستگی کے ہوتے ہیں : یعنی
تناکحت الأشجار اذا تمایلت انضم بعضها علی بعض ۔۔۔۔۔ وقد اختلف العلماء
فیه علی ثلاثة اقوال : أحدها انه حقیقة فی الوطء ، مجاز فی العقد کالمعنی
اللغوی من کل وجه ۔ (214)

عبدالرحمن الجزیری نے "الفقه علی المذاهب الاربعه" میں نکاح کے معنی پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے، کہ نکاح کے مطلق معنی عقد کے ہیں، اور مجازاً اس سے جنسی تعلق مراد ہے، قرآن و سنت میں یہ لفظ ان معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔

مولانا ابوبکر الجصاصؒ "نکاح" کے ضمن میں فرماتے ہیں :-

الا علی ازواجهم او ماملکت ایمانهم یحفظ الفروج من اباحة وطئی الزوجة
و ملک الیمین فاقتضت ۔۔۔ اباحة وطئهن فی سائر الاحوال و عموماً فی اباحة
وطئی الزوجات و ملک الیمین ۔ (215)

اسلام نے نکاح کا مقصد محض جنسی جذبات کی تسکین نہیں، بلکہ نکاح کے دیگر متعدد دینی و اخلاقی اور تعمیری و تربیتی مقاصد اور مصالح و فوائد ہیں، ورنہ یہ سنتِ انبیاء کا درجہ نہ پاتا، قضائےِ شہوت ایک ضمنی چیز ہے ۔

علامہ سرخسیؒ نے اپنی کتاب المبسوط میں لکھا ہے :-

و لیس المقصود بهذا العقد قضاء الشهوة و انما المقصود ما بیناه من اسباب
المصلحة ولکن الله تعالی علق به قضاء الشهوة ایضاً لیرغب فیه المطیع والعاصی
المطیع للمعانی الدینیة والعاصی لقضاءالشهوة ۔ (216)

اس عقد یعنی نکاح سے مقصود قضائے شہوت نہیں بلکہ مقصود دراصل وہ مصالح ہیں، جن کو ہم بیان کر آئے ہیں، مگر اللہ تعالی نے اس کے ساتھ قضائے شہوت کو بھی معلق کر دیا ہے، تاکہ اس میں اطاعت گزار اور نافرمان دونوں قسم کے لوگ رغبت رکھیں، اطاعت گزار تو دینی مقاصد کی تکمیل و تحصیل کے لئے اور نافرمان قضائے شہوت کے لئے ۔

ع ۔ تدبر قرآن ، جلد دوئم، ص 237 ، محصنات کے معنی ایک آزاد جس کلمقابل کنیزیں ہیں، اور دوسرے عفیف و پاکدامن عورتیں، لغت کے اعتبار سے اس جگہ بھی دونوں معنی مراد ہیں، مجاہد نے اس جگہ محصنات کی تفسیر حرائر سے کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے، کہ اہل کتاب کی آزاد عورتیں مسلمانوں کے لئے حلال ہیں ۔

(214) عبدالرحمن الجزیری : کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه ، المکتبة التجاریة الکبری، 1969ء الجزء الرابع ، ص 1 ۔

(215) ابوبکر الجصاص : احکام القرآن ، المجلد الثالث، ص 253 ۔

(216) کتاب المبسوط ، المجلد الثانی ، الجزء الرابع ، ص 194 ۔

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں :-

اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے ، کہ مرد اپنی فطرت کے تقاضے عورت کے پاس اور عورت اپنی فطرت کی مانگ مرد کے پاس پائے ، اور دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہو کر ہی سکون و اطمینان حاصل کریں ۔ جو مرد و عورت کے اندر جذب و کشش کی ابتدائی محرک بنتی ہے ، جس کی بدولت خیر خواہ ہمدرد غمخوار شریک رنج و راحت بن جاتے ہیں ۔ (217)

یہ اسلام کا احسان عظیم ہے ، کہ اس نے اسے بحیثیت میاں ، بیوی برابر کا مقام دیا ، ارشاد ربانی ہے :-

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف ۔ (218)

ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمد النسفیؒ فرماتے ہیں :-

ویجب لھن من الحق علی الرجال من المھر والنفقۃ و حسن العشرۃ ۔ (219)

مولانا ابوبکر الجصاصؒ فرماتے ہیں :-

فی ھذہ الآیۃ ان لکل واحد من الزوجین علی صاحبہ حقاً وان الزوج مختص بحق لہ علیھا لیس لھا علیہ مثلہ ۔ (220)

لہٰذا شریعت اسلامیہ میں نکاح ایک مستقل اور تادم زیست کا معاہدہ ہے ، جسے ناگزیر حالات میں ہی توڑا جا سکتا ہے ، چنانچہ وہ (عورت) اسکے نکاح کی اتنی شدت سے تاکید کرتا ہے ، جتنی شدت سے مرد کے نکاح پر زور دیتا ہے ۔

ارشاد ربانی ہے :-

وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم و امائکم ۔ (221)

مولانا ابوبکر الجصاصؒ نے اس آیہ کے ضمن میں لکھا ہے :-

لایختص بالنساء دون الرجال لان الرجل یقال لہ أیم والمراۃ یقال لھا أیمۃ وھو اسم للمراۃ التی لازوج لھا والرجل الذی لا امراۃ لہ ۔۔۔ کان ھذا الاسم شاملا للرجال والنساء ۔ (222)

---

(217) تفہیم القرآن ، جلد سوئم ، ص 745 ۔

(218) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ ، 228 ۔

(219) ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی : تفسیر القرآن الجلیل المسمی بمدارک التنزیل و حقائق التاویل ، طبع فی الحمراء آرٹ پرنٹرز ، لاہور ، الطبعۃ الاولی ، 1397ھ ، المجلد الاول ، ص 147 ۔

(220) ابوبکر الجصاص : احکام القرآن ، المجلد الاول ، باب حق الزوج علی المراۃ حق المراۃ علی الزوج ، ص 374 ۔ (ب) تدبر قرآن ، جلد ہفتم ، ص 444 ۔
(ج) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 395 ۔

ایامی ۔ ایم کی جمع ہے ، مردوں کے سوا عورتوں کیلئے خاص نہیں ہے ، کیونکہ مرد کو ایم کہا جاتا ہے ، اور عورت کو ایمہ کہا جاتا ہے ، یہ نام ہے اس عورت کا جس کا زوج نہیں ہے ، اور مرد کا جس کی زوجہ نہیں ہوتی اور یہ نام مرد و عورت دونوں پر مشتمل ہے ۔ (223)

جس مرد کی بیوی نہ ہو اس کو ایم بھی کہتے ہیں ، اور جس عورت کا شوہر نہ ہو ، اس کو بھی ایم کہتے ہیں ، پھر چاہے سرے سے ابھی شادی نہ ہوئی ہو ، یا شادی ہوئی تھی ، مگر شوہر یا بیوی کا انتقال ہوگیا ہو ، رجل ایم بھی کہا جاتا ہے ، اور امراۃ ایم بھی ۔ (224)

مولانا اشرف علی تھانوی اپنے تفسیری ترجمے میں لکھتے ہیں :۔

" یعنی احرار میں جو بے نکاح ہوں ، خواہ مرد ہوں یا عورت اور خواہ ابھی نکاح ہی نہ ہوا ہو ، یا وفات و طلاق سے اب تجرد ہوگیا ہو ، تم ان کا نکاح کر دو ، اور اسی طرح تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس نکاح کے لائق ہو یعنی حقوق زوجیت کو ادا کر سکے ، اس کا بھی نکاح کر دیا کرو ، اور محض اپنی مصلحت کے خیال سے باوجود غلام لونڈیوں کو ضرورت ہونے کے ان کی اس مصلحت کو فوت مت کیا کرو ۔ (225)

اللہ تعالی نے رشتہ ازدواج کے قیام کی تاکید فرمائی ہے ، اور ان تمام مرد و عورت کی شادی کر دینے کا حکم دیا ہے ۔ (226) جس کو شادی کی ضرورت ہو ، لہذا

---

(221) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 32 ۔

(222) ابوبکر الجصاص : احکام القرآن ، المجلد الثالث ، باب الترغیب فی النکاح ، ص 320 ۔

(223) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ششم ، ص 408 ۔

ب ۔ تفہیم القرآن : جلد سوئم ، ص 397 ۔

(224) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الثالث ، ص 287 ۔ الایامی جمیع ایم ویقال ذلک للمراۃ التی لازوج لھا وللرجل الذی لازوجۃ له وسواء کان قد تزوج ثم فرق اولم یتزوج واحد منھما یقال رجل ایم و امراۃ ایم ۔

ب ۔ تدبر قرآن ، جلد چہارم ، ص 532 ۔ (ج) تفسیر مظہری : جلد ہشتم ، ص 338 ۔

(225) بیان القرآن ، جلد ہشتم ، ص 17 ۔

ب ۔ مختصر شرح الجامع الصغیر للمناوی ، الجزء الاول ، ص 237 ۔ حدیث ہے ، عن علی ثلاث لاتوخرھن الصلوۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت کفوا ۔

(226) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ششم ، ص 411 ۔

ب ۔ ابو بکر الجصاص : احکام القرآن ، المجلد الثالث ، ص 321 ۔ لا خلاف انه غیر جائز للعبد والامۃ ان یتزوجا بغیر ۔ لان البکر تستامر فی نفسھا و اذنھا صماتھا ، ، ولا یجوز تزوجھا الا باذنھا ۔

اسلام نے انتخاب زوج کے سلسلے میں عورت کو بھی پورا پورا اختیار دیا ہے ، کہ وہ اپنی مرضی اور رضا مندی سے جس آدمی سے بھی شرعی حدود و قیود کی موجودگی میں نکاح کرنا چاہتی ہے ، کر سکتی ہے ، عزیزو اقارب حتی کہ والد کو بھی اس بات کا حق نہیں ، کہ اس پر اپنی مرضی کو ٹھونسیں جب تک عورت کی صریح اجازت نہ ہو اس وقت تک نکاح منعقد نہیں ہوتا ۔

مولانا ابن الھمام العطار ہند فرماتے ہیں :-

لا یجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب او سلطان بغیر اذنہا بکرا کانت اوثیباً فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتہا فان اجازتہ جازوان ردتہ بطل ۔ (227)

کسی باپ یا بادشاہ کے لئے جائز نہیں ہے ، کہ کسی دوشیزہ یا خاوند دیکھی عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دے ، اگر ایسا کرے ، تو نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہے ، اگر وہ منظور کرلے تو نبھا ورنہ وہ نکاح باطل ہو جاتا ہے ۔ (ٹوٹ جاتا ہے) ۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کا ایک باب " لا ینکح الاب وغیرہ البکرو الثیب الا برضاھا " کے عنوان سے باندھا ہے ، جس کے معنی ہیں ، باپ یا کوئی اور ولی دوشیزہ اور خاوند دیکھی عورت کا نکاح اسکی رضا مندی کے بغیر نہیں کر سکتا ، شادی شدہ عورت (بیوگی یا طلاق کے بعد) اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے ۔

ارشاد ربانی ہے :-

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلو ھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف ۔ (228)

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں :-

(اذا تراضوا) اذا تراضی الخطاب والنساء (بالمعروف) بما یحسن فی الدین والمروۃ من الشرائط ، وقیل بمھر المثل ۔ (229)

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں :-

اگر کسی عورت کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی اور زمانہ عدت کے اندر اس سے رجوع نہ کیا ہو ، پھر وہ عدت گزر جانے کے بعد وہ دونوں آپس میں نکاح کرنے پر راضی ہوں ، تو عورت کے رشتہ داروں کو مانع نہ ہونا چاہیے ، نیز اسکا مطلب یہ

---

* 226 ج ۔ الجامع لاحکام القرآن ، الجزء الثانی عشر ، ص 239 ۔ اذا زوجت الثیب البکر نفسھا بغیر ولی کفأ لھا جاز ۔

(227) الفتاوی العالمگیریہ ، المجلد الاول ، ص 287 ۔

(228) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ ، 232 ۔

(229) الکشاف ، الجزء الاول ، ص 369 ۔

بھی ہو سکتا ہے، کہ جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہو، اور عورت
عدت کے بعد اس سے آزاد ہو، کہ کہیں دوسری جگہ اپنا نکاح کرنا چاہتی
ہو، تو اس سابق شوہر کو ایسی کمینہ حرکت نہ کرنی چاہیے، کہ اس کے نکاح
میں مانع ہو، اور یہ کوشش کرتا پھرے، کہ جس عورت کو اس نے چھوڑا ہے، اسے کوئی
نکاح میں لانا قبول نہ کرے۔ (230) ارشاد ربانی ہے :۔

فاذا بلغن اجلهن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسهن بالمعروف۔ (231)

عورت کو اشارةً یا کنایةً پیغام نکاح دینا جائز ہے۔ (232)

ارشاد ربانی ہے :۔

ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء او اکننتم فی انفسکم۔ (233)

طلاق کی طرح بیوگی کی صورت میں بھی عورت کو دوبارہ شادی کرنے کا حق
دیا ہے۔ (234)

اللہ تعالیٰ کے ارشادات اس بات کی ترغیب دیتے ہیں، کہ عورت کو اگر بیوگی،
طلاق و خلع نے الگ کر دیا ہے، تو معاشرہ اس کا ذمہ دار ہے، کہ وہ اس کا نکاح
کر دے۔

کیونکہ مرد و عورت کے درمیان طبعی اور فطری بے پایاں کشش آدمی کو ایک
ایسے موڑ پر کھڑا کر دیتی ہے، جہاں سے اسکے حق پرست اور بندۂ ہوا و ہوس
ہونے کا بآسانی فیصلہ کیا جا سکتا ہے، ایک طرف جذبات اور ہیجان کی طوفان خیزی
اسے ہر بندش کے توڑ پھینکنے پر آمادہ کرتی ہے، تو دوسری طرف خدا کا خوف
اور عقل و فطرت کے تقاضے اسے حدود کی پاسداری پر مجبور کرتے ہیں، یہ کشمکش،
آدمی کے دعویٰ ایمان کے لئے ایک کسوٹی بن جاتی ہے، کہ کہاں تک وہ اپنے عزم و اعتقاد
میں سچا ہے، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطرہ سے یوں متنبہ

---

(230) تفہیم القرآن ، جلد اول ، ص 178 ۔

ب۔ تدبر قرآن ، جلد اول ، ص 500 ۔

(231) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ: 235۔

(232) عبدالغفور اسلم جالندھری ؛ تفسیر بشیر ، لاہور 1968ء ، جلد اول ، ص 113 ۔

(233) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 236۔

(234) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 234۔ والذین یتوفون
منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسهن اربعة اشهر و عشرا ، فاذا بلغن اجلهن
فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسهن بالمعروف ۔

فرمایا :-

ماترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء - (235)

ایک دوسرے موقعہ پر ارشاد فرمایا :-

ما من صباح الا وملکان ینادیان : ویل للرجال من النساء وویل للنساء من الرجال - (236)

کامیابی اس شخص کیلئے ہے ، جو اس کشمکش میں عفت اور پاکبازی کا دامن نہ چھوڑے اور جذبات کے اندھے بہرے تقاضے اسکو جادۂ مستقیم سے منحرف نہ کریں -

عفت و عصمت اور پاکدامنی اور طبعی جنسی خواہشات کی جائز تکمیل اور جنسی بے راہروی سے بچنے کیلئے شریعت نے ہر مسلمان مرد اور عورت کو تاکیدی حکم دیا ، کہ ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں سے فرار کی کوشش نہ کرے ، بجز اسکے کہ کوئی معاشی یا جسمانی مجبوری لاحق ہو -

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج - (237)

قانون ازدواج یعنی نکاح کا اولین مقصد عفت و عصمت اور اخلاق کی حفاظت ہے - (238)

شاہ صاحب نے نکاح کے اولین مقصد عفت و عصمت اور اخلاق کی حفاظت کے پیش نظر عورت کے اوصاف مطلوبہ بیان کرنے ضروری سمجھے ہیں ، جس کو آدمی اپنے عقد نکاح میں لانا چاہتا ہے ، تاکہ وہ نکاح اصول حکمت کے موافق ہو ، کیونکہ میاں بیوی کا تعلق پائیدار نوعیت کا ہے ، اور ہر ایک کی ضروریات دوسرے سے وابستہ ہیں ، اس لئے اگر عورت کے اخلاق برے ہیں ، اسکی فطرت میں درشتی ہے ، اور اسکی زبان سے بے حیائی مترشح ہوتی ہے ، تو یقیناً اسکے شوہر کی زندگی عمر بھر تلخ رہے گی ، دنیا کی پہنائی

---

(235) مشکوٰۃ المصابیح ، النصف الثانی ، کتاب النکاح ، الفصل الاوّل ، ص 267 -

(236) کنزالعمال ، المجلد السادس عشر ، حدیث 4505 ، ص 287 -

(237) الف - صحیح البخاری بحاشیة السندی ، المجلد الثالث ، کتاب النکاح ، باب الترغیب فی النکاح ، ص 238 -

ب - سنن ابو داؤد ، المجلد الاول ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، حدیث 2046 ، ص 219 -

ج - سنن ابن ماجہ ، المجلد الاول ، کتاب النکاح ، حدیث 1845 ، ص 592 -

د - کنزالعمال ، المجلد السادس عشر ، حدیث 44408 ، ص 272 - (ہ) عمر رضا کحالہ : سلسلہ البحوث الاجتماعیہ ، الجزء الاول ، ص 41 -

(238) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء 4 ، 24 -

اس کو تنگ نظر آنے کی ، اور شادی کرنے میں جو مصالح مضمر ہیں ، ان کی بجائے کئی ایک خرابیاں پیدا ہونگی ، لیکن اگر آدمی کو اچھی خوش خلق بیوی مل جائے ، تو اس کا گھر جنت ارضی بنا رہتا ہے ، مصالح منزلیہ سب کے سب پورے طور پر ظہور میں آتے ہیں ، اور ہر طرح کی بھلائیوں سے میاں بیوی بہرہ اندوز ہوتے ہیں ۔ (239)

سورہ النساء کی آیت 24۔25 میں عورتوں کیلئے محصنات کا لفظ استعمال ہوا ہے ۔ (240)

سورہ المائدہ کی آیت 5 میں پھر عورتوں کیلئے محصنات اور مردوں کے لئے محصنین کی قید لگائی گئی ہے ، ان آیات میں نکاح کو لفظ احصان سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ (241)

لفظ احصان "حصن" سے ماخوذ ہے ، جس کے معنی قلعہ کے آتے ہیں ، اس احصان کے معنی قلعہ بندی کے ہوئے ، جو مرد نکاح کرتا ہے ، وہ "محصن" ہے ، گویا وہ ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے ، اور جس عورت سے نکاح کیا جاتا ہے ، وہ "محصنہ" یعنی اس قلعہ کی حفاظت میں آگئی ہے ۔ جو نکاح کی صورت میں اسکے نفس اور اسکے اخلاق کی حفاظت کیلئے تعمیر کیا گیا ہے ، یہ استعارہ صاف ظاہر کرتا ہے ، کہ اسلام میں نکاح کا اولین مقصد اخلاق و عصمت کا تحفظ ہے ، یہ ایسا مقصد ہے ، جس کیلئے ہر دوسری غرض کو قربان کیا جا سکتا ہے ، مگر کسی دوسری غرض کیلئے اسے قربان نہیں کیا جا سکتا ، زوجین کے درمیان جب کبھی بھی اس مقصد کے فوت ہوجانے کا اندیشہ قوی ہو ، تو پھر شریعت سرے سے قید نکاح ہی کو ختم کرنے کا حکم دے دیتی ہے ۔

قرآن مجید کی رو سے نکاح کا دوسرا اہم مقصد مرد اور عورت کی باہمی تسکین مودت و محبت اور راحت ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا ۔ (242)

---

(239) حجۃ اللہ البالغۃ ؛ حصہ دوئم ، ص 525 ۔

(240) واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسفحین ۔۔۔ ۔۔۔ ومن لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنت المومنت ۔۔۔ فانکحوھن باذن اھلھن واتوھن اجورھن بالمعروف محصنت غیر مسفحت ولا متخذت اخدان ، فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنت من العذاب ۔

(241) والمحصنت من المومنت والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسفحین ۔

(242) القرآن الحکیم ، سورہ الاعراف : 189 ۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا :-

خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃً ورحمۃً۔ (243)

اور (اللہ تعالیٰ) نے تمہارے لئے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے، تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے (میاں بیوی کے) درمیان محبت اور رحمت پیدا کی ہے۔

عائشہ لیموں فاطمہ ھیرین اپنی کتاب "وومن ان اسلام" میں اس آیت "ھن لباس لکم وانتم لباس لھن کے تحت لکھتی ہیں :-

This is a very important defination of the relationship between man and wife, they are expected to find tranquility in each other's company and be bound together not only by the sexual relationship, but by "Love and Mercy". (244)

Aisha Lemu Fatima Heeren again says:-

The Quran referes to wives generally in another chapter saying :-

"They are garments for you while you are garments for them".

In another words as a garment gives wormth, protection and decency, so a husband and wife offer each other intimacy, comfort and protection from committing adultery and other offences.(245).

میاں بیوی کا یہ باہمی سکون و راحت اور مودت و رحمت محض لذات کا سکون نہیں بلکہ یہ وہ بنیاد ہے، جس کا وجود تمدن انسانی کے بالاتر مقاصد پورے کرنے کی قوت بہم پہنچانے کے لئے ضروری ہے، خانگی زندگی کی مسرت اور آرام و سکون کے باعث ہی انسان فضل و کمال کو حاصل کرتا۔ اور اخلاق عالیہ کا مالک بنتا ہے۔

یہ نکاح کے دو بنیادی مقاصد تھے، جن پر کئی ایک دیگر دینوی واخروی

---

(243) القرآن الحکیم، سورۃ الروم : 21۔

(244) Aisha Lemu Fatima Heeren: Women in Islam, P-17.

(245) Ibid P-17.

منافع و فوائد مترتب ہوتے ہیں ۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں (246) ابو زہرہ مصری نے الاحوال الشخصیہ میں نکاح کے فوائد اور مصالح و حکمتوں پر قدرے تفصیلاً بحث کی ہے ۔ (247)

انہی ارفع مقاصد کی بنیاد پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ، اور اس سنت پر عمل نہ کرنے والے سے اپنی لاتعلقی کا اظہار فرمایا ۔ (248)

علاوہ ازیں متعدد روایات میں تبتل (ترک نکاح) سے سختی سے منع فرمایا ۔ (249)

نکاح کا اعلان

اسلام نکاح کا اعلان بڑی حد تک ضروری سمجھتا ہے ، کیونکہ اگر نکاح کا اعلان نہ ہو تو اس راستے سے فتنوں کے سر اٹھانے کا اندیشہ ہوتا ہے ۔ (250)

رسم نکاح

یہاں ایسی عورت کے اوصاف مطلوبہ بیان کرنے ضروری سمجھتے ہیں ، جسکو آدمی اپنے عقد نکاح میں لانا چاہتا ہے ، تاکہ وہ نکاح اصول حکمت کے موافق ہو ، کیونکہ یہاں بیوی کا تعلق پائیدار نوعیت کا ہے ، اور ہر ایک کی ضروریات دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں ، اس لئے اگر عورت کے اخلاق برے ہیں ، اسکی فطرت میں درشتی ہے ، اور اسکی زبان سے بے حیائی مترشح ہوتی ہے ، تو شوہر کی زندگی تلخ رہے گی ۔ جس سے کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہونگی ، لیکن اگر آدمی کو اچھی خوش خلق بیوی مل جائے ، تو اسکا گھر جنت ارضی بنا رہتا ہے ۔

عاتکہ بنت زید کی شادی حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ سے ہوئی ، بعض اسباب کی بناء پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عبداللہ کو مشورہ دیا ، کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں ، حضرت عبداللہؓ نے اپنے والد کے مشورہ پر اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو

---

(246) احیاء علوم الدین ، الجزء الثانی ، ص 30 تا 41 ۔

(247) ابو زہرہ مصری : کتاب احکام الشرعیہ فی احوال الشخصیہ ، فی دار الآفاق الجدیدہ ، لجنۃ احیاء التراث العربی ، بیروت ، ص 18 تا 20 ۔

(248) صحیح البخاری بحاشیہ السندی ، المجلد الثالث ، کتاب النکاح ، باب الترغیب فی النکاح ، ص 237 ۔

(249) سنن الدارمی ، المجلد الثانی ، کتاب النکاح ، ص 57 ، 58 ، حدیث 2173 ، 2174 ، 2175 ۔

(250) اسلام کا نظام عفت و عصمت ، ص 200 ۔

دی ، لیکن انکو اپنے اس اقدام کا سخت افسوس تھا ، کیونکہ وہ عاتکہؓ کو بہت چاہتے تھے ، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عبداللہؓ کا یہ رجحان دیکھا ، تو دوبارہ نکاح کی اجازت دے دی اور حضرت عبداللہؓ نے اس پر عمل کیا ، لیکن طائف کی جنگ میں انکی شہادت پیش آئی ، تو اس کے بعد بعض روایات کے مطابق زید بن الخطاب نے عاتکہ سے نکاح کر لیا ، جب وہ یمامہ میں شہید ہوگئے تو حضرت عمرؓ سے اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے انکو پیغام بھیجا ، لیکن خود ہی انہوں نے انکار کر دیا ۔ (251)

اس سے ثابت ہوتا ہے ، کہ اللہ تعالی نے مرد و عورت کو تسکین نفس کا (جائز) برابر حق دیا ہے ، اور کسی کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا ۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے خلفاء کے دور میں بڑی آسانی سے عورتوں کا عقد ثانی ہوجاتا تھا ، مثلاً سہلہ بنت سہیل ، کا نکاح یکے بعد دیگرے چار اصحاب حضرت حذیفہؓ ، حضرت شماخ بن سعیدؓ ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت عبداللہ بن الاسودؓ ، حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ ، حضرت عمرؓ سے بیاہی گئیں ، حضرت عمرؓ شہید ہوگئے تو عون بن جعفرؓ سے انکا نکاح ہوا ، عون کی وفات کے بعد انکے بھائی عبداللہؓ سے انکا نکاح ہوا ۔ (252)

نکاح کتابیہ کی اجازت

رہا دوسرا طبقہ تو اسکی عورتوں سے اجازت دے دی گئی ہے ، مگر اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ، کہ یہ کام خطرے سے خالی نہیں ہے ، تاہم یہ رخصت اس لئے عطا کی گئی ہے ، کہ تم حرام کاری میں مبتلا نہ ہو ۔

---

*250 ب ۔ جامع الترمذی ، المجلد الاول ، ابواب النکاح ، باب ماجاء فی اعلان النکاح ، ص 207 ۔
عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف ۔ (ج) کفایت المفتی ، المجلد الخامس ، ص 143 ۔

(251) الف ۔ الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، تذکرہ عاتکہ بنت زید ، ص 265 ۔
ب ۔ رشید احمد ارشد : تاریخ طبری ، (اردو) نفیس اکیڈمی ، کراچی ، 1977ء ، حصہ دوئم ، ص 249 ۔

(252) الف ۔ الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، تذکرہ سہلہ بنت سہیل ، ص 270 ۔
ب ۔ تاریخ طبری ، حصہ دوئم ، ص 248 ۔ قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی سے حضرت عمرؓ نے عہد جاہلیت میں نکاح کر لیا تھا ، آپ نے انہیں بھی زمانہ صلح میں چھوڑا تھا ، آپ کے بعد حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے ان سے نکاح کر لیا تھا ۔ اسی طرح ملیکہ بنت جرول سے حضرت عمرؓ نے عہد جاہلیت میں نکاح کیا تھا جن کے بطن سے حضرت عبداللہؓ بن عمر پیدا ہوئے ۔

---

(253) القرآن الحکیم ، سورہ المائدہ : 5 ۔

(254) ابوالاعلی مودودی : تفہیمات ، اسلامک پبلیکیشنز ، لاہور 1983ء ، حصہ دوئم ، ص 333 ۔ 334 ۔

دی ، لیکن انکو اپنے اس اقدام کا سخت افسوس تھا ، کیونکہ وہ عاتکہؓ کو بہت
چاہتے تھے ، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عبداللہؓ کا یہ رجحان دیکھا ، تو دوبارہ
نکاح کی اجازت دے دی اور حضرت عبداللہؓ نے اس پر عمل کیا ، لیکن طائف کی
جنگ میں انکی شہادت پیش آئی ، تو اس کے بعد بعض روایات کے مطابق زید بن
الخطاب نے عاتکہ سے نکاح کر لیا ، جب وہ یمامہ میں شہید ہوگئے تو حضرت عمرؓ
سے اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے انکو
پیغام بھیجا ، لیکن خود ہی انہوں نے انکار کر دیا ۔ (251)

اس سے ثابت ہوتا ہے ، کہ اللہ تعالی نے مرد و عورت کو تسکین نفس کا
(جائز) برابر حق دیا ہے ، اور کسی کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا ۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے خلفاء کے دور میں بڑی آسانی سے
عورتوں کا عقد ثانی ہو جاتا تھا ، مثلاً سہلہ بنت سہیل ، کا نکاح یکے بعد دیگرے
چار اصحاب حضرت حزیفہؓ ، حضرت شماخ بن سعدؓ ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور
حضرت عبداللہ بن الاسودؓ ، حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ ، حضرت عمرؓ سے بیاہی
گئیں ، حضرت عمرؓ شہید ہوگئے تو عون بن جعفرؓ سے انکا نکاح ہوا ، عون کی وفات
کے بعد انکے بھائی عبداللہؓ سے انکا نکاح ہوا ۔ (252)

نکاح کتابیہ کی اجازت

رہا دوسرا طبقہ تو اسکی عورتوں سے اجازت دے دی گئی ہے ، مگر اس
طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ، کہ یہ کام خطرے سے خالی نہیں ہے ، تاہم یہ
رخصت اس لئے عطا کی گئی ہے ، کہ تم حرام کاری میں مبتلا نہ ہو ۔

---

250 ب ۔ جامع الترمذی ، المجلد الاول ، ابواب النکاح ، باب ماجاء فی اعلان النکاح ، ص 207 ۔
عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد
واضربوا علیہ بالدفوف ۔ (ج) کفایت المفتی ، المجلد الخامس ، ص 143 ۔

(251) الف ۔ الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، تذکرہ عاتکہ بنت زید ، ص 265 ۔
ب ۔ رشید احمد ارشد : تاریخ طبری ، (اردو) نفیس اکیڈمی ، کراچی ، 1977ھ حصہ دوئم ، ص 249 ۔

(252) الف ۔ الطبقات الکبری ، المجلد الثامن ، تذکرہ سہلہ بنت سہیل ، ص 270 ۔
ب ۔ تاریخ طبری ، حصہ دوئم ، ص 248 ۔ قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی سے حضرت عمرؓ نے عہد
جاہلیت میں نکاح کر لیا تھا ، آپ نے انہیں بھی زمانہ صلح میں چھوڑا تھا ، آپ کے بعد
حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر نے ان سے نکاح کر لیا تھا ۔ اسی طرح ملیکہ بنت جرول سے
حضرت عمرؓ نے عہد جاہلیت میں نکاح کیا تھا جن کے بطن سے حضرت عبداللہؓ بن عبید اموئے ۔

ارشاد باری تعالی ہے :۔

والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان ، و من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین ۔ (253)

اور حلال کی گئی ہیں ، تمہارے لئے ان لوگوں کی عورتیں بھی جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے ، بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کرکے انہیں قید نکاح میں لاؤ ۔ اعلانیہ یا چوری چھپے زنا کاری نہ کرو ، اور یاد رکھو کہ جو شخص اپنے ایمان سے پھرا اس کا سب کیا کرایا غارت ہو جائے گا ، اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا ۔

آخری فقرہ قابل غور ہے ، اس میں صاف طور پر متنبہ کر دیا گیا ہے ، کہ غیرمسلم عورت سے شادی کرنے میں ایمان کا خطرہ ہے ، اس کے بعد ظاہر ہے ، کہ اگر ایسے خطرناک کام کی اجازت دی گئی ہے ، تو وہ غیر معمولی حالات و ضروریات ہی کے لئے ہے ۔

نکاحِ کتابیہ کی کراہت

جو لوگ شریعت اسلام کی رو سے اچھی طرح واقف تھے ، انہوں نے اسی بناء پر اس اجازت کو ہمیشہ رخصت ہی کے قبیل سے سمجھا اور اس کو پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں کتابیات سے شادی کرنے کا عام رواج ہو ، شریعت کے سب سے بڑے رازدان اپنے عہد میں حضرت عمرؓ تھے ، انہوں نے حضرت حزیفہؓ کو جو کچھ لکھا تھا ، وہ شریعت کے مقصد پر خوب روشنی ڈالتا ہے ، زمانہ اسلام کے غلبے کا تھا ، مسلمان طاقتہ شام میں فاتح اور حکمران کی حیثیت سے تھے ، معاملہ ایک ایسے جلیل القدر مسلمان کا تھا ، جس نے براہ راست شمع نبوت سے نور ایمان کا اکتساب کیا تھا ، اسلامی اخلاق اور اسلامی تہذیب میں اس سے بڑھ کر اور کون پختہ ہو سکتا تھا ، مگر باوجود اس کے حضرت عمرؓ نے حضرت حزیفہؓ کو ایک کتابیہ کے ساتھ ازدواجی تعلق رکھنے سے منع کیا ، پھر یہ نہیں فرمایا ، کہ کتابیہ سے شادی کرنا حرام ہے ، بلکہ یہ فرمایا ، کہ اس سے مسلمان گھروں میں اہل کتاب کی بد اخلاق عورتوں کے گھس آنے کا اندیشہ ہے ، لہذا اس اجازت سے فائدہ نہ اٹھانا ہی بہتر ہے ۔ (254)

غور کیجئے ، کہ جب غلبے کی حالت میں نکاح کتابیہ کے متعلق اسلام کا یہ طرز عمل ہے ، تو ایسی حالت میں کیا طرز عمل ہونا چاہیے ، جب کہ ایک مسلمان کفار سے مغلوب اور مرعوب ہو ،

---

(253) القرآن الحکیم : سورۃ المائدہ : 5 ۔

(254) ابوالاعلی مودودی : تفہیمات ، اسلامک پبلیکیشنز ، لاہور 1983ء ، حصہ دوئم ، ص 333 ۔ 334 ۔

اور ان کی سوسائٹی میں گھرا ہوا ہو ، اس وقت تو نکاحِ کتابیہ کی کراہت زیادہ بڑھ جانی چاہیے ، کیونکہ دارالکفر میں اس کی خرابی کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہیں ، یہی وجہ ہے ، کہ ائمہ اسلام نے عموماً نکاح کتابیہ کو مکروہ اور خصوصاً دارالکفر میں نہایت مکروہ قرار دیا ہے ، شمس الآئمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں :-

یجوز للمسلم ان یتزوج کتابیۃ فی دار الحرب ولکنہ یکرہ لانہ اذا تزوجھا ثم ربما یختار المقام فیھم .... واذا ولدت تخلق الولد باخلاق الکفار وفیہ بعض الفتنۃ فیکرہ لھذا ....، وسُئل علی رضی اللہ عنہ من مناکحۃ اھل الحرب من اھل الکتب فکرہ ذلک ۔ (255)

مسلمان کے لئے دارالحرب میں کتابیہ سے شادی کرنا تو جائز ہے ، مگر مکروہ ہے ، کیونکہ اگر وہ وہاں شادی کرے گا تو ممکن ہے ، کہ کفار میں کے ملک میں رہ پڑے ...... اور جب کتابیہ کے پیٹ سے اولاد پیدا ہو ، تو وہ کفار کے اخلاق پر اٹھے اس میں اور بھی فتنے ہیں ، اس لئے یہ مکروہ ہے ..... ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حربی عورتوں کے ساتھ نکاح کے بارے میں پوچھا گیا ، تو آپؓ نے اس کو مکروہ فرمایا ۔

امام ابن جریر الطبریؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

" ذمیہ اور حربیہ دونوں سے نکاح جائز ہے ، بشرطیکہ نکاح کرنے والا ایسی جگہ نہ ہو ، جہاں اس کی اولاد کے کفر پر مجبور ہونے کا خوف ہو " ۔ (256)

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں :-

و یجوز تزویج الکتابیات والاولی ان لا یفعل ولا یاکل ذبیحتھم الا للضرورۃ و تکرہ الکتابیۃ الحربیۃ اجماعاً ، لانفتاح باب الفتنۃ من امکان التعلق المستدعی للمقام معھا فی دارالحرب و تعریض الولد علی التخلق باخلاق اھل الکفر ۔ (257)

کتابیہ سے نکاح کرنا جائز تو ہے ، مگر بہتر یہی ہے ، کہ نہ کیا جائے ، اور نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے ، الا یہ کہ کوئی ضرورت آ پڑے ، اور حربی کتابیہ سے نکاح کرنا تو بالاجماع مکروہ ہے ، کیونکہ اس سے فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے ، مثلاً یہ کہ عورت سے ایسا گہرا تعلق ہو جائے ، کہ مسلمان شوہر اس کے ساتھ کافروں کے ملک میں رہ پڑے اور یہ کہ اس کی اولاد اہل کفر کے اخلاق سے متخلق ہو کر اٹھے ۔

---

(255) کتاب المبسوط ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، باب نکاح اھل الحرب ، ص 50 ۔

(256) جامع البیان فی تفسیر القرآن ، الجزء السادس ، ص 61 ۔

ب ۔ کتاب المبسوط ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، باب نکاح اھل الحرب ، ص 53 ۔

(257) الھدایہ ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، ص 338 ۔ بحوالہ تفہیمات ، حصہ دوئم ، ص 336 ۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کتابیہ کو حرام اور باطل ٹھہرانا بھی درست نہیں ہے، البتہ قانون اسلامی کی روح اور آئمۂ اسلام کے اجماع سے اس کا مکروہ ہونا اور خصوصاً دارالکفر میں اور غلبۂ کفار کی حالت میں نہایت درجہ مکروہ مبغوض ہونا ثابت ہے، اس کے ساتھ حضرت عمرؓ کے فعل سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے، کہ صرف نکاح کتابیہ ہی کے معاملے میں نہیں بلکہ شریعت کی تمام رخصتوں کے معاملے میں، جن سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا اندیشہ پایا جاتا ہو، مسلمانوں کے اولی الامر کو امتناعی احکام جاری کرنے کا حق ہے، اور اس قسم کے امتناعی احکام جائز کو ناجائز اور حلال کو حرام کیئے بغیر نافذ کیے جا سکتے ہیں۔ مگر ایسے احکام جاری کرنے والوں میں اتنا تفقہ ہونا چاہیے، کہ وہ قانون شریعت کی شانِ اعتدال کو ضائع نہ کریں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ کیا سول میرج مسلمان عورت کے ساتھ جائز ہے، یا نہیں، اس کا جواب یہ ہے، کہ سول میرج مسلمان عورت کے ساتھ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ اگر پیدا ہوتا ہے، تو کسی مشرک عورت کے ساتھ، شادی کرنے کے معاملے میں یا کسی ایسی یہودی یا عیسائی عورت سے شادی کے معاملہ میں جو اسلامی قانون کے تحت کسی مسلمان سے نکاح کرنے کے لئے تیار نہ ہو، اور مسلمان اس کے عشق میں مبتلا ہو کر اس اقرار کے ساتھ شادی کرے، کہ وہ کسی مذہب کا پابند نہ ہوگا، یہ کام اگر کسی کو کرنا ہی ہو، تو اسکو اسلام سے فتوی لینے کی کیا ضرورت ہے، اور اسلام کیوں اپنے ایک پیرو کو اسکی اجازت دے، اور ایک اسلامی عدالت کا یہ کام کب ہے، کہ مسلمانوں کی اس طریقہ پر شادیاں کرائے، اگر ایک اسلامی حکومت بھی یوتھ فیسٹیول اور کھیلوں کی نمائشوں اور ڈراموں اور رقص و سرور اور مقابلہ حسن میں مسلمان عورتوں کو لائے، یا ائر ہوسٹس بنا کر مسافروں کے دل موہنے کی خدمت ان سے لے تو ہمیں معلوم ہونا چاہیے، کہ اسلامی حکومت کی آخر ضرورت کیا ہے، یہ سارے کام تو کفر اور کفار کی حکومت میں بآسانی ہوسکتے ہیں، بلکہ زیادہ آزادی کے ساتھ ہو سکتے ہیں۔

سنیما، فلم، ٹیلی ویژن اور ریڈیو وغیرہ تو خدا کی پیدا کردہ طاقتیں ہیں، جن میں بجائے خود کوئی خرابی نہیں خرابی ان کے استعمال میں ہے، جو انسانی اخلاق کو تباہ کرنے والا ہے، اسلامی حکومت کا کام یہی ہے، کہ وہ ان ذرائع کو انسانیت کی فلاح کے لئے استعمال کرے، اور اخلاقی فساد کے لئے استعمال ہونے کا دروازہ بند کردے۔ (258)

---

(258) رسائل و مسائل، حصہ چہارم، ص 265۔

مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں :-

ہماری گھریلو زندگی کی بنیادی خصوصیات اسلام کی رو سے چار ہیں ، ایک تحفظِ نسب ، جسکی خاطر زنا کو حرام اور جرم قابلِ تعزیر قرار دیا گیا ہے ، پردے کے حدود قائم کیے گئے ہیں ، اور مرد و زن کے تعلق کو صرف جائز قانونی صورتوں تک محدود کر دیا گیا ہے ، جن سے تجاوز کا اسلام کسی حال میں بھی روادار نہیں ہے ، دوسرے تحفظ نظام عائلہ جس کے لئے مرد کو گھر کا "قوام" بنایا گیا ہے ، بیوی اور اولاد کو اسکی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ، اور اولاد پر خدا کے بعد والدین کا حق سب سے زیادہ رکھا گیا ہے ، تیسرے حسنِ معاشرت جسکی خاطر مرد و زن کے حقوق معین کئے گئے ہیں ، مرد کو طلاق کے اور عورت کو خلع کے اور عدالتوں کو تفریق کے اختیارات دیے گئے ، اور الگ ہونے والے مرد و زن کے نکاح ثانی پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی ہے ، تاکہ زوجین یا تو حسن سلوک کے ساتھ رہیں ، یا اگر باہم نہ نباہ کر سکتے ہوں ، تو بغیر کسی خرابی کے الگ ہو کر دوسرا بہتر خاندان بنا سکیں ۔ (259)

نکاح کے معاملے میں عورت کی آزادی اور رضامندی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول اللہ وکیف اذنہا قال ان تسکت ۔ (260)

---

(259) رسائل و مسائل ، حصہ چہارم ، ص 51 ۔

(260) افضل الدین ابو حامد احمد بن حامد : صحیح البخاری بشرح الکرمانی ، دار احیاء التراث العربی ، بیروت 1401ھ ، الجزء التاسع عشر ، باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الا برضاہا ، حدیث 4811 ، ص 102 ۔

ب ۔ سنن ابن ماجہ ، الجزء الاول ، ص 601 ، حدیث 1870 ۔ 1871 ۔ الایم اولی بنفسہا من ولیہا والبکر تستامر فی نفسہا " قیل یا رسول اللہ ان البکر تستحیی ان تتکلم قال اذنہا سکوتہا ۔

2 ۔ لاتنکح الثیب حتی تستامر ، ولا البکر حتی تستاذن واذنہا الصموت ۔

ج ۔ سنن ابوداؤد ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب فی الاستمار ، حدیث 2092 ، ص 231 ۔ لاتنکح الثیب حتی تستامر ، ولا البکر الا باذنہا ، قالوا یا رسول اللہ وما اذنہا ؟ قال " ان تسکت " ۔

د ۔ سنن نسائی ، الجزء الخامس ، باب الثیب فی نفسہا ، ص 85 ۔

س ۔ مشکوۃ المصابیح ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب الولی فی النکاح واستیذان المراۃ ، الفصل الاول ، ص 270 ۔

امام مسلم فرماتے ہیں :-

الایم احق بنفسها من ولیها والبکر تستاذن فی نفسها واذنها صماتها ۔ (261)

جن روایات میں ولی کی اجازت یا موجودگی مذکور ہے ، وہ نابالغہ کے کے نکاح پر محمول ہیں ۔ استحباباً و اقتضاءً جس بالغہ عورت کو اپنی ذات ، اپنے مال اور دیگر امور میں تصرف کا حق حاصل ہے ، اسے نکاح کے معاملے میں حق کیوں نہیں حاصل ہوگا ۔

نابالغہ کا نکاح

نابالغ لڑکی یا لڑکے میں سمجھ و فکر کی کمی ہوتی ہے ، اپنے برے بھلے کی تمیز نہیں کر سکتے ، ان کے عقود ، خرید و فروخت معتبر نہیں ہوتے ، اس لئے شرعاً ان کا اختیار کامل ولی کو دیا گیا ہے ، صغیر اور نابالغہ کے نکاح کے سلسلہ میں بھی فقہاء کے نزدیک ولی کو ولایتِ اجبار حاصل ہے ۔ مگر یہ حق صرف باپ اور دادا کو حاصل ہے ، کیونکہ ان سے یہ بہت ہی کم توقع کی جا سکتی ہے ، کہ وہ لڑکی کے منافع ، اسکی مصلحتوں ، ضروریات اور بھلائی کو پس پشت ڈال کر اپنے مصالح اور منافع کے لئے اسکو قربان کر دینگے ۔

البتہ اسکی اجازت کے بغیر ولی کر سکتا ہے ، اس میں باپ کو بھی اختیارات اور دوسرے ولی کو بھی ، مگر باپ کا اختیار مضبوط ہے ، کہ بلوغ کے بعد لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل نہ ہوگا ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ، کا خود اپنا قول ہے ، کہ میری شادی اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی ، جب میری عمر چھہ ، سال کی تھی ۔ (262)

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں :-

" نکاح میں تنہا عورت کی رائے جائز نہیں کیونکہ انکی عقل میں نقص ہے ، انکا غور و فکر نسبتاً زیادہ اہم نہیں پھر مردوں کو عورتوں پر قوّامُ بنایا گیا ہے ، ارباب حل و عقد مرد ہی ہیں ، پھر معاملہ ایسا ہے ، کہ عورت کسے دے تو بے حیائی سے تعبیر ہو ، اس لئے اولیاء کا ہونا ضروری ہے ، تاکہ اسکی شہرت ہو سکے ، اسلئے عورت کو

---

260 ف ۔ الجامع الصغیر ، المجلد الاول ، ص 480 ، حدیث 3109 ۔

ص ۔ کنزالعمال ، المجلد السادس عشر ، ص 312 ۔ حدیث 44659 ۔

(261) صحیح مسلم ، الجزء الرابع ، ص 161 ۔

ب ۔ مشکوۃ المصابیح ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب الولی فی النکاح و استئذان المراۃ ، الفصل الاول ، ص 270 ۔ (ج) کنزالعمال ، الجزء السادس عشر ، ص 310 ، 311 ، حدیث 44649 ۔

ولی کی رائے لینی چاہیے ، مگر ولی بھی با اختیار ہرگز نہیں ، صرف اپنی رائے سے عورت کی شادی کرے ، اس لئے کہ معاملہ عورت کا ہے ، اپنا معاملہ جو خود عورت سمجھتی ہے ، انہیں مرد نہیں سمجھ سکتا ، نفع و نقصان عورت کو پہنچنے والا ہے ، اس لئے حکم اس سے لینا ضروری ہے ۔ (263)

الھدایہ میں ہے :-

لانہما کاملا الرائی وافر الشفقۃ ۔ (264)

کیونکہ وہ دونوں (باپ دادا) پوری رائے (سمجھ) اور (لڑکی کے معاملے میں) بہت زیادہ شفیق ہوتے ہیں ، لہٰذا ان کا کیا ہوا نکاح بعد از بلوغ بھی صحیح ہوگا ۔

تاہم اگر یہ ثابت ہو جائے ، کہ باپ یا دادا نے چھوٹی بچی کی مصلحتوں کو پس پشت ڈال کر صرف اپنے منافع کو سامنے رکھا ہے ، تو یہ نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوگا ۔ (265)

---

261 د ۔ سنن ابن ماجہ ، الجزء الاول ، ص 601 ، 602 ۔ حدیث 1871 ۔

س ۔ حقوق النساء فی الاسلام ، ص 20 ۔

ش ۔ ابو داؤد : سنن ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب فی الثیب ، ص 232 ۔ حدیث 2098 ۔

ص ۔ سنن النسائی ، الجزء الخامس ، باب استئمار الاب البکر فی نفسہ ، ص 85 ۔

ض ۔ الجامع الصغیر ، المجلد الاول ، ص 480 ۔ حدیث 3109 ۔

(262) کتاب الام ، المجلد الخامس ، ص 17 ۔ عن عائشۃ قالت نکحنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا بنت ست او سبع ۔

(263) عبدالحق حقانی : حجۃ اللہ البالغۃ ، حصہ دوئم ، ص 563 ۔

(264) الھدایہ ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب فی الاولیاء والاکفاء ، ص 317 ۔

(265) الف ۔ کتاب المبسوط ، المجلد الثالث ، ص 108 ۔

ب ۔ کتاب الاحکام الشرعیۃ فی الاحوال الشخصیۃ ، لجنۃ احیاء التراث العربی ، فی دار الآفاق الجدیدۃ ، بیروت ، ص 21 ۔ لوکان الاب او الجد مشہوراً قبل العقد بسوء الاختیار مجانۃ و فسقاً و زوج صغیرہ او صغیرتہ بغبن فاحش فی المہر او بغیر کفء فلا یصح النکاح اصلاً ۔

صغیرہ کا خیار بلوغ

باپ اور دادا جو اولاد پر انتہائی شفیق ہوتے ہیں ، اور جن کو ولایت تامہ حاصل ہوتی ہے ، اگر وہ چھوٹی لڑکی کے مصالح کو پس پشت ڈال دیں ، تو انکا کیا ہوا نکاح بھی بعض صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے ، تو ان کے سوا دوسرے رشتہ دار مثلاً چچا یا بھائی یا وہ جن کو ولایت بعیدہ حاصل ہوتی ہے ، اگر ایسا نکاح کر دیں ، تو بدرجہ اولی نکاح فسخ ہو سکے گا ، مگر اس کے لئے فقہاء نے ایک شرط لگائی ہے ، کہ آثار بلوغ (حیض وغیرہ) کے ظاہر ہوتے ہی لڑکی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دے ۔ (266)

مسئلہ کفو

اگرچہ تمام انسان مرد و عورت سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں ، اور اس اعتبار سے تمام اقوام اور افراد عالم بحیثیت انسان مساوی درجہ رکھتے ہیں ، لیکن اس کے باوجود نکاح کے مسئلے میں شریعت نے کفاءت (ہمسری) کو ملحوظ رکھا ہے ، اور غیر کفو میں نکاح کرنے کو نامناسب سمجھا ہے ، کیونکہ شریعت یہ چاہتی ہے ، کہ ازدواجی تعلق ایسے مرد اور عورت کے درمیان قائم ہو ، جن کے درمیان غالب حال کے لحاظ سے مودت و رحمت کی توقع ہو ، اور جہاں یہ توقع نہ ہو ، وہاں رشتہ کرنا مکروہ ہے ، یہی وجہ ہے ، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح سے قبل (منکوحہ بننے والی) عورت کو دیکھ لینے کا حکم یا کم از کم مشورہ دیا ہے ۔ (267)

نکاح کے بعد میاں بیوی دونوں کی خواہش ہوتی ہے ، کہ آپس میں موافقت ، محبت و موانست رہے ، دونوں کے میل ملاپ اتفاق و اتحاد سے خانگی امور کا انتظام ہو ، اور دونوں راحت و آرام کی زندگی بسر کریں ، دوسرے یہ کہ سسرالی رشتہ داروں سے بھی کوئی بگاڑ نہ ہو ، بلکہ پرانی رشتہ داریوں اور محبت و مودت کے تعلقات کی ازسر نو

---

(266) الف ۔ الفتاوی العالمگیرۃ ، المجلد الثانی ، ص 285 ۔

ب ۔ الھدایۃ ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب فی الاولیاء والا کفاء ، ص 314 ۔

(267) الف ۔ قطب الدین : مظاہر حق مشکوۃ ، اردو ، کراچی اشاعت اول ، جلد سوئم ، کتاب النکاح ، باب النظر الی المخطوبۃ و بیان العورات الفصل الثانی ، حدیث 9 ، ص 267 ۔

ب ۔ ابو عیسٰی محمد بن عیسٰے الترمذی : جامع الترمذی مع شرح تحفۃ الاحوذی ، ملتان ، 1352ھ ، الجزء الثانی ، ص 169 ۔ ان ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل ۔

تجدید ہو ، ایک دوسرے کے معاون ، مددگار اور خوشی اور غم کے شریک ہوں ۔
یہ تمام مقاصد اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں ، جب کہ دونوں میاں بیوی کے مزاجوں میں مکمل یا قریب قریب ہم آہنگی ضرور ہو ، اخلاق و عادات ، خاندانی روایات اور طرز معاشرت کی خصلتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں ، اب چونکہ ہر خاندان ، قبیلہ اور ہر برادری کے عادات و اطوار ، طرزمعاشرت اور مزاجوں میں قدرتی طور پر اختلاف ہوتا ہے ، اس لئے ضرورت اس امر کی ہے ، کہ کفاءت کا لحاظ رکھا جائے ، تاکہ نکاح کے فوائد اتفاق و اتحاد اور مصالح مقتضیہ فوت نہ ہو جائیں ۔
فقہاء احناف کے نزدیک کفاءت (ہمسری) کی بنیاد درج ذیل چھ چیزیں ہیں ۔
اگر کفو کا اعتبار کیے بغیر کوئی ولی کسی نابالغہ کا یا بالغہ لڑکی خود اپنا نکاح غیر کفو میں کرے لی تو ہر دو صورتوں میں نابالغہ کو اور ولی کو اس بات کا اختیار ہوگا ، کہ وہ عدالت سے نکاح کو فسخ کرا سکے ، وہ چھ چیزیں یہ ہیں ۔
نسب ۔ اسلام ۔ حریت ۔ مال ۔ دیانت ۔ حرفت ۔ (268)

بعض اعتراضات کے جــوابــات

اسلام پر غیر مسلم اقوام و ملل کی طرف سے عورت کی حیثیت کے متعلق جو اعتراضات قدیم سے ہوتے چلے آئے ہیں ، یا موجودہ ترقی یافتہ دور میں ہو رہے ہیں ، وہ زیادہ ان امور سے تعلق رکھتے ہیں ، کہ اسلام نے عورت کو شادی کرنے کے لئے اسکی ولی سے اجازت لینا ضروری قرار دیا ہے ، جو اس کے اختیارات اور حقوق کو نہ صرف محدود بلکہ پامال کر دینے کے مترادف ہے ، اس طرح اسلام نے تعددِ ازواج کے مسئلہ کو مباح قرار دے کر ، عورت پر مرد کے مظالم کا دروازہ کھول دیا ہے ، اور اسکے فطری جذبات کو کچل کر رکھ دیا ہے ، علاوہ ازیں یہ کہ طلاق و خلع کے مسائل کو جائز قرار دے کر معاشرہ میں عورت کے مقام کو گرا دیا گیا ہے ، اور اس نوع کے بعض اور امور کو عورت کے بارے میں اسلامی تعلیم کے لئے ہدفِ اعتراض بنایا جاتا ہے ، جن کا جواب ذیل میں فرداً فرداً دیا جاتا ہے ۔

---

(268) ابو زہرہ : الاحوال الشخصیۃ ، دارالفکر العربی ، ص 143 ۔

اذن ولـــی

پہلا اعتراض یہ ہے ، کہ اسلام عورت کو رفیق زندگی کے معاملے میں پورے حقوق نہیں دیتا ،کیونکہ اس کے لئے ضروری ہے ، کہ وہ بغیر اپنے ولی کی مرضی کے عقد نکاح نہ کرے ، اس کے جواب حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کا ایک حوالا بڑی اہمیت کا حامل ہے ، آپ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں ولی کی ضرورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے : کہ

"لا نکاح الا بولی - کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں ، یاد رکھو عقد کے بارے میں عورتوں کو انکی عقل اور سمجھ کی کمی کی وجہ سے پورے اختیارات دے دینا قرین مصلحت و ثواب نہیں اکثر اوقات وہ فائدہ اور نقصان سمجھنے سے قاصر رہتی ہیں ، اور خاندانی شرافت کا بہت کم لحاظ کرتی ہیں ، غیر کفو کو اپنا شریک حیات پسند کر لیتی ہیں ، جسکی وجہ سے انکی قوم پر ننگ و عار عائد ہوتا ہے ، اس خرابی کو روکنے کے لئے یہ ضروری ہے ، کہ انکے اولیاء اور سرپرست بھی عقدِ نکاح کے اختیارات میں انکے ساتھ شریک ہوں ، علاوہ ازیں جملہ اقوامِ عالم میں یہ قانون جاری و ساری ہے ، اور گویا ان کی فطرت کا یہی اقتضاء ہے ، کہ مردوں کو عورتوں کے معاملات میں اختیار حاصل ہو ، اور وہ انکے نگران اور محافظ ہوں ، انکے مصائب کا بوجھ انہی کے کندھوں پر ہو ، اور عورتوں کے امور مہمہ کا حل و عقد بھی انہی کے ہاتھ میں ہو - چونکہ الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم ، کا یہی مضمون اور انعقادِ نکاح کے لئے ولی کو شرط قرار دینے میں اسکی عزت افزائی ہے ، کیونکہ عورتوں کا مطلق العنان ہو کر اپنا نکاح خود کر لینا ایک طرح کی بے حیائی ہے ، اور اس میں انکے اولیاء اور سرپرستوں کی کسرِ شان اور عورتوں کی خود رائی کا مظاہرہ ہے ، ایک وجہ اور بھی ہے ، وہ یہ کہ تشہیر کے ذریعہ نکاح کو سفاح (حرامکاری) سے متمیز کرنا نہایت ضروری ہے ، اور وہ تشہیر ہی کیا ہوئی جس میں عورت کا اپنا ولی بھی مجلس نکاح میں حاضر نہ ہو -" (269)

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے ، کہ اسلام نے اذنِ ولی کی جو شرط لگائی ہے ، وہ اس لئے نہیں لگائی ، کہ اسلام عورت کے حقوق کو تلف کرنا چاہتا ہے ، یا اس میں اس پر ظلم روا رکھنے کی صورت پیدا ہو گئی ہے ، بلکہ اسکی غرض یہ ہے ، کہ عورت زیادہ سے زیادہ اپنے فوائد کا حصول کر سکے ، اس کے مستقبل سے متعلق اسے بھی غور کرنے کا موقعہ دیا ہے ، لیکن اسکے ساتھ اس کے والدین کے دل و دماغ کو بھی اسکی مدد کیلئے

---

(269) حجۃ اللہ البالغۃ ، حصہ دوئم ، ص 536 -

لگا دیا ہے ، شریعت نے لڑکی کی ولدیت اور اس کے باپ یا بھائی یا کسی اور قریب کے رشتہ دار کو دی ہے ، کہ وہ اس کے گارڈین ہیں ، اور اس کے حقوق کی اچھی طرح حفاظت کریں گے ، اپنے تجربہ کی وجہ سے زمانہ کے نشیب و فراز سے وہ واقف نہیں ، انکی اصابت رائے ، زندگی کی منازل کے اختیار کرنے میں اسکی مددگار ہوگی ۔

اس کے علاوہ اسلام نے اگرچہ ولی اور سرپرست کو لڑکی کے نکاح کے سلسلے میں اختیار دیا ہے ، لیکن ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہونی چاہیے ، کہ اسے مختارِ مطلق قرار نہیں دیا گیا ، چنانچہ اس کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :-

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ، کہ بیوہ کا نکاح کرنے سے پیشتر اس سے مشورہ کیا جائے ، اور کنواری ہو تو اسکی اجازت حاصل کی جائے ، چنانچہ اس کا چپ رہنا ، بمنزلۂ اجازت کے ہے ، ایک روایت میں ہے کہ کنواری لڑکی کا باپ اس سے اجازت طلب کر کے اس کا نکاح کرے ۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے ، کہ ولی اور سرپرست کو اگرچہ اختیار دیا گیا ہے ، لیکن وہ مختار مطلق نہیں ، کیونکہ بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں ، جن کو وہ عورت خود تو جانتی ہے ، لیکن اولیاء اور سرپرستوں کو ان کا علم نہیں ہوتا ، اور یہ بھی تو ہے ، کہ نکاح کے مصالح اور مفاسد کا تمام تر اثر خود عورت کی ذات پر پڑتا ہے ، بہرحال شروع کا حکم نہایت منصفانہ ہے ، عورت اور اس کے ولی دونوں کو اختیار دیا گیا ہے ، مشورہ کرنے کے یہ معنی نہیں ، کہ عورت صریحاً اپنی رضا مندی کا اظہار کرے ، اور صرف اجازت دینے میں یہ صورت بھی شامل ہے ، کہ عورت چپ رہے ، اور انکار نہ کرے ، یہ طلب اجازت اس لڑکی کے لئے ہو ، جو بالغ ہو ، غیر بالغ کی تو اپنی کوئی رائے ہی نہیں ، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے بی بی عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد کیا ، جب انکی عمر چھ سال کی تھی ۔" (270)

---

(270) حجۃ اللہ البالغہ ، (اردو) ، حصہ دوئم ، ص 536 تا 537 ۔

مہر

جس طرح نکاح کے ذریعے عورت کے حقوق کا تحفظ ہے ، اسی طرح مہر باندھ کر مہر کی ادائیگی کا بوجھ خود ایک قسم کی روک ہے ، جو عورت کے تحفظ کا ذریعہ ہے ۔ عورت جب اپنے والدین کے گھر سے بیاہ کر اپنے مستقل مستقرِ زندگی کے گھر آتی ہے ، تو وہ بالکل ایک نئی زندگی کا آغاز کرتی ہے ، جس میں اسے گھر بار بنانے کے لئے متعدد اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے ، لہذا شریعت نے مرد کے اوپر لازم ٹھہرایا ہے ، کہ وہ اس سلسلے میں عورت کی کچھ معاونت کرے ، تاکہ وہ گھریلو انتظام کو بحسنِ خوبی اور بسہولت سرانجام دے سکے ۔ (271)

مہر مرد کی طرف سے ایک لازمی ہدیہ اور عورت کا ضروری حق ہے ۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا :-

واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین ۔ (272)

ان محرمات کے سوا باقی سب عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئیں ، تاکہ اپنے اموال کے بدلے میں تم ان کو حاصل کرو ، قیدِ نکاح میں لانے کے لئے نہ کہ آزاد شہوت رانی کے لئے ۔

مہر کی تعریف فقہ کی روشنی میں

عبدالرحمن الجزیری مہر کے اصطلاحی معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

فھو اسم للمال الذی یجب للمرأۃ فی عقد النکاح فی مقابلۃ الاستمتاع بھا ۔ (273)

اصطلاح میں مہر اس مال کا نام ہے ، جو مرد پر لازم ہے ، کہ وہ نکاح کے ضمن میں عورت کو ادا کرے ، اس حق کے مقابلے میں جو عورت سے انتفاع کی صورت میں اسے حاصل ہوتا ہے ۔

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے مہر کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"مہر اس مالی منفعت کا نام ہے ، جو شرعاً عورت مرد سے بعوضِ نکاح پانے کی مستحق ہوتی ہے " ۔ (274)

مولانا برہان الدین المرغینانی فرماتے ہیں :-

المھر بدل البضع ۔ (275) مرد کو عورت پر جو حقوقِ زوجیت حاصل ہوتے ہیں ۔

---

(271) محمد ابو زہرہ : الاحوال الشخصیۃ ، ص 177 ۔

(272) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 24 ۔

(273) عبدالرحمن الجزیری : کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ، دارالفکر 1969ء ، الجزء الرابع ، ص 94 ۔

مہر انکا معاوضہ ہے ، اسکی توثیق قرآن مجید کی اس آیت 4 : 24 سے ہوتی ہے ۔ (276)

انسائکلوپیڈیا آف اسلام میں ہے :-

Hebrew Mohar, Syriac Mahar, "Bridal gift" originally " Purchase Money", synomynous with sadak which properly means " Friendship" the "present" a gift given voluntarily and not a result of a contract is in Muslim Law.The gift which the bride-groom has to give the bride when the contract of marriage is made and which becomes the property of wife. (277)

قاضی خاں نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے : کہ

اما المہر بدل البضع و قد ملک بضعہا فیطالب بہ ۔ (278)

مہـــــر کی حکمـــت

عبدالرحمن الجزیری مہر کی حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

وہو فی الاصل ماخوذ من الصدق لان فیہ اشعاراً برغبۃ الزوج فی الزواج ببذل المال ۔ (279)

صداق دراصل لفظ صدق سے ماخوذ ہے ، اسکی حکمت یہ ہے ، کہ شوہر اپنا مال خرچ کرکے ، شادی میں اپنی رغبت کا اظہار کرتا ہے ۔ (یعنی شادی وہ پوری رضا و رغبت سے کر رہا ہے ، مجبور ہو کر یا کسی دباؤ کے زیر اثر نہیں کر رہا ہے) ۔

مرد کے لئے عورت کی ضرورت اس قدر ہے ، جس طرح عورت کو مرد کی ، اور چونکہ عورتوں کے بارے میں مردوں میں مزاحمت اور غیرت ہوتی ہے ، اس لئے ان دونوں کی اصلاح اس طرح ممکن ہے ، کہ مرد کے لئے عورت کا تعین مجمع عام میں کیا جائے ، اور

---

(274) تنزیل الرحمن : مجموعۂ قوانین اسلام ، لاہور 1965ء جلد اول ، ص 279 ۔

(275) برہان الدین المرغینانی : کتاب الہدایہ ، مصر 1975ء ، ص 148 ۔

(276) واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا ، ، ، ، استمتعتم بہ منہن اجورہن فریضۃ ۔

(277) انسائکلوپیڈیا آف اسلام ، لندن 1936ء ، ص 137 ۔ ج 3

(278) فتاوی قاضی خان ، فی المطبع العالی الواقع فی الکھنو المعزی لی منشی نولکشور ، ص 176 ۔

(279) عبدالرحمن الجزیری : کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ، الجزء الرابع ، ص 94 ۔

چونکہ مرد عورت کی طرف راغب ہوتا ہے، اور عورت اپنے خاندان والوں کی نظروں میں معزز ہوا کرتی ہے، اور ان پر اسکی حفاظت ضروری قرار دی جاتی ہے، اس لئے مہر، منگنی خاندان والوں کی جانب سے اسکی سر انجام دہی ضروری قرار دی گئی ہے، یہ بات جائز نہیں کہ میاں بیوی کا معاملہ قاضیوں کے سپرد کیا جائے، کیونکہ قاضی کے پاس انکا قضیہ لے جانے میں انکو بڑے بڑے مصائب اور نقصانات کا مقابلہ کرنا پڑے گا، کیونکہ مخصوص امور جو شوہر سمجھ سکتا ہے، اور وہ خصوصی حالات سے واقف ہوتا ہے، اس لئے یہی بات متعین کر دی گئی ہے، کہ مہر مقرر کر دیا جائے، اور بلا سخت ضرورت و مجبوری کے اس نظام کو توڑنے کی جرأت و جسارت نہ کرے، نیز یہ مہر مقرر کرنے میں نکاح کی پائیداری مقصود ہے، اور نکاح کی اہمیت و عظمت تعلقات قائم کرنے کے عوض مال دیئے بغیر ظاہر اور واضح نہیں ہوتی، کیونکہ مال جس قدر لوگوں کو عزیز ہوتا ہے، اور جس قدر انسان مال کا حریص ہوتا ہے، اتنی کوئی چیز عزیز نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس قدر کسی دوسری چیز کا حریص ہوتا ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ نکاح کی اہمیت مال صرف کیے بغیر واضح نہیں ہوتی، اور اس اہمیت و عظمت کی بناء پر اولیاء و اعزا کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے، اور اس سے وہ اولیاء و اعزا کے دل کے ٹکڑوں کا مالک ہوتا ہے، اور اس سے نکاح اور زنا میں فرق اور امتیاز ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد، سورۃ النساء ؛ 24 میں ہے : - (280)

لہذا انہی مصالح کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہر کا وہی طریقہ باقی رکھا، جو پہلے سے لوگوں کے اندر قائم تھا، لیکن آپؐ نے مہر کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی، کہ اتنا مہر ہونا چاہیئے، نہ کم ہو، اور نہ زیادہ، کیونکہ نکاح کی اہمیت و عظمت کے اظہار کے لئے لوگوں کی عادات مختلف ہیں، اس لئے مہر کی حد مقرر کرنا دشوار اور ناممکن ہے، جس طرح کہ دیگر مرغوب اشیاء کے لئے مخصوص قدر اور خاص مقدار مقرر نہیں کی جا سکتی۔

مہر شریعت اسلامی میں بیوی کی وہ قیمت نہیں جو شوہر اس کے اولیاء کو دیکر ان سے بیوی حاصل کرتا ہے، بلکہ مہر بطور ایک نذرانہ کے ہے، جو شوہر بے غرض اکرام و اعزا براہ راست بیوی کو پیش کرتا ہے، اور پیش کرنا اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے، سورۃ النساء کی آیت چار میں اتوالنساء فرما کر رقم اپنی بیوی کو دو، جس سے انکے اولیاء والدین کو مہر کی اہمیت اور ادائے مہر کی تاکید شریعت میں بالکل ظاہر ہے

---

(280) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء ؛ 24۔
ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین ۔

مہر کی اہمیت اس سے واضح ہے ، کہ قرآن مجید میں تقریباً آٹھ مرتبہ حکم متعدد جگہوں میں آیا ہے ، سورۃ النساء 25 ، سورۃ المائدہ 5 ، سورۃ الاحزاب 50، سورۃ النساء 24 ۔ (281)

مذکورہ بالا آیات میں مہر کی تاکید ہے ، اور اسکی اہمیت کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے ۔

حقِ مہر سے عورت کا تحفظ ہے ، اگر ایک مرد نے عورت کو طلاق دی یا اس کا خاوند مر گیا تو ان سب صورتوں میں مرد نے جو حق مہر عورت کو دیا تھا ، وہ اس کے اوقات بسری کے لئے اس کے کام آسکتا ہے ۔(282)

مہر کی ادائیگی کا اصل منشاء یہ ہے ، کہ عورت مالی حیثیت سے اتنی مضبوط ہو ، کہ وہ بوقت ضرورت اپنے حقوق کی مدافعت کر سکے ، اور روپیہ پیسہ کی کمی کے باعث عدالتی کارروائی کرنے سے نہ رکے ۔ (283)

محمد مظہر الدین صدیقی فرماتے ہیں :-

> In order to safeguard the economic position of women after the marriage Islam has made it legally obligatory on the Husband to pay her a reasonable amount as dower. The amount to be fixed as dower depends on the agreement between the two parties, but in any case, the object is to strengthen the financial position of the wife, so that she is not prevented, for lack of money from defending her rights. (284)

---

(281) الف ۔ واتوھن اجورھن بالمعروف ۔ (سورۃ النساء : 25)

ب ۔ اذا اتیتموھن اجورھن ۔ (سورۃ المائدہ : 5)

ج ۔ التی اتیت اجورھن ۔ (سورۃالاحزاب : 50)

د ۔ فاتوھن اجورھن ۔ (سورۃ النساء : 24)

(282) کتاب الھدایہ ، المجلد الثانی ، ص 353 ۔ طبع افغانستان ،

فقہاء احناف کے نزدیک مہر واجب ہے ، اگرچہ بوقت نکاح مہر کا نام نہ بھی لیا گیا ہو ،نکاح بہرحال بدوں ذکر مہر بھی صحیح ہوگا ، اور مہر مثل واجب ہوگا ۔

(283) اسلام اور حیثیت نسواں ، ص55 ۔

(284) Mohammad Mazhar-ud-din Siddiqui : Women in Islam , Lahore 1982, P-46.

مہر میاں بیوی کے درمیان مودت و محبت کا ذریعہ ہے، اس لئے کہا گیا ہے، کہ عورتوں کے مہر خوشدلی سے ادا کرو، تاکہ یہ مودت و محبت کی دلیل بن سکے، جن کا زوجین میں پایا جانا ضروری ہے، انہیں باہم مل کر زندگی گزارنی ہے، لہذا مرد سے یہ توقع نہیں ہو سکتی، کہ اپنی رفیقۂ سفر اور شریکِ حیات سے کوئی ظلم و جور یا بخل اختیار کرے گا، بلکہ لوگوں کا خیال تو یہ ہے، کہ مہر کے علاوہ اور بھی بہت سے ہدیے اور تحفے دیے جائیں، اور یہ اس کی علامت ہے، کہ مرد کو اپنی شریکِ حیات کا احترام ملحوظ ہے، اور وہ اس کے لئے قربانی پر آمادہ ہے۔

ادائیگیِ مہر کو اسلام نے کتنی زبردست اہمیت دی ہے، اس کا اندازہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حسب ذیل روایت سے ہوتا ہے :-

عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن الشغار والشغار ان یزوج الرجل ابنته علی ان یزوجه الآخر ابنته ولیس بینهما صداق وفی روایت لمسلم قال لا شغار فی الاسلام۔ (285)

شغار یہ ہے، کوئی آدمی اپنی بیٹی دوسرے کو اس شرط پر دے، کہ وہ اپنی بیٹی اسے دے گا، اور دونوں کے درمیان کوئی مہر نہ ہوگا۔

مولانا مودودیؒ واتوا النساء صدقتھن نحلة کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی شریحؒ کا فیصلہ ہے، کہ اگر کسی عورت نے نے اپنے شوہر کو پورا مہر یا اسکا کوئی حصہ معاف کر دیا ہو، اور بعد میں وہ اسکا پھر مطالبہ کرے، تو شوہر اس کے ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ اس کا یہ مطالبہ ظاہر کرتا ہے، کہ وہ اپنی خوشی سے مہر یا اسکا کچھ حصہ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ (286)

بیان القرآن میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے، کہ :-

کیونکہ اس آیت سے پہلے بھی آیت 3 میں نکاح کا حکم دیا گیا ہے، اور چونکہ

---

(285) اسلام اور حیثیت نسواں ، ص 56 -

انسائکلوپیڈیا آف اسلام میں ہے :-

"Among the pagan Arabs the Mahr was an essential condition for a legal marriage and only when a Mahr had been given did proper legal relationship arise. A marriage without a Mahr was regarded as shameful and looked upon as concubinage."
(Encyclopaedia of Islam ; London,1936, Vol-III, P-137.

(286) تفہیم القرآن ، جلد اول ، ص 322 -

نکاح کے لوازم شرعیہ میں سے ایک مہر ہے ، اور اسکا دینا اکثر طابع پر گراں ہوتا ہے ، اسلئیے آیت نکاح کے فوراً بعد اسکا ذکر کیا گیا ہے ، اور اگر عورتیں مہر لیے کر واپس کر دیں ، تو یہ ہبہ ہے ، اور اگر ہبہ لئیے بغیر معاف کر دیں تو یہ ابراء ہے ، اور دونوں جائز ہیں ، اور یہ آیت دونوں کو شامل ہے ، لیکن اگر عورت کسی جبر سے معاف کرے ، تو وہ عنداللہ معاف نہیں ہوتا ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے الفاظ سے معلوم ہوا ، کہ عورت کے رشتے دار بھی اس کی مرضی کے بغیر مہر میں تصرف نہیں کر سکتے اور وہ لوگ بھی جو عورت کے اقارب میں داخل ہیں ، اور اس کے ماسور عورتوں کے مہر عورتوں ہی کو دیا کریں ، خود ان میں بلا اذن انکے تصرف نہ کیا کریں ۔ (287)

علامہ آلوسی فرماتے ہیں :-

و تصرفوا فیہ تملکا ۔ (288)

اور اس میں مالکانہ تصرف حاصل ہو جاتا ہے ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

و ان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا ۔ (289)

مولانا صدیق حسن نے ترجمان القرآن میں اس آیت کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے : کہ

بظاہر آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے ، کہ شرع میں مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے ، زوجین اپنی رضامندی سے جتنا مہر مقرر کر سکتے ہیں ، خواہ اس کی تعداد لاکھوں کروڑوں تک ہو ۔

اس آیت کے بارے میں امام رازیؒ لکھتے ہیں ، کہ یہ آیت میرے نزدیک حد سے زائد مہر کے جواز پر دلالت نہیں کرتی ، کیونکہ خدا کے کہنے سے کہ تم نے ان کو ڈھیروں مال دیا ہے ، تو ڈھیروں مال کے دینے کا جواز ثابت نہیں ہوتا ، کیونکہ کسی کو دوسری چیز کے لئیے شرط قرار دینے سے یہ لازم نہیں آتا ، کہ وہ شرط فی نفسہ جائزالوقوع ہے ، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے کہ (جس کا کوئی آدمی مارا جائیے ، تو اس کو قصاص یا دیت دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہے ، یہ لازم نہیں آتا کہ قتل جائز ہے ، اس آیت مذکور مطلب صرف اس قدر ہے ، کہ اگر تم نے کسی بیوی کو

---

(287) مولانا اشرف علی تھانوی : بیان القرآن ، تھانہ بھون ، 1937ء ، جلد اول ، ص 460 - 461 -

(288) روح المعانی ، المجلد الرابع ، ص 199 -

(289) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 25 -

ڈھیروں مال بھی دے دیا ہو، تو اس سے واپس نہ لو، اس سے یہ لازم نہیں آتا
کہ ڈھیروں مہر دینا جائز ہے۔ (290)

مولانا محمد علیؒ نے بیان القرآن میں اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ یہ آیت اس بات کی صریح دلیل ہے، کہ عورتوں کے مہر پر کوئی حد بندی نہیں، جتنا مہر کوئی شخص چاہے دے سکتا ہے، لیکن اسکے معانی یہ نہیں کہ بڑے بڑے فرضی مہر باندھ دیئے جائیں، بلکہ مہر وہی ہے، جو ادا کر دیا جائے۔

اس آیت میں بے شک قنطار کا دینا بھی جائز رکھا ہے، جو ایک غیر محدود مقدار ہے، مگر اٰتیتم کا لفظ بڑھا کر اور دوسری جگہ واٰتوا النساء صدقٰتھن نحلۃ کا یہ حکم دے کر یہ صاف بتا دیا کہ مہر دینے کی چیز ہے، ایسا مہر باندھنا جو دے نہیں سکتا، خلاف قرآن و شریعت ہے۔ (291)

انسائکلو پیڈیا آف اسلام میں ہے :۔

> The Sheria lays-down no maximum or minimum for the amount of the Mehr, but limitations were Introduced by the various law - Schools ; The Hanafis and Shafiais insist upon to Dirhams as a minimum and Malikis three Dirhams. The difference in the amount fixed depends on the economic conditions in different centries where the madhhabs in questions prevail. (292)

"بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد" میں ابن رشدؒ مہر کی مقدار کے بارے میں آئمہ کی آراء کے متعلق لکھتے ہیں :۔

جہاں تک اسکی مقدار کا تعلق ہے، تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے، کہ اس کی کثرت کی کوئی حد نہیں تاہم اسکے اقل کم از کم کے درمیان ان کا اختلاف واقع ہوا ہے، چنانچہ امام شافعیؒ احمد بن حنبلؒ اسحاقؒ، اور مدینہ منورہ کے تابعین فقہاء کی رائے یہ ہے، کہ اس کے کم از کم کی بھی کوئی حد نہیں ہے، وہ شے جو کسی چیز کی قیمت ہو سکتی ہے، وہ مہر میں دی جا سکتی ہے، اور یہی رائے امام مالک کے اصحاب میں سے ابن وہب کی ہے، جمہور نے اسکی حد مقرر کی ہے، وہ دو مشہور گروہ ہیں، ایک امام مالکؒ اور انکے اصحاب کے مسلک کا مذہب ہے، دوسرا

---

(290) صدیق حسن خان : ترجمان القرآن ، لاہور باشاعت دن ، ملبم گردید ، ص 1506 ۔

(291) محمد علی : بیان القرآن ، لاہور 1937ء ، ص 481 ۔ مزید ملاحظہ فرمایئے :۔
(شیخ محمد اکرام : رود کوثر ، لاہور 1975ء ، ص 572) دوسری بری رسم بڑے بڑے مہر باندھنا ہے، جو سنت نبوی کے خلاف اور خانہ بربادیوں کا سبب ہے۔

(292) انسائکلوپیڈیا آف اسلام ، والیم تھرڈ ، پیج 138 ۔

گروہ امام ابو حنیفہؒ اور انکے اصحاب کا ہے ۔

فأما مالک فقال : اقلہ ربع دینار من الذہب او ثلاثۃ دراہم کیلاً من فضۃ او ما ساوی الدراہم الثلاثۃ ۔

جہاں تک امام مالک اور انکے اصحاب کا تعلق ہے ، تو وہ فرماتے ہیں ، کہ مہر کم از کم ربع دینار ہے (طلائی دینار کا ایک چوتھائی) یا چاندی کے درہم ہیں ، یا پھر وہ چیز جنکی قیمت تین درہم کے برابر ہے ۔

وقال ابو حنیفۃ : عشرۃ دراہم اقلہ ، وقیل خمسۃ دراہم ، وقیل أربعون درہماً ۔

امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے ، کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے ، بعض نے پانچ درہم بھی کہا ہے ، اور بعض نے چالیس درہم بھی کہا ہے ۔ (293)

ابن ہمام نے "فتح القدیر مع الکفایہ" میں مہر کی مقدار کے بارے میں آئمہ کی آراء کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ، کہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں ، کہ اس امر کو جان لینا بے حد ضروری ہے ، کہ زیر نظر مسئلہ ہمارے اور امام شافعیؒ کے درمیان دو طرح سے اختلاف ہے ، پہلا اختلاف یہ ہے ، کہ آیا ، مہر شریعت کا حق ہے ، یا عورت کا حق ہے ، امام شافعیؒ کی رائے میں یہ عورت کا حق ہے ، اور ہماری رائے میں یہ شریعت کا حق ہے ، جس کا ادا کرنا واجب ہے ، بمطابق ارشاد خداوندی : ۔

قد علمنا ما فرضنا علیھم فی ازواجھم ۔

بے شک ہمیں علم ہے ، کہ ہم نے شوہر پر انکی بیویوں کا مہر مقرر کیا ہے ، پس اس نص کا تقاضا یہ ہے ، کہ صاحب شریعت نے اسے فرض واجب قرار دیا ہے ، امام شافعیؒ اور ہمارے درمیان دوسرا اختلاف یہ ہے ، کہ آیا مہر متعین ہے ، یا نہیں ہم کہتے ہیں ، کہ متعین ہے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد " قد علمنا ما فرضنا علیھم فی ازواجھم ۔ (294) یہ خاص ہے ، اسکی مقدار کے لئے لیکن چونکہ مجمل ہے ، لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ، کہ " لا مہر اقل من عشرۃ دراہم " ۔ کوئی مہر دس درہم سے کم نہ ہوگا ، اسکی توضیح قرار دیا جائے ، اور اسکی اسناد جید ہے ۔ (295)

---

(293) محمد بن احمد بن رشد : بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ، دارالنشر الکتب الاسلامیہ ، لاہور ، الجزء الثانی ، ص 14 ۔

(294) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب 50 ۔

(295) محمد بن عبدالواحد الشہیر بابن الہمام : فتح القدیر مع الکفایہ ، المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ ، سکھر ، المجلد الثالث ، ص 205 ، 206 ۔

برہان الدین المرغینانی نے "کتاب الھدایہ" میں مہر کی مقدار کے ضمن میں آئمہ کی آراء کا تفصیل سے ذکر کیا ہے ؛ کہ

واقل المھر عشرۃ دراھم وقال الشافعیؒ ما یجوز أن یکون ثمنا فی البیع یجوز أن یکون مھرا لھالأنہ حقھا فیکون التقدیر الیھا ولنا قولہ علیہ السلام ولا مھر اقل من عشرۃ ولأنہ حق الشرع وھو با اظھار الشرف المحل فیتقدر بمالہ خطر وھو العشرۃ استدلالاً بنصاب السرقۃ ۔ (296)

اور کم سے کم مہر دس درہم ہے ، اور امام شافعیؒ کہتے ہیں ، کہ جو رقم بیع میں ثمن بن سکتی ہے ، وہ مہر بھی بن سکتی ہے ، اور مہر چونکہ عورت کا حق ہوتا ہے ، لہذا اس کا اندازہ کرنا (یعنی مہر کی مقدار مقرر کرنا) بھی عورت کا کام ہوگا ۔ ہماری دلیل (یعنی امام ابو حنیفہؒ) وہ حدیث ہے ، کہ عورت کے لئیے کم از کم مہر دس درہم ہے ، دوسری دلیل یہ ہے ، کہ شریعت نے یہ حق ، اس لئیے واجب کیا ہے ، کہ عورت کے شرف و احترام کا اظہار ہو ، جو موزوں اور مناسب ہو ، اور وہ دس درہم ہے ، جس کا استدلال نصاب سرقہ سے کیا گیا ہے ۔

مہر کی شرعی مقدار کی تعین میں آئمہ مجتہدین کے دلائل، آئمہ مجتہدین نے اپنے مسلک کی تائید میں جو دلائل پیش کئیے ہیں ، وہ درج ذیل ہیں : ۔

حنفیہ کا موقف ۔

حنفیہ کہتے ہیں ، کہ قرآن پاک کی آیت قد علمنا ما فرضنا علیھم فی ازواجھم ، بے شک ہم نے شوہروں پر انکی بیویوں کا مہر مقرر کیا ہے ، مہر کی شرعی مقدار کے بارے میں خاص حکم ہے، کہ جسکی تشریح و توثیق مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے ۔

جیسے من حدیث جابرؓ إلا لا یزوج النساء إلا الأولیاء ولا یزوجن إلا من الا کفاء ولا مھر أقل من عشرۃ دراھم ، رواہ الدارقطنی و البیھقی ۔

اسی طرح ایک اور حدیث ہے " ما عن علی رضی اللہ عنہ قال لا تقطع الید فی أقل من عشرۃ دراھم ولا یکون المھر أقل من عشرۃ دراھم رواہ الدارقطنی و البیھقی ۔ (297)

---

(296) کتاب الھدایہ ، جلد اول ، ص 148 ،

مزید ملاحظہ فرمائیے ؛ کہ مہر کی مقدار کے ضمن میں فقہاء کا اختلاف

الف ۔ الفتاوے العالمکیرہ ، المجلد الثانی ، ص 190 ، (ب) مجموعہ قوانین اسلام ؛ جلد اول ، ص 280 تا 287 ۔ اشاعت 1965ء ۔

(297) الف ۔ کتاب الھدایہ ، جلد اول ، ص 148 ۔

ب ۔ مولانا خرمؒ و مولانا محمد احسن نانوتوی : درمختار ، کراچی 1398ھ ، جلد دوئم ، ص 48 ۔

مالکیہ کا موقف ۔

امام مالکؒ کے مسلک کی بنیاد ان کے مذہب میں سرقہ کی حد کے نصاب پر قیاس پر مبنی ہے، کیونکہ انکے ہاں کم از کم تین درہم یا اتنی مالیت کا سامان چوری کرنے پر مجرم کو قطع ید کی سزا دی جاتی ہے۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے انہوں نے مہر کی اقل و مقدار بھی تین درہم یا چوتھائی دینار مقرر کی ہے۔ (298)

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے دلائل :

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اپنے مسلک کی تائید میں مندرجہ ذیل احادیث پیش کرتے ہیں :-

1۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؒ سے روایت ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا تو اس کو کیا مہر دیا (یعنی اپنی بیوی کو) انہوں نے عرض کی ایک (نواۃ) سونا۔

2۔ صحیح البخاری میں ہے، کہ آنحضرت نے ایک صحابی سے فرمایا، تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوہے کی انگوٹھی کو بھی مہر ٹھہرایا)۔

3۔ ترمذی میں ہے ؛ کہ

وحدیث ترمذی و ابن ماجہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم اُجاز نکاح امراۃ علی نعلین ۔ (299)

ارشاد باری تعالی ہے :-

ان اتیتم احد ھن قنطارا فلا تا خذوا منہ شیاء ۔ (300)

اس پر امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں، کہ مہر میں مال کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ مہر سے اصل مقصود مال ہے، اور مال کے علاوہ کسی اور چیز کا مہر نہیں بن سکتا، نص قرآنی سے ثابت ہے، اللہ تعالی نے فرمایا :-

واحل لکم ما وراء ذلک ان تبتغوا باموالکم ۔ (301) اور اللہ تعالی کی یہ آیت بھی

---

(298) فتح القدیر مع الکفایہ ؛ المجلد الثالث، ص 205، 206 ۔
قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا مھر اقل من عشرۃ ولانہ حق الشرع وجوبا اظہار، لشرف المحل فیتقدر بمالہ خطر وھو العشرۃ استدلالاً بنصاب السرقۃ ۔

(299) فتح القدیر مع الکفایہ ؛ المجلد الثالث، ص 206 ۔ 207 ۔

(300) القرآن الحکیم، سورۃ النساء : 20 ۔

(301) ایضاً ایضاً 24 ۔

مہر کی شرعی مقدار کے لئے خاص ہے ، قد علمنا ما فرضنا علیھم فی ازواجھم ۔ (302)

جسکی تشریح اس حدیث سے ہوتی ہے ۔

ولا مہر اقل من عشرۃ دراھم ۔ (303)

دلیل یہ دیتے ہیں ، کہ شریعت نے یہ حق یعنی مہر اس لئے واجب کیا ہے ، کہ عورت کے شرف و احترام کا اظہار ہو ، المھر واجب شرعاً ابانۃ لشرف المحل ۔ مہر اس لئے واجب ہے ، کہ عورت کے شرف و احترام کا اظہار ہو ، لہذا اس کا اندازہ کم از کم اتنا ہونا چاہیے ، جو موزوں اور مناسب ہو ، اور وہ دس درہم ہے ، جس کا استدلال نصاب سرقہ سے کیا گیا ہے ۔

ہر نوع مہر کی مقدار مقرر کرتے وقت سب باتوں کا خیال رکھنا چاہیے ، نہ تو اتنا کم ہو ، کہ باعث عار ہو ، اور نہ اتنا زیادہ ہو ، کہ شوہر کے لئے اسکی ادائیگی مشکل ہو ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اپنی رائے مسلک کی تائید میں جو احادیث پیش کرتے ہیں ، وہ ضعیف ہیں ، اور قرآن کی نص کے مقابلے میں حدیث کو خصوصاً جبکہ وہ حدیث ضعیف ہو ، ترجیح نہیں دی جا سکتی ۔

نوعِ مہر ہر ایسی جائز شے قرار پائی جا سکتی ہے ، جو اپنے اندر مالیت رکھتی ہو ، چنانچہ نقدی ، مال ، تجارت ، جائداد وغیرہ مہر میں طے کی جاسکتی ہیں ۔

مذکورہ بالا بحث اور فقہی دلائل کی روشنی میں امام صاحب کا مذکورہ مسلک صحیح نظر آتا ہے ، اور اس پر عمل کرنا چاہیے ۔

چنانچہ اسے مہر (مال ، زیور ، جو ہبہ کر دیا گیا ہو) نکاح کے وقت جو اسے ملا ہے ، وہ اس کی مالک ہے ، اسکے مالکانہ حقوق ہیں ، وہ اسکو جس طرح چاہے ، اسے استعمال کرنے پر مکمل اختیار رکھتی ہے ۔

اگر عورت یہی روپیہ تجارت میں لگا کر یا خود محنت کرکے کمائے ، تو اسکی مالک بھی وہ خود ہی ہے (304) ۔ اور ان سب ذرائع کے باوجود اس کا نفقہ ہر حال میں اس کے شوہر پر واجب ہے ، عورت خواہ کتنی ہی مالدار ہو ، اسکے شوہر پر ہی واجب ہے ، کہ اسکی ضروریات زندگی فراہم کرے ، بلکہ شوہر نہ ہونے کی صورت میں ، باپ ، بھائی ، یا دوسرے ولیوں پر اسکی کفالت واجب ہے ۔ اس طرح اسلام میں عورت کی معاشی حیثیت اتنی مستحکم ہوگئی ہے ، کہ بسا اوقات وہ مرد سے زیادہ بہتر حالت میں ہوتی ہے ۔

---

(302) کتاب الھدایہ ، جلد اول ، ص 148 ۔

(303) مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ ، ص 33 ۔

(304) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 352 ۔

عصر حاضر میں مروّج مہر سے متعلق چند عملی تجاویز

شادی کے موقع پر اسلام نے حقِ مہر کا تعین لازمی قرار دیا ہے ، اور حقِ
مہر کا کم سے کم تعین کیا ہے ، جبکہ زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی پابندی
نہیں ہے ، اسکی بنیادی بات معاشرے میں مختلف انسانوں کی مختلف حیثیت ہے -

اسلام نے لڑکی ، یا لڑکی کے خاندان والوں کو حق مہر کے تعین کا یہ موقع
فراہم کیا تھا ، کہ مرد کس حیثیت کا مالک ہے ، تاکہ فریقین ظاہری طور پر اپنے
جیسا زندگی کا ساتھی منتخب کر سکیں ، اور مرد اپنے ذہن میں جس رفیقۂ حیات کا
تصور لے کر شادی کرے ، وہ اسکے معیار کے مطابق پورا اترے -

عموماً جھگڑے اسلئے پیدا ہوتے ہیں ، کہ نسبت طے کرتے وقت مہر کی تعین
نہیں ہوتی ، بعض اوقات عین نکاح کے وقت فساد ہوتے ہیں -

مغربی یونٹ کے مشرقی علاقوں میں یہ عموماً طے کر لیا گیا ہے، کہ مہر ہوتا ہی
ہے ، بتیس روپے اور اسکا نام رکھا گیا ہے ، مہرِ شرعی -

میمنوں میں یہ طے ہے ، کہ خواہ کروڑ پتی کا نکاح ہو رہا ہے ، مگر مہر رکھا
جائیگا ، دس روپے، صوبہ بہار میں خواہ فاقہ مست کا نکاح ہو ، لیکن مہر رکھا جائیگا
، چالیس ہزار روپے ، سکہ رائج الوقت اور دو دینار سرخ وہ لی اور یہ زیادتی ہی
مضحکہ خیز ہیں ، کیونکہ عورت کے حق میں دونوں کا نتیجہ صفر ہے -

یہ تمام تعینات بالکل بے اصل ہیں ، کیونکہ دین میں مہر کی کوئی مقدار مقرر
ہی نہیں ہے -

حضرت ام المومنین ام سلمی رضی اللہ تعالی عنہا کا مہر دس درہم تھا ، اور
ام المومنین ام حبیبہؓ کا مہر چار سو دینار تھا ، حضرت فاطمہؓ کا چار سو اسی درہم -

دراصل مہر ایک ایسی رقم ہے ، جسسے عورت کی وقار اور مرد کی قوتِ ادا کا اوسط
ہونا چاہیے ، عین بوقت نکاح جھگڑا کرنے کے بجائے ضروری ہے ، کہ اسے پہلے باقاعدہ
طے کر لیا جائے - (305)

مہر ایک واجب الادا قرض ہے ، اور یہ صرف منکوحہ کا حق ہے ، والدین یا
دوسرے اولیاء کا اس میں سے کوئی حق نہیں ہے ، اولیاء صرف اتنا کر سکتے ہیں ، کہ
اسے جائز طریقے پر اسکی ضروریات پر صرف کریں ، یا اسے اسکے متعلق نیک مشورہ دیں -
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراؓ کی مہر کی رقم حضرت علی
کرم اللہ وجہہ سے قبل از نکاح ہی لے لی تھی ، اور اس رقم سے کپڑے، خوشبو اور
دیگر اثاث البیت مہیا فرمائے تھے - یہ بھی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(305) جعفر شاہ پھلواری : ازدواجی زندگی کے لئے اہم قانونی تجاویز ،
لاہور 1955ء ، ص 29 -

دونوں کے ولی اور منتظم تھے، اور ایک الگ گھر بسانا تھا، حضرت عثمانؓ، اور حضرت ابوالعاصؓ کے الگ گھر پہلے سے موجود تھے، اس لئے رقیہؓ اور ام کلثومؓ اور زینبؓ کے مہر میں اتنا تصرف نہ فرمایا۔ (306)

آج کل لڑکے والے جہیز تو لاکھوں روپے کا مانگتے ہیں، لیکن مہر وہی بتیس روپے باندھتے ہیں، جسکو کہ شرعی مہر قرار دیا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں فیملی لاء آرڈیننس کی صورت میں نکاح کی رجسٹریشن ضروری ہے، اس لئے قانون کے ذریعے یہ لازمی قرار دیا جائے، کہ جب فریقین شادی کرنے پر رضا مند ہوں، تو وہ یونین کونسل میں اس امر کی اطلاع دیں، کہ مجوزہ شادی پر کتنی مالیت کا جہیز ہوگا، اور دولہا اس مالیت کے مطابق دلہن کے نام پر رقم جمع کرائے، جو حق مہر معجل تصور ہوگا، ایسی صورت میں نہ تو کسی مرد کے خاندان والے کسی لڑکی کے خاندان کو بلیک میل کر سکیں گے، اور نہ معاشرے میں جھوٹی شان و شوکت سے دوسروں کو دھوکہ دے سکیں گے۔

لیکن عام حالات میں مہر اتنا رکھا جائے، جتنا ادا ہو سکے۔ اتنا زیادہ مہر رکھنا جس کے متعلق سب کو یقین ہو کہ ادا نہ ہو سکے گا، سخت غلطی ہے، اور اتنا کم رکھنا جو ایک دن کے خرچے کے برابر ہو، ایک مذاق ہے۔

مہر اتنا کم تو ضرور ہونا چاہیے، جو آسانی سے جلد ادا ہو سکے، لیکن زوجین کے وقار اور حیثیت سے گرا ہوا نہیں ہونا چاہیے، یہ کیا مذاق ہے، کہ لڑکی والے دس ہزار کا جہیز دیں، اور پھر لڑکے والوں کی طرف سے پارٹیوں اور ولیموں میں ہزاروں روپے اڑا دیے جائیں، اور مہر صرف بتیس روپے رکھا جائے۔

اس لئے ضروری ہے، کہ مہر اتنا رکھا جائے، جو شوہر کی چھ ماہ یا ایک سال (یا جتنی مناسب مدت سمجھی جائے) کی آمدنی کے برابر ہو، زیادہ رکھنے سے ناچاقی کی صورت میں بیوی اکثر معلق رہتی ہے، اور کم صورت میں تعدد ازواج اور طلاق کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ (307)

ہمارے ملک میں جو رواج عام ہو گیا ہے، وہ یہ کہ یہاں ہزاروں لاکھوں روپے کی دستاویزات مہر معجل کے طور پر لکھ دی جاتی ہیں، مگر نہ اتنی بڑی رقموں کا ادا کرنا لکھنے والوں کی قدرت میں ہوتا ہے، اور لکھتے وقت وہ اس نیت سے لکھتے ہیں کہ نہ کبھی انہوں نے مہر ادا کرنا ہے، اور یہ چیز کراہت کی حد سے گزر کر نکاح کے لئے موجب فساد ہے، ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہے، کہ وہ اپنی بیویوں کو مہر میں اس حد تک کمی قبول کرنے پر راضی

---

(306) جعفر شاہ پھلواری: ازدواجی زندگی کے لئے اہم قانونی تجاویز، لاہور 1955ء، ص 30۔
(307) ایضاً ایضاً ایضاً، ص 31۔

کریں ، جسے یک مشت یا بالاقساط ادا کر سکتے ہوں ، اور بیویوں کو بھی چاہیے ، کہ وہ اس کمی پر راضی ہو جائیں ، کیونکہ آج کل جن چیزوں نے عورتوں کو عام طور پر مبتلائے مصیبت کر رکھا ہے ، ان میں سے اہم چیز مہر کی زیادتی ہے ۔ اگر اس میں اعتدال پیدا ہو جائے ، تو قریب قریب 75 فیصد مشکلات رونما ہونے سے پہلے ہی حل ہو جائیں ، اس کی اصلاح کے لئے دو صورتیں ہو سکتی ہیں ۔

1 ۔ کہ مہر اگر معجل ہو تو فریقین مختار ہیں ، کہ بلا کسی حدِ انتہا کے جتنا چاہیں مقرر کر لیں ۔

2 ۔ لیکن اگر وہ موجّل ہو تو لازم قرار دیا جائے ، کہ اسکی دستاویز باقاعدہ اسٹامپ پر لکھی جائیں ، اور مہر پر پچاس فیصد قیمت کا اسٹامپ لگایا جائے ، اسٹامپ کے بغیر یا 50 فیصد سے کم قیمت کے اسٹامپ پر کوئی دستاویز مہر قابل ادخال دعوی نہ ہو ۔

اس قسم کا ضابطہ اگر بنا دیا جائے ، تو اس سے مہر موجل کا یہ سرتا پا عیب طریقہ بآسانی مسدود ہو جائے گا ، اس وقت لوگ مجبور ہونگے ، کہ اپنی استطاعت کے مطابق مہر مقرر کریں ، اور فضولیات میں روپیہ صرف کرنے کےبجائے ، نقد یا مال (جائیداد کی صورت میں)نکاح کے وقت ہی مہر ادا کر دیں ، حالات کے روبہ اصلاح ہو جانے کے بعد یہ شرائط اڑائی جا سکتی ہیں ۔ (308)

مہر کی چار قسمیں ہیں 1 ۔ معجل ، 2 ۔ موجل ، 3 ۔ موجل مطلق ، 4 ۔ ادائی رقم فی الفور اور باقی بعد میں ، ہماری رائے میں صرف پہلی شکل کے سواء باقی سب شکلیں اڑا دینی چاہیں ، تیسری شکل کو قطعاً روک دینا چاہیے ، کیونکہ ہر ایک سے بعد میں نزاع کا امکان ہے ، خاص خاص حالات میں جب کہ اس حلقے کے ذمے دار آفیسر کو یقین ہو کہ کوئی خاص شر پیدا نہیں ہو گی ، تو دوسری اور چوتھی شکل کی اجازت دے دینی چاہیے ، مہر میں صرف روپیہ ہی دینا ضروری نہیں ، بلکہ مالیت کی کوئی چیز بھی دی جا سکتی ہے ، خواہ زمین ہو یا باغ یا مکان یا کوئی اور شے ۔

عورت اگر خود کفیل یا فراخ دل ہو تو اپنی خوشی سے کم سے کم مہر جتنا چاہے ، رکھ سکتی ہے ، بلکہ کسی مالیت کے بجائے کسی اور شے کو بھی مہر قرار دے سکتی ہے ، مثلاً شوہر ہمیں فلاں علم سکھا دے ، حضرت ام سلیمؓ نے اپنا مہر صرف یہ رکھا تھا ، کہ اسکے شوہر اسلام قبول کر لیں ۔ (309)

بوقتِ نکاح قسم مہر میں عدم صراحت کی صورت میں تمام مہر معجل متصور ہوگا ،

---

(308) حقوق الزوجین ، 120 تا 123 ۔

(309) ازدواجی زندگی کے لئے اہم قانونی تجاویز ، ص 32 ۔

چنانچہ اس صورت میں عدالتوں کو یہ مقدمہ کے مطابق مخصوص حالات کے پیش نظر یہ طے کرنا چاہیے، کہ کتنا معجل اور کتنا موجل ہونا چاہیے۔

یہاں ایک بات قابلِ ذکر ہے، کہ اکثر شوہر وقت آنے پر کہتے ہیں، کہ بیوی نے حق مہر معاف کر دیا تھا، اس سلسلے میں ضروری ہے، کہ یہ معافی قانوناً ہونی چاہیے، اگر کوئی بیوی اتنی مخیر ہے، تو وہ حقِ مہر کی رقم یا جائیداد کسی فلاحی ادارے میں دے شوہر پر خرچ کرنا ویسے بھی نامناسب ہو سکتا ہے۔

اور آخر میں یہ کہ معاشرے میں جو باتیں عموماً زوجین کے لئے وجۂ نزاع ہوتی ہیں، یا جنکی وجہ سے ایک فریق کو مظلومیت کی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے، ان باتوں کا سدِباب کرنے کے لئے مناسب شرائط لکھوا لینی چاہیے، جس پر دونوں فریق اور انکے سرپرست گواہوں کے دستخط ہوں۔

جہیز

جہیز کے سلسلے میں قرآن و سنت سے کوئی صریح حکم یا ممانعت نہیں ملتی، اس لئے والدین کی طرف سے رخصتی کے وقت اپنی لڑکی کو مناسب جہیز (جس میں نہ اسراف ہو، نہ قرض لیا گیا ہو، اور نہ ہی نمود و نمائش ہو) دینا مباح معلوم ہوتا ہے، شریعت کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتی، جہیز کے لزوم ہی کا نتیجہ ہے، کہ باپ حلال و حرام کی تفریق کیے بغیر پتہ نہیں کیا کیا کر گزرتا ہے، اس لئے مصلحت کا تقاضا ہے، کہ اس رسم کو یا تو نہایت سادگی سے ادا کیا جائے، یا سرے سے ہی ختم کر دیا جائے، کیونکہ اس کے مفاسد اس کے مصالح سے زیادہ ہیں۔

In Encyclopaedia Americana : Dowry, the property which a wife brings to her husband at her marriage; dot. In localities, in which the civil law has been adopted as lousiana, it usually forms an important part of the law of property. It is also recognized by the common law, and in England is known chiefly in connection with marriage settlements. Dowey is under absolute control of the husband, subject into conditions that he cannot convey it if in the form of real estate and that he must use it

for expenses of the family. While the title of the dowry is in the husband, He may take steps to prevent it being seized by his creditors(310)

ہمارے اپنے معاشرے میں بھی ان رسومات کی بہت زیادہ اہمیت ہے، اور ان پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے، شادی بیاہ کی ابتدائی گفتگو کے وقت سے لیکر نکاح کے وقت تک بلکہ بعد میں بھی ایک عرصے تک پے درپے انگنت رسومات ادا کی جاتی ہیں، جن میں روپیہ پیسہ بے دریغ خرچ ہوتا ہے، سماجی دباؤ ایسا اثر انداز ہوتا ہے، کہ ان رسومات کے بغیر شادی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اور با استطاعت لوگوں کے علاوہ اور لوگ بھی ان رسومات کی پیروی کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، چنانچہ یہ رسومات شادی کے لوازمات میں شمار ہونے لگی ہیں۔ (311)

لڑکی کو جہیز دینا بھی محض ایک رسم ہے، قرآن پاک نے اسکا حکم نہیں دیا، لڑکے کا جہیز طلب کرنا بڑی زیادتی ہے، قرآن نے اسے کچھ دینے کے لئے کہا ہے، لینے کے لئے نہیں۔ (312)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں صرف حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جہیز ملتا ہے، مگر وہ بھی آنجناب ؐ نے اپنی گرہ سے نہیں دیا، بلکہ حضرت علی المرتضی کی درہ فروخت کرکے بنایا گیا تھا، دوسرے وہ جہیز اتنا مختصر اور اتنا سادہ ہے، کہ انسان حیران رہ جاتا ہے، اتنا کچھ بھی غالباً اس لئے فرمایا گیا، کہ حضرت علی المرتضی کو بالکل ایک نیا گھر بسانا تھا، ورنہ باقی صاحبزادیوں کی رخصتی میں تو یہ چیز بھی نہیں ملتی۔

بہر حال والد نے اگر اپنی لڑکی کو جہیز میں کچھ دیا ہے، اور وہاں عرف میں عاریۃً نہیں دیا جاتا، تو وہ واپس کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ (313)

لڑکی والے اگر کچھ لیے بغیر نکاح یا رخصتی نہ کر دیتے ہوں، تو خاوند اسکی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے، کیونکہ عرفاً وہ رشوت ہے۔ (314)

والد نے اپنی لڑکی کو جہیز دیا، بعد میں کہتا ہے، کہ عاریۃً دیا تھا، اور لڑکی یا اسکے مرنے کے بعد اسکا شوہر اس بات کا مدعی ہے، کہ بطور تملیک دیا تھا، اب دیکھا جائے گا، کہ اگر وہ ایسی چیز ہے، جیسے لوگ عموماً جہیز نہیں دیا کرتے

---

(310) Encyclopaedia Americana, Vol-9, P-298-299.

(311) عائلی زندگی کے مسائل، ص 65، 66۔

(312)

(313) ردالمحتار علی الدرالمختار، المجلد الثانی، ص 375۔

(314) ایضاً ایضاً ص 376۔

میں ، پھر لڑکی یا اسکے شوہر کا قول مانا جائے گا ، اور اگر عموماً یہ بات نہ ہو بلکہ عاریۃ اور بطور تملیک دونوں طرح دینے کا رواج ہو تو اسکے باپ یا ورثاء کا قول معتبر ہوگا ۔ (315)

کسی لڑکی نے اپنے ماں باپ کے مال سے اور اپنی دستکاری سے جہیز کے لئے کچھ سامان بنایا اسکی ماں فوت ہوگئی ۔ اسکے باپ نے اسکی تیار کردہ اشیاء اسے جہیز میں دے دیں ، تو اسکے باقی بہن بھائیوں کو حق نہیں کہ وہ ماں کی طرف سے میراث کا دعوی کریں ۔ (316)

ماں نے بیٹی کے لئے اسکے باپ کے مال میں سے جہیز تیار کیا یا کوئی چیز جہیز میں اسے دے دی باپ کو معلوم ہوا ، مگر خاموش رہا ، اور لڑکی رخصت کر دی گئی ، تو اب باپ اس جہیز کو لڑکی سے واپس نہیں لے سکتا ۔ (317)

دور جدید میں کم جہیز لانے والی دلہن سسرال والوں کی نظروں میں حقیر ہوتی ہے ، ان کے طعنے برداشت کرتی ہے ، اور بعض اوقات یہ ناچاقیاں شدت اختیار کرکے علیحدگی میں منتج ہوتی ہیں ، اس لئے لڑکی والے اپنی عزت اور لڑکی کی آئندہ زندگی کو اور برادری یا کنبے میں ناک اونچی رکھنے کی خاطر اپنی بساط سے

---

(315) الفتاوی والعالمگیرۃ ، المجلد الاول ، ، ص 327۔

(316) ایضاً ایضاً ص 328 ۔

(317) محمد بن عبداللہ : تنویر الابصار ، ص 154 ۔

Joseph. Ginat says :-

Not all researchers evulate the complex relationships between a woman, her agnates her husband, and the economic benefits she can derive from them in the same way...... A woman can acquire property and be protected in her ownership by law." The objects "the bride brings with her from her father's house, her portion of dowry, her wedding presents (Nuqut), remain her own property. No one, not even her husband, may touch them". (Joseph Ginat:WOMEN IN MUSLIM RURAL SOCIETY, 1982, ceppyright Newjersey, P-173.

زیادہ خرچ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔ اخبارِ خواتین' کراچی میں ایک صاحب نے تحریر کیا تھا ، کہ جہیز کی غلط رسم اس طرح ہم پر مسلط ہو گئی ہے ، کہ ہم اس سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے ، کیونکہ یہ عزت کا سوال ہے ۔ (318)

جہیز کی لعنت کہاں تک ہمارے معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے ، اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے ، شعبہ سماجی بہبود ، جامعہ پنجاب کی ایک طالبہ نے 1961ء میں لاہور کے ایک محلے حبیب گنج میں ایک جائزے کے بعد یہ انکشاف کیا کہ وہاں اس وقت 39 لڑکیاں ایسی تھیں ، جن کی عمر شادی کے قابل تھی ، اور ان کے ماں باپ ان کے رشتے کی تلاش میں دن رات کوشاں تھے ، مگر جہیز کا معاملہ ایک رکاوٹ بنا ہوا تھا ، ماں باپ اس قدر جہیز نہیں دے سکتے تھے ، جس قدر لڑکے والے توقع کرتے تھے ۔ (319)

ہندوستان میں کم جہیز لانے کی پاداش میں مرد بیویوں کو زندہ جلا دیتے ہیں ، مثلاً نوائے وقت /جنگ مورخہ 5/2/84 میں یہ خبر چھپی کہ بھارتی سائنس دان نے جہیز نہ لانے پر بیوی کو زندہ جلا دیا ، اور سائنس دان کو عمر قید سزا دی گئی ، پس ، ثابت ہوا ، کہ جاہل مرد ہی نہیں بلکہ پڑھے لکھے مرد بھی یہی کچھ کرتے ہیں ۔

31 ۔اگست 1983ء کے نوائے وقت میں جو مفصل خبر شائع ہوئی ، خبر ملاحظہ ہو :

" بھارت میں بیویوں کو زندہ جلا دینے کے واقعات آج بھی عام ہیں ۔ "

" اٹھارہ ماہ کے دوران صرف شہری علاقوں میں 30 عورتوں کو جلا دیا گیا "۔

" خاوند جہیز کے لالچ میں یکے بعد دیگرے بیویوں کو ہلاک کرتا رہتا ہے " ۔

" شمالی بھارت میں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جاتا ہے " ۔

(اکانومسٹ)

نئی دہلی (ن ر) بھارت میں اس جدید دور میں بھی خاوندوں کی طرف سے بیویوں کو زندہ جلا دینے کے واقعات میں کوئی فرق نہیں پڑا ، اور ایسے واقعات عام ہیں ، کہ خاوند اپنی بیوی کو اس لئے زندہ جلا دیتا ہے ، تاکہ وہ دوسری شادی کرکے مزید جہیز حاصل کر سکے ۔ بہت سی عورتیں اپنے خاوندوں کے ظلم و ستم سے خود ہی اپنی زندگیوں کا خاتمہ کر لیتی ہیں ہیں ۔ ہفت روزہ (اکانومسٹ) کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے ، کہ سرکاری

---

(318) اخبار خواتین کراچی ، جلد اول ، شمارہ 14 ، مئی 1966ء ، ص 22 ۔

(319) Mussarat Saeed : Dowry as a Social Problems (M.A.Dessertation), Social Work Department, University of the Punjab, Lahore 1961.

اعداد و شمار کے مطابق بھارت میں صرف 1982ء میں چھ سو دس عورتوں کو زندہ جلا دیا گیا، جبکہ 1983ء کی پہلی ششماہی میں دو سو بیس ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں، لیکن یہ صرف وہ واقعات ہیں، جو شہری علاقوں میں رونما ہوئے، اور اس طرح پولیس کے علم میں ہیں، دیہات میں کتنے مردوں نے اپنی بیویوں کو زندہ جلا دیا، یا وہ ان کے ظلم و ستم سے خود اپنی زندگیاں ختم کرنے پر مجبور ہوئیں، ان کے بارے میں کوئی اعداد و شمار موجود نہیں، تاہم دیہات میں ایسے واقعات کی تعداد متذکرہ تعداد سے کہیں زیادہ ہے، اکثر عورتوں کو مٹی کا تیل ڈال کر جلا دیا جاتا ہے، اس طرح مرد پہلی بیوی کو ہلاک کرکے دوسری شادی کے ذریعے مزید جہیز حاصل کر سکتا ہے، اکثر و بیشتر مجرم قانون کی گرفت سے صاف بچ جاتے ہیں، کیونکہ ان کے پڑوسی عدالت میں گواہی نہیں دیتے، تاکہ ہمسایوں سے ان کے تعلقات خراب نہ ہوں، اس طرح مرد کی طرف سے جہیز کی خاطر ایک کے بعد دوسری بیوی کو جلانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اس کے علاوہ سسرال والوں سے مختلف اشیاء اور نقد رقوم حاصل کرنے کیلئے، بھی بیویوں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، سسرال والے یہ رقوم ادا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، کیونکہ وہ اپنی بیٹی کو گھر لا کر لوگوں کی تضحیک کا نشانہ نہیں بننا چاہتے، رپورٹ میں کہا گیا ہے، کہ اس طرح بھارت میں عورت اپنے خاوند کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ لڑکیوں کو ہلاک کرنے کی قدیم دور کی رسم بھی بھارت میں موجود ہے، اور شمالی بھارت کے بعض علاقوں میں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی ہلاک کر دیا جاتا ہے، بھارت میں آج بھی لڑکیوں پر لڑکوں کو بہت زیادہ ترجیح دی جاتی ہے، اور خوراک اور علاج کے سلسلے میں لڑکوں کا ہی زیادہ خیال رکھا جاتا ہے، اس طرح بہت سی لڑکیاں بھوک کی بناء پر اور علاج میسر نہ آنے کی وجہ سے دم توڑ جاتی ہیں، رپورٹ میں کہا گیا ہے، کہ اس طرح بھارت میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد کم ہو رہی ہے، 1901ء میں مردوں کی نسبت عورتوں کا تناسب 97.2 فیصد تھا، جو 1981ء میں 93.65 فیصد ہوگیا۔

بیویوں کو زندہ جلانے کے خلاف عوام کی طرف سے احتجاج میں اضافہ ہو گیا ہے، اور 1961ء سے جہیز کو غیر قانونی قرار دیا جا چکا ہے، لیکن یہ قانون بے اثر رہا ہے، چنانچہ اس قانون کو سخت بنانے کے لئے ایک نیا مسودہ قانون پیش کیا گیا ہے، جس کے تحت بیویوں پر ظلم و ستم کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی، اس مسودہ قانون کے تحت پولیس کسی ایسے واقعہ پر کوئی شکایت موصول ہونے سے قبل از خود ہی کارروائی کرنے کی مجاز ہوگی۔ اور کسی ایسے مرد کو جس کے تشدد کی وجہ سے اسکی بیوی خود کشی کرنے پر مجبور ہو بھاری جرمانے لئے جائیں گے، اور دیگر سزائیں دی جا سکیں گی۔

نـــفـــقـــه

نفقه سے مرد کھانا ، پینا ، کپڑا لتا ، رہنے کا مکان اور دیگر ضروریات لازمہ ہیں ، شرعی نقطئہ نگاہ سے بصورت نکاح صحیح بیوی کا نفقہ مرد کے اوپر واجب ہے ، بیوی چاہیے مسلمان ہو ، یا ذمیہ ، غریب ہو یا امیر ، بالغہ ہو یا نا بالغہ ، بیوی نے جب اپنا آپ خاوند کے سپرد کر دیا ہے ، تو خاوند اب اسکی جملہ ضروریات زندگی کا ذمہ دار ہے ۔ (320)

ارشاد ربانی ہے :۔ الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض و بما انفقوا من اموالھم ۔ (321) فی مھورھن و نفقاتھن ۔ (322) ۔

یعنی قرآن و سنت سے ثابت ہے ، کہ مرد پر عورت کے تمام تر اخراجات ہیں ، عورت مرد کے مال سے اپنی مرضی سے لینے کی مجاز ہے ، اسکے ساتھ نفقہ کا ذمہ دار مرد ہے ۔ (323)

امام غزالی لکھتے ہیں :۔ کہ

(مرد کو چاہیے) نفقہ میں اعتدال کرے ، نہ تو نفقہ تنگی کے طور پر دیوے ، اور نہ اس میں اسراف کرنا چاہیے ۔ (324) اگر شوہر نفقہ دینے کی استطاعت رکھتے ہوئے ، نفقہ دینے سے انکار کرے ، تو امر متفق علیہ ہے ، کہ قاضی اسکو نفقہ دینے پر مجبور کرے گا ، اور اگر وہ قاضی کے احکام کی تعمیل نہ کرے ، تو حنفیہ کا مذہب یہ ہے ، کہ ایسی صورت میں عورت خود محنت مزدوری کرے ، یا مرد کے نام پر قرضہ لیلے ، مگر مالکیہ کا مذہب یہ ہے ، کہ ایسی صورت میں قاضی کو بطور خود طلاق واقع کر دینے کا حق ہے ، دارقطنی اور بیہقی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ منقول ہے ، کہ عدم نفقہ کی صورت میں زوجین میں تفریق کرا دی جائے ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے ، صحیح مسلم میں ہے ، کہ وفات سے چند ماہ پہلے حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ

---

(320) علامہ الھمام : الفتاوی العالمکیریہ المعروف بالفتاوی الھندیہ ، بلوچستان ، مولوی تباز محمد کراسی ، 1405ھ ، المجلد الاول ، ص 544 ۔ فی نفقہ الزوجۃ تجب علی الرجل نفقۃ امراتہ المسلمۃ والذمیۃ والفقیرۃ و الغنیۃ دخل بھا اولم یدخل کبیرۃ کانت المراۃ او صغیرۃ یجامع مثلھا ، کذا فی فتاوی قاضی خاں ، سواء کانت حرۃ او مکاتبۃ ۔

ب ۔ حاشیہ ابن عابدین : رد المحتار علی الدر المختار ، احیاء التراث العربی ، بیروت المجلد الثانی ، ص 462 ۔ و نفقات الزوجات ... فی الذخیرۃ والولوالجیۃ واذا کان للرجل نسوۃ بعضھن احرار مسلمات و بعضھن اما ذمیات فھن فی النفقۃ سواء ۔

ج ۔ مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 398 ۔

(321) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 34 ۔ (322) تفسیر القاسمی ، المجلد الثالث ، ص 130 ۔

(323) حقوق الزوجین ، ص 33 ۔ (324) احیاء علوم الدین ، الجزء الثانی ، آداب المناکحۃ ، ص 47 ۔

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ، " عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں خدا کی ضمانت پر لیا ہے ، اور اس کے نام پر اپنے لئے جائز کیا ہے ، تمہارے ذمہ انکا اچھا نان و نفقہ ہے ۔ (325) ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ ابو سفیان بخیل آدمی ہے ، اور اتنا خرچ نہیں دیتا کہ مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو ، میں انکی لاعلمی میں اسکے مال سے کچھ لے لیا کروں ، فرمایا خیر خواہی کے ساتھ ضرورت کا لے لیا کرو ۔ (326)

اگر شوہر نفقہ دینے کی استطاعت ہی نہ رکھتا ہو ، تو حنفیہ کے نزدیک عورت کو صبر کی تلقین کی جائیگی ، امام مالک کے نزدیک شوہر کو دو ماہ یا کسی مناسب مدت تک مہلت دی جائیگی ، امام شافعی صرف تین دن کی مہلت دیتے ہیں ، اور امام احمد بلا تاخیر زوجین میں تفریق کر دینے کو کہتے ہیں ، اس لئے ان تمام مذاہب میں سے احسن مذہب میرے نزدیک امام مالک کا ہے ، جو شوہر کو مناسب مدت تک مہلت دینے کے بعد تفریق کا حکم دیتے ہیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک دفعہ ازواج مطہرات نے نفقہ کا مطالبہ کیا تھا ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے تھے ، ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی حالت میں بیٹھے تھے ، کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی بروقت آمد نے مسئلہ حل کر دیا ، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے دیکھا ، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام عورتیں آپ کے اردگرد بیٹھی ہیں ، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین اور خاموش ہیں ، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے استفسار پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، یہ عورتیں جن کو تو میرے گرد دیکھتا ہے ، یہ مجھ سے خرچ مانگ رہی ہیں ، (یعنی معمول سے زیادہ) اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عمرؓ ، حضرت حفصہؓ کو کوٹنے لگے ، اور دونوں کہتے جاتے تھے ، کہ تم رسول خدا سے وہ چیز مانگتی ہو ، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہیں ، یہ دیکھ کر آپ کی تمام عورتوں نے کہا خدا کی قسم ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(325) الف ۔ مشکوۃ المصابیح ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب النفقات و حق المملوک ، فصل الاول ، حدیث 4 ، ص 50 ۔

ب ۔ ریاض الصالحین ، باب حق الزوج علی المرأۃ ، حدیث 276 ، ص 93 ۔

استوصوا بالنساء خیراً فانما ھن عون عندکم لیس تملکون منھا شیاء غیر ذلک . . . . . الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن وطعامھن ۔

(326) مشکوۃ المصابیح ، بدمشق ، 1381ھ ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب النفقات و حق المملوک ، الفصل الاول ، حدیث 1 ، ص 231 ۔ عن عائشۃ قالت ان ھندا بنت عتبۃ قالت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابا سفیان رجل شحیح ولیس یعطی ما یکفینی وولدی الا ما اخذت منہ وھو لا یعلم فقال خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف ۔

سے کبھی کوئی ایسی چیز نہ مانگی گی، جو آپ کے پاس نہ ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 29 دن اپنی بیویوں سے علیحدہ رہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی :-

یاایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحاً جمیلاً ٥

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکے سازوسامان کے طلب گار ہو، تو آؤ، میں تمہیں کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی سے رخصت کردوں، اور اگر تم اللہ اور اسکے رسول اور عاقبت کے گھر کی خواہاں ہو، تو تم میں سے جو نیکوکار ہیں، انکے خدا نے بڑے بڑے اجر تیار کر رکھے ہیں. اس آیت کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کو ہی پسند کیا، اور آئندہ اس قسم کا مطالبہ کرنے سے باز آگیں۔ (327)

اگر بیوی نافرمان ہو کر خاوند کے گھر سے چلی جائے، تو اسکا نفقہ خاوند پر واجب نہیں، (328) اگر گھر سے باہر نہ نکلے تو اس صورت میں بھی خاوند پر نفقہ واجب ہے، اگر بیوی اتنی چھوٹی ہے، کہ اس سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا تو اس کا نفقہ واجب نہیں۔ (329)

خاوند کے گھر میں اگر بیوی بیمار ہو جائے، تو اسکا علاج خاوند کے ذمے ہے۔(330) کھانے پینے کے جملہ ضروری برتن، سامان اور اثاث البیت، چارپائی، لحاف، تکیہ چادر، دری، قالین وغیرہ، یوں ہی جسمانی طہارت و صفائی کے لئے ضروری اشیاء، صابن، تیل کنگھا وغیرہ، مرد کے ذمہ ہیں۔ (331)

کھانا پکانا عورت پر قانوناً نہیں بلکہ استحساناً واجب ہے، اگر کوئی عورت انکار کر دے، تو قانوناً اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اسے پکا پکایا کھانا مہیا کرنا مرد کے ذمہ ہے۔ (332)

---

(327) مشکوۃ المصابیح، الجزء الثانی، کتاب النکاح، باب عشرۃ النساء وما لکل واحدۃ من الحقوق، الفصل الاول، حدیث 12، ص 200۔

(328) الفتاوی العالمکیریۃ المعروف بالفتاوی الھندیۃ، المجلد الاول، ص 545۔ فلا نفقۃ لھا عندنا حتی تصیر الی الحالۃ التی تطیق الجماع سواء کانت فی بیت الزوج او فی بیت الاب۔ ۔ وان نشزت فلا نفقۃ لھا حتی تعود الی منزلہ والناشزۃ ھی الخارجۃ عن منزل زوجھا المانعۃ نفسھا منہ بخلاف مالو امتنعت عن التمکن فی بیت الزوج۔

(329) الفتاوی العالمکیریۃ المعروف بالفتاوی الھندیۃ، المجلد الاول، ص 545۔ فان کان الزوج قد طلبھا بالنقلۃ فان لم تمتنع عن الانتقال الی بیت الزوج فلھا النفقۃ۔

ب۔ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی: الھدایۃ، مکتبہ شرکۃ علمیہ، ملتان، ص 438۔ وان کانت صغیرۃ لا یستمتع بھا فلا نفقۃ لھا۔

(330) الفتاوی العالمکیریۃ، المجلد الاول، ص 546۔

عورت اگر چائے یا حقہ و سگریٹ کی عادی ہو تو اسکا خرچ ، خاوند پر واجب نہیں ۔ (333) اس پر پان ، چھالیہ اور تماکو وغیرہ کا قیاس کیا جائے گا ، جو عموماً بطور عادت استعمال ہوتی ہے ۔ نہ کہ بطور غذا ۔

سال میں کم از کم دو جوڑے کپڑے (ایک سردیوں کے لئے دوسرا گرمیوں کے لئے) بیوی کے لئے مرد پر واجب ہیں ۔ (334)

خاوند پر یہ بھی واجب ہے ، کہ وہ بیوی کے لئے علیحدہ مکان مہیا کرے ، جس میں اس کے خاندان کا کوئی دوسرا فرد نہ رہتا ہو ، ہاں اگر عورت خود سے اپنےاس حق سے دستبردار ہو جائے ، اور خاوند کے گھر والوں کے ساتھ رہے تو وہ دوسری بات ہے ۔ (335)

خلاصہ یہ ہے ، کہ عورت کا نفقہ خاوند پر ہر حال میں واجب ہے ، اگر وہ اس ذمہ داری کو ادا نہ کرے ، تو قانون اسکو ادا کرنے پر مجبور کرے گا ، اور بصورت انکار یا بصورت عدم استطاعت اسکا نکاح فسخ کر دے گا ۔

(عورت ازخود کل نفقہ یا بعض نفقہ نہ ملنے کے باوجود اپنے شوہر کے ساتھ قطع تعلق نہ کرنا چاہیے ، تو یہ الگ بات ہے) البتہ نفقے کی مقدار اور قسم کا تعین عورت کی خواہشات پر مبنی نہیں ہے ، بلکہ مرد کی مالی حالت اور استطاعت پر ہے ۔ (336)

ہمارے فقہاء نے اس مقام پر بڑی تفصیلات اور مختلف صورتیں لکھی ہیں ، جن کی یہاں گنجائش نہیں ہو سکتی ۔

---

330 ب ۔ الھدایہ ، الجزء الثانی ، کتاب الطلاق ، باب النفقہ ، ص 438 ۔
وان نقلت وھی صحیحۃ ثم مرضت فی بیت الزوج مرضا لاتستطیع معہ الجماع لم تبطل نفقتھا ۔

(331) الف ۔ الفتاوی العالمگیریہ ، المجلد الاول ، ص 548 ۔
ب ۔ ردالمحتار علی الدرالمختار ، المجلد الثانی ، ص 562 ۔

(332) الفتاوی العالمگیریہ ، المجلد الاول ، ص 548 ۔ وھی غنیۃ کانت تاکل فی بیتھا خبز الشعیر لایجب علیہ ان یطعمھا ما یا کل بنفسہ ولا ما کانت تا کل فی بیتھا ولکن یطعمھا خبز البر۔

(333) ردالمحتار علی الدر المختار ، المجلد الثانی ، ص 666 ۔

(334) ایضاً ایضاً ص 667 ۔

(335) الھدایہ ، الجزء الثانی ، کتاب الطلاق ، باب النفقہ ، ص 441 ۔
علی الزوج ان یسکنھا فی دارمفردۃ لیس فیھا احد من اھلہ الا ان تختارذلک لان السکنی من کفایتھا ۔

(336) ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 342 ۔ (ب) حقوق الزوجین ، ص 33 ۔

رضاعت

بچے کو دودھ پلانا نسوانی زندگی کا اہم ترین پہلو ہے، صحیح نشونما کے لئے تندرست ماں کا دودھ بہترین غذا ہے، اگر بعض اسباب کی بناء پر ماں دودھ نہ پلا سکے، یا نہ پلانا چاہے، تو دوسری عورت یہ کام کر سکتی ہے، مگر یہ عمل بہرحال اتنا اہم ہے۔ کہ اس رضاعت کے رشتہ کو نسب کے رشتوں کی طرح شمار کرکے اس پر احکام جاری کئے گئے ہیں۔

جب زوجین ایک دوسرے سے علیحدہ ہو چکے ہوں، خواہ طلاق کے ذریعے سے یا خلع و فسخ کے ذریعہ سے اور عورت کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہو، تو اس کے بارے میں بھی احکام بیان کئے گئے ہیں، جس میں عورت کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔

رضاعت کے بارے میں ارشاد ربانی ہے :-

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ۔ (337)

اس پر شبیر احمد عثمانی اور محمد حسن لکھتے ہیں کہ ماں کو حکم ہے، کہ اپنے بچے کو دو برس تک دودھ پلائے، اور یہ مدت اسکے لئے ہے، جو ماں باپ بچے کے دودھ پینے کی مدت کو پورا کرنا چاہیں، ورنہ اس میں کمی بھی جائز ہے، جیسا کہ آیت کے آخر میں ہے، اور اس حکم میں وہ مائیں بھی داخل ہیں، جن کا نکاح باقی ہے، اور وہ بھی جن کو طلاق مل چکی ہے، انکی مدت بھی گزر چکی ہے، صرف اتنا فرق ہوگا، کہ کھانا کپڑا منکوحہ اور معتدہ کو تو دینا زوج پر بہرحال لازم ہے، دودھ پلائے، یا نہ پلائے، اور مدت ختم ہو چکے تو پھر صرف دودھ پلانے کی وجہ سے دینا ہوگا۔ (338)

حقانی صاحب لکھتے ہیں، کہ جو احکام رضاعت کے متعلق ہیں، کہ دودھ سے بھائی بہن ہو جاتے ہیں، وہ اس مدت کے اندر معتبر ہیں، اس کے باہر نہیں، پس ظاہری آیت سے امام شافعی، علقمہ، شعبی اور زہری نے دو برس رضاعت کی مدت قرار دی ہے، اور یہی رائے حضرت علی ابن مسعود اور ابن عباس اور صاحبین کی ہے۔

امام ابو حنیفہ کہتے ہیں :- کہ

مدت رضاعت اڑھائی برس ہے، انکی دلیل یہ آیت ہے، وحملہ وفصالہ ثلثون شھراً۔ (339)

لیکن دوسرے ائمہ اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں، کہ اس میں ہر ایک کی مستقل مدت بیان نہیں کی گئی، بلکہ دونوں کی مجموعی مدت میں سے حمل کی ادنی مدت چھ ماہ

---

(337) القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ 233۔

(338) شبیر احمد عثمانی : قرآن مجید مترجم و محشیٰ، المکتبۃ السلفیہ، لاہور 1379ھ، جلد اول، ص 183، 184۔

(339) محمد عبدالحق الحقانی : تفسیر فتح المنان المشہور بہ تفسیر حقانی، مکتبہ الحسن، لاہور، ایڈیشن سوئم، جلد اول، ص 417۔

اور رضاعت کی دو برس ہے۔

محمد رشید رضا فرماتے ہیں :-

(حولین کاملین) والحول العام والسنة ، وھو فی الاصل مصدر حال یحول اذا مضی واذا تغیر و تحول فالعام والحول یطلقان علی صیفه و شتوه کاملتین واما السنة فھی تبتدی ، من ای یوم عددہ من العام الی مثلیه ، ، ، ، وقد حددت مدة الرضاعة التامة بسنتین کاملتین مراعاة للفطرة بالنسبة ، ، ، ، ، ، للفطرته لان الطفل لا یقوی لبھما التعدی من غیر اللبن و مدة المدة ھی التی تثبت بھا حرمة الرضاعة بعد تحدید الله تعالی تضعہم ھی ثلاثون شھراً ، وقال بعضھم ثلاث شین ولکن الجماھیر علی ان مدتھا التامة لا تزید علی حولین کاملین و قد تنقص اذا اراد الوالدان ذلك لان قوله تعالی (لمن اراد ان یتم الرضاعة) اجاز الاقتصاد علی مادون الحولین ولم یحد واقل المدة ، وکله الی احتھاد الوالدین الذی تراعی فیه صحة الطفل ۔ (340)

ابن العربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں :-

ان العلماء اختلفوا فیمن یجب علیه رضاع الولد علی ثلاثة اقوال (1) رضاع الولد علی الزوجة ما دامت الزوجیة الا شرفھا او مرضھا فعلی الاب حینئذ رضاعة فی ماله۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے ، کہ بچے کو دودھ پلانا کس پر واجب ہے ، چنانچہ جو اقوال بیان ہوئے ہیں ۔ (1) بچے کا دودھ پلانا بیوی (ماں) کے ذمے ہے ، جبتک ازدواجی تعلق موجود ہو ، البتہ عورت کی بلندی مرتبہ کے باعث ایسا نہ ہو سکے ، تو باپ اپنے پیسے سے بچے کی رضاعت کا بندوبست کرے ۔

2 ۔ قال ابو حنیفه والشافعی لا یجب علی الام بحال ۔

امام ابو حنیفه اور شافعی کہتے ہیں ، کہ یہ (رضاعت) کسی طرح سے ماں پر ضروری نہیں ۔

3 ۔ قال ابو ثور یجب علیھا فی کل حال ۔ ابو ثور کہتے ہیں ، کہ ہر حال میں اس پر واجب ہے ۔ (341)

بہرحال عورت پر بچے کا دودھ پلانا واجب نہیں ، بلکہ مستحب ہے ، اور یوضعن سے بھی یہی مراد ہے ، کہ بچہ کے حق میں بہتر یہی ہے ، کہ وہ اپنی ماں کا دودھ پئیے ، کیونکہ جو شفقت ماں کو ہوگی ، وہ کسی اور کو کب ہو سکتی ہے ۔

---

(340) تفسیر المنار ، الجزء الثانی ، ص 410 - ب) الدکتور الحجی الکردی : احکام المراة فی الفقه الاسلامی ، ص 53 ۔ والحضانة فی اصطلاح الفقھاء تربیة الطفل او الطفلة الصغیرین فی سن معینة ممن له حق حضانته من عنایة بطعامه وشرابه و نظافته ۔

(341) ابن العربی : احکام القرآن ، المجلد الاول ، ص 205 - 206 ۔

علامہ علاء الدین کاسانی فرماتے ہیں :-

الاصل فیها النساء لانهن اشفق وارفق واهدی الی تربیة الصغار - (342)

حضانت کا اصل حق عورتوں کو حاصل ہے ، کیونکہ وہ (مردوں کے مقابلے میں) زیادہ شفیق اور زیادہ مہربان ہوتی ہیں ، اور کم سن کی تربیت کا سلیقہ اور صلاحیت ان میں زیادہ ہوتی ہے - ارشاد باری تعالی ہے :-

فان ارضعن لکم فاتوهن اجورهن - (343)

اگر وہ تمہارے بچے کو دودھ پلائیں ، تو ان کو انکی اجرت دے دو -

وضع حمل کے بعد اگر عورت تمہاری خاطر بچہ کو دودھ پلائے تو جو اجرت کسی دوسری انا کو دیتے ہو ، وہ اجرت اسکو دی جائے گی ، اور معقول طریقے سے دستور کے موافق باہم مشورہ کرکے قرار داد کر لیں ، خواہ مخواہ ضد اور کجروی اختیار نہ کریں ، ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کریں ، نہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے ، اور نہ مرد اسکو چھوڑ کر دوسری عورت سے دودھ پلوائے -

ارشاد باری تعالی ہے :-

وان تعاسرتم فسترضع له اخری - (344)

یعنی اگر آپس کی ضد اور تکرار سے عورت دودھ پلانے پر راضی نہ ہو ، تو دوسری عورت سے پلوایا جائے کیونکہ کسی جبر و اکراہ کی وجہ سے بچے کو ماں کا دودھ نہیں پلوایا جا سکتا -

اگر والد کو دودھ پلوانے کی طاقت نہیں تو ماں کو ہی دودھ پلانا واجب ہے - بچے کے باپ کے ذمے ہے ، کہ وہ اپنی حیثیت و مقدور کے مطابق مطلقہ کو روش کھڑا دے ، اگر اس مدت میں بچے کے باپ کا انتقال ہو جائے ، تو بچے کے وارث اسکی ماں کے خرچ دینے کے ذمہ دار ہونگے ، جب تک وہ اس بچے کو دودھ پلائے گی -

موجودہ زمانے میں مسئلہ رضاعت کا حل یہ نکالا گیا ہے ، کہ بچوں کو خارجی غذاؤں پر رکھا جائے ، لیکن یہ کوئی صحیح حل نہیں ہے ، اسلئے کہ فطرت نے بچے کی پرورش کا جو سامان ماں کے سینے میں رکھ دیا ہے ، اس کا صحیح بدل کوئی نہیں ہو سکتا - بچے کو اس سے محروم کرنا ظلم اور خود غرضی کے سوا کچھ نہیں ، صحیح نشو نما کے لئے تندرست ماں کے دودھ سے بہتر کوئی غذا نہیں -

---

(342) علاء الدین کاسانی : بدائع والصنائع ترتیب الشرائع ، ادب منزل کراتشی ، 1328ھ الجزء الرابع ، کتاب الحضانة ، ص 41 -

(343) القرآن الحکیم ، سورة الطلاق : 6

(344) ایضاً ایضاً ایضاً -

اسی طرح تربیت اطفال کے لئے نرسنگ ہوم اور تربیت گاہ اطفال کی تجویزیں نکالی گئی ہیں ، تاکہ مائیں اپنے بچوں سے بے فکر ہو کر بیرون خانہ کے مشاغل میں منہمک ہو سکیں ، لیکن یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے ، کہ کسی نرسنگ ہوم اور کسی تربیت گاہ میں شفقتِ مادری فراہم نہیں کی جا سکتی طفولیت کا زمانہ حسن محبت اور جس دردمندی و خیر سگالی کا محتاج ہے ، وہ کرایہ کے پالنے پوسنے والیوں کے سینے میں کہاں سے آسکتی ہے ، عورت رضاعت کے دو سال کے دوران اپنے خون سے انسانیت کی کھیتی کو سنچتی ہے ، اور اسے اپنے سینے کی نہروں سے سیراب کرتی ہے ، اس لئے اس پر بچے کی ابتدائی پرورش کے کئی سال اس محنت و مشقت میں گزرتے ہیں ، کہ اس پر رات کی نیند اور دن کی آسائیش حرام ہوتی ہے ، اور وہ اپنی راحت ، اپنے لطف ، اپنی خوشی ، اپنی خواہشات غرض ہر چیز کو آنے والی نسل پر قربان کر دیتی ہے ۔ (345)

اس چیز کا تذکرہ سورہ لقمان میں اس طرح کیا گیا ہے :-

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن و فصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر ۔ (346)

باپ کے احسانات تو ہوش و حواس میں ظاہر ہوتے ہیں ، مثلاً کھانا پلانا ، اور دیگر ضروریات پوری کرنا ہے ، اور ماں کے احسانات اسکی عالم بےخبری میں اس سے بھی بڑھ کر ہے ، اسلئے قرآن اسکو یاد دلاتا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : کہ

وحملتہ امہ وھنا علی وھن ۔ اس کے بعد فرمایا و فصالہ فی عامین ۔ (347) دو برس تک اسکے پاس رہا ، جدا نہ ہوا ، ماں بچے کو دودھ پلاتی رہی ، اور ساتھ سلاتی رہتی اس کے بعد جدا ہوا ، اس زمانے میں بھی جو کچھ بیچاری کو تکلیفیں پہنچتی ہیں ، ان کا بیان نہیں ہو سکتا ، اور وہ اپنے آرام کو قربان کرکے بچے کی صحیح تربیت کرتی ہے ، لہذا ضروری ہے ، کہ انسان اولاً ماں کا حق پہچانے ، یعنی اللہ کی عبادت کرے ، اور ماں باپ کی خدمت و اطاعت میں بقدرِ استطاعت مشغول رہے ، جہانتک اللہ کی نا فرمانی نہ ہو ، کیونکہ اس کا حق سب سے مقدم ہے ۔

مذکورہ بالا احکام (رضاعت سے متعلق) کی روشنی میں پتہ چلتا ہے ، کہ بچہ جننے ، پالنے اور اسکی تربیت کرنے میں عورت کی ذمہ داری مرد کی نسبت کس قدر زیادہ ہے ، اور اسے اس کام کے لئے کس قدر جانفشانی سے کام لینا پڑتا ہے ۔

---

(345) پسردہ ، ص 202 ۔ 205 (المخلص) ۔

(346) القرآن الحکیم ، سورہ لقمان : 14

(347) ایضاً ایضاً ایضاً ۔

جو مائیں اس عمر میں بچوں کی تربیت کا کام دوسروں پر چھوڑ دیتی ہیں ، اور خود گھر سے باہر کی دلچسپیوں میں شریک ہونا پسند کرتی ہیں ، ان کے بچے کبھی صحیح تربیت نہیں پا سکتے ، اور انکی عادتیں لا محالہ بگڑ کر وحشی بن جاتی ہیں ، عورت کی اسی فطری استعداد کے پیشِ نظر اسلام نے عورتوں اور مردوں کے دائرہ ہائے عمل کو مخصوص کر دیا ہے ، تاکہ زندگی کا قافلہ اپنے صحیح راستے پر چلے اور انسانیت صحیح مدنیت اور تہذیب سے مالا مال ہو ۔

حمل

حاملہ عورت کے متعلق ارشادِ ربانی ہے :-

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضآروھن لتضیقوا علیھن ، وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن ... ۔ (348)

یعنی طلاق دی ہوئی عورتوں کو وہیں رکھو ، جہاں تم رہتے ہو ، اپنے مقدور کے مطابق اور ان کو ستاؤ نہیں اور نہ ہی انکو تنگ کرو ، اور اگر ان طلاق دی ہوئی عورتوں کو حمل ہو تو وضعِ حمل تک ان کا خرچ اٹھاؤ ۔

پھر فرمایا کہ مطلقہ پر تنگی نہ کرو ، اور نہ کھانے پینے میں تنگی کرو ، ہر قسم کی ایذا کی ممانعت ہے ، اور اس چیز سے بھی منع کر دیا کہ وہ عدت کی میعاد پوری ہونے سے پہلے ہر بار عورت کو تنگ کرنے کے لئے رجوع کرے ، کیونکہ اس وقت اہل عرب ایسے ایسے ظالمانہ معاملات عورتوں سے کرتے تھے ، جن سے اسلام نے روک دیا ، اور تہذیب و شائستگی سکھا دی ۔

آگے فرمایا گیا ، کہ اگر وہ مطلقہ حمل والیاں ہیں ، تو وضعِ حمل تک ان کو خرچ و خوراک بھی دو ، یہ آیت مطلقہ کے بارے میں ہے ، لیکن اگر خاوند مر جائے تو اس کیلئے مکان و نفقہ کے بارے میں حضرت علیؓ ، ابن مسعودؓ ، شریحؒ ، نخعیؒ وغیرہ دلالت کرتے ہیں ، کہ اس سے مراد حیض ہے ۔

محمد رشید رضاؒ فرماتے ہیں :-

لا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن کما کن یفعلن احیانا فی الجاھلیۃ اذ کانت امرأۃ تتزوج بعد فراق رجل بآخر و یظھرلھا انھا

---

(348) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 6

حبلى من الأول فتلحق الولد بالثاني ، فهذا محرم في الاسلام

لانه شر ضروب الغش والزور والبهتان ۔ (349)

ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اللہ نے جو کچھ ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے ، (یعنی بچہ کا حمل کو) اسے مخفی رکھیں ، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں عورتیں کبھی کبھی کیا کرتی تھیں ، کہ جب عورت پہلے خاوند سے جدا ہونے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرتی اسے معلوم ہوتا کہ اسے پہلے خاوند سے حمل ہے ، لیکن وہ بچہ (کی پیدائش کے بعد اس) کو نئے خاوند کی طرف منسوب کردیتی تھی ، یہ اسلام میں حرام ہے ، کیونکہ یہ بدترین فریب اور بہتان کی ایک نہایت بدترین صورت ہے ۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں :۔

جب اللہ تعالیٰ نے توالد اور تناسل کے ذریعہ نوعِ بشری کو باقی رکھنے کا ارادہ کرلیا تو اس بارے میں قضاءِ الٰہی کا فیصلہ بھی صادر ہوگیا ، اور یہ واضح حقیقت ہے ، کہ اولاد کی زندگی عادتاً محال اور ناممکن ہے ، اور یہ ایک جبلی طبعی امر ہے ، جس پر انسانوں کی تخلیق ہوتی ہے ، اور جس کی خلاف ورزی اللہ تعالیٰ کی تبدیلی کے ہم معنی اور برابر ہے ، اور اس حکمتِ الٰہیہ کی شکست و ریخت ہے ، جو اس نے انسانوں کے لئے لازمی اور ضروری گردانی ہے ، جو کہ شریعت اس امر سے بحث کرے ، اور ماں باپ پر بچے کی تربیت کرنے پر یہ کام تقسیم کردیے جائیں ، جو دونوں بہ سہولت انجام دے سکیں ، چنانچہ ماں کے لئے یہ آسان ہے ، کہ اولاد کو دودھ پلائے ، اور اولاد کی حفاظت اور پرورش کرے ، چنانچہ اس کے لئے یہی واجب قرار دیا گیا ہے ، جو باپ کے لئے آسان تھا ، کہ اپنی مقدور استطاعت کے مطابق بچہ اور اولاد کا بار اٹھائے اور بیوی کا بھی نان ونفقہ برداشت کرے ، کیونکہ شوہروں نے عورت کو کسبِ روزگار سے روک کر اولاد کی پرورش اور تربیت میں مشغول و مقید کردیا ہے ، چنانچہ اولاد کی پرورش اور تربیت ہر قسم کی محنت اور مشقت برداشت کرتی ہے ، پس عدل کا تقاضا یہی تھا ، کہ شوہر بیوی کا خرچ اٹھائے ، چونکہ بعض لوگ بچہ کا دودھ چھڑانے میں جلد بازی کرتے ہیں ، اور یہ جلد بازی بعض اوقات بچہ کو نقصان دے جاتی ہے ، پس اللہ تعالیٰ نے دودھ پلانے کی ایک مقدار متعین کردی ہے ، کہ اس حد تک دودھ سے بچے کی صحت و سلامتی باقی رہتی ہے ، اور یہ حد اور مدت دو سال ہے ۔ (350)

امام طبریؒ لکھتے ہیں ، کہ لوگوں کی اکثر روایات اس بات پر دال ہیں ، کہ مکان و خوراک میت کے کل مال میں سے ملے گا ، اور ابن عباسؓ امام شافعیؒ ، اور امام ابو حنیفہؒ کے

---

(349) المنار ، المجلد الثانی ، ص 372 ۔ 373 ۔

(350) حجۃ اللہ البالغۃ ؟ ص 595 ، 596 ۔

نزدیک اس کے حصے میں سے خرچ ہوگا ۔

حمل کی مدت چونکہ کبھی طویل ہو جاتی ہے ، اسکو خصوصیت سے بتلا دیا ، کہ مدتِ حمل خواہ کتنی ہی طویل ہو وضع حمل تک اسکو نفقہ دینا ہوگا ، یہ نہیں کہ تین ماہ نفقہ دینے کے بعد کرے ۔ واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ۔ (351)

وعن علیؓ وابن عباسؓ انھا تعتد باقصی الاجلین احتیاطاً ۔ (352)

حمل کے بارے میں دیگر ارشادات یہ ہیں :۔

وحملہ وفصالہ ثلثون شھراً ۔ (353)

حملتہ امہ ۔ (354)

قرآن کے احکام عدت کا بھی حمل کے ساتھ گہرا تعلق ہے ، اس لئے ان کو عدت کے بیان میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے ، یہاں اس کا مختصر ذکر یوں ہے ۔

واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ۔ (355) الحاصل کلام یہ ہے ، کہ بیوی کے نفقہ کی مقدار میں شوہر کی حالت کا اعتبار ہوگا ، جیسا کہ سورہ طلاق کی آیت 7 میں ذکر ہے ، وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق خرچ کرنا چاہیے ، اور جس کی آمدنی کم ہو ، اسکو چاہیے ، کہ اللہ نے جتنا اسکو دیا ہے ، اس میں سے خرچ کرے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کے نفقہ میں بیوی کی حالت کا اعتبار نہیں کیا جائیگا ، بلکہ شوہر کی حالت کے مطابق نفقہ دینا واجب ہوگا ، اگر شوہر مالدار ہے ، تو امیرانہ نفقہ دینا واجب ہے ، اگر بیوی مالدار نہ ہو، بلکہ تنگدست مفلس ہو ، اور اگر شوہر غریب ہے ، تو غریبانہ نفقہ اسکے مقدور کے مطابق واجب ہوگا ، اگرچہ بیوی مالدار ہو ، امام اعظم ابو حنیفہؒ کا یہی مذہب ہے ، بعض دوسرے فقہاء کے اقوال اسکے خلاف بھی ہیں ۔ (356)

---

(351) القرآن الحکیم ؛ سورہ الطلاق : 4 ۔

(352) تفسیر بیضاوی ، المجلد الاول ، ص 49 ۔

(353) القرآن الحکیم ؛ سورہ الاحقاف : 15 ۔

(354) القرآن الحکیم ، سورہ لقمان : 14 ۔

(355) القرآن الحکیم ، سورہ الطلاق : 4 ۔

(356) تفسیر مظہری ؛ جلد نہم ، ص 563 ۔

حضانت

اللہ تعالیٰ نے بچے کی بہتری کے لئے اسکے والدین کو اسکا بہترین سرپرست قرار دیا ، اور انہیں کو بچے کا نگران بنایا ، اسکے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے جوڑے بنائے ، اور ان میں باہمی صنفی کشش رکھی ، جس کا اولین مقصد ، بقائے نوع ہے ، لیکن یہی نہیں بلکہ اسکے کچھ اور بھی مقاصد ہیں ، جس میں اہم مقصد بچے کی نگہداشت ہے ۔ حضانت کا لفظ حضن سے ماخوذ ہے ، جس کے معنی " آغوش " کے ہیں ، اس سے "حاضنۃ" ہے ، اصطلاح شرع میں حضانت کے معنی صغیر سن بچے ، عاجز ، مجنون یا ہوش باختہ کو حتی المقدور مضرتوں سے بچانا اور اسکی اصلاح و تربیت مثلاً صاف ستھرا رکھنا ، کھلانا پلانا ، اور ضروریات ٔ راحت کا خیال رکھنا ہے ۔ (357)

صغر سنی میں بچہ چونکہ والد کی نسبت ماں کا زیادہ محتاج ہوتا ہے ، اور وہ زیادہ شفیق ہوتی ہے ، اس لئے شریعت نے بچے کی حضانت (تربیت) کا حق اولاً ماں کو دیا ہے ، چاہیے وہ بچے کے باپ کے نکاح میں ہو یا اس سے جدائی ہو جائے ، ہر دو حال میں وہ بچے کی زیادہ مستحق ہے ۔ (358) کسی عورت کو اگر ایسی صورت میں جب اسکی گود میں بچہ ہو طلاق دے دی جائے ، تو قرآن مجید نے مطلقہ عورت اور شوہر کے درمیان حقوق و فرائض کا یہ ضابطہ متعین کرتا ہے ، جس میں عورت کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے ۔

---

(357) کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ، الجزء الاول ، ص 594 ۔ لغۃ ، مصدر حضنت الصغیر حضانۃ ، تحملت مؤنتہ و تربیتہ ، ماخوذۃ من الحضن لأن الحاضنۃ تضم الطفل الی جنبہا ، وفی الشرع حفظ الصغیر والعاجز والمجنون ، والمعتوہ ، مما یضرہ ، بقدر المستطاع ، والقیام تربیتہ و مصالحہ ، من تنظیف و اطعام ، و ما یلزم راحتہ ۔

(358) الف ۔ الہدایہ ، الجزء الثانی ، باب حضانۃ بہ الولد و من احق ، ص 434 ۔ واذا وقعت الفرقۃ بین الزوجین فالام احق بالولد ۔ ۔ ۔ ۔ ولان الام اشفق واقدر علی الحضانۃ ۔

ب ۔ بدائع والصنائع ترتیب الشرائع ، المجلد الرابع ، ص 42 ۔ عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ ان امراۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان ابنی ہذا کان بطنی لہ وعاء و حجری لہ حواء و ثدیی لہ سقاء و یزعم أبوہ ینزعہ منی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنت احق بہ منہ مالم تنکحی ۔

ارشاد ربانی ہے :-

والولدت یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ ، وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف ۔ لا تکلف نفس الا وسعھا لا تضآر والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ وعلی الوارث مثل ذلک ، فان ارادا فصالاً عن تراض منھما وتشاور فلا جناح علیھما ، وان اردتم ان تسترضعوآ اولادکم فلا جناح علیکم اذا سلمتم ما آتیتم بالمعروف ، واتقوااللہ واعلموا ان اللہ بما تعملون بصیر O ۔ (359)

اس آیت میں ایک نوزائیدہ (نوزائیدہ) بچے اسکی ماں اور اسکے باپ کے لئے جو حقوق متعین کیے گئے ہیں ، وہ سب کے سب بنیادی حقوق کی ذیل میں آتے ہیں ، کیونکہ یہ مملکت کے دستور کا ایک حصہ ہیں ، قرآن نے بچے کے لئے جو مدتِ رضاعت مقرر کی ہے ، وہ اس میں ایک دن کی کمی بیشی تک کا اختیار نہیں رکھتی ۔

جب والدین میں تنازع کی صورت پیدا ہو جائے ، یا وہ علیحدگی کی صورت اختیار کرلیں ، چنانچہ اسلام نے ایسی حالت میں بھی بچے کی بہبود کی تدبیر کی ہے ، اور شیرخورگی کی مدت میں بچہ والدہ کو دلوایا ہے ، تاکہ وہ بچے کو دودھ پلائے ، اور اس کا نان ونفقہ کا خرچ باپ پر ڈالا ہے ۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں :-

" اگر ماں کو طلاق ہوگئی تب بھی وہ بچے کی پرورش کی زیادہ مستحق ہے ، اور اس کا خرچ باپ پر لازم ہے ، مگر وہ بچے کو کسی ایسے گاؤں میں نہیں لے جا سکتی جہاں کہ اسکا باپ اسکو آسانی سے نہ دیکھ سکے ، لڑکا سات سال تک اور لڑکی نو سال تک کی عمر تک ماں ہی کے پاس رہ سکتی ہے " ۔ (360)

شاہ صاحب فرماتے ہیں :-

میں کہتا ہوں ، کہ بچے کا بالغ ہونا دو طرح سے ہوتا ہے ، ایک یہ کہ اس میں عقل و تمیز کا ظہور ہو اور روحانی حیثیت سے صحت و سقیم کی صلاحیت (استعداد) اس میں پیدا ہو جائے ، عقل و تمیز کی ظاہری علامت سات سال کی عمر کا ہو جانا ہے ۔ اس عمر تک پہنچ کر اس میں ایک نمایاں تبدیلی بہتری کی جانب نظر آنے لگتی ہے ۔ پورے طور پر عقل و تمیز کا ظہور میں آنا اس وقت ہوتا ہے ، جبکہ بچے کی عمر دس سال کی ہو جائے ، کیونکہ دس سال کا بچہ اگر سلیم المزاج (سلیم الفطرۃ) ہو تو وہ اپنے نفع و نقصان کو بخوبی سمجھ سکتا ہے ، اگر اسکو تجارت یا کسی دوسرے کاروبار پر لگا دیا جائے ، تو وہ ہوشیاری

---

(359) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 233 ۔

(360) احیاء علوم الدین ، المجلد الثانی ، باب حقوق الوالدین والولد ، ص 217 ۔

کے ساتھ اسکے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ (361)

کسی عورت کو اگر ایسی صورت میں جب اسکی گود میں بچہ ہو، طلاق دے دی جائے، تو قرآن بچے، مطلقہ عورت اور شوہر کے درمیان حقوق و فرائض کا یہ ضابطہ متعین کرتا ہے، جو باپ چاہتے ہوں، کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پئیں تو مائیں، اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں، اس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا کپڑا دینا ہوگا، مگر کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بار نہ ڈالنا چاہیے، نہ تو ماں کو اس وجہ سے مشکل میں ڈال دیا جائے، کہ بچہ اس کا ہے، اور نہ باپ ہی کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے، کہ بچہ اس کا ہے، دودھ پلانے والی کا یہ حق جیسا بچے کے باپ پر ہے، ویسا ہی اس کے وارث پر بھی ہے، لیکن فریقین اگر باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں، تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر تمہارا خیال اپنی اولاد کو غیر عورت سے دودھ پلوانے کا ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس کا کچھ معاوضہ طے کرو، وہ معروف طریقے پر ادا کر دو (البقرہ: 233)

اس آیت میں ایک نوزائیدہ بچے اس کی ماں اور اس کے باپ کے لئے جو حقوق متعین کیے گئے ہیں، وہ سب کے سب بنیادی حقوق کی ذیل میں آتے ہیں، کیونکہ یہ مملکت کے دستور کا ایک حصّہ ہیں، مقتدر اعلیٰ کے حکم سے متعین ہوئے ہیں، عدلیہ کے ذریعے قابل حصول ہیں، اور ریاست ضابطہ سے ہٹ کر اس معاملہ میں کوئی دوسرا قانون وضع نہیں کر سکتی، قرآن نے ایک بچے کے لئے جو مدت رضاعت مقرر کر دی ہے، وہ اس میں ایک دن کی کمی بیشی تک کا اختیار نہیں رکھتی۔ اسلامی ریاست میں بچے کے اس حق کی حیثیت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے، کہ ایک عورت غامدیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر چار بار اقرار کرتی ہے، کہ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا ہے، اور میں حاملہ ہوں، مجھے سنگسار کرکے پاک کر دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اچھا نہیں مانتی تو جاؤ وضع حمل کے بعد آنیو، وہ وضع حمل کے بعد بچے کو گود میں لے کر آتی ہے، اور پھر درخواست کرتی ہے، کہ مجھے پاک کر دیجئے، آپ فرماتے ہیں، جا اور اس کو دودھ پلا دودھ چھوٹنے کے بعد آنا، وہ دودھ چھڑانے کے بعد آتی ہے، اور ساتھ ہی روٹی کا ایک ٹکڑا بھی لے آتی ہے، اس نے بچے کو روٹی کا ٹکڑا کھلا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھایا اور عرض کیا، کہ یا رسول اللہ اب اس کا دودھ چھوٹ گیا ہے، اور دیکھئے یہ روٹی کھانے لگا ہے، تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کو پرورش کیلئے، ایک شخص کے حوالے کیا، اور اس کو رجم کا حکم دیا۔ (362)

---

(361) حجۃ اللہ البالغہ، حصہ دوئم، ص 118۔
(362) محمد صلاح الدین: بنیادی حقوق، طبع دوئم، جنوری 1978ء، وفاق پرنٹنگ پریس لاہور۔ ص 136، 137۔ (ب) تفہیم القرآن، جلد سوئم، ص 336۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ آپؐ نے پہلے تحفظ جان کی خاطر اور دوسری مرتبہ مدتِ رضاعت کی تکمیل کی خاطر حد جاری کرنے سے گریز فرمایا، اور جب بچے کو روٹی کھاتے دیکھ کر اطمینان کر لیا، کہ اب اسے زندہ رہنے کے لئے ماں کے دودھ کی ضرورت نہیں رہی، تب حد جاری فرمائی اس واقع میں دو بنیادی حقوق متاثر ہوتے ہیں، ایک تحفظ جان کا، دوسرا مقررہ مدتِ رضاعت کی تکمیل کا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں حقوق کے نفاذ تک زنا جیسے فعل کی سزا کو ملتوی کرکے واضح کر دیا، کہ اسلام میں عام شہری تو کجا، شکم مادر میں پرورش پانے والے، اور دودھ پیتے بچے تک کے حقوق کی کیا حیثیت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ ایک قانونی نظیر ہے، اب اس نوعیت کے کسی واقعہ میں اسلامی ریاست کوئی دوسرا فیصلہ رکھنے کا اختیار نہیں رکھتی، گویا قانون ساز اس فیصلہ کے اتباع کا پابند ہے، اور یہی پابندی بچے کے حقِ ولادت اور حقِ رضاعت تک کو بنیادی حقوق کی ذیل میں لے آتی ہے، عدالتِ نبوی کے اس فیصلے سے ایک اور حق بھی متعین ہوتا ہے، ناجائز تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہونے والا بچہ معصوم سمجھا جائے گا، اور اسلامی ریاست جہاں اس کے والدین پر حد جاری کرے گی، وہاں اس بچے کی پرورش و نگہداشت کا اہتمام بھی کرے گی، گویا بچے کو حقِ ولادت اور حقِ رضاعت کے ساتھ ساتھ حقِ کفالت بھی حاصل ہوگا، اور اسے حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جائے گا، بلکہ معاشرے میں دوسرے بچوں کے مساوی حیثیت دی جائے گی۔

مسند شاہ صاحب فرماتے ہیں :۔ کہ

"بچے کی تربیت اور خبر گیری کرنے کے متعلق، جس کو حضانت کہتے ہیں، اختلاف اور جھگڑا پیدا ہونے کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مختلف فیصلے منقول ہیں، ایک مرتبہ ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا، کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرا بچہ ہے، جس کو میں نے اپنی گود میں حفاظت سے پالا ہے، اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے، اور اس کو مجھ سے چھیننا چاہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب تک تم دوسرا شوہر نہ کرلو، تمہارا حق زیادہ ہے، اس کا فلسفہ یہ ہے، کہ ماں اپنے بچے پر سب سے زیادہ مہربان ہوتی ہے، اور اچھی طرح اس کی خبر گیری کر سکتی ہے، اسی طرح ایک (اور) مرتبہ یہی کفالتِ اولاد کا مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اختیار دیا، کہ اپنے ماں باپ میں سے جس کو چاہے پسند کرے، یہ اس وقت ہو سکتا ہے، جب کہ بچے میں تمیز کرنے کا مادہ ہو۔ (363)

---

(363) حجۃ اللہ البالغہ، جلد دوئم، ص 596۔595۔

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں : کہ

" آیہ میں جب دودھ پلانے والی کے کھانے کپڑے کی ذمہ داری باپ ہی
پر ہے ، اور اگر باپ نہ ہو ، تو دادا پر اور اس کے بعد درجہ بدرجہ ورثا پر ہے۔(364)

اگر ماں فوت ہو جائے ، یا پرورش سے انکار کر دے ، تو پرورش کے سلسلہ میں
ماں کے بعد بچے کی نانی یا پڑنانی کا حق ہے ، نانی نہ ہو تو پھر دادی کا حق ہے ،
دادی کے بعد بالترتیب سگی بہن ، اخیافی (بہن و ماں کی طرف) یا علاتی بہن (صرف
اولاد کی طرف سے) کا نمبر ہے ، بہنوں کے بعد خالہ اور خالہ کے بعد پھوپھی کا حق ہے ،
مذکورہ عورتوں کو حق پرورش اسی وقت تک حاصل ہے ، جب کہ غیر شادی شدہ ہوں ،
یا بچے کے کسی محرم سے شادی کریں ، غیر محرم سے شادی کرنے کی صورت میں انکا
حق حضانت ساقط ہو جائے گا ۔ (365)

ماں یا دیگر مذکورہ عورتوں کو اس وقت تک بچے کی تربیت کا حق حاصل ہے ،
جب تک کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے کھا پی نہ لے ، کپڑے نہ پہن لے اور استنجا و طہارت
وغیرہ کرنا سیکھ نہ لے ، بعض فقہاء نے نو سال کی عمر کا اندازہ بھی لگایا ہے ، اور اگر
لڑکی ہو تو جب تک بالغہ نہ ہو جائے ۔ (366)

بچے کے خاندان میں اگر کوئی عورت ایسی نہ ہو ، جو اسکی پرورش کر سکے ، تو پھر
بالترتیب باپ ، دادا ، پردادا ، سگا بھائی ، باپ شریک بھائی ، ماں شریک بھائی ، سگا
بھتیجا ، سوتیلا بھتیجا ، سگا چچا ، سوتیلا چچا ، پھر چچا زاد ۔ البتہ لڑکی ہو تو چچا
زادوں کے حوالے نہ کی جائے گی ۔ (367) حاضنہ کی اجرت بچے کے باپ کے ذمہ ہوگی۔(368)

بچے کی ماں اگر اس کے باپ کے نکاح میں ہے ، تو پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ،
بصورت جدائی ، اسکے لئے ضروری ہے ، کہ وہ اسی شہر میں رہے ، جہاں بچے کا باپ رہتا
ہو ۔ (369)

بچہ ماں کے پاس ہو یا باپ کے پاس ، دونوں ایک دوسرے کو بچے کی ملاقات سے
منع نہیں کر سکتے ۔ (370)

---

(364) مولانا شبلی نعمانی : سیرۃ النبی ، جلد ششم ، ص 244 ۔
(365) الفتاوی العالمکیریہ ، المجلد الأول ، ص 541 ۔
ب۔ الهدایہ ، الجزء الثانی ، ص 435 ۔
(366) ایضاً ایضاً ایضاً ۔
(367) الفتاوی العالمکیریہ ، المجلد الأول ، ص 596 ۔ (حاشیہ)
(368) ایضاً ایضاً ایضاً ۔
(369) ایضاً ایضاً ص 544 ۔
(370) ردالمحتار ، المجلد الثانی ، ص 66 ۔

طـــــــلاق

طلاق خود ایک ایسی روک ہے ، جو عورت کے حقوق کے تحفظ کا ذریعہ ہے ، چنانچہ اس سلسلے میں امام راغب اصفہانی نے طلاق کے لغوی واصطلاحی معنی یوں بیان کیے ہیں ، جس سے مکمل طور پر وضاحت ہو جاتی ہے :-

الطلاق : دراصل اس کے معنی کسی بندھن سے آزاد کرنا ہے ، محاورہ ہے ، اطلقت البعیر من عقالہ وطلقتہ ۔ میں نے اونٹ کا پائے بند کھول دیا ۔ طالق و طلق بلا قید ، وہ اونٹنی جو مقید نہ ہو ، اس سے یہ محاورہ طلقت المراۃ ماخوذ ہے ، یعنی میں نے اپنی عورت کو نکاح کے بندھن سے آزاد کر دیا ۔ (371)

عبدالرحمن الجزیریؒ نے اس مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

معناہ اللغۃ حل القید سواء کان حسیاً کقید الفرس و قید الاسیر اُو معناً کقید النکاح ۔ (372)

طلاق اور تطلیق دونوں کا مفہوم ایک ہے ، زمانۂ جہالت میں عربوں کے ہاں یہ لفظ التفریق بین الزوجین کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا ، اسلام نے اسے انہی معنوں میں جائز رکھا ، البتہ اس طریق کی اصلاح کر دی ۔

نکاحِ زوجین کے درمیان ایک مستقل معاہدہ ہے ، مگر شریعت کی نگاہ میں یہ معاہدۂ نکاح اتنا بھی مستحکم نہیں کہ اسے کسی حالت میں بھی ختم نہ کیا جا سکے ، اس سے دیگر متعدد اعلیٰ و اہم مقاصد مطلوب ہیں ، زوجین کے باہمی اجتماع سے اگر وہ اہم مقاصد پورے ہوتے نظر نہ آئیں ، اور قوانینِ الٰہیہ کے توڑے جانے کا خدشہ پیدا ہو ، تو پھر شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے ، کہ سرے سے اس معاہدے کو ختم کر دیا جائے ، اگر اتنی بھی اجازت نہ دی جاتی تو یہ فطرت کے خلاف ہوتا ، جو روحِ شریعت

---

(371) المفردات فی غریب القرآن ، ص 306 ۔

(372) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ، الجزء الرابع ، ص 278 ۔
فالطلاق کانوا یستعلونہ فی الجاھلیۃ فی الفرقۃ بین الزوجین ، فلما جاء الشرع اقر استعمالہ فی ھذا المعنی بخصوصہ ۔۔۔ ولھذا عرف فی الاصطلاح بانہ ازالۃ النکاح ۔ اسی طرح ۔۔
لفظ طلاق ۔ طلق یطلق طلاقاً سے ہے ، اس کا لغوی مفہوم کتب لغت میں یوں ہے ، طلقت المراۃ من زوجھا ، ای بانت من زوجھا و ترکتہ یعنی عورت کا مرد کو چھوڑ کر الگ ہو جانا اس فرد کو طالق جس کی جمع طلق ہے ، اور عورت کو طالقہ جس کی جمع طوالق آتی ہے ۔ (المنجد ، بیروت طبع 1960ھ ، ص 470)

کے منافی ہے، پھر یہ کہ اس ناگزیر حربے کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق ۔ (373)

اللہ تعالی کے ہاں حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے ۔

اسلام میں طلاق کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے، چونکہ مرد نسبتاً زیادہ سوچ کر قدم اٹھانے والا، اور بردبار ہوتا ہے، دوسرے اپنا مال خرچ کرکے حقوقِ زوجیت حاصل کرتا ہے، اسلئے ان حقوق سے دستبردار ہونے کا اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے، کیونکہ اگر عورت طلاق کی مختار ہوتی تو مرد کا حق ضائع [illegible] ہو جاتی ۔ [illegible] حقوق کی حفاظت ہے، بلکہ

کے منافی ہے ، پھر یہ کہ اس نا گزیر حربے کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا ، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے -

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق - (373)

اللہ تعالی کے ہاں حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ نا پسندیدہ چیز طلاق ہے -

اسلام میں طلاق کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے ، چونکہ مرد نسبتاً زیادہ سوچ کر قدم اٹھانے والا ، اور برد بار ہوتا ہے ، دوسرے اپنا مال خرچ کرکے ، حقوقِ زوجیت حاصل کرتا ہے ، اسلئے ان حقوق سے دستبردار ہونے کا اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے ، کیونکہ اگر عورت طلاق کی مختار ہوتی تو مرد کا حق ضائع کرنے پر دلیر ہو جاتی -

مرد کو طلاق کا اختیار دینا نہ صرف اسکے جائز حقوق کی حفاظت ہے ، بلکہ اس میں یہ مصلحت بھی مضمر ہے ، کہ طلاق کی کثرت نہ ہو - (374)

مولانا ابوالکلام آزاد نے "ترجمان القرآن" میں طلاق کے اس مقصد پر روشنی ڈالی ہے ، اور بیان کیا ہے ، کہ " اگر نکاح کے ذریعے واجبات حقوق ادا نہ کئے جائیں ، تو نکاح کا مقصود حقیقی فوت ہو گیا ، اور ضروری ہو گیا ، کہ دونوں کے لئے علیحدگی کی راہ کھول دی جائے ، اگر ایسا نہ ہوتا ، تو انسان کے آزادانہ حقِ انتخاب کے حق میں ایک ظالمانہ رکاوٹ ہوتی ، اور ازدواجی زندگی کی سعادت سے محروم کر دینا ہوتا - " (375)

مولانا ابو الاعلی مودودی طلاق کے مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :-

اسلامی قانونِ ازدواج کی اصل یہ ہے ، کہ مناکحت کے تعلق کو امکانی حد تک مستحکم بنایا جائے ، لیکن جب انکے درمیان محبت اور موافقت کی کوئی صورت باقی نہ رہے ، اور رشتۂ مناکحت سے قانون کے اصل مقصد کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو ، تو انکی نفرت اور کراہت کے باوجود انکو ایک دوسرے سے وابستہ رکھنے کی کوشش نہ کی جائے -

---

(373) جامع الترمذی ، المجلد الاول ، ابواب الطلاق واللعان ، ص 222 -

(374) حقوق الزوجین ، ص 48 ، 49 - یہود کے ہاں افراط تھی ، عیسائیوں کے ہاں تفریط 1844ء میں جب طلاق کا نیا قانون پاس ہوا تھا ، چار ہزار طلاقیں واقع ہوئیں ، 1900ء میں ساڑھے سات ہزار ، 1913ء میں سولہ ہزار 1931ء میں اکیس ہزار طلاقیں واقع ہوئیں -

ب - پردہ ، ص 59 - عیسائیت میں سرے سے یہ جائز نہ تھا ، کہ طلاق کسی وجہ سے بھی دی جائے ، رشتۂ نکاح دوامی سمجھا جاتا تھا ، موت کے سوا جدائی کی کوئی اور حد ناممکن تھی ، حضرت مسیح کے اس قول سے حوصلہ افزائی کی گئی

اس صورت میں انکے لئے علیحدگی کا راستہ کھول دیا جائیے ۔ (376)

قانون طلاق کے ضمن میں عورت کے تحفظات کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے گئے ہیں :۔

1 ۔ جس طرح نکاح کا حکم یا ترغیب ہے ، اس طرح کی کوئی ترغیب یا حکم طلاق کے لئے موجود نہیں ۔

2 ۔ حضرت زیدؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔

امسک علیک زوجک واتق اللہ ۔ اپنی زوجہ کو روکے رکھو ، اور اس مکروہ فعل سے پہلے خدا سے ڈرو ۔

3 ۔ ابغض الحلال عنداللہ الطلاق ۔ قانونی طور پر جتنی باتوں کی اجازت ہے ، ان میں سب سے زیادہ قابل نفرت چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے ۔

ادائے مہر کی تفصیل

4 ۔ مہر کی ادائیگی کا بوجھ خود ایک قسم کی روک ہے جو عورت کے تحفظات کے سلسلے میں ہے ، جسکی تفصیل یہ ہے ، کہ :۔

الف ۔ اگر طلاق ایسی حالت میں دی جائیے ، کہ نہ مہر متعین ہوا ، نہ اسے ہاتھ لگایا ہو ، تو اسے اپنی بساط کے مطابق ایک جوڑا دینا ہوگا ۔ $\frac{2}{236}$ (377)

ب ۔ اگر مہر معین ہو چکا ہو ، اور ہاتھ نہ لگایا گیا ہو تو مہر معین کا نصف ۔ $\frac{2}{237}$ (378)

ج ۔ اگر مہر معین ہو چکا ہو ، اور ہاتھ بھی لگایا گیا ہو ، تو پورا مہر معین ۔ $\frac{4}{24}$ (379)

تھی ، جسے خدا نے جوڑا ہو ، اسے آدمی جدا نہ کرے ۔(متی باب 19: آیۃ 6 ، ص 23)

(375) ترجمان القرآن ، جلد اول ، ص 320۔

(376) حقوق الزوجین ، ص 50 ۔

(377) لا جناح علیکم .... علی المقتر قدرہ ۔

(378) وان طلقتموھن .... نصف ما فرضتم ۔

(379) فما استمتعتم .... فریضۃ ۔

اور اگر اس کے علاوہ مال و دولت کا ڈھیر بھی دے دیا گیا ہو ، تو
واپس نہ لیا جائیگا ۔ $\frac{4}{20}$ (380)

د ۔ اگر مہر نہ معین ہوا ہو اور ہاتھ لگایا گیا ہو تو مہر مثل (فقہ اسلامی)
غرض ہر چہار صورت میں کچھ نہ کچھ دینا پڑتا ہے ، اور یہ گویا ایک طرح
کی مالی روک ہے ، طلاق سے ۔

5 ۔ طریق طلاق کی تعلیم بھی ایک روک ہے ، جس کی تفصیل یہ ہے
کہ :۔

الف ۔ طلاق طہر بلا وطی کی حالت میں دینی چاہیے ۔ $\frac{65}{1}$ (381)
کیونکہ بحالتِ حیض نہ عورت کا مزاجی توازن درست رہتا ہے ، نہ مرد
کی طبیعت میں ادھر میلان ہوتا ہے ۔

ب ۔ صرف ایک ہی طلاق کے بعد عدت گزارنے کا موقع دینا چاہیے ، لیکن اگر
مزید طلاقیں ہی دینی ہوں ، تو ہر طہر بلا وطی میں ایک طلاق دینی
چاہیے ۔

گویا یہ تین ماہ کی مدت دونوں کو اپنا مستقبل اور اسکے نشیب
و فراز کو سوچنے کا موقع دیتی ہے ، اور اس طویل مدتِ انتظار میں فطری
میلان جنسی کے ذریعے اپنی طلاق کو عملاً رجعی بنا دینے کا قوی امکان ہے۔

ج ۔ دو گواہ بھی لانے چاہییں $\frac{65}{2}$ (382) گواہوں کے مہیا ہونے تک
کی درمیانی مدت میں فوری تاثیر غیظ و غضب کے دب جانے کا جہاں امکان
ہے ، وہاں بڑا قوی امکان یہ بھی ہے ، کہ آنے والے گواہ صرف شہادت ہی
دینے نہ آئیں گے ، یقیناً اسے سمجھا بجھا کر رفع نزاع کا کوئی حل بھی
تلاش کریں گے ۔

---

(380) وان اردتم ....با ۔

(381) اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن ۔

(382) واشہدوا ذوی عدل منکم ۔

مولانا محمد شفیع : عائلی قوانین پر مختصر تبصرہ ، ص 40 اور محمد تقی عثمانی
ہمارے عائلی قوانین ، ص 174 پر فرماتے ہیں :۔
وان خفتم شقاق بینھما ۔ جب پھوٹ پڑ جانے کا امکان ہو تو ایک ثالث مرد
کے رشتے داروں میں سے ہو ۔ اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے ہو
عقل انسانی کا تقاضا بھی یہی ہے ، کہ پنچائت کے قیام کا مقصد یہ ہونا چاہیے ،

د۔ آخری طلاق تک زوجین کو ایک ہی گھر میں رہنا چاہیے $\frac{65}{6}$ (383) تاکہ اتصال کے مواقع زیادہ پیش ہوں۔

س۔ اس دوران میں بیوی کا نان ونفقہ اور سکنی مرد ہی کے ذمے رہے گا۔ $\frac{65}{6}$ (384)

6۔ ارادہ طلاق سے پہلے ایک اور طریقہ بھی بتایا گیا ہے، جو اس طلاق تفریق کو ختم کرنے کی غرض سے ہے، وہ یہ ہے، کہ دونوں کے شقاق و تفریق کا خطرہ محسوس کرتے ہی دونوں زوجین کی طرف سے ایک ایک حکم آکر باہمی موافقت کرانے کی کوشش کریں۔ $\frac{4}{35}$ (385)

غرض اخلاقی، مالی، معاشری، نفسیاتی وغیرہ کے سب راستوں پر قدغن بٹھادی گئی ہے، اور ہر جگہ فطرت سلیمہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اور ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے، کہ "قانون طلاق" میں اسلامی رجحان تفریق کی طرف نہیں بلکہ اس تفریق کو روکنے کی طرف ہے، لیکن یہ ناگزیر شے بعض اوقات اس لئے اختیار کرنی پڑتی ہے، کہ انسانیت ابھی اس مقام تک نہیں پہنچی ہے، جہاں اس قانون کی ضرورت ختم ہو جائے، اس درمیانی فاصلے کو طے کرنے کے لئے بعض ضروری قوانین دیئے جاتے ہیں، اور قانون طلاق بھی ایک قسم کا قانون ہے، جسکی تمام جزئیات فطرت عقل کے عین مطابق ہے۔ (386)

اسلامی طریق طلاق کی خصوصیات کا محاصل

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جو زندگی کے ہر پہلو کے لئے رہنمائی کرتا ہے، عقائد وعبادات ہوں، یا اخلاق معاملات، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، ہر شعبے میں اسلام نے جامع تعلیمات دی ہیں۔

انسانی زندگی میں خاندان بنیادی حیثیت رکھتا ہے، کسی ملک کی تہذیب و تمدن کی بنیاد ہی خاندان ہے، اسلئے اسلام نے خاندانی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے وہ اعلیٰ اور جامع تعلیمات دی ہیں، جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں، اٹل ہیں، ابدی ہیں، سہل ہیں، قابل فہم ہیں، تقاضائے بشری کی ترجمان ہیں، اس وجہ سے اسلام کا پیش کردہ ضابطہ عملی رہتی دنیا تک ہر زمانے سے تعلق رکھنے والے

کہ وہ طلاق تک نوبت نہ پہنچنے دے، اور ظاہر ہے، کہ یہ مقصد اس وقت پورا ہوگا، جبکہ ثالثی کونسل کا قیام طلاق سے پہلے ہو، جیسا کہ قرآن کریم کا فرمان ہے، لیکن آرڈیننس کہتا ہے، کہ مصالحت کی فکر طلاق کے بعد کرنی چاہیے، یعنی دو لڑنے والوں کو لڑائی کے دوران تو بیٹھے دیکھتے رہو، اور جب ان میں سے ایک دوسرے کا قصہ پاک کر ڈالے تو سمجھانے بجھانے اور دونوں میں مصلحت کرنے کی فکر کرو۔

(383) اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ۔ (384) فانفقوا علیھن ۔

(385) وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا ان یرید اصلاحاً یوفق اللہ بینھما ۔

انسانوں کے لئے مشعل راہ بنا رہے گا ۔

(1) اسلام کے قانونِ طلاق کی سب سے بڑی خصوصیت جو اظہر من الشمس ہے، یہ ہے، کہ نباض فطرت کا بنایا ہوا قانون ہے، کسی انسانی ذہن کی کاوش نہیں کائنات کے خالق و مالک عالم الغیب والشہادۃ کا بنایا ہوا قانون ہی ہر عملی زندگی میں منطبق ہو سکتا ہے، کیونکہ خالق ہی مخلوق کے تقاضوں کو بطریق احسن سمجھ سکتا ہے ۔

(2) اس قانون کی تشریح فہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے، جو کہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کے مطابق خطاء و غلطی سے منزہ و مبرہ ہے، جس قانون کا بنانے والا بندوں کے احوال سے آگاہ اور تشریح کرنے والا رحمت للعلمین ہو، اس قانون کی خصوصیات کا احاطہ کرنا بھی انسانی فہم و ادراک کے لئے محال ہے ۔

(3) اس قانون کی تیسری خصوصیت یہ ہے، کہ یہ کسی زمانے یا کسی مخصوص خطہ زمین کے ساتھ محدود نہیں ہے، یہ قانون انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، تمام انسان ایک فطرت پر پیدا ہونے کی وجہ سے اس سے یکساں طور پر مستفید ہو سکتے ہیں، یہ قانون حامل بدوی زندگی سے لیکر متمدن طرز زندگی تک ساتھ دے سکتا ہے، اس قانون میں اسباب طلاق کو مقید نہیں کیا گیا، بلکہ ایک سادہ سا اصول دے دیا ہے، کہ باہمی نا موافقت کی صورت میں اس ناسور کا اپریشن کر دیا جائے، تاکہ بیماری بڑھ کر معاشرے کو جرائم سے آلودہ نہ کر دے ۔

(4) اسلام کا قانون طلاق افراط و تفریط سے محفوظ ہے، یہ ایک ایسا راہ اعتدال ہے، جو تقاضائے بشری کی غمازی کرتا ہے ۔

بقول مولانا اشرف علی :-

" اسلام نے طلاق کے مسئلہ کو صحیح بنیادوں پر قائم کیا ہے، نہ یہودی اور عربوں والی آزادی باقی رکھی اور نہ عیسائیوں اور ہندوؤں کی تنگی کو ممکن العمل رکھا، ایک ایسے درمیانی راہ کی ہدایت کی جس طرف آج خود ساری دنیا کا رجحان ہے ۔ (387)

(5) اسلام کے طریقہ طلاق میں یہ بنیادی بات ہے، کہ طلاق سے پہلے دو خاندانوں کو منسلک رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے ۔ مثلاً امسک علیک زوجک واتق اللہ (388) اور فان کرہتموھن فعسی ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً ۔ (389)

---

(386) مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری : اسلام اور فطرت ، ص 105 ۔

(387) مولانا اشرف علی : بیان القرآن ، جلد اول ، ص 200 ۔

(388) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 37 ۔ (389) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 19 ۔

کے تحت عورت کی لغزشوں کو نظر انداز کرنا ناچاقی کی صورت میں فابعثوا حکما من اہلہ و حکماً من اہلھا ۔ (390) کی رو سے حکم قائم کرنا وہ اقدامات ہیں، جن سے فریقین کی صلح مطلوب ہے، جہاں تک ہو سکے، فریقین مودت و رحمت سے رہیں، تاکہ شامل زندگی میں ثبات پیدا ہو، تہذیب و تمدن کو نشونما حاصل ہو، اگر تعاون محال ہو جائے، تو پھر امن و سلامتی کا علمبردار اسلام علیحدگی کی راہیں کھولتا ہے ۔

(6) اسلام کے طریقہ طلاق میں عورت جیسی بے کس و معصوم صنف کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے، مرد کو طلاق کا اختیار چند محدود و قیود کی پابندی کے ساتھ دیا گیا ہے، اگر ان سے تجاوز کرے گا، تو گنہگار ہوگا، مثلاً عورت کو طہر میں طلاق دینا صرف ایک طلاق دینا، زمانہ عدت شمار کرنا عدت کے اندر عمدہ سلوک کرنا، ایسے عمدہ قواعد ہیں، جنکی رو سے عورت کو بہت کم تکلیف اٹھانا پڑتی ہے، مرد کو بھی ندامت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ۔

(7) اسلام کے طریق طلاق میں طلاق کے درمیان اور طلاق کے بعد ایسا اخلاقی نظام موجود ہے، جس کی مثال دنیا کے کسی مذہب میں نہیں ملتی، اسلام نے اس باہمی نا موافقت کے موقع پر اخلاقی دامن نہیں چھوڑا ۔ لا تخرجو ھن من بیوتھن ولا یخرجن ۔ (391) اور انکو گھروں سے مت نکالو اور نہ وہ خود نکلیں ۔ وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحاً ۔ (392) اور ان کے خاوند رجوع کرنے کے زیادہ حق دار ہیں، اگر وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں ۔ وان یتفرقا یغن اللہ کلاً من سعتہ، وکان اللہ واسعاً حکیما ۔ (393) اور اگر دونوں جدا ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو محفوظ کرے گا، اپنی کشائش سے وہ بڑی وسعت والا تدبیر جانتا ہے ۔

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف، ولا تمسکوھن ضراراً لتعتدوا، ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ ۔ (394) واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف ۔ (395) اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، اور وہ اپنی عدت ختم کر چکیں، تو ان کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کر سکیں ۔

---

(390) القرآن الحکیم ؛ سورۃ النساء ؛ 35 ۔
(391) ایضاً ؛ سورۃ الطلاق ؛ 1 ۔
(392) ایضاً ؛ سورۃ البقرہ ؛ 228 ۔
(393) ایضاً ؛ سورۃ النساء ؛ 130 ۔
(394) ایضاً ؛ سورۃ البقرہ ؛ 231 ۔
(395) ایضاً ؛ ایضاً ؛ 232 ۔

اگر ڈھیروں ڈھیر بھی دے چکے ہو تو واپس نہ لو ، وان اردتم استبدال زوج مکان زوج ، واتیتم احدھن قنطاراً فلا تاخذوامنہ شیاً ۔ (396) اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو ، اور اسے تم ڈھیروں ڈھیر دے چکے ہو ، تو واپس نہ لو ۔ وللمطلقت متاع بالمعروف حقاً علی المتقین ۔ (397) طلاق یافتہ عورتوں کے لئے معروف طریقے سے سلوک کرنا متقی لوگوں کا کام ہے ۔ ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ متاعاً بالمعروف حقاً علی المحسنین ۔ (398) اور ان کو خرچ دو وسعت والے پر اس کے موافق ہے ، اور تنگی والے پر اس کے موافق جو خرچ دستور کے مطابق ہے ، رخصت کرتے وقت ، دو گواہ مقرر کر لو ، واشھدوا ذوی عدل منکم اور گواہ کرلو دو معتبد اپنے میں سے ۔ (399)

اب اس رخصت کے بعد بھی اگر مرد کو اپنے فعل پر ندامت ہو ، تو اسلام نے اس عالمگیر قانون میں اتنی اہمیت اور گنجائش رکھی ہے ، کہ تجدید نکاح سے اس عورت کو اپنی زوجیت میں لے لے ۔

یہ سوچنے سمجھنے کا موقع صرف اور صرف ایک دفعہ ہی نہیں دیا گیا ، بلکہ مزید یہ موقع دیا گیا ہے ، کہ اگر زندگی میں دوبارہ بھی لغزش ہو جائے ، تو تلافی کی گنجائش ہے ، الطلاق مرتن فامساک بمعروف او تسریح باحسان ۔ (400) اور طلاق صرف دو دفعہ ہے ، اس کے بعد یا اچھے طریقے سے روک لو ، یا احسان کے ساتھ رخصت کر دو ۔

(8) تیسری طلاق کے بعد رجوع کی اجازت نہ دینا ایک تازیانہ عبرت ہے ، جس سے اس قانون کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے ، تاکہ اس کو بازیچہ اطفال نہ سمجھا جائے ، اس نسخے کو زیادہ سے زیادہ دو بار آزمایا جا سکتا ہے ، اگر اس سے تجاوز کرے گا تو سزا بھگتے گا ، تیسری طلاق کے بعد اگر وہ اپنے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو ایسی صورت میں حلالہ کے بعد کر سکتی ہے ۔ حتی تنکح زوجاً غیرہ اس نکاح ثانی پر بھی پابندی یہ ہے ، کہ دوسرا خاوند ازدواجی تعلق کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دے ، ورنہ حلالہ کرنے والوں پر بھی لعنت کی گئی ہے ۔ حدیث ہے :-

عن عبداللہ بن مسعودؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن المحل والمحلل لہ ۔ (401)

---

(396) القرآن الحکیم ، سورہ النساء : 20 ۔

(397) ایضاً سورہ البقرہ : 241 ۔

(398) ایضاً ایضاً : 236 ۔

(399) ایضاً سورہ الطلاق : 2 ۔

(400) ایضاً سورہ البقرہ : 229 ۔

(401) جامع الترمذی ، المجلد الاول ، ابواب النکاح ، باب ماجاء المحل والمحلل لہ ، ص 213 ۔

ان تمام قیود و ضوابط سے ظاہر ہے، کہ اسلام کا قانونِ طلاق کتنا جامع اور فطری ہے۔ اگر انسان اس طریقہ طلاق پر عمل پیرا ہو تو اسے کبھی ندامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(9) قرآنِ پاک میں تمام دوسرے مسائل کی طرح مسئلہ طلاق بھی خاص غور وفکر اور سوچ و بچار کی تلقین ہے۔ اسلام کی نظر میں ازدواجی زندگی نہایت نازک آبگینہ ہے، اس آبگینے کو چور چور کر دینے والی شے، طلاق پر عمل پیرا ہونے سے پہلے تمام نتائج پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ اس مسئلے پر عجلت پسندی اور جلد بازی پسند نہیں کرتا بلکہ حکم دیتا ہے، کہ طلاق دینے میں وہ تاریخی اقدامات ملحوظ رکھے جائیں، جس سے اسکے اصلی مقاصد حاصل ہو سکیں۔

اس عظیم الشان اور نمایاں فرق کے بعد اگر انسان معاملات میں ہدایتِ الٰہی سے انکار کرے تو اس سے بڑھ کر احمق اور کون ہوگا۔

خـــــلع

شرعِ اسلامی نے جس طرح مرد کو یہ حق دیا ہے، کہ جس عورت کو وہ ناپسند کرتا ہے، اور جس کے ساتھ وہ کسی طرح نباہ نہیں کر سکتا، اسے طلاق دیدے، اسی طرح عورت کو بھی حق دیا ہے، کہ جس مرد کو وہ ناپسند کرتی ہو، اور کسی طرح اسکے ساتھ گذر بسر نہ کر سکتی ہو، اس سے خلع کرے۔ (402)

ابن منظور لسان العرب میں فرماتے ہیں :-

خلع الرجل ثوبه خلعاً ازاله عن بدنه و نزعه عنه۔ (403)

آدمی اپنے کپڑے اتارے، اپنے بدن سے ہٹائے اور اتارے۔

خلع اصطلاحاً اس ترکِ تعلق کو کہتے ہیں، جو عورت اپنے مطالبے سے مرد سے حاصل کر لیتی ہے۔

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں :-

لا یجوز للرجل ان یأخذ منها شیئاً الا برضاها و اختیارها من غیر ایذاء منه ولا مضارة۔ (404)

---

(402) حقوق الزوجین، ص 58۔
مزید مولانا مودودی فرماتے ہیں، کہ بعض صورتوں میں اسلام عدالت کو یہ اختیارات عطا کرتا ہے، کہ وہ ایسے نکاح کو توڑ دے، جو رحمت کی بجائے زحمت بن گیا ہو۔ (اسلامی نظامِ زندگی اور اسکے بنیادی تصورات، 1978ء، لاہور، اللہ والا پرنٹرز، ص 443)۔

(403) لسان العرب، جلد ہشتم، ص 78۔

مرد کو عورت سے کوئی چیز لینا ، اسی وقت جائز ہے ، جب کہ وہ خوشی سے دے ، اور وہ اسکے لئے اس نے اسے کوئی تکلیف یا نقصان نہ پہنچایا ہو ۔

اس ضمن میں ابوبکر الجصاصؒ فرماتے ہیں :۔

ویحل لکم ان تاخذوا مما آتیتموھن شیاء الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ ۔

فحظر علی الزوج بھذا الآیۃ آن یاخذ منھا شیاءمما اعطاھا ، الا علی الشریطۃ المذکور و عقل بذلک انہ غیر جائز لہ اخذ مالم یعطھا وان کا المذکور ھو ما اعطاھا ۔ (405)

لفظ خلع مطلق لفظ الخلع محمول علی الطلاق بالعوض ۔ (406)

لفظ خلع کا مطلق استعمال ہو ، اسے طلاق بالعوض پر محمول کیا جائیگا ۔

قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں :۔

لو کان الخلع طلاقاً والا ظھر انہ طلاق لانہ فرقۃ باختیار الزوج فھو کا لطلاق بالعوض ۔ (407)

مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں :۔

لہذا بیوی کو بھی میاں سے ایسا اختلاف ہو ، جو صاف نظر آرہا ہو ، کہ ازدواجی زندگی کے نباہ کے لئے ، جن حدود و قیود کی نگہداشت ضروری ہے ، ان کو فریقین ملحوظ نہیں رکھ سکتے ، تو اس حل میں کوئی حرج نہیں ہے ، کہ بیوی کوئی مال یا رقم فدیہ کے طور پر دے کر اپنے میاں سے چھٹکارا حاصل کرے ۔ (408)

اللہ تعالی فرماتے ہیں :۔

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ ۔ (409)

مرد اگر نشوز پر قابو نہ پا سکے ، تو اسکے صاف معنی یہ ہیں ، کہ خلیج اختلاف بہت وسیع ہے ، اور تعلق خوشی کی حد پر پہنچے ہوئے ہیں ، لیکن اس حد تک پہنچ جانے کے بعد ، شریعت نے مرد کو یہ اجازت نہیں دی ہے ، جو وہ بیوی کے رشتہ کو معاشرے کے استحکام کی بنیاد قرار دیتا ہے ، لہذا وہ اسوجہ سے اسکے عوض کو صرف ایسی صورت میں گوارہ کرتا ہے ، جب اصلاح کی تمام ممکن تدبیریں

---

(404) تفسیر المنار ، الجزء الثانی ، ص 389 ۔

(405) ابوبکر الجصاص : احکام القرآن ، الجزء الاول ، ص 391 ۔

(406) بحاشیہ ابن عابدین : رد المحتار علی الدر المختار ، الجزء الثانی ، ص 557 ۔

(407) تفسیر بیضاوی ، الجزء الثانی ، ص 50 ۔ (8) تدبر قرآن ، جلد اول ، ص 491 ، 492 ۔

(409) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ :229 ۔ ۔ فقہ المراۃ المسلمۃ ، ص 282 ۔ الخلع لغۃ ، فراق الزوجۃ علی مال ماخوذ من خلع الثوب ، لان المراۃ لباس الرجل معنی وفقھا : فراق الرجل زوجتہ ببدل یحصل لہ ۔

اختیار کر چکنے کے بعد یہ ثابت ہو جائے ، کہ اس کا جڑا رہنا نا ممکن ہے اور مزید فساد کا باعث ہے ، چنانچہ شوہر کی کوششوں کی نا کامی کے بعد اصلاحِ احوال کیلئے دوسری تدبیر اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ، ایک پنچ میاں کے رشتہ داروں سے منتخب کیا جائے ، دوسرا بیوی کے خاندان سے ہوگا ، اگر فیصلہ کن بات نہ ہو ، تو عورت طلاق کے بدلے میں خلع لے سکتی ہے ۔ (410)

خلع ایسی حالت میں ہونی چاہیے ، جب کہ حدود اللہ کے ٹوٹ جانے کا خوف ہو ، جب عورت عقدِ نکاح سے آزاد ہونا چاہیے ، تو وہ بھی اس طرح مال کی قربانی گوارا کرے ، جس طرح مرد کو اپنی خواہش سے طلاق دینے کی صورت میں گوارا کرنی پڑتی ہے ۔

اگر عورت فدیہ پیش کرے ، اور مرد قبول نہ کرے ، تو اس صورت میں عورت کو عدالت سے رجوع کرنے کا حق ہے ۔ (411) البتہ اتنی بات ضرور ہے ، کہ طلاق کی طرح یہ خلع بھی آخری چارۂ کار کے طور پر استعمال کیا جائے ، ورنہ شریعت کی نگاہ میں یہ سب سے بڑا اخلاقی جرم ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :۔ کہ

ایما امراۃ اختلعت من زوجھا من غیر باس لم ترح رائحۃ الجنۃ ۔ (412)

جس عورت نے بلا وجہ اور بلا ضرورت اپنے خاوند سے خلع کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گی ۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی نے لکھا ہے ، کہ خلع فی الحقیقت کوئی قابلِ ستائش چیز نہیں بلکہ مذموم چیز ہے ، بایں ہمہ بعض اوقات ضرورۃً خلع کرنا لازمی ہوتا ہے ۔ (413)

خلع کا باعث اگر خود خاوند کی طرف سے ہو ، تو خاوند کو بیوی سے کچھ لینا مکروہ ہے ، اور اگر خلع کا باعث عورت ہی کی طرف سے ہو ، تو بلا کراہت جائز ہے ۔

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں :۔

وان کان نشوزاً من قبلہ یکرہ لہ ان یاخذ منھا عوضاً ۔(414) اگر ناچاقی شوہر

---

(410) تدبر قرآن ، جلد اول ، ص 492 ۔

(411) حقوق الزوجین ، ص 61 ، 62 ۔

(412) جامع الترمذی ، الجزء الاول ، ابواب الطلاق ، واللعان ، ص 226 ۔

(413) حجۃ اللہ البالغۃ ، حصہ دوئم ، ص 578 ۔

(414) الھدایہ ، الجزء الثانی ، کتاب الطلاق ، باب الخلع ، ص 404 ۔

ب ۔ سید امیر علی : عین الھدیہ ، جلد دوئم ، ص 270 ۔

ج ۔ الفتاوی العالمکیریہ ، المجلد الاول ، ص 488 ۔ وان کان نشوز من قبل الزوج

کی طرف سے ہو، تو اسکیے لئے مکروہ ہے، کہ عورت سے معاوضہ لے۔

خلع سے فقہاء احناف کے نزدیک طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ (415) جس طرح طلاق میں طلاق دہندہ (شوہر) کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے، اس طرح خلع میں بھی شرط ہے، کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی طلاق ہے، جس قدر مال پر خلع ہوا ہے، وہ عورت پر لازم ہوگا۔ (416) علیحدگی کی خواہش چونکہ بیوی کی طرف سے ہے، اور اگر وہ آئیے دن کی ذہنی اور روحانی تکلیفوں سے نجات حاصل کرنے کیلئے اپنا مہر چھوڑ دے، تو کوئی مضائقہ نہیں۔

یوں بھی اگر دیکھا جائے، تو اس مہر کی واپسی کے مطالبہ میں بھی حکمت ہے، وہ یہ کہ یہ خلع کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے، تاکہ اس علیحدگی سے پہلے اچھی طرح غور و فکر کرے، کیونکہ اسے خلع حاصل کرنے کیلئے ثبوت مہیا کرنا ہوگا، ورنہ مہر سے دستبردار ہونا پڑے گا۔

اسلام نے بیوی کو خلع کا حق دے کر اس پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال دی ہے، اسے چاہیے، کہ وہ اسکیے استعمال میں احتیاط سے کام لے، اس احتیاط سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے، کہ اسلام نے زن و شو کے درمیان کس قدر صحیح توازن رکھا ہے، عورت کو خلع کا حق دینے کے ساتھ، چند قیود کا پابند کیا گیا ہے، قرآن حکیم میں اس مختصراً اور جامع آیت میں پورا قانون سمو دیا گیا ہے:

ولا یحل لکم ان تا خذوا مما آتیتموهن شیئاً الا ان یخافا الا یقیما حدود الله فان خفتم الا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما فیما افتدت به تلک حدود الله فلا تعتدوها۔ (417)

اس آیت کی رو سے خلع پر مندرجہ ذیل قیود و شرائط ہیں:-

1۔ خلع ایسی صورت میں ہونا چاہیے، جب کہ حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خطرہ ہو۔ فلا جناح علیهما کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں، کہ اگرچہ خلع بری چیز ہے، مگر ناگزیر حالات میں کوئی برائی نہیں۔

2۔ "افتداء" کیلئے محض دینے والے کی خواہش کافی نہیں بلکہ فدیہ لینے والا بھی راضی ہونا چاہیے۔

3۔ جب عورت خلع لینا چاہیے، تو وہ بھی مرد کے مال کی قربانی گوارا کرے۔

---

*414*ج۔ فلا یحل له أخذ شیءٍ من العوض علی الخلع فی حکم الدیانة فان اخذ جاز، وان کان نشوز من قبلها کرهنا له وان یأخذ اکثر مما اعطاها من المهر۔

(415) الفتاوی العالمکیریة، المجلد الاول، ص 488۔ وقوع الطلاق بائن۔

(416) الهدایة، الجزء الثانی، ص 405، 406۔

(417) القرآن الحکیم، سورة البقرة: 229۔

4 ۔ خلع کے لئے طرفین کی رضا مندی کافی ہے ، متعین حضرات اس میں عدالت کی شرط لگاتے ہیں ، لیکن قرآنی الفاظ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ ۔ اس کی تردید کرتے ہیں ، اسلام گھریلو معاملات کو عدالت میں لے جانا پسند نہیں کرتا ۔
5 ۔ ہاں اگر مرد تشدد بھی کرتا ہے ، خلع بھی منظور نہیں کرتا ، تو پھر عورت کو عدالت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا ، آیت کے الفاظ وان خفتم اولی الا مر کو خطاب کر رہے ہیں ، کیونکہ حدود اللہ کی حفاظت کرنا اولی الا مر کا ہی کام ہے ۔
یہ ہیں ، خلع کے مجمل احکام جس میں حدود اللہ کے ٹوٹنے کے امکان نہیں بتائے گئے ، اور قاضی کو کیا کیا طریق اختیار کرنا پڑے گا ، ان واقعات کی تفصیلات احادیث میں ملتی ہیں ۔ (418) خلع کا سب سے مشہور مقدمہ وہ ہے ، جس میں ثابت بن قیس سے ان کی بیوی نے خلع کیا تھا ۔
من ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ سالت زوجھا طلاقاً غیر بأس فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ ۔ (419)
من ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال المختلعات من المنافقات ۔ (420)
حضرت ابوھریرۃ فرماتے ہیں ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، کہ اپنے شوہروں کی نافرمان عورتیں اور خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں منافق ہیں ، لیکن قانون جس کا کام اشخاص کے حقوق متعین کرنا ہے ، اس پہلو سے بحث نہیں کرتا ، وہ جس طرح مرد کو شوہر کی حیثیت سے طلاق کا حق دیتا ہے ، اسی طرح عورت کو بھی ، بیوی ہونے کی حیثیت سے طلاق کا حق دیتا ہے ، تاکہ دونوں کیلئے بوقت ضرورت عقد نکاح سے آزادی حاصل کرنا آسان ہو ، اور کوئی فریق بھی ایسی حالت میں مبتلا نہ کر دیا جائے ، کہ دل میں نفرت ہو ، جس سے مقاصد نکاح پورے نہ ہوں ۔ (421)
خلع میں بنیادی حیثیت عورت کی صوابدید پر کی گئی ہے ، اگر وہ کسی شخص کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اسے اختیار ہے ، کہ علیحدہ ہو جائے ، حدیث میں آتا ہے ؛ ۔
من ابن عباسؓ ان امراۃ ثابت بن قیس اتتْ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ثابت بن قیس ما اعتبُ علیہ فی خلقٍ ولا دینٍ ولکنی اکرہ الکفر فی الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتردین علیہ حدیقتہ قالت نعم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أقبل الحدیقۃ وطلقھا تطلیقۃ ۔ (422)

---

(418) حقوق الزوجین ، ص 60 تا 63 ۔
(419) جامع الترمذی ، الجزء الاول ، ابواب الطلاق واللعان ، ص 227 ۔
(420) ایضاً ایضاً ایضاً ص 226 ۔
(421) حقوق الزوجین ، ص 59 ، 60 ۔
(422) صحیح البخاری ، الجزء السابع ، کتاب الطلاق والخلع ، ص 60 ۔

1 - اس روایت کی رو سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے ، حدود اللہ کی تفسیر میں وہ شکایات ہیں ، جو ثابت بن قیس کی بیوی سے منقول ہیں ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شکایات کو خلع کے لئے کافی سمجھا ، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شریعت کے مقاصد پر تھی ، جب آپکو یقین ہو گیا کہ عورت کے دل میں نفرت بیٹھ چکی ہے ، تو ان کو ایک دوسرے سے باندھے رکھنا خلع سے زیادہ مہلک نتائج پیدا کر سکتا تھا ، ان سے مقاصد شریعت کے فوت ہونے کا خطرہ ہے ، بس ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہ قاعدۂ کلیہ نکلتا ہے ، کہ خلع کا حکم نافذ کرکے محض اس بات کا تحقیق ہو جانا کافی ہے ، کہ عورت اپنے شوہر کو قطعاً نا پسند کرتی ہے ، اور اسکے ساتھ رہنا نہیں چاہتی ۔

2 - قاضی عورت کو پند و نصائح کرکے خاوند کو راضی کر سکتا ہے ، مگر اسکو مجبور نہیں کر سکتا ، کیونکہ خلع خدا کا عطا کردہ حق ہے ۔

3 - خلع کے مسئلہ میں قاضی کا یہ کام نہیں کہ تحقیق کرے ، کہ آیا عورت واقعی طالب خلع ہے ، یا محض نفسانی خواہش کے لئے علیحدگی چاہتی ہے ، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاءراشدین نے قاضی ہونے کی حیثیت سے سوال کو نظرانداز کر دیا تھا ۔

4 - قاضی کے کہنے پر مرد خلع نہ دے تو قاضی اسکو سزا دے سکتا ہے ۔

خلع اس وقت ہوگا ، جب حدود اللہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہو ، یعنی اگر حقوق و فرائض میں خیانت کا اندیشہ ہو ، یا مقاصد ازدواج ہی فوت ہو رہے ہوں ، تو خلع ضروری ہے ۔

خلع کیلئے عورت کی طرف سے فقط نفرتِ اظہار نا پسندیدگی ہی کافی ہے ، البتہ عورت کی اس نفرت کو دور کرنے کی کوئی تدبیر کرکے اسے خوشگوار تعلقات پر آمادہ کیا جا سکتا ہے ، اگر آمادہ نہ ہو تو مجبور نہیں کیا جا سکتا ، اور اسکا آمادہ نہ ہونا ہی خلع کیلئے کافی ہے ، خلع کے مطالبہ میں باہر کی کوئی شخصیت بھی ، فیصلہ کی حیثیت نہیں رکھتی ، کہ وہ اپنی صوابدید پر عورت کے مطالبہ کو ناجائز قرار دے ، قانونی طور پر عورت اپنے مطالبہ میں اگر طبیعت کی نا پسندیدگی کے سوا اور کوئی سبب بھی پیش نہ کر سکے ، تو بھی وہ حق بجانب ہے ، کیونکہ انکی نفسیات کا اندازہ اسکے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا ۔

" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اسکی حیثیت طلاق جائز ہے ، اور اسکی عدت طلاق کی عدت ہوگی ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت سعید بن مسیّبؒ ، اور امام مالکؒ ، امام ابو حنیفہؒ کی یہی رائے ہے ، لیکن بعض دوسرے حضرات کے نزدیک یہ ایک مستقل معاملہ ہے ، اسلئے اسکی عدت صرف ایک ماہ ہوگی "۔ (423)

---

(423) خالد علوی : اسلام کا معاشرتی نظام ، 1978ھ ، المکتبۃ العلمیۃ ، لاہور ، ص 172 ۔

قرآن حکیم نے بھی طلاق کا بنیادی سبب "شقاق" قرار دیا ہے، وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اھلہ و حکما من اھلھا ان یرید اصلاحاً یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیماً خبیراً ۔ (424)

اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں، تو کھڑا کرو، ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے اگر یہ دونوں صلح چاہیں گے تو اللہ ملاپ کر دے گا، اللہ جانتا اور خبر رکھتا ہے ۔ دوسری جگہ فرمایا :-

وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ وکان اللہ واسعاً حکیماً ۔ (425)

اگر دونوں جدا ہو جاویں، تو اللہ ہر ایک کو محفوظ کرے گا، اپنی کشائش والا ہے، تدبیر جانتا ہے ۔

" شقاق بینھما" کا مطلب یہ ہے، کہ خاوند یا بیوی عہدِ نکاح کو توڑنا چاہتے ہیں، جب وہ اس مقصد میں معاہدہ نکاح کو نبھا نہیں سکتے، ہر ایک کو علیحدگی کا حق ہے، اس کے علاوہ قرآن مجید میں کئی وجوہات ضمناً بھی بیان کی گئی ہیں، ان وجوہات کا ایک ایک کرکے ذکر نہیں کیا، اور نہ ہی چند مخصوص حالات کے ساتھ انکو محدود کیا ہے، کیونکہ اسلام کا وسیع قانون سب قوموں اور سب زمانوں کیلئے ہے۔ اسلئے اسلام طلاق کو چند مخصوص وجوہات کے ساتھ مقید کیسے کر سکتا ہے، یورپ اور امریکہ کی مختلف قومیں جو ایک ہی مذہب کی پیروکار ترقی کے ایک ہی مرحلے پر گامزن ہیں، ان کے وجوہات طلاق متعین نہیں ہو سکتے تو اسلام جیسا عالمگیر مذہب جو تہذیب کے ادنیٰ سے طبقے سے لے کر اعلیٰ طبقے کا مذہب ہو، کیونکر ان وجوہات کو متعین کر سکتا ہے، طلاق کا اصل سبب جسکا قرآن حکیم میں ذکر ہے، جو کم و بیش تمام وجوہات کا نچوڑ ہے، وہ محض یہ فیصلہ ہے، کہ اب زوجین میاں بیوی کے طریق پر نہیں رہ سکتے، نکاح در حقیقت زندگی گزارنے کا ایک عہد ہے، جسے قرآن حکیم میں میثاقاً غلیظا کا نام دیا گیا ہے، یعنی یہ ایک مقدس معاہدہ اور مستحکم قول و اقرار کا نام ہے، جب فریقین میں سے کوئی اپنے آپکو اس ایفائے عہد کے قابل نہ پائے، تو طلاق کی صورت پیدا ہو جائے گی، بلکہ جب یہ ناچاتی اس حد تک پہنچ جائے، کہ زوجین حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں تو پھر طلاق کی نوبت آئے گی ۔

جو اصول طلاق یہاں بیان ہوا ہے، وہ ایک ہمہ گیر اصول ہے، طلاق کے تمام اسباب اس شرط سے مشروط ہیں، کہ فریقین کا آپس میں نباہ نہیں ہو سکتا، اور اسکی بے شمار صورتیں ہو سکتیں ہیں، ان میں سے بعض کو فقہائے کرام نے تفصیلاً بیان کیا

---

(424) القرآن الحکیم ؛ سورۃ النساء : 35 ۔

(425) القرآن الحکیم ؛ سورۃ النساء : 130 ۔

ہے ، مثلاً :-

1- نامرد کی زوجہ -

مثلاً عورت کی رضا مندی یا باپ کی رضا مندی جستجو اور تلاش کے بعد نکاح ہوا ، لیکن شوہر سوءِ اتفاق سے نا مرد نکلا اور باوجود علاج کے کوئی صورت بھی اسکے آرام کی پیدا نہ ہوئی ، ایسی صورت میں شریعت نے اجازت دی ہے ، کہ اگر وہ چاہے تو اس نکارہ زوج سے طلاق طلب کرے ، یا فسخ نکاح کے لئے عدالت میں دعوی دائر کردے - (426)

2- عضو بریدہ شخص -

وہ شخص جس کا عضو تناسل کٹ گیا ہو ، یا وہ جس کا عضو خلقتاً ناکارہ ہو ، ایسے مرد کی عورت اگر مرافعہ کرے ، تو سال بھر کی مہلت نہیں دی جاتی ، بلکہ پہلی ہی درخواست پر اس کو اختیار دیا جائے گا ، کہ خواہ اسکے نکاح میں رہے یا تفریق طلب کرے - (427)

3- مجنون کی بیوی -

اگر جنون کی بیماری میں مرد مبتلا ہے ، اور عورت کو ایذا پہنچاتا ہے ، اور عادت غالبہ سے بھی اندیشہ ہے ، کہ شاید قتل کر بیٹھے یا ناقابل برداشت تکلیف پہنچا دے ، تو اس کا حکم یہ ہے ، کہ اگر زوجہ اس سے علیحدگی چاہتی ہے ، تو عدالت کی طرف سے اسکو اختیار دے دیا جائے - (428)

4- گمشدہ کی بیوی -

اگر عورت کا شوہر لا پتہ ہے ، کوئی خبر نہیں کہاں گیا ، اور کس حالت میں ہے ، تو اسکا حکم یہ ہے ، کہ عورت حاکم مسلم کی عدالت میں مرافعہ کرے ، نکاح کو شہادت شرعیہ سے ثابت کرے ، اور گواہوں کے ذریعے اسکا مفقود اور لا پتہ ہونا ثابت کرے ، پھر حاکم وقت بھی تحقیق کرے ، جب حاکم وقت کو پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو مزید چار سال انتظار کرنا ہوگا ، ان چار سال کے بعد چار ماہ دس دن مدت گزارے پھر دوسری جگہ نکاح کرنے پر اختیار ہوگا - بعض فقہاء نے صرف ایک سال کی شرط لگائی ہے ، یہ

---

(426) مفتی احمد علی سعید ، عورت اسلام کی نظر میں : بار دوئم ، اشرف پریس ، لاہور ، ص 181 -
(427) ایضاً ایضاً ایضاً ، ص 187 -
(428) ایضاً ایضاً ایضاً ص 187 -

تفریق طلاق رجعی ہوگی ۔ اگر خاوند عدت کے بعد آیا تو عورت کو اختیار ہوگا ، کہ نکاح ثانی کرے ۔ (429)

5 ۔ غیر گمشدہ جو بیوی کی خبر گیری نہیں کرتا ۔

اگر کوئی شخص ایسا ہے ، کہ اس کا پتہ معلوم ہے ، ایک سال سے نہ خود آتا ہے ، نہ بیوی کو بلاتا ہے ، نہ خرچ بھیجتا ہے ، نہ خبر گیری کرتا ہے ، نہ طلاق دیتا ہے ، عورت کو پریشانی ہے ، چھٹکارا چاہتی ہے ، تو اس کی صورت یہ ہے ، کہ اولاً تو خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے ، اگر وہ خلع پر راضی نہیں ہوتا ، تو حاکم کی عدالت میں اس کی زوجہ مرافعہ کرے گی ، اور اپنا علم اپنی حالت حلفیہ کو بیان کرے گی ، اس کے بعد حاکم وقت خاوند کو مجبور کر سکتا ہے ، کہ یا بیوی کے حقوق ادا کرے ، یا طلاق دے دو ، اگر وہ ایسا نہ کرے ، تو حاکم خود ان میں تفریق کرا دے گا ۔ (430)

6 ۔ نان و نفقہ کی عدم ادائیگی ۔

اگر کوئی شخص قدرت کے باوجود نان و نفقہ ادا نہیں کرتا ، اسکو تنگ کرتا اور پریشان کرتا ہے ، تو اسکی صورت یہ ہے ، کہ اولاً اس سے کسی طرح خلع کرنے کی کوشش کرے ، یا طلاق لینے کی سعی کرے ، اگر اس میں ناکام رہے ، اور نان و نفقہ کا بھی انتظام نہ ہو سکے ، یا آوارہ اوباش ہونے کی وجہ سے اس کے حقوق ادا نہیں کرتا تو حاکم وقت مسلم کی عدالت میں مرافعہ کرے ، اگر عورت کا دعوی صحیح ثابت ہو تو اسکے خاوند کو کہا جائیگا ، کہ حقوق ادا کرو ، یا طلاق دے دو ، اگر وہ اس بات پر بھی آمادہ نہ ہو ، تو حاکم وقت بغیر کسی مدت و مہلت کے ان دونوں میں تفریق کردیگا ۔ (431)

7 ۔ سخت مار پیٹ کرنا یا بدکاری کی زندگی پر مجبور کرنا ۔

اگر عورت کا شوہر سخت مار پیٹ کرے ، یا بدکاری کی زندگی پر بیوی کو مجبور کرے ، تو وہ حاکم مسلم کے ہاں مرافعہ کرے ، حاکم ایک شخص کو عورت کی طرف سے اور ایک کو مرد کی طرف سے مقرر کرے ، وہ اصلاح اور مصالحت کی کوشش کریں ، اگر نباہ کی صورت نہ نکل سکے ، اور عورت کی خطا ہو تو صلح کروا دے اور اگر مرد کی خطا ہو تو بلا عوض طلاق کیلئے کہیں ، اگر وہ نہ مانے تو حاکم وقت تفریق کا حکم دے دے ۔ (432)

مندرجہ بالا تمام صورتیں "شقاق بینھما" کے تحت آئیں گی ، ایسے حالات میں انصاف کا تقاضا یہ ہے ، کہ دونوں کی علیحدگی کرا دی جائے ، تاکہ یہ لوگ معاشرے میں کسی قسم کا فساد

---

(429) عورت اسلام کی نظر میں ، ص 187 ۔

(430) ایضاً ص 189 ۔

(431) ایضاً ص190 ۔

(432) ایضاً ص 164 ۔

برپا نہ کریں ، اسلام امن پسند اور صلح کا علمبردار ہے ، وہ کسی ایسی حالت کی اجازت نہیں دیتا ، جس میں سوسائٹی کا سکون اور امن خطرے سے ہمکنار ہو ، کیونکہ الفتنہ اشد من القتل کی رو سے فتنہ اسلام کے مفہوم کے بالکل متضاد ہے ، اگر اس دینِ فطرت میں طلاق کی اجازت نہ ہوتی ، تو یقیناً ظلم و ستم حرامکاری ، بہانہ تراشی عیب جوئی جیسے فتنوں کا رونما ہونا ، لازمی تھا ، ایسی صورت میں . بہتر صورت یہی ہے ، کہ زوجین کو آپس میں بادل نخواستہ رکھنے کی بجائے شرعی طور پر علیحدگی کی اجازت دے دی جائے ، تاکہ وہ حدود اللہ کی پیروی کرتے ہوئے ، فطری تقاضوں کی تشکیل کر سکیں، یہ طلاق کا عظیم اور پہلا مقصد ہے ۔ ان اسباب کی رو سے طلاق معاشرے کی دینی اور اخلاقی حد بندیوں کی محافظ ہے ، افراد کے ذہنی سکون کی ضامن ہے ، معاشرے کے سکون اور پاکیزگی کی ذمہ دار ہے ، آئندہ نسلوں کی پاکیزہ ذہنیت کی نگہبان ہے ، بقول عبدالوہاب ظہوری " طلاق کشیدگی پیدا کرنے والے اور زندگی کو تلخ بنانے والے اسباب سے نجات پانے کے لئے بہترین ذریعہ ہے ، تجربات اور مشاہدات سے اس امر پر واضح دلائل و برہان قائم ہو چکے ہیں ۔ (433)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

وان یتفرقا یغن اللہ کلاً من سعتہ وکان واسعاً حکیماً۔

اس پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی مصلحتوں کو تحت اسلام کے اس فطری قانون پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" اشد ضرورت کی حالت کو ستثنیٰ کرنا اور مجبور کن حالات کے پیش آنے پر اس دوامی رشتہ کو منقطع کرنے کی اجازت دینا بھی قرین مصلحت اور عین ثواب ہے ، کیونکہ نکاح کو کسی قدر وسعت دی جائے ، تو یہ واضح طور پر ثابت ہوگا ، کہ بعض حالات میں مختلف اسباب اور علل کی بناء پر ایسی صورتیں بھی پیش آ جاتی ہیں ، کہ میاں بیوی کے تعلقات میں سخت کشیدگی ہو جاتی ہے ، اگر ان کو ایک دوسرے سے الگ نہ کیا جائے ، تو دونوں کیلئے وہ زندگی وبال جان بن جاتی ہے ، اس قسم کے حالات پیش آنے پر سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ، کہ طلاق کو جائز قرار دیا جائے ، ساتھ ہی ڈنکے کی چوٹ پر سوسائٹی کے سب افراد کو بتا دیا جائے ، کہ اس حق کو استعمال کرنا اشد ضرورت کے تحت ہے ، بغیر سخت ضرورت کے پیش آنے سے حق تعالیٰ اسے مبغوض گردانتا ہے ۔ (434)

حاصل کلام یہ کہ اسلام نکاح کے مقدس رشتے کو حتی الامکان استوار رکھنے کی کوشش کرتا ہے ، اسکی کوشش کے باوجود اگر فریقین میں ناچاقی ہو جائے ، اس رشتے کو توڑ دینے کی اجازت بھی دیتا ہے ، لیکن یہ اجازت ناگزیر حالات کے ساتھ مخصوص ہے ،

---

(433) عبدالوہاب ظہوری : اسلام کا نظام حیات ، ص 135 ۔

(434) حجۃ اللہ البالغہ ، حصہ دوئم ، ص 570 ، 571 ۔

پھر طلاق کی بنیاد بھی مخصوص اخلاق اور دینی حدود پر رکھی گئی ہے ، اس میں حد درجہ کا اعتدال آجاتا ہے ، نا ہی بات بات پر اس رشتے کو توڑ کر بازیچہ اطفال بنایا جائے ، اور نہ ہی اسکی حدود کو ناقابل شکست قرار دیا جائے ، بلکہ افراط و تفریط کے درمیان ایسا راہ اعتدال ہے ، کہ اسلام میں طلاق کی اجازت ہوتے ہوئے بھی نہ ہونے کے برابر ہے ، اور مسلمان ممالک میں یورپی ممالک کے مقابلے میں طلاق کا تناسب بہت ہی کم ہے ۔

ظـــہـــار

ظہار میں چونکہ شادی شدہ عورت کی معاشرتی زندگی کے علاوہ اسکی نسوانیت بھی متاثر ہوتی ہے ، اگرچہ احکام مردوں کو دیے گئے ہیں ، مگر دراصل یہ احکام عورت کی نسوانیت کے تحفظ کے سلسلے میں ہیں ۔

لفظ ظہار ظہر سے مشتق ہے ، جس کے معنی پیٹھ کے ہیں ، ایک عرب اپنی بیوی سے کہہ دیتا تھا :-

اَنت علی کظہر امی ۔ (435) تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے ۔

اسکو اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں ، ان الفاظ کے بولتے ہی میاں بیوی کے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں ، مگر عورت کو خاوند کا گھر چھوڑنے کی اجازت نہ تھی ، وہ ایک متروکہ عورت کی حیثیت سے رہتی تھی ، ایک مسلمان اوس بن ثابتؓ نے اپنی بیوی خولہؓ سے اسطرح سلوک کیا تھا ، خولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور اپنے خاوند کی اس بد سلوکی کا اظہار کیا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے ، اس موقع پر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں :-

قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا و تشتکی الی اللہ واللہ یسمع تحاورکما ، ان اللہ سمیع بصیرO الذین یظھرون منکم من نسآئھم ما ھن امھٰتھم ، ان امھتھم الا الّٰیٓ ولدنھم ، وانھم لیقولون منکراً من القول وزوراً ، ، ، ، ، ، ، والذین یظھرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتمآسا ، ذلکم توعظون بہ ، واللہ بما تعلمون خبیرO فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین من قبل ان یتمآسا ، فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکیناً ۔ (436)

---

(435) رد المحتار برحاشیہ الدر المختار ، المجلد الثانی ، ص 574 ۔
ھو لغۃ مصدر ظاھر من امراتہ اذا قال لھا انت علی کظھر امی و شرعاً (تشبیہ المسلم) فلا ظھار (الذمی عندنا) (زوجتہ) ولو کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ (او) تشبیہ ما یعبر عنھا من اعضائھا اُو تشبیہ (جزء شائع منھا بمحرم علیہ تائید) بوصف لا یمکن زوالہ فخرج تشبیھہ باُخت امراتہ او مطلقۃ ثلاثاً ۔ (436) القرآن الحکیم : سورۃ المجادلہ ، 1 تا 4 ۔

دورِ جاہلیت میں ظہار کا رواج تھا ، اور اس سے مقصود ایسی طلاق ہوتی تھی ، جس میں رجوع کی گنجائش نہ ہو ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بعض صحابہ سے بھی یہ چیز سرزد ہوگئی ، تو قرآن پاک میں سورۂ المجادلہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں ، جن میں جاہلیت کی اس رسم یا قانون کے خاتمے کا اعلان کیا گیا ، اور واضح فرما دیا گیا ، کہ تمہاری مائیں وہی ہیں ، جنہوں نے تم کو جنم دیا ہے ، یا تمہیں دودھ پلایا ہے ، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں ، ان کے علاوہ کوئی عورت محض تمہارے کہنے سے تمہاری ماں نہیں بن جاتی ، خصوصاً وہ عورت جس سے تم تعلقِ زوجیت بھی قائم کر چکے ہو ، البتہ اس کے یہ الفاظ کہنے پر شریعت نے ہلکی سی سزا مقرر فرمائی ، تاکہ آئندہ کیلئے وہ ایسی جرأت نہ کر سکے ۔

ظہار کیلئے ضروری ہے ، کہ خاوند اپنی بیوی کو اپنی محرمات عورتوں کے کسی عضو سے تشبیہ دے اگر اپنے باپ یا بیٹے یا دوسرے مرد محارم سے تشبیہ دی تو یہ ظہار نہ ہوگا ۔ (437)

اگر اپنی بیوی سے کہا أنت علی کظهرامی (تو میرے اوپر ایسے ہی حرام ہے ، جیسے میری ماں کی پیٹھ) تو ظہار ہی ہوگا ، اگرچہ طلاق کی نیت کرے ۔ (438)

ظہار میں ضروری ہے ، کہ مظاہر (ظہار کرنے والا) کفارہ کا اہل ہو ، چنانچہ ذمی یا نابالغ یا مجنون کا ظہار کرنا ٹھیک نہیں ہوتا ۔ (439)

ظہار کرنے کی صورت میں اسوقت تک بیوی سے نہ مجامعت کر سکتا ہے ، نہ اسکا بوسہ لے سکتا ہے ، اور نہ شہوت سے اسے مس کر سکتا ہے ، جب تک کہ کفارہ نہ ادا کرے ۔ (440)

جو مرد حضرات زبان کے بل بوتے پر عورت کو تنگ کرتے ہیں ، عورت کا قانونی حق ہے ، کہ وہ ایسی صورت میں خاوند سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے ۔

---

(437) رد المحتار برحاشیۃ الدرالمختار ، المجلد الثانی ، ص 590 ۔

(438) الھدایۃ ، الجزء الثانی ، ص 409 ۔ وقولہ بمحرم صفۃ شخص تعا حل للذکر والانثی فلا شبھھا بفرج ابیہ او قریبہ کان مظاھرا ۔

(439) الفتاوی العالمکیریۃ ، المجلد الاول ، ص 506 ۔

(440) ایضاً ص 506 ۔ الظہار ھو قولہ لامراتہ أنت علی کظھر امی وھو الصحیح ولو شبھھا بأم امرأتہ أو ابنۃ امرأۃ قد زنی بھا یکون ظھاراً ۔ مزید ملاحظہ فرمائیں ۔ ظہار کی بحثوں کیلئے (الفتاوی العالمکیریۃ ، المجلد الثانی ، ص 195 ۔ تا 203)

لعــــــان

لعان کا لغوی معنی ہانکنا اور دور کرنا ہے، اصطلاح شرع میں اس سے مراد وہ چار حلفیہ شہادتیں ہیں، جو میاں بیوی ایک دوسرے کے خلاف دیتے ہیں، اور ایک شہادت میں لفظ لعنت بھی ہوتا ہے، مرد کی شہادت حدِ قذف کے قائم مقام اور عورت کی شہادت حدِ زنا کے قائم مقام تصور کی جاتی ہیں۔ (441)

اس طرح عورت سے قسم لے کر اسکی عزت و آبرو کو تحفظ دیا گیا ہے۔

قذف کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمنین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابداً و اولیک ہم الفسقون ۞ ۔ (442)

یہاں بتایا جا رہا ہے، کہ جو شخص کسی عورت پر زنا کا غلط الزام لگائے، وہ یا تو شہادتوں سے ثابت کرے، ورنہ اس پر اسی کوڑے برساؤ تاکہ آئندہ ایسی بات بلا ثبوت نکالنے کی جرأت نہ کرے۔

یہاں الزام سے مراد ہر قسم کا الزام نہیں بلکہ مخصوص طور پر زنا کا الزام ہے، اور یرمون المحصنت سے بھی یہ اشارہ نکلتا ہے، کہ وہ الزام جو پاکدامنی کے خلاف ہو۔

تمام علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ اس آیت میں صرف الزامِ زنا بیان ہوا ہے، اگرچہ آیت میں تحفظات کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، مگر فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ حکم صرف عورتوں پر الزام لگانے تک محدود نہیں ہے، بلکہ پاک دامن مردوں پر بھی الزام لگانے کا یہی حکم ہے۔ والذین یرمون کا صیغہ اگرچہ مذکر ہے، لیکن یہ صرف مردوں کیلئے خاص نہیں بلکہ عورتیں بھی اگرچہ حد قذف کی مرتکب ہوں، تو وہ اس حکم کی سزا وار ہونگی۔

یہ حکم صرف اس صورت میں نافذ ہوگا، جبکہ الزام لگانے والے نے محصنین یا محصنات پر الزام لگایا ہو، کسی غیر محصن پر الزام لگانے کی صورت میں اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

فعل قذف کے مستلزم سزا ہونے کی لئے صرف یہ بات کافی نہیں کہ کسی نے کسی پر بدکاری کا بلا ثبوت الزام لگایا ہے، بلکہ اس کے لئے کچھ شرطیں قاذف اور مقذوف اور کچھ خود فعل قذف میں پائی جانی ضروری ہیں۔ (443)

---

(441) رد المحتار بر حاشیہ الدر المختار، المجلد الثانی، ص 585 ۔ (حاشیہ)

(ہو) لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن لا بالغضب للنفہ نفسہ قبلہا و شرط (شہادات) أربعۃ کشہود الزنا، شہادتہ (باللعن) و شہادتہا بالغضب لانہنّ یکثرون اللعن فکان الغضب اردع لہا (قائمۃ) شہاداتہ (مقام حد القذف فی حقہ)۔

امام ابن قیمؒ حضانت میں آپؐ کے قضایا کا ذکر کرتے ہیں۔ (444)

جب شوہر اپنی محصنہ بیوی پر الفاظ صریح زنا کی تہمت لگائے یا اس عورت سے ہونے والی اولاد کے متعلق کہے کہ یہ اس (مرد) کی نہیں تو ان صورتوں میں لعان واجب ہوتا ہے، جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ النور کی آیۃ 6۔9 میں کیا گیا ہے، اس کا طریقہ یہ ہے :-

علامہ السمام فرماتے ہیں :-

صفۃ اللعان ان یبتدیُ القاضی بالزوج فیشہد اُربع مرات یقول فی کل مرۃ اُشہد باللہ انی لمن الصادقین فیما رمیتہا من الزنا یقول فی الخامسۃ لعنۃ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین فیما رما ما بہ من الزنا یشیر الیہا فی جمیع ذلک ثم تشہد امرأۃ اربع مرات تقول فی کل مرۃ اشہد باللہ انہ لمن الکاذبین فیما رماني بہ من الزنا وتقول فی المرۃ الخامسۃ غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین فیما رماني بہ من الزنا ۔۔۔۔۔ حتی یقضی بالفرقۃ والذھبیۃ قائمۃ یقع طلاق الزوج علیہا او ظہارہ وایلاءہ ۔ (445)

لعان کے مقدمات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بصیرت افروز ارشادات ملتے ہیں ۔

مثلاً : عن ابی ہریرۃ ان رجلا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ امرأتی ولدت علی فراشی غلاماً اُسود و اُنا اہل البیت لم یکن فینا اُسود قط فقال ہل لک من ابل ؟ قال نعم قال فما الوانہا ؟ قال حمر قال فیہا من اُوراق ؟ قال نعم ، قال فأنی ذلک ، قاصی ان یکون نزعہ عرق ، قال فلعل ابنک نزعہ ۔ (446)

ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے ، کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا ، اور کہا یا رسول اللہ میرے ہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں ، کہا ہاں ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ، ان کا رنگ کیا ہے ؟ کیا سرخ ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، کیا کوئی خاکستری بھی ہے ؟ کہا ہاں ، فرمایا ، وہ کیسے ہوگیا ؟ کہا کوئی رگ ہوگی ، جس کے باعث خاکستری ہوگیا ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، شاید تیرے اس بچے نے بھی کسی رگ کو کھینچا ہو ۔

---

(444) اعلام الموقعین ، الجزء الرابع ، ص 360 ۔

(445) الفتاوی العالمگیریۃ ، المجلد الاول ، ص 516 ۔

ب ۔ الہدایۃ ، الجزء الثانی ، ص 417 ۔

(446) صحیح البخاری بحاشیۃ السندی ، الجزء السابع ، کتاب الطلاق ، باب اللعان ، اذا عرض تبغی الولد ، ص 278 ۔ (ب) اعلام الموقعین ، الجزء الرابع ، فتاوی المفتین فی الظہار واللعان ، ص 352 ۔

ایک حدیث میں ہے :-

عن عبداللہ ان رجلا من الانصار قذف امراتہ فأحلفھما النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم فرق بینھما ۔ (447)

حضرت عبداللہ نے روایت کیا ہے ، کہ انصار کے ایک مرد نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قسم لگائی ، پھر دونوں میں تفریق کرا دی ۔

اگر خاوند لعان سے گریز کرے ، تو اسکو قید کر دیا جائے گا ، یہاں تک کہ لعان کرے ، یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے ، جھوٹ کے اقرار میں اس پر حدِ قذف ہوگی ۔ (448)

جس بیوی پر تہمتِ زنا لگا رہا ہے ، اسکے لئے بھی ضروری ہے ، کہ وہ محدود فی القذف نہ ہو ، اور نہ ہی نابالغ بچی یا پاگل یا زانیہ ہو ۔ (449)

بیوی پر تہمتِ زنا لگانے والے کیلئے یہ بھی ضروری ہے ، کہ وہ عاقل ، بالغ ہو۔ اگر میاں بیوی دونوں یا ان میں سے ایک گونگا ہو ، تو لعان نہ ہوگا ۔ (450)

بچے کی نفی وہی معتبر ہے ، جو پیدائش کے سات دن کے اندر اندر ہو ، یا بوقتِ ولادت ہو ، بعد کی نفی کا اعتبار نہ ہوگا ۔ (451)

شوہر اگر ایک سے زیادہ مرتبہ تہمت زنا لگائے ، تو ایک ہی مرتبہ لعان ہوگا ۔ (452)

بیوی پر اگر طوالت کی تہمت لگائی تو نہ لعان ہوگا ، اور نہ حد ۔ (453)

بخاری شریف جلد ثانی کی کتاب الطلاق میں لعان کے سلسلے میں جو احادیث آئی ہیں ، ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے ، کہ :-

الف ۔ لعان قاضی کے سامنے ہی ہو سکتا ہے ، عورت اور مرد آپس میں یا اپنے عزیزوں کے سامنے لعان نہیں کر سکتے ، اور نہ ہی ایسے لعان سے تفریق ہو سکتی ہے ۔

ب ۔ لعان سے قبل قاضی عورت اور مرد دونوں کو موقع دے گا ، کہ ان میں سے کوئی ایک قصور کا اعتراف کرلے (ظاہر ہے ، ان میں سے ایک تو لامحالہ جھوٹا ہے) جب دونوں اپنی بات پر اصرار کریں ، تب لعان ہے ۔

---

(447) صحیح البخاری بحاشیۃ السندی ، المجلد الثالث ، الجزء السابع ، کتاب الطلاق ، باب احلاف الملاعن ، ص 69 ۔

(448) الھدایہ ، الجزء الثانی ، ص 417 ۔ (449) الفتاوی العالمگیریہ ، الجزء الاول ، ص 516 ۔

(ب) الھدایہ ، الجزء الثانی ، ص 417 ۔

(450) رد المحتار بوحاشیۃ الدر المختار ، المجلد الثانی ، ص 587 ۔ أی بالغا عاقلا ناطقا أما کان صبیا او مجنون أو اخرس فلا حدّ ولا لعان مسبخ لان قذفہ غیر صحیح ۔

(451) ایضاً ایضاً ، ص 591 ۔ و مدتھا سبعۃ أیام عادۃ أشار بہ الی انہ لم یقدر زمنھا بشی کما ھو ظاھر الروایۃ و عن الامام تقدیرہ بثلاثۃ ایام وفی روایۃ الحسن سبعۃ ۔

ج ۔ فریقین کی طرف سے لعان کا فعل تمام ہونے کے خود بخود تفریق
نہیں ہو جائے گی ، بلکہ قاضی ان کے درمیان تفریق کا اعلان کرے گا ۔
د ۔ لعان سے پیدا شدہ تفریق ابدی ہے ، اس معاملہ میں "تحلیل" کا قانون
بھی جاری نہیں ہوتا ۔
عورت سے قسم لے کر اس کو تحفظ دیا گیا ہے ، یہ نہیں ہے ، کہ صرف مرد ہی
سے قسم لے کر عورت کو سزا دے دی جائے ، اگر دونوں اپنی اپنی بات پر مصر ہوں
تو قسم کے بعد دونوں کی باعزت طور پر ہمیشہ کیلئے علیحدگی کروا دی جائے گی ۔

ایـــــــلاء

ایلاء لغۃ باب افعال کا مصدر ہے ، جس کا معنی قسم اٹھانا ہے ، اصطلاحِ شرع
میں اس سے مراد مرد کا اس بات پر قسم اٹھانا کہ وہ چار ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ
اپنی بیوی کے قریب نہ جائے گا ، (جماع نہ کرے گا) ۔ (454)
اصل جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی ، کہ بعض اوقات غصہ میں آکر یا
عورت کو محض تنگ کرنے کی خاطر قسم کھا لیتے کہ میں عمر بھر اپنی بیوی سے ہمبستر
نہیں ہونگا ، اور کبھی ایک طویل مدت کیلئے ، اس طرح کی قسم کھا لیتے ، عورتوں کے
حق میں سراسر یہ ظلم تھا ، نہ تو انہیں بیویوں کے حقوق حاصل ہوتے ، اور نہ ہی
پہلے خاوندوں سے آزاد ہوتیں ، کہ کہیں نکاح ثانی کر سکیں ، اللہ تعالی نے اس
طرح کی قسم اٹھانے میں مدت کی تحدید فرما دی فرمایا :۔
للّذین یولون من نساءھم تربص اربعۃ اشھر فان فاءو ا فان اللہ غفور رحیم ۔ (455)
مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :۔ کہ
"ایلا" شروع میں اسکو کہتے ہیں ، کہ مرد عورت کے پاس جانے سے چار مہینے
یا زائد کے لئے یا بلا قیدِ مدت قسم کھا لے اور چار ماہ سے کم ایلاء نہ ہوگا ۔ (456)

---

(452) الفتاوی العالمکیریہ ، المجلد الاول ، ص 514 ۔
اذا قذف امراتہ مرات فعلیہ لعان واحد ۔
(453) الفتاوی العالمکیریہ ، المجلد الاول ، ص 515 ۔
اذا قذف الرجل امراتہ بالزنا وھی ممن لا یحد قاذفھا لا یجری بینھما اللعان ۔
(454) الفتاوی العالمکیریہ ، المجلد الاول ، ص 476 ۔ الا یلاء منع النفس عن قربان
المنکوحۃ منعا موکدا بالیمین باللہ اَو غیر طلاق اَو عتاق اَو صوم اَو حج اَو نحو ذلک مطلقاً
اَو موقتا باربعۃ اشھر فی الحرار ۔
(455) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 226 ۔
(456) مولانا محمود حسن و شبیر احمد عثمانی : عکسِ قرآن مجید : مترجم و محشّٰی ، کراچی 1395ھ ، ص 45 ۔

مولانا مودودی اپنی کتاب 'حقوق الزوجین' میں لکھتے ہیں :- کہ

عورت کے داعیاتِ نفس کو پورا کرنے سے کسی عذرِ جائز کے بغیر اعراض کرنا (عذر جائز سے مراد مرد یا عورت کی بیماری یا مرد کا حالتِ سفر میں ہونا یا کوئی ایسی صورت پیش آجانا، جس میں مرد اپنی بیوی کی طرف رغبت نہ کر سکے، اگرچہ رغبت رکھتا ہو) جس کا مقصد اسکو سزا دینا، اور تکلیف پہنچانا ہو، اسکے لئے قانونِ اسلام نے زیادہ سے زیادہ چار ماہ کی مدت رکھی ہے، اس مدت کے اندر مرد پر لازم ہے، کہ اپنی بیوی سے تعلقِ زن و شوہر قائم کر لے، ورنہ انقضائے مدت کے بعد اسکو مجبور کیا جائے گا، کہ عورت کو چھوڑ دے۔ (457)

اس مسئلہ میں بعض فقہاء نے حلف کی شرط لگائی ہے، یعنی اگر شوہر نے بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تب تو ایلاء ہوگا، اور یہ حکم جاری کیا جائے گا، لیکن اگر قسم نہیں کھائی تو خواہ وہ بیوی سے ناراض ہو کر دس برس بھی اس سے علیحدہ رہے، اس پر ایلاء کا اطلاق نہ ہوگا، لیکن یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ازدواجی قانون کا اہم ترین مقصد اخلاق اور عصمت کی حفاظت ہے، ایک مرد اگر بیوی سے ناراض ہو کر دوسری بیوی کر لے تو وہ اس طرح اپنے آپ کو بدکاری سے بچا سکتا ہے، لیکن وہ عورت جسے اسکے شوہر نے خواہشاتِ نفس کی تسکین سے مستقل طور پر محروم کر رکھا ہے، کس طرح اپنے اخلاق کی حفاظت کر سکتی ہے، جب تک کہ اس کا شوہر اسکی طرف رجوع نہ کرے، کیا شارع علیہ اسلام کے احکام سے یہ توقع کی جا سکتی ہے، کہ ایسی عورت کے شوہر نے اگر اس سے الگ رہنے کی قسم کھائی ہو، تب وہ اسکے اخلاق کی حفاظت کا بندوبست کریگا، ورنہ اسے غیر محدود مدت تک بد اخلاقی کے خطرے میں مبتلا چھوڑ دے گا، ان وجوہ کی بناء پر فقہائے مالکیہ کے مسلک پر عمل ہونا چاہیے، جو فرماتے ہیں :- کہ

" اگر شوہر بیوی کو تکلیف دینے کی نیت سے مباشرت ترک کر دے، تو اس پر بھی ایلاءٔ ہی کا حکم لگایا جائے گا، اگرچہ اس نے قسم نہ کھائی ہو۔ کیونکہ ایلاء پر پابندی عائد کرنے سے شارع کا مقصد ضرار کو روکنا ہے، اور یہ علت اس ترک مباشرت میں بھی پائی جاتی ہے، جو حلف کے بغیر بقصد ضرار کیا جائے۔ (458)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

یایھا الذین آمنوا لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہاً ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما آتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیاء ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیرا۔ (459)

---

(457) حقوق الزوجین، ص 34- (458) حقوق الزوجین، ص 34 تا 37-

(459) القرآن الحکیم، سورۃ النساء 19

اس پر مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں :۔

" شریعت ایسے بگاڑ کو پسند نہیں کرتی کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں بندھے رہیں ، مگر عملاً ایک دوسرے سے اس طرح الگ رہیں ، گویا میاں بیوی ہی نہیں ۔ ایسے بگاڑ کیلئے اللہ تعالیٰ نے چار ماہ کی مدت مقرر کر دی ہے ، یا تو اس دوران اپنے تعلقات درست کرلو۔ ورنہ ازدواج کا رشتہ منقطع کردو ، تاکہ دونوں ایک دوسرے سے آزاد ہو کر کسی دوسرے سے نکاح کرلیں"۔ (460) گویا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے ، کہ اگر اس نے عورت کی طرف رجوع کرلیا اور چار ماہ کے اندر اندر وطی کرلی ، تو حانث (قسم توڑنے والا ہوگا) کفارہ یمین (یعنی قسم کا کفارہ تین روزے یا دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑا دینا ہوگا) اس پر لازم ہوگا ، اور ایلاء اس طرح ساقط ہو جائے گا ۔ (461)

چار ماہ گزرنے کے بعد احناف کے نزدیک خود بخود طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی ۔ (462)

مولی (ایلاء کرنے والا) رجوع کرنا چاہتا ہے ، مگر بوجوہ جماع پہ قدرت نہ رکھ سکتا ہو ۔ (خود یا عورت بیمار ہو ، بیوی چھوٹی ہو یا اتنی مسافت پر ہو کہ چار ماہ میں وہاں نہ پہنچ سکتا ہو) تو زبانی رجوع کرلے اور بہتر ہے ، کہ رجوع پہ گواہ بھی بنالے ۔ (463)

اگر مدتِ رجوع (چار ماہ) میں جماع پر قدرت رکھ سکے ، تو ضروری ہے ، کہ رجوع کے لئے بیوی سے مباشرت کرے ۔ (464)

چار ماہ کی مدت میں میاں بیوی کا اختلاف ہو جائے ، تو میاں کا قول معتبر ہوگا۔ (465)

---

(460) تفہیم القرآن ، جلد اول ، ص 171 ، 172 ۔

(461) الھدایہ ، الجزء الثانی ، ص 402 ۔

(462) الھدایہ ، الجزء الثانی ، ص 402 ۔ مضت أربعة أشهر و بانت منه بتطليقه ثم جامعها بعد ذلک یبطل الإیلاء حتی لو تزوجها بعد ذلک و مضت أربعة أشهر أخرى من غیر جماع لا یقع علیها طلاق آخر ۔

(463) الفتاوی العالمکیریہ ، المجلد الاول ، ص 485 ۔ وان کان المولی مریضاً لا یقدر علی الوطء او کانت مریضة ففیوء ان یقول فئت إلیها فان قال ذلک فهو کالفئ بالوطء فی ابطال حکم الیمین مادام مریضا کذا فی الکافی اذا کان فیؤه بالقول فقال فئت إلیها لا یقع الطلاق علیها بمضی المدة اما الیمین اذا کانت مطلقة فهی علی حالها اذا وطئها لزمه الکفارة وان کانت الیمین موقتة بأربعة أشهر وفاء فیها وطئها بعد الأربعة الأشهر لا کفارة علیه ۔

(464) الفتاوی العالمکیریہ ، المجلد الاول ، ص 485 ۔

(465) ایضاً ایضاً ص 487 ۔

طلاق بحکم قاضی

امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک مذکورہ تین سبب (نا مردی، خصی ہونا اور آلہ تناسل کا کٹا ہوا ہونا) ہی سے تفریق کی جا سکتی ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں، اگر خاوند پاگل ہو یا اسے کوڑھ اور جذام کا مرض ہو تو بھی عورت کو اس بات کا اختیار حاصل ہے، کہ وہ بذریعہ قاضی طلاق حاصل کرلے۔

میاں بیوی کا اگر (خاوند بیمار ہونے یعنی بیوی کے پاس نہ آ سکنے میں) اختلاف ہو جائے، تو دیگر مستورات کے ذریعے عورت کا کنوار پن معلوم کیا جائے گا، اور واقعی کنواری ہوئی تو تفریق کر دی جائے گی، اور اگر کنواری نہ ہوئی تو پھر قاضی تفریق نہ کرے گا۔ (466)

ایلاء کے اس حکم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اسکی علت 100 فیصد وہی ہے جو طلاق کی ہے، عورت کو معلق رکھنے سے علیحدگی اختیار کرنا بہتر ہے، تاکہ حدود اللہ کی پابندی ہو سکے۔ معاشرے میں وہ فساد نہ پھیلنے پائے، جو بری رسوم کا لازمی نتیجہ ہیں، چنانچہ اس طرح میں عورت کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کی گئی ہے۔ کہ جاھلیت کی طرح اسے معلق نہ کرے، بلکہ چار ماہ کے گزرنے کے بعد خود بخود علیحدگی ہو جاتی ہے۔

عدت کے معنی و مفہوم

المنجد عربی اردو میں عدت کا مفہوم کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے،

عدّ (ن) عَدّاً وتعد اداً الشیء شمار کرنا، گننا یا گمان کرنا کہتے ہیں۔

اس طرح عدت کا لفظ تیار کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔

اعدّ للامر تیار کرنا حاضر کرنا۔ العِدّ وہ جاری پانی جو منقطع نہ ہو، کثرت کہتے ہیں۔ العدۃ جماعت، چند تعداد کہتے ہیں۔ اس طرح اس لفظ کا استعمال ان معنوں میں بھی ہوا ہے۔ عدۃ المراۃ، عورت کی طلاق یا شوہر کی وفات پر سوگ کا زمانہ۔ (467)

---

(466) خلاصہ (الھدایہ، الجزء الثانی، ص 399 تا 401)۔

ب۔ محمد ابو زہرہ: الاحوال الشخصیہ، ص 378 تا 380۔

(467) المنجد عربی اردو، ص 780۔ 781۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں 'عدت' کا مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے :

عِـدّت - ع -

ایک معینہ عرصے تک انتظار کرنا جس کے دوران میں بیوہ یا مطلقہ عورتیں سابق نکاح کے فسخ ہو جانے کے بعد نیا نکاح نہیں کر سکتیں - (468)

Encyclopedia of Islam میں عدت کے بارے میں اس طرح بیان کیا ہے : -

"IDDA from the verb Adda, to count, enumerate" (days or menstruations) Arabic term for the duration of widowhood or, rather, the period of Abstention from sexual relations imposed on a widow or a Divorced Women, or a women whose marriage has been annualled, before she may remarry. (469).

مولانا احمد الحجی "احکام المراۃ فی الفقہ الاسلامی" میں فرماتے ہیں : -

فان کانت المراۃ حاملا عند وفاۃ الزوج فانما تعتد بوضع الحمل لما تقدم فی عدۃ الطلاق لقول تعالی ، اولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن - (469-ب) -

مولانا پیر محمد کرم شاہ 'عدت' کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ : -

"اگر خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے دے ، تو بیوی کو یہ اجازت نہیں کہ وہاں سے اٹھے اور جھٹ دوسرے آدمی سے جا کر بیاہ رچالے ، جیسا کہ یہودیوں کے ہاں قاعدہ تھا ، بلکہ اسے حکم ہے ، کہ تین حیض گزرنے کی مدت تک صبر کرے ، اسکے بعد اسکو نکاح کرنے کی اجازت ہے ، اس مدت انتظار کو شریعت میں عدت کہتے ہیں - (470)

عبدالرحمن الجزیری فرماتے ہیں : -

عدت وہ مقررہ مدت ہے ، جس میں نکاح ختم ہو جانے کے بعد عورت کو بے نکاحی حالت میں ٹھہرنا پڑتا ہے ، خواہ وہ نکاح صحیح ہوا ہو ، یا مشکوک نکاح ہو ، لیکن مباشرت ہو چکی ہو ، یا ناکح وفات پا گیا ہو - (471)

مالکیہ کہتے ہیں کہ عدت اس مدت کا نام ہے ، جس میں طلاق پانے ، خاوند کی وفات ہو جانے یا فسخ نکاح کے بعد کسی عورت کا شادی کرنا منع ہے - (472)

---

(468) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، جلد 13 ، ص 2 -

(469) The Encyclopaedia of Islam , Vol-III, P- 1010.

اس طرح مفتی محمد شفیع نے 'عدت' کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے ، "عدت کے لفظی معنی عدد شمار کرنے کے ہیں ، شرعی اصطلاح میں اس مدت کو کہا جاتا ہے ، کہ جس میں عورت ایک شوہر کے نکاح سے نکلنے کے بعد دوسرے نکاح سے ممنوع ہوتی ہے ، اس مدت انتظار کو عدت کہا جاتا ہے - (معارف القرآن ؛ جلد ہشتم ، ص 478) - (469 ب) - احکام المراۃ فی الفقہ الاسلامی ، ص 72 ، 73 -

(470) ضیاء القرآن ، جلد اول ، ص 155-6 " (471) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ، الجزء الرابع ، ص 946 -

(472) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ، الجزء الرابع ، ص 950 -

Charless Hamilton الہدایہ کے انگلش ترجمہ میں 'عدت' کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ :-

" By edit is understood the term of probation incumbent awoman in consequence of the dissolution of marriage after carnal connexion. The most approved defination of edit is the term by the completion of which a new marriage is rendered lawful. (473).

---

*472*ب- بدایۃ المجتہد ، الجزء الثانی ، ص- 72-
وأما النظر فی أحکام العدد ، فانہم اتفقوا علی أن للمعتدۃ الرجعیۃ النفقۃ و السکنی ، وکذلک الحامل لقولہ تعالی فی الرجعیات " اسکنوھن من حیث سکنتم و جدکم " الآیۃ وبقولہ تعالی وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن -
ج - تدبر قرآن ، جلد ہفتم ، ص 436 - 437 -
محمد المرغینانی اپنی کتاب 'الہدایۃ' میں 'عدت' کا مفہوم بیان کرتے ہیں :-
واذا طلق الرجل امراتہ طلاقاً بائناً او رجعیاً او وقعت الفرقۃ بینھما بغیر طلاق، وھی حرۃ ممن تحیض فعدتھا ، ثلاثۃ أقراء - (الہدایہ ، باب العدۃ ، الجزء الثانی ، ص 422) -
مزید ملاحظہ فرمائیے : مولانا خرم علی و مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی ، (در مختار ، 1398ھ ، ایجوکیشنل پریس کراچی ، جلد دوئم ، کتاب الطلاق ، باب العدۃ ، ص 240 -)
(473) Charless Himilton : Hedaya, Vol. I Book Diverce, Chap. of the Edit,P-125.
مزید ملاحظہ فرمائیے (ڈاکٹر تنزیل الرحمن: مجموعہ قوانین اسلام ، طبع دوم ، تحقیقات اسلامی پریس ، اسلام آباد ، جلد دوئم قانون طلاق ، باب عدت ، ص 745 -)
" شریعت اسلام میں 'عدت' وہ ایام ہیں ، جو عورت پر شوہر کی ملک تمتع زائل ہونے کے بعد اسکو انتظار میں گذارنے لازم ہوتے ہیں ، بشرطیکہ شوہر نے اس سے صحبت کی ہو ، یا خلوت صحیحہ ہو گئی ہو ، یا شوہر مر گیا ہو ، چنانچہ جس عورت سے نکاح بالشبہ کی صورت میں صحبت کی گئی ہو ، اس پر بھی عدت کے احکام نافذ ہونگے -
الف - 1 بیوہ کی عدت : (الہدایہ ، الجزء الثانی ، ص 423 پر ہے) وعدۃ الحرۃ فی الوفات أربعۃ أشہر وعشر -

المختصر نکاح ہوجانے کے بعد خواہ وہ شوہر کی وفات سے ہوا ہو، یا طلاق سے، یا خلع سے، یا ایلاء وغیرہ سے ایک معینہ مدت تک عورت نہ کسی سے نکاح کر سکتی ہے، نہ کہیں اپنے گھر سے باہر جا سکتی ہے، بس یہی عدت ہے۔

سورۃ طلاق کی آیت نمبر 1 سے یہ مفہوم متعین ہوگیا، کہ جب کسی عورت کو طلاق دینا ہو تو عدت شروع ہونے سے قبل طلاق دی جائے، اور باجماع امت یہ

ب - صحیح البخاری، المجلد الثالث، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنها زوجها أربعة أشهر و عشر، ص 283 - عن ام حبیبه یقول أنی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یحل لا مرأة تومن بالله و الیوم الآخر ان تحدّ علی میت فوق ثلاث لیالٍ إلا علی زوج أربعة أشهر و عشراً -

بیوہ عورت کی عدت پر مختلف فقہاء کے آراء ملاحظہ فرمایے :-

ج - صحیح البخاری، المجلد الثالث، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنها زوجها أربعة أشهر و عشر، ص 283 -

د - کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة، الجزء الرابع، ص 981، 982، 984، 986، 987، 990، 991 -

2 - مطلقہ کی عدت

الف - تدبر قرآن، جلد اول، ص 488 -

ب - ملک رام باجوہ : وومن ان اسلام، ص 99 -

ج - چارلس ہملٹن : ہدایہ، کتاب الطلاق، باب عدۃ جلد اول، ص 128 -

د - الہدایہ، الجزء الثانی، ص 432 -

س - ڈاکٹر تنزیل الرحمن : مجموعۂ قوانین اسلام، ص 747 -

ش - فقہاء کی رائے مختلف فیہ مطلقہ کی عدت کے ضمن میں ہے (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة، المجلد الرابع، ص 995 - (موطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب قراء اور طلاق کی عدت، اور حائضہ کی طلاق کا بیان، ص 478 -

ص - رشیدہ پٹیل : پاکستانی عورت کی سماجی و قانونی حیثیت، لاہور، اپوا کراچی، ص 2‌6 -

3 - آئسہ کی عدت

- بدایۃ المجتہد، الجزء الثانی، ص 69 -

4 - غیر مدخولہ کی عدت

القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب : 49 -

5 - مستحاضہ کی عدت

الف - بدایۃ المجتہد، الجزء الثانی، ص 70 - والشافعی إنما ذهب فی العارضه أیامها انها تعمل علی معرفتها قیاساً علی الصلوة لقوله علیه الصلوة والسلام للمستحاضه -

ثابت ہوا ، کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا بھی حرام ہے ، اور وجہ حرمت کی دونوں میں یہ ہے ، کہ ان دونوں صورتوں میں عورت کی عدت طویل ہو جائیگی ، جو اس کے لئیے باعث تکلیف ہے ، کیونکہ جس حیض میں طلاق دی ، یہ حیض تو عدت میں شمار نہیں ہوگا ، بلکہ حیض کے ایام پورے ہوں ، اور مذہب ابوحنیفہؒ کے مطابق اسکے بعد کا طہر بھی خالی گزرے گا ، پھر جب دوسرا حیض آئیے تو اسوقت عدت شروع ہوگی ، جس میں بڑی تکلیف ہے ۔ (474) اس لئیے طلاق رجعی میں حکم ہوا :-

لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن ۔ یعنی نہ نکالو انکو انکے گھروں سے اور نہ وہ نکلیں ۔

اس لفظ 'بیوتھن' میں (مکانات) کو ان عورتوں کے بیوت فرما کر اس طرف اشارہ کیا ، کہ جب تک ان کا حق سکنی (سکونت) مرد کے ذمہ ہے ، اس گھر میں اس کا حق بھی ہے ، اس آیہ نے یہ بتا دیا ہے ، کہ یہ حق صرف طلاق دے دینے سے ختم نہیں ہو جاتا ، بلکہ ایام عدت تک عورت کو اسی گھر میں رہنے کا استحقاق ہے ، اور انکا گھر سے نکال دینا ، قبل اتمامِ عدت کے ظلم و حرام ہے ۔ (475)

اگرچہ شوہر بھی اسکی اجازت دے دے ، کیونکہ ایام عدت اس مکان میں گزارنا شوہر ہی کا حق نہیں ، بلکہ حق اللہ بھی ہے ، جو منجانب اللہ معتدہ پر لازم ہے ۔ (476) ۔

ب ۔ موطا امام مالک ، باب المستحاضہ ، ص 465 ۔

6 ۔ خلع والی عورت کی عدت :

الف ۔ موطا امام مالک ، طلاق المختلعۃ ، ص 469 ۔

ب ۔ الھدایہ ، الجزء الثانی ، ص 423 ۔ (بڑھاپا یا صغر سنی کی عدت تین ماہ ہے) ۔

7 ۔ مفقود کی عورت کی عدت کا بیان :

موطا امام مالک ، عدۃ التی تفقد زوجھا ، ص 477 ، 478 ۔

8 ۔ ام الولد کی عدت :

الف ۔ موطا امام مالک ، باب ام الولد اذا توفی عنھا سیدھا ، ص 492 ۔

ب ۔ ایضاً باب عدۃ الامۃ اذا توفی سیدھا اور زوجھا ، ص 492 ، 493 ۔

(474) تفسیر روح المعانی ، الجزء الثامن و العشرون ، ص 129 ۔

(475) محمد محی الدین عبدالحمید : احکام الشرعیۃ فی احوال الشخصیۃ ، ص 460 تا 462 ۔
فھو أن تقضی عدتھا فی منزلھا الذی کانت تقیم فیہ وقت قیام الزوجیۃ ۔۔۔ II وسقطت نفقۃ عدتھا ان کانت لھا نفقۃ ۔

(476) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ہشتم ، ص 480 ۔

عدت کے بارے میں ملک رام باجوہ فرماتے ہیں :-

Malik Ram Bajwa says, Another reason for fixing Iddat is that the divorced should not find herself, suddenly, without home and means of livelihood and should not be put to unnecessary inconvenience..... The Quran therefore, enjoins upon the husband to keep the women in his house for full period of iddat, where she sould be entitled to a decent maintenance.(477)

چنانچہ عدت کے زمانے میں مطلقہ عورتوں کی رہائش کا مکان خاوند کے ذمہ ہے ، وہ اسے گھر سے نہ نکالے ، اور نہ خود اسے نکلنا جائز ہے ، کیونکہ وہ اپنے خاوند کے حق میں رکی ہوئی ہے -

طلاق رجعی کی عدت کے دوران بیوی کو چاہیے ، کہ اپنے خاوند کے سامنے ساؤ سنگھار کرتی رہے ، شاید اسکا دل اسکی طرف مائل ہو جائے ، مگر مطلقہ بائنہ یا بیوہ کو آرائش و زیبائش سے پرہیز کرنا ضروری ہے - ملک رام باجوہ طلاق رجعی کے دوران عدت کے فوائد و مقاصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

Infact, the fixation of three months, as iddat period is essential to bring about a reconciliation between husband and wife, as by living together love between them might be re-kindled, besides, if the husband has divorced her in a fit of anger or a sudden provocation he will have the opportunity of cooling down and reconsidering the matter besides, during the iddat period when the husband has no control over her, he can judge her dispassionately. All these factors operate to bring about reconciliation between them.(478)

وہ عورت جس کو طلاق بائنہ ہوئی ہے ، اور وہ حاملہ نہیں ہے ، علماء کوفہ کے قول کے مطابق اسے رہائش اور خوراک کے اخراجات دیے جائیں گے - امام احمد ، داؤد ، ابو ثور اور اسحاق کا مذہب یہ

---

476 ب - الھدایہ ، الجزء الثانی ، ص 429 - وطلقھا زوجھا کان علیھا ان تعود الی منزلھا لتعتد فیہ -

(477) Malik Ram Bajwa : Women in Islam, P-100.

(478) -Aibi- P-95.

طلاق کی بحث کے ضمن میں مزید ملاحظہ فرمائیے :-

(مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ہشتم ، ص 482 ، 483 -)

طلاق بائن میں نہ نان و نفقہ ہے ، نہ سکنی ہے ، (صحیح مسلم بشرح للنووی ، المجلد الخامس ، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لھا ، ص 96 - قالت طلقنی زوجی ثلاثا فلم یجعل لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا سکنی ولا نفقة -

ہے، کہ اسے کسی قسم کے اخراجات نہیں دیے جائیں گے۔

بعض روایات میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

فقالت طلقها زوجها البتة قالت فخاصمته الى رسول الله صلى الله عليه وسلم في السكنى والنفقة قالت فلم يجعل لى سكنى ولا نفقة و أمرنى ان أعتد فى بيت ابن أم مكتوم ۔ (479)

اس روایت میں سکنی کو ساقط نہیں کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ سکنی کا حکم اللہ تعالی کے عمومی ارشاد کے ماتحت قائم ہے، یعنی : اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ۔

یہ سوال کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے رہائش کے اخراجات دلائے تھے، تو پھر اسے ابن مکتوم کے گھر عدت گزارنے کو کیوں کہا گیا، تو اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے، کہ وہ چونکہ بڑی زبان دراز تھی، اسلئے اسے خاوند کے گھر رہ کر عدت گزارنے سے باز رکھا، وہ فقہاء جن کے نزدیک سکنی و نفقہ دونوں لازم ہیں، ان کے نزدیک سکنی تو اللہ تعالی کے مندرجہ بالا ارشاد سے ثابت ہے، اور نفقہ قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت سے :۔

لينفق ذو سعة من سعته، ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما اتاه الله ۔ (480)

اس پر علامہ ابن رشد فرماتے ہیں :۔

واما أن يخص بهذا العموم حديث فاطمة المذكور و أما التفرقة بين ايجاب النفقة والسكنى فعسير، ووجه عسره ضعف دليله ۔ (481)

سکنی اور نفقہ میں فرق کرنا بڑا مشکل ہے، اور جس نے یہ مذہب اختیار کیا، کہ سکنی ہو، اور نفقہ نہ ہو، اسکے مذہب کی بنیاد کمزور ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے :۔

وان كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى يضعن حملهن ۔ (482)

اس آیہ میں بتایا گیا ہے، کہ مطلقہ عورتیں اگر حاملہ ہوں، تو اسکا نفقہ اس وقت تک شوہر پر لازم ہے، جب تک کہ حمل پیدا ہو ۔۔۔، اس لئے مطلقہ حاملہ کے متعلق پوری امت کا اجماع ہے، کہ اسکا نفقہ اسکی عدت جو وضع حمل ہے، پوری ہونے تک شوہر پر واجب ہے، باقی جو مطلقہ حاملہ نہیں ہے، اگر اسے طلاق رجعی دی گئی ہے،

---

(479) صحیح مسلم بشرح للنووی، المجلد الخامس، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها، ص 96 ۔

(480) القرآن الحکیم، سورۃ الطلاق : 7

(481) بدایۃ المجتہد، الجزء الثانی، ص 72 ۔

(482) ایضاً ایضاً ایضاً ۔ و أما النظر فى أحكام العدد،

فانهم اتفقوا على أن للمعتدة الرجعية النفقة والسكنى، وكذلك الحامل لقوله تعالى فى الرجعيات " اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم " الآية ۔ لقوله تعالى وان كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى يضعن حملهن ۔ (ب) تدبر قرآن، جلد ہفتم، ص 436۔437 ۔

تو اسکا نفقہ عدت بھی شوہر پر باجماع امت واجب ہے ، وہ عورت جس نے خلع وغیرہ کے ذریعے اپنا نکاح فسخ کرایا ہو ، اسکے متعلق امام شافعیؒ و احمدؒ اور بعض دوسرے آئمہ کا قول یہ ہے ، کہ انکا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے ، اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا نفقہ بھی شوہر پر لازم ہے ، انکے نزدیک جس طرح حق سکنٰی تمام مطلقات کے لئے واجب ہے ، اسی طرح نفقہ بھی ہر قسم کے مطلقات کے لئے واجب ہے ۔ (483)

سورہ طلاق کی آیہ 6 میں ہے ، اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہیں ، اور پھر حمل سے بچہ پیدا ہوگیا ، تو ان کی عدت وضع حمل کی وجہ سے پیدا ہوگی ، اس لئے اسکا نفقہ تو شوہر پر لازم نہیں رہا ، مگر جو بچہ پیدا ہوا ہے ، اگر مطلقہ ماں انکو دودھ پلائے گی تو دودھ پلانے کا معاوضہ لینا اور دینا جائز ہے ، ایامِ عدت میں عورت کا نفقہ جس طرح بحالتِ نکاح شوہر پر لازم ہے ، عدت میں بھی واجب ہے ، البتہ جب وضعِ حمل کے ذریعے عدت ختم ہوگئی ، اور عورت آزاد ہوگئی اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں رہا ۔ اگر یہ بچے کو دودھ پلائے گی ، تو آیت مذکورہ کے تحت اسکا معاوضہ لینے اور دینے کو جائز قرار دیا ہے

واتمروا بینکم بمعروف ۔ اگر وہ تمہارے بچے کو دودھ پلاتی ہیں ، تو اسکا معاوضہ دو ، اور اس معاوضے سے متعلق باہمی مشورہ سے ایک قرار داد طے کرلو ۔

---

(483) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ہشتم ، ص 409 ۔

عدت کی اقسام تین ہیں ، حاملہ کی عدت ، بیوہ کی عدت اور قروء کی عدت ۔

كتاب الفقه على المذاهب الاربعه ، الجزء الرابع ، ص 955 ۔ حاملہ کی عدت

الهدایه ، الجزء الثانی ، ص 423 ۔

صحیح البخاری ، المجلد الثالث ، کتاب الطلاق ، باب اولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن ۔ ص 73 ۔

عن أم سلمة ، زوج النبي صلى الله عليه وسلم أن امرأة من أسلم يقال لها ، سبيعة كانت تحت زوجها ، توفي عنها ، وهي حبلى فخطبها ابو السنابل بن بعكك فأبت ان تنكحه فقال والله ما يصلح ان تنكحيه حتى تعتدي آخر الأجلين فمكثت قريباً من عشر ليال ثم جاءت النبي صلى الله عليه وسلم فقال أنكحي ۔

اسی طرح ایک اور حدیث ہے : عن ابی السنابل قال وضعت سبیعة حملها بعد وفاة زوجها بثلاثة و عشرين او خمسة و عشرين ليلة فلما تعلت تشوفت للأزواج فعيب ذلك عليها ، فذكر ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما يمنعها قد انقضى أجلها

(بشرح حافظ جلال الدين السيوطي : سنن نسائی ، المجلد الثالث ، کتاب الطلاق ،

جو وقت کے دستور اور مرد کے معیار زندگی کے مطابق ہو۔ (484)

ثبوت نسب

کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے، زیادہ سے زیادہ مدت میں فقہاء کے اندر اختلاف ہے، امام مالکؒ 5 سال، امام شافعیؒ چار سال اور حنابلہ اور حنفیہ دو سال کے قائل ہیں۔ (485)

عن أبی سلمة بن عبدالرحمن انہ سئل عبدالله ابن عباس و ابو ھریرة عن المرأة الحامل یتوفیٰ عنھا زوجھا فقال ابن عباس، آخر الا جلین وقال ابو ھریرة اذا ولدت فقد حلت۔

(موطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب عدة المتوفی عنھا زوجھا اذا کانت حاملة، ص 489 ۔)

حاملہ کی عدت کے بارے میں مختلف فقہاء کا اختلاف ہے۔ (بدایة المجتھد، الجزء الثانی، ص 72)۔

الفقه علی المذاہب الاربعة، الجزء الرابع، ص 956، 957 ۔

احسن صدیقی: احسن المسائل، مترجم کنزالدقائق، ص 148 ۔

شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب حجة اللہ البالغة میں بھی اسی طرح کا ملتا جلتا بیان پیش کیا ہے، جو کچھ اس طرح ہے کہ :۔

" چار مہینے اور دس دن کی عدت مقرر کرنے کا فلسفہ یہ ہے، کہ چار مہینے تک جنین کے اندر روح پھونک دی جاتی ہے، اور وہ پیٹ کے اندر حرکت کرنے لگتا ہے، دس دن کا اضافہ اس لئے ہے، اسکی حرکت اچھی طرح نمایاں ہو جائے، نیز عادةً وضع حمل کی جتنی مدت ہوتی ہے، یہ اسکا نصف ہے، جب کہ حمل کے آثار اس قدر نمایاں ہوتے ہیں، کہ سرسری سی نظر سے دیکھنے والا بھی اسکے ہونے کا یقین کر سکتا ہے۔

اسلئے برأت اور عدم برأت رحم کا حال جو عدت کا مقصد اصلی ہے، با آسانی واضح طور پر معلوم ہو سکتا ہے۔ (حجة اللہ البالغة، حصہ دوئم، ص 584، 585 ۔)

ملک رام باوجوہ اپنی کتاب " وومن ان اسلام " میں حاملہ کی عدت کی حکمت علی یوں بیان کرتے ہیں :۔

The third reason for fixing the period of Iddat is to ensure the legitimacy of the child. At the time of divorce, she may be in the early stages of pregnancy and should a divorce be

دوسرے یہ مدت وقتِ عقد صحیح سے شمار ہوگی ۔ (486) چنانچہ بعد از عقد اگر کوئی عورت چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ جنتی ہے ، تو اسکا نسب ثابت نہ ہوگا ، یعنی یہ بچہ موجودہ خاوند کا نہ ہوگا ، اور چھ ماہ سے زائد میں بچہ جنتی ہے ، تو اسکا نسب ثابت ہوگا ۔ (487)

مطلقہ عورت اگر دو سال کے اندر اندر بچہ جنتی ہے ، تو اس بچے کا نسب طلاق دینے والے ہی کی طرف منسوب ہوگا ۔ (488)

اور اگر دو سال پورے ہونے کے بعد بچہ جنا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا ۔ (489)

'متوفی عنہا زوجہا' جس کا خاوند فوت ہو جائے کے بچہ کا نسب بھی ثابت ہوگا ، جب کہ بچے کی ولادت وفاتِ خاوند کے دو سال کے اندر اندر ہو ۔ (490) بچہ کی ولادت پر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے ، میاں کہے کہ ہماری شادی کو چار ماہ ہوئے ہیں ، اور بیوی کہے کہ چھ ماہ تو بیوی کی بات مانی جائے گی ، اور بچہ اس

---

finalised at this stage and the women remarried soon after it would be defficult to determine the paternity of the child. On the other hand if the women does not marry for three months, and cosserves iddat, then she would reach the quick stage of pregnancy, and the fact of her being with child would be placed beyond doubt. It is laid down that the women should not marry for three months after the declaration of diverce so that the parent age of the off - spring can be correctly determined..... .... Another reason is related to the equitable distribution of once inheritence. The child, if no doubt is attached to his paternity, will be entitled to inherit the property of his real father.

(Malik Ram Bajva : Women in Islam , p-99-100.

الدکتور احمد الحجی الکردی ، احکام المراۃ فی الفقہ الاسلامی ، میں فرماتے ہیں :

فان كانت المراة حاملا عند وفاة الزوج ، فانها تعتد بوضع الحمل كما تقدم فى هذا الباب ، لقوله تعالى ، واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن ، والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء فقد فسر الحنفية القراء بالحيض ، وفسره الشافعية بالاطهر ۔ احکام المراۃ فی الفقہ الاسلامی ، ص 72 ، 73

(484) تدبر قرآن ، جلد ہفتم ، ص 444 ۔

(485) بدایۃ المجتہد ، الجزء الثانی ، ص 72 ۔

ب ۔ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ، الجزء الرابع ، ص 961 ، 962 ، 967 ، 969 ، 971 ۔

(486) الاحوال الشخصیۃ ، ص 411 ۔

میاں کا مولا ـ (491)

---

(488) الهدایه ؛ الجزء الثانی ، ص 409 ۔

ب ـ الفقه علی المذاهب الاربعه ، الجزء الرابع ، ص 960 ۔

(489) الهدایه ؛ الجزء الثانی ، ص 409 ۔

(490) الهدایه ؛ الجزء الثانی ، ص 410 ۔

ب ـ الفقه علی المذاهب الاربعه ، الجزء الرابع ، ص 960 ، 994 ، 967 ، 969 ، 971

(491) الهدایه ، الجزء الثانی ، ص 411 ۔

اسلام کے معاشی نظام میں عورت کے حقوق کا تحفظ

جس طرح اخلاقی اور معاشرتی نظام میں عورت کے حقوق کا تحفظ ہے ، اس طرح معاشی نظام میں بھی عورت کے حقوق کا تحفظ ہے ۔ ارشاد باری تعالی ہے :-

للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن ۔ (492)

یعنی جو کوئی چیز مردوں نے کسب و عمل کے ذریعہ حاصل کی ان کو اس کا حصہ ملے گا اور عورتوں نے سعی و عمل کے ذریعہ حاصل کی ان کو اس کا حصہ ملے گا ۔

سعی و عمل کرنے والے کی محنت ضائع نہ کی جائے گی بلکہ ہر ایک کو بقدر محنت حصہ ملے گا ، مرد ہو یا عورت ۔

اسلام نے عورت پر کوئی معاشی ذمہ داری نہیں ڈالی ، صرف یہی نہیں کہ اس پر اپنی اولاد ، ماں ، باپ ، یا کسی قریب سے قریب تر رشتہ دار کی معاش کا بوجھ نہیں ہے ، بلکہ خود اسکی معاشی ذمہ داری بچپن میں اسکا باپ اٹھاتا ہے ، شادی کے بعد یہ ذمہ داری شوہر پر عائد ہوتی ہے ، اولاد اس قابل نہ ہو تو باپ یا کسی قریبی محرم کو اسکی کفالت کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے ۔ (493)

وراثت میں عورت کا حق رکھا ، ماں باپ ، شوہر اور اولاد کے مال اور جائداد میں اسے یہ حق لازماً ملتا ہے ، بعض اوقات بھائی بہن کے مال میں بھی وہ وراثت کی حق دار ہوتی ہے ، اس طرح شوہر سے اسے مہر ملتا ہے ، وہ ان زیورات اور تحفے تحائف کی مالک ہوتی ہے ، جو شادی یا خوشی کے دیگر مواقع پر اسے دیے جاتے ہیں ، یہ سب کچھ اس کا محفوظ سرمایا ہے ، عورت پر کوئی معاشی بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے ان ذرائع سے جو آمدنی اسے ہوتی ہے ، وہ پوری کی پوری اسکے پاس محفوظ ہوتی چلی جاتی ہے ، جبکہ مرد پر گوناگوں معاشی ذمہ داریاں ہیں ، وہ جو کچھ کماتا ہے ، اس کا بڑا حصہ ان ذمہ داریوں کے ادا کرنے پر اسے خرچ کرنا پڑتا ہے ، عورت اپنے سرمایے کو اسلامی حدود کے اندر تمام نفع بخش کاموں میں لگا سکتی ہے ، اس سے ہونے والی آمدنی پوری کی پوری اس کی ہوگی ، اسکا کوئی دوسرا دعوی نہیں کر سکتا ۔ (494)

اس پر مسٹر جسٹس آفتاب حسین Status of Women in Islam میں لکھتے ہیں :-

Islam, placed woman and man on the same footing in economic independence, property rights and legal process. She might follow any legitimate profession, keep her earnings, inherit property and dispose of her belonging at will." (495).

---

(492) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 32 ۔ (493) مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ ، ص 66 ۔

(494) مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ ، ص 66 ، 67 ۔

اسی طرح مزید مسٹر جسٹس آفتاب حسین Status of Woman in Islam میں لکھتے ہیں :-

The property of a woman as well as her earnings before or after her marriage are exclusively her own and her husband or any other guardian does not have any interest in or claim over it.(496).

مسٹر جوزف گنٹ ، " Woman in Muslim Rural Society " میں فرماتے ہیں :-

The economic benefits she can derive from them in the same way. Rosenfeld claims that neither the mother-in-law nor the daughter-in-law have property, while Canaan says that a woman can acquire property and be protected in her ownership by law. Canaan also stresses that the objects 'the bridge brings with her from her father's house her portion of the dowry, her wedding presents (nugut), remain her own property. No one, not even her husband, may touch them. (497).

اس سلسلے میں مزید صلاح الدین ناسک ، افکار سیاسی مشرق و مغرب میں فرماتے ہیں ، عورت کو املاک رکھنے کا حق ملا ہے ، اسے معاہدے کا حق بھی ہے ، نیز وصیت ہبہ اور تجارت بھی کر سکتی ہے - (497) ب -

سید امیر علی اپنی کتاب - Muhammadan Law میں فرماتے ہیں :-

When she has obtained actual possession over her husband's property under her claim for dower she cannot be dispossessed from it, unless the dower is paid to her or is paid up from the income of property.ﾞ(498)

اسلام میں عورت کے پاس جو کچھ بھی مال ہے ، اسکی ملکیت ، قبضہ و تصرف کے پورے پورے حقوق اس کو حاصل ہیں ، وہ اپنے مال کی خرید و فروخت

---

(495) Status of Woman in Islam, P-464.
(496) Status of Woman in Islam, P-201.
(497) Woman in Muslim Rural Society, P-173.
(497) ب - صلاح الدین ناسک : افکار سیاسی مشرق و مغرب ، 1975ھ ، لاہور ، عزیز پبلشرز ، ص 574 -
(498) S.A. Muhammadan- Law, Vol-II, P-405-409.

رہن و ھبہ کر سکتی ھے، چاھے تو اسے کسی تجارت میں لگا سکتی ھے۔(498) ج
حن میں مداخلت کرنے کا اختیار نہ باپ کو حاصل ھے، نہ شوھر کو اور نہ کسی اور
کو مداخلت کرنے کا اختیار ھو سکتا ھے۔

Islam placed woman and man on the same footing in economical independence, property rights and legal process. She might follow any legitimate profession, keep her earnings, in her property and dispose of her belonging at her own ill. (499).

اسلام اسکو اپنے سرمایے اور آمدنی کا مالک قرار دیتا ھے۔(500) ان سب
کے باوجود نفقہ اس کے شوھر پر واجب ھے۔
عورت پر اگرچہ نان و نفقہ نہیں اور اسکو خاوند کے مال میں جائز حد تک
تصرف کا حق بھی ھے، پھر بھی اسکی ذاتی ملکیت کا انتظام کیا ہے، اسکو اگر وہ
گھریلو ذمہ داریاں نبھانے کے ساتھ اتنی صلاحیت رکھتی ھے، تو کسب معاش کی اسلام نے
اجازت دی ھے۔
اس کے علاوہ عورت کو باپ کی طرف سے وراثت میں حصہ ملتا ھے، بعض حالات
میں بھائی کی طرف سے بھی وراثت کا حصہ ھوتا ھے، پھر اگر وہ بیوی ھے، تو خاوند
کی طرف سے اور اگر ماں ھے تو بھی بیٹے کی جائیداد میں حصہ دار ھے۔
ارشادِ باری تعالیٰ ھے :-
یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساءً فوق
اثنتین فلھن ثلثا ما ترک، وان کانت واحدۃ فلھا النصف، ولابویہ لکل
واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد، فان لم یکن لہ ولد و ورثہ ابوہ
فلامہ الثلث، فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین،
اباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعاً، فریضۃ من اللہ، ان اللہ
کان علیماً حکیماً ○ ۔ (501)

---

(498) ج پردہ، ص 245، 246 ۔

(499) :Status of Women in Islam, P-466.

(500) القرآن الحکیم، سورۃ النساء: 32
للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن ۔

(501) القرآن الحکیم، سورۃ النساء: 11

لہذا اس آیت کے حوالے سے دونوں کے حصے میں فرق رکھا ہے ، اسلئے مرد کے ذمہ جن ضروریات کو پورا کرنا ہے ، وہ عورتوں کے ذمہ نہیں ، اپنے متعلقین کے کھانے پینے اور خرچ اخراجات کی کفالت تجارت اور کسب اس طرح کی مشقتیں ہیں ، جن کی بناء پر ان کی حاجت کے مطابق عورتوں سے دوگنا دلوایا -(502) Encyclopaedia of Religion & Ethics. میں ہے :-

It is said that two women are proved to be equal to the man by the principle of inheritance. The inheritance in the male line generally has been the rule. The Quranic Legislation giving the daughter half as much of the estate as went to a son was an innovation. (503).

اس پر محمد رشید رضا لکھتے ہیں :-

وحکمة جعل نصیب المرأة نصف نصیب الرجل لأن الشرع الاسلامی اوجب علی الرجل ان ینفق علی المرأة فصار یکون نصیب المرأة مساویاً لنصیب الرجل ۔ تارةً و زائداً علیه تارة أخری باختلاف الاموال ۔ (504)

مرد کے مقابلے میں عورت کا حصہ نصف ٹھہرانے کی حکمت یہ ہے ، کہ شریعت اسلامی نے عورت کا خرچ مرد کے ذمہ ڈال دیا ہے ۔ اس طرح بعض اوقات یہ مرد کے مساوی ہوتی ہے ، کہ بغیر کسی محنت کے نصف حصہ میں بھی وہ وراثت کی حقدار ہوتی ہے ، اس طرح شوہر سے اسے مہر ملتا ہے ، وہ ان زیورات اور تحفہ تحائف کی بھی مالک ہوتی ہے ، جو شادی یا خوشی کے دیگر مواقع پر اسے دیے جاتے ہیں ، یہ سب کچھ اسکا محفوظ سرمایہ ہے -(505) عورت پر کوئی معاشی بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے ان ذرائع سے جو آمدنی اسے حاصل ہوتی ہے ، وہ پوری کی پوری اس کے پاس محفوظ ہوتی چلی جاتی ہے ، جبکہ مرد پر گوناگوں معاشی ذمہ داریاں ہیں ، وہ جو کچھ کماتا ہے ، اسکا بڑا حصہ ان ذمہ داریوں کے ادا کرنے پر خرچ کرنا پڑتا ہے ۔

---

(502) ابن کثیر : تفسیر ابن کثیر المجلد الاول ، ص 549 ۔

(503) Encyclopaedia of Religion and Ethics, Vol.VII on Inheritance, P-306.

(504) حقوق النساء فی الاسلام ، ص 21 ۔

(505) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 80 ۔

عورت کی معاشی جدوجہد کے لئے بعض حدود

اسلام نے عورت کو اپنی اور دوسروں کی معاشی فکر سے آزاد کر رکھا ہے ، اس کے باوجود وہ اگر معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینا چاہیں ، تو ضرور حصہ لے سکتی ہیں مگر اس کا گھر اصل توجہ کا مستحق ہے ، وہ اپنی بنیادی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے بعد خاوند کی اجازت کے بغیر کوئی ایسا کام نہ کرے ، جس سے مردوں کے ساتھ اختلاط ہو ، ان ہدایات کی پابندی کیساتھ عورت اپنی قوت و صلاحیت سن و سال حالات و مواقع اور مزاج کے لحاظ سے اسلام معاش کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے ، اس کے ساتھ وہ یہ بھی چاہتا ہے ، کہ عورت یکسوئی کیساتھ خاندانی فرائض انجام دیتی رہے ، اور معاشی مصروفیات کی وجہ سے وہ ان سے بے رخی یا غفلت برتنے پر مجبور نہ ہو جائے ، اس کے لئے اس نے خاندان کی معاشی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے ، اور عورت کو اس سے سبکدوش کر دیا ہے ، کہ دونوں صرف معاشی جدوجہد میں ہی لگ جائیں ، بلکہ مرد معاش کیلئے تگ و دو کرے ، تو عورت گھر کا انتظام سنبھالے اس طرح دونوں مل جل کر باہم تعاون سے خاندان کا نظام چلائیں ۔(506)

مگر اس کے باوجود گھر کے اندر عورت کی مصروفیات کی وجہ سے اسلام نے اس کی معاشی حیثیت کو کمزور نہیں ہونے دیا ، بلکہ اسے مرد سے زیادہ مستحکم رکھا ہے مگر عورت پر کوئی معاشی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ، اسکے علاوہ وراثت میں عورت کا حصہ رکھا ، عورت کے تحفظات کیلئے مولانا مودودی لکھتے ہیں :-

کہ میراث صرف مردوں ہی کا حصہ نہیں ہے ، بلکہ عورتیں بھی ان کی حقدار ہیں ، دوسرا یہ کہ میراث بہرحال تقسیم ہونی چاہیے ، خواہ کتنی ہی کم ہو ، علاوہ ازیں یہ بات بھی اس آیت سے مترشح ہوتی ہے ، کہ وراثت کا قانون ہر قسم کی اموال و املاک پر جاری ہوگا ۔ خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ ۔ ارشادِ ربانی ہے ، للرجال نصیب مما ترک الوالدان والأقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والأقربون مما قل منه او کثر نصیباً مفروضاً ۔(507)

میراث کے معاملے میں یہ اولین اصولی ہدایت ہے ، کہ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہے ، کیونکہ شریعت نے عائلی زندگی میں مرد پر زیادہ معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا ہے ، اور عورت کو بہت سی معاشی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر رکھا ہے ، لہذا انصاف کا تقاضا یہ ہے ، کہ میراث میں عورت کا حصہ مرد کی نسبت کم رکھا جاتا ۔

---

(506) <u>مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ</u> ، ص 65 ۔

(507) القرآن الحکیم ، سورہ النساء ، 7 ۔

B. Aisha Lemu Fatima Heeren "ویمن ان اسلام" میں فرماتی ہیں :-

Another right of the muslim women which is a part of Islamic Law is the right to inherit property, the method of division of inheritance is clearly laid down in the Quran and the genral rule is that women are entitled to inherit half the share given to a man. This may if taken in isolation from other legislation appear to be unfair, however, it must be remembered that in accordance with the verse of the Quran quoted earlier, men are charged with the maintenance of all the women and children in their family, and therefore their necessary obligations of expenditure are far higher than those of women the half share that of a woman inherit may therefore be considered a generous one since it is for her alone. Any such money or property which a women own or any business which she runs is entirely her own and her husband has no right to any of it.(508).

للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن ، مردوں کو ان کے عمل و کسب کا حصہ ملے گا ، اور عورتوں کو ان کے عمل و کسب کا حصہ ملے گا -

حقوق میں اس مساوات کے باوجود صنفی خصائص اور ذاتی صلاحیتوں کے مطابق، اللہ تعالی نے اپنی حکمت بالغہ سے دونوں کے فرائض کا تعین فرمایا۔ اور انکے دائرہ کار مقرر فرمائے ، اس سلسلے میں اللہ تعالی نے نظام تمدن کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ، ایک فرائض منزلی اور دوسرا فرائض تمدنی ، اول الذکر کو عورت کی ذمہ داری قرار دیا ، اور دوسرے کو مرد کی حدیث کے الفاظ میں عورت ربۃ العائلۃ ہے ، اور مرد کفیل حوائج یعنی نوع انسانی کی حفاظت و تکسیر عورت کے ذمے داری قرار پائی ، اور انسانی ضروریات کا انتظام مرد کی ، اس اصول کو پیش نظر رکھ کر اگر آپ دونوں کی جسمانی ساخت پر غور فرمائیں ، تو آپ کو صاف نظر آئے گا ، کہ عورت کو نرم و نازک لطیف جذبات کا حامل بالفطرت منتظم مزاج پیدا کیا گیا ہے ، اس کے برخلاف مرد میں کرختگی ، قوت ، شجاعت اور دلیری ہے ، فطرت کا اس سے مقصود یہ ہے ، کہ دونوں کے باہمی اشتراک اور تعاون سے تمدن و معاشرت کا نظام قائم رہے ، اور کسی پر غیر ضروری بار نہ پڑے -

---

(508) B.Aisha Lemu Fatima Heeren : Women in Islam, Islamic Council of Europe, 1978/1398 A.H. The Islamic Foundation, London. P-22-23.

یہ ہیں ، حدود اللہ اور قرآن کا فیصلہ اور جو شخص اللہ کی حدود کو پامال کرتا ہے ، درحقیقت وہ اپنے آپ پر خود ظلم کرتا ہے ۔ یہ اس لئے کہ فطرت کے قوانین اٹل ہیں ، لہذا جو ان سے انحراف کرے گا ، اسے اس کی سزا بھگتنی ہوگی۔ اگر یقین نہ آئے ، تو مغرب کے نظامِ تمدن کے انتشار کو دیکھ لیجئے کہ انہوں نے مساواتِ مرد و زن کا نعرہ بلند کیا ، عورت کو گھروں کی محفوظ آرام دہ چہار دیواری سے کھینچ کر باہر لائے ، اور اسے کش مکشِ حیات کی بے رحم موجوں کے حوالہ کر دیا ، اس طرح بیچاری عورت پر دہرا بار لاد دیا گیا ، ایک تو اسکی فطری وظائف حمل ، وضع حمل ، رضاعت ، تربیت اولاد ، امورِ خانہ داری کی تربیت و تنظیم اس پر مستزاد فکرِ معاش جس سے مرد آزاد ہو گیا ، کیا یہ عورتوں کو بے وقوف بنانا نہیں ہے ؟ کیا گھر کا انتظام ، بچوں کو جنم دینا ، انہیں دودھ پلانا ، اسکی تعلیم و تربیت کرنا شوہر کے حقوق کی ادائیگی کل وقتی کام نہیں تھے ، کہ ان پر فکرِ معاش کا اضافہ بھی ضروری تصور کیا گیا ؟ نتیجہ یہ ہے ، کہ عدالت میں بیرسٹر عورت فریقِ مخالف پر جرح کر رہی ہوتی ہے ، اور اسکا شیر خوار " بد نصیب " بچہ اسکی توجہ و تربیت کا منتظر جھولے میں پڑا رہتا ہے ، شیرخواری کے عہد کے بعد بچے ، کیو ہاؤسز میں منتقل کر دیئے جاتے ہیں ، اور پھر ماحول و تعلیم میں حس کا نتیجہ یہ ہے ، کہ اولاد کے ساتھ والدین کو وہ عطوفت ہوتی ہے ، جو مطلوب فطرت ہے ، اور نہ اولاد کو والدین کے ساتھ وہ تعلق ہوتا ہے ، جو ہونا چاہیئے ، پھر بڑھاپے میں والدین بھی اولڈ ہاؤسز میں چلے جاتے ہیں ، اور آخر وقت تک اپنی اولاد کو دیکھنے کی آرزو سینے میں دبائے ، انتہائی کرب و اضطراب کے عالم میں دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں ، اس طرزِ عمل کی وجہ سے مغرب میں ، گیلسٹرز کا جو فتنہ برپا ہے ، وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں ۔

؎ حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں ، فطرت کی تعزیریں ۔

مغرب کا خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے ، اسکے معاشرتی اور اخلاقی نظام کا جو حال ہو رہا ہے ، اسکے بارے میں علومِ مادیہ کا افضل ترین عالم زول سلیمان لکھتا ہے :-

" جو عورت اپنے گھر سے باہر کی دنیا کے مشاغل میں شریک ہوتی ہے ، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک عامل بسیط کا فرض انجام دیتی ہے ، مگر افسوس کہ وہ عورت نہیں رہتی "۔(509)

ہنگامی حالات یا ناگزیر صورتوں میں شریعت عورتوں کو زندگی کی جد وجہد میں حصہ لینے کی اجازت بھی دیتی ہے ، تاہم اس نے یہ شرط عائد کی ہے ، کہ شرعی حدود پامال نہ ہوں ، مناسب

---

(509) مسلمان عورت ، ص 35 ۔

ہوگا ، اگر اس موقع پر ہم مفکر پاکستان حکیم مشرق حضرت علامہ اقبال کے خیالات بھی پیش کر دیں :-

" ایک مرتبہ کہنے لگے ، کہ جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی ضرور اپنی غلطی پر پشیمان ہوتی ہے ، عورت پر قدرت نے اتنی اہم ذمہ داریاں عائد کر رکھی ہیں ، کہ اگر وہ ان سے پوری طرح عہدہ برا ہونے کی کوشش کرے ، تو اسے کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہیں مل سکتی ، اگر اسے اس کے اصلی فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگایا جائے ، جنہیں مرد انجام دے سکتا ہے ، تو یہ طریق کار یقیناً غلط ہوگا ، مثلاً عورت کو جس کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت ہے ، ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانون فطرت کی خلاف ورزی ہے ، بلکہ انسانی معاشرہ کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش ہے "۔ (510)

فقیر سید وحید الدین آگے چل کر شمع خانہ یا شمع محفل کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں :-

" ڈاکٹر محمد اقبال اور سید امجد علی انگلستان میں مقیم تھے ، ایک دن ڈاکٹر صاحب لنڈن کی مشہور دکان "سیلف ریجس" پر ضرورت کی چیزیں خریدنے گئے ، اور سیلز گرل کو جرابیں دکھانے کو کہا ، وہ لڑکی تیزی کے ساتھ سامان لینے کے لئے چلی گئی ، جب واپس آئی ، تو ڈاکٹر صاحب پر استغراق کی کیفیت طاری ہو چکی تھی ، وہ یہ تک بھول گئے ، کہ یہاں کیوں آئے ہیں ، کہاں کھڑے ہیں ، اور لڑکی کو انہوں نے کیا آرڈر دیا تھا ، سیلز گرل جب یہ چیزیں لے کر ان کے سامنے پہنچی تو ڈاکٹر صاحب نے اس سے پوچھا ، تم یہاں کس لئے کھڑی ہو ؟ لڑکی یہ سن کر آبدیدہ ہوگئی ، ڈاکٹر اقبال کی باتوں میں اسے غمخواری اور ہمدردی کی جھلک نظر آئی ، اور غمخوار اور ہمدرد کے سامنے ہر کوئی اپنا دکھ درد بیان کرنے کے لئے بیتاب رہتا ہے ، لڑکی بولی میرے والدین کی آمدنی بہت ہی کم ہے ، اس آمدنی میں وہ میری کفالت نہیں کر سکتے ، اس لئے مجھے اپنی اور گھر کی کفالت کے لئے نوکری کرنا پڑتی ہے "۔ یہ سوال کیوں کیا " ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا ، اس خاتون کو تو کسی گھر کی روشنی بننا تھا ، " اولاد کی صحیح تربیت کا فرض انجام دینا تھا ، اس کی تخلیق کا مقصد بازار کی رونق بن کر جرابیں فروخت کرنا تو نہیں تھا ۔ (511)

---

(510) روزگار فقیر ، ص 66 -

(511) ایضاً ، ص 137 ، 138 -

حق ملکیت

دنیا کی بہت سی قومیں وہ تھیں، جس میں عورت کو حقِ ملکیت نہ تھا، اس کا خاندان کی جائیداد میں کوئی حصہ نہ تھا، بلکہ وہ اپنی محنت سے جو کچھ حاصل کرتی، بلکہ اسے بھی باپ، بیٹے شوہر یا خاندان کے دوسرے افراد کی ملکیت سمجھا جاتا۔

مگر اسلام عورت کو وراثت کے نہایت وسیع حقوق دیتا ہے، باپ سے شوہر سے اولاد سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے اس کو وراثت ملتی ہے، نیز شوہر سے اس کو مہر ملتا ہے، ان تمام ذرائع سے جو کچھ مال اس کو پہنچتا ہے، اس میں ملکیت اور قبض و تصرف کے پورے حقوق اسے دیے گئے ہیں، جن میں مداخلت کرنے کا اختیار نہ اس کے باپ کو حاصل ہے، نہ شوہر کو اور نہ کسی اور کو۔

اللہ تعالی کی بالاتر ملکیت کے باعث اور اس کی عائد کردہ حدود کے اندر قرآن شخصی ملکیت کا اثبات کرتا ہے، اس کے نزدیک جائز ذرائع سے حاصل شدہ دولت پر جس طرح مرد کو حق ملکیت حاصل ہے، اسی طرح عورت کو بھی حاصل ہے۔ (512) یہ گویا وہ آزادی ہے، جو اسکے کمانے کے لئے صلاحیت اور جذبہ و جوش فراہم کرتی ہے، اسکے بغیر فرد میں کام کا جذبہ پیدا کرنا خلافِ فطرت ہے۔ (513) اسلام دولت کی انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے۔ (514)

ارشاد ربانی ہے :-

للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون۔ (515)

اقربون سے یہ بات بتائی کہ جس طرح مردوں کو مستحکم وارث سمجھا جاتا ہے، اسی طرح عورتوں اور بچوں کو بھی اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ (516)

وآتیتم احدٰھن قنطاراً فلا تاخذوا منه شیئاً۔ اگر تم نے کسی عورت کو نکاح

---

(512) مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ ؛ ص 35 -

(513) اسعد گیلانی : رسول اکرم کی حکمت انقلاب ، 1981ء ایم فاروق ایسوسی ایٹس لمیٹڈ ، لاہور ، ص 358 -

(514) نجات اللہ صدیقی : اسلام میں عدل اجتماعی ، ص 276 -

(515) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 7 -

(516) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد دوئم ، ص 311 -

کے وقت ڈھیروں مال بھی دیا ہو، تو طلاق دیتے وقت اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔

اگر کوئی شخص محض اپنی طبعی خواہش اور خوشی کیلئے موجودہ بیوی کو چھوڑ کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، تو اس صورت میں اگر وہ اسکو ڈھیروں مال بھی دے چکا ہے، تو اسکے لئے یہ جائز نہیں کہ اس دیے ہوئے مال کا کوئی حصہ طلاق کے معاوضہ میں واپس لے، یا واجب الادا مہر کو معاف کردے۔ (517)

اولم یروانا خلقنا لھم مما علمت ایدینا انعاماً فھم لھا مٰلکون۔ (518)

کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں، کہ ہم ان کے لئے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے مویشی پیدا کیے، اور یہ ان کے مالک ہیں۔

فرمایا کیا وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ہم نے اپنی قدرت و حکمت سے چوپائے بنائے، اور پھر اس کو ان کا مالک بنا دیا، وہ ان پر پوری آزادی سے مالکانہ تصرف کرتے ہیں، اور اپنی تمام ضروریات میں ان کو استعمال کرتے ہیں۔ (519) ارشاد ربانی ہے:-

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ (520)

ایک دوسرے کے مال کو ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ، الا یہ کہ تمہارے درمیان تجارت ہو، آپس میں رضا مندی سے۔

جائز طریقے اگرچہ تجارت کے علاوہ اور بھی ہیں، مثلاً عاریت، ہبہ، صدقہ، میراث وصیت رہن اجارہ۔ (521) ایک شخص کا مال دوسرے کے تصرف میں آنے کی معروف و جاری صورت تجارت ہی ہے، اگر رضا مندی کے ساتھ بیع و شرائع یا ملازمت و مزدوری کا معاملہ ہو جائے، تو اس طرح دوسرے کا مال حاصل کرنا اور اس میں مالکانہ تصرفات کرنا جائز ہے۔ (522)

مندرجہ بالا احکام و ہدایت کے بغیر شخص ملکیت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن لازماً ایک ایسی معیشت کا نقشہ پیش کرتا ہے، جو اپنے تمام گوشوں میں افراد کے حقوق مالکانہ پر مبنی ہے، اسطرح اس میں محنت سے کمائی ہوئی دولت اور بلا محنت کمائی ہوئی دولت (وراثت، ہبہ، اور تحفہ) وغیرہ میں بھی کوئی فرق نظر نہیں آتا، مثلاً یہ

---

(517) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن : جلد دوئم، ص 353۔

(518) القرآن الحکیم، سورہ یٰسین : 71۔

(519) مولانا امین احسن اصلاحی : تدبر قرآن : جلد پنجم، ص 442۔

(520) القرآن الحکیم، سورہ النساء : 29۔

(521) اسلام میں عدل اجتماعی : ص 277۔

(522) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن : جلد دوئم، ص 378۔

ظاہر بات ہے ، کہ جو شخص ماں باپ اولاد اور بیوی شوہر یا بہن بھائی سے میراث پاتا ہے ، جو اس کی محنت کی کمائی ہوئی دولت نہیں ۔ (523) لہذا عورت شرعی ضابطہ کے تحت ماں باپ شوہر یا اولاد وغیرہ سے مال اور جائیداد کے علاوہ وہ اپنی سعی و جہد سے جو دولت حاصل کرے ، وہ اس کی خود مالک ہے ، اس میں اسے تصرف کا پورا حق ہے ، وہ اسے اپنی آزاد مرضی سے اپنی ذات پر شوہر اور بچوں پر والدین اور خاندان کے دوسرے افراد پر خرچ کر سکتی ہے ، نیک کاموں میں اسے لگا سکتی ہے ، وہ جائیداد کی خرید وفروخت ، وقف ، ہبہ اور وصیت کا حق رکھتی ہے ؛ اس میں مداخلت کا کوئی بھی شخص مجاز نہیں ہے ۔ (524)

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی فرماتے ہیں :-

کہ اسلام ایسے قواعد و ضوابط بھی ترتیب دیتا ہے ، جو اسکا فائدہ جماعت کو بہم پہنچانے کے علاوہ ان متوقع نقصانات کا بھی سد باب کرتے ہیں ۔ جو فرد (یعنی عورت) کی آزادیِ مطلق اور اسکو عطا کردہ حقِ ملکیت کے نتیجہ میں سامنے آ سکتے ہیں ۔ (525) مگر انگلستان جیسے مہذب ملک کا یہ حال ہے ، کہ عورت اپنے نام پر کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی ، اس کی ذاتی جائیداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ بھی شوہر کی ملکیت میں آتی ہے ۔ اور اسے اختیار ہوتا ہے ، کہ اسے جیسا چاہے استعمال کرے ۔ عورت کو اتنا بھی حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کیلئے ضروریاتِ زندگی خرید کرے ، یا منگوا بھیجے ۔ (526) مگر اس کے برعکس اسلام میں عورت کا نفقہ ہر حال میں اس کے شوہر پر واجب ہے ، بیوی خواہ کتنی ہی مالدار ہو اسکا شوہر اس کے نفقہ سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا ، اسطرح اسلام میں عورت کی معاشی حیثیت اسقدر مستحکم ہو گئی ہے ، کہ بسا اوقات وہ مرد سے زیادہ بہتر حالت میں ہوتی ہے ۔

مال میں تصرف کا حق

معقول حد کے اندر اپنی ضروریات پر خرچ کرنے اور حلال طریقوں سے کمائی ہوئی دولت کا حصہ جو بچ جائے ، اسلام نے اس پر مرد کیطرح عورت کو بھی تصرف کرنے کا پورا حق دیا ہے ، جیسے انفاق کا مطالبہ مردوں سے بھی ہے ، اور عورتوں سے بھی ۔ (527)

---

(523) ابوالاعلیٰ مودودی : معاشیات اسلام : 1981ء اسمپرنٹ ، ایبٹ روڈ ، لاہور ، ص 75 ۔

(524) مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ : ص 35 ۔

(525) اسلام کا عدل اجتماعی : ص 280 ، 281 ۔

(526) تفسیر ثنائی : جلد اول ، ص 293 ۔

(527) عورت اور اسلام : ص 46 ۔

ارشاد ربانی ہے :۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون و ما تنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم ۔ (528)

خدا تمہارے خرچ کیے ہوئی پیسے پیسے سے با خبر ہے ، تو اطمینان رکھو کہ صبر ضائع جانے والا نہیں ہے ، اگر ایک خرچ کرو گے تو دس گنا سے لیکر 700 (سات سو) گنا تک پاؤ گے ، اور اللہ کا فضل مزید براں ہے ، جس کی کوئی حد نہایت ہی نہیں ۔ (529)

اسی طرح فرمایا :۔

ویسئلونک ما ذا ینفقون قل العفو ۔ (530)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں ، کہ (راہِ خدا میں) وہ کیا خرچ کریں ، کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو ۔

اگر ملت کی حفاظت و مدافعت کیلئے ضرورت پڑے تو اپنی ناگزیر ضروریات سے جو فاضل بچا سکو وہ سب اس جہاد میں قربان کردو اسلام نے یہ چاہا ہے ، کہ ہم اس قربانی و جاں بازی کیلئے اپنی خوشی سے تیار رہیں ۔ (531)

پھر ارشاد فرمایا :۔

والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل و المحروم ۔ (532)

اور وہ لوگ (مرد و عورت) جن کے مالوں میں ایک طے شدہ حصہ ہے ، مرد مانگنے والے اور محروم بھی انہوں نے اپنے مال میں ان کا حصہ مقرر کر رکھا ہے ۔

ایسے سائلوں کے متعلق تحقیق کی زیادہ ضرورت نہیں ہے ، آدمی جو کچھ دے سکے ، دے دے ، نہ دے سکے تو شائستہ طریق سے معذرت کر دے ، ان کو جھڑکنا یا ملامت کرنا جائز نہیں ہے ۔

محروم سے مراد ایسے خود دار ہوتے ہیں ، جو فاقے کرتے ہیں ، لیکن سوال کی زحمت گوارہ نہیں کرتے ، خاص کر ایسے مصیبت زدہ جو پہلے صاحبِ حیثیت رہے ہوں پھر گردشِ روزگار کے ہاتھوں نانِ شبینہ کے محتاج ہو گئے ہوں ، ان کی مدد ضرور کرنی چاہیے ۔ (533)

---

(528) القرآن الحکیم ، سورہ آل عمران : 92 ۔

(529) تدبر قرآن : جلد دوئم ، ص 143 ۔

(530) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 219 ۔

(531) تدبر قرآن : جلد اول ، ص 472 ۔

(532) القرآن الحکیم ، سورہ المعارج : 25 ۔

(533) تدبر قرآن : جلد ہشتم : ص 573 ، 574 ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ ۔ (534)

اور خرچ کرو ، اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو ۔

جو لوگ (مرد و عورت) اللہ کی راہ میں جان و مال کی قربانی دینے سے جی چراتے ہیں ، وہ گمان کرتے ہیں ، کہ وہ اپنے آپ کو خطرات سے بچا رہے ہیں ، دراصل وہ اپنے آپ کو ہلاکت کے جہنم میں جھونک رہے ہیں ، انسان کیلئے زندگی اور بقا کا اصلی خزانہ خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی میں ہے ۔ (535)

قرآن نے اس تعلیم و ہدایت سے معاشرہ میں رضا کارانہ انفاق فی سبیل اللہ کی ایک عام روح پھونک دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا ، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت کی کہ آپ کم از کم انفاق کی ایک حد مقرر کرکے ایک فریضہ کے طور پر اسلامی ریاست کیطرف سے اس کی تحصیل اور تنظیم کا انتظام کریں ، جسے زکوٰۃ کا نام دیا ، اور عوام الناس کو اس کا حکم دیا گیا ہے ۔ (536)

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون ۔ ، نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو رسول اللہ کی اطاعت کرو ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔

اور عورتوں کو مخاطب کرکے فرمایا :-

واقمن الصلوٰۃ وآتین الزکوٰۃ ۔ (537)

اور نماز پڑھتی رہو ، اور زکوٰۃ دیتی رہو ۔

یعنی کرنے کا کام وہ نہیں ہے ، جو جاہلی تہذیب کی علمبردار بیگمات کر رہی ہیں ، بلکہ یہ ہے ، کہ نماز کا اہتمام کرو ، اور زکوٰۃ ادا کرتی رہو ، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں پوری وفاداری کیساتھ سرگرم رہو ، مطلب یہ ہے ، کہ اپنے دائرہ کار گھروں کے اندر اسی نور کو تم پھیلاؤ جس نور کو باہر کی زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ پھیلا رہے ہیں ۔ (538)

"انفاق" کا یہ مطلب مردوں سے بھی ہے ، اور عورتوں سے بھی ، قرآن میں انفاق کرنے والے مردوں اور عورتوں سے اجر عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ان المصدقین والمصدقات واقرضوا اللہ قرضا حسنا یضٰعف لھم ولھم اجر کریم ۔ (539)

بے شک صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو قرض حسنہ دیا ، ان کو بڑھا کر دیا جائیگا اور ان کیلئے بہترین اجر ہے ۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہے ، کہ اسلام نے مردوں عورتوں دونوں کو اپنے مال کے تصرف کا حق دیا ہے ، شرعی قوانین میں عورت کو خود اپنی جگہ پر مکمل شخصیت تسلیم کیا جاتا ہے ، نہ مردوں سے کم نہ مردوں سے زیادہ ۔

---

(534) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 195 ۔ (535) تدبر قرآن ؛ جلد اول ، ص 436 ۔
(536) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 56 ۔ (537) القرآن الحکیم ؛ سورۃ الاحزاب : 33
(538) تدبر قرآن ؛ جلد پنجم ، ص 222 ۔ (539) القرآن الحکیم ؛ سورۃ الحدید : 57 ۔

اسلام کے سیاسی نظام میں عورت کے حقوق کا تحفظ

اسلام نے سیاسی لحاظ سے مرد و عورت کو مکمل طور پر مساوی قرار نہیں دیا ، بلکہ اسکے ایک جزو یعنی اظہار رائے اور مشورہ کا دونوں کو مساوی حق دیا ہے ، جیسا کہ قرآن اور احادیث سے واضح ہے ، کہ مشورہ کا تعلق خواہ گھریلو سیاست سے ہو یا ملکی سیاست سے مرد و عورت کو رائے دہی کا پورا پورا حق ہے ۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات سے پتہ چلتا ہے :

نماز جنازہ کی موجودہ شکل کا مسلمانوں میں رواج نہیں تھا ، حضرت اسماء بنت عمیس نے اسکو حبشہ میں نصاری کے ہاں دیکھا تھا ، انہوں نے اس کا مشورہ دیا ، اور وہ قبول کیا گیا تھا ۔ (540)

اس کے علاوہ بعض سماجی و مذہبی کام بھی عورتوں سے لیے گئے ہیں ۔

(ام ورقہ بنت عبداللہ کہتی ہیں)

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزورھا فی بیتھا و جعل لھا مؤذنا یؤذن لھا وأمرھا ان تؤمَّ اھل دارھا ۔ (541)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملاقات کیلئے ان کے گھر آتے تھے ، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے ایک مؤذن بھی مقرر کر دیا تھا ، کہ آذان دیا کرے ، اور ان کو اپنے گھر والوں کی امامت کا حکم دیا تھا ۔

حضرت عبداللہ بن عمر اپنی ایک لونڈی کو حکم دیتے تھے ، کہ وہ رمضان کی راتوں کی نماز (تراویح) میں ان کے گھر کی عورتوں کی امامت کرے ۔ (542) الف ۔

سیاست میں عورت کے حقوق کا تحفظ

اسلام نے ملکی اور خانگی سیاست میں رائے دہی کا حق مکمل طور پر مردوں اور عورتوں کو دیا ہے ، مگر عورت کو نظام حکومت چلانے کی غرض سے سبکدوش کیا ہے ۔ (542) ب ۔

---

(540) <u>الطبقات الکبرٰی</u> : المجلد الثامن ، ص 281 ۔

أسماء بنت عمیس حین جاءت من أرض الحبشة رأت النصاری یصنعونه ثَمّ ۔

(541) <u>سنن ابوداؤد</u> : المجلد الاول ، کتاب الصلوۃ ، باب إمامة النساء ، ص 162 ۔

(542) ابن حزم : <u>المحلّٰی</u> : الجزء الثالث ، ص 128 ۔

(ب) عن ابن عمر : أنه کان یأمر جاریة له تؤم نساءه فی لیالی رمضان ۔

حضرت ابوبکرہ فرماتے ہیں ، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ھلکت الرجال حین أطاعت النساء (مستدرک ، المجلد الرابع ، ص291) لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ (تحفۃ الاحوذی ، المجلد الثالث ، ص 246)

جہاں تک فطری فرائض کا تعلق ہے ، اگرچہ مردوں اور عورتوں کی بعض صلاحیتوں میں فرق ہے ، کسی میں مردوں کو برتری حاصل ہے ، کسی میں عورتوں کو ان فرائض کی سرانجام دہی کا نتیجہ ہے ، کہ عورت بیشتر وقت کے لئے کسب معاش سے معذور ہو جاتی ہے ، اور اسکی ضروریات کا کفیل مرد ہی ہوتا ہے ، لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ اس سے مرد کو عورت پر کوئی خاص حقوق حاصل ہو جاتے ہیں ۔ (543)

کیا عورت سربراہِ مملکت بن سکتی ہے

مرد "الرجال قوامون علی النساء" مطلق کہا گیا ہے ، "فی البیوت" کے الفاظ استعمال نہیں ہوئے ہیں ، جن کو بڑھائے بغیر اس حاکم کو خانگی معاشرت تک محدود نہیں کیا جا سکتا ، پھر یہ بات مان لی بھی جائے ، تو جسے اللہ نے قوام نہ بنایا ہو ، بلکہ قنوت (اطاعت شعاری) کے مقام پر رکھا آپ اسے تمام گھروں کے مجموعے یعنی پوری مملکت میں قنوت کے مقام سے اٹھا کر قوامیت کے مقام پر لانا چاہتے ہیں ...... ؟

گھر کی قوامیت سے مملکت کی قوامیت تو زیادہ بڑی اور اونچے درجے کی ذمہ داری ہے ، اب کیا اللہ کے متعلق آپ کا گمان ہے ، کہ وہ ایک گھر میں تو عورت کو قوام نہ بنائے گا ، مگر لاکھ لاکھ گھروں کے مجموعہ پر قوام بنائے گا ۔ (544)

---

(543) پرویز : مفہوم القرآن ، لاہور ادارہ طلوع اسلام ، (س ن) ۔ ، جلد اول ، ص 188 ، 189 ۔

(544) ابوالاعلیٰ مودودی : اسلامی ریاست : ص 507 ، 508 ۔ قرآن کے حوالہ سے ملاحظہ فرمایئے ۔

ہد ہد نے آ کر حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ اے پیغمبر خدا میں نے ایک ایسی قوم کو دیکھا ہے ، جو کہ سورج کی پرستش کرتی ہے ، اور اسکے علاوہ ان پر عورت کی حکمرانی ہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے ، کہ سورج کی پرستش کرنا یا سورج کو لائقِ عبادت سمجھنا ، انبیاء کی تعلیم کے منافی تھا ، جس کو ایک معمولی سے پرندہ بھی نہایت حقارت سے بیان کر رہا ہے ، کہ اے پیغمبر خدا ، تمہاری موجودگی میں ایسا کیوں ہو رہا ہے ، یعنی انہیں سورج کی پرستش نہیں کرنی چاہیے ، اس کے علاوہ عورت کی حکمرانی بھی انبیاء کی تعلیم کے منافی تھی ، اگر سابقہ انبیاء کی تعلیمات کی روشنی میں حکمرانی کا جواز ہوتا ، یا ان کی تعلیمات کے برعکس یہ چیز نہ ہوتی تو ہد ہد ہرگز یہ نہ کہتا ، کہ اے اللہ کے نبی ان پر عورت حکمرانی کر رہی ہے ، اس آیہ میں انکا نظامِ حکومت بیان نہیں کیا گیا ، کہ ان کے ہاں کیا طرزِ حکومت تھی ، اور کس نہج پر بلقیس کے اختیارات تھے ، بلکہ عورت کی حکمرانی کسی انداز کی بھی ہو ، خلافِ شرع ہے ۔ حدیث میں ہے : ۔ کہ امام نماز پڑھا رہا ہو ، اگر نماز پڑھاتے پڑھاتے کہیں غلطی سرزد کر بیٹھے تو عورت کو اجازت نہیں کہ وہ بول کر امام کو اسکی غلطی سے آگاہ کرے ، بلکہ ارشادِ نبوی ہے ، کہ وہ الٹے ہاتھوں سے تالی بجا کر امام کو اسکی خطا سے متنبہ کرے گی ، سیدھے ہاتھوں سے تالی

احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات موجود ہیں :-

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت امرء کم خیار کم و اغنیاء کم سمحاء کم و امور کم شوری بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا ۔ (545)

جب تمہارے امرا تمہارے بد ترین لوگ ہوں ، اور جب تمہارے دولتمند بخیل ہوں ، اور جب تمہارے معاملات عورتوں کے ہاتھ میں ہوں ، تو زمین کا پیٹ تمہارے لئیے اس کی پیٹھ سے بہتر ہے ۔ اسی طرح ایک اور حدیث ہے :-

عن ابی بکرۃ قال عصمنی اللہ بشئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما ھلک کسری قال من استخلفوا قالوا بنتہ قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ ۔ (546)

ابی بکر سے روایت ہے ، اللہ تعالی مجھے اس چیز سے بچائے ، جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ، جب کسری ہلاک ہوا تو انہوں نے کہا اس کا جانشین کس کو بنایا گیا ہے ، لوگوں نے کہا اس کی بیٹی کو آپ نے فرمایا ، وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی ، جس نے اپنے معاملے کو عورت کے سپرد کر دیا ۔

اس حدیث کی شرح میں امام شوکانیؒ فرماتے ہیں :-

فیہ دلیل علی ان المراۃ لیست من اھل الولایات ولا یحل لقوم تولیتھا لان تجنب الامر الموجب لعدم الفلاح واجب ۔ (547)

اس میں دلیل ہے ، اس بات کی کہ عورت سرپرستی اور حکومت کی اہل نہیں ہے ، اور کسی قوم کیلئے اس کو سرپرست مقرر کرنا جائز نہیں کیونکہ عدم فلاح اور خسران کو لازم کرنے والے سے پرہیز کرنا ضروری ہے ۔

اس سے اللہ تعالی کے ارشاد "الرجال قوامون علی النساء" کی ٹھیک ٹھیک تفسیر ہوتی

بٹھانا بھی ممنوع ہے ، کیونکہ اس میں نا محرم کے لئیے کشش ہے ، جب عورت نماز میں عام لوگوں سے گفتگو نہیں کر سکتی ، تو نظام مملکت کو چلانے کیلئے ہم اسے کیسے اجازت دیں گے ، کہ وہ نا محرموں سے مشورے کرتی پھرے ۔ اسکے علاوہ ملاقاتیوں کو Reception دیتی پھرے ۔ کیونکہ مرد اور عورت کے اختلاط سے کئی اخلاقی بیماریاں جنم لیتی ہیں ، اسلئے اسلام نے عورت اور مرد کے اختلاط کو ممنوع بلکہ حرام قرار دیا ہے ، جسے ایک مدمد بھی خلاف فطرت تصور کرتا ہوا ، پیغمبر خدا کو شکایت لگا رہا ہے ۔ (القرآن الحکیم : سورہ نمل : 20

(545) جامع الترمذی ، الجزء الثانی ، کتاب الفتن ، ابواب الرویا ، ص 52 ۔

(546) نسائی ، الجزء الثامن ، کتاب آداب ، القضاۃ باب النھی عن استعمال النساء فی الحکم ، ص 227 ۔ (ب) محمد علیم اللہ صدیقی مسلمانوں کا نظم مملکت ، ص 157 ۔

(547) الشوکانی : نیل الاوطار ، الجزء الطاھر ، کتاب الاقضیہ والاحکام ، باب المنع من ولایۃ المراۃ والصبی و من لا یحسن القضاء ، ص 255 ۔

ہے ، اور یہ حکم ملتا ہے ، کہ اس لحاظ سے ملک داری عورت کے دائرہ عمل سے باہر ہے -

عورتوں کے معاملہ میں اسلام کا اصول یہ ہے ، کہ عورت اور مرد عزت و احترام کے لحاظ سے برابر ہیں ، لیکن دونوں کا دائرہ عمل ایک نہیں ، سیاست اور ملکی انتظام اور فوجی خدمات اور اسی طرح کے دوسرے کام مرد کے دائرہ عمل سے تعلق رکھتے ہیں ، اس دائرہ میں عورت کو گھسیٹ لانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا ، کہ یا تو ہماری خانگی زندگی بالکل تباہ ہو جائے گی ، جسکی بیشتر ذمہ داریاں عورتوں سے تعلق رکھتی ہیں ، یا پھر عورتوں پر دوہرا بار ڈالا جائے گا ، وہ اپنے فطری فرائض بھی انجام دیں ، جن میں مرد قطعاً شریک نہیں ہو سکتا ، اور پھر مرد کے فرائض کا بھی نصف حصہ اپنے اوپر اٹھائیں ، ظاہر ہے دوسری صورت ممکن نہیں ہے ، لازماً پہلی صورت ہی رونما ہوگی ، اور مغربی ممالک کا تجربہ بتاتا ہے ، وہ رونما ہو چکا ہے ، آنکھیں بند کرکے دوسروں کی حماقتوں کی نقل اتارنا عقل مندی نہیں ہے۔(548)

انگلستان کی تاریخ سے بھی ہمارے اس دعوی کی تصدیق ہوتی ہے ، اس ملک کی سیاسیات میں 1918ء تک عورتوں کا کوئی دخل نہ تھا ، 1918ء میں پہلی مرتبہ انگلستان میں تیس سال سے زائد عمر کی عورتوں کو حق رائے دہی دیا گیا ، پھر 1928ء میں اس حق کی توسیع کی گئی ، اور 21 سال یا اس سے زیادہ عمر والی عورتوں کو بھی انتخابات میں رائے دینے کی اجازت دی گئی ، اس طرح انگلستان کی تاریخ کے اس عہد میں جو اس کے اصلی فروغ و ترقی کا زمانہ تھا ، عورتیں سیاست سے الگ رہیں ، لیکن جب انگلستان پر زوال اور انحطاط کا دور دورہ ہوا ، تو اس ملک کی عورتیں براہ راست سیاست کے میدان میں اتر آئیں - (549)

المختصر ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر خلفائے اربعہ تک یا اسکے بعد مسلم ریاست کی اسلامی تاریخ میں کبھی بھی واقعہ نہیں ملتا ، کہ کسی عورت نے اپنے آپ کو لوگوں کی نمائندگی کیلئے بطور امیدوار صدارت ، وزارت ، خلافت پیش کیا ہو ، جب ہمیں خیر القرون میں یہ مثالیں نہیں ملتیں تو ہم عورت کو کیسے اجازت دیں ، کہ وہ ملک کی سربراہ بن سکتی ہے -

---

(548) وسائل و مسائل ، جلد چہارم ، 258-

(549) محمد مظہر الدین صدیقی : اسلام کا نظریہ تاریخ ، 1979ء ، لاہور ، الحمرا آرٹ پرنٹرز ، ص 189 -

مزید ملاحظہ فرمایے ، رفیق ڈوگر جاپان نورد " تجزیہ غرورت جاپان " میں لکھتے ہیں ، جاپانی معاشرے کی ترقی کا راز اس بات میں ہے ، کہ عورت کو سربراہی نہیں دی گئی ، 511 ایوان زیریں میں صرف آٹھ خواتین رکن اسمبلی ہیں ، مگر انکا وزیر کوئی نہیں ، دفتروں اور کارخانوں میں نوجوان لڑکیاں سیکرٹری میزبان اور ترجمان کے فرائض انجام دیتی ہیں ، شادی کی اطلاع ملتے ہی ، انکا سربراہ ان سے پوچھے بغیر الوداعی پارٹی کا اعلان کرتا ہے .... ان کے ہاں ایک پروفیسر نہیں ، ملک بھر کی 87 خواتین یونیورسٹیوں میں سے 79 کے سربراہ مرد حضرات ہیں -

(رفیق ڈوگر : جاپان نورد ، اشاعت اول ، لاہور ، دی مینید پبلی کیشنز لمیٹڈ ، 1989ء ، ص 119 ، 120 -

اسلام کے قانونی نظام میں عورت کے حقوق کا تحفظ

معاشرے کے انتشار و فساد میں سب سے زیادہ دخل زنا کو ہے، اس لئے معاشرہ کے استحکام کا انحصار رحمی رشتہ کی پاکیزگی اور اسکے ہر قسم کے اختلال و فساد سے محفوظ ہونے پر ہے، اور زنا اس رشتہ کی پاکیزگی کو ختم کرکے معاشرے کو بمنزل انتشار کی راہ پر ڈال دیتا ہے، جسکا نتیجہ بالآخر یہ ہوتا ہے، کہ پورا معاشرہ ایک پاکیزہ معاشرہ کے بجائے شہوروں، ڈنگروں کا ایک گلہ بن کے رہ جاتا ہے، یہ اختلال و انتشار چونکہ صالح تمدن کی بنیاد کو اکھاڑ دینے والا ہے، اسی وجہ سے تمام آسمانی مذاہب میں زنا کو ایک مستوجب سزا جرم قرار دیا گیا ہے، اسلام نے پہلے ہی مرحلہ سے اس انتشار کو روکنے کے لئے احکام دیے۔ (550)

اس کے باوجود بعض اوقات انسان نفس شیطان کے دھوکے میں مبتلا ہو کر ان حدوں کو توڑ ڈالتا ہے، جن سے آگے بڑھنے سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ شریعت نے ان حدوں کو توڑنے والوں (مرد و عورت) کیلئے عبرت ناک سزائیں مقرر کی ہیں، تاکہ انسان نیکی کی قوتوں کی مدد سے بہیمی اور حیوانی قوتوں کو شکست دے کر، خدا کی خلافتِ الٰہی کا اہل ثابت ہو، یہ جنگ روزِ اول سے جاری ہے، اور قیامت تک جاری رہے گی، ایسا نہیں کیا، کہ عورتوں کو سزائیں دی جائیں، اور مردوں کو ان سزاؤں سے مستثنیٰ کیا جائے۔

عام طور پر سمجھا جاتا ہے، کہ انسان کو جو سزائیں دی جاتی ہیں، ان کی بنیاد عداوت اور نفرت پر ہے، جیسا کہ رومی ایمپائر میں تھا، کہ وہاں مقصود مجرم کی اصلاح یا معاشرہ کی فلاح نہیں ہوتا تھا، بلکہ حکام کے جذبۂ انتقام کو تسکین پہنچانے کیلئے سزائیں دی جاتی تھیں، اسلام میں سزاؤں کی بنیاد شفقت پر مبنی ہیں، جس طرح باپ اپنے بیٹے کو، استاد اپنے شاگرد کو اصلاح کے لئے سزا دیتا ہے، یا ایک طبیب، جراح فاسد مادہ کو بدن سے خارج کرنے کیلئے آپریشن کرتا ہے، اسی طرح سزاؤں کے ذریعے انسان (عورت ہو یا مرد) کی اصلاح کی جاتی ہے، اور اس کے وجود سے بہیمیت اور بدی کا فاسد مادہ نکال دیا جاتا ہے۔ (551)

لفظ "حد" کا استعمال قرآن کریم کی روشنی میں

تلک حدود اللہ فلا تقربوھا۔ (552) تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا و من یتعد

---

(550) تدبر قرآن، جلد پنجم، ص 362۔

(551) مولانا متین ہاشمی: اسلامی حدود، اشاعت 1398ھ، انجمن اصلاح المسلمین، لاہور، ص 4، 5، 6۔

حدود اللہ فاولیک ہم الظلمون O ۔ (553)

سورۃالطلاق میں طلاق و عدت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا : ۔

و تلک حدود اللہ ، و من یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ ۔ (554)

سورۃ المجادلۃ میں ظہار اور اسکے کفارے کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا : ۔

و تلک حدود اللہ ، وللکفرین عذاب الیم O ۔ (555)

سورۃ التوبہ میں منافقین اور کافروں کے لئے دردناک عذاب کی وعید ہے : ۔

الاعراب آشد کفراً و نفاقاً و اجدر الا یعلموا حدود ما انزل اللہ علی رسولہ ، واللہ علیم حکیم O ۔ (556)

احادیثِ مبارکہ میں لفظ " حد " کا استعمال

عن ابن عمرؓ ، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال " اقامۃ حد من حدود اللہ خیر من مطر أربعین لیلۃ ، فی بلاد اللہ عزوجل " ۔ (557)

عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ۔

جس شخص پر حد جاری کی جائے ، تو وہی (اس گناہ کا کفارہ ہے) نہیں تو اس کا اختیار اللہ کو ہے ، چاہے سزا دے چاہے معاف کر دے ۔ (558)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں : حد ذلک الذنب فہو کفارتہ ۔ (559)

حد کی تعریف آئمہ کی نگاہ میں

دو چیزوں کے درمیانُ روک' جو ایک کو دوسرے سے ملنے نہ دے ، یا ایک کو دوسرے

---

(552) القرآن الحکیم ، سورۃالبقرۃ : 187 ۔ (553) القرآن الحکیم ، سورۃالبقرۃ : 229 ۔

(554) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 1 (555) القرآن الحکیم ، سورۃالمجادلۃ : 4

(556) القرآن الحکیم ، سورۃ التوبۃ : 97 ۔

(557) سنن ابن ماجہ ، المجلد الثانی ، کتاب الحدود ، باب اقامۃ الحدود ، حدیث 2537 ، ص 848 ۔

(558) الجامع الصحیح ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، کتاب الحدود ، ص 115 ۔

(559) مسند احمد بن حنبل ، المجلد الخامس ، ص 214 ، 215 ۔

سے جدا کردے ۔

ب) "کسی شے کی انتہا مثلاً زمینوں کی حد ۔"

ج) "دو چیزوں کے درمیان فصل ، ان میں سے ہر ایک کی انتہا اسکی حد ہے ۔" (560)

ابن منظور نے "لسان العرب" میں "حد" کی تعریف یوں کی ہے ، عقوبة مقدرة تحت حق لله ، یعنی جو سزا اللہ کے حق کی حیثیت میں واجب ہوتی ہے ۔ (561)

ڈاکٹر تنزیل الرحمن اپنی کتاب "اسلامی قوانین" میں لکھتے ہیں :-

" حد " عربی زبان کا لفظ ہے ، اس کے لغوی معنی "منع" کرنے یا "روک دینے" کے ہیں ، اس بناء پر دربان کو عربی میں حدّاد کہتے ہیں ، کہ وہ غیر لوگوں کو اندر داخل ہونے سے روکتا ہے ، اور اسی طرح کسی امر کی ایسی تعریف کی جائے ، جو جامع و مانع ہو تو اس تعریف کو بھی "حد" کہتے ہیں ، کیونکہ امر حد کی وہ تعریف ہے ، غیر شے کے داخل ہونے کو مانع ہوتی ہے ، لغوی اعتبار سے جرم کی سزا کو بھی علی الاطلاق حد کہا گیا ہے ، کیونکہ وہ مجرم کو جرم سے باز رکھنے کے سبب ہوتی ہے ، اور اسکو جرم کے ارتکاب سے روکنے کا باعث ہوتی ہے ۔ (562)

جو سزا "حد" کے درجہ تک نہ پہنچے اسے "تعزیر" کہتے ہیں ، "تعزیر" اس جرم میں دی جاتی ہے ، جو "حد" کا باعث نہیں ہوتے ۔ (563)

"حد" شارع کی مقرر کردہ سزا ہے ، اس میں خدا کا حق ہے ، بندے کا کوئی حق نہیں ، اس لئے قصاص کو حد میں کہا جاتا ہے ، کیونکہ اس میں بندے کا حق ہے ۔

انسائکلوپیڈیا آف اسلام میں "حد" کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے :-

"Hadd" (A plural Hudud) Boundary, Limit, stipulations also barrier, obstacle, In the Koran, where it is always found in the plural. It means the "Limits" laid down by God, i.e. the provisions of the law, whether commands or prohibitions.......In Muslim criminal law Hadd means an unalterable punishment prescribed by canon law, which is considered a " right of God ". (HaKK- Allah)(564).

محمد مرتضی الزبیدی فرماتے ہیں :-

کسی چیز کے منتہی کو بھی "حد" کہتے ہیں ، مثلاً حدود الأرضین یا حدود الحرم ۔ (565)

---

(560) اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ ، جلد ہفتم ، ص 952 ۔

(561) لسان العرب ، جلد سوئم ، ص 140 ۔

(562) ڈاکٹر تنزیل الرحمن : اسلامی حدود (حدود قصاص دیت ، تعزیرات) ، دسمبر 1985ء ، ایجوکیشن پریس ، لاہور ، ص 8 ۔

(563) محمد طارق قریشی : مجموعہ اسلامی تعزیری قوانین ، 1983ء ، لاہور ، ص 284 ۔

(564) Encyclopaedia of Islam , Vol.II, London 1927. P-187.

(565) السید محمد مرتضی الزبیدی : تاج العروس ، بیروت 1966ء ، الجزء الثانی ، ص 331 ۔

امام راغب فرماتے ہیں :-

الحد الحاجز بین الشیئین الذی یمنع اختلاط أحدهما بالآخر - (566)

حد دو چیزوں کے درمیان فصل بن جائے، اور ان کو باہم ملنے سے روک دے -

علامہ الشوکانی فرماتے ہیں :-

'حد' کے معنی ہیں ، چیزوں کے درمیان رکاوٹ اور اس شے کو بھی حد کہتے ہیں ، جو دوسری شے سے علیحدہ کردے - اور اسی معنی میں حدود زمین اور حدود دار کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں ، نفس پر بھی حد کا اطلاق ہوتا ہے ، اور فرمان الہی ہے ، کہ :-

و تلک حدود الله فلا تقربوها و فی الشرع عقوبة مقدرة لاجل حق الله فیخرج التعزیر لعدم تقدیره ، والقصاص لأنه حق لآدمی - (567)

ڈاکٹر طفیل احمد ہاشمی اپنی کتاب " اسلامی حدود و تعزیرات " میں لکھتے ہیں :-

الف - حد کی اصطلاح علم کلام و فلسفہ میں تعین کے معنی میں استعمال ہوتی ہے -

ب - ادباء اور صرف و نحو کے ماہرین کے نزدیک " حد " سے مراد المعرّف الجامع المانع (کسی چیز کی ایسی تعریف جو اپنے افراد پر حاوی ہو ، اور غیر کو اس میں داخل نہ ہونے دے -

ج - صوفیوں کی زبان میں " حد " سے مراد خدا اور بندہ کے درمیان وہ فصل ہے ، جو زمان و مکان کی قید کی بناء پر قائم ہو - (568)

---

(566) المفردات فی غریب القرآن ؛ ص 109 -

(567) نیل الاوطار ، الجزء الثامن ، ص 282 ، 283 -

الحد لغة المنع ، ومنه سمی البواب احداد و سمیت عقوبات المعاصی حدود لأنها تمنع العاصی من العود الی تلک المعصیة التی حد لأجلها فی الغالب ، واصل الحد الشیء الحاجز بین الشیئین ، و یقال علی ما میز الشیء من غیره ، و منه حدود الدار والأرض ، و یطلق الحد ایضاً علی نفس المعصیة -

(568) ڈاکٹر طفیل احمد ہاشمی : اسلامی حدود و تعزیرات ، اسلام آباد ، خورشید پرنٹرز ، 1981ء ، ص 40 -

مزید ملاحظہ فرمایئے ؛ محیط المحیط سے ماخوذ ہے ، وحد الشیء عن الشیء ، ص 153 -

عبدالقادر عودہ "حد" کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں :-

والحد هو العقوبة المقدرة حقا لله تعالى أو هو العقوبة المقدرة لمصلحة الجماعة ، وحينما يقول الفقهاء إن العقوبة حق الله تعالى يعنون بذلك أنها لا تقبل الإسقاط من الأفراد ولا من الجماعة ، وهم يعتبرون العقوبة حقا لله كلما استوجبتها المصلحة العامة وهي رفع الفساد عن الناس وتحقيق الصيانة والسلامة لهم ۔ (569)

"حد" سے مراد وہ شرعی سزا ہے ، جو اللہ کی طرف سے مقرر کی جاتی ہے ، اور وہ ایک مقرر کردہ سزا ہے ، جو جماعت کی اصلاح کیلئے نافذ کی جاتی ہے ، اور فقہاء اسلام جب یہ لفظ استعمال کرتے ہیں ، کہ یہ تعزیر اللہ کا حق ہے ، تو اس سے مراد یہ لیتے ہیں ، کہ یہ ایک ایسا حق فرض ہے ، جو کسی فرد یا جماعت سے (ادا کئے بغیر) ساقط نہیں ہوتا ، اور وہ اسے اللہ کا ہی حق قرار دیتے ہیں ، جو عوام کی فلاح و بہبود کیلئے نافذ کیا گیا ہے ، اور یہ لوگوں سے فساد دور کرنے ان کی حفاظت کرنے اور انہیں سلامتی کا حق دیئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ۔

الحد في الاصطلاح

اما في اصطلاح الفقهاء فقد ذكرت له تعريفات كثيرة نكتفي ببعضها ۔

اولاً : احناف کے ہاں حد کی اصطلاحی تعریف

" عرفه السرخسي بقوله : " الحد اسم لعقوبة مقدرة تجب حقا لله تعالى ۔ (570) لانها غير مقدرة كما ان كلا من التعريفين يترتب عليه خروج جريمة القصاص فلا يشملها التعريف لانها من حقوق العباد فيجوز لاهل القتيل العفو عن القاتل ويجوز لمن جرح جرحا ، يوجب القصاص التنازل عن حقه ، وبينما العفو في جرائم الحدود غير جائز ۔ (571)

ثانيا : تعريف الحد عند المالكية

اما عند المالكية فانهم يجمعون بين الحدود والجنايات في تعريف واحد ويتضح ذلك مما ذكر الحطاب في كتابه مواهب الجليل على مختصر خليل حيث قال : " لما فرغ من الكلام على القتل والجرح الذين يكون عنهما ازهاق النفس الذي هو من اعظم الذنوب في حق الآدميين اتبع ذلك بالكلام على الجنايات التي توجب سفك الدماء او ما دونه من العقوبات ۔ (572)

---

(569) عبدالقادر عودہ : التشريع الجنائي الاسلامي ، المجلد الاول ، ص 634 ، 635 ۔

(570) المبسوط ، المجلد التاسع ، ص 36 ۔

(571) ڈاکٹر محمد عبداللہ : الحدود والتعزيرات الشرعية ، ص 5 ، مقالہ پی ، ایچ ، ڈی ۔

واصل الخطاب كلامه قائلا : "الجناية هو ما يحدثه الرجل على نفسه او غيره مما يضر حالا اومالاً والجنايات الموجبة للعقوبات سبع ، البغي ، والردة و الزنا ، والقذف ، والسرقة ، والحرابة ، والشرب" ـ (573)

و يتبين لنا من ذلك ان فقهاء المالكية قد جعلوا الحدود نوعا من انواع الجنايات و هي في الواقع كذلك لان الحدود عقوبات على جنايات تخل بالنّظام العاّم داخل الدولة ، إنما ان تعريف المالكية لم يبين ما اذا كانت العقوبات على جرائم الحدود حق الله ام انها من حقوق العباد ، فالتعريف لا يوضح ذلك ـ

ثالثاً : تعريف عند الحنابلة

اما فقهاء الحنابلة فقد عرفوا الحد بانه "عقوبة مقدرة لتمنع من الوقوع في مثله" ـ (574)

و بالنظر في هذا التعريف يتبين لنا ما يأتي :

الف ـ اتفق فقهاء الحنابلة مع فقهاء الحنفية في كون الحد عقوبة مقدرة فاخرجوا بذلك عقوبة التعزير ـ

ب ـ كما اتفقوا ايضاً مع الحنفية في كون الهدف من عقوبة الحد هو عدم الوقوع في الجريمة مرة أخرى ـ

ج ـ غير ان تعريف الحنابلة لم يوضح طبيعة الحدود هل هي حق من حقوق الله سبحانه و تعالى ؟ ام انها حق من حقوق العباد ؟ ـ

و من هذا يتبين لنا ان تعريف الحنابلة غير مانع من دخول عقوبة القصاص ـ (575)

امام راغب اصفهانیؒ "تعزیر" کے ضمن میں فرماتے ہیں :ـ

عزر التعزير النصرة مع التعظيم ، (وقال ، الله تعالى ، و تعزروه و عزرتموهم) والتعزير ضرب دون الحد و ذلك يرجع الى الاول فان ذلك تاديب والتاديب نصرة مالكن الاول نصرة بقمع ما يضره عنه ـ (576)

---

(572) ڈاکٹر محمد عبداللہ ، مقالہ بعنوان الحدود التعزیرات الشرعیة ، پی ایچ ڈی ، ص 5 ـ

(573) مواهب الجليل بشرح مختصر خليل للخطاب ، ليبيا ، طرابلس ، مكتبة النجاح ، المجلد الثالث ، ص 276 ، 277 ـ

(574) كشاف القناع عن متن الاقناع لمنصور بن البهوتي ، الرياض مكتبة النصر الحديثة ، المجلد السادس ، ص 77 ـ بحوالہ الحدود التعزیرات الشرعیة ، ص 6 ـ

(575) الحدود التعزیرات الشرعية ، مقالہ ، پی ، ایچ ، ڈی ، ص 6 ـ

(576) المفردات في غريب القرآن ، ص 333 ـ

"تعزیر" اس سزا کو کہتے ہیں، جو قانون میں بلحاظ مقدار و نوعیت بالکل مقرر نہ کی گئی ہو، جس میں عدالت حالات مقدمہ کے لحاظ سے کمی بیشی کر سکتی ہے۔ (577)

ابنِ نجیم الحنفی "الاشباہ والنظائر" میں بیان کرتے ہیں :-

و ضابط التعزیر کل معصیۃ لیس فیہا حد مقدر ففیہ التعزیر و ظاہر اقتصارہم انہ یعزر علی مافیہ الکفارۃ، ولم أرہ۔ (578)

تعزیر کی اصطلاحی تعریف

"تعزیر" اصطلاحِ شریعت میں اس سزا کو کہتے ہیں، جس کی مقدار شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے، بلکہ اس کا انحصار حاکمِ وقت کی رائے پر ہے، کہ وہ جرم کے موافق سزا کا اس غرض سے تعین کرے، کہ وہ جرم مجرم سے چھوٹ جائے، اور دوسرے لوگ بھی عبرت پکڑ کر اس جرم کے ارتکاب سے باز رہیں، لیکن حاکم کو یہ احتیاط بھی کرنا ہوگی، کہ سزا اتنی ہلکی نہ ہو، کہ محض مذاق بن جائے، اور نہ اتنی سخت ہو، کہ ظلم بن جائے، اور وہ حدِ شرعی کے معیار پر پہنچ جائے۔ (579)

"تعزیرات" وہ سزائیں ہیں، جو ان قوانین کی خلاف ورزی کی پاداش میں تجویز کی جاتی رہیں، یا کی جا سکتی ہیں، جنکو شوریٰ وقتاً فوقتاً وضع کرتا رہا، یا کر سکتا ہے۔ (580)

Nasra M. Shah says :-

In the case of rape, the Law is essentially the same as that which applies to Zina, except that the punishment of "Tazir" extends the maximum time of imprisonment from 10 to 25 years, with a minimum sentence of four years. (581).

---

(577) تفہیم القرآن، جلد سوئم، ص 338۔

(578) ابن نجیم : الاشباہ والنظائر، دارالفکر بدمشق 1403ھ، کتاب الحدود والتعزیر، ص 217۔

(579) اسلامی حدود، ص 3، 4۔

(580) خواجہ عباد اللہ اختر : اصول اسلامی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1952ء، ص 1۔

(581) Nasra M. Shah : Women in Pakistan , P-100.

Charless Hamilton says about Hadd & Tazeer :-

Hadd in its primitive sense signifies obstruction; whence a porter or gatekeeper is termed the Hiddad, or obstructer, from his office of prohibiting people from entering. In Law it expresses the correction appointed and specified by the law on account of the right of God, and hence the extension of the term Hudd the retaliation is not approved, since retaliation is due as a right of man, and not as a right of God; and in the same manner, the extension of it to Tazeer (or discretionary chastisement) is not approved, as Tazeer is a species of correction not specified or determined by any fixed rules of Law, but committed to the discretion of Kazee. (582)

حدود کی اقسام

علامہ محمد فرید وجدی نے سات جرائم کو قابل حد تسلیم کیا ہے ، وہ لکھتے ہیں :-

ولم یرد فی الشرع الاسلامی الاسمحہ حدود علی سبع جنایات بالنص وقد و کل مأعد اہ إلی القاضی و تلک الحدود وھی حد الردۃ و حد البغی و حد الزنا و حد القذف و حد السرقۃ و حد قطع الطریق و حد شرب الخمر ۔ (583)

ڈاکٹر عبدالعزیز اپنی تالیف" التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیۃ" میں سات جرائم کو قابل حد قرار دیا ہے ، وہ فرماتے ہیں :-

و جرائم الحدود ھی السرقۃ و قطع الطریق و الزنا و القذف و شرب الخمر و الردۃ والبغی علی خلاف فیہ ۔ (584)

---

(582) Hedaya , P-175.

(583) محمد فرید وجدی : دائرۃ معارف القرن العشرین ، دارالمعرفۃ ، بیروت ، 1971ء المجلد الثالث ، ص 378 ۔

(584) ڈاکٹر عبدالعزیز : التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ، کراچی ، ادارہ معارف اسلامی ، 1985ء ، ص 13 ۔

1 ۔ زنا کے لغوی معنی ۔

الف ۔ مسعود الکاسانی نے زنا کی بڑی جامع تعریف کی ہے ، وہ فرماتے ہیں :-

اَمّا الزنا فهو اسم للوطء الحرام فی قبل المرأة الحیة فی حالة الاختیار فی دار العدل ممن التزم أحكام الاسلام العاری عن حقیقة الملک و عن شبهته و عن حق الملک و عن حقیقة النکاح و شبهته و عن الا شتباه فی موضع الا شتباه فی الملک والنکاح جمیعا ۔ (585)

ب ۔ شریعت اسلامی زنا سے مراد ایسی عورت کے ساتھ (کسی مرد کے) ہر قسم کے جنسی تعلقات ہیں ۔ 1 ۔ جو شرعاً صحیح نکاح کے ذریعے مرد کی زوجیت میں نہ ہو ، 2 ۔ اپنی مطلقہ بائنہ ہو ۔ 3 ۔ عقد فاسد سے نکاح میں لایا ہو ۔ 4 ۔ محرمات میں سے ہو ، حتی کہ نکاح کے بعد بھی محرمات میں سے کسی کے ساتھ مجامعت یا جنسی تعلقات زنا میں شامل ہیں ۔ (586)

ج ۔ حنفی فقہاء

زنا یہ ہے ، کہ کوئی مرد عورت کے فرج میں مالک ہونے یا ملکیت کے شبہہ کے بغیر جماع کرے ۔ (587)

Encyclopaedia ۔ Britannica میں ہے :-

" Adultery means, the sexual intercourse of a married person with another - the offender's husband or wife.(588)

Charles Hamilton says :-

The carnal conjection which occasions punishment is Zinna or whoredom and this both in its primitive sense, and also in its legal acceptations signifies. The carnal conjection of a man with a woman who is not his property, either by right of a marriage or of boundage and in whom he has no erroneous property or in another words "Zinaa" is the denomination of an unlawful conjection of the (opposite) sexes. (589).

---

(585) بدائع والصنائع ، المجلد السابع ، ص 33 ، 34 ۔

(586) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، جلد دہم ، ص 496 ۔

(587) المحلی ، المجلد العاشر ، ص 117 ۔

(588) Encyclopaedia Britannica , Vol. I, P-193.

(589) Hedaya , Vol. II, P-182.

زنا چونکہ دیگر معاشرتی خرابیوں کے علاوہ عصمت اور انسانی حسب ونسب پر دست درازی ہے، اسلئے اس کی حد بھی اشد الحدود ہے، یہی وجہ ہے، کہ زنا تمام شرائع سماویہ اور ملتِ اسلامیہ کے تمام فرقوں کے نزدیک حرام ہے۔اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں علمائے اسلام نے زنا کو اکبرالکبائر اور کبائرالعظام قرار دیا ہے، قرآن مجید میں بھی اس فعل قبیح سے شدید نفرت کا اظہار کیا گیا ہے، اس کے لئے تین مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان میں ایک زنا، دوسرا فاحشہ، تیسرا البغاء ہے، جس کے معنی عصمت فروشی یا بدکاری کا پیشہ ۔ (590)

حدِ زنا -

ابتدائے اسلام میں زنا کا ارتکاب کرنے والی عورتوں کو جرم ثابت ہونے پر ان کے گھروں میں قید کر دیا جاتا تھا، اور اس وقت تک انہیں مقید رکھا جاتا جب تک کہ وہ مر نہ جائیں، اور مردوں کو جسمانی اذیت دی جاتی تھی، اور اس کی بنیاد سورۃ النساء کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ تھی :

والتی یاتین الفاحشۃ من نساءکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلاً ۞ ۔ (591)

زنا کا شمار شرک اور قتل کے بعد کبائر میں ہوتا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

والذین لا یدعون مع اللہ الٰہاً اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ۔ (592)

شرک اور قتل کے بعد زنا کو ممنوع قرار دیا، اور اس کے مرتکب کو کبائر کا مرتکب کہا گیا ہے، کیونکہ یہ معاشرے کا نہایت سنگین جرم ہے، جو قوم کی غیرت و حمیت کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے، اور جس معاشرے میں بھی یہ جرم فروغ پا جائے، تو معاشرہ نہ صرف اخلاقی قدروں کو کھو بیٹھتا ہے بلکہ آہستہ آہستہ پورا معاشرہ ندامت میں ڈوب جاتا ہے ۔

Khawar Mumtaz and Farida Shaheed say:-

That at the legal level the part of the ordinance which effects women most seriously is Zina. It encompasses adultery, for nication,

---

(590) القرآن الحکیم ، سورۃ الفرقان : 68 ۔ ولا یزنون ۔
ب) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 15 ۔ والتی یاتین الفاحشۃ من نساءکم ۔
ج) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 33 ۔ ولا تکرھوا فتیتکم علی البغآء ان اردن تحصناً ۔
(591) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 15 ۔
(592) القرآن الحکیم ، سورۃ الفرقان : 68 ۔

rape and prostitution. There are two sections : 1) Zina (Adultery and for nication) and : 2) Zina bil-Jabr (Rape) It holds that Zina has been committed by two sane adults having intercourse, when they are not, and do not,"Suspect" (that is, have no reason to suppose) they are married; thus the ordinance does not differentiate between adultery and fornication. (593).

جہاں اسلام میں زنا کے چور دروازے بند کرنے کے لئے مختلف احکام دیئے ، مثلاً پردہ کے احکام ، غض بصر کا حکم آداب استیذان ، حیاداری کی ترغیب ، وہاں جرم سرزد ہو جانے پر سزا بھی عبرتناک تجویز کی ہے -

زنا کی سزا - (کوڑے)

اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے ، کہ سورۃ النور کی یہ آیت :-
الزانیہ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ و لا تأخذکم بہما رأفۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ولیشہد عذابہما طائفۃ من المومنین - (594)
سورۃ النساء کی آیت 15 کے بعد جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو اول الذکر آیت منسوخ ہو گئی - (595)

رجم -

مذکورہ بالا آیت کے نزول کے بعد یہ تعین ہو گیا کہ غیر شادی شدہ لوگوں کو ارتکاب زنا کے بعد سو کوڑے مارے جائیں ، اور اگر شادی شدہ لوگ اس کا ارتکاب کریں ، تو انہیں سنگسار کر دیا جائے -
رجم چونکہ قرآن سے ثابت نہیں ہے ، اس لئے احادیث میں اسکی وضاحت کی گئی ہے ، شادی شدہ زانی (مرد ہو یا عورت) اس کے لئے رجم سنگسار کی سزا ہے -

---

(593) Khawar Mumtaz & Farida Shaheed, Women of Pakistan, 1987, Vanguard Books, Lhr, k-1

(594) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 2 - کتاب استثناء میں ہے ، کہ " بنی اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا ہو ، تو تو اس مرد یا عورت کو جس نے یہ برا کام کیا ہو ، باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور انکو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں -
(استثناء ، باب 17 ، آیۃ 5 ، تا 6 ، ص 183) -

(-) تدبر قرآن ، جلد پنجم ، ص 362 ، زنا کی سزا ان کی شریعت میں رجم تھی ، لیکن علما اگر کوئی غریب اس جرم میں ملوث ہوتا تو یہ سزا نافذ کی جاتی ، لیکن امرا ایسا ارتکاب کرتا ، تو اس سے تعرض نہ کرتے - (595) التشریع الجنائی الاسلامی ، المجلد الثانی ص 377

امام فخر الدین الرازی فرماتے ہیں :-

واحتج الجمهور من المجتهدین علی وجوب رجم المحصن لما ثبت بالتواتر أنه علیه الصلوٰة والسلام فعل ذلک ابوبکر الرازی روی الرجم ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ و جابر بن عبداللہؓ و ابو سعید الخدریؓ و ابوهریرةؓ و بریدة الأسلمیؓ و زید بن خالدفی آخرین من الصحابة و بعض هٰؤلاء الرواة روی خبر رجم ماعز و بعضهم خبر اللخمية والغامدية و قال عمر رضی اللہ عنه : لو لا ان یقول الناس زاد عمر فی کتاب اللہ لأثبته فی المصحف ۔ (والجواب) عما احتجوا به أولا أنه مخصوص بالحلف ۔فان قیل فیلزم تخصیص القرآن بخبر الواحد قلنا بل بالخبر المتواتر لما بینا ان الرجم منقول بالتواتر ، و ایضاً فقد بینا فی اصول الفقه ان تخصیص القرآن بخبر الواحد جائز۔ (596)

جمهور مجتہدین کے نزدیک زانی محصن کے لئے رجم کی سزا مقرر ہے ، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے متواتر کے ساتھ یہی شامل ہے ، کہ ابوبکر رازی نے کہا ہے ، کہ رجم کی احادیث کو ابوبکرؓ ، عمرؓ ، علیؓ ، جابر بن عبداللہؓ ، ابو سعید خدریؓ ، ابو ہریرۃؓ ، بریدہؓ ، اسلمی ، اور زید بن خالد نے روایت کیا ہے ، پھر ان میں سے بعض راویوں نے وہ احادیث روایت کی ہیں ، جن میں حضرت ماعز ، لخمیہ ، اور غامدیہ دونوں عورتوں کے رجم ہونے کا واقعہ بیان ہوا ، حضرت عمرؓ ، نے فرمایا اگر مجھے لوگوں کا یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں کہ عمر نے اللہ کی کتاب میں اضافہ کیا ہے ، تو میں اس حکم کو قرآن میں لکھا دیتا ۔

جن لوگوں نے اس آیت کے تحت یہ کہا ہے ، کہ اس میں صرف کوڑوں کی سزا مذکور ہوئی ہے ، اگر رجم کو مانا جائے ، تو پھر خبرِ واحد سے قرآن کے حکم کی تخصیص ماننی پڑتی ہے ، اس کا جواب یہ ہے ، کہ رجم کی روایات متواتر ہیں ، اس کے علاوہ اصولِ فقہ میں بھی ہم نے یہ بات واضح کر دی ہے ، کہ خبر واحد سے بھی قرآن کے حکمِ عام کی تخصیص ہو سکتی ہے ۔

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں :-

وهو حکم یخص بمن لیس بمحصن لما دل علی ان حد المحصن هو الرجم ۔ (597)

اس آیت کا حکم اس زانی کے ساتھ خاص ہے ، جو شادی شدہ نہ ہو ، جبکہ یہ ثابت ہے ، کہ شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے ۔

---

(596) مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ، الجزء الثالث والعشرون ، ص 134 ۔

(597) انوار التنزیل و اسرار التاویل ، الجزء الثامن عشر ، ص 462 ۔

شیخ محمد بن عبدالرحمن الشافعیؒ فرماتے ہیں :-

آیۃ فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ۔۔۔۔۔ و ھذا مطلق محمول علی بعض، ھو حر بالغ عاقل ما جامع فی نکاح شرعی فان حکم من جامع فیہ الرجم للأحادیث الصحاح ۔ (598)

اس آیت کا حکم بظاہر عام ہے ، لیکن اس پر قیود عائد ہیں ، جو یہ ہیں ، حریت ، عقل ، بلوغ اور شرعی نکاح کے تحت عدمِ مباشرت ، دوسرے قیود کے ساتھ مباشرت بھی شامل ہو تو پھر احادیثِ صحیحہ کی رو سے رجم کی سزا ہے ۔

عورت اور مرد کی سزا میں برابری

علامہ جلال الدین السیوطیؒ فرماتے ہیں :-

الزانیۃ و الزانی أی غیر المحصنین لرجمھما بالسنۃ ۔

زانی اور غیر محصنہ زانیہ کیونکہ محصن زانی اور محصنہ زانیہ کو سنت کی رو سے رجم کرنے کا حکم ہے ۔ (599)

ملا احمد جیون فرماتے ہیں :-

الحکم المذکور فی الایۃ وھو الجلد انما ھو بغیر المحصن و للمحصن الرجم ۔ (600)

اس آیت میں جو حکم مذکور ہوا ہے ، وہ کوڑوں کی سزا ہے ، جو صرف غیر محصن زانی کے لئے ہے ، اور محصن زانی کے لئے رجم کی سزا ہے ۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں :-

و قد اجماع الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنھم و من تقدم من السلف و علماء الامۃ وائمۃ المسلمین علی ان المحصن یرجم بالحجارۃ حتی یموت ، و انکار الخوارج ذلک باطل لانھم ان انکروا حجۃ اجماع الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنھم فجھل مرکب ، وان انکروا وقوعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانکار ھم حجیۃ خبر الواحد فھو بعد بطلانہ بالدلیل لیس مما نحن فیہ لان ثبوت الرجم منہ علیہ الصلوۃ والسلام متواتر المعنی ۔ (601)

---

(598) شیخ محمد بن عبدالرحمن الشافعی : جامع القرآن فی تفسیر القرآن ، 1396ھ ، معارف پریس لاہور ، المجلد الثانی ، ص 68 ۔

(599) تفسیر جلالین ، ص 462 ۔

(600) احمد جیون امیٹھوی تفسیرات احمدیہ ، 1078ھ ، ص 649 ۔

(601) روح المعانی ، الجزء الثامن عشر ، ص 78 ، 79 ۔

مولانا احمد مصطفی المراغی فرماتے ہیں :-

ان کان الزانیان محصنین واستوفیا الشروط الآتیہ ، وهی ان یکونا بالغین عاقلین حرّین مسلمین متزوجین بعقد نکاح صحیح وجب رجمهما : أی رمیهما بالحجارة حتی یموتا ۔ (602)

لیکن اگر زانی محصن ہو ، اور زانیہ محصنہ ہو ، اور ان میں مندرجہ ذیل شرائط بھی پائی جائیں ، یعنی بلوغ ، عقل ، حریت ، اسلام نکاح صحیح کی زوجیت تو پھر ان دونوں کے لئے رجم یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کرنے کی سزا ہے ۔

حد رجم کے بارے میں بعض تاریخی شواہد

اب ہم معتبر تاریخی شواہد کے ذریعے زانی محصن کے لئے حدِ رجم کا اثبات کریں گے جس سے یہ بات پوری طرح کھل کر سامنے آجائے گی ، کہ یہ مسئلہ اس قدر واضح مشہور اور متفق علیہ ہے ، کہ اس کے بارے میں تاریخ کے صفحات بھی اس امر کے سراپا گواہ بن گئے ہیں ، کہ یہ ایک سنت ثابتہ ہے ۔

عبد البرؒ فرماتے ہیں :-

ماعز بن أسلمی معدود فی المدنیین کتب له رسول الله صلی الله علیه وسلم کتاباً باسلام قومه و هو الذی اعترف علی نفسه بالزنا تائباً منیباً ، وکان محصناً مرجم رحمه الله علیه روی عنه ابنه عبدالله بن ماعز حدیثاً واحداً ۔ (603)

ان کا شمار مدنی صحابہ میں ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کی قوم سمیت تحریری طور پر اسلام کی دعوت بھیجی تھی ، یہ وہی ہیں ، جنھوں نے خود اپنے جرم زنا کا اعتراف کیا تھا ، اور اس کے بعد سچی توبہ کی شادی شدہ ہونے کی بناء پر آپ کو رجم کیا گیا ، آپ پر اللہ کی رحمت ہو ، آپ کے بیٹے عبداللہ بن ماعز نے آپ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے ۔

حضرت عثمان نے دورانِ محاصرہ فرمایا تھا :-

فعلما لا تقتلونی فانه لایحل الا قتل ثلاثة ، رجل زنی بعد إحصانه او کفر بعد إیمانه او قتل نفساً بغیر حق ۔ (604)

---

(602) تفسیر المراغی ، الجزء الثامن عشر ، ص 68 ۔

(603) عبد البر : الاستیعاب ، المجلد الثالث ، ص 1345 ۔ ب ۔ الدکتور احمد فتحی بھنسی ، العقوبة فی فقه الاسلامی ، ص 127 ۔

(ب) المغنی والشرح الکبیر ؟ المجلد العاشر ص 166 ۔

(604) ابن الاثیر : الکامل فی التاریخ ، المجلد الثالث ، ص 36 ۔

تھہرو ! مجھے قتل نہ کرنا ، کیونکہ تین آدمیوں کے سوا کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ، ایک وہ آدمی جو شادی شدہ زانی ہو ، دوسرا وہ جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے ، تیسرا وہ جو کسی کو ناحق قتل کر دے ۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :-

عن ابن عمر ان عثمان أشرف علی اصحابه وهو محصور فقال : علی ما تقتلوننی ، ، ؟ فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : لا یحل دم امرىء إلا باحدی ثلاث ، رجل زنی بعد إحصانه فعلیه الرجم ، او قتل عمداً فعلیه القود ، او ارتد بعد إسلامه فعلیه القتل " فوالله ما زنیت فی جاهلیة ولا إسلام ، ولا قتلت أحداً فاقید نفسی منه ولا ارتددت منذ أسلمت إنی أشهد أن لا اله إلا الله و أن محمداً عبده و رسوله ۔ (605)

حضرت ابن عمر کی روایت ہے ، کہ جب حضرت عثمان محصور تھے ، تو انہوں نے لوگوں پر نگاہ دوڑائی اور فرمایا ، مجھے کس بناء پر قتل کرتے ہو ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے سنا ہے ، کہ کسی شخص کا خون حلال نہیں سوائے تین صورتوں کے ایک یہ کہ وہ شادی کے بعد زنا کا مرتکب ہو ، تو اسے رجم کیا جائے گا ، دوسرے یہ کہ وہ کسی کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے ، تو پھر اس سے قصاص لیا جائے گا ، تیسرا یہ کہ وہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے تو اسے قتل کر دیا جائے گا ، خدا کی قسم میں نہ تو دور جاہلیت میں زنا کا مرتکب ہوا ، اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد ، اور نہ ہی میں نے کسی کو قتل کیا ہے ، کہ مجھے قصاص میں قتل کیا جائے ، اور نہ ہی میں نے اسلام لانے کے بعد ارتداد اختیار کیا ہے ، میں تو اس بات کی شہادت دیتا ہوں ، کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اسکے بندے اور اسکے رسول ہیں ۔

اسی طرح ابن قدامہ فرماتے ہیں :-

ان رسل الخوارج جاءوا عمر بن عبدالعزیز رحمة الله فکان من حجته ما قالوا علیه الرجم ، و قالوا لیس فی کتاب الله إلا الجلد و قالوا الحائض او جبتم علیها قضاء الصوم دون الصلاة والصلوة او کذا فقال لهم عمر ! و أنتم لا تأخذون الا بما فی کتاب الله ، ، ؟ قال فاخبرونی عن عدد الصلوات المفروضات و عدد أرکانها و رکعاتها و مواقیتها این تجدونه فی کتاب الله تعالی ، ، ؟ واخبرونی عما تجب الزکاة فیه ومقادیرها ونصبها ، ؟ فقالوا انظرنا فرجعوا یومهم ذلک فلم یجدوا شیئاً مما سألهم عنه فی القرآن

---

(605) حافظ ابن کثیر : البدایة والنهایة ، بیروت 1404ھ ، المجلد السابع ، ص 179 ۔

فقالوا لم نجده فی القرآن قال فکیف ذهبتم الیه قالوا لان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فعله و فعله المسلمون بعده فقال لهم فکذلک الرجم و قضاء الصوم فان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم رجم خلفاءه بعده والمسلمون وامر النبی صلی اللہ علیہ
وسلم بقضاء الصوم دون الصلوة و فعل ذلک نساءه و نساء اصحابه ۔ (606)
حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس خوارج کے کچھ لوگ آئے ، اور انہوں نے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض اعتراضات کیے ، جس میں رجم کا مسئلہ بھی تھا ، وہ کہنے
لگے ، کہ اللہ کی کتاب میں تو صرف کوڑوں کی سزا ہے ، اس کے علاوہ ان کا ایک اعتراض یہ
تھا ، کہ آپ لوگوں نے حائضہ عورت کے لئے تو روزہ کی قضاء کرنا واجب ٹھہرائی ہے ،
اور نماز جو زیادہ موکد حکم ہے ، اس کی قضاء حائضہ کے لئے معاف کر دی ہے ، حضرت
عمرؓ نے جواب دیا ، کیا آپ صرف اللہ کی کتاب کو حجت مانتے ہیں وہ بولے جی ہاں ،
آپ نے کہا مجھے بتاؤ کہ فرض نمازوں کی تعداد ان کی رکعات اور ان کے اوقات اللہ کی
کتاب میں کہاں ہیں ، نیز یہ بتاؤ کہ زکوٰۃ کس پر واجب ہے ، اس کا تفصیلی نصاب کہاں مذکور
ہوا ہے ، وہ بولے ہمیں مہلت دیدیجئے ، دوسرے روز آکر کہنے لگے ، کہ آپ کے سوالوں
کے جوابات ہمیں قرآن میں نہیں ملے آپ نے پوچھا ، آپ لوگوں نے ان چیزوں کو کیسے
تسلیم کیا ، بولے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کئے اور آپ کے بعد امت کا اس پر عمل
ہے ، آپ نے کہا رجم اور روزے کی قضاء کا معاملہ بھی تو ایسا ہی ہے ، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد خلفاء اور مسلمان حکمرانوں نے بھی رجم کیا اسی طرح نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ کے لئے روزے کی قضاء کا حکم دیا ہے ، نماز کی قضاء کا
حکم آپؐ نے نہیں دیا ۔

سزائے رجم ۔

اسلام کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے ، کہ رجم کی سزا کم سے کم جاری کی جائے ، لیکن جب
جاری ہو ، تو سالہا سال کے لئے سامان عبرت بن جائے ، اور اسکی وحشت جرم کی لذت پر
غالب آجائے ، چنانچہ معاشرے میں عفت و عصمت عام کرنے کیلئے ، ایسے احکام وضع کئے
گئے ہیں ، جن کی موجودگی میں زنا کا صدور مشکل سے مشکل تر ہو جائے ۔

---

(606) المغنی ، المجلد التاسع ، ص 5 ۔ اس پر مزید
ابن نجیم فرماتے ہیں ، کہ یضرب الرجل قائماً فی الحدود و غیر ممدود ، بقول علیؓ
تضرب الرجال فی الحدود قیاما والنساء قعود ا، لأنه مبنی اقامة الحد ۔ عورتوں کو
بٹھلا کر کوڑے مارے جائیں ، مردوں کو کھڑا کرکے ، اور حضرت علیؓ نے کوڑے مارتے وقت ان
اصولوں کو پیش نظر رکھا ، (ابن نجیم: البحر الرائق ، المجلد الخامس ، ص 9) ۔ اسی طرح
حاملہ عورت کے بارے میں فرمایا ، والحامل لا تحد حتی تلد و تخرج من نفاسها لوکان حدها

لیکن اگر کسی وجہ سے بر وقت نکاح نہ ہو سکا ، اور شہوانی جذبات کے غلبے کی وجہ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا تو شادی شدہ کے مقابلہ میں غیر شادی شدہ شخص کم درجے کا مجرم ہے ، برخلاف اس کے اگر یہ گناہ کسی ایسے شخص سے سرزد ہو جسے جائز ذرائع سے اپنے جنسی جذبات کی تسکین کے مواقع حاصل ہوں ، نیز اسے یہ بھی اجازت ہو کہ اگر ایک عورت سے اسے اطمینان نہ ہو تو شرعی حدود میں رہتے ہوئے ، وہ چار شادیاں کر سکتا ہے ، زنا کا ارتکاب اور جائز ذرائع سے عدول اس کی فطرت کی کجی اور عقل کے زوال پر دلالت کرتا ہے ، لہذا ایسے شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مسلم معاشرے میں زندگی گزارے اور اخلاقی بے راہ روی کا جرثومہ معاشرے کے دوسرے افراد میں پھیلا کر ماحول کو خراب کرے ، لہذا شریعت نے اسکے لئے رجم کی سزا مقرر کر دی ہے۔

رجم کی سزا انہیں احکام میں سے ہے ، چنانچہ ماعز بن مالک اسلمی اور غامدیہ کی روایات اور ان کے علاوہ کتب احادیث میں اور بھی بہت سی روایات ایسی ملتی ہیں ، جن سے نہایت واضح طور پر رجم کی سزا ثابت ہوتی ہے ، اس لئے علمائے امت کا اس پر اجماع ہو چکا ہے - یہ مندرجہ ذیل شرائط تحفظات کے لئے کڑیاں ہیں -

الف - قرآن تصریح کرتا ہے ، کہ زنا کے لئے کم سے کم چار عینی شاہد ہونے چاہییں ، جس کی صراحت سورہ نساء کی آیہ 15 اور سورہ النور میں بھی دو جگہ اس بات کا ذکر آیا ہے ، کہ شہادت کے بغیر قاضی محض اپنے علم کی بناء پر فیصلہ نہیں کر سکتا ، خواہ وہ اپنی آنکھوں سے ارتکاب جرم ہوتے دیکھ چکا ہو -

ب - گواہ ایسے لوگ ہونے چاہییں ، جو اسلامی قانون شہادت کی رو سے قابل اعتماد ہوں ، مثلاً یہ کہ وہ پہلے کسی مقدمے میں جھوٹے گواہ ثابت نہ ہو چکے ہوں ، خائن نہ ہوں ، پہلے کے سزا یافتہ نہ ہوں ، ملزم سے ان کی دشمنی ثابت نہ ہو ، وغیرہ بہرحال ناقابل اعتماد شہادت کی بنا پر نہ تو کسی کو رجم کیا جا سکتا ہے ، اور نہ کسی کی پیٹھ پر کوڑے برسائے جا سکتے ہیں -

---

الجلد - حالت حمل میں کوڑے نہیں مارے جا سکتے ، ولادت کے بعد جب عورت نفاس سے فارغ ہو جائے ، تو اس پر حد جاری کی جائے گی - (البحر الرائق ، المجلد الخامس ، ص 11)- امام مالکؒ امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کے نزدیک محض سو سو کوڑے مارنا ہی کافی نہیں سمجھتے بلکہ کنوارے زانی مرد کو ایک سال کیلئے جلا وطن کر دینا ، بھی ضروری ہے ، البتہ امام مالکؒ فرماتے ہیں ، کہ عورت کو جلا وطن نہ کیا جائے - (المغنی ، المجلد الثامن ، ص 122)-

ج - گواہوں کو اس بات کی شہادت دینی چاہیے، کہ انہوں نے ملزم اور ملزمہ کو عین حالت مباشرت میں دیکھا ہے، یعنی "کالمیل فی المکحلہ والرشاء فی البئر" اس طرح جیسے سرمہ دانی میں سلائی اور کنوئیں میں رسی۔

د - گواہوں کو اس امر میں متفق ہونا چاہیے، کہ انہوں نے کب، کہاں، کس کو کس سے زنا کرتے دیکھا ہے، ان بنیادی امور میں اختلاف ان کی شہادت کو ساقط کر دیتا ہے۔

شہادت کی یہ شرائط خود ظاہر کر رہی ہیں، کہ اسلامی قانون کا منشا یہ نہیں ہے، کہ ٹکٹکیاں لگی ہوں، اور روز لوگوں کی پیٹھوں پر کوڑے برستے رہیں، بلکہ وہ ایسی حالت ہی میں یہ سخت سزا دیتا ہے، جبکہ تمام اصلاحی اور انسدادی تدابیر کے باوجود اسلامی معاشرے میں کوئی جوڑا ایسا بے حیا ہو کہ چار آدمی اس کو جرم کرتے دیکھ لیں۔

اس امر میں اختلاف ہے، کہ آیا محض حمل کا پایا جانا جبکہ عورت کا کوئی شوہر، یا لونڈی کا کوئی آقا معلوم و معروف نہ ہو، ثبوت زنا کے لئے کافی شہادت بالقرینہ ہے، یا نہیں اس پر، حضرت عمر کی رائے یہ ہے، کہ یہ کافی شہادت ہے، اور اسی کو مالکیہ نے اختیار کیا ہے، مگر جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے، کہ محض حمل اتنا مضبوط قرینہ نہیں ہے، کہ اس کی بنیاد پر کسی کو رجم کر دیا جائے، یا کسی کی پیٹھ پر سو کوڑے برسا دیے جائیں، اتنی بڑی سزا کے لئے ناگزیر ہے، کہ یا تو شہادت موجود ہو، یا پھر اقرار، اسلامی قانون کے بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ ہے، کہ شبہ سزا دینے کے لئے نہیں بلکہ معاف کرنے کے لئے محرک ہونا چاہیے۔ (607) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ ادفعوا الحدود ما وجدتم لہا مدفعا، سزاؤں کو دفع کرو جہاں تک بھی ان کو دفع کرنے کی گنجائش پاؤ۔ (608)

- دوسری حدیث میں ہے، کہ ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان لہ مخرج فخلوا سبیلہ، فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر من أن یخطئ فی العقوبۃ (609) مسلمانوں سے سزاؤں کو دور رکھو، جہاں تک بھی ممکن ہو، اگر کسی ملزم کے لئے سزا سے بچنے کا کوئی راستہ نکلتا ہے، تو اسے چھوڑ دو، کیونکہ حاکم کا معاف کر دینے میں غلطی کر جانا اس سے بہتر ہے، کہ وہ سزا دینے میں غلطی کر جائے ـــ ... اس قاعدے کے لحاظ سے حمل کی موجودگی چاہے شبہ کے لئے کتنی ہی قوی بنیاد ہو، زنا کا یقینی ثبوت بہرحال نہیں ہے، اس لئے کہ لاکھ میں ایک درجے کی حد تک اس امر کا بھی امکان ہے، کہ مباشرت کے بغیر کسی عورت کے رحم میں کسی مرد کے نطفے کا کوئی جزو پہنچ جائے، اور وہ حاملہ ہو جائے، اتنے خفیف شبہ کا امکان بھی اس کے لئے کافی ہونا چاہیے، کہ ملزمہ کو زنا کی ہولناک سزا سے معاف رکھا جائے۔

---

(607) تفہیم القرآن، جلد سوئم، ص 333۔ (608) نیل الاوطار، المجلد الثامن، ص 306 حدیث 3۔

(609) نیل الاوطار، المجلد الثامن، ص 306، حدیث 4۔

ب- الماوردی: الاحکام السلطانیہ، 1966ء طبع مصر، بوحاشیہ، ص 249۔

چنانچہ مغیرہ بن شعبہ کے مقدمے میں حضرت عمرؓ نے ابوبکرہ اور ان کے دو ساتھی شاہدوں کو قذف کی سزا دی تھی ۔ لیکن اس مقدمے کی پوری تفصیلات دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے ، کہ یہ نظیر ہر اس مقدمے پر چسپاں نہیں ہوتی جس میں ثبوتِ جرم کے لئے شہادتیں ناکافی پائی جائیں ۔ مقدمے کے واقعات یہ ہیں کہ بصرے کے گورنر مغیرہ بن شعبہ سے ابوبکرہ کے تعلقات پہلے سے خراب تھے ، دونوں کے مکان ایک ہی سڑک پر آمنے سامنے واقع تھے ، ایک روز یکایک ہوا کے زور سے دونوں کے کمروں کی کھڑکیاں کھل گئیں ، ابوبکرہ اپنی کھڑکی بند کرنے کے لئے اٹھے تو ان کی نگاہ سامنے کے کمرے پر پڑی اور انہوں نے حضرت مغیرہ کو مباشرت میں مشغول دیکھا ، ابوبکرہ کے پاس ان کے تین دوست (نافع بن کلدہ ، زیاد اور شبل بن معبد) بیٹھے تھے ، انہوں نے کہا کہ آؤ دیکھو ، اور گواہ رہو ، کہ مغیرہ کیا کر رہے ہیں ، دوستوں نے پوچھا ، یہ عورت کون ہے ، ابوبکرہ نے کہا اُم جمیل ، دوسرے روز اس کی شکایت حضرت عمرؓ کے پاس بھیجی گئی ، انہوں نے فوراً حضرت مغیرہ کو معطل کرکے حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو بصرے کا گورنر مقرر کیا ، اور ملزم کو گواہوں سمیت مدینے طلب کر لیا ، پیشی پر ابوبکرہ اور دو گواہوں نے کہا کہ ہم نے مغیرہ کو اُم جمیل کے ساتھ بالفعل مباشرت کرتے دیکھا ، مگر زیاد نے کہا کہ عورت صاف نظر نہیں آتی تھی ، اور میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ اُم جمیل تھی ، مغیرہ بن شعبہ نے جرح میں یہ ثابت کر دیا کہ جس رخ سے یہ لوگ انہیں دیکھ رہے تھے ، اس سے دیکھنے والا عورت کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا تھا ، انہوں نے یہ ثابت کیا کہ ان کی بیوی اور اُم جمیل باہم بہت مشابہ ہیں ، قرائن خود بتا رہے تھے ، کہ حضرت عمرؓ کی حکومت میں ایک صوبے کا گورنر خود اپنے سرکاری مکان میں جہاں اس کی بیوی اس کے ساتھ رہتی تھی ، ایک غیر عورت کو بلا کر زنا نہیں کر سکتا تھا ، اس لئے ابوبکرہ اور ان کے ساتھیوں کا یہ سمجھنا کہ مغیرہ اپنے گھر میں اپنی بیوی کے بجائے اُم جمیل سے مباشرت کر رہے ہیں ، ایک نہایت بے جا بد گمانی کے سوا اور کچھ نہ تھا ، یہی وجہ ہے ، کہ حضرت عمرؓ نے صرف ملزم کو بری کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ابوبکرہ ، نافع اور شبل پر حدِ قذف بھی جاری فرمائی ، یہ فیصلہ اسی مقدمے کے مخصوص حالات کی بنا پر تھا ، نہ کہ اس قاعدہ کلیہ کی بنا پر کہ جب کبھی شہادتوں سے جرمِ زنا ثابت نہ ہو تو گواہ ضرور پیٹ ڈالے جائیں ۔(610)

---

(610) احکام القرآن لابن العربی ، المجلد الثالث ، ص 1337 تا 1339 ۔
لکان عمر یقول لابی بکرة ، تب اقبل شهادتک فیقول : اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله ، وان المغیرة بن شعبة زنی بفلانة ، ...... ومن هذه ؟ فقال هذه اُم جمیل بنت الأرقم ، وکانت اُم جمیل غاشیة للمغیرة والأمراء والأشراف ... وکان بعض النساء یفعلن ذلک فی زمانها ، ...... حتی قدموا علی عمر ، فجمع بینهم و بین المغیرة فقال المغیرة لعمر ، یا امیر المؤمنین ، سل هؤلاء الاعبد کیف رأونی مستقبلهم او مستدبرهم ....

اسی طرح ایک اور واقعہ سہل بن سعد سے منقول ہے ، کہ ایک شخص نے آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اقرار کیا کہ وہ فلاں عورت سے زنا کا مرتکب ہوا ہے ، آپؐ نے عورت کو بلا کر پوچھا ، اس نے انکار کیا ، آپؐ نے اس (آدمی) پر حد جاری کی اور عورت کو چھوڑ دیا ۔ (611)

اسی طرح حضرت عبداللہ اپنے والد کے حوالے سے لکھتے ہیں ، کہ غامد قبیلہ کی ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ، کہ میں نے بدکاری کی ہے ، آپؐ نے ارشاد فرمایا واپس جاؤ ، وہ چلی گئی ، دوسرے دن وہ پھر حاضر خدمت ہوئی ، تو میں نے سمجھا کہ شاید آپؐ مجھے بھی اس طرح لوٹانا چاہتے ہیں ، جیسا کہ آپؐ نے ماعز اسلمی بن مالک کو لوٹا دیا تھا ، خدا کی قسم میں تو حاملہ ہوں ، آپؐ نے دوبارہ ارشاد فرمایا ، تو یہاں سے چلی جاؤ ، وہ چلی گئی ، تیسرے دن وہ پھر آئی ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھر واپس لوٹا دیا ، اور ارشاد فرمایا ، کہ جب ولادت ہو جائے ، تب آنا ، ولادت کے بعد وہ نو مولود بچے کو لیکر حاضر ہوئی ، کہ میں نے اس بچے کو جنم دیا ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ، اسے لے جا اور دودھ پلا ، جب یہ کھانا کھانے لگے تو لے کر آنا ، وہ چلی گئی اور دودھ کی مدت گزاری دوبارہ اس بچے کو لیکر حاضر خدمت ہوئی ، اس وقت اس بچے کے ہاتھ میں کھانے کی کوئی چیز تھی ، جسے وہ کھا رہا تھا ، اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا ، کہ بچہ اب روٹی کھانے لگا ہے ، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا ، اور وہ بچہ ایک مسلمان کی کفالت میں دے دیا گیا ، اور گڑھا کھدوا دیا گیا ، اور اس عورت کو گڑھے میں کھڑا کرکے سنگسار کر دیا گیا ، پھر مارنے والوں میں حضرت خالد بن ولیدؓ بھی تھے ، جب انہوں نے پتھر مارا ، تو اس عورت کے خون کا ایک قطرہ اڑ کر حضرت خالد بن ولیدؓ کے چہرے پر پڑا ، انہوں نے اس عورت کو گالی دی تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ، کہ خالد ایسا نہ کہو ، قسم ہے ، اس ذات کی ، جس کے قبضے میں میری جان ہے ، اس عورت نے تو ایسی توبہ کی ہے ،

وشهد نافع بمثل شهادة ابی بكرة ، ولم يشهد زياد بمثل شهادتهم ، ولكنه قال : رأيته جالسا بين رجلي امراة ، فرأيت قدمين مخضوبتين تخفقان ، واستين مكشوفتين ، وسمعت حفزاً شديدا قال : هل رأيت كالميل في المكحلة ؟ قال : لا قال : فهل تعرف المراة ؟ قال لا ولكن اشبهها قال له ، تنح وامر بالثلاثة فجلدوا الحد ، وقرا (فاذ لم ياتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون) قال المغيرة اشفني من الاعبد يا امير المؤمنين فقال له ، اسكت اسكت الله فامك ، اما والله لو تمت الشهادة لرجمتك باحجارك ۔

(611) تفہیم القرآن ، جلد سوئم ، ص 337۔

کہ اگر ایسی توبہ ناجائز ٹیکس وصول کرنے والا بھی کرتا تو اس کی مغفرت ہو جاتی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس (عورت) کی نماز جنازہ کے پڑھنے کا حکم صادر فرمایا ، اور وہ دفن کر دی گئی ۔ (612)

زانیوں کی آخرت میں سزا

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ عادت شریفہ تھی ، کہ فجر کی نماز کے بعد آپ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کرتے تھے ، کہ تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب تو نہیں دیکھا ، اگر کوئی دیکھتا ، تو عرض کر دیتا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر بیان فرما دیتے ، عادت شریفہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ سے پوچھا ، کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے ، سب نے عرض کیا ، کوئی نہیں دیکھا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، آج میں نے ایک خواب دیکھا ہے ، (یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے) کیا دیکھتا ہوں ، کہ دو شخص میرے پاس آئے ، اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے ایک زمین مقدس کی طرف لے چلے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم آگے چلے ، یہاں تک کہ ایک غار پر پہنچے جو مثل تنور کے تھا ، نیچے سے فراخ تھا ، اور اوپر سے تنگ ، اس میں آگ جل رہی تھی ، اور اس میں بہت سے ننگے مرد اور عورتیں بھرے ہوئے تھے ، جس وقت آگ اوپر کو اٹھتی تھی ، وہ بھی سب کے سب اوپر کو اٹھ آتے تھے ، یہاں تک کہ قریب نکلنے کے ہو جاتے پھر جس وقت آگ بیٹھتی وہ بھی بیٹھ جاتے ، میں نے پوچھا ، یہ کیا ہے ، (خواب میں کہا) یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں ، جو زنا کار تھے ، اور ہم جبرائیل اور میکائیل ہیں ، پچھلے پہلوؤں کے ساتھ مرنے کے بعد اسی طرح ہوتا رہتا ہے ۔ (613)

---

(612) نیل الاوطار ، الجزء الثامن ، باب ما فی الحفر للمرجوم ، ص 313 ۔
عن عبداللہ بن بریدۃ عن أبیہ قال ، جاءت الغامدیۃ فقالت : یارسول اللہ انی قد زنیت فطہرنی وانہ ردہا ، فلما کان الغد قالت : یا رسول اللہ لم تردنی لعلک تردنی کما رددت ماعزاً فواللہ انی لحبلی ، قال : اما لا فاذہبی حتی تلدی ، فلما ولدت اتتہ بالصبی فی خرقۃ قالت : ہذا قد ولدتہ ، قال : اذہبی فارضعیہ حتی تفطمیہ ، فلما فطمتہ اتتہ بالصبی فی یدہ کسرۃ خبز فقالت ، ہذا یا نبی اللہ قد فطمتہ وقد اکل الطعام فدفع الصبی الی رجل من المسلمین ثم أمر بہا فحفر لہا الی صدرہا ، وامر الناس فرجموہا ، فیقبل خالد بن الولید بحجر فرمی راسہا فتنضح الدم علی وجہ خالد فسبہا ، فسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبہ ایاہا ، فقال : مہلاً یا خالد فوالذی نفسی بیدہ لقد تابت توبۃ لو تابہا صاحب مکس لغفر لہ ثم امر بہا فصلی علیہا ودفنت رواہ احمد ومسلم وابو داؤد ۔

(513) مولانا اشرف علی تھانوی : بہشتی زیور ، 982 لاہور المکتبۃ المدینہ ، ص 48 ۔

حد السرقہ

سرقہ کی لغوی تعریف۔

"سرقہ" عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مادہ (س، ر، ق) ہے، "سرقہ" اور "استراق" کسی کے مال کو محفوظ جگہ سے پوشیدہ طور پر آکر لے لینے کو کہتے ہیں، اس عرفہ کی رائے میں سارق اس شخص کو کہتے ہیں، جو پوشیدہ طور پر محفوظ چیزوں کے پاس آئے، اور ان چیزوں کو اٹھا کر لے جائے، جو اسکی ملکیت نہ ہوں۔ (614)

حدیث میں ہے :-

من سرق من الارض شبراً طوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین، جس نے زمین سے ایک بالشت بھی چرایا، قیامت کے دن اسکی گردن پر سات زمینوں کا بوجھ ڈالا جائے گا۔ (615)

ہدایہ کے انگریزی مترجم Hamilton نے سرقہ کی مندرجہ ذیل تعریف کی ہے :-

> Sarka literally means the secretely taking away of another's property. In the language of Law it signifies the taking away the property of another in a secret manner, at a time when such property is in custody, that is, when the effects are in supposed security from the hands of other people's and where the value is not less than ten Dirms, and effects taken are the undoubted property of some other thereof him who takes them. (616).

سرقہ کی شرعی تعریف۔

توفیق علی وہبہ سرقہ کی شرعی تعریف یوں بیان کرتے ہیں :-

السرقۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ ھی اخذ المال الذی غیرہ من حرز مثلہ علی سبیل التملک۔ (617)

سارق کے متعلق شرائط۔

الف۔ چور عاقل اور بالغ ہو، لہذا نابالغ اور پاگل پر قطع ید نہیں ہے۔

ب۔ حد سرقہ میں آزاد اور غیر آزاد مرد اور عورت سب برابر ہیں، اسی طرح مسلم

---

(614) الیاس انطون الیاس و ادوار الیاس : قاموس الیاس العصری، 1981ء دارالجیل بیروت، ص 299 -

(615) ڈاکٹر طفیل احمد قریشی : اسلامی حدود و تعزیرات، 1981ء، اسلام آباد خورشید پرنٹرز، ص 160 -

(616) Hedaya : Chapter-I, P-205.

(617) توفیق علی وہبہ : الجرائم والعقوبات فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص 67 -

اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ آیۂ السرقہ عام ہے، اس میں کوئی قید نہیں۔ (618)

ثبوتِ سرقہ۔

سرقہ دو طریقوں سے ثابت ہوتا ہے، الف۔ شہادت کے ذریعے، ب۔مجرم کے اقرار سے۔ (619)

چوری کی سزا۔

جب چوری ثابت ہو جائے، تو چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، خواہ عورت ہو یا مرد، اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ ارشاد ربانی ہے :۔

والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله۔ (620)

اس بات پر سب کا اتفاق ہے، کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے پھر اگر چور چوری کا اعادہ کرے، تو اسکا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔ (621)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے :۔

ان قریشا اهمهم شان المرأة التی سرقت فی عهد النبی فی غزوة الفتح فقالوا من یکلم فیها رسول الله فقالوا ومن یجترئ علیه الا اسامة بن زید حب رسول الله فاتی بها رسول الله فکلمه فیها اسامة بن زید فتلون وجه رسول الله فقال اتشفع فی حد من حدود الله فقال له اسامة استغفر لی یا رسول الله فلما کان العشی قام رسول الله فاختطب فاثنی علی الله بما هو اهله ثم قال اما بعد فانما اهلک الذین من قبلکم انهم کانوا اذا سرق فیهم الشریف ترکوه واذا سرق فیهم الضعیف اقاموا علیه الحد، وانی والذی نفسی بیده لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدها ثم امر بتلک المرأة التی سرقت فقطعت یدها۔ (622)

---

(618) بدائع والصنائع ، المجلد السابع ، ص 67۔

(619) ایضاً ایضاً ص 80۔

(620) القرآن الحکیم ، سورة المائدة : 38۔

(621) الجرائم والعقوبات فی الشریعة والاسلامیة ، ص 73۔

(622) و صحیح مسلم ، المجلد الخامس ، کتاب الحدود ، باب قطع سارق الشریف وغیرہ ، ص 114 ۔ (ب) امام ابو زہرہ : الجریمة والعقوبة فی الفقه الاسلامی ، ص 123۔

ج۔ صحیح البخاری ، الجزء الثامن ، باب اقامة الحدود علی الشریف والوضیع ، ص 199۔

سرقہ مستوجبِ حد کی سزا

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے ، کہ حضور پاک کا ارشاد ہے ، کہ :-
اذا سرق فاقطعوا یدہ ثم ان سرق فاقطعوا رجلہ ثم ان سرق فاقطعوا یدہ
ثم ان سرق فاقطعوا رجلہ ۔ (623)
قطع ید ، کے بارے میں فقہاء کی آراء مندرجہ ذیل ہیں :-

حنفی فقہاء ۔

احناف کے نزدیک پہلی مرتبہ سرقہ مستوجب حد ثابت ہو جانے کے بعد سارق کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا ، دوسری مرتبہ ارتکاب سرقہ میں اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا ، تیسری مرتبہ ارتکاب سرقہ پر کوئی عضو نہیں کاٹا جائے گا ، اور اس وقت تک قید میں ڈالا جائے گا ، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے ۔ (624)

مالکی فقہاء ۔

مالکیہ کے نزدیک پہلی مرتبہ ارتکابِ سرقہ پر داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا ، دوسری مرتبہ ارتکاب سرقہ پر بایاں پاؤں کاٹا جائے گا ، اور اگر تیسری مرتبہ ایسا شخص ارتکاب جرم کرے ، تو اسکا بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا ، اور چوتھی مرتبہ کے ارتکاب پر اس کا دایاں پاؤں کاٹا جائے گا ۔ (625)

شافعی فقہاء ۔

فقہائے شافعیہ کی رائے مالکیہ کے مطابق ہے ۔ (626)

حنبلی فقہاء ۔

فقہاء حنابلہ بھی شافعیہ اور مالکیہ کے ساتھ متفق ہیں ۔ (627)

ظاہری فقہاء ۔

فقہائے ظاہریہ کے نزدیک پہلی مرتبہ ارتکاب سرقہ پر ایک ہاتھ کاٹا جائے گا ، اور دوسری مرتبہ دوسرا ہاتھ ، تیسری مرتبہ کچھ نہیں کاٹا جائے گا ، بلکہ اسے تعزیر دی جائے گی ۔ (628)

---

(623) فتح الباری شرح البخاری ، الجزء الثانی عشر ، ص 100 ۔ (624) زیلعی ، المجلد الثالث ، ص 226 ۔
(625) الشرح الکبیر ، المجلد الرابع ، ص 332 ۔
(626) ایضاً ایضاً ایضاً
(627) المغنی ، المجلد العاشر ، ص 273 تا 279 ۔
(628) المحلی ، الحادی عشر ، ص 339 تا 341 ۔

شیعہ امامیہ ۔

شیعہ امامیہ کی رائے میں پہلی مرتبہ ارتکاب سرقہ پر داہنے ہاتھ کی چار انگلیاں کاٹ جائیں گی ، ہتھیلی اور انگوٹھا رہنے دیا جائے گا ۔ دوسری مرتبہ ارتکاب سرقہ پر بایاں پاؤں اسی طرح کاٹا جائے گا ، جس طرح کہ ہاتھ کاٹا گیا ، تیسری مرتبہ کے ارتکاب پر قید کیا جائے گا ، اور پھر بھی چوری سے باز نہ آئے ، تو مرتکب کو قتل کی سزا دی جائے گی ۔ (629)

ملکی شرعی قانون

1۔ پاکستان میں نافذ مال کے خلاف جرائم (نفاذِ حدود) آرڈیننس مجریہ 1979ء کی دفعہ 9 سرقہ مستوجب حد کی سزا سے متعلق ہے ، جس میں کہا گیا ہے ، جو کوئی بھی (عورت ہو یا مرد) پہلی مرتبہ سرقہ مستوجب حد کا ارتکاب کرے ، تو اسے اس کے داہنے ہاتھ کو کلائی کے جوڑ سے کاٹنے کی سزا دی جائے گی ۔

2۔ جو کوئی دوسری مرتبہ سرقہ مستوجب حد کا ارتکاب کرے ، تو اسے اس کے بائیں پیر کو ٹخنے تک کاٹنے کی سزا دی جائے گی ۔

3۔ جو کوئی بھی تیسری مرتبہ یا اس کے بعد بھی کسی وقت بھی سرقہ مستوجب حد کا ارتکاب کرے ، تو اسے حبسِ دوام کی سزا دی جائے گی ۔

4۔ ذیلی دفعہ 1 ، ذیلی دفعہ 2 کے تحت سزا کی تعمیل نہیں کی جائے گی ، تاوقتیکہ وہ عدالت اس کی توثیق نہ کر دے ، جس کے سامنے حکم سزایابی کے خلاف اپیل کی جا سکتی ہو ، اور جب تک کہ سزا کی توثیق اور تعمیل نہ ہو جائے ، سزایاب مجرم سے اس طرح سلوک کیا جائے گا ، گویا کہ اسے قید محض کی سزا دی گئی ہو ۔

5۔ کسی ایسے شخص کی صورت میں جسے ذیلی دفعہ 3 کے تحت حبسِ دوام کی سزا دی گئی ہو ، اگر عدالت عالیہ کو اطمینان ہو کہ وہ شخص سچے دل سے تائب ہے ، تو اسے ایسی شرائط پر رہا کیا جا سکے گا ، جو عدالت عائد کرنا مناسب سمجھے ۔

6۔ قطع ید کسی مجاز میڈیکل آفیسر کے ذریعے عمل میں لایا جائے گا ۔

7۔ اگر حد کی تعمیل کے وقت مجاز میڈیکل آفیسر کی یہ رائے ہو کہ ہاتھ یا پیر کاٹنے سے سزایاب مجرم کی موت واقع ہو سکتی ہے ، تو حد کی تعمیل اس وقت تک کے لئے ملتوی کر دی جائے گی ، جب تک کہ موت کا خطرہ زائل نہ ہو جائے ۔

---

(629) المختصر النافع فی فقہ الامامیہ ، المجلد الثانی ، ص 225۔

ب ۔ شرائع الاسلام ، المجلد الرابع ، ص 176 ، 177 ۔

(633) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 4

(634) [illegible] ، المجلد التاسع ، ص 104 ۔

قــــذف

مولانا توفیق علی وھبہ اپنی کتاب "الجرائم و العقوبات فی الشریعۃ الاسلامیہ" میں قذف کی تعریف یوں کی ہے :-

ہو رمی المحصنۃ او المحصن بالزنا او نفی النسب۔ (630)

مولانا مرغینانی نے اپنی "کتاب الہدایہ" میں "قذف" کی یوں تعریف کی ہے :-

"قذف" اسلامی شریعت میں کسی پاکباز مرد اور پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانے کو کہتے ہیں۔ (631)

قــذف کی شرعی حیثیت

ارشاد نبوی ہے :-

اجتنبوا السبع الموبقات قالوا وما ہن یا رسول اللہ قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ و اکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف و قذف المحصنات الغفلات المومنات۔ (632)

کسی پاک باز پر زنا کی تہمت لگانا یا کسی صحیح النسب شخص کے نسب کا انکار کرنا، گناہ کبیرہ ہے، قرآن حکیم میں ارشاد ہے :-

ان الذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمٰنین جلدۃ۔ (633)

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے، کہ یہاں "رمی" سے مراد زنا کی تہمت ہے، اور سنت سے اسکا ثبوت ملتا ہے، کہ جب ھلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ائت باربعۃ یشہدون علی صدق مقالتک و حد فی ظہرک۔ (634)

Charless Hamilton says about Kazaf :-

That in its primitive sense, simply means accusation, by "Kazaf"

---

(630) توفیق علی وھبہ : الجرائم والعقوبات فی الشریعۃ الاسلامیہ، دار عکاظ للطباعۃ ونشر، جدہ، ص 101۔

(631) الہدایہ، الجزء الثانی، ص 83۔

(632) المغنی، المجلد العاشر، ص 208۔

(633) القرآن الحکیم، سورۃ النور : 4

(634) المبسوط، المجلد التاسع، ص 104۔

in the language of Law, is understood a man insinuating a charge of whoredom against a married man or woman. The person so acting being termed the "Kazaf" or Slanderer and the man or woman so scandalized, the "Makzoof" or slandered. (635).

ڈاکٹر احمد فتحی بھنسی العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی میں فرماتے ہیں : ۔ والحدود خمسۃ قطع الید فی السرقۃ او الجلد مائۃ فی الزنا ، ، والحد ثمانین فی القذف ۔ (635 ب)

ارکان قذف ۔

قذف کے تین ارکان ہیں ، جن کے پائے جانے پر حد لگانی واجب ہے ۔

عبدالقادر عودہ فرماتے ہیں : ۔

ان القذف الذی یجب بہ الحد ہو رمی المحصن بالزنا او نفی النسب عنہ و ظاہر من ہذا التعریف ان أرکان جریمۃ القذف التی یجب بہما الحد ثلاثۃ، الرمی بالزنا او نفی النسب ، 2 ۔ ان یکون المقذوف محصناً 3 ۔القصد الجنائی ۔ (636)

حد قذف

مولانا مرغینانی فرماتے ہیں : ۔

واذ قذف الرجل رجلا محصنا او امراۃ محصنۃ بصریح الزناء و طالب المقذوف بالحد حدہ الحاکم ، ثمانین سوطا ، ان کان حر لقولہ تعالی ، والذین یرمون المحصنات الی ان قال فاجلدوہم ثمانین جلدۃ الآیۃ والمراد " الرمی بالزنا باجماع وفی النص اشارۃ الیہ وہو اشتراط أربعۃ من الشہداء اذ ہو مختص بالزنا و یشترط مطالبۃ المقذوف لان فیہ حقہ من حیث دفع العار واحصان المقذوف لما تلونا ۔ (637)

حد قذف کے اجراء کی شرائط ۔

حد قذف کے اجراء کی شرائط یہ ہیں ، کہ مقذوف مطالبہ کرے ، کیونکہ بدنامی اور عار دور کرنے کے نقطہ نظر سے یہ اس کا حق ہے ۔ اور دوسری یہ کہ مقذوف محصن عاقل ، و بالغ ہو ، کیونکہ آیت میں محصنات کی قید ہے ۔ (638)

تیسری شرط یہ ہے ، کہ زانی کیطرح قاذف کے بعض سارے اعضاء پر کوڑے مارے جائیں ، حدِ قذف جاری کرتے وقت مجرم کے کپڑے اتارنا ضروری ہے ۔ (639)

---

(635) Hadaya, Caapter-V, P-197.

(635 ب) العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ، ص 124 ۔

(636) التشریع الجنائی الاسلامی ، الجزءالثانی ، ص 461 ۔

(637) الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی ، 1356ھ ، مصر ، الجزءالثانی ، ص 83 ۔

(638) الہدایہ ، الجزءالثانی ، ص 83 ۔ (639) حدود و تعزیرات ، ص 83 ۔

ثبوت جرم :

قذف کے جرم کا ثبوت دو طریقوں سے ہوتا ہے ۔

1 ۔ گواہوں کے ذریعہ سے ۔ قاذف کے اقرار سے ۔

گواہی : قذف کے گواہوں کیلئے بھی وہی شرائط ہیں ، جو زنا کے گواہوں کی ہیں ۔

2 ۔ اقرار ثبوت: قذف کا دوسرا ذریعہ اقرار ہے ، اور اقرار کیلئے صرف ایک مرتبہ عدالت میں اقرار کرلینا ہی کافی ہے ، کہ اس نے مقذوف پر زنا کی تہمت لگائی ہے ۔ (640)

اگر کوئی شخص قذف کے اقرار سے رجوع کرنا چاہے تو اسکا رجوع معتبر نہیں ہوگا ۔ (641)

اگر نشے کی حالت میں بھی قذف کا اقرار کرے ، تو اس کا اقرار قابل اعتبار تصور کیا جائیگا ، کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے ، اور حقوق العباد کے بارے میں اگر نشے کی حالت میں بھی اقرار کیا جائے تو وہ قابل اعتبار ہوتا ہے ۔ (642)

لعـــــــان

" لعان " اور " ملاعنت " کے معنی ایک دوسرے پر لعنت اور غضبِ الٰہی کی بددعا کرنے کے ہیں ، اور اصطلاحِ شرع میں میاں بیوی دونوں کو چند خاص قسمیں دینے کو لعان کہا جاتا ہے ۔ (643)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

والذین یرمون اُزواجھم ولم یکن لھم شھدآء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اُربع شھدت باللہ انہ لمن الصّٰدقین ۔ والخامسۃ ان لعنت اللہ علیہ ان کان من الکذبین ○ و یدروا عنھا العذاب ان تشھد اُربع شھدتٍ باللہ انہ لمن الکذبین ○ والخامسۃ ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصدقین ○ ۔ (644)

---

(640) اسلامی حدود ، ص 80 ۔

(641) التشریع الجنائی الاسلامی ، المجلد الثانی ، ص 489 ۔

(642) ایضاً ص 489 ۔

(643) محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ششم ، ص 357 ۔

(644) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 6 تا 9 ۔

جب کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگا دے، یا اپنے بچے کو کہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں ہے، اور یہ عورت جس پر الزام لگایا گیا ہے، اسکو جھوٹا بتلا دے، اور اس کا مطالبہ کرے، کہ مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی گئی ہے، اسلئے شوہر پر تہمت زنا پر اسی کوڑے جاری کئے جائیں، اور اس وقت شوہر سے مطالبہ کیا جائیگا، کہ الزام زنا کے ثبوت کیلئے چار گواہ پیش کرے، اگر اس نے گواہ پیش کر دیے، تو عورت پر حدِ زنا لگائی جائیگی، اور اگر وہ چار گواہ نہ لا سکا، تو ان دونوں میں لعان کرایا جائیگا، یعنی اول مرد سے چار مرتبہ یہ کہلایا جائیگا، کہ میں سچا ہوں، اور پانچویں مرتبہ یہ کہے، کہ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں، تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو، اگر شوہر ان الفاظ کے کہنے سے رکے تو اس کو قید کر دیا جائیگا، یا تو وہ اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے یا پھر مذکورہ الفاظ کے ساتھ پانچویں مرتبہ یہ قسم کھائے کہ جب ان دونوں میں کوئی یہ قسم نہ کھائے اس کو قید رکھا جائیگا، اگر اس نے اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا، تو اس پر حدِ قذف یعنی تہمتِ زنا کی شرعی سزا جاری ہوگی۔ اور اگر الفاظِ مذکورہ کے ساتھ پانچ مرتبہ قسمیں کھا لیں تو پھر اسکے بعد عورت سے ان الفاظ میں پانچ قسمیں لی جائیں گی، جو قرآن میں عورت کیلئے مذکور ہیں، اگر وہ قسم کھانے سے انکار کرے، تو اس کو قید رکھا جائیگا، جب تک کہ وہ یا تو شوہر کی تصدیق کرے، اور اپنے جرم زنا کا اقرار کرے، تو اس پر حدِ زنا جاری کر دی جائیگی، اور یا پھر الفاظِ مذکورہ کے ساتھ پانچ قسمیں کھاوے، اگر وہ الفاظ مذکورہ سے قسمیں کھانے پر راضی ہو جائے اور قسمیں کھالے تو اب لعان پورا ہو گیا، جس کے نتیجے میں دنیا کی سزا سے دونوں بچ گئے، آخرت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہی ہے، کہ ان میں سے کون جھوٹا ہے، جھوٹے کو آخرت میں سزا ملے گی، لیکن دنیا میں جب دو میاں بیوی میں لعان کا معاملہ ہو گیا تو یہ ایک دوسرے پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جاتے ہیں، شوہر کو چاہیئے، اگر اسکو طلاق دے کر آزاد کر دے، اگر وہ طلاق نہ دے تو حاکم ان دونوں میں تفریق کرا سکتا ہے، جو بحکم طلاق ہوگی۔ (645) مگر اس کے برعکس،

برصغیر ہندو پاک کی تاریخ میں ایسی بھیانک سزائیں دی جاتی تھیں، زنا کی سزا یہ تھی، کہ زانیہ کو کتوں سے پھڑوا دیا جاتا تھا، اور زانی کو لوہے کے پلنگ پر آگ تپا کر جلا دیا جاتا تھا، معمولی چور کی سزا جرمانہ تھی، بڑی چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا، لیکن اگر چور کے پاس، گرفتار ہوتے وقت چوری کا مال نکل آتا تو اسکے چوری کرنے میں کوئی شک نہیں رہتا، تو اسکی سزا موت تھی۔ (646)

---

(645) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد ششم، ص 357۔

(646) امداد صابری : تاریخ جرم و سزا ، 1944ء، لاہور، جلد اول، ص 47۔

انگریز مستشرقین نے Encyclopaedia Britannica میں سزا کی یوں تعریف کی گئی ہے :-

Punishment Nevertheless though we cannot give any satisfactory definition, all of us know what we mean by "Crime" and why we punish it. What is not so generally recognized is that the criminal is for the most part of a man of like passions with ourselves, only less restrained less prudent and far more unlucky. (647).

Encyclopaedia of the Social Science میں سزا کے بارے میں یہ تعریف کی گئی ہے :-

Crime.. A social group, small or large, possesses a vast number of bliefs, traditions, customs and institutions which are implicitly accepted by its members as relatively immutable and as conductive to their well being conduct which is believed to be in accord with these bliefs, traditions institutions is praised and encouraged as socially beneficial, while that which is believed to threaten or to injure them is condemned as antisocial. (648).

Encyclopaedia Britannica میں جرم کی تعریف مزید ان الفاظ میں کی گئی ہے :-

Crime, a word signifying in its legal acceptation any act to which the law attaches a penalty or punishment, without any reference to its moral turpitude,,,,,,,, to constitute a crime, there must first be an act, since a mere opinion or intention, however, wrong from a moral or religious point of view if not carried into an act, cannot be treated as a crime, although the criminality of the act, when done, may be partially or entirely dependent upon the intention of the actor. (649).

---

(647). Encyclopaedia Britannica , Vol- 6, P-703.
(648). Encyclopaedia of Social Science, 1950, New York, Vol-4, P-563.
(649). Encyclopaedia Britannica , Vol-8, P-192.

قرآنی نظریہ سزا

انسان کے وضع کردہ قدیم و جدید نظریات سزا کا مطالعہ کرنے کے بعد ، ان کی خوبیوں سے زیادہ خامیاں معلوم ہونے کے بعد ، قرآنی نظریۂ سزا کا مطالعہ اشد ضروری ہے ، جو کہ افراط و تفریط سے ہٹ کر جادۂ اعتدال پر رہتے ہوئے ہر جرم کی مناسب سزا تجویز کرتا ہے ، چنانچہ عبدالقادر عودہؒ لکھتے ہیں :-

یلاحظ أن الأصول التی تقوم علیها العقوبة فی الشریعة ترجع الی أصلین أساسیین او مبدأین عامین ، فبعضها یعنی بمحاربة الجریمة و یهمل شخصیة المجرم ، و بعضها یعنی بشخصیة المجرم ولا یهمل محاربة الجریمة ، والاصول التی تعنی بمحاربة الجریمة الغرض منها حمایة الجماعة من الإجرام ، أما الأصول التی تعنی بشخص المجرم فالغرض منها إصلاحه ـ (650)

اس بات کا نشانہ ذہن میں ملحوظ رہے کہ شرعی سزاؤں کی بنیاد دو اصولوں یا دو عمومی بنیادوں پر قائم ہے ، اسکا کچھ حصہ جرم کے قلع قمع اور مجرم کی شخصیت کی تربیت پر مشتمل ہے ، اور دوسرا ، اس سے مراد ہے ، مجرم کی ذات سے اصلاح جرم کا قلع قمع مقصود ہے ، اور وہ اصول جس سے جرم کا قلع قمع کیا جاتا ہے ، اس کا مقصد باقی لوگوں کو جرموں سے پاک کرنا ہوتا ہے ، جس سے مجرم کی شخصیت کی اصلاح کی غرض ہوتی ہے ـ یہی مصنف ایک اور جگہ یوں رقمطراز ہیں :-

والمقصود من فرض عقوبة علی عصیان امر الشارع هو اصلاح حال البشر ، وحمایتهم من المفاسد ، واستنقاذهم من الجهالة و إرشادهم من الضلالة ، و کفهم عن المعاصی ، و بعثهم علی الطاعة ، ولم یرسل الله رسوله الناس لیسیطر علیهم جبارا ، انما أرسله رحمة للعالمین ـ (651)

شارع کے حکم کی نافرمانی پر تعزیرات صرف احوال انسانی کی اصلاح کے لئے نافذ کی گئی ہیں ، تاکہ وہ بری باتوں سے محفوظ رہ سکے ، امر گمراہی سے بچا رہے ، گمراہی سے ہدایت پائے ، گناہوں سے رکا رہے ، اور اسے اطاعت پر ابھارا جا سکے ، اور اللہ نے اپنے رسول کو کسی پر نگہبان بنا کر بھیجا ہے ، چنانچہ ارشادِ فرمایا :-

1 ـ آپؐ ان کے لئے نگہبان نہیں ہیں ـ (652)

2 ـ تو ان پر جبر کرنے والا نہیں ہے ـ (653)

3 ـ آپؐ کو دو جہانوں کا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے ـ (654)

---

(650) التشریع الجنائی الاسلامی ، المجلد الاول ، عنوان ، نظریة الشرعیة فی العقاب ، ص 611 ـ

(651) ایضاً عنوان ، العقوبة هی الجزاء المقرر لمصلحة الجماعة ، ص 609 ـ

(652) القرآن الحکیم ، سورة الغاشیة : 22 ـ لست علیهم بمصیطر ـ

پس ثابت ہوا ، کہ قرآنی نظریۂ سزا دماغ پر مبنی نہیں کہ جس کو جب
چاہا اندھا دھند سزا دے دی یہاں نفاذِ حد سے پہلے معاشرہ کی اصلاح کی طرف
خصوصاً توجہ دی جاتی ہے ، یعنی جرم تک پہنچنے سے پہلے کے اسباب کو ختم کر
دیا جاتا ہے ، اور اس میں ترغیب و ترہیب سے کام لیا جاتا ہے ۔
شریعت میں حدود جاری کرنے میں خصوصیت کے ساتھ دو مقاصد پیش نظر رکھے ہیں ،
1 ۔ مجرم میں سزا کا خوف پیدا کرے ، تاکہ وہ دوبارہ اس جرم کا ارتکاب نہ کرے ۔
2 ۔ مجرم کو دوسروں کے لئے سامانِ عبرت بنا دیا جائے تاکہ دوسروں کے لئے ارتکابِ جرم
سے پرہیز کرنا آسان ہو جائے ۔
ارشادِ ربانی ہے : ۔
الزانیہ و الزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بہما
رافۃ فی دین اللہ والیوم الآخر ولیشہد عذابہما طائفۃ من المومنین ۔ (655)
اس آیت کا آخری حصہ یعنی "ولیشہد عذابہما طائفۃ من المومنین" خاص طور
پر قابلِ غور ہے ، کیونکہ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے ، کہ محض مجرم کو سزا دینا
ہی مقصود نہیں ہے ، بلکہ اس سزا کو ذریعہ عبرت بنانا بھی مقصود ہے ، اب بات صاف
ہو گئی کہ سزا سے فرد کی اصلاح ہو گی اور اس سزا کی نمائش سے دیگر افراد کو
عبرت پکڑیں گے ۔ (656) حد زنا کا وجود اس لئے ہے ، کہ اولاد کا نسب خلط ملط نہ
ہو ، جس کی حیثیت خاندانی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی سی ہے ۔ چور پر حد اس
لئے جاری کی جاتی ہے ، کہ وہ خفیہ طور پر لوگوں کا زیرِ حفاظت مال چرا لیتا ہے ، اور
مال انسانی معیشت اور گزر بسر کا بنیادی اور فوری ذریعہ ہے ، چنانچہ مذکورہ بالا پانچ اصول
دراصل پانچ انسانی مصلحتیں ہیں ، جن کا حصول انسان کی عدم ضرورت ہے ، ان پر دست
(درازی) کو سزا کے ذریعہ روکنا ، عین مصلحت ہے ، کیونکہ جو چیز مصلحت کے
حصول کا ذریعہ ہوتی ہے ، وہ بجائے خود ایک مصلحت ہوتی ہے ، اسلئے اسلامی سزائیں
دراصل خود مصلحت نہیں ، کیونکہ وہ انسانی مصالح کے حصول کا ذریعہ ہیں ۔ شریعتِ اسلام
نے جن جرائم پر حدود جاری کرنے کا حکم دیا ہے ، وہ مصالحِ مطلقہ کے حصول کیلئے ہیں ، جو
ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے ہیں ، اسلئے قرآن نے ان جرائم کی سزا کا تعین کر دیا ہے ۔
اور جو مصلحتیں اضافی ہیں ، وہ زمانوں اور انسانوں کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہیں ، جن کی

---

(653) القرآن الحکیم ، سورۃ ق : 45 ۔ وما انت علیہم بجبار ۔
(654) القرآن الحکیم ، سورۃ الانبیاء : 107 ۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین ۔
(655) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 2 ۔
(656) اسلامی حدود اور انکا فلسفہ : ص 5 ۔

تشکیل اور مقدار کا فیصلہ جرم کی نوعیت کے پیشِ نظر قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا ہے ، بعض جرائم ایسے ہیں ، جن کی سزاؤں کا تعین احادیثِ نبویؐ اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں اجماعاً ثابت ہے ، ان کو بھی فقہاء نے حقیقی مصالح سے تعبیر کیا ہے ، جو تمام معاشرہ اور جماعتِ مسلمین کی حقیقی مصالح کی حمایت کرتی ہے ، اور دائمی طور پر خیر کا ذریعہ بنتی ہے ۔ (657) مولانا مودودی فرماتے ہیں :-

ایسی سوسائٹی اپنی عین فطرت کے اعتبار سے اس امر کی مقتضی ہوتی ہے ، کہ اس میں معاشرت کا جو معتدل نظام قائم کیا گیا ہے ، اس کی حفاظت کیلئے سزائیں مقرر کی جائیں ، اور ایسی سخت سزائیں اس حالت میں ہرگز نا منصفانہ نہیں ہیں ، جبکہ جائز ذرائع سے صنفی خواہشات کی تسکین آسان کر دی گئی ہو ، اور معاشرت کے ماحول کو بدکاری کی سہولتوں اور غیر معمولی اسبابِ تحریک سے پاک کر دیا گیا ہو ، ان حالات میں صنفی جرائم کا ارتکاب صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں ، جو خباثت درجہ کے بد طینت ہوں ، اور جن کے شر سے خلق اللہ کو محفوظ رکھنے کے لئے نہایت عبرتناک سزاؤں کے بغیر چارہ نہیں ۔ (658)

اسلامی حدود و تعزیرات پر مستشرقین کے اعتراضات

اسلام کی غرض و غایت ہی چونکہ اسلامی شریعت ہے ، اسلئے جہاں مستشرقین نے اسلام کے دیگر تمام پہلوؤں پر اعتراضات کئے ہیں ، وہاں انکی نگاہ غلط انداز و فتنہ ساز سے یہ گوشہ بھی مخفی و مستور نہیں رہا ، چنانچہ مستشرقین نے اسلامی قانون میں بھی دخل اندازی کرکے اس میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے ، یہ لوگ اسلامی قانون کے مطالعہ میں محقق کی بجائے واعظ بن جاتے ہیں ، اور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں ، کہ انکی پستی اور تنزل کی واحد وجہ اسلامی قانونِ شریعت ہے ، جو انکی ترقی کامیابی اور بیداری و سرفرازی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے ، اسلامی قانونِ شریعت کو زمانہ اور ماحول کے مطابق ہونا چاہیے ، زمانہ کی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اس میں بھی تبدیلی آنی چاہیے ۔

اسلامی قانون پر اعتراضات کرنے والوں میں جوزف شاخت سب سے نمایاں ہے ۔ وہ اسلامی قانونِ تعزیر پر یوں رقمطراز ہیں :-

The exists therefore, no general concept of penal law in Islam ,

---

(657) اسلامی قوانین ، ص 38 ، 39 ۔

(658) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی : تفہیمات ، حصہ دوئم ، 1967ء ، لاہور اسلامک پبلیکیشنز ، ص 337 ، 338 ۔

The concepts of guilt and criminal responsibilities are little Developed that of mitigating circumstances does not exist.; Any theory of attempt, of complicity of concurrence, is lacking. On the other hand, the theory of punishments; Tazir, and coercive and preventive measure shows a considerable verity of Ideas. (659).

مستشرق David-F-Forte کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، اسی طرز تنقید کو اپنایا ہے ، Encyclopaedia of Crime and Justice میں اپنے مقالہ میں وہ لکھتا ہے :-

The portion of Sharia dealing with criminal matters is one of its less Developed Parts. (660).

یعنی شریعت کا وہ حصہ جو جرم و سزا کے معاملات سے متعلق ہے ، یہ بہت ہی کم ارتقاء یافتہ ہے ، یہی مستشرق مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

The penal provisions have frequently been the least well observed. There is no clear line between religious and secular offences, in classical Islamic Law. The religious element is present in all the categories of offences.(661).

وہ مزید لکھتا ہے ، کہ اسلام مغربی قانون کے مقابلے میں تعزیری قانون (Penal Law) سے محروم ہے ، وہ لکھتا ہے :-

Islamic Law does not possess a concept of penal law comparable to that of modern western systems. (662).

اسلام کا قانونِ جرم و سزا (Penal Law) قدیم عربی رسم و رواج سے ماخوذ ہے ، جوزف شاخت لکھتے ہیں :-

The penal law which Islamic Law has retained from the

---

(659) Joseph-Schacht : <u>An Introduction to Islamic law</u>, 1964, Oxford press, P-187.

(660) <u>Encyclopaedia of Crime and Justice</u>, 1983, Newyork, The free press, Vol-I, P-194.

(661) -Abid- Vol. I, P-194.

(662) -Abid- Vol. I, P-194.

law of pre-Islamic Arabia, where it was an-archaic, but by no means unique phenomenon. Already the law of pre-Islamic Arabia had placed the emphasis on the civil side, and the same held true of Islamic Law. (663).

جوزف شاخت کے نزدیک اسلامی قانون تعزیر قوتِ استدلال سے محروم ، لغو منطق بیہودہ اور لغو ہے ، اس کی مثال میں وہ ظہار ، لعان اور شہادت کے طریقوں کو پیش کرتا ہے :-

The irrational elements in Islamic law are partly of the religious Islamic and partly of pre-Islamic and magical origin. Examples are the magical formula of Zihar, The Islamic procedure of Lian, The ancient Arabian Kasma and the nature and function of legal evidence in general.(664).

مستشرقین کا ایک اعتراض یہ ہے ، کہ قرآن میں جو سزائیں مذکور ہیں ، وہ انتہائی سخت ہیں ، لیکن فقہاء کرام نے اپنی کوششوں کے نتیجے میں ، ان کی سختی کو بدستور کم کرنے کی کوشش کی ہے ، The Encyclopaedia of Religion کا مقالہ نگار " Islam on over view " کے عنوان سے لکھتا ہے :-

The theory is that since God himself has laid down these penal-ties they can not be var-ied. But in view of severity of the punishments, the Jurists defined these crimes very narrowly (adultery for Example, is defined as the penetration of the male organ into the female) and put such stringent conditions on the requisite evidence that it become partically unattainable (for example in order to prove adultery, four eye-witness to the sexual act itself were required) The legal maximum " Ward off hadd punishments by any doubt " was also propounded, and the term doubt in classical Islamic Law had a far wider range

---

(663) Introduction to Islamic Law , P- 207.

(664) -Ibid- P- 202.

than in any other known system of Law. (665).

اسی طـــرح David-F-Forte بھی اپنے مقالہ میں اس چیز کا ذکر کرتا ہے ، کہ مسلمان فقہاء نے اسلامک سزاؤں کی سختی کو دور کرنے کی تجاویز پر غور کیا ہے ، چنانچہ وہ" سرقہ" کی مثال دیتے ہوئے کہتا ہے :-

The Hadd punishment for theft is the amputation of a hand. However, here too the Islamic Jurists have severly limited the kinds of instances to which the punishment may apply. (666).

اسی طـــرح N.J.Coulson نے بھی اسلام کے جرم زنا کی سزا پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے :-

The Islamic Law embodies the principle of strict enforcement of sexual morality in the sever punishment, it prescribes for the offence of Zina Fornication.(667).

مستشرقین کے اعتراضات کا تحقیقانہ جائـــــزہ

اس سے قبل کہ دوسرے باب میں بیان کئےگئے اعتراضات کا جائزہ لیا جائے ، یہ ضروری محسوس ہوتا ہے ، کہ اسلام میں حدود و تعزیرات کی ضرورت اور انکے فلسفے و مقصد پر گفتگو کی جائے ۔

حدود و تعزیرات کی ضرورت۔

انسان کو اللہ تعالی نے مجموعہ اضداد بنایا ہے ، اس میں ملکیت بھی ہے ، جو لطیف جذبات اور پاکیزہ خیالات پیدا کرتی ہے ، انسان کو اعمالِ خیر کی طرف مائل کرتی ہے ، اور بہیمیت سے بھی جو اس میں سفلی جذبات فسق و فجور کے ارادے پیدا کرتی ہے ، اور برائیوں کی طرف مائل کرتی ہے ، اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں :-

ونفس و ما سوھا ، فالھمھا فجورھا و تقوھا قد افلح من زکھا و قد خاب

---

(665) Encyclopedia of Religion, New York, Macillan Publishing Co. Vol-7, P-310,311.

(666) Encyclopedia of Crime and Justice ; Vol-I, P-195.

(667) N.J.Coulson : Conflicts and Tensions in Islamic Juris Prudence; London Juniversity of Chicgo Press, P-78.

من دسها ○ ـ (668) الف ـ

سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ انسان کے وجود میں دو متضاد قوتوں کو پیدا کرنے کا مقصود کیا ہے ۔۔۔۔؟ تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کا جواب دیا ہے ۔

اسلامی حدود و تعزیرات کا فلسفہ اور مقاصد

فرد کی اصلاح کے علاوہ حدودِ شرعیہ کو نافذ کرنے کا مقصد نظامِ تمدن کے اختلال کو روکنا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر فساد نہ پھیل سکے، اور معاشرے کا اخلاقی معیار پست نہ ہو جائے ۔ ارشادِ نبوی ہے : عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، اقیموا الحدود علی ماملکت ایمانکم وھذا نص ۔ (668 ـ ب)

دیگر شرائع اور ملکی قوانین مثلاً رومن لاء کی طرح اسلام میں حدود و تعزیرات کو بطور انتقام کے جاری نہیں کیا جاتا، بلکہ حدودِ شرعیہ کے نفاذ کا مقصد وحید نظامِ تمدن کے اختلال کو روکنا مظلوم کی حمایت کرنا، شریف اور امن پسند شہریوں میں احساسِ تحفظ پیدا کرنا، اور سماج دشمن عناصر کے دل میں وہ پیدا کرکے انہیں ایسی حرکات سے باز رکھنا ہے، جنکے باعث اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد جنم لیتا ہے، اور معاشرے کا اخلاقی معیار پست ہو جاتا ہے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "حجۃ اللہ البالغۃ" میں حدودِ شرعیہ کے فلسفے پر گفتگو فرماتے ہوئے لکھا ہے :۔ کہ

" بعض معاصی کے ارتکاب پر شریعت نے حد مقرر کی ہے، یہ وہی معاصی ہیں، جن کے ارتکاب سے زمین پر فساد پھیلتا ہے، نظامِ تمدن میں خلاء پیدا ہوتا ہے، اور مسلمانوں کے معاشرہ سے طمانیت اور سکونِ قلب رخصت ہو جاتا ہے، دوسری بات یہ ہے، کہ وہ معاصی کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں، کہ دو چار (دفعہ) ارتکاب کرنے سے ان کی لت پڑ جاتی ہے، اور پھر ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے، اس طرح کی معاصی میں محض آخرت کا خوف دلانا اور نصیحت دلانا کافی نہیں ہوتا، بلکہ ضروری ہے، کہ ایسی عبرت ناک سزا دی جائے، کہ اس کا مرتکب اپنے معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے، اور ساری زندگی سوسائٹی کے دیگر افراد کے لئے سامانِ عبرت بنا رہے، اور اسکے انجام کو دیکھ کر بہت کم لوگ اس قسم کے جرم کرنے کی جرات کریں، اسکی ایک مثال زنا ہے، زنا کا محرک صنفی خواہش کا غلبہ ہے، عورتوں کے حسن و جمال سے اس جذبہ کو تقویت ملتی ہے، اور یہ ایسا گناہ ہے، کہ اس کی وجہ سے

---

(668) القرآن الحکیم ؛ سورۃ الشمس : 7 تا 10 ـ

(668) ب ـ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ، ص 224 ـ

ج ـ ایضاً ـ ص 175 ـ قال الرسول علیہ الصلاۃ والسلام خذوا عنی ، خذوا عنی ، قد جعل اللہ لھن سبیلا ـ البکر بالبکر جلد مائۃ و تغریب عام ، والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم ـ

عورت کے اہل خانہ کو سخت رسوائی بھی اٹھانی پڑتی ہے ، اس کی وجہ سے
قتل و خون بھی ہوتا ہے ، چونکہ اکثر یہ فعل فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے ،
اور اس کا محل ارتکاب عموماً کوئی پوشیدہ جگہ ہوتی ہے ، اس لئے اگر اسکی سزا
عبرتناک نہ رکھی جاتی تو اس برائی کے عام ہو جانے میں ذرا بھی دیر نہ لگتی۔
اس کی دوسری مثال " سرقہ " یعنی چوری ہے ، چونکہ انسان کے پاس بسا اوقات اپنے لئے کوئی
جائز اور حلال ذریعہ معاش نہیں ہوتا ، جسکی وجہ سے وہ چوری کو اپنا ذریعہ معاش بنا لیتا
ہے ، زنا کاری کی طرح ایک دو بار کرنے سے اسکی بھی لت پڑ جاتی ہے ، اس لئے
ضروری ہوا کہ اسکے لئے بھی عبرتناک سزا مقرر کی جائے ۔ (669)

زنا اور چوری کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ نے دوسرے جرائم کا بھی تذکرہ کیا
ہے ، جن کے ارتکاب پر شرعی حدود جاری ہوتی ہیں ، اور پھر شرعی مصالح کی نشاندہی
کی ہے ۔

محمد قطب لکھتے ہیں :-

اسلام پہلے تو معاشرے کو ان تمام حالات و اسباب سے پاک کرتا ہے ، جو جرائم کا
باعث بنتے ہیں ، اسکے بعد بھی جو لوگ جرائم کے مرتکب ہوں ، وہ انہیں عبرتناک اور
منصفانہ سزائیں دیتا ہے ، لیکن اگر جرائم کے اسباب موجود ہوں ، اور مجرم کے بارے میں
ذرا سا شک بھی پیدا ہو جائے ، کہ اس نے حالات سے مجبور ہو کر ارتکاب جرم کیا ہے ،
اسکو یہ سزا نہیں دی جائے گی ، بلکہ اسکے جرم کی مناسبت سے کوئی اور ہلکی سزا دی
جائے گی ، یا بغیر سزا دیئے ہی چھوڑ دیا جائے گا ۔ (670)

ابو زہرہ بھی اپنی کتاب "فلسفہ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی " میں اسلامی سزاؤں
کا مقصد اجتماعی امن و سلامتی کو بحال رکھنا قرار دیتے ہیں ، چنانچہ وہ سرقہ ، زنا ، قطع
الطریق کی وضاحت کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

فکان لا بد من حمایۃ المجتمع من ھذہ الشرور بوضع تلک العقوبۃ الزاجرۃ للمرتکب ،
والمانعۃ من اثم الآثمین ۔ (671)

یعنی اجتماعی (امن و سلامتی) کیلئے ضروری ہے ، کہ ان برائیوں میں سے جس کا
بھی کوئی مرتکب ٹھہرے ، اسے سزا ایسی دی جائے ، جو سخت ہو ، اور گنہگار کو گناہ سے
باز رکھنے والی ہو ۔

المختصر اسلامی حدود و تعزیرات اسلام کے بہت سے اوصاف میں سے ایک وصف ہے ، اور

---

(669) حجۃ اللہ البالغۃ ، جلد دوئم ، ص 635 ، 636 ۔

(670) محمد قطب : اسلام اور جدید ذہن کے شبہات ، مترجم محمد سلیم کیانی ، ص 238 ۔

(671) ابو زہرہ : فلسفہ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ، المجلد الثانی ، ص 6 ۔

اسلام کے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح ایک شعبہ ہے، جو فرد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ پوری معاشرتی زندگی کی اصلاح کا باعث ہے۔

اسلامی حدود و تعزیرات پر اعتراضات کا جائزہ

1۔ اسلامی قانونِ جرم و سزا میں حدود کے متعلق دیکھا جائے، تو وہ متعین اور مقرر ہیں، ہر ایک کی سزا بھی قرآن میں بتا دی گئی ہے، البتہ ان سزاؤں سے متعلق جو احکامات بیان ہوئے ہیں، ان کی توضیح و تشریح حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کر دی گئی ہے، یعنی اسلام میں حدود متعین اور مقرر ہیں، البتہ تعزیری سزاؤں کو مقرر نہیں کیا۔ ان میں لچک رکھ دی گئی ہے، کہ حالات اور واقعات کے لحاظ سے صاحبِ امر اصحاب انہیں جاری کریں، بنیادی قواعد اور اصول ان کے بارے میں بھی بتا دیے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ دس کوڑوں سے زیادہ کی سزا بطور تعزیر نہ دی جائے۔ (672) اور پھر یہ کہ شبہات کی بنیاد پر سزا کو ٹال دو۔ (673) گویا تعزیری سزائیں بھی قرآن و حدیث میں بیان کردہ اصول و ضوابط کے مطابق جاری کی جاتی ہیں۔

2۔ تہمتِ بوسیدگی۔

مستشرقین کا یہ دعوی کہ اسلامی قانون جرم و سزا (Penal Law) ان رسوم و رواج اور عرف و عادات سے ماخوذ ہے، جو قبل از اسلام کے جاہلی معاشرے کی عکاسی کرتا ہے، یہ دعوی کس حد تک واقعات کے مطابق ہے، اور کہاں تک اصلِ بہبوت کنندہ یک قابل قبول۔ خود اربابِ فکر و نظر اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں، یہ سمجھنا اور سمجھانے کی کوشش گویا کہ سو سال کا یہ زمانہ جو انسانی تاریخ کا سب سے زیادہ انقلابی، نتائج خیز، فکر انگیز اور تغیر و تبدل سے لبریز دور ہے، سارے پیش آنے والے چیلنجوں کا جواب قانونی سطح پر دورِ جاہلیت اور مختلف ملکوں کے رسوم و رواج کے دیتا ہے۔

مستشرقین نے ظہار، لعان، اور شہادت کی مثالیں دی ہیں، کہ یہ قبل از اسلام کے جاہلی معاشرے کی رسوم تھیں، اور اسلام نے انہیں جوں کا توں اپنا لیا۔

پہلی بات تو یہ ہے، کہ اسلام سے قبل جو سماوی شریعتیں تھیں، اسلام نے ان کے باقی ماندہ احکامات اور اصولوں کو بالکل رد نہیں کر دیا، بلکہ جو اصول اور قوانین دین حنیف کے مطابق تھے انہیں اپنا لیا، کیونکہ تمام شریعتوں کا ماخذ و منبع تو ذات الہی ہے۔

---

(672) صحیح البخاری، المجلد الثالث، کتاب الحدود، ص 311۔

(673) محمد قطب: اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، محمد سلیم کیانی، ص 238۔

دوسری طرف اس پہلو کو بھی ملاحظہ کیا جائے کہ قبل از اسلام کی یہ رسوم کسی معاملے کا حل نہیں تھیں، مثلاً ظہار کی بناء پر میاں بیوی کا تعلق ہی آپس میں ٹوٹ جاتا اس سلسلے میں پیر محمد کرم شاہ اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں رقمطراز ہیں :-

"اسلام سے پہلے عرب میں رواج تھا، کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا کہ "انت علی کظہر امی"، تو مجھ پر اس طرح ہے، جس طرح میری ماں کی پشت تو اس قول سے وہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اور وہ عورت اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی، رجوع کا دروازہ بھی بند ہو جاتا، اس کو وہ اصطلاح میں ظہار کہا کرتے"۔(674)

اسلام نے ظہار کی بنا پر پیدا ہونے والی پیچیدگی کا حل کفارہ کی صورت میں بتا کر زوجین کے آپس کے تعلق کو بحال رکھا، قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے :-

والذین یظٰھرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتمآسا، ذلکم توعظون بہ، واللہ بما تعملون خبیرO فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین من قبل ان یتمآسا، فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکیناً، ذلک لتؤمنوا باللہ و رسولہ، و تلک حدود اللہ، وللکٰفرین عذاب الیمO ۔(675)

پھر جہاں تک لعان کا تعلق ہے، قبل از اسلام خاوند اپنی بیوی کو معلق کرکے رکھ چھوڑتا، یعنی نہ تو اسکے ساتھ تعلق زوجیت رکھتا، اور نہ اسے طلاق دیتا، کہ وہ کسی اور کے ساتھ شادی کر سکے، اسلام نے لعان کو مسئلے کے حل کی صورت میں پیش کیا، چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے :-

والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شہدآء فاجلدوھم ثمٰنین جلدۃ و لاتقبلوا لھم شہادۃ ابداً واولٰئک ھم الفٰسقونO ...... والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شہدآء الا انفسھم فشہادۃ احدھم اربع شھٰدٰت باللہ، انہ لمن الصٰدقینO والخامسۃ ان لعنت اللہ علیہ ان کان من الکٰذبینO و یدرؤا عنھا العذاب ان تشہد اربع شھٰدٰت باللہ، انہ لمن الکٰذبینO والخامسۃ ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصٰدقینO ۔ (676)

جہاں تک شہادت کا مسئلہ ہے، قبل از اسلام یہود کے ہاں جو قانون تھا، وہ یہ تھا، کہ بدکاری کے ثبوت کے لئے دو یا تین افراد کی گواہی طلب کی جاتی تھی، جیسا کہ "کتاب استثنا" میں ہے :-

" تو تو اس مرد یا اس عورت کو جس نے یہ برا کام کیا ہو، باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا، اور انکو ایسا سنگسار کرنا، کہ وہ مر جائیں ... جو واجب القتل

---

(674) ضیاء القرآن، جلد پنجم، ص 135 ۔ (675) القرآن الحکیم، سورۃ المجادلۃ: 58: 3 تا 4 ۔
(676) القرآن الحکیم، سورۃ النور: 4، 6 تا 9 ۔

ٹھہرے، وہ دو یا تین آدمیوں کی گواہی سے مارا جائے، فقط ایک ہی آدمی کی گواہی سے وہ مارا نہ جائے، اسکو قتل کرتے وقت گواہوں کے ہاتھ پہلے اس پر اٹھیں، اسکے بعد باقی سب لوگوں کے ہاتھ، یوں تو اپنے درمیان سے شرارت کو دور کیا کرنا۔ (677) اسی طرح قدیم عرب کے ہاں اس سے ملتا جلتا قانون تھا جبکہ اسلام نے دو یا تین افراد کی بجائے، چار افراد کی گواہی کی شرط مقرر کی ہے۔ سورۃ النور میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمٰنین جلدۃ
ولا تقبلوا لھم شہادۃ ابداً و اولئک ھم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک
و اصلحوا فان اللہ غفور رحیم ○ ۔ (678)

اسلامی قانونِ تعزیر پر اس طرح کے اعتراضات کرنے کا مقصد دراصل یہ ہے، کہ وہ اسے استدلال سے محروم غیر منطقی بیہودہ امر لغو ثابت کر سکیں، لیکن تاریخی حقائق کے پیشِ نظر انکی دروغ گوئی کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

گویا اسلام نے اپنے سے قبل کے جاہل معاشرے کے حل طلب مسائل کا حل پیش کیا، ظہار، لعان اور دیگر قوانین جاہلی معاشرے میں برائی کی صورت میں موجود تھے، اسلام نے ان قوانین کی اصلاح کی اور عورتوں کے حقوق کے تحفظات کے سلسلے میں اس برائی کو اچھائی میں بدل دیا۔

جن ممالک میں حدودِ شرعیہ نافذ کی جاتی ہیں، ان کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو حقیقت سامنے آجائے گی، کہ وہاں نہ آپ کو بہت سے لوگ ہاتھ کٹے ہوئے نظر آئیں گے، اور نہ سالہا سال میں آپ کو کوئی سنگساری کا واقعہ نظر پڑتا ہے، مگر ان شرعی سزاؤں کی دھاک قلوب پر ایسی ہے، کہ وہاں چوری ڈاکہ اور بے حیائی کا نام نظر نہیں آتا۔ سعودی عرب کے حالات سے عام مسلمان براہ راست واقف ہے، کیونکہ حج وعمرہ کے سلسلہ میں ہر طبقہ اور ہر ملک کے لوگوں کی وہاں حاضری رہتی ہے، دن میں پانچ مرتبہ ہر شخص یہ دیکھتا ہے، کہ دوکانیں کھلی ہوئی ہیں، لاکھوں کا سامان ان میں پڑا ہوا ہے، اور ان کا مالک بغیر دوکان بند کئے ہوئے نماز کے وقت حرم شریف میں پہنچ جاتا ہے، اور نہایت اطمینان سے نماز ادا کرنے کے بعد آتا ہے، اس کو کبھی بھی یہ وسوسہ پیش نہیں آتا، کہ اسکی دوکان سے کوئی چیز غائب ہوئی ہوگی۔ تہذیب انسانی اور حقوق انسانی کے دعویدار عجیب ہیں، کہ جرائم پیشہ لوگوں پر تو رحم کھاتے

---

(677) کتاب مقدس، کتاب استثناء، باب 17، آیت 5 تا 7۔

(678) القرآن الحکیم ؛ سورۃ النور : 4 تا 5۔

میں ، مگر پورے عالم انسانیت پر رحم نہیں کھاتے ، جن کی زندگی ان جرائم پیشہ لوگوں نے اجیرن کر دی ہے ۔ (679) انصاف قائم کرنا ، اور اس پر قائم رہنا ، صرف حکومت اور عدالت کا فریضہ نہیں ، بلکہ ہر انسان اسکا مکلف و مخاطب ہے ، کہ وہ خود انصاف پر قائم رہے ، اور دوسروں کو انصاف پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کرے ، ہاں انصاف کا صرف ایک درجہ حکومت اور حکام کے ساتھ مخصوص ہے ، وہ یہ کہ شریر اور سرکش انسان جب انصاف کے خلاف اڑجائیں ، نہ خود انصاف پر قائم رہیں ، نہ دوسروں کو عدل و انصاف کرنے دیں ، تو حاکمانہ تعزیر اور سزا کی ضرورت ہے ، یہ اقامت عدل و انصاف ظاہر ہے ، کہ حکومت ہی کر سکتی ہے ، جس کے ہاتھ میں اقتدار ہے ۔

آج کی دنیا میں جاہل عوام کو چھوڑئیے ، لکھے پڑھے تعلیم یافتہ حضرات بھی یہ سمجھتے ہیں ، کہ انصاف کرنا ، صرف حکومت و عدالت کا فریضہ ہے ، عوام اسکے ذمہ دار نہیں ہیں ، اور یہی وہ سب سے بڑی وجہ ہے ، جس نے ہر ملک ہر سلطنت میں حکومت اور عوام کو دو متضاد فریق بنا دیا ہے ۔

آج کل سوشلسٹ ممالک نے اس قدرتی نظام کو بدل کر ان چیزوں کو حکومت کی ذمہ داری بنا لیا ، کہ کون انسان کیا کام کرے ، اسکے لئے ان کو سب سے پہلے جبرو ظلم کے ذریعہ انسانی آزادی سلب کرنا پڑی جس کے نتیجہ میں ہزاروں انسانوں کو قتل کیا گیا ، ہزاروں کو قید کیا گیا ، باقی ماندہ انسانوں کو شدید جبرو ظلم کے ذریعہ مشین کے پرزوں کی طرح استعمال کیا ، جس کے نتیجہ میں اگر کسی جگہ اشیاء کی پیداوار بڑھ بھی گئی ، تو انسانوں کی انسانیت ختم کرکے بڑھی ، تو یہ سودا سستا نہیں پڑا ، قدرتی نظام میں ہر انسان آزاد بھی ہے ، اور قدرتی تقسیم طبائع کی بناء پر خاص خاص کاموں کے لئے مجبور بھی اور وہ مجبوری بھی اپنی طبیعت سے ہے ، اس لئے اسکو کوئی بھی جبر محسوس نہیں کرتا ، سخت سے سخت محنت اور ذلیل سے ذلیل کام کے لئے خود آگے بڑھنے والے اور کوشش کرکے حاصل کرنے والے ہر جگہ ہر زمانے میں ملتے ہیں ، اور اگر کوئی حکومت ان کو اس کام کے لئے مجبور کرنے لگے تو یہ سب اس سے بھاگنے لگیں گے ۔ (680)

یورپین اقوام کے دور جدید نے نہ کوئی اپنا نسب باقی رکھا نہ دنیا کے انساب کو کچھ سمجھا ، جب دنیا میں انکا عروج ہوا ، تو نسبی اور قبائلی قومیتیں اور تقسیمیں ختم کرکے پھر علاقائی اور صوبائی وطنی اور لسانی بنیادوں پر انسانیت کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے الگ الگ قومیں کھڑی کر دی گئیں ، اور آج بھی یہ سکہ تقریباً ساری دنیا میں چل رہا ہے ، یہاں تک کہ یہ جادو مسلمانوں

---

(679) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد سوئم ، ص 137 ۔

(680) ایضاً ایضاً ایضاً ص 22 ۔

پر بھی چل گیا، عربی، ترکی، عراقی، سندھی کی تقسیمیں ہی نہیں بلکہ ان میں
بھی تقسیم در تقسیم ہو کر مصری، شامی، حجازی، نجدی، پنجابی، سندھی، بلوچی
وغیرہ کی الگ الگ قوم بن گئی، حکومت کے سب کاروبار انہی بنیادوں پر چلائے گئے، یہاں
تک کہ صوبائی عصبیت ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی، اور ہر معاملہ کے لین دین کا تمام و
تمام اسی بنیاد پر ہونے لگا۔ (681)

آج بھی جب کسی ملک میں جنگ کا خطرہ لاحق ہوتا ہے، تو شہری دفاع کے محکمے
قائم کرکے ہر فرد قوم کو دفاع وطن کی تنظیم کا تو اہتمام کیا جاتا ہے، مگر جرائم کے انسداد کے
لئے، اس کا کبھی اہتمام نہیں ہے، کہ لوگوں کو خیر کا داعی اور شر کو روکنے والا
سپاہی بنانے کی کوشش کریں، اور ظاہر ہے، کہ اسکی مثال نہ فوجی پولیس سے ملتی ہے،
اور نہ شہری دفاع کے طریقوں سے، یہ ہنر تو تعلیم گاہوں میں سیکھنے سکھانے کا ہے، مگر
آج کل بدقسمتی سے ان چیزوں کے نام سے نا آشنا ہیں، ان کی تعلیمات کا داخلہ آج کل کی
عام درسگاہوں میں ممنوع ہے۔

آج کل جو جرائم کی کثرت چوری، ڈاکہ، بے حیائی، قتل، غارت گری کی وارداتیں ہر ملک
اور ہر ملک میں روزبروز زیادہ تر ہوتی جاتی ہیں، اور قانونی مشینری ان کے انسداد سے
عاجز ہے۔

دوسری طرف یہ سمجھ لیا گیا ہے، کہ انسداد جرائم صرف حکومت کا کام ہے، عوام
جرائم پیشہ کے جرائم پر پردہ ڈالنے کے عادی ہو گئے ہیں، بحمد استحقاق حد اور انسداد
جرائم کے لئے سچی شہادت دینے کا رواج ہی ان میں نہ رہا، ان کو یہ سمجھنا چاہئے
کہ مجرم کے جرم پر پردہ ڈالنا اور شہادت سے گریز کرنا، جرم کی اعانت ہے، از روئے قرآن کریم حرام
اور سخت گناہ ہے۔ (682)

تعزیرات پاکستان ص 80 پر مفتی صاحب لکھتے ہیں :-

یورپ میں سرقہ اور دوسرے جرائم کو اسکے خلاف قرار دینے کا خیال اس طرح پیدا ہوا،
کہ زمانہ گذشتہ میں بادشاہ صرف اپنے مسکن اور شہر سے لیکر جس جس کی اسکی عدالت ہوتی تھی،
ارد گرد منطقہ تک ایک خاص رقبے کے اندر امن قائم رکھنا ضروری سمجھتا تھا، اور اس امن کا
بھی محرم تھا، ـــــ بہ تدریج جرم سرقہ کو بھی خلاف امن قرار دیا گیا، اور جب بادشاہ کا اقتدار
زیادہ بڑھ گیا، تو جرمانہ کے ذریعے سے سزا دینے کے طریقے میں بہت کمی واقع ہوئی، اور
مجرموں کو جسمانی سزا و تازیانہ اور عضو کاٹنے کی صورت میں ملنے لگی، چنانچہ چارلس دوم کے
عہد میں مجرم کو عضو کاٹنے کی سزا دی جاتی تھی۔

---

(681) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن، جلد سوم، ص 23۔
(682) ایضاً ایضاً ایضاً ص 26۔

روم میں متعدد اور ضدی مقروض کے جو قرض ادا نہ کرے، جسمانی اعضاء کاٹ دیے جاتے تھے۔ (683)

عرب میں بھی ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا رائج تھی، قرآن کریم میں پاؤں کاٹنے کی سزا ایک جگہ اور ہاتھ کاٹنے کی سزا دو جگہ مذکور ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

انما جزؤا الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم و ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض، ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیمO۔ (684)

چونکہ ہر جرم صراط مستقیم یا فطرتِ انسانی کی حدِ اعتدال سے تجاوز کرنے سے پیدا ہوتا ہے، اور وہ ملک میں فساد ہے، اسلئے جب لوگوں کی اخلاقی حالت سنور چکنے کے بعد پھر بگڑنے لگی تو فرمایا :۔

انہ لا یحب المعتدین O ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ۔ (685)

قدیم زمانے میں مجرم سرقہ کی سزا پاتا رہا ہے، حضرت یوسف کے زمانے میں مجرم مذکور سے مال سرقہ کے عوض مذمت لی جاتی تھی، حضرت یوسف کے بھائیوں نے اس قانون کے مطابق خاص پیمانے کی سزا حسب ذیل تھی :۔

قالوا فما جزآؤہ ان کنتم کذبین O قالوا جزآؤہ من وجد فی رحلہ فھو جزآؤہ، کذلک نجزی الظلمینO ۔ (686)

عرب میں نزولِ قرآن سے پہلے چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا کا رواج تھا، اس سزا کا موجد ولید بن مغیرہ تھا۔ پس ثابت ہوا، کہ معترضین نے تعصب سے کام لیا ہے، اور بنظرِ غائر قرآنی سزاؤں کی افادیت کو پرکھا ہی نہیں، اگر آج بھی وہ غیر متعصبانہ نظریہ سے ان سزاؤں کو دیکھیں تو وہ بھی یہی مطالبہ کریں گے، کہ قرآنی سزائیں ہی تمام دنیا میں نافذ ہونی چاہیے۔

اسلامی ممالک میں قرآنی سزاؤں کے نفاذ کا جائزہ و عصر حاضر میں قرآنی سزاؤں کے نفاذ کے لئے عملی تجاویز

پچھلے ابواب میں قدیم و جدید نظریاتِ سزا اور قرآنی نظریہ سزا پیش کرے اور موخر الذکر نظریہ کی بین الاقوامی افادیت معلوم ہونے کے باوجود اب دیکھنا یہ ہے، کہ کیا اسلامی ممالک میں جو کہ اس بات کے مدعی ہیں، کہ مسلمان کی فلاح کا دارو مدار صرف اور صرف اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے پر ہے، قرآنی سزاؤں کے نفاذ کا کیا حال ہے۔ لیکن

---

(683) J. U: Sanders : The decline and fall of Ro man Empire, P- 21.

(684) القرآن الحکیم، سورۃ المائدہ : 33 ۔ (685) القرآن الحکیم، سورۃ الاعراف۔ 54، 55۔

(686) القرآن الحکیم، سورۃ یوسف : 74، 75۔

بصد افسوس اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے، کہ مسلمانوں کے قول و فعل متضاد ہیں،
ان کے زبانی دعوے کے برعکس اکثر اسلامی ممالک کی کیفیت یہ ہے، کہ وہاں قرآنی
سزاؤں کا نفاذ مفقود ہے۔

اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ اغیار تو ہمارے قانون اسلامی کی تعریف کرتے ہیں،
لیکن موجودہ مسلمان اسے موجودہ دور میں ناقابلِ عمل خیال کرتے ہیں، مشہور مستشرق
جے۔ این۔ ڈی اینڈرسن اسکی تعریف حسب ذیل کرتے ہیں۔

> In the Sharia is more than a religious law, it is a divine Law and, as such, essentially immutable. Further, it covers every sphere of life and every field of law. In theory, therefore, it can brook no rival. (687).

اسلامی قانون کی اس ہمہ گیری کے اعتراف کے بعد یہی مصنف اس امر کو بھی واضح
کرنے کی کوشش کرتا ہے، کہ ممالکِ اسلامیہ میں اسلامی قانون پر عمل نہیں ہو رہا، چنانچہ
وہ یوں رقمطراز ہیں :-

> "Yet the most cursory glance at the law that prevails in the middle east to day reveals the fact that it is a hotch-potch, part Islamic and indijenous and part seculer and western. (688).

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بات واضح ہے، کہ قرآنی سزاؤں سے اعراض مسلمانوں
نے محض یورپ کی اندھی تقلید اور "خوف" کی وجہ سے اختیار کیا ہے، تاکہ وہ اسکو وحشی
نہ کہیں، ورنہ قرآنی سزائیں ہر زمانے اور ہر قسم کے حالات میں انسان کا ساتھ دینے والی
ہیں، اس میں کسی خاص دور کی قید نہیں۔

اس مختصر سے مضمون میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں کہ تمام اسلامی ممالک میں قرآنی
سزاؤں کے نفاذ کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ عہد حاضر میں
قرآنی سزاؤں کا نفاذ ممکن ہے، جبکہ ظلمت عصیاں کی گھٹا ٹوپ آندھی چل رہی ہے، ہر
طرف افراتفری کا عالم ہے، لوگ مذہب سے گریزاں ہیں، اور اسلام کی مخالف قوتیں اس بات
کی سر توڑ کوششوں میں مصروف ہیں، کہ مسلمانوں کو دینِ اسلام سے زیادہ متنفر کر دیا جائے،
اور انکے ایمانوں کو لوٹ لیا جائے، اور ان میں اور مذہب میں بعد المشرقین کا فاصلہ پیدا کر
دیا جائے، اس سلسلہ میں سب سے بھیانک جملہ یہ کہا جاتا ہے، کہ "اسلام چند سو سال
قبل کا نظام ہے"، اس کا اعادہ ممکن نہیں۔

---

(687) J.N.D. Anderson : Islamic Law in the Modern World , New York University Press, 1959, P-17.

(688) -Ibid- P-13.

اگر بنظر غائر دیکھا جائے ، تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے ، کہ ماضی کسی واقعے کے رونما ہونے کی دلیل ہوتا ہے ، اور مستقبل امکانات سے بحث کرتا ہے ، ہم کسی امکان کو تو رد کر سکتے ہیں ، لیکن کسی واقع کی تردید نہیں کر سکتے ، اس طرح اس معروضہ پر قرآنی سزاؤں کے دوبارہ نفاذ کیلئے ، امکانات قوی تر نظر آتے ہیں ، کیونکہ انکے ماضی میں نافذ ہونا ایک ایسا قطعی الثبوت اور نمایاں واقع ہے ، کہ تمام تاریخ عالم میں ایسا نمایاں اور ناقابل تردید واقع کبھی رونما نہ ہوا ، اور ماضی کا یہ واقع بذات خود مستقبل میں اپنے دوبارہ نفاذ کا اعلان کرتا ہے ۔ لیکن اس کٹھن کام کیلئے انہیں لوگوں کی ہمت ، جرأت ، بے باکی اور قوتِ عمل درکار ہے ۔

یہ کام یک دم پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا ، بلکہ اسکے لئے اغیار کی بنجر کردہ زمین کو دوبارہ ہموار کرنے کی ضرورت ہے ، اور ایک ایسا لائحہ عمل اختیار کرنے کی ضرورت ہے ، جس پر مستقل مزاجی سے عمل کیا جا سکے ، میں اسکیلئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کرتی ہوں ۔

۱ ۔ ماحول

قرآنی سزاؤں کے نفاذ کیلئے سب سے زیادہ ضرورت اس چیز کی ہے ، کہ انسانی ماحول میں اسلامی تعلیمات کا چرچا کیا جائے ، ماحول میں ایک ایسی چیز ہے ، جس کا اثر ہر ذی روح ضرور ہی قبول کرتا ہے ، اور انسان بدرجہ اولی شعوری یا غیر شعوری طور پر ماحول سے متاثر ہوتا ہے ، اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ، یہاں تک کہ ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے ، لیکن اس کا ماحول اسکے خیالات پر اثر انداز ہو کر اسے یہودی ، نصرانی ، ہندو ، عیسائی ، دیوبندی یا بریلوی وغیرہ بنا دیتا ہے ، اس چیز میں چونکہ بچے کیلئے سب سے پہلے گھر کا ماحول میسر ہوتا ہے ، اسلئے اسکے والدین کے عقائد و اعمال اسکے ذہن میں رچ بس جاتے ہیں ، اسی بات کو حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے : -

" کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ فیہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ " پس ماحول کا اثر جب ایک بچہ بھی قبول کرتا ہے ، تو ظاہر ہے ، کہ بڑی عمر کے لوگ تو ضرور ہی کرتے ہیں ، اس لئے ماحول کی پاکیزگی کی اشد ضرورت ہے ، جس ماحول میں برائی کا تذکرہ عام ہوتا ہے ، وہاں برائی ضرور غالب ہوتی ہے ، اور اسی طرح اگر اچھائی کا تذکرہ ہو ، تو وہاں نیکیاں غالب ہوتی ہیں ، اس وقت ہمارے ماحول میں برائی غالب ہے ، کیونکہ برائی کے تذکرے عام ہیں ، اور انہی کا رواج ہے ، لیکن اگر ہمارے ماحول میں نیکیوں کا تذکرہ ہوگا ، اور تدریجاً اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے گا ، تو وہ بھی اپنا اثر ضرور دکھائیں گی ، اس لئے قرآنی سزاؤں کے نفاذ کیلئے قرآنی تعلیمات کو ماحول میں عام کرنے کی اشد ضرورت ہے ، پھر معاشرہ خود بخود مطالبہ کرے گا ، کہ ہمارے اوپر قرآنی سزائیں نافذ کی جائیں -

یہی طریقِ کار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا تھا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عرصہ تک اپنے ماحول کے لوگوں کے تصورات و نظریات درست کیے ، جب یہ کام ہو گیا ، تو ایک مناسب ترتیب کے

ساتھ انکو اسلامی قانون سے نوازا ، پھر ان لوگوں کی یہ حالت تھی ، کہ شراب کے اس قدر رسیا ہونے کے باوجود جب اسکی حرمت کا وقت آیا ، تو ایک دم اس کا پینا ترک کر دیا ، اس طرح زانی بذاتِ خود سزا پانے کے لئے حاضر ہو جاتا تھا ۔

یہ ہر گز ممکن نہیں کہ ہمارے ماحول میں بیج تو برائیوں کے بوئے جائیں ، اور ہم پھل اچھائیوں کے امید لگائے رکھیں ، یہ ایسا ہی ہے ، جیسے گندم بیج کر جو کی امید لگانا ۔

2 ۔ اسلامی آئین کا نفاذ ۔

قرآنی سزاؤں کے نفاذ سے پہلے اس امر کی بھی اشد ضرورت ہے ، کہ سارا اسلامی نظام رائج کیا جائے ، اسلام کی باقی تعلیمات کی خوبیاں دیکھ کر لوگوں کا غلط وہم بالکل نکل جائے گا ، کہ قرآنی سزائیں وحشت و بربریت پر مبنی ہیں ، پھر انکی برائیاں نکالنے کی بجائے ، انکی خوبیاں گنوا دی جائیں گی ۔

اسلام دراصل اس مذہب و طریقے کا نام ہے ، جو خدا وحدہ لاشریک لہ کی کلی حاکمیت کے نظریہ پر انسانی زندگی کی پوری عمارت تعمیر کرنا چاہتا ہے ، اور یہ مقصد اسلامی آئین کے نفاذ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے ، جیسے زراعت کے اصول و قواعد پر چلنے کے بغیر کھیتی کا حصول نا ممکن ہے ، اس طرح اسلامی آئین نافذ کرنے کیلئے ، بغیر قرآنی سزاؤں کا نفاذ نا ممکن ہے ۔

3 ۔ سزا کی تشہیر ۔

قرآنی سزاؤں کے نفاذ کیلئے یہ بھی ضروری امر ہے ، کہ سزا دینے کے بعد اسکی خوب تشہیر کی جائے ، تاکہ معاشرہ کے باقی لوگ عبرت حاصل کرتے ہوئے ، اس جرم سے پوری طرح مجتنب رہیں ، آجکل ہمارے جرم اور اسکا طریق کار بہت زیادہ اچھالا جاتا ہے ، لیکن سزا کی زیادہ تشہیر نہیں کی جاتی ، تاکہ اخبار " وحشت " کا فتوی نہ لگا دیں ، یہی وجہ ہے ، کہ جرائم کی روک تھام نہیں ہو رہی ، اس لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے ، کہ سزا کی خوب تشہیر کی جائے ، اور اسکے لئے تمام ذرائع مثلاً ریڈیو ، ٹیلی ویژن ، اخبارات وغیرہ بخوبی استعمال کئے جائیں ، اور اس طریق کار سے جرائم بہت کم ہو جائیں گے ۔

4 ۔ موجودہ نظامِ تعلیم کی اصلاح کی ضرورت ہے ۔

اسکی اس لئے ضرورت ہے ، کہ یہ نظام ان نظریات و عقائد سے بالکل مختلف ہے ، جو کہ کتاب و سنت پیش کرتے ہیں ، موجودہ نظامِ تعلیم مادہ پرستی ، دنیاوی منفعت ، خود غرضی ، جاہ طلبی وقتی ضروریات کے پیشِ نظر مرتب کیا گیا تھا ، اس لئے اسکے پڑھنے والے بھی اگر ان ہی اوصاف سے متصف پائے جاتے ہیں ، ظاہر ہے ، کہ اس نظامِ تعلیم کا اسلامی نظامِ تعلیم سے بالکل کوئی جوڑ نہیں ، اس لئے نظام مذکا کی ہر لحاظ سے اصلاح کی ضرورت ہے ، اور زندگی کی ہر لائن کے علم میں اسلامی تعلیمات کی چاشنی بھرنے کی ضرورت ہے ، اس نظام میں مسلمانوں کو قرآنی سزاؤں سے

متنفر کیا، اور مختلف غلط اعتراضات کیے۔

5۔ پرانے نظامِ تعلیم کی اصلاح کی ضرورت۔

موجودہ نظامِ تعلیم کی طرح ہمارا پرانا دینی نظامِ تعلیم بھی اپنی اصل افادیت نہیں پہنچا رہا، اسکی بڑی وجہ یہ ہے، کہ ہمارے مدارس میں تعصب کی جھلک نظر آتی ہے، حنفی مسلک کے مدارس میں صرف فقہ حنفی کی تعلیم دی جاتی ہے، اور اہلِ حدیث صرف اہلِ حدیث کی فقہ پر زور دیتے ہیں، اس تشدد آمیز طرزِ تعلیم نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے، قرآنی سزاؤں کے نفاذ کیلئے اس خرابی کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے، اور ہر مدرسہ میں ہر مکتب فکر کی فقہ کی تعلیم دینے کی ضرورت ہے، تاکہ تلامذہ کے اذہان میں وسعت و رواداری پیدا ہو، اور سب مل کر قرآنی سزاؤں کے نفاذ کیلئے کوشاں ہوں، ورنہ یہ بات ممکن نہیں کہ ہم آپس میں فروعی اختلافات پر لڑتے رہیں، اور اس کام کی طرف توجہ نہ دیں، اور پھر بھی قرآنی سزاؤں کا نفاذ ہو جائے، اس کیلئے مل کر بھرپور کوشش کرنے اور ہوشمندی لانے کی اشد ضرورت ہے، یہ جذبہ اختلافات کو ختم کرکے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

6۔ قرآنی سزاؤں کے خلاف شبہات و اعتراضات کے ازالہ کی ضرورت۔

ایسی کتب لکھنے کی بھی بہت ہی اہم ضرورت ہے، جس میں قرآنی سزاؤں پر شبہات کا کافی جواب دیا گیا ہے، اور لوگوں کی بدگمانیاں دور کی گئی ہیں، اور قرآنی سزاؤں کی اصل حقیقت و احادیثِ عامہ کی وضاحت کی گئی ہو، نیز ایسا مواد تیار کیا جائے، کہ اگر کوئی ان سزاؤں کے بارے میں صدقِ دل سے جاننا چاہے، تو اسے پوری پوری معلومات مل سکیں۔

اس دور میں مخالفین نے اس قدر لٹریچر پھیلا رکھا ہے، کہ ہمارے پڑھے لکھے حضرات بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں، کہ واقعی قرآنی سزاؤں کی بین الاقوامی افادیت پر روشنی ڈالی جائے، اور جہاں یہ سزائیں نافذ ہیں، وہاں کے امن آشتی کے حالات سے لوگوں کو کتب و رسائل، اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے بخوبی آگاہ کیا جائے، اور جہاں یہ سزائیں نافذ نہیں، وہاں کی بدامنی کی تصویر بھی بتائی، عام طور پر پیش کی جائے، قرآنی سزاؤں کے نفاذ کیلئے اگر یہ لائحہ عمل اختیار کیا جائے، تو وہ دن دور نہیں، جبکہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، کہ ہر اسلامی ملک قرآنی سزاؤں کے نافذ کرنے میں عار نہیں بلکہ فخر محسوس کرے گا، اور باقی دنیا والے بھی ان کی تقلید میں ہی کام کرنے لگیں گے۔

صاحبِ بصیرت علماء و فضلاء (جو کسی تعارف کے محتاج نہیں) کے انٹرویو۔

الف۔ کیا اسلامی حدود کا نفاذ فطرتِ انسانی کے مطابق ہے، یا انسانیت پر ظلم ۔۔۔؟

1۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی۔

اسلام کی کوئی چیز فطرت کے خلاف نہیں ہے، حدودِ اسلامی اور اسلام کے دیگر احکام

عین فطرت کے مطابق ہیں۔ دینِ اسلام دینِ فطرت ہی ہے، حدودِ اسلامی کے بارے میں یہ تصور کہ انسانیت پر ظلم ہے، یہ دشمنانِ اسلام کا دیا ہوا تصور ہے، اس لئے مسلمانوں کو اس تصور سے پناہ مانگنی چاہیے۔

2 ۔ مولانا محمد متین ہاشمی ۔

(اسلامی حدود) فطرت کے عین مطابق ہیں، اسلامی نظام صرف چند حدود و تعزیرات کا تو نام نہیں ہے، اسلام تو ایک دین ایک مکمل نظامِ حیات ہے، جو زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے، اگر اس ملک میں اسلامی نظام آئے گا، تو اس کے ساتھ اسلام کا نظامِ معیشت نظامِ اخلاق، نظامِ تعلیم و تربیت، نظامِ معاشرت و اخلاق سب کچھ آئے گا۔ اور زندگی کے تمام شعبوں کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالا جائے گا، اہل مغرب اسلامی حدود و تعزیرات کو وحشیانہ اور اسلام کے نظامِ معاشرت و معیشت کو فرسودہ خیال کرتے ہیں، وہ دیکھ لیں گے، کہ اسلامی نفاذ کے نتیجے میں انشاء اللہ اس ملک میں کوئی بھوکا ننگا، بے گھر اور بے علم نہیں رہے گا۔

3 ۔ مفتی محمد حسین نعیمی ۔

اسلامی حدود فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں، اور جرم کی نوعیت کے مطابق ہی اسلامی حدود رکھی گئی ہیں، جرائم کا انسداد اسلامی حدود کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

4 ۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر

اسلامی حدود انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور ظلم و ستم سے انسانیت کو نجات دلاتی ہیں، اسکے بغیر انسانیت ظلم و ستم سے بچ نہیں سکتی، جس طرح اسلام دینِ فطرت ہے، اسی طرح اسکے ضابطے بھی فطری ہیں۔

5 ۔ ڈاکٹر اسرار احمد ۔

اسلامی حدود اس فاطرِ فطرت کی متعین کردہ ہیں، جو فطرت کے تقاضوں سے سب سے بڑھ کر آگاہ ہے، لہذا ان کا نفاذ عین فطرت کے مطابق ہے۔

ب ۔ کیا آپ کی نظر میں اسلامی حدود کے نفاذ سے جرائم کی کمی ہو سکتی ہے ۔۔۔۔؟

1 ۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی ۔

یہ قطعی چیز ہے، کہ حدود جرائم کی بیخ کنی کے لئے ہیں، اور دنیا اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ جرائم کا خاتمہ صرف اسلامی حدود ہی سے ہو سکتا ہے۔

2 ۔ مولانا محمد متین ہاشمی ۔

اگر مخلص ہو کر حدود کا نفاذ کیا جائے، تو نہ صرف جرائم میں کمی ہوگی، بلکہ جرائم نیست و نابود ہو جائیں گے، اس کا ثبوت سعودی عرب ہے، جہاں جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں، نہ کسی کا مال چوری ہوتا ہے، اور نہ کسی کی عزت پر ڈاکہ پڑتا ہے، اس کے گواہ وہ ہزاروں لاکھوں

حاجی ہیں ، جو پاکستان سے حج کیلئے جاتے ہیں ۔

3 ۔ مفتی محمد حسین نعیمی ۔

جرائم کے انسداد کے لئے اسلامی حدود موثر ہیں ۔

4 ۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر ۔

کیا جرائم میں کمی ہو سکتی ہی نہیں ؟ بلکہ جرائم میں ضرور کمی ہوگی ، جس وقت حدود کا نفاذ کیا جائیگا ، جرائم بالکل معدوم ہو جائیں گے ۔

5 ۔ حافظ احمد یار ۔

حدود کسی حد تک جرائم سے باز رکھ سکتی ہیں ، عملی طور پر تیار کرنا وعظ ونصیحت کرنا بھی جرائم سے بچنے کا ذریعہ ہے ، بعض لوگ صرف سزا کے خوف سے ہی جرائم سے بچتے ہیں ۔

6 ۔ ڈاکٹر اسرار احمد ۔

یقیناً اسلامی حدود کے نفاذ سے جرائم میں نہ صرف کمی ہو گی بلکہ وہ تقریباً معدوم ہو جائیں گے ۔

ج ۔ الزام لگایا جاتا ہے ، نہ اسلام کا قانونِ شہادت جرائم کی پردہ پوشی کرتا ہے ، اپنی رائے کا اظہار فرمائیے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ ۔

1 ۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی ۔

قانونِ شہادت تو جرائم کی پردہ پوشی نہیں کرتا ، البتہ قانونِ شہادت جرائم کی صحت اور اسکے درست ہونے پر حجت و ثبوت کا درجہ رکھتا ہے ، یہ اصولی بات ہے ، کہ کسی شخص پر حد کا جاری کرنا ، انتہائی آخری درجہ کی چیز ہے ، اس لئے اس کے ثابت کرنے کے لئے شہادت ایسی ہی مضبوط ہونی چاہیے ، کہ جس کے بعد کوئی شبہ باقی نہ رہے ، کہ یہ سزا صحیح جاری ہوئی ہے ، یا اس میں کوئی فرو گزاشت ہوئی ہے ۔

2 ۔ مولانا محمد متین ہاشمی ۔

چونکہ اسلامی نظامِ عدل میں سزائیں بہت سخت رکھی گئی ہیں ، اس لئے شہادت کا معیار عام قوانینِ شہادت کے مقابلہ میں بہت بلند ہے ، اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترمذی شریف کی حدیث میں فرمایا کہ معمولی شبہ ہونے پر بھی حد کو دفع کرو ، کیونکہ اگر وہ مجرم چھوٹ جائے ، تو یہ زیادہ بہتر ہے ، بنسبت ایک بے گناہ کے سزا پا جانے کے ۔

3 ۔ مفتی محمد حسین نعیمی ۔

سنگین جرائم یعنی حدود وغیرہ کے لئے یقینی شہادتیں ہونی چاہییں ، اور جرم کی سنگینی کے مطابق ہی شہادتوں کا معیار رکھا گیا ہے ، اور جہاں شہادتیں نا تمام ہوں ، وہاں تعزیر کی گنجائش ہے ، قاضی حالات اور مجرم کے ارتکابِ جرم کی کیفیت کو سامنے رکھ کر مناسب سزا دے سکتا ہے ۔

4 - علامہ احسان الہی ظہیر

اس میں لوگوں کی عزتوں کا تحفظ ہے ، نظام شہادت میں تو اسلام کا حسن ہے ، وہ انسان کی عزت سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیتا ۔ قتل کے لئے اسلام سے دو گواہوں کی شہادت رکھی ہے ، مگر زنا کیلئے چار کی ، اسکی وجہ یہ ہے ، کہ زنا سے انسان مرتا ہی نہیں بلکہ اس سے دو خاندان تباہ ہو جاتے ہیں ، اسلئے اسلام نے اسکے لئے گواہی کا معیار اونچا رکھا ہے ، یہی اسلام کی خوبی ہے ۔

اب ہم قانون سے متعلق ایک اہم بحث کا ذکر کریں گے ، اور وہ یہ ہے ، کہ جس طرح کسی مرد کے قتل کا قصاص ضروری ہے ۔ اسی طرح کسی مقتول عورت کا قصاص بھی ضروری ہے ، اس معاملے میں اسلامی قانون نے مرد اور عورت میں کوئی فرق و امتیاز نہیں کیا ہے ، بلکہ برابری اور مساوات کے اصول کو اپنایا ہے ۔

قـــــصـــــاص

قصاص کے لغوی معنی ۔

قصاص کے لغوی معنی ، قصّ قصاً (ن) اقتصاصاً ، الشیء والنحوہ ۔ قینچی سے بال وغیرہ کاٹنا ، اور کہا جاتا ہے ، (ما یقص فی یدہ شیء) کوئی چیز اسکے ہاتھ میں باقی نہیں رہتی ۔ قص ، قصاصا (قصاصۃ الرجل بما کان قبلہ ، بدلہ میں روک لینا ، قاصہ ، بدلہ لینا قصاص لینا ۔ (689)

قصاص کا اصطلاحی و شرعی معنی ۔

والقصاص الاسم منه وهو القتل بالقتل او جرح بالجرح ۔ (690)
قصاص اس بات کا نام ہے ، کہ اس شخص کے ساتھ وہی کیا جائے ، جو کچھ اسکے ساتھ کیا ہے ، جس طرح اس نے قتل کیا ، یا مارا یا زخم وغیرہ ۔
والقصاص ، والقصاصاء ، والقصاصاء القواد وهو القتل بالقتل او الجرح بالجرح والقصاص التقاص ، فی القصاص ، قال فرضنا القصاص وكان التقا ، حكما وعدلاً على المسلمينا ۔ (691)
قصاص لینے کا یہ مطلب ہے ، کہ اس سے قصاص (دوسرے شخص سے) لیا جائے ۔

---

(689) المنجد (عربی اردو) ، جنوری 1960ء دارالاشاعت کراچی ، ص1000 ۔
(690) . محمد مرتضی الحسینی الزبیدی: تاج العروس ، 1389ھ دارالجیل ، بیروت ، المجلد الرابع ، ص423 ۔
(691) ابن منظور : لسان العرب ، 1300ھ بیروت ، المجلد التاسع ، ص76 ۔

یوں کہا جاتا ہے ، کہ امیر نے فلاں کا فلاں سے قصاص لیا ، جس وقت وہ مجرم سے قصاص لے ، مثل زخم یا قتل کے اور اسی طرح باقی مثالیں یوں ہیں -

والقصاص تتبع الدم بالقود ، قال : (ولكم فى القصاص حيٰوة ـــ (والجروح قصاص)

ويقال قص فلان فلانا ، وضربه ضرباً فأقصه أى أدناه من الموت ، والقص الجص- (692)

القصاص بنى لتضمنه معنى المساواة اذ معناه ان يفعل بالانسان مثل ما فعل و منه سمى المقص مقصا لتعادل جانبيه - (693)

قصاص کا معنی مساوات کا ہے ، یعنی معنی اس کا یہ ہے ، کہ انسان کے ساتھ اس طرح کیا جائے ، جس طرح اس نے کیا ، اس سے " مقص " ہے ، یعنی دونوں طرف سے عدل کرنا ہے -

والقصاص ماخوذ من قص الاثر وهو اتباعه ومنه القصاص لانه يتبع الآثار والاخبار : وقص الشعر اتباع اثره ، فكان القاتل سلك طريقا من القتل فقص اثره فيها ومشى على سبيله فى ذلك ، ومنه فارتدا على آثارهما قصصاً وقيل القص القطع ، يقال : قصصت ما بينهما ومنه اخذ القصاص ، لانه يجرحه مثل جرحه او يقتله به ، يقال ، اقص الحاكم فلانا من فلان واباده به فامتثله فامتثل منه ، اى اقتص منه الثالثه صورة القصاص هو أن القاتل فرض عليه اذا اراد الولى القتل الاستسلام لامرالله والانقياد لقصاصه المشروع ، وان الولى فرض عليه الوقوف هو قاتل وليه و ترك التعدى على غيره ، كما كانت العرب تتعدى فتقتل غير القاتل - (694)

قصاص قص الشعر سے ماخوذ ہے ، اور اسی سے قاص ہے ، شعروں کو ان کے نشانات کے پیچھے ، خبروں کی نشانیوں کو کریدنا اور بیان کرنا ہے ، گویا قتل کے ایک راستے پر قاتل چلتا ہے ، اور چلتا ہے ، اس راستے پر (جس کے بارے میں قرآن کا فرمان ہے) فارتدا على آثرهما اور کہا گیا ہے ، کہ (القص) کا معنی کاٹنا ہے (قصصت ما بينهما) اس سے قصاص لینا ہے ، کیونکہ جب کوئی کسی کو زخمی یا قتل کرتا ہے ، تو اسی کی مثل اسکے ساتھ کرنا بدلہ لینے کا نام قصاص ہے -

(اقص) حاکم نے فلاں کا فلاں سے بدلہ لیا ، قصاص کی صورت یہ ہے ، کہ قاتل پر فرض ہے ، جس وقت ولی اللہ تعالی کے حکم کو قائم رکھنے اور اسکو اللہ کا مطیع بنانے کیلئے قصاص لے تو قاتل اللہ کی اطاعت کا ثبوت دیتے ہوئے قصاص دے - اور ولی پر یہ بات بھی فرض کی گئی ہے ، کہ قاتل کو ہی قتل کرے ، نہ کہ غیر لوگوں کو جس طرح عرب والے ظلم کرتے تھے ، کہ غیر قاتل کو قتل کر دیتے تھے -

---

(692) المفردات فى غريب القرآن ، ص 404 -

(693) روح المعانى ، المجلد الثانى ، الجزء الثالث ، ص 49 -

(694) الجامع لاحكام القرآن ، المجلد الاول ، الجزء الثانى ، ص 245 -

اسی طرح انسائیکلوپیڈیا آف بریٹینکا میں قتل کی یوں تعریف کی گئی ہے : ۔

Murder, in Law, the unlawful killing of person with malice afore thought. It is defined by lord coke in his institutes as " where a person of sound memory and Dircretion unlawfully. Killeth any reasonable creature in being and under the king's peace, with a malice afore thoughts, either express or implied"(695).

عورت کا قصاص قرآن پاک کی روشنی میں

ارشاد باری تعالی ہے : ۔

یایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی ، الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی ، فمن عفی له من اخیه شی ء فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان ، ذلک تخفیف من ربکم و رحمة ، فمن اعتدی بعد ذلک فله عذاب الیم O ولکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب لعلکم تتقون ۔ (696)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے ، کہ جب ایک آدمی قتل ہو جائے تو اس مقتول کے ورثاء بدلہ لے سکتے ہیں ، مزید تشریح فرماتے ہوئے قرآن پاک نے ارشاد فرمایا کہ اگر آزاد آدمی قتل ہوا ہے ، تو اسکے قصاص میں آزاد آدمی ہی قتل کیا جائے گا ، اگر غلام قتل ہوا ہے ، تو اسکے بدلے غلام ہی قتل ہوگا ، اور اگر عورت قتل ہوئی ہے ، تو اسکے بدلے عورت ہی قتل کریں گے ، ایسا نہیں ہوگا ، کہ آزاد آدمی کے بدلے غلام کو قتل کریں ، غلام کے بدلے آزاد کو یا عورت کے بدلے مرد کو یا مرد کے بدلے عورت کو ایسا ہرگز نہیں ہوگا ۔ (697)

جان کے بدلے میں جان کو قتل کیا جائے گا ، اس پر ایک مفید اور ضروری بحث یہ ہے ، کہ سورہ یعنی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی سے یہ شبہہ نہیں ہونا چاہیے ، کہ اگر کوئی عورت کسی مرد کو قتل کردے ، یا آزاد مرد کسی غلام کو قتل کردے تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائیگا ، کیونکہ اس آیت کے شروع میں" القصاص فی القتلی" کا جملہ موجود ہے ، جو عموم پر دلالت کرتا ہے ، پھر اسکی مزید وضاحت سورۃ المائدۃ کی اس آیہ سے ہوتی ہے ' جس میں

---

(695) Encyclopedia - Britannica, Vol. 15-P. 975

(696) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ 178: - 179۔

(697) ابن کثیر : تفسیر ابن کثیر ، مترجم محمد عبدالرشید نعمانی ، 1984ء لاہور ، زاہد بشیر پرنٹرز ، ص 249 ۔ مزید ملاحظہ فرمایئے : استثناء ، باب 19 آیۃ 21 ، ص 185۔ ترجمہ کو خدا ترس نہ آئے ، جان کا بدلہ جان آنکھ کا بدلہ آنکھ ، دانت کا بدلہ دانت ،

آیہ 194 "فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم" اور سورہ نحل کی آیۃ 126 میں "وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ "۔ اسی مضمون کے لئے آیا ہے ۔ (699)

" اسی لئے اصطلاحِ شرع میں قصاص کہا جاتا ہے ، قتل کرنے اور زخم لگانے کی سزا کو جس میں مساوات اور مماثلت کی رعایت کی گئی ہو ۔ (700)

اس بات کی دلیل صحیحین کی حدیث حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے ، کہ ایک یہودی نے ایک عورت کا سر پتھروں سے کچل دیا تھا ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکا سر پتھروں میں سے کچلوا دیا ، اس سے معلوم ہوا کہ قصاص یہی ہے ، کہ جس چیز سے قاتل نے مارا اسی چیز سے مارا جائیگا ، نیز مروی ہے ، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، کہ جو کسی کو غرق کرے ، تو اسکو ہم بھی غرق کر دینگے ۔ (701)

قصاص کی مزید وضاحت اس حدیثِ پاک سے ہوتی ہے ، جسے ترمذی ، دارمی ، ابن ماجہ ، امام شافعیؒ امام احمد نے روایت کیا ہے ، کہ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے ، کہ بروز محاصرہ حضرت عثمانؓ نے اپنے گھر کے اوپر سے جھانک کر محاصرین سے کہا کہ میں تم سے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں ، کیا تم جانتے ہو ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ، کہ مسلمان کا خون بغیر تین باتیں ہوئے حلال نہیں یا تو احصان کے بعد زنا کرے ، یا اسلام کے بعد کفر کرے ، یا ناحق کسی جان کو مار ڈالے ۔ (702)

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں ، کہ جسکا کوئی آدمی مقتول ہو جائے تو وہ کیا کریں ......؟ ۔

جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا طریقہ یہ تھا ، کہ ایک قوم یا قبیلے کے لوگ اپنے مقتول کے خون کو جتنا قیمتی سمجھتے تھے ، اتنی ہی قیمت کا خون اس خاندان یا قبیلے یا قوم سے لینا چاہتے تھے ، جس کے آدمی نے اسے مارا ہو ، محض مقتول کے بدلے میں قاتل کی جان لینے سے انکا دل ٹھنڈا نہ ہوتا تھا ، وہ اپنے ایک آدمی کا بدلہ بیسیوں اور سینکڑوں سے لینا چاہتے تھے ، ان کا کوئی معزز آدمی اگر دوسرے گروہ کے کسی چھوٹے آدمی کے ہاتھوں مارا گیا ہو ، وہ اصلی قاتل کے قتل کو کافی نہ سمجھتے تھے ، بلکہ یہ انکی خواہش ہوتی تھی ، کہ قاتل کے قبیلے کا بھی کوئی ویسا ہی معزز آدمی مارا جائے ، یا اسکے کئی آدمی اس کے مقتول پر سے صدقہ کئے جائیں ، یہ حالت کچھ قدیم جاہلیت میں نہ تھی ، موجودہ زمانے میں بھی ہے ، جن قوموں کو مہذب سمجھا جاتا ہے ، اکثر یہ خبریں ہمارے کان سنتے ہیں ، کہ ایک شخص کے قتل پر مغلوب قوم کے اتنے یرغمالی گولی سے اڑا دیے گئے ، ایک مہذب قوم نے اسی بیسویں صدی میں اپنے ایک مرد (سرلی اسٹیک) کے قتل کا بدلہ پوری مصری قوم

---

(699) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد اول ، ص 435 ۔ (ب) محمد ابو زہرہ: العقوبة ، ص 385 ۔ وجروحها كا ... الرجل على سواء بحرى فيها القصاص ... قوله تعالى العين بالعين والسن ... والانف بالانف والاذن بالاذن ۔

(700) تفسیر مظہری ، جلد اول ، ص 315 ۔

(701) ابن قدامہ : المغنی ، 1367ھ ، مصر ، المجلد السابع ، ص 679 ۔

(702) تفسیر مظہری ، جلد اول ، ص 309 ۔

سے لے کر چھوڑا ۔ (703)

بہرحال یہ، خرابیاں ہیں ، جن کے سدباب کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس آیہ میں دیا ہے ، ابن جوزی اور دارمی نے ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ، کہ جس قوم کا کوئی فرد قتل ہو جائے ، یا اسکو زخمی کر دے ، تو اسکو تین باتوں کا اختیار ہے ، چوتھی بات اگر کرے ، تو اس وقت پکڑ لو ، یا تو قصاص لے یا معاف کر دے ، یا دیت لے لے ، سو اگر تینوں باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لیا ہے ، اور پھر حد سے تجاوز کیا ، تو اسکے لئے ہمیشہ آگ ہے ۔ (704) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ، کہ مقتول کے بدلے قاتل اور صرف قاتل ہی کی جان لی جائے ، قطع نظر اس کے کہ قاتل کون اور مقتول کون ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمت قصاص فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین ۔ (705)

مندرجہ بالا آیہ کریمہ کا شان نزول اس طرح ہے ، کہ ذوالقعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کے لئے اپنے صحابہ کے ہمراہ مکہ کو تشریف لے گئے ، لیکن مشرکین مکہ نے آپ کو حدیبیہ والے میدان میں روک لیا ، آخر کار اس بات پر فیصلہ ہوا ، کہ آئندہ سال آپ عمرہ کریں ، اور اس سال واپس تشریف لے جائیں ، چونکہ ذوالقعد کا مہینہ بھی حرمت والا ہے ۔ (706)

اہلِ عرب میں حضرت ابراہیم کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آرہا تھا ، کہ ذی القعدہ ، ذی الحج ، اور محرم کے تین مہینے حج کے لئے مختص تھے ، اور رجب کا مہینہ عمرے کے لئے خاص کیا گیا تھا ، چار مہینوں میں جنگ و جدل ، قتل و غارت منع کی گئی تھی ، تاکہ زائرینِ کعبہ امن و امان سے اللہ تعالیٰ کے گھر تک جائیں ، اور اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں ، اسی بناء پر ان مہینوں کو حرام مہینے کہا جاتا تھا ، یعنی حرمت والے مہینے ۔۔۔ اس اوپر والی آیہ کا منشاء یہ ہے ، کہ ماہ حرام کی حرمت کا لحاظ اگر کفار کریں ، تو مسلمان بھی کریں ، اور اگر وہ اس حرمت کو نظرِ انداز کرلے ، کسی حرام مہینے میں مسلمانوں پہ دستدرازی

---

(703) تفہیم القرآن ، جلد اول ، ص 138 ۔

(704) تفسیر مظہری ، جلد اول ، ص 307 ۔

(705) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 194 ۔

(706) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الاول ، ص 231 ۔ ای عام الحدیبیۃ حین حال المشرکون بین رسول اللہ و بین الدخول الی البیت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وانزل لھم رخصۃ ان یذبحوا ما معھم من الھدی و کان سبعین بدنۃ وان یحلقوا رؤسھم وان یتحللوا من احرامھم فعند ذلک امرھم علیہ السلام بان یحلقوا رؤسھم وان یتحللوا ۔

" ان النفس بالنفس" کا جملہ آیا ہے ، جس کا صاف مطلب یہ ہے ، کہ جان کے بدلے جان کو قتل کیا جائے گا ۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں قتال خواہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام قصاص میں قتل کیا جائیگا ۔

سورۃ البقرہ کی مذکورہ بالا آیت میں یہ شبہ اس بناء پر ہوتا ہے ، کہ آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت کا ذکر ہے ۔ عورت کے بدلے مرد اور آزاد کے بدلے غلام کا ذکر نہیں ۔

قرآن کریم کا یہ اشارہ ایک واقعہ کی بنیاد پر ہے ، جس کی تفصیل اس طرح سے ہے :-

زمانہ اسلام سے کچھ عرصہ قبل دو قبائل (یعنی قبیلہ بنو قریظہ اور بنو نضیر) میں جنگ ہوگئی ، جس میں بنو نضیر غالب آئے تھے ، اب یہ دستور ہوگیا تھا ، کہ جب بنو نضیر کا کوئی آدمی بنو قریظہ کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تو اس کے بدلے میں اسے قتل نہ کیا جاتا ، بلکہ اس سے ایک سو وسق کھجور بطور دیت لی جاتی تھی ، اور جب قرظی نضری کو قتل کر دیتا تو اس کے بدلے اسے قتل کیا جاتا تھا ، اور اگر دیت لی جاتی تو اس سے دگنی دیت یعنی دو سو وسق لی جاتی ، جن دو قبیلوں کے درمیان جنگ ہوئی تھی ، جس میں دونوں طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے تھے ، مقتولوں میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی ، آزاد لوگ بھی تھے ، اور غلام بھی ، ورثاء کے درمیان قصاص کا جھگڑا چل رہا تھا ، کہ اسلام کا دور آگیا ، اور ان دونوں قبائل نے اسلام قبول کر لیا ، اسلام لانے کے بعد اپنے اپنے مقتولین کے قصاص کی بات شروع ہوئی تو ایک قبیلہ جو زیادہ با اثر تھا ، اس نے کہا ہم اس وقت تک راضی نہ ہوںگے ، جب تک ہمارے غلام کے بدلے تمہارا آزاد آدمی قتل نہ ہو جائے ، اور ہماری عورت کے بدلے تمہارا مرد قتل نہ کیا جائے ، ان کے اس ناروا مطالبہ کو رد کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی " الحر بالحر ، والعبد بالعبد" ، جس کا مقصد ان کے مطالبہ کو رد کرنا تھا ، کہ غلام کے بدلے آزاد ، عورت کے بدلے مرد قتل کیا جائے ، اگرچہ وہ قاتل نہ ہو ۔

اسلام نے یہ عادلانہ قانون نافذ کیا ، کہ جس نے قتل کیا ہے ، وہی قصاص میں قتل کیا جائے گا ، اگر عورت قاتل ہے ، تو اسکی بجائے مرد کو اور غلام قاتل ہے ، تو اسکے بجائے آزاد کو قتل کرنا بہت بڑا ظلم ہے ، ہر صورت میں قصاص ، قاتل سے لیا جائیگا ، عورت مرد اور غلام کی تمیز کیے بغیر ، پس اللہ تعالیٰ نے اس جاہلیت کی رسم کو مٹا دیا ، اور عدل و مساوات کا حکم دیا ۔(698)

قصاص کا لفظ معنی مماثلت کے ہیں ، مراد یہ کہ جتنا ظلم کسی نے کیا ، اتنا ہی بدلہ لینا ، دوسرے کے لئے جائز ہے ، اس سے زیادتی کرنا جائز نہیں ، قرآن پاک کی سورۃ البقرہ ہی کی

---

*697 ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ۔ اسی طرح وضاحت یوں ملتی ہے ، کہ بے گناہ کا خون بہایا نہ جائے ، اور وہ خون بڑی تیری گردن پر ہو ۔ (استثناء : باب 19 ، آیۃ 11 ، ص185)

(698) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الاول ، ص 248 ، 249 ۔

آیہ 194 "فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم" اور سورہ نحل کی آیہ 126 میں "وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ" اسی مضمون کے لئے آیا ہے ۔ (699)

" اسی لئے اصطلاحِ شرع میں قصاص کہا جاتا ہے ، قتل کرنے اور زخم لگانے کی سزا کو جس میں مساوات اور مماثلت کی رعایت کی گئی ہو ۔ (700)

اس بات کی دلیل صحیحین کی حدیث حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے ، کہ ایک یہودی نے ایک عورت کا سر پتھروں سے کچل دیا تھا ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکا سر پتھروں ہی سے کچلوا دیا ، اس سے معلوم ہوا کہ قصاص یہی ہے ، کہ جس چیز سے قاتل نے مارا اسی چیز سے مارا جائیگا ، نیز مروی ہے ، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، کہ جو کسی کو غرق کرے ، تو اسکو ہم بھی غرق کر دینگے ۔ (701)

قصاص کی مزید وضاحت اس حدیثِ پاک سے ہوتی ہے ، جسے ترمذی ، دارمی ، ابن ماجہ ، امام شافعی ، امام احمد نے روایت کیا ہے ، کہ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے ، کہ بروز محاصرہ حضرت عثمانؓ نے اپنے گھر کے اوپر سے جھانک کر محاصرین سے کہا کہ میں تم سے اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں ، کیا تم جانتے ہو ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ، کہ مسلمان کا خون بغیر تین باتیں ہوئے حلال نہیں یا تو احصان کے بعد زنا کرے ، یا اسلام کے بعد کفر کرے ، یا ناحق کسی جان کو مار ڈالے ۔ (702)

اب ہم اس بات کی طرف آتے ہیں ، کہ جنکا کوئی آدمی مقتول ہو جائے تو وہ کیا کریں ...... ؟ ۔

جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا طریقہ یہ تھا ، کہ ایک قوم یا قبیلے کے لوگ اپنے مقتول کے خون کو جتنا قیمتی سمجھتے تھے ، اتنی ہی قیمت کا خون اس خاندان یا قبیلے یا قوم سے لینا چاہتے تھے ، جس کے آدمی نے اسے مارا ہو ، محض مقتول کے بدلے میں قاتل کی جان لینے سے انکا دل ٹھنڈا نہ ہوتا تھا ، وہ اپنے ایک آدمی کا بدلہ بیسیوں اور سینکڑوں سے لینا چاہتے تھے ، ان کا کوئی معزز آدمی اگر دوسرے گروہ کے کسی چھوٹے آدمی کے ہاتھوں مارا گیا ہو ، وہ اصلی قاتل کے قتل کو کافی نہ سمجھتے تھے ، بلکہ یہ انکی خواہش ہوتی تھی ، کہ قاتل کے قبیلے کا بھی کوئی ویسا ہی معزز آدمی مارا جائے ، یا اسکے کئی آدمی اس کے مقتول پر سے صدقہ کئے جائیں ، یہ حالت کچھ قدیم جاہلیت ہی میں نہ تھی ، موجودہ زمانے میں بھی ہے ، جن قوموں کو مہذب سمجھا جاتا ہے ، اکثر یہ خبریں ہمارے کان سنتے ہیں ، کہ ایک شخص کے قتل پر مغلوب قوم کے اتنے یرغمالی گولی سے اڑا دیے گئے ، ایک مہذب قوم نے اسی بیسویں صدی میں اپنے ایک مرد (سرلی اسٹیک) کے قتل کا بدلہ پوری مصری قوم

---

(699) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد اول ، ص 435 ۔ (ب) محمد ابو زہرہ: العقوبۃ ، ص [illegible] ۔ وجروحہما لا لزاف الرحل علی سواء مجری قصا اتصاص ... قولہ تعالی العین بالعین بالاس الانف بالانف والاذن بالاذن ۔

(700) تفسیر مظہری ، جلد اول ، ص 315 ۔

(701) ابن قدامۃ : المغنی ، 1367ھ ، مصر ، المجلد السابع ، ص 679 ۔

(702) تفسیر مظہری ، جلد اول ، ص 309 ۔

سے لے کو چھوڑا ۔ (703)

بہرحال یہی خرابیاں ہیں ، جن کے سدباب کا حکم اللہ تعالی نے اس آیۃ میں دیا ہے ، ابن جوزی اور دارمی نے ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ، کہ جس قوم کا کوئی فرد قتل ہو جائے ، یا اسکو زخمی کر دے ، تو اسکو تین باتوں کا اختیار ہے ، چوتھی بات اگر کرے ، تو اس وقت پکڑ لو ، یا تو قصاص لے یا معاف کر دے ، یا دیت لے لے ، سو اگر تینوں باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لیا ہے ، اور پھر حد سے تجاوز کیا ، تو اسکے لئے ہمیشہ آگ ہے ۔ (704) اللہ تعالی فرماتا ہے ، کہ مقتول کے بدلے قاتل اور صرف قاتل ہی کی جان لی جائے ، قطع نظر اس کے کہ قاتل کون اور مقتول کون ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

الشهر الحرام بالشهر الحرام والحرمت قصاص فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم واتقوالله واعلموا ان الله مع المتقين ۔ (705)

مندرجہ بالا آیۃ کریمہ کا شان نزول اس طرح ہے ، کہ ذوالقعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کے لئے اپنے صحابہ کے ہمراہ مکہ کو تشریف لے گئے ، لیکن مشرکین مکہ نے آپؐ کو حدیبیہ والے میدان میں روک لیا ، آخر کار اس بات پر فیصلہ ہوا ، کہ آئندہ سال آپؐ عمرہ کریں ، اور اس سال واپس تشریف لے جائیں ، چونکہ ذوالقعد کا مہینہ بھی حرمت والا ہے ۔ (706)

اہل عرب میں حضرت ابراہیم کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آرہا تھا ، کہ ذی القعدہ ، ذی الحج ، اور محرم کے تین مہینے حج کے لئے مخصوص تھے ، اور رجب کا مہینہ عمرے کے لئے خاص کیا گیا تھا ، چار مہینوں میں جنگ و جدل ، قتل و غارت منع کی گئی تھی ، تاکہ زائرین کعبہ امن و امان سے اللہ تعالی کے گھر تک جائیں ، اور اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں ، اس بناء پر ان مہینوں کو حرام مہینے کہا جاتا تھا ، یعنی حرمت والے مہینے ـــ اس اوپر والی آیۃ کا منشاء یہ ہے ، کہ ماہ حرام کی حرمت کا لحاظ اگر کفار کریں ، تو مسلمان بھی کریں ، اور اگر وہ اس حرمت کو نظر انداز کرکے ، کسی حرام مہینے میں مسلمانوں پہ دست درازی

---

(703) تفہیم القرآن ، جلد اول ، ص 138 ۔

(704) تفسیر مظہری ، جلد اول ، ص 307 ۔

(705) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 194 ۔

(706) تفسیر القرآن العظیم ، المجلد الاول ، ص 231 ۔ ای عام الحدیبیۃ حین حال المشرکون بین رسول اللہ و بین الدخول الی البیت ، ، ، ، ، ، ، ، وانزل لھم رخصۃ ان یذبحوا ما معھم من الھدی و کان سبعین بدنۃ وان یحلقوا رؤسھم وان یتحللوا من احرامھم فعند ذلک امرھم علیہ السلام بان یحلقوا رؤسھم وان یتحللوا ۔

کریں ، تو پھر مسلمان بھی ماہِ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہونگے ۔ (707)

اس آیۂ کریمہ سے بھی معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی تم پر زیادتی کرے ، تو تم بھی اسکا جواب اسے اتنا ہی دو جتنا اس نے تم پر زیادتی کی ہے ، اور قصاص کا حکم بھی اس میں موجود ہے ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

وکتبنا علیہم فیھا ان النفس بالنفس ، والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص ، فمن تصدق بہ فھو کفارۃ لہ ، ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولیک ھم الظالمون ٥ ۔ (708)

بنو قریظہ ، بنو نضیر کا جو مقدمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تھا ، کہ بنو نضیر نے اپنی قوت و شوکت کے بل بوتے پر بنو قریظہ کو اس پر مجبور کر رکھا تھا ، کہ بنو نضیر کے کسی آدمی کو ان کا آدمی قتل کر دے ، تو اسکا قصاص بھی جان کے بدلے جان سے لیا جائے ، اور اس کے علاوہ خون بہا یعنی دیت بھی لی جائے ، اور اگر معاملہ برعکس ہو کہ بنو نضیر کا آدمی بنو قریظہ کے آدمی کو مار ڈالے تو کوئی قصاص نہیں ، صرف دیت یعنی خون بہا دیا جائے ، وہ بھی بنو نضیر سے آدھا ، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی اس زیادتی کا پردہ چاک کر دیا ، خود تورات میں بھی قصاص اور دیت کی مساوات کے احکام موجود ہیں ، یہ لوگ جان بوجھ کر ان سے روگردانی کرتے تھے ، اور محض حیلہ جوئی کے لئے اپنا مقدمہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے ۔ (709)

عورت کا قصاص سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

من علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلمون تتکافا دماءھم و یسعٰی بذمتھم أدناھم و یرد علیھم أقصاھم یدٌ علی من سِوَاھُم اَلَا لا یقتل مسلمٌ ، بکافر ولا ذُو عھد فی عھدہ ۔ (710)

اس مندرجہ بالا حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو کلمہ ارشاد فرمایا ہے ، کہ تتکافا دماءھم ، کہ تمام مسلمان اپنے قصاص میں برابر ہیں ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے عورت کا قصاص بھی ثابت ہو گیا ، چونکہ عورت بھی قرآن پاک کے فرمان کے مطابق " ان النفس بالنفس " انسان کے ساتھ برابر کی شریک ہے ، جیسے ایک مرد کے قتل ہونے

---

(707) تفہیم القرآن ، جلد اول ، ص 152 ۔

(708) القرآن الحکیم ، سورۃ المائدۃ : 45 ۔

(709) مفتی محمد شفیع : معارف القرآن ، جلد 3 ، ص 161 ، 162 ۔

(710) نواب محمد قطب الدین خان : مظاہر حق شرح مشکوٰۃ ، 1983ء ، کراچی ، دارالاشاعت ، جلد 3 ، ص 527 ۔

سے قاتل سے قصاص لیا جاتا ہے ، اسی طرح عورت کے بھی قتل ہونے سے بھی قصاص اسی طرح لیا جائیے گا ، چونکہ مرد کی جان اور عورت کی جان میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

عورت کے بدلے مرد کو قتل کرنا

عن قتادہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل یھودیاً بجاریۃ قتلھا علی اُوضاح لھا ۔ (711)

اس حدیث پاک میں اگر غوروفکر کیا جائیے ، تو معلوم ہوگا ، کہ عورت کا قصاص ہے ، عورت کا قصاص اس حدیث پاک سے ثابت ہو گیا ہے ، کہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عورت کا قصاص ضروری اور لازمی لیا جائیے گا ، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو قتل کروا کر قصاص دلایا ، اس میں کوئی شک و شبہ کی بات نہیں ، عورت کا قصاص جس طرح قرآن پاک میں نفس کے الفاظ ہیں ، اسی طرح اس حدیث میں بھی بدلہ کا ذکر موجود ہے ۔

مردوں اور عورتوں کے درمیان زخموں کا قصاص

عن عمر رضی اللہ عنہ تقاد المرأۃ من الرَّجُل فی کل عَمدٍ یبلغُ نفسہ فما دونھا من الجراح ، وبہ قال عمر بن عبدالعزیز و ابراہیم و ابوالزناد و من اُصحابہ و جرحَتْ اُختُ ، الربیع إنساناً فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ، القِصَاصُ ۔ (712)

عورت کا قصاص

قرآن و سنت کی نصوص اس بات پر ناطق ہیں ، کہ عورت کے بدلے میں مرد کو کو قتل کیا جائے گا ، اور مرد کے بدلے میں عورت کو قتل کیا جائیے گا ، اس لئے کہ دونوں کا خون برابر ہے ، اور دونوں معصوم الدم اور قابلِ احترام ہیں ، اسکی دلیل سورۃ مائدہ کی آیت 45 میں ہے ، جس میں کہا گیا ہے ، کہ جان کے بدلے میں جان ، یہ آیت سورۃ بقرہ کی آیت 178 کی تفسیر کرتی ہے ، کہ عورت کے بدلے میں عورت کا مطلب یہ نہیں ہے ، کہ عورت کے بدلے میں مرد کو قتل نہ کرو ، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے ، کہ قاتل ہی کو قتل کرو ، جو بھی ہو ، اگر قتل عورت نے کیا ہو ، تو اسکے باپ یا شوہر یا بیٹے کو قتل نہ کرو ، بلکہ اس سے قصاص لیا جائیے گا ۔

---

(711) صحیح البخاری ، الجزء التاسع ، کتاب الدیات ، باب قتل الرجل ، بالمرأۃ ، ص 8 ۔

(712) ایضاً ایضاً ایضاً باب القصاص بین الرجل والنساء فی الجراحات ، ص 8 ۔

قصاص کے بارے میں حکم

عن أنس قال كسرت الربيع ، عمة أنس ، ثنية جارية فطلبوا العفو ، فأبوا فعرضوا عليهم الأرش فأبوا ، فأتوا النبي صلى الله عليه وسلم فأمر بالقصاص فقال أنس بن النضر ، يا رسول الله ، تكسر ثنية الربيع ؟ والذي بعثك بالحق ! لا تكسر ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم " يا أنس ، كتاب الله القصاص ، قال فرضي القوم فعفوا ، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن من عباد الله من لو أقسم على الله لأبره " ـ (713)

حضرت أنس رضی اللہ سے روایت ہے ، کہ ربیع نے جو أنسؓ کی پھوپھی تھیں ، ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا ، پھر ربیع کے لوگوں نے معافی مانگی ، لیکن لڑکی والے معافی پر راضی نہ ہوئے ، پھر ربیع کے لوگوں نے دیت دینا چاہی ، انہوں نے دیت لینے سے بھی انکار کر دیا ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا ، أنس بن نضر نے کہا ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ربیع کا دانت توڑ دیا جائے گا ، قسم ہے ، اس ذات کی جس نے آپؐ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے ، اس کا دانت توڑا جائے گا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اے أنس اللہ تعالی کی کتاب قصاص کا حکم کرتی ہے ، یہ سن کر لڑکی والے لوگ راضی ہو گئے ، اور انہوں نے معاف کر دیا ، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، کہ اللہ تعالی کے بعض بندے ایسے ہیں ، جو اللہ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں ، تو اللہ تعالی انکو سچا کر دیتا ہے ۔

اس حدیثِ پاک میں بھی حضورؐ نے قصاص دلا کر واضح فرمایا ، کہ عورت ہو یا مرد قصاص میں سب برابر ہیں ، جس کا ثبوت یہ حدیثِ نبوی ہے ، خصوصاً عورت کے قصاص کی بحث چل رہی ہے ، ہم نے یہ حدیث پیش کرکے ثابت کر دیا ہے ، کہ عورت کا قصاص ازروئے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم لازم اور ضروری ہے ۔

عورت کا قصاص چاروں آئمہ کرام کی نظر میں

<u>فقہ حنفی</u> ۔

۱ ۔ قال : القصاص واجب بقتل كل محقون الدم على التأبيد اذ قتل عمداً ـ (714)

کہا ہر اس قتل میں قصاص واجب ہے ، جو آلے کے ساتھ ہو ، جبکہ عمداً قتل کیا ہو ، یہاں تک کہ وہ مر جائے ۔

---

(713) <u>سنن ابن ماجه</u> ، المجلد الثانی ، کتاب الدیات ، باب قصاص بالسن ، ص 885 ۔

(714) <u>الهدایه</u> : للامام مرغینانی ، 1378ھ ، بھارت ، مکتبه دیوبند المجلد الرابع ، ص 558 ۔

2 ـ قال و يقتل الحر بالحر ، والحر للعمومات ـ (715)

اور کہا آزاد کے بدلے میں آزاد قتل کیا جائے ، اور حدیث عموم سے ہے ۔

3 ـ و یقتل الرجل المراۃ والکبیر بالصغیر ـ (716)

اور مرد عورت کے بدلے اور بڑا چھوٹے کے بدلے میں قتل کیا جائے گا ۔

4 ـ وحجتنا فی ذلک قوله تعالی کتب علیکم القصاص فی القتلی فهذا یقتضی وجوب القصاص بسبب کل قتل الا ما قام علیه الدلیل فأما قوله الحر بالحر فهو ذکر بعض ما شمله العموم علی موافقة حکمه فلا یجب تخصیص ما بقی (الا تری) أنه کما قابل العبد بالعبد قابل الأنثی بالأنثی ثم لا یمنع ذلک مقابلة الذکر بالأنثی وفی مقابلة الأنثی دلیل علی وجوب القصاص علی الحرة بقتل الامة ـ (717)

اور ہماری حجت اس میں ہے ، اللہ تعالی کا قول ہے ، کہ تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص ٹھہرایا جائے ، پس یہ قصاص کے وجوب کو متقضی ہے ، ہر قتل کے سبب کی وجہ سے سوائے اس پر جس پر کوئی دلیل قائم ہو ، پس رہا ، اللہ تعالی کا قول " آزاد بدلے آزاد " کے بعض نے عموم پر اسکو ذکر کیا ہے ، حکم کی موافقت میں ، جو باقی میں سے اس پر تخصیص لازم نہ رہی ، کیا تو نہیں دیکھتا ، یقیناً ، جیسا کہ ارشاد ہے ، کہ " غلام کے بدلے غلام کے ، عورت کے بدلے عورت کے " پھر مرد کو عورت کے بدلے میں مقابلتہً منع نہیں کیا گیا ، اور عورت کے بدلے عورت کے مقابلے میں یہ دلیل قصاص میں واجب ہونے کے لئے ہے ، آزاد عورت لونڈی کے قتل میں ۔

فقہ مالکی ـ

1 ـ قال مالک ، الأمر عندنا ، أنه یقتل فی العمد الرجال الأحرار بالرجال الحر الواحد ، والنساء بالمراۃ ، کذلک والعبید بالعبید کذلک ـ (718)

امام مالک نے فرمایا ، ہمارے نزدیک حکم ہے ، کہ قتلِ عمد میں ایک آزاد آدمی کے بدلے آزاد آدمی کو ، عورت کے بدلے عورت کو ، اور غلام کے بدلے غلام کو قتل کیا جائے گا ۔

2 ـ قال یحیی : قال مالک ، احسن ما سمعت فی تاویل هذه الآیة قول اللہ تبارک و تعالی : الحر بالحر والعبد بالعبد ، فهولاء الذکور والأنثی بالأنثی ان القصاص یکون بین الاناث کما یکون بین الذکور والمراۃ الحرۃ تقتل بالمراۃ الحرۃ کما تقتل الحر بالحر والامة تقتل بالامة کما یقتل العبد بالعبد والقصاص یکون بین النساء کما یکون بین الرجال

---

(715) الهدایة ، المجلد الرابع ، باب یوجب القصاص وما لا یوجبه ، ص 559 ـ

(716) ایضاً ایضاً ایضاً ص559 ـ

(717) کتاب المبسوط ، الجزء السادس والعشرون ، ص 130 ـ

(718) موطا ، کتاب العقول ، باب ما یجب فی العمد ، ص757 ـ

والقصاص ایضاً یکون بین الرجال والنساء و ذلک ان اللہ تبارک و تعالی قال فی کتاب : و کتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فذکر اللہ تبارک و تعالی ان النفس بالنفس فنفس المراۃ الحرۃ بنفس الرجل الحر و جرحھا بجرحه ـ (719)

حضرت یحی نے کہا کہ حضرت امام مالک نے فرمایا کہ یہ بات میں نے خوب سنی ا ، ارشاد باری کی تاویل میں کہ آزاد کے بدلے آزاد ، اور غلاموں کے بدلے غلام ، یہ تو مردوں کے متعلق ہے ، اور عورت کے بدلے " عورت " (2 : 178) تو عورتوں سے بھی اسی طرح قصاص لیا جاتا ہے ، جیسے مردوں سے ، اور آزاد عورت ، آزاد عورت کے بدلے میں قتل کی جائے گی ، جیسے آزاد مرد کے بدلے آزاد مرد کو ، اور لونڈی کو لونڈی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا ، جیسے غلام کو غلام کے بدلے قتل کیا جاتا ہے ، قصاص عورتوں میں بھی اسی طرح ہے ، جس طرح مردوں میں ہے ، اور قصاص مردوں اور عورتوں کے درمیان بھی ہے ، جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ، یہاں اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہے ، کہ جان کے بدلے جان ، تو آزاد عورت آزاد مرد جیسی اور عورت کا زخم مرد کے زخم جیسا ہے ـ

3 ـ قال مالک : و اذا عمد الرّجلُ إلی امرأته ففقأ عینَھا أو کسر یدھا ، أو قطع إصبعھا أو شِبه ذلک متعمّداً لذلک فانّھا تقادُ منه و أمّا الرّجلُ یضرب امرأتهُ بالحبل أو بالسّوط فیصیبھا من ضربه ما لم یُرد ولم یتعمّد فانه یعقل ما أصاب منھا علی ھذا الوجه ولا یُقاد منه ـ (720)

4 ـ قال یحیی قال مالک الأمرُ المُجتمعُ علیه عندنا أنّ من کسر یداً او رجلا عمداً انّهُ یُقاد منه ولا یُعقل ـ (721)

فقہ شافعی ـ

1 ـ قال الشافعی ، رحمه اللہ تعالی : ولم اعلم ممن لقیت مخالفا من اھل العلم فی أن الدمین متکافئان بالحریة والاسلام ، فاذا قتل الرجل المرأۃ عمداً قتل بھا واذا قتلته ـ قتلت به ولا یؤخذ من المرأۃ ولا من اولیائھا ، شیءٌ للرجل اذا قتلت به ولا إذا قتل بھا وھی کالرجل یقتل الرجل فی جمع احکامھا إذا اقتص لھا او اقتص منھا ، وکذلک النفر یقتلون المرأۃ والنسوۃ یقتلن الرجل ـ (722)

---

(719) موطا امام مالک ، کتاب العقول ، باب القصاص فی القتل ، ص 757 ، 758 ـ

(720) ایضاً ایضاً باب القصاص فی الجراح ، ص 760 ـ

(721) ایضاً ایضاً ص 759 ، 760 ـ

(722) کتاب الام ، المجلد الثالث ، الجزء السادس ، ص 21 ـ

2 ۔ قال الشافعی ، فی قوله تبارک تعالی : " كتب عليكم القصاص فی القتلی " إنما خاصة فی الحيين للذين وصف مقاتل بن حيان وغيره ممن حكيت قوله فی غير هذا الموضع ثم أدبها أن يقتل الحر بالحر إذا قتله والأنثی بالأنثی إذا قتلتها ولا يقتل غير قاتلها ! إبطالا لأن يجاوز القاتل الی غيره ۔ (723)

3 ۔ قال الشافعی ، وهی عامة فی أن الله عز ذكره أوجب بها القصاص إذا تكافأ دمان و إنما يتكافئان بالحرية والإسلام وعلی كل ما وصفت من عموم الآية وخصوصها دلالة من كتاب أو سنة أو اجماع ۔ (724)

فقه حنبلی ۔

1 ۔ ولنا : قول النبی صلی الله عليه وسلم ، المسلمون تتكافأ دماءهم ويسعٰی بذمتهم أدناهم ۔ (725)

2 ۔ فقال عمرو بن العاص رضی الله عنه لو أن رجلا أدب بعض رعيته تقصه منه ، قال أی والذی نفسی بيده أقصه منه و قد رأيت رسول الله صلی الله عليه وسلم أقص من نفسه والأن المؤمنين تتكافأ دماءهم ۔ (726)

3 ۔ و يقتل كل واحد من الرجل والمرأة بالخنثی و يقتل بهما لأنه لا يخلو من أن يكون ذكراً أو أنثی ۔ (727)

4 ۔ ولنا قوله تعالی (النفس بالنفس) وقوله (الحر بالحر) مع عموم سائر النصوص و قد ثبت ، وأن النبی صلی الله عليه وسلم قتل يهودياً أرض رأس جارية من الأنصار ، و روی ابوبكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن أبيه عن جده " وان رسول الله صلی الله عليه وسلم كتب إلی أهل اليمن بكتاب فيه الفرائض والأسنان " وأن الرجل يقتل بالمرأة ۔ (728)

اعضاء کا قصاص قرآن و سنت کی روشنی میں

اعضاء میں قصاص وہیں ہوگا ، جہاں مماثلت کی رعایت کی جا سکے ، یعنی جتنا اس نے کیا ہے ، اتنا ہی کیا جائے گا ، یہ احتمال نہ ہو کہ اس سے زیادتی ہو جائے گی ۔

---

(723) كتاب الام ، الجزء السادس ، ص 9 ۔

(724) كتاب الام ، المجلد الثالث ، الجزء السادس ، ص 10 ۔

(725) ابن قدامة : المغنی ، 1367ھ ، مصر ، المجلد السابع ، ص 653 ۔

(726) المغنی ، المجلد السابع ، ص 663 ۔

(727) ايضاً ايضاً ص 679 ۔

(728) ايضاً ايضاً ص 679 ۔

اعضاء کے قصاص کے بارے میں قرآن پاک نے نہایت عمدہ اور واضح طور پر ارشاد فرمایا ، کہ :۔

وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص ۔ (729)

اس مندرجہ بالا آیتِ قرآنی کی ترتیب کو مد نظر رکھتے ہوئے بحث کرتے ہیں ، اس آیت کریمہ میں سب سے پہلے جان کے بدلے جان کا ذکر ہے ، جس کی مکمل بحث ہم ابتدا میں کر چکے ہیں ، اس کے بعد آنکھ کے بدلے آنکھ کا ذکر ہوتا ہے ۔

آنکھ کا قصاص ۔

قرآن کا ارشاد ہے ، والعین بالعین ، آنکھ کے بدلے آنکھ ، اگر کسی شخص نے کسی کی آنکھ پر کوئی چیز ماری اور اسکی ضرب سے اس کی آنکھ کی پتلی باہر نکل آئی تو اس صورت میں قصاص نہیں ہوتا ، کیونکہ آنکھ کی پتلی نکالنے میں برابری ممکن نہیں ہے ، اور قصاص صرف ان صورتوں میں لیا جائیگا ، جہاں برابری ممکن ہو ۔

اگر اس شخص کی ضرب کے بعد آنکھ اپنی جگہ باقی اور برقرار رہی ، لیکن اسکی روشنی اور بینائی جاتی رہی ، تو اس وقت جرم کرنے والے پر قصاص لازم ہوگا ، کیونکہ اس صورت میں مساوات ممکن ہے (کہ کسی ذریعے سے اسکی آنکھ کی بینائی ختم کر دی جائے) ۔ (730)

ناک کا قصاص ۔

ارشاد باری تعالی ہے ، (والانف بالانف) ناک کے بدلے ناک ۔

علاؤالدین الکاسانی " بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع " میں لکھتے ہیں :۔ کہ

(واما) الانف فان قطع المارن ففیہ القصاص بلا خلاف بین اصحابنا رحمہم اللہ لقولہ سبحانہ و تعالی والانف بالانف ولان استیفاء المثل فیہ ممکن لان لہ حداً معلوما وہو مالان منہ فان قطع بعض المارن فلا قصاص فیہ لتعذر استیفاء المثل وان قطع قصبۃ الانف فلا قصاص فیہ لانہ عظم ولا قصاص فی العظم ۔ (731)

اگر ناک کاٹنے والے کی ناک چھوٹی ہے ، تو مقطوع الانف کو اختیار ہے ، کہ چاہے تو قصاص لے چاہے تو ارش لے ، اگر ناک کاٹنے والے کی ناک میں سونگھنے کی طاقت نہیں تو اسکی ناک کٹی ہوئی ہے ، یا اسکی ناک میں اور کوئی نقص ہے ، تو جس کی ناک کاٹی گئی

---

(729) القرآن الحکیم : سورۃ المائدۃ : 45 ۔

(730) الفتاوی العالمکیریۃ ، المجلد السادس ، ص 9 ، 10 ۔

(731) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ، الجزء السابع ، ص 308 ۔

ب ۔ الفتاوی العالمکیریۃ ، المجلد السادس ، ص 10 ۔

ج ۔ فتاوی شامی ، المجلد الخامس ، ص 458 ۔

ہے ، اسکو اختیار ہے ، کہ چاہے تو اسکی ناک کاٹ لے اور چاہے تو دیت لے لے۔

کان کا قصاص۔

جب کسی کا پورا کان قصداً کاٹ دیا جائے تو قصاص ہے ، اگر کان کا بعض حصہ کاٹ لیا جائے ، تو اس میں برابری کی جا سکتی ہو ، تو بھی قصاص ہے ، ورنہ نہیں ۔

کسی نے کسی کا کان قصداً کاٹا اور کاٹنے والے کا کان چھوٹا یا پھٹا ہوا ، یا چرا ہوا ہے ، اور جس کا کان کاٹا گیا ، اس کا کان بڑا تھا ، یا سالم تھا ، تو اس کو اختیار ہے ، کہ چاہے وہ قصاص لے اور چاہے تو دیت لے ، اور اگر جس کا کان کاٹا گیا ہے ، اسکا کان ناقص تھا ، تو انصاف کے ساتھ تاوان ہے ۔

اگر کسی شخص نے کان کھینچا اور کان کی لو جدا ہو گئی ، یا لو جدا کر لی تو اس میں قصاص نہیں ہے ، اس پر اپنے مال میں دیت ہے ۔

کان کے قصاص کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے :۔

والاذن بالاذن ، کان کے بدلے کان ۔

دانت کا قصاص ۔

امام المرغینانی "الہدایہ" میں فرماتے ہیں :۔

والسن القصاص لقوله تعالی والسّن بالسن وان کان سنّ من یقتص منه اکبر من سنّ الآخر لان منفعة السنّ لا تتفاوت بالصغیر والکبر ۔ (732)

اگر کسی شخص نے دانت توڑ دیئے ، یا اکھاڑ دیئے تو قصاص میں بھی اسکے دانت توڑے اور اکھاڑے جائیں گے ، قرآن پاک کا حکم ہے ، السن بالسن ، دانت کے بدلے میں دانت ، دانتوں میں بھی وہی اصول کار فرما ہو گا ، جو ہاتھ اور پاؤں میں ہے ، یعنی اگر جرم کرنے والے کا دانت بڑا ہے ، یا خوبصورت ہے ، تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائیگا ، ایک دانت کے عوض ایک دانت دو کے بدلے دو دانت ، اسی طرح قصاص لیا جائے گا ۔

کن زخموں میں قصاص ہے

ہر اس زخم میں قصاص واجب ہے ، جس میں برابری ممکن ہے ، سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 45 ، جو اوپر بیان کی گئی ہے ، "والجروح قصاصٌ اور دانت کے علاوہ کسی بھی ہڈی کے توڑنے میں قصاص نہیں ہے ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ

---

(732) الہدایہ ، الجزء الرابع ، ص 569 ۔ 1975ء ، مصر ۔

(ب) الفتاوی العالمگیریہ ، المجلد السادس ، ص 9 ۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، " ہڈی میں قصاص نہیں ہے "

آپؐ کے ارشاد گرامی میں بھی دانت کے علاوہ دوسری ہڈیوں میں قصاص کی نفی مقصود ہے، اور دوسرے اس لئے کہ دانت کے علاوہ دوسری ہڈیوں میں مساوات اور برابری ممکن نہیں ہے۔

اور جان سے کم ضائع کرنے میں شبہ عمداً نہیں، یعنی زخموں اور ہاتھوں کے قطع اور ضائع کرنے میں یا تو عمد ہے، یا خطاء کیونکہ شبہ عمد کا مآل اور مرجع، آلہ قتل کی نوعیت کے فرق سے عمد، اور شبہ عمد کی قسم متحقق اور متعین ہوتی ہے، اور قتل نفس ایسی چیز ہے، کہ آلہ کے فرق سے مختلف ہو سکتی ہے، قتل نفس سے کم کوئی چیز ایسی نہیں کہ آلہ کے اختلاف کی وجہ سے اس کا ضائع کرنا مختلف ہوتا ہے، لہذا، جان سے کم جنایت کی صورتوں میں صرف صورت عمد ہے، یا خطاء۔

ہاتھ کا قصاص۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں :-

قال، واذا كانت يد المقطوع صحيحة و يد القاطع شلاً او ناقصة الا صابع فالمقطوع بالخيار ان شاء قطع اليد المعيبة ولا شيء له غيرها وان شاء اخذ الارش كاملاً لان استيفاء الحق كملا متعذر فله ان يتجوز بدون حقه وله ان يعدل الى العوض كالمثلي اذا انصرم عن ايدي الناس بعد الا تلاف ثم اذا استوفاها ناقصا فقدرضى به فيسقط حقه، كما اذا رضي بالردي، مكان الجيد ولوسقطت المؤفة قبل اختيار المجنى عليه او قطعت ظلماً فلا شيء له عندنا لان حقه متعين في القصاص وانما ينتقل الى المال باختياره فيسقط بفواته بخلاف ما اذا قطعت بحق عليه من قصاص او سرقة حيث يجب عليه الارش لانه اوفى به حقاً مستحقاً فصارت سالمة له۔ (733)

اگر ایک شخص نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ دیا، " جس کا ہاتھ کاٹا، اسکا ہاتھ تندرست تھا، اور جس نے ہاتھ کاٹا، اس کا ہاتھ شل تھا، یا انگلیاں کٹی ہوئی ہیں، یا اور کوئی خرابی ہے، جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے، اس کو اختیار ہے، چاہے تو وہ مجرم کا قصاص میں ہاتھ کٹوا دے، اور چاہے تو اس سے ہاتھ کامل دیت وصول کرے، قصاص لینے کی صورت میں کسی اور چیز کے مطالبے کا حق نہیں ہوگا، یہ خیال کرتے ہوئے کہ مجرم کا ہاتھ عیب دار تھا۔

اگر مجرم کا عیب دار ہاتھ ساقط ہوگیا، قبل اس کے کہ وہ شخص جس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے، قصاص، تاوان کی صورت میں اختیار کرے، یا مجرم کا عیب دار ہاتھ کسی اور

---

(733) الہدایہ، الجزء الرابع، ص 570۔

شخص نے ظلماً کاٹ ڈالا تو اب اس شخص کے لئے جس کا ہاتھ کاٹا تھا، کوئی حق اور اختیار باقی نہیں رہے گا، کیونکہ مقطوع الید (جس کا ہاتھ کاٹا گیا) کا حق تو قصاص میں متعین تھا، اور اسکی بجائے مال کی طرف منتقل ہونے اس کے اختیار اور پسند کی بناء پر تھا، تو جب قصاص کا اصل محل ہی باقی نہ رہا۔ تو اس کا حق بھی ساقط ہو جائے گا۔

برخلاف اس صورت کے اگر مجرم کا ہاتھ کسی ایسے حق کی بناء پر کاٹا جاتا، جو کہ اس پہ عائد تھا، قصاص ہو یا سرقہ، تو اس وقت مجرم پر مقطوع کیلئے ارش واجب ہوتا ہے، کیونکہ مجرم نے اس ہاتھ کے ذریعے ایک حق لازم کو ادا کیا ہے، تو گویا یہ ہاتھ اسکے لئے محفوظ و سالم ہے، اور جب اصل محل قصاص موجود ہوگا، تو اسکے مالی عوض کی طرف رجوع کیا جائے گا، اسلئے کہ اصل قصاص اب نا ممکن ہو گیا ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں :-

وان کان قطع یدہ عمداً ثم قتلہ عمداً قبل ان تبرأ یدہ فان شاء الامام قال اقطعوہ ثم اقتلوہ وان شاء قال اقتلوہ۔ (734)

اگر ایک شخص نے کسی کا ہاتھ عمداً کاٹ دیا، اس کے بعد قاطع سے ہاتھ کاٹنے کا قصاص لے لیا گیا، لیکن چند روز کے بعد وہ شخص مر گیا، جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا، تو اب اس شخص کو جس کا ہاتھ قصاص میں کاٹا جا چکا ہے، اس کی جان کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

زبان کا قصاص-

زبان اور عضو تناسل کے کاٹنے میں قصاص نہیں ہے، بلکہ صرف دیت لازم ہوگی، امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ نقل کی گئی ہے، کہ اگر کسی نے کسی کی زبان یا عضوِ تناسل جڑ سے کاٹ دیا، تو قصاص لازم ہوگا، کیونکہ اس صورت میں برابری ممکن ہے۔

لیکن امام ابو حنیفہ کہتے ہیں، کہ زبان اور عضوِ تناسل سکڑتے اور پھیلتے ہیں، اس لئے مساوات اور برابری کا امکان نہ رہا، اور جب مساوات اور برابری نہ رہی تو قصاص بھی ساقط ہوگیا، (صرف دیت رہ گئی)۔

ہونٹ کا قصاص-

ابنِ نجیم فرماتے ہیں :-

ولو قطع المارن وھو أرنبۃ الانف ففیھا القصاص وان قطع من اُصلہ لا قصاص فیہ لانہ عظم ولیس بمفصل ولا قصاص فی العظم۔ (735)

---

(734) الھدایہ، الجزء الرابع، ص 575۔

(735) علامہ زین الدین ابن نجیم الحنفی: بحر الرائق شرح کنز الدقائق، کوئٹہ، پاکستان، المکتبہ الماجدیہ، (س۔ن)۔ ، المجلد الثامن، ص 303۔

اگر کسی نے کسی کا پورا ہونٹ قصداً کاٹ دیا، تو قصاص ہے، اوپر کے ہونٹ میں اوپر کے ہونٹ سے اور نیچے کے ہونٹ میں نیچے کے ہونٹ سے قصاص لیا جائے گا، اگر بعض ہونٹ کاٹ دیا تو قصاص نہیں ہے۔ (736)

سر کا قصاص۔

اگر کسی شخص نے دوسرے کے سر کو قصداً زخمی کر دیا، اور وہ زخم اس شخص کے سر کے اگلے حصے کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک احاطہ کرنے والا ہے، لیکن صورت حال یہ ہے، کہ یہ مقدار زخم اپنے طول و عرض سے زخمی کرنے والے کے سر کے دونوں کناروں کو گھیرنے والی نہیں ہے، اس کے سر کا بڑا ہونے کی وجہ سے، تو زخمی شخص کو اختیار ہوگا، اگر چاہے تو وہ اپنے زخم کی بمقدار قصاص لے لے، سر کے دونوں جانبوں میں سے جس جانب سے چاہے، قصاص کی ا زخمی کرنے کی ا ابتدا کرے، اگر چاہے تو تاوان لے لے۔

سر کے قصاص کے بارے میں بخاری شریف میں حدیث پاک ہے :۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان یہودیا رضّ رأس جاریۃ بین حجرین فقتل لھا من فعل بک ھذا افلان افلان او فلان حتی سمی الیہودی، فاتی بہ النبی صلی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یزل بہ حتی اقرّبہ فرضّ رأسہ بالحجارۃ۔ (737)

حضرت انس فرماتے ہیں، کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر پتھر سے پتھر رکھ کر کچل دیا، لڑکی سے پوچھا گیا، کہ تجھے کس نے مارا ہے؟ فلاں نے یا فلاں نے؟ جب اس کے سامنے یہودی کا نام لیا گیا، تو لڑکی نے سر کے اشارے سے یہودی کی نشاندہی کی، یہودی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں لایا گیا، اس نے جرم کا اعتراف کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس یہودی کا سر پتھر سے کچل دیا گیا، سو مندرجہ بالا حدیث سے بھی سر کا قصاص ثابت اور لازم بھی ہے۔

---

(736) الفتاوی العالمکیریۃ، المجلد السادس، ص 11۔

ب۔ بحرالرائق شرح کنزالدقائق، المجلد الثامن، ص 303۔

ج۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، المجلد السابع، ص 308۔

(737) صحیح البخاری بحاشیۃ السندی، المجلد الرابع، کتاب الدیات، باب سوال القاتل حتی یقر والاقرار فی الحدود، ص 187۔

دیت

ابھی ہم نے قانون میں قصاص کا ذکر کیا ہے ، اب ہم دیت کا ذکر کرتے ہیں ، اسلام سے پہلے عورت کے خون کی کوئی قدروقیمت نہ تھی ، اگر کوئی جان بوجھ کر کسی (عورت) کو قتل کر دیتا تو اس کی (خون بہا) دیت نہ تھی ، جہاں اسلام نے عورت کے اور بہت سے حقوق کا تعین کیا مثلاً وراثت میں ، شہادت میں ، اور معاشرت میں اسی طرح قصاص کے بعد دیت کے معاملے میں بھی جہاں مقتول (مرد) کے ورثاء کو بدل نفس (خون بہا) یعنی دیت دیتے تھے ، اسی طرح عورت کی دیت کا بھی حکم صادر فرمایا ۔

دیت کی تعریف ۔

دیت ودی سے ہے ، جس کے معنی بہنے کے ہیں ، وادی کو وادی اس لئے کہا جاتا ہے ، کہ وہاں بارش وغیرہ کا پانی عام طور پر بہتا ہے ۔ واؤ کو حذف کر کے ، اسکے آخر میں ہ لگانے سے ادیہ کے قاعدہ پر دیہ بن گیا ، جس میں بنیادی طور پر بہنے کا معنی پایا جاتا ہے ۔

سوال یہ ہے ، کہ وہ کس چیز کا بہنا ہے ، جس کے سبب سے اسے دیت کہا جاتا ہے ، صاف ظاہر ہے ، کہ وہ خون ہی کا بہنا ہے ، جس کے بدل کے طور پر دیا جانے والا مال اصطلاح شرع میں دیت کے نام سے موسوم کر دیا گیا ہے ، یہی وجہ ہے ، کہ اسکو عرس زبان میں دیت اور فارسی زبان میں خون بہا کہتے ہیں ۔ (738)

دیت کی تعریف میں "المنجد فی اللغۃ والاعلام" میں یوں الفاظ ہیں :-

ما یعطی من المال بدل النفس فی القتل ۔ (739)

مقتول کے نفس کے بدل کے طور پر جو مال دیا جاتا ہے ۔

امام الشوکانی فتح القدیر میں فرماتے ہیں :-

قال الزیلعی : الدیۃ ھی اسم للمال الذی ھو بدل النفس ۔ (740)

امام جصاص احکام القرآن میں فرماتے ہیں :-

الدیۃ قیمۃ النفس ۔ (741) جب صراحت کے ساتھ دیت کو جان کی قیمت قرار دیا گیا ، تو پھر ہمیں حق نہیں پہنچتا ، کہ ہم دیت کا معنی کسی اور مصلحت یا پھر کسی قیاس

---

(738) لسان العرب ، المجلد الخامس عشر ، ص 383 ۔

(739) المنجد فی اللغۃ والاعلام ، 1973ء ، دارالمشرق بیروت ، ص 231 ۔

(740) فتح القدیر ، المجلد التاسع ، ص 204 ۔

(741) احکام القرآن ، المجلد الثانی ، ص 237 ، 238 ۔

دلیل کی بنیاد پر متعین کریں ۔

دیت کا شرعی معنی ۔

1 ۔ الدیۃ اسم للمال الذی یجب ضماناً بدل النفس أو الطرف منھا ۔ (742)

دیت اس مال کا نام ہے، جو جان یا کسی عضو کے بدلے تاوان کے طور پر واجب ہوتا ہے ۔

2 ۔ و ہذہ العقوبۃ المالیۃ إنما أوجبھا الإسلام فی القتل الخطأ احتراماً للنفس ۔ (743)

دیت وہ مالی سزا ہے، جسے اسلام نے قتلِ خطاء میں انسانی جان کے احترام کے طور پر واجب کیا ہے ۔

امام فخر الدین الرازی فرماتے ہیں :-

3 ۔ فان الدیۃ لا معنی لھا إلا المال الذی یؤدی فی مقابلۃ النفس فأن ادعیتم أن مقدار الدیۃ فی حق المسلم ۔ (744)

مولانا ظفر احمد عثمانی دیت پر بحث کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں :-

4 ۔ والقصاص بین الرجال والنساء فیما دون النفس ...... ان کل واحد ضمان النفس ۔ (745)

امام سرخسیؒ بیان فرماتے ہیں :-

5 ۔ کہ شریعت نے دیت کو قتلِ خطاء میں انسانی جان اور خون کی حفاظت کے احترام کے طور پر مال کی صورت میں واجب کیا ہے ۔ (746)

مذکورہ بالا لغوی و اصطلاحی اور شرعی معنی جو دیت کے بیان کیا گیا ہے، ان تعریفات کی روشنی میں دیت کا معنی و مفہوم سمجھنے میں کسی شخص کو بھی کوئی مشکل کا سامنا نہیں ہوگا، اور میں نے جو تعریفات لکھی اور بیان کی ہیں، جنکو سینکڑوں علماء اور فقہاء اور آئمہ مجتہدین نے پیش کیا ہے ۔

امام رازی نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے، کہ یہ مقابلہ نفس میں دیا جانے والا مال ہے، اس کے سوا اور کوئی معنی ہی نہیں ۔ الدیۃ لامعنی لھا الا .... (747) اس سے آگے بدلِ نفس کی بات کرتے ہیں، کہ بدلِ نفس کے علاوہ اس کا کوئی معنی ہی نہیں ۔

---

(742) ابو عبداللہ محمد بن الحسن: کتاب الحجۃ (حاشیہ)، المجلد الرابع، ص 255 ۔

(743) السید سابق: فقہ السنۃ، الجزء الثانی، ص 512 ۔

(744) التفسیر الکبیر، المجلد العاشر، ص 236 ۔

(745) مولانا ظفر احمد العثمانی: اعلاء السنن، ت، ن، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ المجلد الثامن و عشر ۔ (18)، باب جریان القصاص بین الرجال والنساء، ص 109، 110 ۔

(746) کتاب المبسوط، المجلد السادس والعشرون، ص 63 ۔

(747) التفسیر الکبیر، المجلد العاشر، ص 236 ۔

ملا علی قاری نے بھی یہی معنی "مرقاۃ" میں بیان کیے ہیں :(748) یعنی دیت نام ہی معنوی قصاص کا ہے ، معنیً انہوں نے دیت کو قصاص ہی قرار دیا ہے ، صورتاً جدا ہے ، کہ وہ صاف ظاہر ہے ، کہ وہ جان کا بدلہ جان سے ہے ، اور دیت کا بدلہ مال کی صورت میں ہے ، " فرماتے ہیں ، کہ معنی قصاص ہے ، اور قصاص کا معنی بھی برابر کا ہے ، اور برابر میں بدلہ لینے کا ہوتا ہے ، اس لحاظ سے بھی یہ قصاص اور نفس اور جان کا بدل قرار پایا ۔

محمد رشید رضا نے "المنار" میں لکھا ہے :-

ودیۃ مسلمۃ الی اہلہ ، ای وعلیہ من الجزأ مع عتق الرقبۃ دیۃ یدفعھا الی المقتول ۔ (749)

امام ابن الہمام فرماتے ہیں :-

1 ۔ وقال الکافی : الدیۃ المال الذی ھو بدل النفس والارش اسم للواجب علی ما دون النفس ۔ (750)

2 ۔ الدیۃ لغۃ مصدر من ودی القاتل المقتول اذا اعطی ولیہ المال الذی ھو بدل النفس ثم قیل للمال الذی ھو بدل النفس الدیۃ تسمیۃ بالمصدر والارش اسم للواجب علی ما دون النفس ۔ (751)

علاؤ الدین الکاسانیؒ فرماتے ہیں :-

کہ دیت " ضمان الدم " ہے ۔ (752) یہ وہ مالی عقوبت ہے ، وہ مالی جرمانہ ہے ، جو خون کے بدلے میں ہوتا ہے ، یہاں سے بھی ثابت ہو گیا کہ دیت خون کی قیمت ہے ، اور خون کا ضمان ہے ۔

صدیق حسن خان قنوجی " نیل المرام " میں فرماتے ہیں :-

ودیۃ مسلمۃ الی اہلہ الایۃ ما یعطی عوضاً عن دم المقتول الی ورثتہ ۔ (753)

شیخ محمد علی الصابونی " روائع البیان میں فرماتے ہیں :-

کہ یہ دیت وہی ہے ، جو قتیل کے دم کا عوض ہے ۔ (754)

---

(748) ملا علی قاری : مرقاۃ ، المجلد الرابع ، ص 20 ۔

(749) تفسیر المنار ، المجلد الخامس ، ص 332 ۔

(750) فتح القدیر مع الکفایہ ، المجلد التاسع ، ص 204 ۔

(751) ایضاً ایضاً ص 204 ۔

(752) بدائع و الصنائع ، المجلد السابع ، ص 253 ۔

(753) صدیق حسن خان قنوجی : نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام ، ت ن ، پاکستان ، فیصل آباد پاکستان جامع تنظیم الاسلام ، ص 166 ۔

(754) محمد علی الصابونی : روائع البیان ، الجزء الاول ، ص 502 ۔ اتفق الفقہاء علی ان الدیۃ عاقلۃ القاتل تتحملھا عنہ علی الطریق المواساۃ ۔

عورت کی دیت قرآن پاک کی تفاسیر کی روشنی میں

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں :-

أجمع العلماء على أن دية المرأة على النصف من دية الرجل ـ (755)

علامہ قرطبی نے نہ صرف یہ کہ اس تفسیر میں عورت کی دیت کا مرد کی دیت کے مقابلہ میں نصف ہونا واضح کرکے لکھا ہے، بلکہ اسے علماء امت کا اجماعی اور متفق علیہ مسئلہ بھی قرار دیا ہے، "اجمع العلماء" کے الفاظ پر غور وفکر اور نظر رکھنی چاہیے۔

امام بغوی نے اپنی تفسیر " معالم التنزیل " میں لکھا ہے :-

دیت المرأة نصف دية الرجل ـ (756)

اسی طرح ابو جعفر محمد بن جریر فرماتے ہیں :-

ان دية المومنة لا خلاف بين الجميع الا من لا يعد خلافا أنها على النصف من دية المؤمن ـ (757)

قاضی شاء الله پانی پتی "التفسير المظهری" میں فرماتے ہیں :-

وهي مجملة في اسقدار و من يجب عليه بينه النبي صلى الله عليه وسلم ـ (758)

عورت کی دیت کے نصف ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ "التفسیر الکبیر" میں فرماتے ہیں :-

مذهب اكثر الفقهاء ان دية المرأة نصف دية الرجل وقال الاصم و ابن علية ديتها مثل دية الرجل حجة الفقهاء ان عليا و عمر فاروق و ابن مسعود قضوا بذلك ولان المرأة في الميراث والشهادة على النصف من الرجل فكذلك الدية و حجة الاصم قوله تعالى و من قتل مومناً خطاء فتحرير رقبة مومنة ودية مسلمة الى اهله واجمعوا ان هذه الاية دخل فيها حكم الرجل و المرأة فوجب الحكم ان يكون الحكم فيها ثابتاً بالسوية والله اعلم ـ (759)

اکثر فقہاء کا یہ مذہب ہے، کہ بے شک عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے، اور اصم اور ابن علیہ فرماتے ہیں، کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی مثل ہے، فقہاء کرام

---

(755) الجامع لاحكام القرآن ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، ص 325۔

(756) تفسير معالم التنزيل ، المجلد الاول ، الجزء الخامس ، ص 463 ۔

(757) جامع البيان في تفسير القرآن ، المجلد الرابع ، الجزء الخامس ، ص 132 ۔

(758) التفسير المظهری ، المجلد الثانی ، ص 191 ۔

(759) التفسير الكبير ، الجزء العاشر ، ص 233 ۔ زیر تفسیر سورة النساء : 92 ۔

کی یہ دلیل ہے، کہ حضرت علیؓ حضرت عمر فاروقؓ، اور حضرت ابن مسعودؓ نے اس کے ساتھ فیصلہ فرمایا، کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے، اور اس لئے کہ عورت میراث اور شہادت میں مرد کے نصف پر ہے، تو ایسے ہی دیت کا حال ہے، اور امام اصم کی دلیل یہ ہے، کہ قرآن کریم میں ہے، کہ جس نے مومن کو خطاء قتل کر دیا، تو ایک گردن کا آزاد ہے، اور "دیت مسلمہ" اسکی اہل کی طرف اور یہ اس امر پر جمع ہوئے ہیں، کہ اس آیہ میں مرد اور عورت کی دیت کا حکم نازل ہے، پس واجب ہے، کہ یہ حکم ثابت ہے، اس میں برابری کے ساتھ (واللہ عالم)

مولانا ابو الحسنات " تفسیر حسنات " میں فرماتے ہیں :-

دیت کا معنی خون بہا کیا ہے، اصطلاحِ شرع میں دیت خون مسلم کا وہ مالی معاوضہ ہے، جو مقتول کے ورثاء کو دیا جاتا ہے، چونکہ یہ مال خون بہانے کے عوض ہوتا ہے، اس لئے اردو اور فارسی میں اسکو خون بہا کہا جاتا ہے۔ (760)

مولانا احمد رضا خان " تفسیر نعیمی "میں فرماتے ہیں :-

دیگر علماء اکابر اور بزرگان کے ترجموں میں بھی دیت کا معنی خون کیا گیا ہے۔ (761)

آئمہ اربعہ، فقہ جعفریہ اور فقہ ظاہریہ سب کا اجماع ہے، کہ عورت کے قتل خطاء کی دیت مرد کے قتلِ خطاء سے نصف ہے، البتہ زخموں کی دیت کے نصف ہونے پر اجماع نہیں ہے، اختصار سے چند حوالے ملاحظہ کیجئے۔

قال الشافعی رحمۃ اللہ تعالی، لم أعلم مخالفا من أهل العلم قديما ولا حديثا فى أن دية المرأة نصف دية الرجل و ذلك خمسون من الإبل فاذا قضى فى المرأة بدية فهى خمسون الإبل واذا قتلت عمداً فاختار أهلها ديتها فديتها خمسون من الإبل أسنانها أسنان دية عمد و سواء قتلها رجل او نفر أو امرأة لا يزاد فى ديتها على خمسين من الإبل و جراح المرأة فى ديتها كجراح الرجل فى ديته لا تختلف ففى موضحتها نصف مافى موضحة الرجل وفى جميع جراحها بهذا الحساب۔ (762)

امام جریر الطبری فرماتے ہیں :-

جن لوگوں کی بات کا اعتبار ہے، وہ سب کے سب اس بات پر متفق ہیں، کہ عورت کی دیت نصف ہے۔ (763)

---

(760) سید ابو الحسنات : تفسیر حسنات ، جلد اول ، ص 66 ، 68۔

(761) احمد یار خاں نعیمی : تفسیر نعیمی ، جلد 5 ، ص 340۔

(762) کتاب الام ، المجلد الثالث ، الجزء السادس ، ص 106۔

(763) جامع البیان فی تفسیر القرآن ؛ المجلد الرابع ، الجزء الخامس ، ص 137

علامہ نظام الدین قمی فرماتے ہیں : " عورت کی دیت معتبر صحابہ کے اجماع کی وجہ سے مرد کی دیت سے نصف ہے ۔ (764)

عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے ، احادیث کی روشنی میں

بلا شبہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے ، اور اس پر تفاسیر قرآن کریم، نصوص احادیث ، اقوال صحابہ وغیرہ عنقریب پیش کی جائیں گی ، اور کسی شک و اشتباہ کے بغیر یہ بات کہی جا سکتی ہے ، کہ تمام صحابہ کرام بھی اس پر متفق ہوئے ، اور اس پر تا آخر اتفاق رہا ، کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے ، صحابہ کرام کے بعد تابعین حضرات کا دور آیا ، تو وہ بھی اس پر مجتمع اور متفق رہے ، پھر تبع تابعین اور آئمہ اربعہ حضرات ، حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ ، امام مالکؒ ، امام شافعیؒ ، امام احمد بن حنبلؒ کی علمی اور فکری ترقی اور تنظیم کا سنہری دور آیا ، زمانے کے حالات بدلتے اور نئے سے نئے محرکات و تقاضے ، معرضِ وجود میں آتے رہے ، قتل آج ہی نہیں اس وقت بھی ہوتے تھے ، قصاص و دیت کا سلسلہ اس وقت بھی جاری و ساری تھا ، مفکرین و دانشوروں کی کوئی کمی نہ تھی ، بلکہ آج کی نسبت کہیں زیادہ راسخ العلم حضرات موجود تھے ، خواتین بھی پڑھی لکھی تھیں ، بلکہ زیور سے تحقیق و رسوخ اور کمال ذہانت و فطانت والی بہنیں اور آج سے کہیں زیادہ مسائل فقہی میں دلچسپی رکھنے والی قوم کی بیٹیاں موجود تھیں ، غیر مسلموں سے بھی انہیں واسطہ پڑتا تھا ، مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے ہتھکنڈے کہیں زیادہ استعمال کیے جاتے تھے ، لیکن اس کے باوجود کسی امام و مجتہد کسی مفکر و دانش ور کسی بھی اہلِ علم نے عورتوں کے مسئلہ پر پھر سے غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی ۔

تاریخ شاہد ہے ، کہ خلفائے بنی امیہ اور خلفائے عباسیہ کا طویل ادوار گزرا ہے ، اور عورت کی دیت کے نصف ہونے پر کسی نے اعتراض کیا ، اور ہندوستان جیسے وسیع و عریض خطۂ ارض پر شاہانِ اسلام تقریباً ایک ہزار سال تک نظامِ حکومت چلاتے رہے ، اس نظام کی بنیاد شریعت کے آئین و قانون پر تھی ۔

فتاوی عالمگیری اسی دور کی اسلامی خدمات کا شاہدِ عدل ہے ، جسے سینکڑوں علماء نے سلطان عدل اورنگ زیب عالمگیر کی فرمائش و اصرار پر مرتب کیا گیا ، ان علماء میں برصغیر کے عظیم مفکر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد بزرگ حضرت شاہ عبدالرحیم بھی شامل تھے ، اسی فتاوی شریف میں ہے ۔

ودیۃ المرأۃ فی نفسھا و ما دونھا نصف دیۃ الرجل ، کہ عورت کی دیت اسکی جان اور جان کے سوا (زخمی) مرد کی دیت کا نصف ہے ۔ (765)

---

(764) علامہ نظام الدین قمی : تفسیر غرائب القرآن برحاشیہ تفسیر طبری ، المجلد الرابع ، ص 137 ۔

(765) الفتاوی العالمگیریۃ المعروف بالفتاوی الھندیۃ ، المجلد السادس ، ص 24 ۔

چنانچہ ہم نصف دیت کے بارےمیں مندرجہ ذیل چند احادیث نقل کرتے ہیں ۔

1 ۔ عن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل ۔ (766) امام بیہقی سنن الکبری میں مزید فرماتے ہیں :-

2 ۔ عن ابن شہاب و عن مکحول و عطاء قالوا ادرکنا الناس علی ان دیۃ المسلم الحر علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مائۃ من الابل فقوم عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ تلک الدیۃ علی اہل القری الف دینار او اثنی عشر الف درہم ودیۃ الحرۃ المسلمۃ اذا کانت من اہل القری خمس مائۃ دینار أو ستۃ آلاف درہم فاذ کان الذی اصابہا من الاعراب فدیتہا خمسون من الابل و دیۃ الاعرابیۃ اذا صابہا الاعرابی خمسون من الابل لا یکلف الاعرابی الذہب ولا الورق ۔ (767)

امام مرغینانیؒ فرماتے ہیں :-

3 ۔ دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل ۔ (768)

امام سرخسی جو ظاہر الروایات سے ہیں فرماتے ہیں :-

4 ۔ قال و بلغنا عن علی ابن طالب رضی اللہ عنہ انہ قال فی دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس و ما دونہا و بہ نأخذ ۔ (769)

ابن نجیمؒ بحر الرائق شرح کنز الدقائقؒ میں فرماتے ہیں :-

5 ۔ دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس و فیما دونہا ، روی ذلک من علی موقوفاً و مرفوعاً ۔ (770)

امام ابو المواہب عبدالوہاب الشعرانیؒ فرماتے ہیں :-

6 ۔ اتفق الائمۃ علی أن دیۃ المسلم الحر الذکر مائۃ من الابل ، واُجمعوا علی ان دیۃ المرأۃ الحرۃ المسلمۃ فی نفسہا علی النصف علی دیۃ الرجل الحر المسلم ۔ (771)

ابو بکر الجصاص " احکام القرآن " میں فرماتے ہیں :-

7 ۔ عن علی و عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما قالا اذا قتل الرجل المرأۃ متعمداً فہو بہا قود ... ان علیا قال ان شاؤا قتلوہ ... و ادوا نصف الدیۃ و ان شاؤا اخذوا نصف دیۃ الرجل ۔ (772)

---

(766) السنن الکبریٰ ، المجلد الثامن ، ص 95 ۔

(767) السنن الکبریٰ للبیہقی ، 1357ھ ، حیدر آباد دکن الہند ، المجلد الثامن ، ص 95 ۔

(768) الہدایہ اخرین ، المجلد الثانی ، ص 585 ب ۔ امام ابو زہرہ الجریمۃ و العقوبۃ الاسلامی ، ص 356 ۔

(769) کتاب المبسوط ، الجزء السادس و العشرون ، ص 79 ۔

(770) ابن نجیم : بحر الرائق شرح کنز الدقائق ، المجلد الثامن ، ص 329 ۔

(771) ابو المواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی : المیزان الکبریٰ ، الطبعۃ الاولی ، دار الفکر ، المجلد الثانی ، کتاب الدیات ، ص 144 ۔

امام بیہقی "السنن الکبری" میں فرماتے ہیں :-

8 - ان علیا رضی اللہ عنہ کان یقول جرحات النساء علی النصف من دیۃ الرجل فیما قل و کثر - (773)

اس کی دلیل میں حافظ جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں :-

9 - عقل المراۃ علی النصف من عقل الرجل - (774)

اسکی شرح میں علامہ محدث السندی فرماتے ہیں :-

10 - فاذا تجاوزت الثلث و بلغ العقل نصف الدیۃ صارت دیۃ المراۃ علی النصف من دیۃ الرجل - (775)

عورت کی دیت اس وقت تک مرد کی دیت کے برابر ہے ، جب تک کہ ثلث یعنی تہائی تک نہ پہنچے ، علامہ محدث سندھی فرماتے ہیں ، اسکا مطلب یہ ہے ، کہ تہائی کے بعد عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہو جاتی ہے -

مندرجہ بالا احادیث عورت کی نصف دیت کے بارے میں لکھی گئی ہیں ، اس کے علاوہ بے شمار احادیث موجود ہیں ، جس سے عورت کی نصف دیت ثابت ہوتی ہے ، کتاب و سنت کی روشنی میں اگر اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے ، کہ عورت کے قتل عمد میں قصاص اور اسکے قتل خطاء میں نصف دیت کا حکم کتاب و سنت کی روح کے عین مطابق ہے - اس بات کو سمجھنے کے لئے دو باتیں پیش نظر رکھنی چاہییں ، ایک یہ کہ مسلمان مرد و عورت احکام شرعیہ میں مساوی ہیں ، دوسری بات یہ ہے ، کہ عورت کی خلقت میں مرد کی بہ نسبت کمزوری اور کمی پائی جاتی ہے - اس لئے عورت کو صنف نازک سے تعبیر کیا جاتا ہے ، یہ نزاکت دراصل اور درحقیقت اسکی کمزوری اور خلقت میں کمی ہے -

عربی میں عورتوں کو "نساء" کہا جاتا ہے ، "ہو نسی العمل" سے ماخوذ ہے ، جس کے معنی ہیں ، "ترک العمل" -

"المنجد فی اللغۃ والاعلام" میں ہے :-

النسیء النساء ما نسی ما یترکہ المرتحلون من - ذال متاعہم النساء شاہ نسوان و نسیان - (776)

محمد مرتضی الحسینی الزبیدی "تاج العروس" میں فرماتے ہیں :-

"ہذا رجل الرجلین" کے معنی ہیں ، "اشد الرجلین" یعنی دو آدمیوں میں جو

---

(772) احکام القرآن للجصاص ، المجلد الاول ، ص 139 -

(773) السنن الکبری ، المجلد الثامن ، کتاب الدیات ، ص 96 -

(774) سنن النسائی ، المجلد الرابع ، الجزء الثامن ، ص 45 -

(775) سنن نسائی مع حاشیہ سندی ، 1335ھ ، مصر ، الجزء الثامن ، ص 45 حاشیہ

زیادہ قوت اور طاقت ور ہو، اسے" ارجل الرجلین" کہا جاتا ہے۔ (777)

ابن منظور لسان العرب میں لکھتے ہیں :۔

"الرجلہ" "القوۃ علی المشی" اسی میں ہے "رجل الرجیل" "والقوی علی المشی" نیز "رجل" "صلب"۔ (778)

امام راغب اصفہانی "المفردات فی غریب القرآن میں فرماتے ہیں :۔

"رجل راجل رجیل" أی قوی علی المشی۔ (779)

خلاصہ یہ ہے، کہ مرد کی بہ نسبت عورت کے جسمانی، روحانی، علمی اور عملی قوی خلقۃ کمزور اور ناقص ہیں، اسی لئے مرد نبی ہوئے، مگر کوئی عورت نبی نہیں ہوئی، قرآن مجید میں ہے، ہم نے آپؐ سے پہلے مرد ہی کو رسول بنا کر بھیجا، جن کی طرف ہم نے وحی کی۔

انسانیت اور اسلام کے تساوی کا تقاضا یہ ہے، کہ مرد اور عورت احکام شرعیہ میں مساوی ہیں، اور عورت کے فطری ضعف اور خلقی کمزوری کا مقتضی عدمِ مساوات ہے۔

شریعت نے حکمت کے مطابق عدل وانصاف کے ساتھ دونوں تقاضوں کو پورا کر دیا، مثلاً عقائد وایمانیات اور ارکانِ اسلام کے وجوب میں مساوات رکھی، ضروریاتِ دین کی تصدیق اور ایمان مرد وعورت دونوں پر یکساں واجب ہیں، فی الجملہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی فرضیت میں بھی مرد اور عورت دونوں مساوی ہیں، اور عدمِ مساوات کے تقاضے کی تکمیل کے لئے بعض احکام میں عورت کو مرد کے مساوی نہیں رکھا گیا۔

مثلاً نکاح میں عورتوں کا مہر مرد پر واجب ہے، عورت پر مرد کے لئے مہر واجب نہیں، مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہے، عورت کو صرف خلع کا حق حاصل ہے، وہ مرد کو طلاق نہیں دے سکتی۔ مرد کے لئے چار عورتوں کو اپنے نکاح میں جمع کرنا جائز ہے، عورت کے لئے ایک سے زیادہ مردوں سے بیک وقت نکاح کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح مرد عورتوں پر قوام ہیں، عورتیں مردوں پر قوامات نہیں۔ مردوں پر عورتوں کا نفقہ واجب ہے، عورتوں پر مرد کا نفقہ واجب نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

لذکر مثل حظ الانثیین۔ (780) اس سلسلے میں بھی مرد کو عورت پر فضیلت

---

(776) المنجد فی اللغۃ والاعلام، ص 807۔

(777) تاج العروس، المجلد السابع، ص 33۔

(778) لسان العرب، الجزء الحادی وعشر، ص 271۔

(779) المفردات فی غریب القرآن، ص 189۔

(780) القرآن الحکیم، سورۃ النساء : 11۔

حاصل ہے ۔ یہاں پر عورت کا حصہ مرد سے آدھا ہے ، کہ اپنے اہل کی خفت و عصمت نصرت و حمایت اپنی قوت کے ساتھ مرد ہی کر سکتا ہے ، عورت اپنی خلقی کمی اور فطری کمزوری کی وجہ سے یہ فریضہ سر انجام نہیں دے سکتی ، نیز یہ کہ مردوں پر مصارفِ کثیرہ کا بوجھ ہے ، جو عورتوں پر نہیں ، اس لئے یہاں مرد کا حصہ دوگنا ہے ، اس میں عورت مرد کے مساوی نہیں ، یہ سب مرد کے فضائل ہیں ، اس حقیقت کے پیشِ نظر حضرت شاہ ولی محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ، " کہ قصاص میں مرد اور عورت کی برابری جنسِ انسانیت میں دونوں کے مساوی ہونے کا تقاضا ہے ، اور دیت میں مرد اور عورت کا برابر نہ ہونا ، دیگر امور مذکورہ میں ان کے مساوی نہ ہونے اور مرد کے افضل ہونے کا مقتضی ہے ۔ (781)

معلوم ہوا کہ عورت کی دیت کا مرد کے برابر نہ ہونے عورت کی خلقی کمی اور اسکے فطری ضعف پر مبنی ہے ۔

پہلا امر عقل ہے ، جس میں مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے ، اور دوسرا امر دیت ہے ، جس میں مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے ۔ (782)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے ، کہ مسلمان عورت کی نصف دیت کیوں ؟ مرد اور عورت دونوں الگ الگ نوع ہیں ، اور ہر نوع وصف کی الگ الگ اور ایک دوسرے سے مختلف نوعی اور صنفی ذمہ داریاں ہیں ، جن کے مرد اور عورت محض مردانہ اور زنانہ حیثیت کے حامل ہیں ، اس بناء پر دونوں کے اختیارات بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں ، اس لئے عورت کو مرد پر قیاس کرنا ، اور اسی بناء پر دونوں کی دیت کو مساوی ٹھہرانا قیاس نہیں ۔

پھر جب شریعت نے مرد و عورت کی دیت میں فرق روا رکھا ، تو مسلمانوں کو بلا حیل و حجت اسے تسلیم کرنا چاہیے ، چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے ۔ اور کسی مومن مرد اور عورت کو اللہ اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کے بعد کسی قسم کا کچھ اختیار نہیں ہے ۔ اور جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ مانیں ، بے شک کھلی گمراہی میں ہیں ۔ (783)

شاہ صاحب نے " حجۃ اللہ البالغۃ " میں اور بعض دیگر علماء کے کلام میں حل بالقیاس ، سے یہ نہ سمجھ لیا جائے ، کہ یہ دلیل قیاس ہے ، یا رائے کو اس میں دخل ہے ، بلکہ وہ

---

(781) حجۃ اللہ البالغۃ ، جلد دوئم ، ص 615 ۔

(782) التفسیر الکبیر ، الجزء العاشر ، ص 229 ۔

(783) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 36 ۔ وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ، ومن یعص اللہ و رسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً O ۔

یہ بتانا چاہتے ہیں ، کہ دلیل سمعی (کتاب و سنت) سے عورت کی نصف دیت کا ثابت ہونا ، خلاف عقل نہیں ، بلکہ عقل سلیم ، قیاس صحیح اور اصابت رائے کا مقتضی بھی یہی ہے ، حجۃ اللہ البالغۃ اورالتفسیر الکبیر کے اقتباسات سے یہ حقیقت واضح ہو گئی ، کہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اور فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حکم شرعی بھی یہی ہے ، کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے ۔

عورت کی دیت صحابہ کرام اور تابعین کرام کی نظر میں

امام علاء الدین الکاسانی " بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع " میں فرماتے ہیں : ۔
وان کان انثی فدیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل اجماع الصحابۃ روی عن سیدنا عمر فاروقؓ و حضرت سیدنا علیؓ و حضرت ابن مسعودؓ و حضرت زید بن ثابتؓ انھم قالوا فی دیۃ المرأۃ انما علی النصف من دیۃ الرجل ولم ینقل أنہ انکر علیھم احدٌ اجماعاً ۔ (784)

اسی طرح ابن نجیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں ، کہ کسی آدمی نے مکہ مکرمہ میں ایک عورت کو پامال کرکے ہلاک کر دیا ، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا ، کہ اس کے قتل میں آٹھ ہزار درہم ادا کیے جائیں ، چھ ہزار عورت کی پوری دیت اور دو ہزار درہم اسکا تہائی حصہ ، امام شافعیؒ فرماتے ہیں ، کہ اس زائد تہائی حصے کا حکم بطور تغلیظ تھا ، کہ حرم مکہ میں اس کا قتل کیا تھا ۔ (785)

اہل مدینہ کی سنت اور تعامل کو امام مالکؒ حجت مانتے ہیں ، مگر حنفیہ شافعیہ صرف اہل مدینہ کے تعامل اور سنت کو حجت تسلیم نہیں کرتے ، امام شافعیؒ کا آخری فتوی خود ان کی اپنی کتاب الام میں موجود ہے ، کہ قتل اور ہر قسم کے زخموں میں عورت کی دیت نصف ہے ، $\frac{1}{3}$ کی حد تک بھی مساوات نہیں ہے ۔ (786)

امام ابو عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی " کتاب الحجۃ " میں فرماتے ہیں : ۔
و قال ابن مسعود الا السن والموضحۃ فانھما سواء وما زاد و ھی النصف ۔ (787)
شمس الائمۃ سرخسیؒ فرماتے ہیں : ۔
عن علی انہ قال فی دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس ۔ (788)

---

(784) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ، المجلد السابع ، ص 254 ۔
(785) السنن الکبریٰ ، المجلد الثامن ، ص 71 ۔
(786) کتاب الام ، المجلد الثالث ، الجزء السادس ، ص 105 ۔
(787) امام ابو عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی ، کتاب الحجۃ ، ت ، ن ، دارالمعارف النعمانیہ ، لاہور ، الجزء الرابع ، ص 281 ۔
(788) کتاب المبسوط ، الجزء السادس والعشرون ، ص 79 ۔

ابن جوزی فرماتے ہیں :-

دیۃ الذکر الحر المسلم و دیۃ الحرۃ المسلمۃ علی النصف من ذلک ۔ (789)

ابن رشد مالکی فرماتے ہیں :-

إن العلماء أجمعوا علی ان فی الشفتین الدیۃ کاملۃ والجمھور علی أن فی

کل واحدۃ منھما نصف دیۃ ۔ (790)

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں :-

روی عن سیدنا عمر و سیدنا علی و ابن مسعود و زید بن ثابت رضوان اللہ

تعالی علیھم اجمعین قالوا فی دیۃ للمراۃ انھا علی النصف من دیۃ الرجل ۔ (791)

شریعت نے یہ بات طے کر دی ہے ، کہ شہادت ، میراث اور دیت میں دو عورتیں ایک

مرد کے برابر ہوتی ہیں ۔ عبدالقادر عودہ شہیدؒ فرماتے ہیں ، کہ اس بات پر اجماع ہے ،

" أن دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی القتل " ۔ (792)

علامہ سید سابق نے فقہ السنہ میں لکھا ہے :-

" و دیۃ المرأۃ إذا قتلت خطأ نصف دیۃ الرجل ۔ (793)

عبدالرحمن الجزیری نے بھی آئمہ أربعہ کا مسلک یہی نقل کیا ہے :- شافعیہ

قالوا دیۃ المرأۃ ، الخنثی المشکل الحران ، دیۃ کل منھما فی نفس أو جرح

نصف دیۃ رجل حر ، عن ما علی دیتہ ۔ (794)

المختصر آیتِ قرآن میں وجوبِ دیت کا حکم ہے ، جس میں مرد اور عورت دونوں

برابر ہیں ، مقدارِ دیت کا ذکر قرآن کریم میں موجود نہیں ۔

امام محمدؒ نے اپنی کتاب الدیات کے تحت ایک مستقل باب عورت کی دیت کے متعلق

قائم کیا ہے ، اس باب میں آپ نے اپنے استاد محترم سے پوری سند کے ساتھ اس مسئلہ کو

نقل کیا ہے ۔

روایت اول :-

الف ۔ کذالک اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی

عنہ ۔ انہ قال عقل المرأۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس و فی مادونھا ۔ (795)

---

(789) ابن الجوزی : زاد المسیر فی علم التفسیر ، 1404ھ ، المکتب الاسلامی ، بیروت ، الجزء الثانی ، ص 164 ۔

(790) بدایۃ المجتھد ، الجزء الثانی ، ص 315 ۔

(791) بدائع والصنائع ، الجزء السابع ، ص 254 ۔

(792) التشریع الجنائی ، المجلد الاول ، ص 669 ۔

(793) فقہ السنہ ، الجزء الثانی ، باب دیۃ المرأۃ ، ص 563 ۔

(794) کتاب الفقہ علی المذاھب الأربعۃ ، الجزء الخامس ، ص 370 ۔

(795) امام القاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم : کتاب الآثار ، ت ن ، المکتبۃ الاثریۃ ، سانگلہ ہل ، ص 221 ۔

ب ۔ امام محمدؒ نے اسکی مذید تشریح اس طرح کی ہے ، کہ عورت کی ذات کی دیت ہو ، یا اسکے دیگر تمام زخموں کا عوضانہ ہو ، یہ سب مرد کے اعتبار سے نصف ادا کیا جاتا ہے ۔ (796)

اسی طرح امام محمد نے کتاب الحجۃ میں بالفاظ ذیل مذید ذکر کیا ہے :-

روایت دوئم ۔

واخبرنا محمد بن ابان عن حماد بن ابراہیم عن عمر بن الخطاب و علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ۔انہما قالا ، عقل المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس وفیما دونہا ۔ (797)

امام محمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں :-

فقد اجتمع عمرؓ و علیؓ علی ھذا فلیس ینبغی ان یوخذ بغیرہ ۔ ...... عن عمر بن الخطاب و علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہما انہما قالا عقل المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی نفس وفیما دونہا ۔ (798)

امام شافعیؒ کا مذید فرمان کتاب الأم میں مذکور ہے :-

ثم أعلم مخالفا من أھل العلم قدیما ولا حدیثا فی أن الدیۃ المرأۃ نصف دیۃ الرجل و ذلک خمسون من الإبل فاذا قضی فی المرأۃ بدیۃ فھی خمسون من الإبل واذا قتلت عمداً فاختار أھلھا دیتھا فدیتھا خمسون من الإبل أسنانہا

795* ب ۔ کتاب الحجۃ ، المجلد الرابع ، باب فی عقل المرأۃ تحت الدیات ، ص 278 ۔
ج ۔ کتاب الام ، المجلد الثالث ، الجزء السادس ، ص 106 ۔

(796 کتاب الحجۃ ، المجلد الرابع ، باب فی عقل المرأۃ ، ص 276 ، 277 ، 282 ۔
ب ۔ کتاب الام ، الجزء السادس ، ص 92 ، 106 ۔
ج ۔ السنن الکبری ، المجلد الثامن ، باب ماجاء فی جرحات المرأۃ ، ص 96 ۔

(797 کتاب الحجۃ ، المجلد الرابع ، ص 284 ۔
ب ۔ کتاب الام ، الجزء السادس ، ص 106 ۔
ج ۔ السنن الکبری ، المجلد الثامن ، ص 96 ۔

(798 کتاب الحجۃ ، المجلد الرابع ، ص 284 ۔
ب ۔ السنن الکبری ، المجلد الثامن ، ص 96 ۔
ج ۔ کتاب الام ، الجزء السادس ، ص 106 ۔

أسنان دية عمد و سواء قتلها رجل أو نفر أو امرأة لا يزاد في ديتها على خمسين من الإبل و جراح المرأة في ديتها كجراح الرجل في ديته لا تختلف ففي موضحتها نصف ما في موضحة الرجل و في جميع جراحها بهذا الحساب ، فان قال قائل فهل في دية المرأة سوى ما وصفت من الاجماع أمر متقدم ؟ - (799)

امام شافعی اپنے مسند میں اپنی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں :-

روایت چہارم :-

" عن ابن شہاب عن مکحول و عطاء قالوا : أدركنا الناس على أن دية الحر المسلم على عهد النبي صلى الله عليه وسلم مائة من الإبل فقوم عمر بن الخطاب تلك الدية على أهل القرى ألف دينار أو اثني عشر ألف درهم و دية الحرة المسلمة اذا كانت من أهل القرى خمس مائة دينار أو ستة آلاف درهم و اذا كان الذي اصابها من الاعراب فديتها خمسون من الإبل " - (800)

اسکا مطلب یہ ہے ، کہ ابن شہاب زہری مکحول اور عطاء سے نقل کرتے ہیں ، وہ دونوں کہتے تھے ، کہ اس دور کے لوگوں کو ہم نے اس بات پر پایا ، کہ مسلمان آزاد مرد کی دیت عہد نبوت میں سو اونٹ تھی ، پھر حضرت عمرؓ نے اس دیت کی قیمت اہل قری پر ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم مقرر فرمائی ، اور آزاد مسلمان عورت کی دیت (اگر عورت اہل قریہ یعنی شہری یا شہروں میں سے ہو) پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم مقرر فرمائی (جو مرد کی دیت کے اعتبار سے نصف ہے) اگر عورت بادیہ نشینوں میں سے ہو ، اسکی دیت پچاس اونٹ ہوگی ۔ (جو مرد کی دیت کے اعتبار سے نصف ہے) ۔

---

(799) کتاب الام ، الجزء السادس ، باب دية المرأة ، ص 106 -

(800) الف - کتاب الام ، الجزء السادس ، ص 105 - 106 -

ب - السنن الكبرى ، المجلد الثامن ، باب ماجاء في دية المرأة ، ص 95 -

ج - امام زیلعی : نصب الراية ، المجلد الرابع ، كتاب الديات ، ص 363 -

د - ابن حجر عسقلانی : الدراية في تخريج احاديث الهداية ، لاہور ، (س ن) - المطبعة العربية ، الجزء الاول ، كتاب الديات ، ص 273 ، 274 -

س - فقه السنة ، المجلد الثاني ، ص 563 -

ش - كتاب الحجة ، المجلد الرابع ، ص 278 -

اسی طرح ابن ابی شیبہ المتوفی 235ھ نے اپنی سند کے ساتھ قاضی شریح کا فیصلہ نقل کیا ہے ، لکھتے ہیں : کہ

روایت چہارم۔

حدثنا علی بن مسھر عن ھشام الشیبی عن شریح ان ھشام بن ھبیرۃ کتب الیہ بمسئلہ فکتب الیہ "ان دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فیما دق وجلّ" ۔ (801)

مشہور مفسر و مورخ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری "دیت" کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

" ان دیۃ المؤمنۃ لا خلاف بین الجمیع الا من لا یعد خلافاً انھا علی النصف من دیۃ المؤمن " ۔ (802)

یعنی مومن عورت (خطاءً) قتل ہو جائے تو اسکی دیت مومن مرد کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے ۔

یہ مسئلہ تمام علماء کے نزدیک اسی طرح ہے ، سوائے ایسے لوگوں کے جن کا مخالفت کرنا ، کچھ وزن نہیں رکھتا ۔

---

(801) ابن ابی شیبہ ، مخطوطہ ، کتاب الدیات ، تحت جراحات الرجال والنساء ، ص 700 ۔
ب ۔ کتاب الحجۃ ، المجلد الرابع ، ص 281 ۔
مزید ملاحظہ فرمایئے ، امام ذہبی فرماتے ہیں :۔
ھشام بن ھبیرہ قاضی شریح اسلام کے بہت بڑے مشہور قاضی تھے ، جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کوفہ میں قاضی بنایا تھا ، پھر یہ ہمیشہ قاضی رہے ، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی عہدہ قضا پر فائز رہے ، آپ بڑے بڑے اکابر صحابہ سے روایات نقل کرتے تھے ، مثلاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن مسعود ، وغیرہم یہ بہت بڑے فقیہ ، شاعر اور اپنے فن میں فائق تھے ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حق میں فرماتے ہیں : کہ " تم عرب کے بہت بڑے قاضی ہو " ۔ (امام الذہبی : تذکرۃ الحفاظ ، المجلد الاول ، ص 59 ۔) (تہذیب التہذیب ، المجلد الرابع ، ص 326 ، 327) مذکورہ بالا روایت سے یہ چیز واضح ہو گئی ہے ، کہ قاضی ھشام نے قاضی شریح سے مسئلہ ھذا کو دریافت کیا ، اور قاضی شریح نے (جو اس دور کے قاضی القضاۃ تھے) فیصلہ لکھ دیا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے ، معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دور میں اس مسئلہ کا فیصلہ یہی تھا ، جو قاضی شریح نے تحریر کرکے بھیجا تھا ۔

(802) جامع البیان فی تفسیر القرآن ، المجلد الرابع ، الجزء الخامس ، ص 132 ۔

عورت کی دیت آئمہ خمسہ کی نظر میں

عورت کے قتل خطاء یا قتل عمد کی دیت کے نصف ہونے کا قول چاروں متداول فقہی مذاہب کے نزدیک اجماعی ہے۔ جراحات یعنی زخموں کی صورت میں عورت کی ایک تہائی تک مقدار دیت میں اختلاف رائے موجود ہے، لیکن قتل کی دیت کے نصف ہونے میں کسی کا اختلاف مروی نہیں ہے۔ حوالے مندرجہ ذیل ہیں -

1 - حنفی مسلک -

علامہ عبدالرحمن الجزیری " کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ " میں فرماتے ہیں : کہ

الشافعیہ والحنفیہ والمالکیہ قالوا دیہ المراۃ علی النصف من دیہ الرجل ، لما روی البیہقی خبر دیہ امراۃ علی النصف من دیہ الرجل وقد ورد بھذا اللفظ موقوفا عن الامام علی کرم اللہ وجہہ و مرفوعاً الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال زید بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ فیتنصف ۔ (803)

امام ابن الھمام " الفتاوی العالمگیریہ " میں فرماتے ہیں :-

دیہ المراۃ نصفھا و ما دونھا علی النصف من دیہ الرجل ۔ (804)

محمد بن حسین بن علی الطوری اپنی کتاب " تکملہ البحر الرائق شرح کنزالدقائق " میں فرماتے ہیں :-

ودیہ المراۃ علی النصف من دیہ الرجل فی نفس، وفیما دونھا روی ذلک عن علی موقوفاً و مرفوعاً ۔ (805)

صاحب ھدایہ اپنی مشہور تصنیف میں لکھتے ہیں :-

وقالوا دیہ المراۃ علی النصف من دیہ الرجل وقد ورد ھذا اللفظ موقوفا علی علیؓ و مرفوعاً الی النبی علیہ السلام " ۔ (806)

علمائے احناف " کنزالدقائق " کی شرح " تبیین الحقائق " میں لکھتے ہیں :-

ودیہ المراۃ علی النصف من دیہ الرجل سواء (کانت مسلمہ أو ذمیہ) لان المراۃ جعلت علی النصف من الرجل فی میراثھا و شھادتھا ، فکذا فی دیتھا ۔ (807)

---

(803) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ، الجزء الخامس ، ص 370 ، 371 -

(804) الفتاوی العالمگیریہ ، المجلد السادس ، ص 24 -

(805) تکملہ البحر الرائق شرح کنزالدقائق ، الجزء الثامن ، ص 375 -

(806) الھدایہ مع المقدمہ (آخرین) ، کتاب الدیات ، ص 569 -

(807) علامہ فخر الدین عثمان بن علی الحنفی : تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق ، 1315ھ ، مصر ، الجزء السادس ، کتاب الدیات ، ص 128 -

علامہ احمد الطحطاوی الحنفی " حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار " میں فرماتے ہیں :-

عورت کی دیت بلا خلاف مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے ، اس لئے کہ عورت میراث میں اور شہادت میں باعتبار مرد کے نصف قرار دی جاتی ہے ، اسی طرح دیت میں بھی نصف ہے - اور عورت کے نفس سے کم درجہ کی دیت میں اسکی کل دیت کے اعتبار سے کم کیا جاتا ہے - (808)

2 - مالکی مسلک :-

الف - و حدثنی عن مالک ، عن ابن شہاب و بلغہ عن عروہ ابن الزبیر انہما کان یقولان مثل قول سعید بن المسیب فی المرأہ انہا تعاقل الرجل الی ثلث دیہ الرجل فاذا بلغت ثلث دیہ الرجل کانت الی النصف من دیہ الرجل - (809)

ب - مالک عن ربیعہ بن عبدالرحمن انہ کان یقول فی الغزہ تقوم بخمسین دیناراً و ستہ مائۃ درہم و دیہ امراۃ الحرۃ المسلمۃ خمس مائۃ دینار او ستۃ آلاف درہم-(810)

ج - مالکیوں کے مشاہیر علماء میں قاضی ابن رشد ہیں ، یہ اپنی مشہور تصنیف بدایۃ المجتہد" میں اس مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں : کہ

" عورت کی دیت کے متعلق علماء کا اتفاق ہے ، کہ یہ مرد کی دیت کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے - (811)

د - مالکی علماء کے مشہور عالم امام القرطبی " تفسیر الجامع لاحکام القرآن " میں مسئلہ ہذا کو اس طرح بیان کرتے ہیں ، کہ علماء نے اجماع کیا ہے ، اس مسئلہ پر کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے اعتبار سے نصف ہوتی ہے -

و اجمع العلماء علی ان دیہ المرأہ علی النصف من دیہ الرجل قال ابو عمر ، انما صارت دیتہا علی النصف من دیہ الرجل من اجل ان لہا نصف میراث الرجل ، و شہادہ امراتین بشہادہ الرجل و ہذا انما ہو فی دیہ الخطاء و اما العمد ففیہ القصاص بین الرجال والنساء - (812)

---

(808) علامہ احمد الطحطاوی : حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار ، 1395ھ ، بیروت المجلد الرابع ، تحت الدیات ، ص 279 -

(809) موطا امام مالک ، ص 741 - (810) موطا امام مالک ، ص 742 -

(811) بدایہ المجتہد و نہایہ المقتصد ، الجزء الثانی ، کتاب الدیات فی النفوس ، ص 310 - اما دیہ المرأہ فانہم اتفقوا علی انہا علی النصف من دیہ الرجل فی النفس فقط -

(812) تفسیر الجامع لاحکام القرآن ، المجلد الثالث ، الجزء الخامس ، ص 325 -

3 - شافعی مسلک -

الف :- مجھے قدیم اور جدید دور کے اہل علم میں سے ایک عالم بھی ایسا معلوم نہیں ہے ، جس نے عورت کی نصف دیت کے بارے میں کوئی اختلاف کیا ہو ، اسی طرح جراحات یعنی زخموں کی دیت بھی نصف ہے - (یاد رہے کہ امام شافعی امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے علوم کے حامل ہیں) اسلئے امام شافعیؒ کا یہ قول کہ انہیں قدیم اہل علم میں سے بھی عورت کی نصف دیت کی مخالفت کرنے والا کوئی نہیں ملا ہے ، تو یہ بات خود امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے مسلک کی بھی توثیق کر دیتی ہے -

امام شافعیؒ فرماتے ہیں :-

دیۃ المراۃ و جراحھا علی النصف من دیۃ الرجل فی ما اقل او کثر - (813)

یہ امام شافعیؒ کا مسلک جدید ہے ، قدیم یہ تھا ، کہ ایک تہائی تک جراحات کی دیت برابر ہے ، اور اس سے زائد میں نصف ہے جیسا کہ پہلے حوالہ دیا جا چکا ہے -

امام شافعیؒ مزید فرماتے ہیں :-

کہ میں نہیں جان سکا کہ کوئی اس بات کا مخالف ہو ، کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوتی ہے ، اور یہ پچاس اونٹ ہیں - (814)

مندرجہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ حضرت امام شافعیؒ کے مسلک میں بھی عورت کی نصف دیت ہی ہے ، بلکہ انہوں نے اس سلسلے میں اپنی کتاب "کتاب الام" میں دلائل بھی دیے ہیں ، (کہ عورت کی نصف دیت ہے)

ب - شوافع میں سے ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی "الاحکام السلطانیہ" میں لکھتے ہیں ، کہ :-

" عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے ، چاہے عورت کی ذات کے متعلق ہو یا اسکے اطراف (اعضاء اور جوارح) کے متعلق ہو - (815)

4 - حنبلی مسلک -

حضرت امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے ، اور ان کے علاوہ تمام فقہاء و علماء کا یہی نظریہ ہے ، اس میں کسی کا اختلاف و نزاع نہیں ، چنانچہ امام ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی کتاب "المغنی" میں لکھتے ہیں :-

قال ابن المنذر و ابن عبدالبر ، اجمع العلماء ان دیۃ المراۃ نصف دیۃ الرجل

---

(813) کتاب الام ، الجزء السادس ، ص 106 -

(814) ایضاً ایضاً ایضاً -

(815) الاحکام السلطانیہ ، للماوردی الشافعی ، کتاب الجنایات ، ص 203 -

وحکی غیرھما عن ابن علیه والاصم انهما قالا دیتھا کدیة الرجل لقوله علیه السلام (فی نفس المومنة مائة من الابل) وھذا قول شاذ یخالف اجماع الصحابة وسنة النبی صلی اللہ علیه وسلم فان فی کتاب عمرو بن حزم دیة المرأة علی النصف من دیة الرجل وھی اخص مما ذکروه وھما فی کتاب واحد فیکون ما ذکرنا مفسر لما ذکروه مخصصاً له ۔ (816)

شیخ الاسلام فقیه محقق علاء الدین ابن الحسن علی بن سلیمان المرادی الحنبلی فرماتے ھیں :-

ب ۔ ودیة المرأۃ نصف دیة الرجل بلا نزاع ۔ (817)

ج ۔ حنبلی علماء کے مشہور قاضی ابو یعلی محمد بن حسین الفراء اپنی مشہور تصنیف "احکام السلطانیه" میں لکھتے ھیں : کہ "عورت کی دیت جو اسکی ذات کے متعلق ھو مرد کی دیت سے نصف ھوتی ھے ۔ (818) عورت کی نصف دیت فقہ جعفریه کی روشنی میں ۔ کاملہ دیة المرأۃ نصف دیة الرجل ۔ (819) ۔

مسئلہ صورت

المختصر :

قتل خطاء میں شرعاً عورت کی نصف دیت پر کہنا کہ یہ عورت کو جاھلیت کے دور میں پھینک دینے کے مترادف ھے ، " اس سے اسلامی آئین کی بدنامی کا راستہ کھلے گا ، یا یہ سمجھنا کہ نصف دیت کی بناء پر عورتوں کے قتل میں اضافہ ھو جائیگا ، اور عورتوں کے دلوں میں اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ھونگے ، ظنیات بلا بنیاد و مفروضے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو الجھانے والی باتیں ھیں ۔

عورت کی نصف دیت کے مجمع علیه قانون سے اگر اسلام کی بدنامی ھوتی ھے ، تو پھر حدود و قصاص کا سارا نظام ھی ختم کر دیجئے ، ایک آدمی چوری کی سزا میں ھاتھ کٹائے ٹنڈ منڈ بازار میں پھر رھا ھے ، اس سے بڑھ کر اسلام کی کیا بدنامی ھو سکتی ھے ، ؟ ایک جوڑے نے اپنی مرضی سے بدکاری کا ارتکاب کیا ھے ، جس سے کسی دوسرے کا کوئی رائی برابر نقصان نہیں ھوا ، اس جوڑے کو سنگسار کر دینا کہاں کی عقل مندی ھے ، علی ھذا القیاس ، اس طرح کے ڈر اور ملامتوں کو لے کر بیٹھ جائیں ، تو پھر سرے سے اسلام ھی سے ھاتھ دھونے پڑیں گے ، مومنوں کی شان تو یہ ھے :-

لا یخافون لومة لائم ۔ وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے ۔ دراصل دیت

---

(816) المغنی : المجلد السابع ، ص 797 ۔

(817) علامہ علاء الدین ابی الحسن علی بن سلیمان المرداوی : الانصاف : 1377ھ بیروت ، ص 63 ۔

(818) قاضی ابو یعلی الفراء : الاحکام السلطانیه ۔ 1401ھ ، عمان ، تحت الدماء ص 274 ۔ دیة المراۃ علی النصف من دیة الرجل فی النفس ۔

(819) ابو جعفر الکلینی : الفروع من الکافی ، المجلد السابع ، ص 298 ۔

(۔) ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی : تھذیب الاحکام ، المجلد العاشر ، ص 181 ۔

کا تعلق اسلام کے معاشرتی نظام سے نہیں بلکہ خونبہا نظام سے ہے ، نصف دیت اور پوری دیت سے مقصود کسی مرد کی تعظیم یا عورت کی تحقیر یا مرد کے مقابلے میں عورت کو کمتر گھٹیا اور ادھورا انسان نہیں بنانا بلکہ اسکا مقصود تو ہی ہے ، جو اسلام میں دوسری چھوٹی بڑی سزاؤں سے ہے ۔

جہاں تک معاشرہ میں عورت کی تعظیم و تکریم اور اسکے ہر قسم کے حقوق کا تعلق ہے ، تو اس سلسلے میں عورت کو جتنی رعایت اور جتنا بلند و ارفع مقام اسلام نے دیا ہے ، اسکی نظیر تمام ادیان اور بزعم خویش موجودہ مہذب مغربی معاشروں میں برابر کا ملنا تو کجا اسکا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا ، قرآن و سنت میں اس صنف نازک کے حقوق کی پاسداری اور تمام معاملات میں اسکی نگہداشت اور خصوصی رعایات پر مبنی احکامات کو جمع کیا جائے ، تو ایک ضخیم کتاب بنتی ہے ، قرآن مجید کے تاکیدی احکام و عاشروھن بالمعروف اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گزران کرو ، فامساک بمعروف او تسریح باحسان ، عورت کو دستور کے مطابق روک رکھو یا اچھے طریقہ کے موافق اسکو چھوڑ دو ۔ اور للنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون اور (جو کچھ ترکہ والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑیں ، ان میں عورتوں کا بھی حصہ ہے) وغیرہ اہل علم سے مخفی نہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس صنف پر اپنی کرم نوازیوں کی انتہا فرما دی ، حقوق کی رعایت اور حسن سلوک میں اسے مقدم قرار دیا ، ؟ اشیائے دنیا میں سے اسے اپنے لئے پسند فرمایا ، ماں کے قدموں تلے جنت رکھ دی ، بیٹیوں اور بہنوں کو دوزخ سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ، عورتوں کو نازک آبگینوں سے تشبیہ دی ، حتی کہ حجۃ الوداع جیسے اہم اور عظیم خطبہ میں بھی ان کو نہیں بھلایا ، مشہور مورخ ابن کثیر لکھتے ہیں ، کہ خطبہ حجۃ الوداع میں جہاں آپؐ نے دیگر احکام ارشاد فرمائے وہاں یہ بھی فرمایا :-

واتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذ تموھن بامانۃ اللہ و استحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرھونہ فان فعلن ذلک فاضربوھن ضربا غیر مبرح ، ولھن علیکم رزقھن و کسوتھن بالمعروف ۔ (819)

عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ تم نے اللہ کی امانت کے طور پر انہیں اپنے ماتحت کیا ہے ، اور اللہ کی اجازت سے ان کی عصمت کو حلال کیا ہے ، ان کے اوپر تمہارا حق یہ ہے ، کہ وہ تمہارے گھر میں کسی ایسے آدمی کو نہ گھسنے دیں ، جسے تم نا پسند کرتے ہو ، اگر وہ ایسا کریں ، تو تم انہیں بطور تنبیہ) مار پیٹ کر سکتے ہو ، مگر ایسی مار نہ ہو کہ انکی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے ، اور تمہارے ذمہ ان عورتوں کا حق یہ ہے ، کہ تم (مقدور بھر) انہیں اچھا کھانا ، اچھا

---

(819) ج ۔ علامہ محسن بن الحسن الحسینی : وسائل الشیعہ الی احکام الشریعہ ، ص 151 ۔

(820) حافظ ابن کثیر : البدایہ والنہایہ ، المجلد الخامس ، ص 170 ، تحت حجۃ الوداع یوم عرفہ ۔

لباس دو ۔

زندگی انسان کے لئیے ایک کڑی آزمائش ہے ، مشہور عربی مقولہ"الدنیا دارالمحن"
کے مصداق یہ دنیاوی زندگی مختلف بلاؤں اور مصائب سے عبارت ہے ، انسان خصوصاً
مسلمان کے اوپر دین دنیا کی اور بال بچوں کی بے شمار اور طرح طرح کی ذمہ داریاں ہیں ،
اہل و عیال کی تمام تر پرورش اور ان کے جملہ اخراجات مرد کے ذمہ ہیں ، اسلام میں عورت
کی رعایت اور اس کے تحفظ حقوق کا اندازہ لگایئے ، کہ شریعت نے عورت کو بیشتر ذمہ داریوں
سے بری قرار دیا ہے ، بال بچوں کے خوراک ، لباس علاج اور دیگر تمام اخراجات و ضروریات
کا اولین ذمہ دار مرد کو ٹھہرایا گیا ہے ، عورت کے ذمہ یہ نہیں لگایا ، کہ وہ فیکٹریوں میں جا
کر مشینوں کا دھواں اور گرمی سہے دفاتر میں جا کر آفیسران بالا کی جھڑکیاں کمائے ، دھوپ
میں کھڑی ہو کر محنت مزدوری کرے ، سارا دن مشین کی طرح دوکان پر جلتی رہے ، اپنی اور
اپنے بچوں کی روزی کیلئے خون پسینہ ایک کرے ،بلکہ اسکا اصل مقام یہ ہے ، کہ وہ آرام سے اور
با عزت طریقے سے اپنے گھر میں مقیم رہے ، اسکا غیور رب نہیں چاہتا ، کہ وہ دردر کی خاک
چھانے اور اوباش و بدقماش لوگوں کی ہوس ناک نظروں کا نشانہ بنے ۔

دورِ حاضر میں مختلف اہلِ علم کا اختلاف رائے

دورِ حاضر میں عورت کی نصف دیت پر مختلف اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہے ،
بعض کا یہ خیال ہے ، کہ مرد اور عورت قرون اولی میں بھی برابر تھے ، لیکن اس زمانے میں
عورت پر مرد کا تسلط قائم ہوتا تھا ، عورتیں قرآنی مساوات کی سطح پر نہیں پہنچتی تھیں ،
کوئی ان کے حقوق کیلئے کھڑا نہیں ہوا تھا ، لیکن آج کل عورت خاندان میں اپنے رول اور
معاشی طور پر اپنے حقوق سے زیادہ آگاہ ہے ، وہ اب زیادہ تعلیم یافتہ اور ذہنی طور پر
زیادہ مستحکم ہے ۔

میں پوچھتی ہوں ، کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نصف دیت کا قانون
نافذ کر رہے تھے ، اس وقت بھی کیا ، عورتوں کے حق میں کوئی آواز اٹھانے والا موجود نہیں
تھا ، ، ، ؟ یا ازواج مطہرات اور صحابیات قرآنی نظریہ مساوات کو نہیں سمجھ سکتی تھیں ،
یا وہ سب جناب حضرت عمر فاروق و صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے ڈرتی تھیں ،
کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور دیگر صحابیات تعلیم یافتہ نہیں تھیں ، ، ، ؟ اور
کیا ذہنی طور پر مستحکم نہیں تھیں ، ، ، ؟ اور کیا آجکل کی عورت ان پاک عورتوں سے زیادہ
تعلیم یافتہ ہیں ، ، ، شاید آج کے دور میں اختلاف رکھنے والوں کے ذہن میں تعلیم کا معنی
اور مفہوم کچھ دوسرا ہے ۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں دور قدیم میں صرف دو شخص ایسے ہوئے ہیں ،
جنہوں نے اپنا اجتہاد پیش کیا ، اور پوری اجماع امہ کے ساتھ اختلاف کیا ، وہ دو شخص یہ ہیں ،

ایک شخص اسماعیل ابن علیہ اور دوسرا الاصم ہے ، یہی دو وہ شخص ہیں ، جنھوں نے رسول کریم، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم ، تابعین اور دوسرے تمام فقہاء اور علماء سے اختلاف کیا ، اور اپنے اجتہاد کی بنیاد رکھی -

اب آپ خود ہی اندازہ لگائیے جو آدمی اللہ تعالی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے وہ صحابہ جنکے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ، کہ میرے صحابہ کرام ستاروں کی مانند ہیں ، اور میرے بعد میرے صحابہ کرام کا دور سب سے افضل دور ہے ، کیونکہ وہ ہدایت یافتہ لوگ ہیں ، اب جو آدمی صحابہ کرام کے زمانوں پر اختلاف کرتا ہے ، تو وہ خود سمجھ لیے کہ اس نے ان ہدایت یافتہ لوگوں کا راستہ چھوڑ دیا ہے ، یہ دونوں شخص تمام اجماع امت کے نزدیک معتزلہ ہیں ، اس لئے ان دونوں کو تمام فقہاء امت نے نظر انداز کر دیا ہے ، دورِ جدید میں بھی دو تین اشخاص ہیں ، جنہوں نے دورِ قدیم کے ان دو اشخاص (ابن علیہ اور اصم) کے خیالات کے ساتھ اتفاق کیا ہے ، اور پوری اجماع امت کو نظر انداز کیا ہے -

عقل اور انصاف کا تقاضا یہ ہے ، کہ جہاں حضرت عمر فاروقؓ ، حضرت عثمانؓ ، حضرت علیؓ امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ ، امام مالکؒ ، امام احمد بن حنبلؒ ، اور چودہ سو سال میں ہزاروں محدثین و فقہاء نے ایک مسئلہ پر اتفاق کیا ہے ، وہاں " ہم اور تم " ہی کہاں کے محدث اور فقیہہ ہیں " کہ ان لوگوں کے اتفاق شدہ مسئلہ پر اپنا اختلاف پیش کریں ، عقل یہ تقاضا کرتی ہے ، کہ ان لوگوں کے ساتھ اختلاف نہیں کیا جا سکتا ، دورِ جدید میں عالمِ اسلام میں کئی علمی مراکز ہیں ، ان کی تقلید کیوں نہیں کر سکتے ... ؟ علامہ سید سابق مشہور جج اور قانون دان عبدالقادر عودہ شہیدؒ وغیرہ جدید و قدیم دونوں قوانین کے ماہرین کی بات کیوں نہیں مانتے ہیں .. اس دور کے قابل اعتماد اور صاحبِ بصیرت و کردار علماء و مفکرین کی بھاری اکثریت کو ایک طرف چھوڑ کر (چند افراد کو جن کے نقطہ نظر پر پوری درجے میں کامل اعتماد نہیں پایا جا سکتا) صاحبِ بصیرت علماء و مفکرین کی بات کو کیوں نہیں مانتے -

میں ان اختلاف یافتہ لوگوں سے پوچھتا ہوں ، کہ ان دو شخصوں (ابن علیہ و اصم) کے خیالات کو اتنا کیوں اچھالتے ہو ، اگر تم اپنی رائے میں مضبوط اور پختہ ہو تو پھر " قرآن و سنت سے کوئی دلیل لائیے ، جس میں کہا گیا ہو ، کہ عورت اور مرد کے قتل خطاء کی دیت مساوی ہے " - اس کے برعکس قرآن میں ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو ، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے ، کہ (عورت کی دیت مرد سے نصف ہے ، تو اس حدیث کی اطاعت ، قرآن کی اطاعت قرار پاتی ہے ، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے ، کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ اور خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی کرو ، اور میری امت جس بات پر بھی متفق (کسی ایک زمانے میں) ہو جائے تو وہ گمراہ نہیں ہو گی ، بلکہ قرآن خود فرماتا ہے ، کہ مسلمانوں کے اجماعی راستے کے خلاف جانے والا جہنم کی طرف جانے والا ہے ، اس لیے اجماع امت کی بات ماننا قرآن وسنت ہی کی بات ماننا ہے ، اور سنت ابوبکرؓ و عمرؓ اطاعت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اطاعت ہے - اللہ تعالی ہم سب کو اپنی اور اپنے نبی کریم اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمایئے - آمین -

اسلام کے قانون شہادت کی ضرورت و اہمیت

ہم پہلے شہادت کے سلسلے میں اسکے مفہوم کا ذکر کرتے ہیں :-

شہادہ کا مفہوم -

"شہادہ" کے لغوی معنی " قطعی خبر " " حلف " اور قسم کے ہیں - (821)
اور وہ بات جو کامل علم و یقین سے کہی جائے ، خواہ وہ علم مشاہدہ بصر سے حاصل ہو ، یا بصیرت سے"- (822)

پروفیسر خورشید احمد کا کہنا ہے ، " شہادت یا گواہی عرف عام میں اس بات کو کہتے ہیں ، کہ آدمی کسی واقعے یا چیز کے بارے میں جو کچھ یقین کے ساتھ جانتا ہو - دوسروں کو ٹھیک ٹھیک بتا دے - (823)

لیکن جب اسکا اطلاق قانون پر ہوتا ہے ، تو اسکے خاص اصطلاحی معنی بن جاتے ہیں Webster's new world dictionary of American Languages.میں اسکی وضاحت اس طرح کی گئی ہے :-

" Something legally presented before court, as a statement of a witness, an object, etc; which bears on or establishes the point inquestion : distinguished from testimony and proof a person who presents testimony; witness as stated evidence"(824)

ابن ہمام نے " شرح فتح القدیر " میں شہادت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ، والشہادۃ لغۃ اخبار قاطع وفی عرف اہل الشرع اخبار صدق لا ثبات حق بلفظ الشہادۃ فی مجلس القضاء فتخرج شہادۃ الزور فلیست شہادۃ - (825)

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار Heffening.W نے اسلام کے قانون شہادت پر نہایت عمدہ بحث کرتے ہوئے لکھا ہے :-

" The statement (shahada) of witness, is a declaration on a legal claim in favour of a second person against a third, which is based on an accurate knowledge of the state of affairs and is made before the judge in prescribed from

---

(821) المنجد ؛ ص 660 -
(822) المفردات فی غریب القرآن ، ص 267 -
(823) پروفیسر خورشید احمد ؛ اسلام نظریہ حیات ، 1986ء فضلی سنز لمیٹڈ ، کراچی ، ص 533 -
(824) Webster's New World Dictionary of the American Languages,N.Y. 1957,
(825) شرح فتح القدیر ، المجلد الثالث ، ص 446 -

Ashhedubikhedhe - We Kedhe " (826).

قانونِ شہادت ہند 1872ء میں لفظ Evidence (شہادت) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے :-

1) "Evidence" means includes in all statements which the court permits or requires to be made before it by witness, in relation to matter of fact under Inquiry, such statements are called oral evidence"

ii) All documents produced for the inspection of the court, such documents are called "Doucumentary Evidence" (827).

انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا کے مقالہ نگار نے شہادت یعنی Evidence کی دورِ جدید کی جامع ترین تعریف پیش کی ہے ، وہ لکھتا ہے :-

"Evidence" a term which may be defined briefly as denoting the facts presented to the mind of a person for the purpose of enabling him to decide a disputed question. Evidence in the widest sense includes all such facts. In the narrowers sence employed in English Law, however, it includes only such facts, testimony and documents as may be received in legal proceedings in proof or disproof of the facts under enquiry" (828).

فقہی تعریف :-

فقہ کی زبان میں شہادت کے معنی ہیں ، کسی واقعہ کے بارے میں اپنے مشاہدے اور معائنے کے مطابق خبر دینا ، نہ کہ ظن اور تخیل کی بنیاد پر -

امام راغب اصفہانی " مجلۃ الاحکام العدلیۃ " میں شہادت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں :-

یلزم ان یکون الشہود قد عاینہ بالذات المشہود بہ وان یشہدوا علی ذلک الوجہ ولا یجوز ان یشہد بالسماع - (829)

---

(826) <u>Encyclopaedia of Islam</u> , Vol-4, P-261.

(827) <u>Indian Evidence Act,</u> 1872, : P-15.

(828) <u>Encyclopaedia Britannica</u> , Vol-8, P-905.

اہمیتِ شہادت اسلامی معاشرتی نظام میں

ارشاد ربانی ہے !-

اقیموا الشهادة لله - (830)

یعنی اللہ کے لئے شہادت کا نظام قائم کرو ، کیونکہ شہادت کے بغیر نظامِ عدل کا قیام نا ممکن ہے -

منجملہ ان ضرورتوں کے جو انسان کو اس دنیا میں پیش آتی ہیں ، اور انکے سلسلے میں بڑے بڑے مفاسد اور خرابیاں ظہور میں آتی ہیں ، باہمی تنازعات اور مناقشات ہیں ، بغض و عداوت اور تعلقات کی کشیدگی انہیں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے - اور چونکہ بخل و حرص انسان کی سرشت میں داخل ہے اسلئے یہ اوصاف اسکو مجبور کرتے ہیں ، (کم از کم اسکو اس پر امادہ کرتے ہیں) کہ وہ دوسروں کا حق دبائے ، اور ابنائے نوع کے حقوق پر دست درازی کرے ، اس حالت میں وہ کسی دلیل کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتا ، بناءبریں ایک ایسا حاکم شرع موجود ہو ، جو ان جھگڑوں کا فیصلہ کرے ، اور فیصلۂ شرعی کے ماننے پر لوگوں کو مجبور کرے ، وہ اسے خود چاہتے ہوں ، یا نہ چاہتے ہوں - (831)

" کسی جھگڑے کے متعلق فیصلہ دینے کے لئے دو مقام ہیں ، پہلا مقام اس بات کی تحقیق کرنا ہے ، کہ جس بات پر فریقین جھگڑ رہے ہوں ، اسکی اصلیت اور حقیقت کیا ہے ...

... تحقیقِ حال کرنے اور فیصلہ دینے کا اصول بتا دیا ہے ، پہلے مقام میں کوئی معتبر شہادہ یا بصورت عدمِ شہادت حلف اٹھوانا حقیقت حال معلوم کرنے کا بہترین طریقہ ہے ، کیونکہ حقیقتِ حال کو وہی شخص بہتر جانتا ہے ، جو واقعہ میں حاضر ہو ، اور سب کچھ اس کے سامنے واقع ہوا ہو - (832)

پس ثابت ہوا ، کہ معاشرے کے تحفظ کے لئے اثباتِ دعوی کی بہت اہمیت ہے ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لو یعطی الناس بدعواہم لادعی ناس دماء رجال واموالہم - (833)

"شہادت کو لازمی قرار دینے کے اصول کی مشروعیت اور معقولیت کا فلسفہ بھی بتا دیا ، جس کا مفہوم یہ ہے ، کہ جھوٹی مقدمہ بازی کو فروغ حاصل نہ ہو ، اور کئی ایک لوگ ناحق ان

---

(829) امام راغب اصفہانی : مجلة الاحکام العدلیه ، 1293ھ ، بمارت ، ص 379 -

(830) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 2-

(831) حجة الله البالغه ، حصہ دوئم ، ص 665 -

(832) ایضاً ص 668 -

(833) صحیح المسلم بشرح للنووی ، المجلد السادس ، الجزء الثانی عشر ، کتاب الاقضیه ص 2 - (ب) مشکوۃ المصابیح ، باب الاقضیه والشہادات ، ص 362 - 1368ھ -

مخصوص میں نہ پہنسائے جائیں ۔ (834)

ارشادِ ربانی ہے :۔

یاایها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء لله ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین ، ان یکن غنیاً او فقیراً فالله اولی بهما فلا تتبعوا الهوی ان تعدلوا ، وان تلوا او تعرضوا فان الله کان بما تعملون خبیراً ۝ ۔ (835)

دوسری جگہ فرمایا :۔

والذین لا یشهدون الزور ، واذا مروا باللغو مروا کراماً ۝ (836)

اسی طرح صاحب مشکوٰۃ نے خریم بن فاتک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت نقل کی ہے ، کہ آپؐ نے ایک موقع پر تین مرتبہ فرمایا :۔

عدلت شهادة الزور بالاشراک بالله ۔ (837)

مولانا خرم واحسن صدیق نانوتوی فاتح الاوطار میں فرماتے ہیں :۔

" شہادت کا حکم یہ ہے ، کہ تحقیق کے بعد قاضی پر اسکے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہو جاتا ہے ، اگر شرائط کے پائے جانے کے بعد وہ فیصلہ سے رکتا ہے ، تو گنہگار ہوگا ، کیونکہ اس طرح وہ ایک فرض کا تارک بن رہا ہے ، اور اپنے اس فسق کی وجہ سے معزولی کا مستحق ہوگا ، اور اسکی تعزیر کی جائے گی ، اسلئے کہ وہ ایسی حرکت کا مرتکب ہو رہا ہے ، جو شرعاً جائز نہیں ہے ، اور اگر وہ اسکے مطابق فیصلہ کو واجب ہی نہ سمجھے تو اسکی تکفیر کی جائیگی ۔ (838)

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار W. Heffening لکھتے ہیں :۔

The taking and giveing of evidence (Shahada) is a "fard ala'l - Kifaya"; but if only one person was present on the accue there is an absolute obligation on him to give evidence, (fard-Alaim) In the case of " Hakk-Allah" it is, however, left to the discretion of the witness, whether he cares to bring the culprit before the Kadi, or spare his muslim co-religiorist and remain silent, the last course is usual recommended as the more incritierious.(839).

---

(834) حجۃ اللہ البالغۃ ؛ حصہ دوئم ، ص 669 ۔

(835) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء ؛ 135 ۔

(836) القرآن الحکیم ، سورۃ الفرقان ؛ 72 ۔

(837) مشکوٰۃ المصابیح ؛ باب الاقضیہ والشہادت ، ص 328 ۔

(838) فاتح الاوطار ، جلد دوئم ، ص 476 ۔

(839) Encyclopaedia of Islam , Vol-4, P 216.

شہادت کا نصاب

واستشہدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان ۔ (840)
یہ شرعی تعداد ہے ، جسے قرآن کریم نے معیاری قرضے کی دستاویز لکھے جانے کے لئے اس آیت کریمہ میں بیان کیا ہے ۔

امام سرخسی نے کتاب المبسوط میں صرف عورتوں کی گواہی کے ضمن میں ایک حدیث قلمبند کی ہے :-

" شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ " (841)

یہ حکم اپنے اندر بہت سی نمایاں حکمتیں رکھتا ہے ۔ (باب دوئم ، ص 70 تا 83) ملاحظہ فرمائیے ۔

شرائط برائے شہادت

جس شخص کو گواہ کے طور پر پیش کیا جائے ، اسکے لئے صفات پسندیدہ سے موصوف ہونا ناگزیر ہے ، آیت کریمہ " ممن ترضون من الشہداء " میں اسکی تصریح موجود ہے ، چنانچہ علماء اسلام نے مفصلہ ذیل باتوں کو قبول شہادت کی شرط قرار دیا ہے ، شہادت دینے والا ، عاقل ، بالغ ، مسلمان ہو ، گونگا نہ ہو ، اور اسکی قوت حافظہ و ضبط میں کوئی نقص اور خلل نہ ہو ۔ صاحب مروت اور قابل اعتبار آدمی ہو ، بالفاظ دیگر کمینہ آدمی نہ ہو ، اور اسکی سچائی پر اعتماد کیا جا سکتا ہو (ایسے شخص کو شرع کی زبان میں یا یوں کہیے کہ فقہائے اسلام کی اصطلاح میں " شاہد عادل " کہتے ہیں ۔ (842)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

فاذا بلغن فامسکو ہن ۔ (843)

مزید فرمایا :-

یایہا الذین آمنوا شہادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیۃ اثنن ذوا عدل منکم ۔ (844) سے وضاحت ہوتی ہے ۔

فلسفہ شہادت

شہادت سے متعلق اسقدر چھان بین کرنے کا فلسفہ یہ ہے ، کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو جائے ، اور قرائن و دلائل سے مسئلہ اچھی طرح حل ہو سکے ۔ (845)

---

(840) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 282 ۔

(841) کتاب المبسوط ، المجلد السادس عشر ، ص 142 ۔

(842) حجۃ اللہ البالغۃ ، حصہ دوئم ، ص 669 ۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار " شاہد " کی شخصیت کی مکمل طور پر عکاسی ان الفاظ میں کرتا ہے :-

1. " The witness must ; have accurate knowledge (elm) of what he is talking of and have perceived it with his own eyes and ears, ---

2. be mukellaf, -

3. be a free man,

4. be a muslim, (if he is giving evidence in a case brought against a muslim.

5. be in full possession of his mental faculties.

6. be adult, he must also not have been previously punished with hadd for slander,-

7. lead a decent and moral life.--

8. be above suspicious, he must not, for example get any advantage ! for himself for his evidence or overt any injury to himself, he must not be on bad terms with the accused, if he is giving evidence against him, nor can those who have a claim for maintenince give evidence against one another, like parents and children, husband and wife, master and slave". (846).

مالی امور میں طریقۂ شہادت

شرع اسلامی میں جو مقام زبانی گواہی کو حاصل ہے ، وہ دستاویزی شہادت کو نہیں ، قرآن کریم میں اسکا ذکر صرف ایک جگہ آیا ہے :-

اذا تدا ینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ـ (847)

جمہور فقہائے کرام نے کہا ہے ، کہ اس آیۂ کریمہ میں تحریری گواہی کا حکم اسلئے

---

(843) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 2 ـ (844) القرآن الحکیم ، سورۃ المائدۃ : 106 ـ

(845) حجۃ اللہ البالغۃ ؛ حصہ دوئم ، ص 667 ـ

(846) Encyclopaedia of Islam, Vol-4, P-261.

(847) القرآن الحکیم ؛ سورۃ البقرۃ ؛ 282 ـ

ہے ، کہ ایسی گواہی مستحب ہے ، نہ کہ واجب ۔ (848)

امام سرخسی " کتاب المبسوط " میں فرماتے ہیں :۔ کہ

"جب کاروبار دستاویزات کے ذریعے ہونے لگا ، اور لوگ ان پر اعتماد کرنے کے عادی ہوگئے تو علمائے متاخرین نے بطور استحسان تحریری ثبوت قبول کرنے اور اسکے ذریعے معاملات طے کرنے کو جائز قرار دیا "۔ (849)

اسلامی قانون شہادت میں عورت کا مقام

اسلامی معاشرے میں عورت سے جوخدمات لی گئی ہیں ، ان کو دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے ، کہ کیا ان چند متعین ذمہ داریوں پر ہی وہ مامور کی جا سکتی ہیں ، یا انکے علاوہ دیگر فرائض اجتماعی بھی اسے سونپے جا سکتے ہیں ، اس سوال کا جواب معلوم کرنے کیلئے ہمیں دیکھنا چاہیے ، کہ اسلام ۔ عورت کی فکری و عملی صلاحیتوں کے متعلق کیا رائے رکھتا ہے ، اور ان پر کس حد تک اعتماد کرتا ہے ، ؟ اس کےبعد ہی یہ فیصلہ ممکن ہوگا ، کہ وہ کس نوعیت کے کاموں کی اہل ہے ، اور اسلامی معاشرہ میں اس پر کن ذمہ داریوں کا بار ڈالا جائے گا ، اور کن ذمہ داریوں کا نہیں ۔

لیکن قبل ازیں کہ مذکورہ بالا سوالات کا جواب دیا جائے ، ہمیں مندرجہ ذیل چند امور اچھی طرح ذہن نشین کر لینے چاہییں :

1 ۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے ، کہ عورت کو عملی زندگی کا تجربہ مرد کی نسبت کم ہوتا ہے ، شریعت اسلامی نے اسکے لئے کچھ خصوصی حدود و قیود کا تعین کر رکھا ہے ، لہٰذا وہ اپنے مخصوص خانگی مناصب کی مصروفیات کی وجہ سے اجتماعی مناصب میں کم ہی توجہ دے سکتی ہے ۔ (850)

2 ۔ مختلف کاموں کی نوعیت اور انکی مطلوبہ صلاحیتوں کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہو جائیگا کہ ان میں بے حد تفاوت ہے ، کیونکہ تمام افراد یکساں صلاحیتوں کے مالک نہیں ہوتے ۔ صلاحیتوں کا یہ اختلاف یوں تو ہرفرد کے درمیان پایا جاتا ہے ، لیکن جہاں انسانوں کی ایک صنف کا دوسری صنف سے مقابلہ کیا جائے ، تو یہ اختلاف بہت ہی واضح نظر آنے لگتا ہے ۔

عورت اور مرد کے درمیان یہ اختلاف شریعت کی نگاہ میں فکری اور عملی دونوں پہلوؤں سے ہے ۔ (851) چنانچہ عورتوں کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

" ناقصات عقل و دین " ۔ (852) یہاں مذکورہ بالا حدیث نبوی کا واضح مفہوم یہی

---

(848) التفسیر الکبیر ، الجزء السابع ، ص 108 ۔

(849) کتاب المبسوط ، الجزء الثامن عشر ، باب الاقرار بالکتاب ، ص 172 ۔

(850) صبحی محمصانی : فلسفہ شریعت اسلام ، 1981ء ، لاہور محمدی پریس ، ص 396 ۔

(851) عورت اسلامی معاشرہ میں ؛ ص 200 ۔

(852) صحیح البخاری ، المجلد الاول ، کتاب الحیض ، باب ترک الحائض الصوم ، ص 83 ۔

ہے ، کہ عورت عقلی طور پر مرد سے کمزور واقع ہوئی ہے ۔

شریعت نے عورت کی ان کمزوریوں کو تسلیم ہی نہیں کیا ، بلکہ زندگی کے ہر پہلو میں انکی رعایت بھی کی ہے ، اور ساتھ ہی اس نے مرد کی عقل پر عورت سے زیادہ اعتماد کیا ہے ، اسکی وضاحت کے لئے "گواہی کا مسئلہ" پیش کیا جا سکتا ہے ، کیونکہ مفسر قرآن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کو "عورت کی عقل و دین" کے نقص پر بطور دلیل پیش کیا ہے ۔ (853)

استشہاد از قرآن و سنت

قرآن کریم ۔

اس امر کی وضاحت کی جا چکی ہے ، کہ مردوں کے ساتھ میل جول نہ رکھنے کے باعث مسلمان عورت کو عملی زندگی کا تجربہ کم ہوتا ہے ، شریعتِ اسلامی نے اس امر کا لحاظ رکھتے ہوئے ، ان معاملات میں عورت کی گواہی جائز کر دی ہے ، جو صرف عورتیں ہی جانتی ہیں ، اور چونکہ اقتصادی زندگی میں عورتیں فطرتاً مردوں سے کم تجربہ کی حامل ہیں ۔ لہذا عورت کی گواہی مرد کی آدھی گواہی کے برابر شمار ہوگی ۔

چنانچہ لین دین کے سلسلہ میں قرض کے احکام بیان کرتے ہوئے ارشادِ ربانی ہوتا ہے :۔

واستشھدوا شھیدین من رجالکم ، فان لم یکونا رجلین فرجل و امراتن ممن ترضون من الشھداء ان تضل احدھما فتذکر احدھما الاخری ۔ (854)

سنت نبوی ۔

عورت کی گواہی کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی مندرجہ ذیل ہیں ، امام بخاری اپنی "صحیح" میں ابو سعید خدری سے یہ روایت نقل کرتے ہیں ، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

شھادۃ المرأۃ مثل نصف شھادۃ الرجل ۔ (855)

پھر فرمایا :۔

فشھادۃ امرأتین تعدل شھادۃ رجل ۔ (856)

یہ تو تھا ، عورت کی گواہی کا درجہ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے ، کہ کن معاملات

---

(853) الف) صحیح البخاری ، المجلد الاول ، کتاب الحیض باب ترک الحائض الصوم ، ص 83 ۔ قلن وما نقصان دیننا و عقلنا یا رسول اللہ قال الیس شھادۃ المرأۃ مثل نصف شھادۃ الرجل ، قلن بلی ، قال فذلک من نقصان عقلھا ، الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم قلن بلی ، قال فذلک من نقصان دینھا ۔ ب) علی بن ابی طالب : نہج البلاغہ / شارح محمد عبدہ ، الجزء الاول ، ص 129

(854) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 282 ۔

(855) صحیح البخاری ، المجلد الاول ، کتاب الحیض ، باب ترک الحائض الصوم ، ص 83 ۔

میں اسکی گواہی قبول کی جا سکتی ہے ، ارشاد نبوی ہے ، امام زہری فرماتے ہیں :-

" مضت السنة من رسول الله صلی الله علیه وسلم والخلیفتین بعده انه لا تجوز شهادة النساء فی الحدود والنکاح والطلاق - (857)

حضورؐ سے ایک اور روایت یہ بھی ہے :-

النص و النص ورد بالعدد فی شهادة النساء فی حالة مخصوصة ، وقد روی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل شهادة القابلة ، علی الولادة ولو شهد رجل واحد بالولادة یقبل لانه لما قبل شهادة امرأة واحدة فشهادة - (858)

یعنی آپ صلی الله علیه وسلم نے بچے کی پیدائش میں صرف دایہ کی گواہی کو جائز قرار دیا -

اسی طرح کتب احادیث میں حضورؐ کا یہ قول موجود ہے ، شهادة النساء جائزة فیما لا یستطیع الرجال النظر الیه - (859)

عورتوں کی گواہی صرف ان چیزوں میں جائز ہے ، جنھیں مرد نہیں دیکھ سکتے -

عقبه بن حارث کہتے ہیں :-

انه تزوج ابنة لأبی إهاب بن عزیز فاتته امرأة فقالت قد أرضعتُ عقبة والتی تزوج فقال لها عقبة ما أعلم انک ارضعتنی ولا اخبرتنی فأرسلُ الی آل إهاب یسالهم فقالوا ما علمنا أرضعتْ صاحبتنا فرکب الی النبی صلی الله علیه وسلم بالمدینة فسأله فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف و قد قیل ففارقها نکحتْ زوجاً غیره - (860)

اس حدیث گرامی سے واضح ہوتا ہے ، کہ حضور صلی الله علیه وسلم نے رضاعت میں بھی ایک عورت کی شهادت قبول کی ہے - (861)

امام شافعیؒ نے عطا سے یہ حدیث اپنی مسند میں روایت کی ہے :-

قال فی شهادة النساء علی الشیء من أمرا النساء لا یجوز فیه أقل من أربع - (862)

حضور صلی الله علیه وسلم نے نسوانی معاملات میں عورتوں کی گواہی کے بارے میں فرمایا کہ چار عورتوں سے کم گواہی جائز نہیں -

---

(856) المحلی ، المجلد التاسع ، ص 402 -

(857) ایضاً ایضاً ، احکام الشهادات ، ص 397 -

(858) بدائع والصنائع فی ترتیب الشرائع ، المجلد السادس ، ص 278 -

(859) الدرایة فی تخریج احادیث الهدایة ، کتاب الشهادت ، ص 171 -

(860) صحیح البخاری ، المجلد الاول ، الجزء الثالث ، باب اذا شهدا شاهد او شهود بشیء ، ص 221 -

(861) المحلی ، المجلد التاسع ، ص 403 -

(862) کتاب الام ، المجلد الثالث ، الجزء السادس ، ص 249 -

فقہاء کی آراء -

قرآن و سنت میں عورت کی شہادت کے ضمن میں جو احکام بیان ہوئے ہیں ، ان سے کئی ایک سوالات پیدا ہوئے ہیں ، تنہا خواتین کی شہادت معتبر ہے ، یا نہیں ، ، ، ؟ اگر معتبر ہے ، تو کیا تمام معاملات میں یا صرف بعض میں ، اور یہ کہ ہر معاملہ میں نصاب شہادت کیا ہے ، یعنی گواہی دینے والیوں کی کتنی تعداد ضروری ہے ، ، ؟ اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ خواتین کی شہادت قابل قبول ہونے کیلئے انکے ساتھ مرد کا ہونا ضروری ہے ، تو اسوقت بھی بعینہ یہی سوالات ابھرتے ہیں ، کہ یہ مشترک شہادت کیا ہر قسم کے مسائل میں فیصلہ کی بنیاد بن سکتی ہے ، یا صرف بعض مسائل میں فیصلہ اس کے ذریعے ہو سکتا ہے -

ان سوالات پر فقہاء نے تفصیل سے بحث کی ہے ، ذیل میں انکے خیالات کس قدر تفصیل سے پیش کئے جا رہے ہیں ، تاکہ اس مسئلے کو سمجھنے میں آسانی ہو -

صرف عورتوں کی گواہی

امت کے تقریباً تمام فقہاء متفق ہیں ، کہ ایسے مخصوص نسوانی مسائل کے فیصلہ کیلئے تنہا عورتوں کی شہادت کافی ہے ، جنکا علم مردوں کو نہیں ہو سکتا -

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں :-

لا تجوز شهادة النساء وحدهن الا على مالا يطلع عليه غيرهن من عورات النسآء وما يشبه ذلك من حملهن و حيضهن - (863)

تنہا عورت کی شہادت صرف انہی امور میں جائز ہے ، جن سے سوائے ان کے اور کوئی واقف نہیں ہو سکتا ، یعنی عورتوں کے قابل ستر مقامات اور حمل و حیض سے متعلق انکے بیانات پر فیصلہ کیا جائے -

حضرت سعید بن المسیبؒ اور حضرت عبداللہ بن عتبہؒ کا بیان ہے :-

لا تقبل النسآء الا فيما لا يطلع عليه غيرهن - (864)

امام زہریؒ کا یہی قول ہے ، امام شافعیؒ تو فرماتے ہیں :-

الولاد وعيوب النسآء مما لم أعلم مخالفاً بقيه أن شهادة النساء فيه جائزة لا رجل معهن - (865)

---

(863) مسند احمد ، الجزء الثالث ، ص 51 ، 52 - (ب) وہبی سلیمان غاوجی : المراة المسلمة ، ص 76 - وعیوب النساء و مالا یطلع علیہ الرجال امراة واحدة

(864) المحلی ، المجلد التاسع ، ص 396 - حرة مسلمة والثنتان احوط -

(865) کتاب الام ، المجلد الثالث ، الجزء السادس ، ص 250 -

جن (اہل علم) حضرات سے میں نے ملاقات کی ان میں سے کسی کو اس بات کا مخالف نہیں پایا ، کہ ولادت اور عورتوں کے (قابل ستر مقامات کے) عیوب کے سلسلہ میں عورتوں کی شہادت مرد کی شرکت کے بغیر جائز ہے ۔

متاخرین فقہاء میں سفیان ثوریؒ ابن ابی لیلیٰ ، اللیث بن سعد امام مالکؒ امام شافعیؒ وغیرہم کا یہی قول ہے ۔ (866) ہاں البتہ امام ابو یوسفؒ ، امام محمد بن الحسن ، امام مالکؒ نے تنہا عورت کی گواہی عیوب النساء کے علاوہ ولادت انقضائے عدت ، استہلال اور رضاعت وغیرہ میں بھی قبول کی ہے ، جبکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تنہا عورت کی گواہی صرف مطلق ولادت اور عورت کے عیوب کے متعلق معتبر ہے ۔ (867)

لیکن اس حقیقت کے باوجود کچھ روایات ایسی بھی ہیں ، جسمیں تنہا عورت کی گواہی بعض دیگر مسائل میں بھی قبول کرنے کا ذکر ملتا ہے ۔ علامہ ابن حزمؒ نے " المحلی " میں ان روایات کو یکجا کر دیا ہے ، وہ فرماتے ہیں :۔

1 ۔ حضرت عمر کے متعلق ایک روایت سے پتہ چلتا ہے ، لا تجوز شہادۃ النساء فی الطلاق ولا فی النکاح ولا فی الدماء ولا فی الحدود ۔ ۔ ۔ ولا تجوز شہادۃ النساء فی قتل ۔ (868)

2 ۔ عن جریر بن حازم عن الزبیر بن الخریت عن ابی لبید قال : ان سکرانا طلق امرأته ثلاثاً فشهد علیه اربع نسوة فرفع الی عمر بن الخطاب فأجاز شهادة النسوة و فرق بینهما ۔ (869)

3 ۔ ابو طلق عن امرأة او طأت صبیا فقتلته فشهد علیها أربع نسوة فأجاز علی بن ابی طالب شهادتهن ۔ (870)

ایک دوسرا واقعہ ھند بنت طلق بیان کرتی ہیں ، کہ ہم چند خواتین ایک جگہ تھیں ، وہیں ایک بچہ کپڑے میں ڈھکا پڑا تھا ، ایک عورت نے ادھر سے گزرتے ہوئے اسے روند ڈالا بچہ کی ماں نے دعوی کیا ، کہ اس نے میرے بچے کو روند ڈالا تو حضرت علیؓ کے سامنے دس عورتوں نے اسکی گواہی دی ۔ جس میں میں بھی شامل تھی ، تو حضرت علیؓ نے اس پر دیت لازم کر دی ۔ (871)

---

(866) المحلی ، المجلد التاسع ، ص 398 ، 399 ۔

(867) ایضاً ایضاً احکام الشہادات ، ص 399 ۔

(868) ایضاً ایضاً ص 397 ۔

(869) ایضاً ایضاً ص 397 ، 398 ۔

(870) ایضاً ایضاً ص 398 ۔

(871) ایضاً ایضاً ص 398 ، عن ابی طلق عن اخته ھند بنت طلق قالت : کنت فی نسوة و صبی مسجی فقامت امرأة فمرت فوطئته فقالت ام الصبی قتلته اللہ فشهد عشر نسوة انا عاشر تهن فقضی علی علیها بالدیة ۔

اسی طرح قاضی شریح نے بھی ایک مرد کے خلاف عورت کے مہر کے سلسلہ میں چار عورتوں کی گواہی قبول کی ۔ تو اس ضمن میں فقہا کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے ، کہ نسوانی معاملات میں تنہا عورتوں کی گواہی جس بنیاد پر قبول کی جاتی ہے ، یعنی یہ انکا علم سوائے خواتین کے کسی اور کو نہ ہو ، اس نوعیت کے حالات جہاں کہیں اور جن مسائل میں پیدا ہو جائیں ، انکی شہادت قبول کی جانی چاہیے ، حضرت عمرؓ حضرت علیؓ ، اور شریح سے جو متضاد روایات منقول ہیں ، انکے درمیان اس رائے سے تطبیق دی جا سکتی ہے ، کہ انہوں نے تنہا عورتوں کی شہادت ایسے حالات میں قابلِ رد قرار دی ہے ، جبکہ مردوں کو عورتوں سے زیادہ واقعات کے مطالعے کے مواقع ہوں ، اور انکی شہادت پر صرف ان صورتوں میں فیصلہ کیا ہے ، جن میں انکی شہادت قبول کیے بغیر کوئی چارہ نہ تھا ، اور نہ قبول کرنے میں حقوق کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا ۔

اہلِ ظاہر کا مسلک یہ ہے ، کہ ۔ ہر قسم کے معاملات میں دو عورتوں کو ایک مرد کا قائم بنا کر تنہا عورتوں کی شہادت مقبول ہے ، چنانچہ علامہ ابن ظاہری کی بھی رائے ہے ، عطا بن ابی رباح کا ایک قول اسکی تائید کرتا ہے ۔

لو شهد عندی ثمان نسوة علی امراة بالزنا لرجمتها ۔ (872) الف ۔

صرف عورتوں کی گواہی میں نصابِ شہادت

1 ۔ مثلاً ولادت کے ضمن میں :حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ نے تنہا ایک عورت کی گواہی کو جائز قرار دیا ، امام زہریؒ کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے ، انہوں نے استہلال میں بھی ایک عورت کی گواہی کو معتبر مانا ہے ، امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ اور امام مالکؒ ولادت اور استہلال دونوں میں تنہا ایک عورت کی گواہی کو جائز سمجھتے ہیں ، لیکن امام ابوحنیفہؒ مطلق ولادت میں تو ایک عورت کی گواہی کے جواز کے قائل ہیں ، لیکن استہلال میں تنہا ایک عورت کی گواہی کو روا نہیں جانتے ۔ (872) ب

2 ۔ رضاعت :۔ ابراہیم نخعی عطاء قتادہ ، ابن شبرمہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک رضاعت میں ایک ہی عورت کی گواہی جائز ہے ، اور شعبی کا بھی یہی کہنا ہے ، کہ رضاع میں ایک عورت کی گواہی سے حکم ثابت ہو جاتا ہے ، حضرت عثمانؓ نے تنہا ایک عورت کی گواہی سے زوجین میں تفریق کرا دی ۔ زہریؒ فرماتے ہیں ، کہ جمہور کا اس پر اتفاق ہے ۔

لیکن احناف نے اس پر اختلاف کیا ہے ، اور رضاع کے ضمن میں ایک عورت کی گواہی پر

---

(872) الف المحلی ، المجلد التاسع ، ص 398 ۔

(872) ب ۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی : ادب القاضی / مرتبہ محمود احمد غازی ، 1403ھ ، اسلام آباد ، ادارہ تحقیقات اسلامی ، ص 296 ۔ 297 ۔ عن ابن عمر قال لا تجوز شہادة النساء الا علی ما لا یطلع علیہ الا ھن من عورات النساء و ما یشبه ذلک من حملھن و حیضھن عن شریح انه اجاز شہادة القابلة وحدها فی الاستھلال ۔

فیصلہ نہیں کیا ، اور حضرت عمرؓ مغیرہ بن شعبہ اور ابن عباسؓ کا بھی یہی مسلک تھا ، کہ انہوں نے صرف ایک عورت کی شہادت پر زوجین میں تفریق کرائی ، اسکی وجہ یہ تھی ، کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ، کہ اگر ہم یہ دروازہ کھول دیں ، تو جو عورت بھی زوجین میں تفریق کرانا چاہے گی تو وہ ایسا کرے گی ۔

اس مسئلے میں امام اوزاعیؒ کا مسلک " مسلک اعتدال " ہے ، اسکا کہنا ہے ، کہ میری رائے میں نکاح سے پہلے ایک عورت کی شہادت پر رضاعی تعلق ثابت ہو سکتا ہے ، اور اسکی وجہ سے نکاح کو روکا جاسکتا ہے ، مگر نکاح کےبعد ایک عورت کی شہادت سے نکاح باطل نہ ہوگا ۔

امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں چار عورتوں کی شہادت مانی جائیگی ، کیونکہ اسکا کہنا ہے ، " ولا یجوز منھن اقل من اربع اذا انفردن ۔ (873)

امام مالکؒ کے نزدیک رضاعت میں صرف دو عورتوں کی شہادت مانی جائے گی ۰۰۰۰ ، امام محمد کی طرف دو طرح کی روایات منسوب کی جاتی ہیں ، ایک روایت میں وہ امام مالک کے ہم خیال ہیں ، اور دوسری مشہور روایت میں وہ فرماتے ہیں ، کہ رضاعت ایک عورت کی شہادت سے ثابت ہو جاتی ہے ، اس لئے ایک دفعہ جب ان سے دریافت کیا گیا ، کہ " کیا صرف ایک عورت کی گواہی جائز ہے ، تو انہوں نے فرمایا ، کہ ایسے معاملات میں جن سے مرد واقف نہیں ہوتے ہیں ، جیسے رضاعت اور ولادت میں ایک عورت کی گواہی کافی ہے انہوں نے مزید کہا میں ایک عورت کی شہادت کو جائز سمجھتا ہوں ، بشرطیکہ وہ ثقہ ہو " ۔ (874)

اہلِ ظاہر رضاعت میں ایک عادلہ عورت کی گواہی قبول کرتے ہیں ۔ (875)

3 ۔ <u>مشترکہ گواہی</u> ۔ جن فقہاء نے ہر قسم کے معاملات میں تنہا عورتوں کی گواہی کو معتبر مانا ہے ، انکے لئے مشترکہ گواہی قبول کرنے میں کوئی عذر مانع نہیں ، لیکن اصل سوال ان فقہا کے بارے میں پیدا ہوتا ہے ، جو نسوانی مسائل کے محدود دائرے کے اندر ہی تنہا خواتین کی شہادت کو معتبر سمجھتے ہیں ، اس دائرے سے باہر جبتک عورت کے ساتھ گواہی میں مرد شریک نہ ہو جائے ، وہ اس گواہی پر اعتماد کرنے کیلئے تیار نہیں ۔ اس گروہ کے درمیان یہ اختلاف ہے ، کہ کن معاملات میں یہ مشترکہ شہادت قبول کی جائیگی ۔ اور کن میں نہیں ۔ ۰۰۰۰؟ ۔

مکحول تابعی کہتے ہیں ، کہ صرف قرض کے سلسلے میں یہ گواہی جائز ہے ، ربیعہ کی

---

(873) <u>کتاب الام</u> ، الجزء السابع ، ص 48 ۔

(874) حسن احمد الخطیب : <u>فقہ الاسلام</u> ، مترجم رشید احمد ارشد ، 1982ء ، کراچی نفیس اکیڈمی ، ص 416 ۔

(875) <u>المحلی</u> ، المجلد التاسع ، ص 396 ، و یقبل فی الرضاع واحدۃ امرأۃ واحدۃ عدلۃ ۔

رائے ہے، کہ یہ شہادت نکاح، طلاق، حدود اور غلاموں کی آزادی کے متعلق تو معتبر نہیں، البتہ ایسے حقوق اور معاملات جو باہمی رضامندی سے طے پاتے ہوں، ان میں یہ شہادت قبول کی جا سکتی ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں، کہ صرف مالی مسائل میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے بیان پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ گو کہ مالی مسائل کے تعین میں انکے درمیان فرق ہے۔

تمام فقہائے احناف اور عثمان البتی حدود و قصاص کے علاوہ ہر قسم کے مسائل میں عورت اور مرد کے مشترکہ بیان کو فیصلہ کی بنیاد سمجھتے ہیں، ایک روایت ہے، امام سفیان ثوریؒ کا بھی یہی خیال ظاہر ہوتا ہے، لیکن ایک دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے، کہ قصاص میں بھی مشترکہ گواہی انکے نزدیک جائز ہے، صرف حدود میں اسکو فیصلہ کے قابل نہیں مانتے۔

طاؤس کے نزدیک بدکاری کے علاوہ بقیہ تمام معاملات میں مشترکہ گواہی قبول کر لی جائے، کہ اس حالت کا بغور دیکھنا عورتوں کے لئے جائز نہیں۔

مسلک مالکیہ و شافعیہ

امام مالک فرماتے ہیں، " لا تجوز شہادۃ النساء فی الحدود ولا فی القصاص ولا فی الطلاق ولا فی النکاح ۔۔۔۔۔۔ وشہادتھن فی المال جائزۃ، ۔۔۔۔ شہادۃ النساء انما جازت علی وجہ الضرورۃ " ۔ (876)

وہ معاملاتِ نسوانی جن میں عورتوں کی گواہی مقبول ہے، اسمیں امام مالک کے نزدیک نصابِ شہادت دو سے کم جائز نہیں ہے۔

" لا یجوز فی شیء من الشہادات أقل من شہادۃ امرأتین لا تجوز شہادۃ امرأۃ واحدۃ فی شیء من الاشیاء " ۔ (877)

امام شافعیؒ کا مسلک " کتاب الام " کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ثابت ہے، وہ فرماتے ہیں :-

" لا تجوز شہادۃ النساء الا فی موضعین فی مال یجب للرجل علی الرجل فلا یجوز من شہادتھن شیء و ان کثرن الا و معھن رجل شاھد ولا یجوز منھن أقل من اثنتین مع الرجل فصاعد اولا تجیز اثنتین و یحلف معھما " ۔۔۔۔ ۔۔۔۔ والموضع الثانی حیث لا یری الرجل من عورات النساء فانھن یجزن فیہ منفردات ولا یجوز منھن أقل من أربع اذا انفردن قیاساً علی حکم اللہ

---

(876) مالک بن انس : المدونۃ الکبری ، المجلد الخامس ، ص 161 ۔

(877) ایضاً ایضاً ایضاً فی شہادۃ المرأۃ الواحد فی الاستھلال ، ص 158 ۔

تبارک و تعالی " ۔ (878)

مندرجہ بالا دونوں اقتباسات سے یہ حقیقت مترشح ہے، کہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور اسکے مقلدین صرف قرض یا مالی مسائل کی حد تک شہادتِ نسواں کو جائز سمجھتے ہیں، انہوں نے اپنے مسلک و رائے کی بنیاد مندرجہ ذیل حقائق پر رکھی ہے ۔

1 ۔ عورت کا فہم اور حافظہ اصلاً اس قابل نہیں ہوتا، کہ کسی معاملے میں اس پر اعتماد کیا جائے، مگر چونکہ بعض حالات میں اسکی عقل و فہم پر اعتماد کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں رہتا، اسلئے مجبوراً اس کی شہادت کی بنیاد پر معاملات کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے، چنانچہ اسی خیال کے پیشِ نظر امام مالکؒ نے کہا ہے ۔

" شہادۃ النساء انما جازت علی وجہ الضرورۃ " ۔ (879) عورتوں کی گواہی ضرورت کی بناء پر جائز ہوتی ہے ۔

2۔ قرآن مجید نے مختلف مسائل زنا، قذف، طلاق اور اس کے رجوع، وصیت اور قرض لین دین سے بحث کرتے ہوئے شہادت کے احکام بیان کیے ہیں ۔ لیکن صرف قرض کے ضمن میں ابنِ حزمؒ نے "المحلی" میں عورت کی شہادت کا ذکر کیا ہے؛ ۔

تجوزالشہادۃ علی الشہادۃ ولا یجوز ان یشہد علی شہادۃ الرجل ولا المراۃ حیث تجوز انا رجلان ان شہد علی واحد منہما نساء مع الرجل وان کان ذلک فی مال لأنہن لا یشہدون علی أصل المال ۔ (880)

لہذا مالی امور میں ہی اسکی شہادت قبول کی جائے گی یا پھر ان معاملات میں جنہیں مسلمانوں نے متفقہ طور پر قبول کر لیا ہو ۔

آیت کے ظاہر الفاظ کی بنا پر "ان یکونا رجلین فرجل و امراتان" فی من لأنہ جعل اثنتین تقومان مع رجل مقام رجل و جعل الشہادۃ شاہدین او شاہداً و امرأتین ۔ (881)

ان حضرات نے یہ اصول بھی واضح کیا، کہ عورت کی گواہی اس وقت قابلِ قبول ہوگی، جبکہ گواہی دینے میں مرد اسکے ساتھ شریک ہو، کیونکہ عورت کی گواہی بوجہ ضرورت جائز کی گئی ہے ۔ اسلئے جس شکل میں اور جس حد تک اجازت دی گئی ہے، اس سے تجاوز صحیح نہ ہوگا ۔

---

(878) کتاب الام، الجزء السابع، ص 47، 48 ۔

(879) المدونۃ الکبری، المجلد الخامس، فی شہادۃ النساء فی قتل الخطاء، ص 161 ۔

(880) کتاب الام، المجلد الرابع، الجزء السابع، باب الشہادۃ علی الشہادۃ ۔ ص 49 ۔
ب ۔ المحلی، المجلد التاسع، ص 401 ۔

(881) کتاب الام، الجزء السابع، ص 48 ۔

تنقیدی جائزہ

اگر بنظرِ غائر ان حقائق کا جائزہ لیا جائے، تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے، کہ یہ حقائق ٹھوس اور قطعی نہیں، اور نہ ہی ان سے "مسئلہ شہادتِ نسواں" پر اسلام کا مثلِ "نظامِ عدل" ہونے کا دعوی صادق آتا ہے۔ کیونکہ جہاں تک پہلی دلیل کا تعلق ہے، یعنی قرآنِ مجید کے الفاظ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ عورتوں کی شہادت بربنائے ضرورت قبول کی گئی ہے، تو یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ خود اس مسلک کے حاملین یہ تسلیم کرتے ہیں، کہ گواہی دینے والا دو مردوں کے ہوتے ہوئے بھی ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن سکتی ہیں، تو پھر ضرورت و مجبوری کیسی نصِ قرآنی بھی تو اس پر شاہد ہے۔

دوسری دلیل، اسلئے صحیح نہیں ہے، کیونکہ احکام شریعت دونوں اصنافِ انسانی کیلئے عام ہوتے ہیں، کسی حکم کے ذیل میں عورت کا ذکر نہ کیے جانے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے، کہ وہاں اسکو نظرِ انداز کر دیا گیا ہے۔ اس طرح تو وہ شریعت کے بیشتر احکام کی مکلف ہی نہ رہے گی۔

اسی طرح ان حضرات کا یہ استدلال ہے؛

فلا یجوز الا و معہ غیرہ فکذلک ہما لا یجوزان الا و معہما رجل و شہادۃ امرأتین علی شہادۃ رجل وما کثر منہن سواء بمنزلۃ واحدۃ لا تجوز الا ومعہن رجل الا أن یشہدن من أنفسہن علی حق فیکن بمنزلۃ الرجل مع الیمین۔ (882)

کہ عورت کی شہادت قابل قبول ہونے کیلئے مرد کا شریکِ شہادت ہونا ضروری ہے، تسلیم کیے جانے کے قابل نہیں، کیونکہ اسے ماننے کی صورت میں ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا، کہ اثباتِ دعوی کی صرف یہی صورتیں ہیں، حالانکہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ خود مانتے ہیں، کہ ان صورتوں سے ہٹ کر اگر کوئی شخص اثباتِ دعوی کیلئے ایک گواہ پیش کرے، اور قسم کھائے تو اسکا دعوی ثابت ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے، کہ قرآن حکیم میں مذکور شہادتِ نسواں کے حکم میں ایک عملی صورتِ حال سے بحث کی گئی ہے، اور وہ یہ کہ قرض کا لین دین ہو یا اسی نوعیت کے دوسرے معاملات ان سے واسطہ عموماً مردوں ہی کو پڑتا ہے، اسلئے شریعت نے یہاں اصلاً انکی شہادت کے احکام بیان کیے ہیں، عورت کو اپنی خانگی مصروفیات کی بناء پر ان معاملات میں شرکت کا بہت کم موقعہ ملتا ہے۔ لہذا اسکی شہادت کا تذکرہ بھی ضمناً کیا گیا ہے۔

---

(882) المدونۃ الکبری، المجلد الخامس، فی شہادۃ النساء علی الشہادۃ، ص160۔
ب۔ کتاب الام، الجزء السابع، ص 48۔

احنـــاف کا مـــسلکـــــ

امام المرغینانی " الھـــدایۃ " میں عورت کی شہادت کےبارے میں علمائے احناف کا مسلک ان الفاظ میں مندرج کرتے ہیں :-

" تقبل شھادۃ امرأتین ورجل فی جمیع الاحکام اولھا من آخر ما عاش القصاص' الحدود و یقبلن فی الطلاق والنکاح و الرجعۃ مع الرجل ولا یقبلن منفردات لا فی الرضاع ولا فی القضاء العدۃ بالولادۃ ولا فی الا ستھلال لکن مع الرجل و یقبلن فی الولادۃ المطلقۃ و عیوب النساء منفردات ۔ (883)

عورت کی شہادۃ پر فقہ حنفی کے ایک نامور محقق، علامہ ابن ھمام نے نہایت عمدہ اور قابلِ فہم انداز سے بحث کی ہے ، اس سے اس مسئلے کے حقیقی خدوخال نکھر کر سامنے آجاتے ہیں ، انکے مطابق شہادت کی چار اقسام ہیں ۔

1 ۔ "بدکاری کی شہادت" ۔

یہ شہادت چار مردوں کے متفقہ بیان سے مکمل ہوتی ہے ، کیونکہ ارشاد باری تعالی اپنے حکم میں واضح ہے ۔

فاستشھدوا علیھن أربعۃ منکم ۔ پس تم گواہ کرو ، بدکاری کا ارتکاب کرنے والیوں پر اپنے میں سے چار کو ۔ یہاں اللہ تعالی نے مردوں سے خطاب کرتے ہوئے ، " اپنے میں سے چار" کے الفاظ استعمال کیے ہیں ، اب اگر تین مردوں یا دو عورتوں کی شہادت قبول کی جائے تو قرآن کے خلاف پڑتا ہے ، ، ، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے ، کہ مشترک شہادت کے تمام اصول اور اس آیت میں تعارض ہیں، تو اسکا جواب یہ ہے ، کہ آیت کو اصول پر مقدم لیا جائے گا ، کیونکہ قاعدہ یہی ہے ، کہ جواز اور حرمت کے درمیان مقابلہ ہو ، تو حرمت پر ہی عمل ہوگا ۔

دوسری بات یہ کہ شریعت کا حکم ہے ، کہ جہاں تک ہو سکے ، حدود کو رفع کرو ، اگر اثباتِ زنا کیلئے یہ ضروری قرار دیا جائے ، تو اسکے گواہوں میں صرف مرد ہی ہوں ، اور عورت نہ ہو ، تو اس شرط کی وجہ سے زنا کے ثابت کرنے میں اتنی آسانی نہ رہے گی جتنی آسانی کہ اس شرط کے نہ ہونے کی صورت میں ہو سکتی ہے ، اس طرح منشائے شریعت کی تکمیل میں آسانی ہوگی ۔

تیسری بات یہ کہ قرآنِ مجید میں جن الفاظ میں عورت کی شہادت قبول کرنے کا حکم دیا ہے ، یعنی " اگر شاہد دو مرد نہ ہوں ، تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ مقرر کرو " ۔ اسکا مطلب گو یہ نہیں ہے ، اور وہ مردوں کی شہادت کا بدل ہے ، لیکن بہرحال ان الفاظ

---

(883) الھـــدایۃ ، المجلد الثالث ، ص 85 ، 86 ۔

سے ہدایت کا شبہہ ضرور ہوتا ہے ، چنانچہ بعض علماء اس طرف بھی گئے ہیں ، کہ شبہ کے ہوتے ہوئے حدود میں فیصلہ کرنا جائز نہیں -

2 - <u>زنا کے علاوہ بقیہ حدود کی شہادت -</u>

اس دوسری قسم میں بھی مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر عورت کی شہادت معتبر نہیں ہے ، البتہ اسکے ثبوت کے لئے بجائے چار کے دو مرد گواہ کافی ہیں ، قصاص کا بھی یہی حکم ہے -

3 - <u>دیگر معاملات -</u>

شہادت کی تیسری قسم میں حدود ، قصاص اور عورت کے مخصوص مسائل کے علاوہ دوسرے تمام معاملات داخل ہیں ، خواہ انکا تعلق مالی حقوق سے ہو یا نہ ہو ، مثلاً نکاح و طلاق اور طلاق سے رجوع ، عدت ، استبراء رحم اولاد ، حسب و نسب ، وقف ، ہبہ ، صلح ، اقرار وصیت ، وکالت اور غلاموں کی آزادی وغیرہ ان تمام معاملات میں دو مردوں کی شہادت بھی جائز ہے ، اور ایک مرد اور دو عورتوں کی بھی -

4 - <u>نسوانی مسائل -</u>

قول النساء و یکتفی بقول امرأۃ واحدۃ فی حق سماع الخصومۃ و فی الداء قول الاطباء یقبل فیہ قول عدلین وقال ابوالمعین یکفی قول عدل واحد منھم - (884)

5 - <u>اساس رائے -</u>

فقہائے احناف کی سب سے بڑی دلیل عورت کی شہادت کے ضمن میں ابو بکر جصاص کی پیش کردہ تفسیر ہے ، جو کہ انہوں نے احکام القرآن میں اس آیت متعلقہ (سورہ البقرہ 2 :282) پر بحث کرتے ہوئے بیان فرمائی ذیل کی سطور میں انکی بحث کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے -

آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مشترک شہادت دو مردوں کی شہادت کا بدل ہے ، کیونکہ اسکے معنی یہ ہونگے کہ شہادت کا اصلاً ایک ہی طریقہ ہے ، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے ، کیونکہ تمام مسلمانوں کا کم از کم اس حد تک اجماع ہے ، کہ دو مردوں کی عدم موجودگی میں ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن سکتی ہیں ، تو گویا یوں کہنا چاہیے ، کہ قرآن مجید نے شہادت کی دو مختلف صورتیں پیش کی ہیں -

اب جبکہ عورت کی یہ حیثیت تسلیم کر لی گئی کہ وہ گواہ بن سکتی ہے ، تو جس معاملہ میں بھی شہادت کی ضرورت پڑے ، ہم اسکو بطور گواہ پیش کر سکتے ہیں ، مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " لا نکاح الا بولی و شاھدین " - آیت میں بیان کردہ اصولِ شہادت کے مطابق ہمارے لئے جائز ہوگا ، کہ نکاح میں یا تو دو مردوں کو گواہ مقرر کر دیں ، یا ایک مرد اور دو عورتوں کو

---

(884) <u>فتح القدیر مع الکفایہ</u> ، المجلد السادس ، ص 8 -

اسی طرح شریعت کے اس ضابطہ " البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ " کے تحت اگر کوئی شخص اپنے دعوی کی دلیل میں مشترک شہادت پیش کرے ، تو اسکا دعوی ثابت ہو جانا چاہیے ۔

خود آیت کے الفاظ ۔ جب تم مقررہ مدت کیلئے قرض کا معاملہ کرو۔ دلالت کرتے ہیں ، کہ عورت کی گواہی صرف مالیات تک محدود نہیں ہے ، کیونکہ قرآن حکیم نے ان الفاظ کے ذریعے نہ صرف قرض کے سلسلہ میں اسکی شہادت منظور کی ہے ، بلکہ ادائیگی قرض کیلئے جو مدت متعین کی جائے ، اسکے متعلق بھی اسکے بیان پر اعتماد کرنے کا حکم دیا ہے ، یہ تو کوئی شخص نہیں کہہ سکتا ، کہ مدت کا تعلق صرف مالیات سے ہی ہوتا ہے ، کیونکہ کفالت نفس اور آزاد انسان سے غیر مالی قسم کے منافع کی مدت بھی مقرر ہو سکتی ہے ، اسی طرح دعوی قتل یا معافی قتل کے دعوی پر دلیل فراہم کرنے کے لئے حاکم ایک خاص مدت کی مہلت دے سکتا ہے ، اگر کچھ دیر کے لئے یہ فرض بھی کر لیا جائے ، کہ مدت کا تعلق صرف مالیات سے ہے ، تب بھی یہ لازم آتا ہے ، کہ نکاح کے سلسلہ میں اسکی شہادت قبول کی جائے ، کیونکہ کسی شخص کے لئے ایک نا محرم عورت سے استمتاع کا حق مہر کی بناء پر حاصل ہوتا ہے ، اس طرح یہ خالص مالی معاملہ ہے ۔

اس طرح ظاہری الفاظ کا یہ تقاضا ہے ، کہ قرض کی نوعیت رکھنے والے تمام معاملات میں مرد اور عورت کی مشترکہ گواہی کو قبول کیا جائے ، اب ہمیں دیکھنا چاہیے ، کہ قرض کا مطلب کیا ہے ، اسکا مطلب سوائے اسکے کچھ نہیں ہے ، کہ ایک چیز دی تو جائے ، فی الحال اور اسکا بدل بعد میں ادا کیا جائے ، یہ صورت بہت سے معاملات میں پیدا ہو سکتی ہے ، مثلاً ایک شخص نکاح کے ذریعے کسی نا محرم عورت سے استمتاع کا حق حاصل کرے ، اور یہ طے کرے ، کہ اسکا عوض یعنی مہر بعد میں دے گا یا قتل کے سلسلہ میں مال پر صلح ہو جائے ، تو یہ مال قتل کا عوض بن جائے گا ۔ کرایوں میں بھی یہی صورت ہوتی ہے ، کہ ایک چیز اسوقت دی جارہی ہے ، جسکا عوض بعد میں ہمیں مل رہا ہے ، گویا قرض کا لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے بہت ہی وسیع ہے ، اسلئے قرآن حکیم کے حکم کے مطابق یہی مفہوم معاملات کی جن جن شکلوں پر حاوی ہوگا ، ان سب میں عورت کی شہادت قبول کی جانی چاہیے ۔

ہمارے خیالات کی تائید بہت سے عملی نظائر سے بھی ہوتی ہے ، حضرت حذیفہ کی روایت ہے ، کہ نبی کریمؐ نے قابلہ (دایہ) کی شہادت قبول کی ، ظاہر ہے ، کہ ولادت کا تعلق تو مالیات سے قطعاً نہیں ہے ، ولادت کے معاملے میں تمام لوگ متفق ہیں ، کہ عورت کی گواہی جائز ہے ، اگر اختلاف ہے ، تو نصاب شہادت میں نہ کہ نفس شہادت میں ، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اسکی شہادت مالیات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے ۔

حضرت عمرؓ نے نکاح و طلاق میں عطا، تابعی اور شعبی نے بھی طلاق میں حضرت علیؓ نے شادی بیاہ اور قاضی شریح نے غلامی کے معاملے میں مشترک شہادت کو صحیح مانا ہے ۔

ان دلائل کی بناء پر ہمارا خیال ہے، مشترک گواہی ہر معاملہ میں قابلِ قبول ہونی چاہیے، الا یہ کہ شریعت کسی خاص معاملے میں اسکی شہادت کو ماننے سے انکار کردے، جیسا کہ اس نے حدود و قصاص میں کیا ہے، امام زہری روایت کرتے ہیں :-

"مضت السنة من رسول الله والخليفتين من بعده ان لا تجوز شهادة النساء في الحدود ولا في القصاص۔" (885)

تنقیـــــدی جائــزہ

اس بحث کا سب سے قیمتی اور وزنی پہلو یہ ہے، کہ حنفیہ نے بعض دوسرے فقہاء کے مقابلے میں وسعتِ نظر کے ساتھ مسئلہ کا مطالعہ کیا ہے، اور نصوصِ شریعت کے پیچھے جو حکمتیں کام کر رہی ہیں، انکو سمجھنے کی کوشش کی ہے، جسکا نتیجہ یہ ہے، کہ انہوں نے عورت کی عقل و فہم کو بالکلیہ ناقابلِ اعتبار یا زندگی کے صرف چند ایک پہلوؤں کو ہی لائقِ توجہ قرار نہیں دیا، بلکہ بیشتر معاملات میں اسپر بھروسہ کیا ہے، لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت ہے، کہ فقہ حنفی اس بات پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی ہے، کہ کن مسائلِ حیات میں کس حد تک اسکی ذہنی قوتوں پر اعتماد صحیح ہے۔۔؟ اسی وجہ سے ہمیں اسکے خیالات میں تضاد ملتا ہے۔ ذیل میں ان اعتراضات کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے، جو کہ مسلکِ احناف پر کئے گئے ہیں۔

1۔ حنفیہ نے زندگی کے مختلف مسائل کو جسطرح تقسیم کیا ہے، اسمیں زنا، اور مخصوص نسوانی مسائل کے علاوہ بقیہ مسائل کے فیصلے کے لئے کم از کم دو شہادتوں کو ضروری سمجھا ہے۔ (886) ہم یہاں اس شرط کی قطعیت سے بحث نہیں کر رہے ہیں، کہ آیا ہر حال میں دو ہی شہادتیں لازمی ہیں، یا ایک شہادت کی بنیاد پر بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔۔۔؟ بلکہ تھوڑی دیر کے لئے اس شرط کو تسلیم کرتے ہوئے یہ سوال کرنا چاہتے ہیں، کہ نسوانی مسائل اور دیگر مسائل میں کونسا بنیادی فرق ہے، جسکی وجہ سے پہلی قسم کے مسائل میں صرف ایک شہادت کافی ہو جاتی ہے، اور دوسری قسم کے لئے ناکافی ہے۔۔۔؟ اس اعتراض کا جواب فقیہِ حنفی کے امامِ وقت علامہ علاء الدین کاسانی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دیا ہے:۔

سوائے پیغمبر کے کسی بھی شخص کی شہادت سے قطعی اور یقینی علم حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں بہرحال کسی نہ کسی پہلو سے غلطی کا احتمال باقی رہتا ہے، صرف پیغمبر کی ہی شخصیت ایسی ہوتی ہے، کہ اسکا بیان ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتا ہے، کسی

(885) احکام القرآن للجصاص، المجلد الاول، ص 502۔

(886) فتح القدیر مع الکفایہ، المجلد السادس، ص8۔ قول النساء و یکتفی بقول امرأة واحدة فی حق سماع الخصومة وفی الداء قول الا طباع یقبل فیه قول عدلین۔

صادق اور امین انسان کی گواہی زیادہ سے زیادہ " ظنِ غالب " کا فائدہ دے سکتی اور " ظنِ غالب " کے اصول کے لئے ایک قابلِ اعتماد آدمی کی شہادت بھی کافی ہے (خواہ مرد ہو یا عورت) قرآن کریم نے شہادت کے جو اصول مقرر کیے ہیں ، وہ خالص تعبدی ہیں ، اور انکی حکمت عقل کی گرفت میں نہیں آتی اس لئے ان اصولوں کی جو شکلیں شریعت نے متعین کر دی ہیں ، ہم انکی پابندی پر مجبور ہیں ، اور باقی صورتوں میں مذکورہ بالا قاعدہ پر عمل ہوگا ، چنانچہ اس نے عورت کی شہادت کی ایک خاص صورت کا ذکر کیا ہے ، جبکہ وہ مرد کے ساتھ مل کر گواہی دے رہی ہو ، لیکن جن معاملات میں صرف عورتیں گواہ ہوں ، انکے متعلق قرآن خاموش ہے ، ان میں ہم اس قاعدہ کلیہ پر عمل کریں گے ، اسکی تائید حضور کے اُسوہ سے بھی ہوتی ہے ، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولادت کے سلسلے میں ایک دایہ کی شہادت قبول کی " ۔ (887)

اس دلیل پر بھی کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں ۔

1 ۔ پہلا اعتراض یہ ہے ، کہ اگر اس دلیل کو صحیح مان لیا جائے تو عورت کے مخصوص مسائل میں ایک عورت کی شہادت تو کافی ہونی چاہیے ، لیکن ایک مرد کی ناکافی ـــ کیونکہ شریعت نے گواہی کی دو صورتیں بیان کی ہیں ، ان میں یا تو دو مردوں کی گواہی کا ذکر ہے ، یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کا ذکر ہے ، صرف ایک مرد کی شہادت کا ذکر نہیں ۔ بقول ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی : ان النسب لا یثبت الا بشھادۃ رجلین أو رجل و امرأتین علی الولادۃ ان لم یکن ھناک حبل ظاھر ولا فراش قائم ولا اقرار الزوج بالحبل ۔۔۔۔۔ لانہ لا یشترط العدد لان شھادۃ الرجل أقوی من شھادۃ امرأۃ فاذا کان ثبت المشھود بہ ھنا بشھادۃ امرأۃ واحدۃ فشھادۃ رجل واحد أولی ۔ (888)

2 ۔ اس اصول کا دوسرا تقاضا یہ ہے ، کہ جب ظنِ غالب کے پیدا کرنے میں مرد اور عورت برابر ہیں ، تو دونوں کو مساوی حیثیت ملنی چاہیے ، لیکن حنفیہ نے کسی بھی مسئلے میں عورت اور مرد کی عقل و فہم کو برابر نہیں سمجھا ۔ امام سرخسی " کتاب المبسوط " میں فرماتے ہیں :۔

> لا تجوز شھادۃ النساء وحدھن الا فیما ینظر الیہ الرجال الولادۃ والعیب یکون فی موضع لا ینظر الیہ الا النساء لان الاصل أن لا شھادۃ لہ للنساء فانھن ناقصات العقل والدین کما وصفھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بالنقصان یثبت شبھۃ العدم ثم الضلال والنسیان غلب علیھن ۔ (889)

---

(887) بدائع والصنائع ، المجلد السادس ، ص 278 ۔ والنص ورد بالعدد فی شھادۃ النساء فی حالۃ مخصوصۃ وھی ان یکون معھن رجل بقولہ تعالی عز شأنہ فرجل و امرأتان فبقیت حالۃ الانفراد عن الرجال علی أصل القیاس وقد روی ان رسول اللہ قبل شھادۃ القابلۃ علی الولادۃ ولو شھد رجل واحد بالولادۃ یقبل لانہ لما قبل شھادۃ امرأۃ واحدۃ فشھادۃ رجل واحد أولی ۔ (888) کتاب المبسوط ، الجزء السادس عشر ، ص 144 ۔

د ۔ اس کا تیسرا تقاضا یہ ہے ، کہ دنیا کے ہر معاملے میں فیصلے کے لئے صرف ایک گواہی کافی ہونی چاہیے ، حالانکہ قرآن نے مختلف معاملات کے لئے مختلف نصاب شہادت مقرر کیا ہے ، اسلئے جواب یہ دینا کہ نصابِ شہادت ایک خاص تعبدی حکم ہے ۔ صحیح نہیں ہے ، کیونکہ یہ حکم اپنے اندر بہت سی نمایاں حکمتیں رکھتا ہے ۔ علامہ کاسانی نے "بدائع والصنائع" میں لکھا ہے :۔

ولانه اذا كان فرداً يخالف عليه السهو والنسيان لان الانسان مطبوع على السهو والغفلة فشرط العدد في الشهادة ليذكر البعض البعض عند اعتراض السهو والغفلة كما قال الله تعالى في اقامة امرأتين مقام رجل في الشهادة ان تضل إحداهما فتذكر إحداهما الأخرى ۔ (890)

اگر واقعتاً یہ حکمت ہے ، اور ایسی حکمت کہ اسکو نظرِ انداز کرکے صرف ایک شہادت کی بناء پر فیصلہ کرنے ہم مجاز نہیں ، تو اس کا تقاضا یہ ہے ، کہ نسوانی مسائل کے فیصلے کے لئے کم ازکم دو عورتوں کی شہادت ضروری قرار دی جائے ، جیسا کہ امام مالکؒ کا مسلک ہے ۔

قال مالك لا تجوز شهادة النساء على الولاء ولا على النسب (قلت) أرايت ان شهدن على السماع في الولاء أتجوز شهادتهن في قول مالك ۔ (891)

امام شافعیؒ " کتاب الام " میں فرماتے ہیں :۔

حيث لا يرى الرجل من عورات النساء فانهن يحزن فيه منفردات ولا يجوز منهن أقل من أربع إذا انفردن قياساً على حكم الله و تعالى فيهن لأنه جعل اثنتين تقومان مع رجل مقام رجل و جعل الشهادة شاهدين أو شاهداً و امرأتين فان انفردن فمقام شاهدين أربع و هكذه ۔ (892)

یعنی عورت کی ذہنی صلاحیتوں کو ناقص تسلیم کرنے کے بعد ، تو چار عورتوں کی شہادت کے بغیر فیصلہ صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔

حنفیہ نے ایک اصول یہ بیان کیا ہے کہ حدود و قصاص میں عورت کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی ، کیونکہ اس کا حافظہ کمزور ہونے کی بناء پر اسکی شہادت میں غلطی کا احتمال رہتا ہے ۔ امام سرخسی "کتاب المبسوط" میں فرماتے ہیں :۔

لأن الأصل أن لا شهادة لة للنساء فانهن ناقصات العقل والدين كما وصفهن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، و بالنقصان يثبت شبهة العدم ثم الضلال والنسيان غلب عليهن ۔ (893)

---

(889) (و) کتاب المبسوط ، السادس عشر ، ص 142 ۔ (ب) وہبی سلیمان غاوجی : المراۃ المسلمۃ ، ص 77 ۔ شهادة المراة نصف شهادة الرجل ؟ قلن بلى قال فذلك من نقصان عقلها ، اليس إذا حاضت لم تصلّ ولم تصم ؟ قلن بلى ، قال فذلك من نقصان دينها ۔

(890) بدائع والصنائع ، المجلد السادس ، ص 277 ۔

(891) المدونة الكبرى ، المجلد الخامس ، ص 162 ۔

(892) کتاب الام ، الجزء السابع ، ص 48 ۔

(893) کتاب المبسوط ، الجزء السادس عشر ، ص 142 ۔

لہذا شریعت حدود و قصاص کے اثبات کے لئے انتہائی قطعی اور یقینی دلائل کا مطالبہ کرتی ہے ، باقی اور معاملات میں وہ اتنی قطعیت کو ضروری نہیں سمجھتی ، اسلئے دلائل میں کسی قدر شبہ کے باوجود انکے متعلق فیصلہ کیا جا سکتا ہے -

اس اصول کی رو سے حدود و قصاص کے علاوہ بقیہ مسائل کے فیصلے صرف خواتین کی شہادت پر صحیح ہونے چاہییں ، لیکن حنفیہ مخصوص نسوانی مسائل کے علاوہ کسی بھی مسئلہ میں انکی شہادت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ، جبتک انکے ساتھ گواہی میں کوئی مرد شریک نہ ہو - (894) اس اعتراض کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے :-

" واما عدم قبول الاربع فعلی خلاف القیاس کا نہ کی لا یکثرخروجھن " - (895)

قیاس تو یہی چاہتا ہے ، کہ تنہا خواتین کی شہادت بھی قبول کی جائے ، لیکن اس پر عمل اسلئے نہیں کیا ، تاکہ گھروں سے باہر انکی آمدورفت زیادہ نہ ہو ۔

غور کیجئے یہ دلیل کتنی کمزور ہے ۰۰۰؟ ایک شخص چار پختہ سیرت اور قابلِ اعتماد خواتین کے سامنے کسی مفلوک الحال اور محتاج انسان کے لئے وصیت کر جاتا ہے ، کیا ، شریعت کے تقاضے اس بات کا حکم دیتے ہیں ، کہ یہ وصیت محض اسی مصلحت کی بناء پر نافذ نہ ہو ، کہ ان خواتین کو گھر سے باہر نکلنا نہ پڑے ، یا اس بات کا کہ اس مصیبت زدہ شخص کو مصیبت سے نجات دلانے کے لئے انکو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی جائے ۰۰۰؟ -

اصل سوال حنفیہ کے اس دعوی کے بارے میں پیدا ہوتا ہے ، کہ ایک مرد کے قائم مقام دو عورتوں کو کرنے کے باوجود انکے بیان میں غلطی کا احتمال رہتا ہے ، کیونکہ انسانی تجربات سے اس دعوٰی کی تائید نہیں ہوتی ، فرض کیجئے ، خاص عورتوں کے کسی مجمع میں جھگڑا ہوتا ہے ، جس کے نتیجہ میں ایک عورت ہلاک ہو جاتی ہے ، اس ہلاکت کے اسباب پر انتہائی ثقہ آٹھ عورتیں ایک متفقہ بیان دیتی ہیں ، کیا عقل اور تجربہ یہی کہتا ہے ، کہ انکے اس بیان کا اتنا بھی وزن نہیں ہے ، جتنا عام چار مردوں کی شہادت کا ہوتا ہے ، اس سے بھی زیادہ حیرت یہ سوچ کر ہوتی ہے ، کہ کسی مالی معاملہ پر ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت تو حنفیہ کے ہاں قابلِ اعتماد ہے ، لیکن چوری ، زنا قذف وغیرہ مقدمات میں ایک دو نہیں بیسوں عورتوں کی گواہی بھی بھروسہ کے لائق نہیں ، عورت کی ذہنی صلاحیتوں کے بارے میں یہ انتہائی بدظنی ہے ، تعجب ہے ، کہ فقہ حنفیہ میں یہ کیسے جگہ پا گئی ، جبکہ اس فقہ کا امتیازی پہلو ہی یہی ہے ، کہ اسکی تعلیمات عقل کو اپیل کرنے والی ہوتی ہے -

---

(894) المھدایہ ، المجلد الثالث ، ص 86 -

(895) کمال الدین محمد بن عبدالواحد : من شرح فتح القدیر و بھامشہ بقیہ شرح العنایہ علی الھدایہ / الامام اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی ، مصر 1317ھ ، الجزء السادس ، ص 8 -

حدود میں عورت کی شہادت کے قبول نہ کیے جانے پر حنفیہ نے بعض اور دلیلیں پیش کی ہیں ، وہ بھی کمزور ہیں ، مثلاً یہ کہ زنا میں شہادت کے سلسلہ میں قرآن نے مردوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے ۔ جیسے امام ابن الھمام "فتح القدیر مع الکفایہ" میں فرماتے ہیں :۔

أربعة منها (الشهادة في الزنا) والشهادة في بقية الحدود والقصاص والشهادة فيما سوا ما من المعاملات والشهادة فيما لا يطلع عليه الرجال من النساء أما على الزنا فيعتبر فيها أربعة من الرجال لقوله تعالىٰ فاستشهدوا عليهن أربعة منكم ۰۰۰۰ كان من غيرهما الا الاتباع ولأن النص أوجب أربعة رجال لقوله تعالى أربعة منكم فقبول امرأتين مع ثلاثة مخالف لما نص عليه من العدد والمعدود و غاية الأمر المعاوضة بين عموم فان لم يكونا رجلين فرجل و امرأتان الاية ۰۰۰۰۰ ؤا مره انه لا تقبل شهادتهن الا عند عدم رجال يشهدون و قد روى عن بعض العلماء ذلك فاعتبر لحقيقة البدلية لكن لما لم يكن ذلك معمولا به عند اهل الاجماع — نزلت على شبهة البدلية والشبهة كالحقيقة فيما يندرى بالشبهات ما سوى حد الزنا من الحدود — يقبل فيها شهادة رجلين ولا تقبل النساء ۔ (896)

عدد کی شرط صرف اس لئے ہے ، تاکہ زیادہ سے زیادہ طمانیتِ قلب حاصل ہو سکے ۔ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں :۔

يسقط اعتبار العدد فيه شرطا ويبقى معتبرا احتياطا كما في رواية الاخبار الواحد يكفي والمثنى والثلاث ، أحوط لزيادة طمأنينة القلب ولا اعتباره بالشهادات فيه شرطنا الحرية والاسلام ۔ (897)

4 ۔ فقہائے احناف اور دوسرے تمام فقہا، جنھوں نے حدود و قصاص میں عورت کی شہادت پر اعتبار نہیں کیا ہے ، اسکی سب سے بڑی دلیل امام زہری کی وہ روایت ہے : جو علامہ الجصاص نے اپنی تفسیر میں بیان فرمائی :۔

قال مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين من بعده ان لا تجوز شهادة النساء في الحدود ولا في القصاص۔ (898)

ابن ابی شیبہ نے یہ روایت حفص بن غیاث سے لی ہے ، لیکن محدثین نے انکو ثقہ اور قابلِ اعتبار قرار دینے کے باوجود مدلس سمجھتے ہیں ۔ ابن حجر العسقلانی "تہذیب التہذیب" میں فرماتے ہیں :۔

ابن ابی شیبة سمعت حفص بن غیاث کان ثقة مامونا کثیر الحدیث یدلس۔ (899)

---

(896) فتح القدیر مع الکفایہ ، المجلد السادس ، ص 450 ۔

(897) کتاب المبسوط ، الجزء السادس عشر ، ص 144 ۔

(898) احکام القرآن للجصاص ، المجلد الاول ، ص 502 ۔

(899) تہذیب التہذیب ، المجلد الثانی ، ص 417 ۔

اگر انکی اس کمزوری کو نظرِ انداز کر بھی دیا جائے ، تو بھی روایت صحت کے قابل معلوم نہیں ہوتی ، کیونکہ حفص کو یہ روایت حجاج بن اُرطاۃ کے واسطے سے ملی ہے ، حجاج بن اُرطاۃ نے اسکو امام زہری سے بیان کیا ہے ، ، حجاج بن اُرطاۃ پر بھی تدلیس کا متفقہ الزام ہے ، اسی لئے بیشتر محدثین کے نزدیک انکی روایات قابل عمل نہیں ہیں ، امام احمدؒ فرماتے ہیں ، کہ یحییٰ اس سے انکار کرتے تھے ، کہ حجاج نے امام زہری کو دیکھا اور انکے متعلق اتنی خراب رائے رکھتے تھے ، کہ ہمیں مزید گفتگو کی ہمت نہ ہوتی تھی ، کہتے ہیں ، کہ حجاج بن اُرطاۃ نے محمد سے کہا کہ ذرا امام زہری کا حلیہ بیان کرو ، کیونکہ میں نے انہیں نہیں دیکھا ہے۔(900) اس وجہ سے علامہ ابنِ حزم نے اس روایت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے ۔ (901)

مسلک حنابلہ ۔

امام احمد بن حنبل کا مسلک زیادہ تر امام ابو حنیفہ کے مسلک سے مماثلت رکھتا ہے ۔ انکے نزدیک مالی و غیر مالی سب حقوق میں حدود و قصاص کے سوا مشترکہ شہادت مقبول ہے ۔ اور اگر ان معاملات میں مسائے عورتوں کے اور کوئی حاضر نہ ہو تو انکی تنہا گواہی بھی جائز ہوگی ، فقہ حنبلیہ کی مشہور کتاب " الطرق الحکمیہ " فی السیاسۃ الشرعیۃ " میں مرقوم ہے :۔

" وتقبل فی غیر الا موال بشھادۃ رجل و امرأتین ، ، ، و ذلک موجود فی ھذہ مواضع کالنکاح و الرجعۃ والطلاق والنسب والولاء والایصاء ۔ والوکالۃ فی النکاح ۔ (902)

اسکے بعد لکھتے ہیں :۔

" وتجوز شھادۃ امرأۃ واحدۃ فی الحیض والعدۃ والسقط والحمام وکل مالا یطلع علیہ الا النساء ، ، ، تجوز شھادۃ امرأۃ اذا کانت ثقۃ ۔ (903)

تنقیدی جائزہ

حنابلہ اگرچہ عورت کی ذہنی صلاحیتوں میں مرد کی بہ نسبت کمزوری کے قائل ہیں ۔ سہو و نسیان کے اسکے مزاج میں دخل کو بھی درست تسلیم کرتے ہیں ۔ (904) لیکن اس کے باوجود عورت اور مرد کی مشترکہ گواہی کو " اصل " کا مقام دیتے ہیں ، یعنی دو عورتوں اور ایک مرد کی گواہی دو مردوں کی گواہی کا بدل نہیں ۔ بلکہ اس کا اپنا خاص مقام ہے ۔ اسی لئے علامہ ابنِ قیمؒ فرماتے ہیں :۔

ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ دو عورتوں کی شہادت کمزور ہوتی ہے ۔ جبکہ وہ اس

---

(900) تہذیب التہذیب ، المجلد الثانی ، ص 196 ، 197 ۔

(901) المحلی ، المجلد التاسع ، ص 403 ۔ (902) الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ ، ص 143 ۔

(903) الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ والشرعیۃ ، ص 78 ۔ (904) ایضا ۔ ص 131 ۔

پر متفق ہوں ، یہی وجہ ہے ، کہ ہم مرد کے ساتھ ان دونوں کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہیں ، اگرچہ دو مرد گواہوں کا پیش کرنا ، ممکن ہی کیوں نہ ہو ، پس ایک مرد اور دو عورتیں اصل ہیں ، نہ کہ بدل ۔ ایک قابلِ اعتماد عورت مرد ہی کے مانند ہے ، سچائی ، امانت اور دیانت میں مرد کی طرح ہی ہے ، مگر چونکہ اسپر سہو و نسیان کا اندیشہ کیا جاتا ہے ، اسلئیے اس جیسی دوسری عورت سے اسکی تقویت کر دی گئی ۔ دوسری عورت کی تائید اسکو ایک مرد سے زیادہ قوی بنا دیتی ہے ، یا کم از کم اسکے برابر کر دیتی ہے ، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک شخص کی گواہی سے جو گمان حاصل ہوتا ہے ، وہ ان دونوں یا ان جیسی دوسری عورتوں کی گواہی سے حاصل شدہ گمان سے کم ہوتا ہے ۔ (905)

اہلِ ظاہر کی رائے

علامہ ابنِ حزم لکھتے ہیں :-

" ولا یجوز ان یقبل فی الزنا أقل من أربعة رجال عدول مسلمین أو مکان کل رجل واحد امرأتان مسلمتان عدلتان فیکون ذلک ثلاثة رجال و امرأتین او رجلین و أربع نسوة أو رجلا واحد أو ست نسوة أو ثمان نسوة ولا یقبل فی سائر الحقوق کلها من الحدود والدماء وما فیه القصاص والنکاح والطلاق والرجعة والاموال الا رجلان مسلمان عدلان أو رجل و امرأتان کذلک أو أربع نسوة کذلک و یقبل فی کل ذلک حاشا الحدود رجل واحد عدل أو امرأتان کذلک مع یمین الطالب و یقبل فی الرضاع وحده امرأة واحدة عدلة او رجل واحد عدل " ۔ (906)

<u>اساسِ رائے :-</u>

عورت کی گواہی تو نصوصِ قرآنی کے برخلاف یوں بے قید کر دینے کی وجہ علامہ ابنِ حزم نے خود ہی بیان فرما دی ہے :-

1 - " وبضرورة العقل یدری کل أحد انه لا فرق بین امرأة و بین رجل و بین رجلین و بین امرأتین و بین أربعة رجال و بین أربعة نسوة فی جواز تعمد الکذب التواطؤ علیهم و کذلک الغفلة ولو حینا الی هذا لکان النفس أطیب علی شهادة ثمانی نسوة منها علی شهادة أربعة رجال و هذا کله لا معنی له انما هو القرآن والسنة ولا مزید وأما من احتج بتخصیص مالا یجوز ان ینظر الیه الرجال (907)

---

(905) <u>الطرق الحکمیة فی السیاسة والشرعیة</u> ، ص 143 ۔

(906) <u>المحلی</u> ، المجلد التاسع ، ص 395 ، 396 ۔

(907) <u>المحلی</u> ، المجلد التاسع ، ص 403 ۔

2 ۔ اہل ظاہر کی دوسری بڑی دلیل عطا بن ابی رباح کا مندرجہ ذیل قول ہے :۔

" لو شهد عندی ثمان نسوة علی امرأة بالزنا لرجمتها "۔ (908)

اور یہ قول بھی انہی کا ہے :۔

" تجوز شهادة النساء مع الرجال فی کل شیء و تجوز علی الزنا امرأتان و ثلاثة رجال "۔ (909)

3 ۔ فاستشهدوا علیهن أربعة منکم ۔ (910) اور واشهدوا ذوی عدل منکم ۔ (911) کے قرآنی حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں، کیونکہ احکامِ شریعت دونوں اصنافِ انسانی کے لئے عام ہوئے ہیں، کسی حکم کے ذیل میں عورت کا ذکر نہ کئے جانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہاں عورت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، اس طرح تو وہ شریعت کے بیشتر احکام کی مکلف ہی نہ رہے گی ۔

4 ۔ ابنِ حزم فرماتے ہیں :۔

قول الزهری مضت السنة من النبی صلی الله علیه وآله وسلم و من أبی بکرؓ و عمرؓ ان لا تجوز شهادة النساء فی الطلاق ولا فی النکاح ولا فی الحدود فبلیة لانه منقطع من طریق اسماعیل بن عیاش وهو ضعیف (912)

علمائے مذاہبِ أربعہ نے زہری کی جس حدیث (حضورؐ، حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی سنت چلی آرہی ہے، کہ حدود و قصاص میں عورت کی شہادت قبول نہ کی جائے) کی بناء پر حدود و قصاص میں عورت کی شہادت کا انکار کیا ہے، ابنِ حزم نے اسکی سند میں تدلیس کا الزام پا کر اسے قبول نہیں کیا ہے،

تنقیدی جائزہ

اگرچہ علامہ ابن حزم کی یہ بات کافی وزنی ہے، کہ عورت اور مرد میں قلت اور سہو و نسیان کا پایا جانا مشترک اور بعید از قیاس نہیں ہے، لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے، کہ اگر انکی اس رائے کو عملی دنیا میں اپنانے کی اجازت دے دی جائے، تو موجودہ کج رو معاشرے میں نجانے کتنی زیادہ بے راہ روی اور فواحش جنم لے لیں، اسلام نے جس احتیاط کے پیشِ نظر عورت کیلئے علیحدہ خاص دائرہ کار متعین کیا ہے،

---

(908) المحلی ، المجلد التاسع ، ص 398 ۔

(909) المحلی ، المجلد التاسع ، ص 398 ۔

(910) القرآن الحکیم ، سورة النساء : 15۔

(911) القرآن الحکیم ، سورة الطلاق : 2۔

(912) المحلی ، المجلد التاسع ، ص 403 ۔

ابن حزم کی رائے سے اسکی مصلحت پر زد پڑتی ہے :

عطا بن ابی رباح کے متعلق کہا جاتا ہے ، کہ انہوں نے عورت کی گواہی کے مقابلے میں جمہور علمائے کرام سے اختلاف کیا ہے ، یہ اعتراض علمائے احناف نے اٹھایا ، توعلامہ ابنِ حزم نے اس کا جواب یوں دیا کہ تم نے بھی تو مسئلۂ رضاعت میں صرف عورتوں کی گواہی قبول نہ کرنے سے جمہور علماء سے اختلاف کیا ہے ۔ (913)

اہل ظاہر کی تیسری اساسی دلیل پر اعتراض کیا گیا ، کہ یہاں قرآن حکیم نے " تم میں سے چار " کے الفاظ استعمال کئے ہیں ، اگرتین مرد اور دو عورتیں مراد لیں ، یا علامہ ابن حزم کی رائے کے مطابق آٹھ عورتیں لیں ، تو قرآنِ حکیم کے خلاف پڑتا ہے " ۔ (914)

تو اس کا جواب علامہ ابنِ حزم یوں دیتے ہیں ، کہ احناف نے نکاح و طلاق ، رجعت کے مقابلے میں عورتوں کی شہادت کو درست قرار دیا ، اور " واشہدوا ذوی عدل منکم " میں اگرچہ شہادتِ نسواں کا ذکر نہیں ، مگر احناف نے ان معاملات کو دینِ مؤجلہ پر قیاس کرتے ہوئے " منکم " میں عورت و مرد دونوں کو شمار کیا ہے ، لہٰذا اگر احناف قیاس ہی کرنا چاہتے ہیں ، تو پھر حدود و قصاص میں بھی قیاس کریں ، اور قصاص کو بھی دینِ موجلہ پر محمول فرمائیں ۔ (915) لیکن احناف کا کہنا ہے ، کہ حدود و قصاص پر امام زہری کی روایت بطورِ نص موجود ہے ، دوسرے قصاص و حدود میں قطعی و خصوصی دلائل کا مطالبہ شریعت نے کیا ہے ، لہٰذا حدود و قصاص کو دینِ مؤجلہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ۔

مذاکرہ عورت کی شہادت

پاکستان کے مایہ ناز مفکرین کے

مابین عورت کی شہادت کے سلسلے میں 1984ء میں دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ہال میں ایک مذاکرہ منعقد ہوا ، جس میں ملک کے بڑے بڑے مفکرین نے شرکت کرکے اپنے خیالات سے نوازا ، ذیل میں اسکا خلاصہ درج ہے ، جو میرے نفسِ مضمون کی ترجمانی بھی کرتا ہے :

جن شرکاء نے اس مذاکرہ میں شرکت کی انکے نام درج ذیل ہیں : ۔

میزبان : مولانا محمد متین ہاشمی ۔

شرکاء : جناب مولانا عبداللطیف (جامعہ نظامیہ رضویہ)

---

(913) المحلی ، المجلد التاسع ، ص 401 ۔

(914) شرح فتح القدیر مع الکفایہ ، المجلد السادس ، ص 6 ۔

(915) المحلی ، المجلد التاسع ، ص 401 ۔

جناب مولانا حمید الرحمن عباسی (جامعہ قاسم العلوم ، شیرانوالہ)

جناب ڈاکٹر ظفر علی راجا (ایڈوکیٹ)

جناب مولانا محمد رفیق چودھری (سہمرہ جماعت اسلامی ریسرچ آفیسر)

جناب مولانا فضل الرحمن (خطیب مسجد مبارک)

جناب مولانا ریاض الحسن نوری

زبیدہ خانم

خورشید النساء بیگم

فرزانہ ممتاز

جناب حافظ غلام حسین (ریسرچ آفیسر ، دیال سنگھ لائبریری)

جناب حافظ محمد سعد اللہ ۔ (ریسرچ آفیسر ، قائد اعظم لائبریری)

و دیگر شرکاء ۔ (916)

<u>مولانا حمید الرحمن صاحب</u> :-

جیسا کہ آپ حضرات جانتے ہیں ، کہ اسلام ایک ایسا حکیمانہ اور عادلانہ نظام ہے ، جس میں بلا امتیاز تمام طبقات کے بنیادی حقوق کا تحفظ موجود ہے ، حق ثابت کرنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ، حاکم عادل ہو ، کیونکہ حاکم نے تحقیق کرنا ہے ، اگر حاکم عادل نہیں ہوگا ۔ تو حق ثابت نہیں ہوگا ، سب سے پہلے حاکم کا عادل ہونا ضروری ہے ، قرآن کریم میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ۔ ان اللہ یا مرکم ان تودوالا مانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ۔

لہذا قرآن یہ تعلیم دیتا ہے ، کہ جس کا جو حق بنتا ہے ، وہ اسکو ملنا چاہیے ، اس میں مسلم و غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں ، جس وقت بھی مکہ فتح ہوا ، صحابہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ، کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ نے بیت اللہ میں داخل نہ ہونے دیا ، ہمیں بھی انکو داخل نہیں ہونے دینا چاہیے ، انکے مویشی چھین لیں ، آیت اتری :-

لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی ۔ کسی کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم جادہ حق سے ہٹ جاؤ ۔ عدل کرو عدل تقوی کے بہت قریب ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا ، مکہ والوں نے انکے عقیدہ کے مطابق عبادت کرنے سے نہیں روکا ۔ یہ ان کا بنیادی حق تھا ۔

قرآن حکیم کی اس آیت کی رو سے انکو انکے بنیادی حق سے محروم نہیں کیا ، قرآن کی یہ ہدایت ہے ، کہ سب سے پہلے حکمران عادل ہونا چاہیے ، حکمران عادل ہوگا ، تو تحقیق اچھی کرے گا ، عدل کرے گا ، اور اگر حکمران عادل نہیں ہوگا ، تو مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو مڑپھ کرے گا ، دونوں کا حق مارے گا ۔

---

(916) <u>ماہنامہ</u> ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ دوئم ، ص 157 ۔

قرآن کریم کا نظام عادلانہ ہے، حکیمانہ ہے، جب کسی کے درمیان دنگا ہو، جھگڑا ہو، تو قرآن کے مطابق سب سے پہلے حکمران عادل ہونا چاہیے، چونکہ حکمران کو تحقیق کرنا ہے، تو پھر حق ثابت کرنے کے لئے گواہی کیسی ہونی چاہیے، جس طرح کہ حکمرانوں کے لئے عدل کو شرط قرار دیا گیا ہے، اس طرح گواہی کے لئے بھی عدل شرط ہے، تمیم داری کے واقعہ میں ذوی عدل کا لفظ موجود ہے، یہ کہ دو گواہ ہونے چاہییں، جو صاحب عدل ہوں، گواہوں کے لئے عدالت شرط ہے، اگر عادل نہیں تو گواہی منظور نہیں -

شہادت کی اقسام

ایک تو شہادت علی الزنا ہے، اسکے لئے قرآن نے چار مردوں کی قید لگائی ہے، چار مرد ہونے چاہییں، فاستشہدوا علیهن أربعة منكم - شہادت علی الزنا میں صرف چار مردوں کی گواہی ہی مقبول ہے، ایک کی نہیں دو کی نہیں تین کی نہیں، چار مرد ہونے چاہییں، شہادت علی الزنا میں عورتوں کی گواہی بالکل مقبول نہیں -

معاملات میں دو مردوں کی گواہی ہے، جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت میں موجود ہے، فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان - فرمایا کہ دو مرد نہ ہوں، تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہییں، اسکی وجہ آگے قرآن بیان کرتا ہے، أن تضل إحدهما فتذكر إحداهما الاخرىٰ - ایک ان میں سے بھٹک جائے، یا اس سے غلطی ہو جائے گی، تو دوسری اسکو یاد دلا دے گی، یہ نصِ قطعی موجود ہے، کہ معاملات کے اندر ایک مرد دو عورتیں ہونا ضروری ہے، البتہ بعض معاملات ایسے ہیں، جہاں مردوں کی رسائی نہیں ہے، مثال کے طور پر ولادت کا واقعہ ہے، اسی طرح بکارت ہے، یہ ایسے معاملات ہیں، جہاں مردوں کی رسائی ہوتی نہیں، اس لئے ان میں عورت کی شہادت معتبر ہے -

قرآن حکیم نے وجہ کیا بیان کی ہے " أن تضل "- عورت بھٹک جائے گی - عورت کو نسیان ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، ناقصات العقل، انکی عقل ناقص ہوتی ہے - اصل میں بات یہ ہے، کہ معاملات میں عورتوں کو دلچسپی نہیں ہوتی، بعض عورتوں کے مخصوص معاملات ہوتے ہیں، وہاں عورت ہی کی دلچسپی ہوتی ہے، مرد کی نہیں - مثلاً کپڑے کا رنگ کیا ہونا چاہیے، اور کپڑے کی کتنی قسمیں ہیں، یا گھر کے برتن - یہ ساری چیزیں عورت کے مزاج کی ہیں، ایسے معاملات میں ایک عورت کی رائے معتبر ہے، اس لئے کہ عورت ایسے معاملات کو اچھا یاد رکھتی ہے، آپ جانتے ہیں، کہ گھی کی چیزیں عورت ہی جانتی ہے، مرد نہیں جانتا، اور اگر عوام کے درمیان دنگا فساد ہو جائے، تو ان چیزوں کو مرد زیادہ جانتا ہے، عورت نہیں جانتی -

رہا بکارت کا مسئلہ یا رضاعت کا مسئلہ یا ولادت کا مسئلہ تو ان حالات کو عورت زیادہ

جانتی ہے، مرد نہیں جانتا اس لئے یہ کہہ دینا کہ عورت کی گواہی بالکل معتبر نہیں یہ غلط ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ گواہی کے اعتبار سے عورت مرد کے برابر ہے، یہ بات بھی بالکل غلط ہے، قرآن کریم کی نصِ قطعی کے خلاف ہے۔

اور یہ جو مساوات کا سلسلہ اس وقت چل پڑا ہے، تو میں سمجھتا ہوں، کہ اگر اسکو تسلیم کر لیا جائے، کہ عورت ہر سطح پر مرد کے برابر ہے، تو اس میں عورت کا بہت بڑا نقصان ہوگا، مرد کا نہیں ہوگا، جس وقت ہم عورت کو مرد کے برابر تسلیم کر لیتے ہیں، تو پھر ظاہر بات ہے، کہ مرد عورت کے اخراجات برداشت نہیں کرے گا، جب دونوں مساوی ہیں، تو مرد کو کیا ضرورت ہے، کہ وہ عورت کے اخراجات پورے کرے، یہ کہ مرد عورت کو مکان مہیا کرتا ہے، وہ مکان مہیا نہیں کرے گا، اولاد میاں بیوی کی مشترک ہے، قرآن کہتا ہے، اولاد کے اور عورت کے تمام اخراجات مرد کے ذمے ہیں، جب آپ ان دونوں کو مساویانہ حیثیت دے لیں گے، اور برابر میں لائیں گے تو وہ یہ چیزیں برداشت نہیں کرے گا، اس میں تو عورت کا نقصان ہے، مرد کا نہیں۔

ایک اور عرض کروں یہ جو ملک میں ایک سلسلہ چلا ہوا ہے، اس میں عورت کا کتنا نقصان ہوگیا ہے، میں یہ عرض کروں گا، کہ آج پچانوے فیصد بالغہ لڑکیاں بیٹھی ہوئی ہیں، اور نکاح کا کوئی سلسلہ نہیں، وہ بیچاری نوکریاں تلاش کر رہی ہیں، کیونکہ والدین ان کا جہیز مہیا نہیں کر سکتے، یہ ایک بحران پیدا ہوگیا ہے، اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے، کہ مرد و عورت برابر ہیں، تو مرد پھر یہ اخراجات برداشت نہیں کرے گا، جب مرد اخراجات برداشت نہیں کرے گا، تو سوچ لیں، کہ عورت کس قدر بدحال ہوگی۔

اسلام ایک عادلانہ اور حکیمانہ اور رحیمانہ نظام ہے، بنی نوع انسان کے جتنے طبقات ہیں، ہر ایک کے حقوق کا تحفظ موجود ہے، باقی یہ کہنا کہ جب ایک عورت کی گواہی ایک مرد کے برابر تسلیم نہ کی جائیگی، تو عورت کا وقار مجروح ہوگا، تو میں نے عرض کیا تھا، کہ اس میں کسی کا وقار مجروح نہیں ہوتا، یہ تو اثباتِ حق کے لئے ہوتی ہے، دوسرے کا حق اگر کسی مرد کی وجہ سے بھی تلف ہوتا ہے، مثلاً مرد جھوٹا ہے، یا اس نے کسی پر تہمت لگائی ہے، تو قرآن کہتا ہے، کہ انکی گواہی بھی معتبر نہیں ہے، اب اگر مرد اٹھ کر کہیں کہ صاحب! ہماری حیثیت پر حملہ ہوگیا ہے، یہ بالکل غلط ہے، اسلئے کہ گواہی سے دوسرے کا حق ثابت کرنا ہے، کسی کی حیثیت کو قائم رکھنے کے لئے یہ تو نہیں کیا جا سکتا کہ دوسرے کا حق تلف ہو جائے۔

<u>مولانا مفتی عبداللطیف صاحب</u>۔ فان لم تکونا رجلین فرجل وامراتان فرما کر عورت پر اسلام کا احسان ہے، کہ وہ ناگزیر ضرورت کے بغیر عورت پر شہادت کا بار ڈالنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اسے معلوم ہے، کہ ادائے شہادت کیلئے کن دشوار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، جن کی عام عورتیں متحمل نہیں ہو سکتیں۔

بحرالرائق جلد 7 ص 62 کی عبارت ۔ اما لا تقبل شہادۃ الاربعۃ من غیر رجلٍ کیلا یکثر خروجهن میں اسی طرف اشارہ ہے ، اور اسی لئے زنا حدود و قصاص میں عورت کو شہادت کے بار سے سبکدوش کر دیا گیا ، باقی مالی یا غیر مالی حقوق میں بھی شہادت کی اصل ذمہ داری مردوں پر ہی ڈالی لیکن دو مرد نہ ملنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی سمجھی گئی ، سورۂ بقرہ کی جس آیت کریمہ میں عورت کی شہادت کا ذکر ہے ، اسکے الفاظ یہ ہیں ۔ واستشہدوا شہیدین من رجالکم ، کہ مردوں میں سے دو گواہوں کی گواہی لو ، فان لم یکونا رجلین ، اگر دو مرد نہ مل سکیں ، تو تم جانبین کے لئے فرجل وامرءتان ۔ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی کافی ہوگی ، اس ہی آیت کریمہ کے سوا قرآن کریم میں کسی بھی دوسری جگہ عورت پر شہادت کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ۔ کیونکہ عورت کا عدالت کے چکروں سے بچا رہنا ہی مناسب ہے ، حتی کہ پردہ نشین عورتوں کی کچہری کی حاضری بھی معاف کر دی گئی ۔

"الاشباہ والنظائر" میں ہے ، ولا تکلف الحضور للدعوٰی اذا کانت مخدّرۃ ولا للیمین بل یحضر الیہا القاضی اَو یبعث نائبہٗ الیہا ۔ اسی طرح پردہ نشین عورتوں کی توکیل فریق ثانی کی رضا مندی کے بغیر جائز قرار دے دی گئی ، اشباہ میں ہے و یقبل توکیلہا بلا رضا الخصم اذا کانت مخدّرۃ اتفاقاً ۔ اس طرح عورت کو شہر بدری کی سزا نہیں دی جائیگی ، رہی یہ بات کہ بعض ایسے حالات میں جہاں مرد کا موجود ہونا ممکن نہ ہو ، مثلاً لڑکی کے کنوار پن اور عورتوں کے وہ عیوب جن کی طرف مرد نہیں دیکھ سکتا ، احتیاطاً دو عورتیں ورنہ ایک ثقہ عورت کی گواہی بھی معتبر ہو جاتی ہے ، یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ شہادت میں عورت کی حیثیت مرد کے برابر ہوگئی ، کیونکہ بعض حالات میں جب رسمی گواہی بالکل بھی موجود نہ ہو ، تو قاضی کو قرینہ قاطعہ کی وجہ سے فیصلہ کرنے کا اختیار ہے ، جیسا کہ سنن نسائی جلد 2 صفحہ 37 پر ہے ، کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں دو عورتیں ایک بچہ کی دعویدار پیش ہوئیں ، کسی کے پاس رسمی شہادت نہ تھی ، آپ نے فرمایا ، کہ بچہ کے دو برابر ٹکڑے کرکے ہر ایک کو ایک ایک دے دیا جائے ، تو ایک نے یہ فیصلہ منظور کر لیا ، دوسری نے کہا کہ ایسا نہ کیجئے ، میں اپنے دعوی سے دستبردار ہوتی ہوں ، آپ نے یہاں شفقتِ مادری کو قرینہ قاطعہ قرار دے کر بچہ اس دوسری کو دے دیا ، اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھ کر زلیخا کو قصور وار ٹھہرا دیا گیا ، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ رسمی شہادت کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی ، پس اسلامی قانونِ شہادت میں عورت کی حیثیت مرد کے مقابلہ میں نصف ہے ، بایں شرط معاملہ زنا حدود و قصاص کا نہ ہو ، دو مرد گواہ نہ ملیں ، اور دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد گواہ ضرور موجود ہو ، صرف عورتوں کی گواہی کافی نہیں ہوگی ، جس کی بین دلیل یہ ہے ، کہ سورۂ بقرہ کی اس آیت کریمہ کے سوا ، جس میں عورت کی گواہی ہی کا ذکر ہے ، جہاں بھی

شہادت کا ذکر آیا ہے، وہاں دو مرد گواہوں کا ذکر ہے۔ سورۃ مائدہ میں فرمایا:- یاایھا الذین آمنوا شہادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیۃ اثنان ذوا عدل منکم یہاں اثنان۔ ذوا عدل اور منکم اس امر کا تقاضا کرتے ہیں، کہ دو مرد ہوں، سورۃ طلاق میں فرمایا۔ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف أو فارقوھن بمعروف واشھدوا ذوی عدل منکم۔ یہاں بھی ذوی عدل اور منکم کا تقاضا ہے، کہ گواہ دو مرد ہوں، اگرچہ فقہاء نے وصیت اور طلاق میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی گواہی کو قبول کیا ہے، لیکن بات ہے، اصل ذمہ داری کی وہ مرد کی ہی ہے۔ عورت کی حیثیت صرف بدل کی ہے، اس طرح احادیث میں بھی شہادت کی اصل ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے، نکاح کے بارے میں فرمایا، لا یجوز النکاح بغیر شاھدین طلاق کے بارے میں بخاری جلد دوئم، ص 790 پر ہے، طلاق السنۃ ان یطلقھا طاھراً من غیر جماع و یشھد شاھدین (بخاری جلد اول، ص 368) اور ص 367 پر ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لین دین کے تنازع میں مدعی سے فرمایا، شاھداک او یمینہ قتل کے بارے میں سنن نسائی جلد دوئم، ص 237) پر ہے، کہ محیصہ اصغر کے قتل کے مقدمہ میں اس کے وارثوں سے فرمایا، اقم شاھدین علی من قتلہ ادفعہ الیکم۔ اسی طرح بخاری جلد دوئم، ص 1063 پر عام قاعدہ مذکور ہے، لم یقض الا بشاھدین۔

قرآن و سنت کی ان تصریحات کی موجودگی میں یہ کہنا کہ اسلامی قانونِ شہادت میں عورت کی حیثیت مرد کے برابر ہے، قطعاً غلط ہے، بلکہ صحیح صورتحال یہ ہے، کہ عام حالات میں شہادت کا نصاب زنا میں صرف چار مرد۔ عورت کی شہادت قبول نہیں: باقی حدود اور قصاص میں صرف دو مرد۔ عورت کی شہادت بدل نہیں۔ باقی امور میں دو مرد اگر دو مرد نہ میسر ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتیں، یعنی اس صورت میں عورت کی شہادت بدل کے طور پر دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں، بایں شرط کہ ایک مرد انکے ساتھ ضرور ہو۔

نوری صاحب:-

عورت کی شہادت کے سلسلے میں بہت سی آیات پیش کی جاتی ہیں، لیکن میں سمجھتا ہوں، کہ یہ آیات اس سلسلہ میں مفید ہیں، جنکو میں نے کبھی مذکور نہیں دیکھا سورۃ زخرف میں ارشاد ہے: او من ینشّؤا فی الحلیۃ وھو فی الخصام غیرُ مبین۔ یعنی جو آرام و آسائش میں پلتا ہے، بیان میں وہ کمزور ہوتا ہے، اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے، کہ عورت اپنا مافی الضمیر بیان کرنے میں اور بحث مباحثے میں فطرتاً کچھ کمزور ہے۔ یہ آیت چونکہ عام طور پر ذکر نہیں ہوتی۔ یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے، کہ اس آیت میں عورت کی نفسیات اور بعض جسمانی مجبوریوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، مثلاً میرے پاس کتاب Feminin Psychology جو Karen Horney کی ہے، یہ ایک عورت تھی۔

Sigmond Freud کی شاگرد تھی ، اسنے Psychology پر بہت کام کیا ہے ، اس نے جو لکھا ہے ۔ اس سے پہلے میں آپ کو حضور کا ایک ارشاد ذکر کروں ، ولا یقضی القاضی وھو غضبان یعنی کہ قاضی فیصلہ نہ کرے ، جب کہ وہ غصے میں ہو ، اس طریقے سے اگر گواہ کے مزاج میں کوئی گڑبڑی ہے ، یا اس کی طبیعت میں غصہ بھرا ہوا ہے ، تو ظاہر ہے ، کہ اس کی گواہی بھی مناسب نہیں ہے ، اس سلسلے میں عورت کے ایام کے دنوں میں اس کی طبعی حالت کے بارے میں لکھتی ہے :-

Moze over the hormone effects measureable changes in the blood pressure, Metalolism and temprature.(P.101)

یعنی بلڈ پریشر جسمانی کارکردگی اور جسمانی حرارت میں فرق پیدا ہو جاتا ہے :

In view of the action of these we speak of the great tythemic cycle in the life of women, the biological meaning of which is monthly preparation for process of procreation. Care Houses.

تو اس کا مطلب یہ ہوا ، کہ اس دوران میں لگاوٹ اور طبیعت میں انقباض ہوتا ہے ، یہ ایک قدرتی امر ہے ، اس نے یہ بھی کہا ہے ، کہ عورت جب حاملہ ہوتی ہے ، تو اس وقت بھی اسی قسم کی کیفیت اس پر طاری ہوتی ہے ، اس صورت میں اگر عورت گواہی دے تو ظاہر ہے ، کہ مزاج اگر درست نہ ہوگا ، تو گواہی اتنی اچھی نہ دے گی ، یہ دراصل قرآن کا اعجاز ہے ، کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس بات کو ذکر تو نہیں کیا ، لیکن اشارہ کیا ہے ، ان وجوہات سے عدالت میں بحث کے دوران میں مشکلات پیش آ سکتی ہیں ، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام نے عورت کو گرا دیا ہے ، اس کے برعکس اسلام نے عورت کو بہت بلند مرتبہ عطا کیا ہے ، بلکہ وی-آئی-پی کا درجہ دے رکھا ہے ، ایک تو ابھی جو مولانا نے فرمایا کہ گواہی کے لئے پردہ دار خاتون کو عدالت میں نہیں بلایا جا سکتا ، بلکہ قاضی یا اس کا ایجنٹ وہاں جا کے اس کی گواہی لے گا ، میں ایک قصہ بیان کرنا چاہتا ہوں ، کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک مرد نے لڑکی بن کر ایک انصاری کے گھر رہنا شروع کر دیا ، اور سوتے میں اسکی لڑکی پر قابو پا لیا ، لڑکی نے اسکو چھری سے قتل کر دیا ، تو اس کے بعد وہ بچہ بھی پیدا ہوا ، جب اسی واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو پہنچی کہ اس لڑکی نے قتل کیا ہے ، تو وہ خود گئے ، اور اس لڑکی کو عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ قرار دیا اور خاموشی کے ساتھ اسکے گھر گئے ، اور اس کے باپ سے گفتگو کی کہ میں اس لڑکی سے علیحدگی میں بات کرنا چاہتا ہوں ، آپؓ نے اس سے بات کی اور جب آپؓ کو معلوم ہوگیا ، کہ لڑکی بے قصور ہے ، اور قصور وار شخص وہ ہے ، جو قتل ہوگیا ہے ، تو آپ نے کیا کیا ، اس کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ اس کو دعا دی ، یہ واقعہ "ازالۃ الخفا" جلد چہارم ، ص 217 ، 219 مطبع نور محمد ، میں بیان ہوا ہے ۔ پھر دیکھئے کہ بخاری کی حدیث صحیح سے یہ ثابت ہوتا ہے ، کہ ایک مرد کسی ایسی جگہ جھانکے

جہاں عورتیں رہتی ہوں ، اور کوئی مکان میں سے جھڑکی اسکی آنکھ میں چبھو دے اور
اسکی آنکھ ضائع ہو جائے ، تو اس کا کوئی دعوی نہیں ہے ، اس سے آپ اندازہ
لگالیں ، کہ ایک عورت کو اللہ تعالی نے کتنی وقعت دی ہے ، کیونکہ جہاں مرد بیٹھے
ہوں ، وہاں جھانکنے سے آپ کسی کی آنکھ نہیں پھوڑ سکتے ، بلکہ ابن جوزی
نے ایک واقعہ لکھا ہے ، کہ خلافت عباسیہ کے دور میں ایک ترک کسی عورت کے گھر جھانکا
کرتا تھا ، اس عورت نے اپنے خاوند سے ذکر کیا تو خاوند نے کہا کہ اچھا تم ایسا کرو
کہ اسے اطلاع دو اور کوئی پرچہ ورچہ بھیجو کہ وہ یہاں آئے ، تو پھر ہم اس کو
دیکھیں گے تو عورت نے پرچہ بھیجا کہ تم رات کو دس بجے آنا ، اس طرح دن میں
جھانکنے سے میں بدنام ہوتی ہوں ، جب اس کو پرچہ ملا ، وہ رات کو دس بجے آیا ،
میاں بیوی دونوں کھڑے ہوئے تھے ، اور وہاں ایک گڑھا کھودا ہوا تھا ، میاں نے دھکا
دے کے اسے گڑھے میں ڈال دیا ، اور وہیں اس کو دفن کر دیا ، جب بادشاہ کو اس کا
پتہ چلا تو اس نے اس کے خاوند کو بلایا ، جب خاوند نے سارا ماجرا سنایا تو بادشاہ
نے اس کو چھوڑ دیا ، اور کہا آپ اس کا ذکر کسی نہ کریں ، اور میاں بیوی کسی کو کوئی
سزا نہ دی ۔

صلح حدیبیہ کے دوران معاہدہ طے ہونے کے بعد حضرت ابو جندل آئے ، لیکن انہیں
بوجہ معاہدہ واپس کر دیا گیا ، لیکن عین اسی وقت ایک عورت بھاگ کر آگئی ، اور اس نے
کہاں کہ میرا خاوند کافر ہے ، لیکن میں مسلمان ہوں ، تو اس کو واپس نہیں کیا گیا ہے ،
یہ فوقیت اسلام نے عورت کو دی ہے ، لیکن گواہی میں جو کمزوری تھی ، وہ تو میں نے آپ
سے ذکر کر دی ہے ۔ اب بعض ماڈرن حضرات یہ کہتے ہیں ، کہ اگر کسی مظلوم عورت
سے زیادتی ہو تو چار گواہ نہیں آسکتے اور اس کی مظلومیت دور نہیں ہو سکتی ، اور
ظالم کے خلاف کوئی ایکشن نہیں ہو سکتا ، لیکن یہ ایسا نہیں ہے ، اس کی میں مثال دیتا
ہوں ، نسائی اور الطرق الحکمیہ میں یہ واقعہ بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے ، اس میں آپ
دیکھ لیں ، میں مختصر عرض کرونگا ، صبح کے وقت عورتیں اندھیرے ہی میں نماز کے لئے جاتی
تھیں ، وہاں ایک عورت جا رہی تھی ، تو کسی شخص نے اس سے زیادتی کی ، اب پیچھے
سے کوئی اور شخص آگیا ، تو اس نے اس سے کہا ، دیکھئیے مجھ سے زیادتی ہوئی ہے ، اور وہ
آدمی اس طرف بھاگ گیا ہے ، وہ بھی بھاگا ، اس کو پکڑنے کے لئے اتنے میں اور نمازی آگئے
تو عورت نے کہا کہ اس طرف بھاگ گیا ہے ، وہ ادھر دوڑے تو انہوں نے دوسرے آدمی کو پکڑ
لیا ، جب پکڑ کر لے آئے تو اس وقت اندھیرا تھا ، اور کچھ عورت ویسے ہی بدحواس تھی ،
اس نے کہہ دیا کہ یہی آدمی ہے ، چونکہ قرائن بھی تھے اور صاف ظاہر تھا ، کہ یہ بات
گھڑ نہیں رہی تھی ، تو اس ایک عورت کی گواہی پر حضور نے اس آدمی کو رجم کرنے کا حکم فرمایا ،
لیکن جب سنگساری کا حکم دے دیا گیا تو اصل مجرم نے اعتراف کر لیا ، آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا ، اور
اصل کو پکڑ لیا ، اب روایات میں اختلاف ہے ، کہ دوسرا جو پکڑا گیا ، اس کو کیا سزا دی گئی ، آیا

اس کے لئے وہی سنگساری کی سزا رکھی گئی یا اسے معاف کر دیا گیا ۔ (ہاشمی صاحب) اسے سنگسار کیا گیا ۔

میں ایک واقعہ اس قسم کا بیان کرتا ہوں ، یہ بھی ابوداؤد کا واقعہ ہے ، ایک نوجوان آدمی نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ، میں نے فلاں عورت سے برا کام کیا ہے ، میں تسلیم کرتا ہوں ، اور مجھے سزا دی جائے ، آپ نے عورت کو بلوا کر اس سے دریافت کیا ، عورت نے کہا ، بالکل غلط ہے ، یہ جھوٹ بولتا ہے ، اب یہ نہیں ہوا ، کہ عورت کی گواہی چونکہ آدھی ہے ، اس لئے اس کی بات قبول نہیں آپ نے اس عورت کی شہادت قبول فرمائی اسے چھوڑ دیا ، اور نوجوان کو اسکے اعتراف کی بناء پر سزا دی گئی ۔

میرا کہنے کا مطلب یہ ہے ، کہ یہ کہنا کہ اسلام کے قانون شہادت میں عورت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے ، اور اگر اس پر ظلم ہو جائے تو مداوا ممکن نہیں ، جہاں اس پر زیادتی ہو ، وہاں اسے ہزار مردوں سے بھی زیادہ کا درجہ دے دیا گیا ہے ، عورت کے ساتھ اسلام میں انصاف نہ ہو یہ تو کوئی بات نہیں ۔

<u>مولانا فضل الرحمن صاحب</u> ہماری بھی پڑھی لکھی عورتیں اب یہ کہتی ہیں ، کہ ہم مردوں کے برابر ہیں اسلام نے عورت کی صلاحیتوں کی پرورش کی رہنمائی کی لہذا اب یہ جو بات آپ کہتے ہیں ، کہ ہم کمزور ہیں ، اور ایک گواہی ہو یہ بات ہم نہیں سمجھ سکتیں ، آپ یہ کہتے ہیں ، کہ ہم کمزور ہیں ، اور ایک حدیث بھی آپ سنا دیتے ہیں ، کہ حضور اکرم نے ہمیں ناقص العقل فرمایا ہے ، اور ناقص الدین کہا ، اور جب وجہ پوچھی گئی تو آپ نے یہی فرمایا ، کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر قرار دی گئی ، نماز ان دنوں میں نہیں پڑھ سکتیں ، یہ دین کا نقص ہوا ، اور وہ عقل کا نقص ہوا ، یہ بات تو ٹھیک ہے ، لیکن یہ نقص ہمارا اپنا پیدا کردہ ہے ، یا اللہ نے پیدا کیا ہے ، جب اللہ کا پیدا کردہ ہے تو قابل گرفت نہیں ، کیا ، جب ہم نمازیں نہیں پڑھتیں ، تو ہمارے اجر میں کوئی فرق پڑتا ہے ، جب روزہ ہم نہیں رکھتیں ، تو بعد میں ہم قضاء کر لیتی ہیں ، کیا اس کا ثواب برابر نہیں ہو جاتا ، اس طرح یہ کیا انصاف ہوا ، کہ آپ اس قسم کا عیب ہمیں لگاتے ہیں ، وغیرہ وغیرہ تو میں سمجھتا ہوں ، کہ اگر ہم آیت کی طرف دھیان دیں ، تو آیت ہے ، ان تضل احداهما فتذکر احداهما الاخری ۔ کہ اگر دو مردوں کی گواہی میسر نہیں آتی ، تو گواہی کے طور پر ایک مرد اور دو عورتیں سب سے بڑی بات یہ ہے ، کہ اذا تداینتم بدین ۔ کاروبار کی بات ہے ، اور عورت کو کاروبار کی کیا پڑی ہے ، عورت تو کاروبار میں شمولیت ہی نہیں کرتی ، لیکن آج کل کے زمانے میں عورتیں بڑے بڑے سٹور چلاتی ہیں ، کئی ملکوں کی تو وہ منسٹر ہیں ، بہت سے ایسے ممالک ہیں ، جہاں عورتیں باقاعدہ مردوں سے زیادہ کام کرتی ہیں ، عورتیں اتنی بڑی بڑی مشینیں چلاتی ہیں ، کہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا ۔

اب حال یہ ہے ، کہ جب ہم کہتے ہیں ، کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے ، تو اس بات کو ہمیں عورتوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے ، انکو قائل کرنے کی ضرورت ہے ۔

یہ ٹھیک ہے، کہ قرآن ابدی کتاب ہے، سنت بھی اصل بات ہے، جو آدمی ان دونوں کو چھوڑے گا، وہ گمراہ ہوگا، جو ان دونوں پر عمل کرے گا، کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔

موطا امام مالک کی روایت ہے، جس حدیث میں تم ناقص العقل ہو، اور ناقصات الدین ہو، اس حدیث میں کہا گیا ہے، کہ ناقصات العقل والدین عقل والوں اور دین والوں پر غالب آجاتی ہیں، اس میں یہ بھی تو دیکھا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے کیا سلوک کیا، کیا انہیں کمتر سمجھا، ؟ تم تو بڑی عزت والی ہو اس لئے تمہیں گھر میں رکھتے ہیں، خود جا کر بازار میں کام کرتے ہیں، تمہیں بازاروں کی زینت نہیں بننے دیتے۔

ہماری زندگی میں قانون کی اور کچہری کی ایک تاریخ ہے، اس تاریخ کو جا کر دیکھیں کہ کتنی مرتبہ عورت وہاں گواہ کے طور پر پیش ہوئی، بہت کم بہت ہی کم۔ میں سمجھتا ہوں، کہ اس میں جو حکمت ہے، وہ یہ کہ عورت کو اس کام میں ملوث ہی نہ کیا جائے، اس لئے عورت کے اس معاملے میں حوصلہ افزائی نہیں کی گئی، کہ تیرا کام نہیں ہے، کہ تو عدالتوں میں گواہی دیتی پھرے، ججوں کے سامنے کھڑی ہو، اور عدالتوں میں بیہودہ قسم کے جو سوالات ہوتے ہیں، ان کا جواب دے، یہ تو عورت اور اسکی عصمت کا تحفظ ہے۔

یہ روایت جو ابھی نوری صاحب نے بیان کی ہے، کہ آپ نے دیکھا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس کیا کہ ایک عورت کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے، تو چار گواہوں والی شرط اٹھا لی، اور ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ دیا، کیونکہ وہاں ایک عورت لوٹی گئی تھی، اب اگر گواہوں کو دیکھا جاتا تو حق مارا جاتا، لہذا ثابت یہ ہوا، کہ قرآن کی موجودگی میں، ایک عورت کی گواہی بھی قابل قبول ہے، آیت کا مفہوم یہ ہے، کہ گواہی تو ایک ہی عورت کی ہوگی، یہ نہیں کہ آدھی تو ایک عورت دے گی اور آدھی دوسری یہ بھی نہیں ہے ، , , , , , , , کہ ایک سے گواہی لے لی جائے گی اور دوسری سے تذکیر کرایا جائے گا، "فتح الباری شرح صحیح البخاری" جلد ۵، ص 267۔ کہ امام شافعی کی والدہ ماجدہ نے گواہی دی، جب وہ گواہی دے چکیں، تو قاضی صاحب نے انکی طرف دیکھا، اور پھر دوسری عورت سے پوچھنے لگے، تو امام شافعی کی والدہ نے فرمایا، تم ایسا نہیں کر سکتے، کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا، کہ ان تضل إحداهما فتذكر إحداهما الأخرى تو یہ اصل نکتے کی بات ہے، نکتے کی بات یہ ہے، کہ دوسری عورت کو اس لئے ساتھ رکھا گیا ہے، کہ بی بی یہ تو تمہاری عزت ہے، اگر دو مرد گواہ ہوں، اور ایک مرد گواہی دے تو دوسرا اس کو بیچ میں لقمہ دینا چاہے تو قاضی اس کو روک دے گا، کہ اس کو یاد مت دلاؤ، وہ اسے اتنی اجازت بھی نہیں دیتا کہ اسے یاد دلایا جائے، دیکھو بیٹی! تجھ پر اللہ نے کتنی مہربانی فرمائی ہے، کہ تجھے قاضی کی عدالت میں بھی اجازت دی ہے، کہ تم میں سے کسی کو نسیان ہوتا ہے، تو دوسری اس کو بتا دے کہ نہیں بات اس طرح ہے، جو اس کو موقعہ دیا کہ جو کچھ کہنا ہے، کہہ لو۔ آج کی عورت کو یہ بات سمجھانے والی ہے، جب آپ آج کی عورت کو اس نقطہ نظر سے بات سمجھائیں گے تو بات آسان

16۔ (ب) ما حکام الشافعی عن امہ انہا شہدت عند قاضی مکۃ ہی و امراۃ اخری، فاراد ان یفرق بینہما امتحانا فقالت ام الشافعی لیس لک ذلک لان اللہ تعالی یقول ان تضل احدہما فتذکر احدہما الاخری۔

ہو جائے گی ۔ اور اس کو احساسِ کمتری بھی نہیں رہے گا ۔

<u>خورشید النساء صاحبہ۔</u>

وہ پڑھی لکھی عورتیں جنہوں نے مغربی تہذیب کی انتہا کو پا لیا ہے، اور اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں، وہ اسے توہین سمجھتی ہیں، حالانکہ یہ ہماری عزت ہے، اگر انہیں اسلام کا پتہ ہے تو میں سمجھتی ہوں، کہ کاروباری معاملہ میں ایک کی بجائے دو عورتیں گواہ بنانا بھی ہماری عزت ہے، کاروبار کا کام ایسا ہے، کہ جسے صرف مرد ہی سمجھ سکتا ہے، عورتیں نہیں سمجھ سکتیں، اگرچہ آج کل عورتیں یہ دعویٰ کرتی ہیں، مگر چونکہ یہ کام ان کی طبعی افتاد سے مناسبت نہیں رکھتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر کہیں ایسا ہو جائے تو پھر ایک کی بجائے دو عورتیں ہوں، یہ بھی ہماری عزت ہے، باقی یہ جو کمزوریاں ہیں، عورت ہونے کے ناطے سے میں خود مانتی ہوں، عورت گھر کی مصروفیات کے ہوتے ہوئے کچہری جا کر گواہی کیسے دے سکتی ہے، جب کہ اگر وہ گھر کا کام کرے، تو چوبیس گھنٹوں میں ایک منٹ بچانا بھی محال ہے، اگرچہ امتحان میں عورت فرسٹ آجاتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ لڑکوں سے بہت عقلمند ہو گئی ہے، بلکہ اس کو تو کوئی اور کام ہی نہیں ہوتا، جب کہ لڑکوں کو بہت سے باہر کے اور گھر کے کام کرنے ہوتے ہیں، فی الحقیقت اگر عورت صرف اپنے پر نظر رکھے تو یہ ماننے سے انکار نہیں کرے گی، کہ یہ جو ایک مرد کی گواہی کے مقابلے میں دو عورتیں رکھی گئی ہیں، اس میں عورت کا بھلا ہے، میں تو کہوں گی، نہیں بھی بے کار ہیں، بلکہ کہنا یہ چاہیے، کہ یہ کاروباری سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں گواہی کے قابل بنا کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔

لیکن عورتوں کے مخصوص معاملات میں جیسا کہ نبی کریم نے عقبہ بن حارث کے معاملہ رضاعت میں ایک لونڈی کی گواہی پر ام یحییٰ کے درمیان جدائی کروا دی تھی، تو اس سے ثابت ہوا، کہ اگر قرائن موجود ہوں، یا ایسے معاملات جو مخصوص بزنان ہوں، تو ان میں ایک عورت کی گواہی معتبر ہے، جیسے کہ مرد اور مہ اسد ہونے جانے والی عورت کے معاملہ میں ابھی یہاں ذکر ہو چکا ہے۔

عدالتوں میں قسم قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اکیلی عورت وہاں جا بھی نہیں سکتی، عورت کی نفسیات یہ ہے، کہ وہ سہارا ڈھونڈتی ہے، اس لئے شریعت نے اس کی نفسیاتی ضرورت کے تحت اس معاملہ میں اس کی ہم جنس کا سہارا مہیا کیا ہے، جو عورتیں برابری کا دعویٰ کرتی ہیں میں ان سے پوچھتی ہوں، کہ کیا وہ اس حقیقت سے انکار کر سکتی ہیں، کیا وہ رات کو پہرہ دینے کی صلاحیت اپنے اندر پاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمارے قانون اور حقوق بنائے ہیں، اور مردوں کے الگ قانون اور حقوق بنائے ہیں، ہمارے قانون اور حقوق ہماری ساخت کے اعتبار سے ہیں، اور مرد کے اس کی ساخت کے مطابق اس میں کسی کی توہین کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

ظفر علی راجا ، ایڈوکیٹ۔

میں یہ سمجھتا ہوں ، کہ عورت کو عدالت کے چکر میں نہ ڈالنا یہ عورت کی عزت ہے ، جو اسے اسلامی معاشرے میں حاصل ہے ، اس عزت کو برقرار رکھنا ہے ، اصل جھگڑا یہ نہیں ہے ، کہ عورت گواہی میں مرد کے برابر ہونے پر اصرار کر رہی ، یا نہیں دیکھنا یہ ہے ، کہ اگر کوئی واقعہ ہو جاتا ہے ، اور وہاں پر کوئی مرد عادل گواہ نہیں ہے ، اور صرف خواتین ہی اس معاملے کو دیکھ رہی ہیں ، تو ...... کیا انصاف مہیا کرنے کے لئے ان خواتین کی گواہی مکمل تسلیم کی جائے گی ، یا نہیں ...؟ اس سلسلے میں جیسا کہ بحث کے دوران آیا ، کہ زنا کے مقدمات میں عورت کی گواہی بالکل ہی مقبول نہیں ، لیکن ساتھ ہی ایک صاحب نے یہ فرمایا کہ دس عورتوں کی گواہی لیکر نبی کریم نے فیصلہ فرمایا ۔ علامہ زہری کا میرے پاس ایک حوالہ ہے ، جس میں انہوں نے کہا ہے ، کہ اگر مرد نہ ہوں ، تو دس عورتوں کی گواہی قتل کے معاملے میں قابل قبول ہے ، قتل کے معاملے میں بھی اور زنا کے معاملے میں بھی ، چوری کے معاملے میں بھی عورت کی شہادت کی مثالیں ملتی ہیں ۔۔۔ کتابوں میں یہ چیز موجود ہے ، کہ کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ عورت کی گواہی ہمارے ہاں پوری ہے ، بشرطیکہ ضرورت ہو ، یہ ٹھیک ہے ، کہ عورت کی گواہی آدھی ہے ، لیکن ہر حال میں نہیں ، اور جس آیت کریمہ کا عام طور پر حوالہ دیا جاتا ہے ، اس کے الفاظ پر اگر غور کریں ، تو معلوم یہ ہوتا ہے ، کہ اگر کوئی عورت گواہی دیتے ہوئے ، بھول جائے ، تو دوسری اس کو یاد دلا دے ، بذات خود اس کی گواہی کو آدھا نہیں کیا گیا ، گواہی اس کی سالم اور پوری ہی ہے ، یہ تو ایک اسلامی عدالت میں عورت کو سہولت دی گئی ہے ، لیکن اس کی گواہی کو آدھا بالکل قرار نہیں دے سکتے ، رہا یہ کہ عورت اپنے ساتھ ایک دوسری عورت لائے یہ کوئی نئی سہولت نہیں بلکہ اسلامی عدالت تو اس سے زیادہ اس کو بہت سی سہولتیں دیتی ہے ، یہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ، مثال کے طور پر اگر عورت پردہ نشین ہے ، تو گواہی کے لئے اسے عدالت میں طلب نہیں کیا جا سکتا ، بلکہ جج کو خود جا کر اس کی شہادت لینا پڑتی ہے ، اسی طرح کوئی مرد گواہی سے رجوع کرے ، تو اس کو سزا دی جاتی ہے لیکن اگر کوئی عورت رجوع کر لے تو اس کو کوئی سزا نہیں دی جاتی ، اسی طرح اگر زنا میں جھوٹی گواہی ایک مرد اور دو عورتیں دیں ، تو تاوان آدھا آدھا ہونے کی بجائے دو تہائی مرد پر اور ایک تہائی عورت پر ہوتا ، اور بھی بہت سی ایسی چیزیں ہیں ، جن میں عورت کو سہولت دی گئی ہے ، یہ ایک سہولت ہے ، کہ وہ عورت اپنے ساتھ ایک اڈیشنل خاتون لے آئے ، اس سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ اس کی گواہی آدھی ہے ، میں تو ایک طالب علم ہوں ، علماء حضرات تشریف رکھتے ہیں ، میں چاہتا ہوں ، کہ اس آیت کا پوری طرح سے جائزہ لیا جائے ، اور اس پر خوب غور و خوض کیا جائے ، کہ یہ آدھی گواہی کا تصور اس آیت سے نکلتا ہے ، یا نہیں ...؟

<u>مولانا عبداللطیف صاحب -</u>

آپ کی بحث کا جہاں تک میں مطلب سمجھتا ہوں ، وہ یہ کہ آپ چاہتے ہیں کہ دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر نہ سمجھا جائے ، یا یہ نہ کہا جائے کہ عورت کی گواہی آدھی ہے ، اس سلسلے میں عرض یہ ہے ، کہ اس آیت کریمہ میں یہ فرمایا گیا ، کہ دوسری عورت اسلئے رکھی گئی کہ وہ یاد دلا دے ، قرآن کریم کی اس آیت کریمہ پر آپ غور فرمائیں ، اس میں یہ فرمایا گیا ہے ، فان لم یکونا رجلین ، کہ اگر دو مرد نہ ہوں ، یعنی ، فاستشہدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل و امرأتان ، اگر دو مرد نہ ہوں ، تو ان کے مقابلے میں ایک مرد اور دو عورتیں ، یعنی یہاں نصاب بیان کیا گیا ہے ، کہ شہادت کا نصاب یہ ہے ، کہ دو مرد ہوں ، اور اگر دو مرد نہ ہوں ، تو ایک مرد اور دو عورتیں ، یہ نہیں فرمایا گیا ، کہ دو مرد نہ ہوں ، تو پھر ایک مرد اور ایک عورت اور اگر چاہے تو وہ ایک مزید عورت کو ساتھ لے لے - یہاں یہ فرمایا گیا کہ دو مرد نہ ہوں ، تو ایک مرد اور دو عورتیں ۰۰۰۰۰ ، ان دو عورتوں کو ایک مرد کی جگہ رکھا گیا ہے - جناب اس بات کا متقاضی ہے ، کہ دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں -

<u>حافظ غلام حسین صاحب -</u>

کہیں کہیں تو عورت کو قرآن کریم میں مرد کے برابر ٹھہرایا گیا ہے ، مثلاً لعان میں چار مرتبہ عورت بھی کہتی ہے ، اور مرد بھی ، مرد جب کہہ دیتا ہے ، تو اس پر حد ثابت ہو جاتی ہے ، اگر عورت انکار نہ کرے ، اور جب عورت اسی طرح چار مرتبہ قسم کھا کر اس کا الزام مسترد کرتی ہے ، تو ثابت شدہ حد ختم ہو جاتی ہے ، تو یہاں عورت کی بات کو بالکل مرد کے برابر ٹھہرایا گیا ہے -

<u>مولانا عبداللطیف صاحب</u> : عورت کی بات کو کس کیلئے برابر ٹھہرایا گیا ہے ۰۰ ؟ کسی حق کو ثابت کرنے کے لئے یا اپنے اوپر سے عذاب کو ٹالنے کے لئے ۰۰ ؟ -

<u>حافظ صاحب</u> : اپنی براءت کے لئے -

<u>رفیق چوہدری صاحب -</u>

قرآن کی آیت : فاستشہدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل و امرأتان ۰۰ ۰۰ میں جو حکمت بتائی ہے ، پر میں اس سلسلے میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں ، وہ یہ کہ جہاں تک میرے مسلک کا تعلق ہے ، وہ تو جمہور ہی کا ہے ، اصل قانون اسلام کے اندر جو شہادت کا ہے ، اس میں دو مرد گواہ ہوتے ہیں ، اور جہاں کوئی ناگزیر حالت ہو وہاں ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوتی ہیں ، یہ آیت دین کے معاملے میں ہے ، اس کے اندر گواہی جو ہے ، وہ رجال کی ہے ، اور دو گواہ ہیں ، یہاں پر عورتوں کو سبکدوش کر دیا گیا ہے ، جیسے واستشہدوا شہیدین من رجالکم سے واضح ہے ، گواہی کے بوجھ سے مطلب یہ ہے ، کہ گواہی کی اصل ذمہ داری مردوں پر ہے ، اس لئے نام لے کر تخصیص کر دی کہ

گواہی مردوں ہی کی ہے، یہ میں آگے چل کر عرض کرونگا، کہ گواہی عورتوں کا کوئی حق نہیں ہے، ایک آدمی عدالت میں جا کر کہے کہ مجھے گواہی کے لئے کیوں نہیں بلایا گیا، تو یہ اسکا کوئی حق نہیں، یہ ایک فریضہ ہے، کہ جب کوئی شخص اپنے سامنے کوئی واقعہ دیکھے، تو وہ اسکا اظہار کرے، اور بیان کرے، بشرطیکہ عدالت اسکو بلائے، یہ بات بھی قرآن سے ثابت ہے، کہ جب تک گواہی کے لئے نہ بلایا جائے گواہی دینا ضروری نہیں لیکن جب عدالت اسے بلائے تو ولا یأب الشهداء اذا ما دعوا ۔ گواہ انکار نہ کریں، جب ان کو بلایا جائے، انہیں بلائے جانے کی شرط ہے، لیکن اگر کوئی یہ چاہے کہ گواہی میرا حق ہے، تو یہ بات نہ قرآن میں ہے، اور نہ دنیا کے کسی قانون میں جہاں تک حق ہونے کا مسئلہ ہے، تو یہ عورت کا حق ہی نہیں کہ وہ گواہی دے، اگر کوئی طبقہ کہتا ہے، کہ آدمی گواہی ہونے سے ہمارا حق تلف ہو گیا ہے، تو یہ سرے سے غلط ہے، گواہی دینا ایک فریضہ ہے، جو ایک پر عائد کیا گیا ہے، اور دوسرے کو اس سے سبکدوش کر دیا گیا ہے، یہ ایک بنیادی بات تھی، جسے ابھی تک بحث میں نہیں لایا گیا تھا جو طبقہ سبکدوش ہوا ہے، اس کو تو خوش ہونا چاہیئے، کہ اسے ایک بوجھ سے نجات مل گئی ۔

قرآن حکیم نے جو بات کہی ہے، وہ یہ ہے، کہ فان لم یکونا رجلین الی إحدهما الاخری یہاں جو بات کہی گئی ہے، وہ پہلی بات کے بعد علی سبیل التنزل ۔ کہی گئی ہے، ایک چیز موجود نہیں تو اس کے مداوے میں دوسری چیز ہے، ایسی صورت میں کہ دو مرد نہیں ملتے تو پھر نصاب یہ ہے، کہ ایک مرد ہو اور دو عورتیں، اگر قرآن مجید کے اندر بھی مساوات مرد وزن کا نظریہ ہوتا تو البتہ یہاں کوا تنی عرض آتی تھی، کہ وہ کہہ سکتا تھا، فان لم یکونا رجلین فامرأتان ممن ترضون ۔ اگر دو مرد نہیں ہیں، تو پھر دو عورتیں رکھ لو، جو حضرات مساوات کا مفہوم اس آیت سے لیتے ہیں، وہ قرآنِ مجید کے نظریے اور اعجاز کے خلاف اور قرآن کی زبان کے خلاف سوچتے ہیں، اس جگہ پر جو بات پتے کی ہے، وہ یہ ہے، کہ اس آیت کو آیت وضو اور تیمم کیساتھ ملائیں، وہاں بھی یہ کہا گیا : یایها الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوة . . . الی الکعبین، یہ اس وقت ہے، جب پانی ہو، اور اگر پانی نہ ملے تو فتیمموا صعیدا طیباً پھر تیمم کیا جائے، یہاں بھی بالکل وہی صورتِ حال ہے، اگر دو مرد موجود نہ ہوں، تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں بالکل وہی قیاس اگر پانی موجود نہیں ہے تو پھر تیمم کیا جائے گا، لیکن یہ کیفیت پانی کے آنے کے بعد ختم ہو جائے گی ۔ اگر آب موجود ہے، تو تیمم کی ضرورت نہیں، یہ مطلب ہے، قرآن مجید کا کہ اگر مرد موجود ہوں، تو پھر عورتوں کی ضرورت نہیں، یہ ان کی حق تلفی نہیں ہے، اس کو غلط سمجھ لیا گیا ہے، یہ تو انکے اوپر سے ایک بارِگراں ہٹایا گیا ہے، گواہی ایک مشکل کام ہے، ہمارے موجودہ ماحول میں دیکھئے کہ مرد بھی کسی فریق کے خلاف گواہی دیتے ہوئے ہچکچاتا ہے، اور جرأت نہیں کر سکتا، چہ جائیکہ کوئی عورت گواہی دے جس جگہ پر کوئی واقعہ ہو جاتا ہے مرد بھی بھاگ جاتے ہیں، کہ پولیس گواہی کے لئے پکڑ نہ لے عورتیں وہاں کہاں ہمت کریں گی، کہ گواہی دیں، تو میرا مطلب یہ ہے، کہ اصل قانون جو ہے، وہ یہ ہے، کہ

گواہی صرف مردوں کی ہے ، اور اگر مرد نہ ہوں ، تو پھر بھی صرف عورتوں کی گواہی قرآن میں نہیں ہے ، بلکہ اس کے ساتھ مرد کی شرط ہے ، اگر اللہ تعالی کا مقصود مساوات مرد و زن کا ہوتا تو تیسری شق بھی بیان فرما دیتا کہ اگر ایک بھی مرد موجود نہ ہو تو چار عورتیں ہیں ۔

ہاشمی صاحب : فقہ جعفریہ میں تو چار عورتیں ہیں ، اگر دو مرد نہ ہوں ۔

رفیق چودھری صاحب : لیکن اللہ میاں نے تو اپنی فقہ میں یہ نہیں لکھا ہے ۔

ظفرعلی راجا : ابھی یہاں بات ہو رہی تھی ، کہ اسلامی عدالت میں صرف عورتوں کی گواہی پر فیصلے ہوئے ۔

رفیق چودھری : قرآن کے مقابلے میں اور کوئی فقہ نہیں چلتی ۔

ہاشمی صاحب : آخر وہ فقہ بھی قرآن ہی سے مستنبط ہے ۔

رفیق صاحب : ٹھیک ہے ، لیکن قرآن کے خلاف ہو تو اس کو مسترد کر دیا جائیگا ، اگر کوئی حدیث بھی قرآن سے متعارض ہو ، تو اس کو نہیں مانا جائیگا ، اور قرآن کی منشاء پر عمل کیا جائیگا ، اور آپ علماء بیٹھے ہیں ، جب حدیث کے متعلق یہ اصول ہے ، تو فقہ بیچاری کا کیا مقام رہا ؟ یہ جو میں عرض کر رہا ہوں ، کہ قرآن نے برسبیل تنزل کہا ہے ، کہ اگر دو مرد نہ ہوں ، تو ایک مرد اور دو عورتیں ، دوسری بات یہ کہ ایک چیز ہے ، کہ دین کا حکم کیا ہے ، ؟ ایک ہے ، کہ اس کی حکمت و علت کیا ہے ، ؟ ہماری عقل میں بات آتی ہے ، یا نہیں کہ عورت کی گواہی کیوں آدھی ہے ، ؟ ایک چیز یہ ہے ، کہ قرآن میں آدھی گواہی ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں علماء موجود ہیں ، اصول یہ ہے ، کہ جو آدمی مسلمان ہے ، اس کے لئے ضروری ہے ، کہ وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ الخ؛ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ فرما دیں تو پھر کسی مومن مرد یا کسی مومن عورت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس فیصلہ میں اختلاف کرے ۔ جہاں حکم موجود ہے ، اس کو پہلے ماننا پڑے گا ، یہ بعد میں ہوگا ، کہ یہ چیز سمجھ میں آتی ہے یا نہیں ۔ حکمت پر مدار نہیں ہوگا ، حکم کے ماننے کا ۔

ظفر علی راجا صاحب کی طرف سے جو باتیں کہی گئی تھیں ، اور مولانا لطیف نے یہ وضاحت کی تھی ، کہ دوسرے نصاب میں عورتیں دو ہیں ، بات ان تضل إحداھما پر ہو رہی تھی ، اس بارے میں یہ عرض ہے ، کہ اس میں ایک نکتہ ہے ، وہ یہ کہ قرآن نے یہ نہ کہا کہ پہلی کو گواہ بنا لو اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوسری کو مذکر بنا لو ۔ بلکہ قرآن نے یہ کہا کہ جب کوئی ایک گواہی دے رہی ہوگی ، اور بھولے گی تو دوسری اس کو یاد دلا دے گی ۔ اس میں کسی ایک کے گواہ ہونے کی تخصیص نہیں ۔ دونوں کو ایک ہی وقت میں گواہ بنایا جائیگا ، اکٹھی رہیں گی ، ایک دوسرے سے مشورہ کر سکتی ہیں ، ہم متعین نہیں کر سکتے کہ ان دونوں میں کون گواہ ہے ، اور اگر یہ مراد لیا جائے کہ گواہ تو ایک ہی ہے ، دوسری صرف یاد دہانی کے لئے ہے ، تو یہ قرآن کے خلاف ہے ۔

حافظ غلام حسین صاحب : اگر غور سے دیکھا جائے چوھدری صاحب ! تو اس میں عورت کے لئے ایک رعایت ہے ، کہ عام حالات میں اگر مرد گواہ بھول جاتا ہے ، یا خطا ہو جاتا ہے ، تو سارا مقدمہ گڑبڑ ہو جاتا ہے ، لیکن عورت اگر بھولتی ہے ، اور دوسری اس کو یاد دلا دے تو گواہی درست ہو جائے تو پھر مقدمے میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہیں ہوتی ، تو یہ تو ایک رعایت ہے ، رہا گواہی کا نصاب ۔ تو قرآن میں کہیں کہیں یہ بات ملتی ہے ، کہ عورت کی بات مرد کے برابر ہے ، اور بعض میں نصف ہے ۔

رفیق چوھدری صاحب : میں سمجھتا ہوں ، کہ لعان میں گواہی کی وہ حیثیت نہیں کہ ایک مدعی ہو ، دوسرا مدعا علیہ ہو اور تیسرا گواہ ہو جو کسی کا حق ثابت کرے اپنی گواہی سے ، لعان میں تو صرف سٹیٹ منٹ ہے ، دونوں کے بیانات ہیں ، وہ گواہی نہیں ہے ، اسے اصطلاحی معنوں میں گواہی نہیں کہا جا سکتا ۔

حافظ صاحب : اس بیان پر ایک اثر تو مرتب ہوتا ہے ، یعنی اگر ایک مرد چار مرتبہ یہ کہتا ہے ، تو عورت پر حد جاری ہو جاتی ہے ، اب وہ جاری شدہ حد اس کے مخالف بیان کی صورت میں ہٹ جاتی ہے ، اب دونوں کی بات کو قاضی برابر مان کر ان میں تفریق کا فیصلہ کر دیتا ہے ۔ تو جب عدالت میں مرد اور عورت کی بات کو برابر تسلیم کیا جا چکا ہے ، تو اس سے یہ ایک قرینہ ہے ، کہ بعض معاملات ایسے ہیں ، جن میں عورت کی بات مانی جائے گی ۔ بالفرض تنہائی میں جیسا کہ ابھی بیان ہوا ، کہ حدود میں عورت کی بات مانی ہی نہیں جائے گی ــ

رفیق چوھدری صاحب : ہاں اگر مرد موجود ہوں ، تو نہیں مانی جائے گی ۔ میرا موقف یہی ہے ۔ فضل الرحمن صاحب : بہتر یہ ہے ، کہ مرد سے گواہی لی جائے ۔

حافظ غلام حسین صاحب : دیکھیے چار مرد تھے ، چار عورتیں تھیں ، اور چار مرد دور کھڑے دیکھ رہے تھے اور چار عورتیں بھی دور کھڑی تھیں ، پہلے والی چار عورتیں کہتی ہیں ، کہ ان مردوں نے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے ، وہ چار عورتیں کہتی ہیں ، کہ زیادتی ہوئی لیکن جنکے ساتھ زیادتی ہوئی وہ بھی کہتی ہیں ، کہ زیادتی ہوئی لیکن مرد کہتے ہیں ، کہ نہیں ہوئی ۔ تو آپ کیا کہیں گے ؟ ۔

رفیق چوھدری صاحب : اس میں یہ کہ مرد جو کھڑے تھے ......

ہاشمی صاحب : چونکہ اس وقت فریق مخالف موجود نہیں ۔ یہ نہیں کہ میں انکی بات صحیح تسلیم کرتا ہوں ، لیکن چونکہ وہ موجود نہیں اسلئے ان کی طرف سے میں ان کے خیالات پیش کر دیتا ہوں ، تاکہ اس کی بھی وضاحت ہو جائے ۔

عورتوں کا یہ کہنا ہے ، کہ اگر ہماری گواہی آدھی ہے ، تو قرآن نے مصلحت کیوں بیان کی ؟ یا علت کیوں بیان کی ان تضل احداھما کی جو مصلحت قرآن نے بیان کی تو اگر یہ قرآن کا ایک حصہ ہے ، اور واقعۃً یہ قرآن کا جملہ ہے تو اس کو آپ نظر انداز کیوں کرتے ہیں ، آپ نے رجل وامراتان کو نصاب قرار دیا ......

مولانا عبداللطیف صاحب : نصاب یہ نہیں ہے ، جناب ۔ نصاب تو رجلین ہے ، یہ تو اس کا بدل ہے ۔

ہاشمی صاحب : جب قرآنِ حکیم ایک علت بیان کر رہا ہے ، ان تضل إحداهما ، تو آپ اس علت کو نظر انداز کیوں کرتے ہیں ؟ دوسری بات کہ ایک دیہاتی آدمی ہو جو دو جملے بھی نہ بول سکے ، اور ایک محترمہ خورشید النساء کی طرح کی عورت ہو جو اپنا مافی الضمیر اچھی طرح بیان کر سکتی ہے ۔ تو آپ اتنی پڑھی لکھی عورت کو جاہل دیہاتی سے پیچھے کیوں کر رہے ہیں ؟ تیسرا اشکال ان کا یہ ہے ، کہ آیا شہادت اہم ہے ، یا حدیث کی روایت اہم ہے ؟ ۔

سیدہ عائشہ صدیقہ کی روایت آپ مانتے ہیں ، جو شہادت سے ہزار درجے بہتر ہے ، جس پر حکم کی بنیاد رکھی جاتی ہے ، ہزاروں مسائل کی بنیاد سیدہ عائشہ کی روایت پر ہے ، تو ایک عورت عائشہ ہزار مردوں سے بہتر روایت کی حامل ہے ، تو آپ نے یہ تفریق کہاں سے لے لی کہ جب روایت میں عورت کا اتنا بڑا مقام ہے تو شہادت میں آپ اس کو کیوں روکتے ہیں ، اگر ان تضل إحداهما کی حکمت بیان نہ کی جاتی تو آپ یہ کر سکتے تھے ، کہ حکماً آپ یہ نصاب وضع کرتے لیکن جب قرآن خود اس جگہ علت بیان کر رہا ہے ، یا حکمت بیان کر رہا ہے ، تو پھر آپ نے اس کو نصاب کیسے بنا دیا ؟ یہ اعتراض ہیں ، جو عورتیں کرتی ہیں ، اور کریں گی یہ میں نے پیش کر دیے ہیں ، اب آپ ان کا جواب دیں ۔

رفیق چوہدری صاحب : ایک چیز ہے ، روایتِ حدیث یہ الگ چیز ہے ، اور ایک چیز ہے ، مقدمے میں گواہی دینا یہ الگ بات ہے ۔۔۔ ۔

ہاشمی صاحب : جناب ! آپ کو معلوم ہوگا ، کہ حضرت عمر نے ابوہریرہ کو اور بعض دیگر صحابہ کو روایت بیان کرنے پر کہا کہ گواہ پیش کرو ، ورنہ میں تمہیں کوڑے ماروں گا ۔

نوری صاحب : روایت کرنے پر کوڑوں کی بات تو نہیں دیکھی کبھی !

حافظ صاحب : نہیں جناب ! ہے ۔

نوری صاحب : کوڑوں والی روایت ضعیف ہے ۔

ہاشمی صاحب : میں یہ بات کہہ رہا ہوں ، کہ عورتیں پوچھتی ہیں ، کہ جب کہہ دیا گیا تھا ، کہ وامرأتان ۔ تو یہ کافی تھا ، بات ختم ہو جاتی ۔ یہ ایک جملہ کیوں بڑھایا گیا ہے ؟ ان تضل إحداهما فتذکر إحداهما الأخرى ۔

رفیق چوہدری صاحب : ایک واقعہ ہوتا ہے ، عورت کے سامنے اور اس میں امہات المومنین بھی شامل ہوں ، اور صحابہ کرام کی بھی ایک جماعت کھڑی ہو ۔ قرآن جو کہہ رہا ہے ، واستشهدوا شهيدين من رجالكم تو اس میں ایک صحابی کو جو مرد ہے ، اور اس کے ساتھی کو جو مرد ہے ، ان کو لیں گے یا اُم المومنین کو ۔

ہاشمی صاحب: اس بات کو ذرا اور آگے بڑھایئے۔فرض کر لیجئے، کہ اس کو عائشہ صدیقہؓ نے دیکھا اور میں نے دیکھا اور گواہی کے لئے پیش ہوئے ہم کسی بھی عدالت میں تو حضرت عائشہ کی گواہی مانی جائے گی یا ہماری؟

رفیق چودھری صاحب: قرآن حکیم کی رو سے بات تو آپ ہی کی مانی جائے گی۔

حافظ صاحب: جہاں تک عدالت کا مسئلہ ہے، وہاں تو یہی ہوگا، اصل مسئلہ جو ہے، تا وہ یہ ہے، کہ حدود کے مقدمات میں یا زیادتی کے مقدمات میں، آپ جو کہتے ہیں، کہ عورت کی گواہی مانی ہی نہیں جائے گی، یہ محلِ غور ہے۔

رفیق چودھری صاحب: میری بات سے اگر یہ غلط فہمی ہوئی ہے، کہ میں سرے سے عورت کی گواہی کو مانتا ہی نہیں تو یہ غلط فہمی ہے، اس کو دور ہونا چاہیے۔ایک چیز ہے قانون کا بیان کرنا اور ایک چیز ہے، اس میں استشہاد کرنا۔ناگزیر حالات میں کیا کیا جائے؟ ناگزیر حالات کے لئے تو حلال بھی حرام ہو جاتا ہے۔

ہاشمی صاحب: میں ایک گزارش کرتا ہوں، کہ آپ اب جدید اور ترقی یافتہ زمانے میں رہ رہے ہیں، کہ آپ کسی مرد بازار سے بھی جا کر پوچھیں، کہ ایک متقی صالح با خت تعلیم یافتہ عورت کسی معاملے میں گواہی دے اور اس کے مقابلے میں جاہل گواہی دے جو بات کرنے پر بھی قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مافی الضمیر کو بھی بیان نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں کس کی بات مانیں گے؟۔

رفیق چودھری صاحب: گواہی کی اہلیت کی باقی صفات اس میں ساری موجود ہوں۔

مولانا عبداللطیف صاحب: بات یہ ہے، کہ دیکھا جائے گا، کہ معاملہ کیا ہے، جس میں وہ گواہی دے رہا ہے، آیا دینی معاملہ ہے یا کاروباری۔اگر کوئی واقعہ ہے تو پھر تو مرد ہی کی بات مانی جائے گی اور اگر علمی معاملہ ہے تو پھر اس پڑھی لکھی عورت کی بات مانی جائے گی۔

ہاشمی صاحب: امام ابو حنیفہ کے نزدیک فقیہ صحابی، غیر فقیہ صحابی سے اعتبار حدیث میں فوقیت رکھتا ہے۔

حافظ غلام حسین: اس بات کا شہادت سے تو کوئی تعلق نہیں۔شہادت یہ ہے، کہ کوئی واقعہ یہاں پر ہوا یہاں پر عورتیں بھی موجود تھیں، اور مرد بھی موجود تھے، اب اختلاف یہ ہے، کہ عورتیں ایک گواہی دیتی ہیں، مرد کچھ دوسری گواہی دیتے ہیں، اب کس کی مان لی جائے۔

رفیق چودھری صاحب: قرآن کو دیکھیں گے اگر قرآن عورت کے مؤید ہیں تو اس بات مان لی جائے گی اور اگر قرآن مرد کے مؤید ہیں تو مرد کی مانی جائے گی۔

حافظ غلام حسین: عورت کی بات کو صرف اس لئے رد کر دینا کہ وہ عورت ہے، یہ تو کوئی انصاف نہیں۔

ہاشمی صاحب: اگر ایک عورت ایک گواہی دے اور دو مرد اس کے خلاف گواہی دیں

تو اگرچہ قرینہ بھی عورت کا مؤید ہو اس کی گواہی نہیں مانی جائے گی ۔ کتاب اعما کے دیکھ لیجئے ۔

چوھدری رفیق صاحب : اگرچہ قرینہ قاطعہ ہو ۔

ہاشمی صاحب : ہرگز نہیں مانی جائے گی اگرچہ قرینہ بھی موجود ہو ۔ آپ فقہ کی کتابیں اعما کر دیکھ لیں ۔

حافظ غلام حسین : چوھدری صاحب فقہ یہی کہتی ہے ، جو ہاشمی صاحب فرما رہے ہیں ۔

نوری صاحب : قرینہ قاطعہ کے مؤید ہونے پر بھی عورت کی بات نہیں مانی جائے گی ۔ ؟

ہاشمی صاحب : میں نے قرینہ قاطعہ کی بات نہیں کی ۔

حافظ غلام حسین : قرینہ قاطعہ خود ایک گواہی ہوتی ہے ۔

مولانا عبداللطیف صاحب : قرینہ قاطعہ تو بلا گواہی کے مانا جائے گا ۔

ہاشمی صاحب : میری ذاتی رائے یہ ہے ، کہ شریعت نے ہر موقعہ پر تیسیر (آسانی) پیدا کی ہے ۔ یہ شریعت کا اصول ہے تو ایسے حالات میں حاکم کو یہ اختیار دیا گیا ہے ، کہ وہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے فیصلہ عورت کی گواہی کی بنیاد پر کر دے ۔ باقی عام جو اصول ہے ، وہ وہی ہے جو قرآن نے بتلایا ہے ، کہ معاملات میں اگر دو مرد میسر نہ ہوں ، تو ایک مرد اور دو عورتیں ۔ اور یہ طے ہے ، کہ جمہور علماء کا مسلک ہے ، کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کی گواہی نصف ہے ، حدود و قصاص اور دیگر معاملات میں اگر قرینہ قاطعہ موجود ہو تو عورت کی شہادت بھی قابلِ قبول ہے یا ناگزیر حالات اگر پیدا ہو جائیں ، اور حقوق کے زیاں کا اندیشہ ہو تو تحفظِ حقوق کی خاطر قرینہ قاطعہ کی مدد سے عورت کی شہادت کو قبول کیا جا سکتا ہے ۔

جدید معاشرں میں عورت کی حیثیت :
دنیا کے چند اہم معاشرے۔

جدید معاشروں میں عورت کی حیثیت

۱۔ سرمایہ دارانہ جمہوری معاشرہ اور عورت۔

اسلامی نظام معاشرت میں عورت کے مقام و مرتبہ کی حیثیت اس وقت تک پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتی، جب تک کہ اس کا تقابل و موازنہ جدید معاشروں میں عورت کی حیثیت سے نہ کرلیا جائے، اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے مغرب کے سرمایہ دارانہ جمہوری معاشرہ میں عورت کے حقوق کا جائزہ لیں گے۔

سرمایہ دارانہ جمہوری معاشرہ دراصل ایک ایسا معاشرہ ہے، جس کی تعریف مختلف انداز سے کی گئی ہے، مثال کے طور پر J.L. Hanson نے سرمایہ داری کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :-

"A political and Economic system where private ownership of real capital is permitted so that people are gen rally free to engage in production to meet demand one of its basic principals being that consumers have freedom of choice. It is alternatively known as free or private today the state intervenes to protect the workers and in most also undertakes some economic activity". (1).

Gregory Grossman کے مطابق :-

Private ownership, free enterprises production for Market, profit making. These are n only economic phenomena. They set the tone for all aspects of society and all sides of man's life and culture. (2).

Encyclopaedia Britannica سرمایہ دارانہ نظام کی یوں تعریف کرتا ہے :-

Capitalism: A society is called capitalist, if it entrusts its economic process to the guidance of the private businessman. (3).

---

(1) Hanson, J.L: Dictionary of Economics and Commerce, 5th Edition-R-Machonald & Evans, P-62.

(2) Gregory Grossman; Economic Systems, 2nd Edition, Printed in the U.S.A, P38.

(3) Encyclopaedia Britannica, Chigago-London, Toronto, Vol-4, P-1768.

مغربی صنعتی انقلاب -

پہلی جنگ عظیم میں یورپ اور امریکہ کے لاکھوں مرد مارے گئے ، اور اپنے پیچھے لاکھوں بے خاوند عورتیں چھوڑ گئے ، جنہیں انتہائی مصائب و شدائد سے دوچار ہونا پڑا اب نہ کوئی ان کا سہارا تھا ، اور نہ کوئی سربراہ جن کی حفاظت میں زندگی بسر کر سکتیں ، جو لوگ ان کے لئے زندگی کا سہارا تھے ، ان میں سے کچھ تو مارے گئے تھے ، کچھ عمر بھر کے لئے معذور ہو گئے تھے ، کچھ ایسے تھے ، کہ جنہیں خوف یا عصابی کھچاؤ اور زہریلی گیسوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناکارہ بنا دیا تھا - (4)

جنگ کی وجہ سے مردوں کی تعداد میں جو خلا پیدا ہو گیا تھا ، اس کو بھرنا زندہ رہنے والوں کے بس کی بات نہ تھی ، مزدوروں اور کارکنوں کی کمی کے باعث کارخانوں کے کام پر بہت برا اثر پڑا جس کی وجہ سے جنگ کے نقصانات کی تلافی بھی ناممکن ہو گئی ، اس لئے عورتوں کو مجبوراً گھروں ــــــــ سے نکل کر مردوں کی جگہ لینی پڑی - (5)

اس زمانے میں صنعتی انقلاب رونما ہوا ، اس سے معاشی زندگی میں جو تغیرات واقع ہوئے ، اور تمدنی زندگی پر ان کے جو اثرات مرتب ہوئے ، وہ سب کے سب حالات کا رخ اس سمت میں پھیر دینے کے لئے تیار تھے ، جدھر یہ انقلابی لٹریچر انہیں پھیرنا چاہتا تھا ، شخصی آزادی کے جس تصور پر نظامِ سرمایہ داری کی تعمیر ہوئی تھی ، اسکو مشین کی ایجاد اور کثیر پیداواری کے امکانات نے غیر معمولی قوت بہم پہنچا دی - سرمایہ دار طبقوں نے بڑے بڑے صنعتی اور تجارتی ادارے قائم کئے ، صنعت و تجارت کے نئے مرکز رفتہ رفتہ عظیم الشان شہر بن گئے ، دیہات و متصلات سے لاکھوں کروڑ انسان کھنچ کھنچ کر ان شہروں میں جمع ہونے لگے ، زندگی حد سے زیادہ گراں ہو گئی ، مکان ، لباس ، غذا ، اور تمام ضروریاتِ زندگی پر آگ برسنے لگی ، کچھ ترقی تمدن کے سبب سے اور کچھ سرمایہ داروں کی کوششوں سے بے شمار نئے اسباب عیش بھی زندگی کی ضروریات میں داخل ہو گئے ، مگر سرمایہ دارانہ نظام میں دولت کی تقسیم اس طرز پر نہیں کی کہ جن آسائشوں اور لذتوں اور آرائشوں کو اس نے زندگی کی ضروریات میں داخل کیا تھا ، انہیں حاصل کرنے کے لئے اسی پیمانہ پر سب لوگوں کو وسائل بہم نہ پہنچائے ، کہ جن بڑے بڑے شہروں میں وہ ان کو کھینچ لایا تھا ، وہاں کم از کم زندگی کی حقیقی ضروریات (مکان ، غذا اور لباس وغیرہ) ہی انکو بآسانی حاصل ہو سکیں ، اس کا نتیجہ یہ ہوا ، کہ شوہر پر بیوی اور باپ پر اولاد تک بار گراں بن گئی ، ہر شخص کے لئے خود

---

(4) پیبردہ ، ص 59 - 60 -

(5) محمد قطب : اسلام اور جدید ذہن کے شبہات ، لاہور ، 1981ء ، ص 172 - 173 -

اپنے آپ ہی کو سنبھالنا مشکل ہو گیا ، چہ جائیکہ وہ دوسرے متعلقین کا بوجھ اٹھائے ، معاشی حالات نے مجبور کر دیا ، نہ ہر فرد کمانے والا مرد بن جائے ، کنواری ، شادی شدہ اور بیوہ سب ہی قسم کی عورتوں کو رفتہ رفتہ کسب معاش کے لئے نکل آنا پڑا ۔ (6)

مغرب نے عورت کو گھر سے اس لئے نکالا کہ وہ محنت و مزدوری کر کے کسب معاش کرے ، کیونکہ وہاں پر ہر مرد نے عورت کی کفالت اور پرورش سے انکار کر دیا تھا ۔ (7)

یہ سیلاب جب بڑھا تو کارخانوں میں مردوں اور عورتوں کے اکٹھے کام کرنے سے اور تنگ جگہوں میں مل جل کر رہنے سے شرم و حیا اور عورتوں کی مخصوص فطری ذمہ داریوں کے تصورات نچلے جانے لگے ، یہ سلسلہ جوں جوں آگے بڑھا ، نسوانیت ، جنسی رابطے ، عصمت و عفت کے نئے نئے نظریے وجود میں آنے لگے ، ازاں جملہ ایک نظریہ مساوات مرد و زن کا نظریہ بھی تھا ۔

اس نظریہ مساوات نے چونکہ عورت کو خاندانی تولیت سے بالکل آزاد قرار دیا ، اور اس کا کوئی ولی اور نگہبان نہ رہا ، اس لئے وہ اس کے نشے میں بہک کر وقت کی لہروں میں بہہ نکلی ۔

عورت نے اگر مساوات کا مطالبہ کیا تو اس کا مطلب اجرتوں میں مساوات کا مطالبہ تھا ۔ (8)

پھر جب اسے یہ مساوات نہ مل سکی ، تو اس نے ووٹ دینے کا حق طلب کیا ، تاکہ اسے حق جتانے اور اپنے مطالبات منوانے کے لئے آواز اٹھانے کا موقع مل سکے ، پھر اس نے پارلیمنٹ میں نمائندگی کا حق چاہا ، تاکہ وہاں مساوات کو بجا ثابت کرے ، اور اسے تسلیم کرانے کے لئے مثبت طور پر آواز بلند کر سکے ۔ (9)

چونکہ قانون مرد کے ہاتھ میں تھا ، وہ اپنے مفاد اور عورت کے متعلق قدیم خیال کے پیش نظر اس کو اجرتوں میں برابر کا حصہ نہ دیتے تھے ، اور اگر مرد اور عورت ایک ہی جرم کرتے تھے ، تو مرد کو چھوڑ دیتے ، لیکن عورت کو ضرور نشانہ بناتے قدیم اور جدید دور میں عورت کی مظلومیت کی وجہ سے ہی مرد نے اپنے فرائض بھی عورت پر ڈالنے کے لئے اور عورت نے اپنے حقوق کے مطالبہ کے لئے مساوات مرد و زن کا نظریہ پیش کیا ۔

---

(6) پردہ ، ص 67 - 68 ۔

(7) سید قطب : اسلام کا عدل اجتماعی ، ص 158 ۔

(8) ایضاً ۔ ایضاً ۔ ص 159 ۔

(9) ایضاً ۔ ایضاً ۔ ص 159 ۔

مغربی تصور۔

مغرب میں مساوات کا تصور یہ ہے ، کہ قدرت نے جن قوتوں اور قابلیتوں سے مرد کو مسلح کیا ہے ، بعینہ انہی قوتوں اور قابلیتوں سے عورت کو بھی مسلح کیا ہے ، اور مرد جو کچھ کر سکتا ہے ، عورت بھی وہ کچھ کر سکتی ہے ، اس لئے معاشرے میں عورت اور مرد کی جدوجہد کا دائرہ بھی ایک ہونا چاہیے ۔(10) ایسے خوبصورت اور دلفریب نعرہ کے ساتھ دراصل مغربی مرد نے یہ چاہا کہ عورت پر وہ ذمہ داریاں ڈال دی جائیں ، جو صرف مردوں پر ہیں ، چونکہ مغرب نے اپنا معیارِ زندگی بہت بلند کیا تھا ، لہذا مرد کو اس معیار کو قائم رکھنے کے لئے بہت محنت کرنی پڑتی ہے ، اس لئے اس نے عورت کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا ، اور اپنے گلے سے عورت اور بچے کی ذمہ داری کو اتار پھینکا ہے ۔

روس کی سرکاری طور پر مطبوعہ کتاب میں واضح طور پر لکھا ہے :۔

Both parents are obliged to support their children, In case of divorce, the parents who keeps the child can compel the others to pay alimony through the courts, one quarter of parents wages deducted for child, on third for the support of two and half for the support of three or more. (11)

ماں اور باپ دونوں پر یہ بات فرض ہے ، کہ وہ اپنے بچوں کی کفالت کریں ، طلاق کی صورت میں والدین میں سے جو بھی بچے کو اپنے پاس رکھتا ہے ، وہ دوسرے فریق کو سرکاری طور پر نفقہ دینے پر مجبور کر سکتا ہے ، اگر ایک بچہ ہو تو والدین کی تنخواہوں میں سے $\frac{1}{4}$ کم دیا جاتا ہے ، اور اگر دو کی کفالت ان کے ذمہ ہو تو دونوں کی تنخواہوں کا $\frac{1}{3}$ اور اگر تین یا اس سے زیادہ ہوں ، تو نصف کاٹ لیا جاتا ہے ۔

امریکہ میں اس نعرہ کے زیر اثر :۔

First of als, It must be recognized that woman in America are no longer primarily house wives. In fact,

---

(10) پاکستانی عورت دوراہے پر ، ص 71 ۔

(11) USSR, Questions and Answers, P-108.

more than 31 million adult women are now at work. They constitute at this time about 40 percent of our total work force. Seventy five percent of these women earn salaries of less then 5000 yearly. Half of them, nearly 15 million women, have to make doom-less than 3,700 yearly less than two percent have average incomes of more than 10,000 yearly. (12)

سب سے پہلے تو اس بات کو سمجھ لینا چاہیے، کہ امریکن عورتیں بنیادی طور اب گھریلو عورتیں نہیں رہیں، دراصل تین کروڑ دس لاکھ عورتیں اس وقت کام (نوکری) کر رہی ہیں، اس وقت وہ ساری کام کی طاقت کا 40 فیصد ہیں، ان میں 75 فیصد عورتیں سال میں 5000 ڈالرز سے کم کمانے والی ہیں، ان میں سے تقریباً آدھی یعنی 1 کروڑ 50 لاکھ عورتیں سالانہ فی کس 3،700 ڈالرز سے کم کماتی ہیں، دو فیصد سے کم عورتیں کی اوسط آمدنی 10 ہزار ڈالرز یا اس سے بھی کچھ زیادہ بنتی ہے۔

<u>بیوہ مطلقہ وغیرہ بھی قانون کے مطابق بچوں کی کفالت کی ذمہ دار ہیں۔</u>

Kirsten Amundsen اپنی کتاب The Silenced Majority میں بیوہ اور مطلقہ عورتوں کی حالتِ زار پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں :-

On other 58 million women workers are widowed, divorced, or separated, and nearly all of these are the main support not just of themselves, but of their families. (13)

اس کے علاوہ 58 لاکھ عورتیں جو کام کرتی ہیں، وہ یا تو بیوہ ہیں، یا مطلقہ یا جنہوں نے علیحدگی اختیار کی، اور ان میں سے اکثریت نہ صرف اپنی کفالت کرتی ہیں، بلکہ اپنے کنبہ کو بھی پالتی ہیں۔

مساوات کے اس خوبصورت نعرے کے ساتھ مردوں نے اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ تو ہلکا کر لیا، اور پھر مساوات کا چھانسہ دے کر یہ تصور دیا کہ عورتیں بھی وہی موٹا اور نیلا

---

(12) Kirsten Amundsen; <u>The Silenced Majority</u>, P-8.

(13) -Ibid- P-9.

لباس پہنیں ، جو مرد اپنے کام کاج کے اوقات میں پہنتے ہیں ، اور مرد مزدوروں کے ساتھ بیٹھ کر روڑی کوٹیں ، اور سڑکوں کی کھدوائی کریں ، عورتوں کو زبردستی پکڑ پکڑ کر مشینوں، کارخانوں یا زرعی فارمولا اور تعمیری پراجیکٹوں میں ٹھونسا جاتا اور انہیں سخت سے سخت کام مردوں کے برابر کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے (14)

درحقیقت اگر غور سے دیکھا جائے ، تو یہ مساوات نہیں بلکہ عورتوں کے ساتھ ظلم ہے - (15)

Jacob Young لکھتے ہیں ، کہ :-

> One of the Biggest problems that Soviet Women face is the double burden of holding down,a full time job and carrying for a house hold for many, a typical day begins - with an early morning, bus ride to the office, and includes standing in long times at lunch time for the daily shopping. After work, there is more quicking for shopping then Dinner must be prepared the children put to bed, the house cleaned. Few husbands pitch into held with these chores, according to a recent Government reports, the average wife spend, 34 hours a week in work arround the home, while her husband put in just six. (16)

مسائل میں سے ایک بڑا مسئلہ جو روسی خواتین کو درپیش ہے ، دہرے بوجھ کا ہے ، مکمل وقت ملازمت میں صرف کرنا اور گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانا ہے ، بہت سی عورتیں ایک مخصوص انداز میں دن کا آغاز کرتی ہیں ، صبح اٹھ کر دفتر کے لئے بس میں سوار ہونا ، اور اس میں یہ بھی شامل ہے ، کہ ضروریاتِ زندگی کے لئے دوپہر کے کھانے کے وقت لمبی لائنوں میں کھڑی رہیں ، کام کے خاتمے پر انہیں مذید خرید و فروخت کرنا ہوتی ہے ، پھر رات کا کھانا بھی تیار کرنا ہوتا ہے ، بچوں کو سلانا ، گھر کی صفائی کرنا ہوتی

---

(14) مولانا سید اسعد گیلانی : ماہنامہ بتول ، اکتوبر 1982ء ،

(15) مولانا وصی مظہر : ماہنامہ میثاق ، مئی 1982ء ،

(16) Jacob Young: News Week, April, 16,1984, New York.

ہے، چند خاوند ان مشکلات میں تھوڑی سی مدد کردیتے ہیں، روس حکومت کی ایک قریبی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ بیوی ہفتے میں 34 گھنٹے گھر کے کام میں مصروف رہتی ہے، جبکہ خاوند صرف چھ گھنٹے۔

مغرب کے مرد نے جو عورت کو آزادی دی، وہ بظاہر آزادی تھی، لیکن حقیقی آزادی نہ تھی، اس آزادی و مساوات کا محض یہ مطلب تھا، کہ مرد عورتوں سے ہر جگہ خدمت لیں، نوکریاں کروائیں، اور بھاری بوجھ اٹھوائیں، اور مردوں کی عیاشی کا آسانی سے شکار بن سکیں، مغرب کے مرد نے جو ظاہری آزادی عورتوں کو مساوات کے نام پر دی وہ دراصل ایسی غلامی ہے، جو شائد پچھلے دور سے بھی بدتر ہے، خودغرض مرد نے عورتوں کو فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔

مغربی تہذیب یوں تو الحاد کی تہذیب ہے، مگر اس کے پیچھے روایت پرست عیسائی ذہن بھی بڑے تعصب سے کام لے رہا ہے، لہٰذا میدانِ عمل میں مرد عورتوں کو آج بھی کم تر سمجھتے ہیں، ایک ماڈرن عورت Kirsten لکھتی ہے، 1970ء میں جب صدر نکسن نے میکسکو کے صدر کو ایک عظیم دعوت کے لئے مدعو کیا تو ہوٹل کی انتظامیہ کے ہاں جو پچاس عورتیں ویٹریسز کے طور پر کام کرتی تھیں، ان کو صاف کہہ دیا گیا، کہ ایسی پرعظمت دعوت میں انکی ضرورت نہ ہوگی، ان کی بجائے مرد ویٹروں کا بندوبست کرنا پڑا۔ (17)

گویا اس خاتون مصنفہ کے نزدیک یہ واضح ثبوت تھا، کہ امریکہ کے صدر کے نزدیک عورتیں گھٹیا درجے کی انسان ہیں، وہ عظیم دعوت میں کھانا کھلانے کی قابلیت نہیں رکھتیں، ایک مثال سے وہ ثابت کرنا چاہتی ہے، کہ امریکہ میں آج بھی عورتوں کو کمتر سمجھا جاتا ہے، یہ تو یورپ میں مرد و عورت کی جسمانی مساوات ہے، اب ذرا ذہنی طور پر مردوں، عورتوں کی برابری کا حال سنیے۔

مغرب نے عورت کو میدانِ عمل سے ہٹا دیا، رچرڈ برگر جرمنی کے متعلق لکھتا ہے:-

> From June 1936, onwords woman could no longer act as Judges or public prosecutors, and female ASS E SSOREN (Assistant Judges, assistant teachers and some were gradually dismissed woman were declared ineligible for Jury Service on grounds that they can not think longically on reason objectively, since they are ruled only by emotions. (18)

---

(17) Kirsten Amundsen: The Silenced Majority, P51.

(18) Richard Grum Berger; A Social History of Third Reich, P-320-3?3.

جون 1936ء میں عورتیں جج، سرکاری وکیل کے بطور کام کرنے سے روک لی گئیں ،
پھر آہستہ آہستہ نائب ججوں ، ماتحت ججوں کے مقام سے بھی رخصت کر دی گئیں ،
اور یہ اعلان کیا گیا کہ عورتیں بطور جیوری بھی کام نہیں کر سکتیں ، اور مدلل طور پر
بحث نہیں کر سکتیں ، اسکی وجہ یہ ہے ، کہ ان پر جذبات حاوی رہتے ہیں ۔
امریکہ کا حال ایک عورت کرسٹن ہی سے سنیے ، لکھتی ہے :-

Who shall be principal ? A man or a woman , In 1928, 55 percent of elementary school principals were women, In 1948, 41 percent, In 1958, 38 percent and in 1968, the figure was reported to have dropped to 22 percent. (19)

پرنسپل کون ہوگا ، مرد ہوگا یا عورت ؟ 1928ء میں ابتدائی سکولوں کی سربراہ 55 فیصد عورتیں تھیں ، 1948ء میں 41 فیصد ، 1958ء میں 38 فیصد اور 1968ء کی رپورٹ کے مطابق یہ فگر کم ہو کر صرف 22 فیصد رہ گئی ، مزید لکھتی ہے ، کہ 1970ء میں عورتوں کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا تھا ، کہ انہیں جیوری کا ممبر بھی نہیں بنایا جاتا۔ (20) پس ، ثابت شدہ امر یہ ہے ، کہ مساواتِ مرد و زن کا مغربی تصور یہ ہے ، کہ عورتوں سے سخت سے سخت مشقت لی جائے ، ان کی جسمانی نزاکت یا روحانی لطافت کا لحاظ کیے بغیر ان کے ساتھ محنت و مشقت میں مردوں کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے ، لیکن ذہنی کاموں میں انہیں آگے نہ لایا جائے ، اعلیٰ ملازمتوں اور اسمبلیوں کی رکنیت میں انہیں روکا جائے ، اور محروم رکھا جائے ۔ (21)

یہ ہے ، مساوات کا مغربی تصور جس کا بظاہر پرفریب اور دل خوش کن نعرہ (خاص طور پر عورتوں کا) یہ تاثر دیتا ہے ، کہ عورتوں اور مردوں کو ہر طرح سے برابر سمجھا گیا ہے ، آزادی اور مساوات کا یہ تصور درحقیقت عورت کی پہلے سے زیادہ غلامی کا باعث بنا ، مغربی معاشرے میں مساوات کی عملی صورت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے بہتر ہوگا ، کہ ہم ان کے موجودہ معاشرتی حالات کا جائزہ لیں ، جو نہ صرف ہمارے لئے اتنا ناپسندیدہ اور ناگوار ہے ، کہ زبان و نوک قلم پر لانا مشکل نظر آتا ہے ، بلکہ وہ قومیں جنہوں نے بڑے فخر سے اسے اپنایا

---

(19) The Silenced Majority, P-38.

(20) -Ibid- P-38.

(21) مولانا سید اسعد گیلانی : ماہنامہ بتول ، اکتوبر 1982ء ۔

تھا ۔ اس کے نتائج سے گھبرا کر آپ اپنے آپ کو ایک ایسے خوفناک گہرے سمندر میں پاتی ہیں ، جہاں سے نہ کوئی کنارہ نظر آتا ہے ، نہ ہی پلٹنے کی کوئی صورت ہے -

مردوں اور عورتوں کی مساوات کے غلط تخیل نے عورت کو اس فطری وظائف سے منحرف کر دیا ہے ، عورت کے معاشی استقلال نے اس کو مرد سے بے نیاز کر دیا ، مردوں عورتوں کی آزادانہ اختلاط نے عورتوں اور مردوں میں حسن کی نمائش ، عریانی اور فواحش کو غیر معمولی ترقی دی ، صنفی میلان جو پہلے ہی مرد و عورت میں فطری طور پر موجود ہے ، آزادانہ میل جول کی وجہ سے غیر معمولی حد تک بڑھ گیا ہے ، اور یہ گھن بن کر بڑی تیزی کے ساتھ مغربی قوموں کی قوتِ حیات کو کھا رہا ہے ، شرم و حیاء ، غیرت و حمیت روز بروز مفقود ہوتی چلی جا رہی ہے ، نکاح و سفاح کی تمیز دلوں سے نکل گئی ہے ، زنا ایک معصوم چیز بن گئی ، جیسے اب کوئی عیب اور قباحت کی بات نہیں سمجھا جاتا کہ اسے چھپانے کا اہتمام کیا جائے ۔ سب سے پہلے تو اس کا مضر اثر خود عورت کی ذات اور اسکی خلقی صفات پر مرتب ہوتا ہے ، اور خاندان اور معاشرہ اس کی مضرتوں سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں ، ایسے میں تمام اسباب کا بروئے کار آجانا بالکل ایک طبعی امر ہے ، جو کسی قوم کی ہلاکت کا موجب ہوتے ہیں ، اس راستہ پر گامزن مغربی قوم کو بھی اس مساوات مرد و زن کے دلفریب نعرے کی خرابیوں کا احساس ہو چکا ہے ، لیکن اب اسکے لئے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہو رہا ہے

پروین شوکت علی اپنی کتاب Legal Status of Women in the third World میں مغربی عورت کی حیثیت کا جائزہ پیش کرتی ہیں :-

> It is true that women's liberation in the West is one extreme, but the subjection of women in the third world is another. It is commonly observed that women in the new states in most cases and without any legal protection are still treated as second class citizens. They are denied even some of the fundamental freedoms and privileges which are so essential for the preservation of human dignity. It is also commonly observed that without legitimate and active participation of women, these states would not be able to accomplish the vital task of nation-building. In restoring women to their rightful place and giving them the legal equality with men, which

نام سے بنک میں حساب رکھنے کا حق حاصل ہوا ، وہاں قانونی طور پر عورت کو یہ حق 1977ء میں حاصل ہوا ، کہ وہ شوہر کی دخل اندازی کے بغیر اپنی ڈاک خود وصول کر سکتی ہے ۔

6 ۔ جرمنی میں چند سال قبل عورتوں کی رائے معلوم کی گئی تو 68 فیصد عورتوں نے یہ رائے دی کہ غیر شادی شدہ لڑکی کا کسی قسم کی ملازمت کرنا معمول کے مطابق فعل نہیں ہے ، اور 82 فیصد عورتوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ شوہر اور بچوں کی نگہداشت انکا اصل کام ہے ، جسے وہ اپنی زندگی کا اولین مقصد سمجھتی ہیں ۔

7 ۔ جرمنی میں ایک تہائی عورتیں اپنی روزی کمانے کے لئے کام کرتی ہیں ، لیکن اونچے درجے کے مناصب پر صرف تین فیصد عورتیں فائز ہیں ۔

8 ۔ انگلستان میں پانچ ہزار پونڈ تنخواہ پانے والے پچاس مردوں کے مقابلہ میں صرف ایک عورت اتنی تنخواہ پاتی ہے ۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں ، جو عورت کے استحصال کی کھلی ہوئی مثالیں ہیں ، موجودہ تہذیب عورت اور مرد کے درمیان سماجی روابط قائم کرنے میں ناکام رہی ہے ، اور عورت کو اس کے حقیقی مقام سے ہٹا کر مرد کی صف میں کھڑا کر دیا ہے ، چنانچہ وہ مرد کے دائرہ کار میں تو مصروف نظر آتی ہے ، لیکن اس میدان سے غائب ہے ، جس کے لئے فطرت نے اسکی تخلیق کی ہے ، موجودہ تمدنی اور معاشرتی حالات پر غور کرنے والا انسان اس اعتراف پر مجبور ہے ، کہ عورت اور مرد کے غلط رشتہ نے موجودہ تہذیب کی بنیادیں ہلا دی ہیں ، اور انسان کو ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے ، جہاں وہ سکون و چین کے ہزار سامان کے باوجود ان سے محروم ہے ۔ (24)

پروین شوکت علی Human rights in Islam میں سرمایہ دارانہ نظام میں عورت کی معاشرتی حیثیت کے بارے میں لکھتی ہیں :-

The people of the world must repose "faith in fundamental human rights, in the dignity and worth of the human person, in the equal rights of men and women and of nations large and small. Similarly Article I of the Charter among other functions lists the establishment of international consensus and co-operation "in promoting and encouraging respect for human rights and for fundamental freedoms for all without distinction as to race, language and religion." (25).

---

(24) محترمہ نثار فاطمہ : اختلافی رپورٹ ، (خواتین کمیشن کی رپورٹ 1983ء) ، ص 184 ۔ 185 ۔

(25) Human Rights in Islam, P-35.

اس مغربی تہذیب نے وہاں کی عورت کو کون کون مشکلات سے دوچار کیا ہے ، اور ان کا سوسائٹی پر کیا اثر پڑا ہے ۔

مرزا محمد حسین Islam and Socialism. میں روسی عورت کی طرز زندگی کے بارے میں ایک خاکہ پیش کرتے ہیں :-

Unmarried mother-hood is becoming more and more an established institution. The number of women who are not willing or are not in a position to pass their lives with a man, but are nevertheless unwilling to renounce the joys of motherhood is increasing. (26)

پروفیسر مسٹر گلشن یوں بیان کرتے ہیں :-

"مغربی ممالک نے عورتوں کو آزاد کرکے جس قدر اخلاقی سیاسی اور تمدنی غلطی کی ہے ، شاید اس قدر شدید اور فاش غلطی کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکتی ،حقیقت یہ ہے ، کہ ہم نے عورتوں کو آزاد کرکے صرف اپنا بڑا قومی اور ملکی نقصان ہی نہیں کیا ۔ جو ناقابل تلافی ہے ، بلکہ عورتوں کی لطیف صنف پر بھی وہ ضرب کاری لگائی ہے ، جس کی تکلیف آئندہ نسلیں بھی صدیوں تک محسوس کرتی رہیں گی ۔ کیا ہی اچھا ہوتا ، کہ ہماری عورتیں قومی اور ملکی ناقص خدمات دینے کی بجائے گھر کی تنگ و تاریک چاردیواریوں میں رہتیں ، اور خانہ داری کے امور سرانجام دیتیں ۔" (27)

چنانچہ آزادیٔ نسواں پر آج امریکہ میں ہر سال دس لاکھ سے زیادہ کم عمر لڑکیاں مائیں بن رہی ہیں ، اور ان ہر پانچ لڑکیوں میں سے چار لڑکیاں غیر شادی شدہ حالت میں مائیں بنتی ہیں ۔ (28)

سروے رپورٹ میں ایک دلچسپ یہ انکشاف بھی کیا گیا ہے ، کہ 15 سے 19 سال تک کی ماؤں کے ہاں جنم لینے والے چالیس فیصد بچے ناجائز اور غیر قانونی ہوتے ہیں ۔ (29)

ہر روز امریکہ میں ہزار عورتوں سے بالجبر زیادتی کی جاتی ہے ، اور مجرموں کو وہاں کی عدالتیں بری کر دیتی ہیں ، جنسی قتل اتنے بڑھ چکے ہیں ، کہ پچاس سال پہلے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا ۔

---

(26) Islam and Socialism, P-185.

(27) منشی عبدالرحمن خان : نئی فتنے ، ملتان ، جاوید اکیڈیمی ، ص209 ۔

(28) روزنامہ جنگ کراچی ، مڈ ویک میگزین ، بدھ 5 فروری 1986ء ، ص 7 ۔

(29) لندن 26 اپریل ، امین نیوز ، ماخذ روزنامہ امن کراچی ، ہفتہ 6 شعبان المعظم ، 1405ھ ، 27 اپریل 1985ء ، ص اول ۔

<u>جدید یورپ۔</u>

یورپ اس وقت مساوات مرد و زن کا سب سے بڑا دعویدار ہے، لیکن اس یورپ
میں ایک صدی سے کچھ پہلے عورت مرد کے ظلم و ستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔
"آج بھی مغرب کی تمام ترقیوں کے باوجود شادی کے بعد عورت اپنے تمام حقوق
ملکیت کھو بیٹھتی ہے، اور اپنا خاندانی نام تک باقی نہیں رکھ سکتی، بلکہ شوہر کے نام
پر پکاری جاتی ہے۔ (30)

یورپ میں آج تک اپنے ذاتی نام سے اپنی شخصیت نمایاں نہیں کر سکتی، جب
تک شادی نہیں ہوئی، مس تھامس ہے، جب شادی ہوگئی تو مسز جونز بن گئی۔ (31)

انگلستان کے قانون کی رو سے یہ بات طے تھی کہ شادی کے بعد مرد کی طبیعت میں
میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، لیکن عورت کی شخصیت مرد کی شخصیت کا ایک جزو بن جاتی
ہے، چنانچہ اسی بناء پر یہ اصول تھا، کہ شادی سے پہلے عورت کے ذمہ جو قرض ہوگا
وہ مرد ادا کرے گا، اور عورت کا جو مال و دولت یا جائیداد ہوگی، وہ مرد کی ہوگی، نان
و نفقہ کا بھی کوئی مناسب قانون نہیں تھا۔ (32) اس کو اس بات کی بھی اجازت نہیں
تھی، کہ خود کما کر اپنی ذات پر خرچ کرے، اور اپنی پسند سے شادی کرے۔ (33)
سماج میں جو قوانین نافذ ہوتے تھے، انہیں صرف مرد بناتے تھے۔ (34) ۔ کوئی ایسا
قانون نہ تھا، جو مرد کی زیادتیوں کو روکتا۔ (35)

عورت کو مرد کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کا حق حاصل نہ تھا۔ (36) ابھی
ڈیڑھ سو سال پہلے عورت کو انگلستان میں یہ حق حاصل نہیں تھا، کہ وہ اپنی طرف سے
کوئی معاہدہ کر سکے۔ (37)

اب تک انگریزی قوانین میں بہت سے معاملات ایسے ہیں، جن میں عورت گویا
مرد کی زر خرید مانی جاتی ہے، اب بھی گرجا گھر میں نکاح کے وقت اس سے تمام عمر

جدید یورپ -

یورپ اس وقت مساوات مرد و زن کا سب سے بڑا دعویدار ہے ، لیکن اس یورپ میں ایک صدی سے کچھ پہلے عورت مرد کے ظلم و ستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی -

" آج بھی مغرب کی تمام ترقیوں کے باوجود شادی کے بعد عورت اپنے تمام حقوق ملکیت کھو بیٹھی ہے ، اور اپنا خاندانی نام تک باقی نہیں رکھ سکتی ، بلکہ شوہر کے نام پر پکاری جاتی ہے - (30)

یورپ میں آج تک اپنے ذاتی نام سے اپنی شخصیت نمایاں نہیں کر سکتی ، جب تک شادی نہیں ہوتی ، مس تھامس ہے ، جب شادی ہو گئی تو مسز جونز بن گئی - (31)

انگلستان کے قانون کی رو سے یہ بات طے تھی کہ شادی کے بعد مرد کی طبیعت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی ، لیکن عورت کی شخصیت مرد کی شخصیت کا ایک جزو بن جاتی ہے ، چنانچہ اسی بناء پر یہ اصول تھا ، کہ شادی سے پہلے عورت کے ذمہ جو قرض ہوگا وہ مرد ادا کرے گا ، اور عورت کا جو مال و دولت یا جائیداد ہوگی ، وہ مرد کی ہوگی ، نان و نفقہ کا بھی کوئی مناسب قانون نہیں تھا - (32) اس کو اس بات کی بھی اجازت نہیں تھی ، کہ خود کما کر اپنی ذات پر خرچ کرے ، اور اپنی پسند سے شادی کرے - (33) سماج میں جو قوانین نافذ ہوتے تھے ، انہیں صرف مرد بناتے تھے - (34) - کوئی ایسا قانون نہ تھا ، جو مرد کی زیادتیوں کو روکتا - (35)

عورت کو مرد کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کا حق حاصل نہ تھا ، (36) ابھی ڈیڑھ سو سال پہلے عورت کو انگلستان میں یہ حق حاصل نہیں تھا ، کہ وہ اپنی طرف سے کوئی معاہدہ کر سکے - (37)

اب تک انگریزی قوانین میں بہت سے معاملات ایسے ہیں ، جن میں عورت گویا مرد کی زر خرید مانی جاتی ہے ، اب بھی گرجا گھر میں نکاح کے وقت اس سے تمام عمر

---

(30) اسلام اور عورت ، ص 35 -

(31) ابوالکلام آزاد : ترجمان القرآن ، ص 193 -

(32) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 27 -

(33) ایضاً - ص 11 -

(34) اسلام میں عدل اجتماعی ، ص 159 -

(35) اسلام اور عورت ، ص 36 -

(36) ایضاً - ص 35 -

(37) ایضاً - ص 35 -

شوہر کی اطاعت کا عہد لیا جاتا ہے ، اور عورت قانون کی رو سے وہ اپنا عہد پورا کرنے پر مجبور ہوتی ہے ، شوہر کی مرضی کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتی ۔

انیسویں صدی میں عورت کی یہ حیثیت تھی ، کہ انگلستان میں خاوند کو یہ حق تھا ، کہ وہ جب چاہے اپنی بیوی کے گلے میں رسی ڈال کر بازار میں لے جائے اور اسے معمولی سی قیمت پر فروخت کر دے ۔

The Historical Background. Earl for the sum of one shilling which had been given to earl for the purchase. To behind the Bargain the following receipt was made out.

5/- Stamp. --- June 1?,1815. ------ Received of John Earl the sum of one shilling, in full, for my lawful wife. D A niel Cook) John Chippen) Witnesses. HENRY COOK(38).

30 جنوری 1817ء کو ایک جنٹلمین نے ایک شلنگ چھ پنس میں اپنی بیوی سے چھٹکارا حاصل کیا ، اسی سال نوٹنگھم میں سب سے کم قیمت میں جو بیوی بیچی گئی ، اس کے لئے تین پنس ادا کیے گئے ۔ (39) بیچنے کا یہ طریقہ تھا ، کہ باقاعدہ بیوی کے گلے میں رسی ڈال کر اسی طرح لے جاتے ، جیسے بھیڑ بکریاں اور مویشیوں کے بازار میں بیچتے ، اسی رسی سے اس کو درخت سے باندھ دیتے تھے ۔

اس پر ڈاکٹر ارم بلوچ " Sexual Life in England " میں بیان کرتی ہیں :-

Commonly the husband led his wife with a rope round her neck on a market day, to the place where cattle were sold. Bound in a post and sold her to the highest bidder in the presence of necessary witnesses. (40).

1875ء تک انگلستان میں عورت جائیداد کی مالک نہ تھی ، اس کی جائیداد نکاح کے وقت خاوند کی جائیداد میں جذب ہو جاتی تھی ۔ (41)

ڈاکٹر جسٹس آفتاب حسین " Status of Women in Islam " میں فرماتے ہیں :-

Even in the nineteenth century in America (New England) a married woman had no legal existence apart from her husband's

---

(38) Viola Klein, Ph.D, The Feminine Character, 2nd Edition, London, P-8.

(39) Dr. Iram Bloch; Sexual Life in England, P-64.

(40) -Ibid- -Ibid- P-63.

(41) سید عبدالواحد : مقالات اقبال ، 1982ء ، لاہور ، طفیل آرٹ پرنٹرز ، ص 321 ۔

She could not sue, contract, or even execute a will of her own; her person, estate and wages became her husband's when she took his name. The Property reforms in most States started after 1839. In England the first Act. 'The Married Women's PROPERTY ACT', was promulgated in 1882. As late as the 18th century Sir Wiliam Balckstone published his influential commentaries on the laws of England in which he reaffirmed the legal inferiority of women. He held that women had no legal existence once married; husband and wife were one person in law, and that person was the husband. Section 37 of the Law of Property Act, 1925 declared that a husband and wife shall for all purposes of acquisition of any interest in property under a disposition made or coming into operation after the commencement of this Act, be treated as two persons. Law Reforms (Married Women and Tortfeasors) Act, 1935 declared her to be capable of suing or being sued either in tort or in contract or otherwise, of acquiring holding and disposing of property and of rendering herself and being rendered liable in respect of any tort contract or debt or obligation (S.I). It also declared that what was her separate property or may belong to her or devolve upon her after this Act shall belong to her and may be disposed of by her as if she were a female sole.(42).

انگلستان ، فرانس اور جرمنی کے قدیم قوانینِ وراثت میں عورت کا حصہ جائیداد غیر منقولہ میں مطلق نہ تھا ۔ ڈیڑھ سو سال پیشتر تک انگلستان میں عورت کو یہ حق حاصل نہ تھا ، کہ وہ اپنی طرف سے کوئی معاہدہ کر سکے ۔ (43) عورت کو اتنا بھی حق نہیں تھا ، کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذاتِ خاص کیلئے ضروریاتِ زندگی خرید کرے ۔ یا منگوا بھیجے ۔ (44)

---

(42) Status of Women in Islam, P-202-203.

(43) اسلام اور عورت ، ص 35 ۔

(44) مولوی ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری: تفسیر ثنائی ، 1971ء ، لاہور ، مکتبہ قدوسیہ ، ادارہ ترجمان السنۃ ، جلد اول ، ص 293 ۔

انگلستان کی تاریخ سے بھی ہمارے اس دعوے کی تصدیق ہوتی ہے ، کہ 1918ء تک ملک کی سیاست میں عورتوں کا کوئی دخل نہ تھا ، پہلی مرتبہ انگلستان میں 30 سال سے زائد عمر کی عورتوں کو حق رائے دہی دیا گیا ، پھر 1928ء میں اس حق کی توسیع کی گئی ، اور 21 سال یا اس سے زیادہ عمر والی عورتوں کو بھی انتخابات میں رائے دینے کی اجازت دی گئی ۔ (45) سوئٹزرلینڈ میں 1917ء سے پہلے عورتوں کو ووٹ دینے کا حق نہ تھا (46) 1918ء میں ہر خاتون ووٹر کے لئے یہ شرط لازمی ہوگئی کہ کم ازکم 30 سال اور 50 سال کی عمر کے دوران عورتوں کو بھی ووٹ کا حق ملنا چاہیے ۔ 1867ء کے ریفارم ایکٹ میں خواتین کو حقِ رائے دہی ملا ۔ (47)

جدید دور میں اگرچہ مساوات کا بہت نام لیا جاتا ہے ، لیکن امریکہ اور یورپ میں ایک ہی ملازمت اور عہدے کے لئے عورتوں اور مردوں کی تنخواہوں میں فرق ہے ۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا میں ہے :۔

Women also earn less than men in the same kind of Jobs, for example, the median way of women workers in the U.S.A was 59% that of men in 1970. (38).

مرد اور عورت اگر ایک ہی جرم کرتے ہیں ، تو عورت کے ساتھ اس طرح تفریق کی جاتی ہے :۔

In the case of Bank, a women employee with a dozen years seniority asked for maternity leave, because she was unmarried, and she was told to resign or be fired. At the same time a male employee who admitted fathering an illegitimate was not fired. (49).

Women in the World Economy - Susan P. Joken میں مردوں اور عورتوں کی تنخواہوں میں فرق کو یوں بیان کرتے ہیں :۔

There are no comprehensive data on the earnings and rewards of female labour, but such evidence as exists consistently

---

(45) محمد مظہر الدین صدیقی : اسلام کا نظریہ تاریخ ، 1979ء ، لاہور ، الحمرا آرٹ پرنٹرز ، ص 188، 189 ۔

(46) Great Events of the 20th Century, P-80.

(47) پروفیسر محمد شمس الدین : تاریخ انگلستان ، لاہور ، یونائیٹڈ بک کارپوریشن ، ص 92 ۔

(48) Encyclopaedia Britannica, V-10, P-732.

(49) Paul B-Horton, Gerald R-Leslie; The Sociology of Social Problems, P-228.

shows that in this respect women's experience of formal employment is inferior to men's. There is a persistent and substantial wage gap by sex. In sixteen developed countries in 1982, women's hourly earnings in manufacturing industry averaged less than three quarters of men's they were slightly less than that in the nine developing countries in the sample (Sivard 1985) Comparable data are not available for agriculture and services. Much of this difference in earnings is attributable to the unequal distribution of male and female workers in different types of jobs according to their wage level; the female distribution is weighted toward the low-paid end of the job scale. But an increasing number of case studies show that even in job-for-job comparisons, women's earnings are usually less than men's. There is also mounting evidence that grading procedures are differentiated by sex, so that women's jobs are often classed as lower ranked in the occupational hierarchy than is in fact warranted. In so far as this is the case, the real earning differential by sex for equivalent work is in fact wider than official statistics indicate. (50)

اس طرح مغربی ممالک میں عورتوں کو سخت کام کے مقابلے میں معاوضے میں کمی کا اظہار کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں :-

Women are concentrated in low-skilled, repetitive work without formal responsibility in the organizations where they are employed and with far fewer prospects of promotion and advancement than male workers enjoy. In agriculture, where complementarity between cultivation tasking is intrinsic to the whole process and there is no command hierarchy as such, men tend to claim such advanced tools and machinery as are available and women are relegated to "tending" tasks such as planting, weeding, and threshing where these are still done by hand. There are far more male than female self-employed workers running their own enterprises and far more female than male unpaid family workers in such endeavors. (51).

المختصر ! اس راستہ پر گامزن مغربی قوم کو بھی اس مساوات مرد وزن کے دلفریب نعرے کی خرابیوں کا احساس ہو چکا ہے ، لیکن اب اس کے لئے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہو رہا ہے - جہاں بد اخلاقی ، فحبہ گری ، نفس پرستی

---

(50) Women in the World Economy, P-18.

(51) -Ibid- P-19.

اور لذات جسمانی کی بندگی ، اس حد کو پہنچ چکی ہو اور مرد و عورت سب کے سب عیش کوشی میں اس قدر منہمک ہوگئے ہوں ، ایسی حالت میں تمام اسباب کا بروئے کار آجانا بالکل ایک طبعی امر ہے ، جو کسی قوم کی ہلاکت کا موجب ہوتے ہیں ۔

مغربی معاشرہ پر مرتب ہونے والے اثرات :-

مغربی تصورِ مساوات کے نتیجہ میں پہلا اثر جو وہاں نمایاں ہوا ، وہ خاندانی نظام کا بگاڑ ہے ، مرد نے جب عورت کو گھر سے باہر نکال کر معاشی دوڑ میں لا کھڑا کیا ، اور وہاں کی معاشرتی زندگی جس طرح تباہ ہوئی ہے ، اسے گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے ، عورت اپنے گھر پر کم توجہ دیتی ہے ، اور نہ ہی وہ اپنے ساتھی کی آسودگی کا باعث بنتی ہے ، جو اس کی تخلیق کا اصل مقصد ہے ، یہی وجہ ہے ، کہ اکثر شادیاں طلاق پر منتج ہو جاتی ہیں ۔ طلاق کی وجہ سے نہ صرف گھر تباہ ہو جاتا ہے ، بلکہ عورت و مرد کا ذہنی سکون بھی ختم ہو جاتا ہے ، مطلقہ عورتیں کئی ایک مشکلات کا شکار ہو جاتی ہیں ! -

Divorce has become a major source of economic hardship for women. (52).

نکاحوں کی کمی ، طلاقوں کی زیادتی اور نکاح کے بغیر مستقل یا عارضی تعلقات کی کثرت یہ معنی بھی رکھتی ہے ، کہ وہ حیوانیت کی طرف واپس جا رہے ہیں ۔ ان کا خاندانی نظام تباہ ہو رہا ہے ، بچے پیدا کرنے کی خواہش سست رہی ہے ، پیدا شدہ بچوں سے غفلت برتی جا رہی ہے ، امریکی ماہرین نفسیات نے امریکی بچوں کے تشدد کے رجحانات کا مطالعہ کرنے کے بعد انکشاف کیا ہے ، کہ :-

بچوں میں تشدد کی طرف میلان والدین کے رویے اور تربیت کا نتیجہ ہوتا ہے ، ذرائع کے مطابق امریکہ میں چھوٹے بچوں میں تشدد کا رجحان فروغ پا رہا ہے ، چنانچہ ایک چار سالہ بچے نے اپنی سوتی ہوئی ماں کی گردن پر چھری رکھ دی ، ایک بارہ سالہ بچے نے اپنا گلہ گھونٹ دیا ، ایک پانچ سالہ بچے نے اپنی خاتون ٹیچر پر ربڑ کے بلے سے حملہ بول دیا ، اسی طرح دیگر اٹھارہ واقعات میں بچوں نے قاتلانہ حملے کیے ، ماہرین نفسیات نے قاتلانہ حملے کے مرتکب اٹھارہ بچوں کے رویے کا مطالعہ کیا ، اور تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ بچوں میں غلط عادتیں اور تشدد کا رجحان والدین کی عدمِ توجہی کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ (53)

---

(52) What Women Want, P-128.

(53) روزنامہ نوائے وقت ، 2 مارچ ، 1983ء ۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے ، کہ معاشرے میں خاندان اور گھر کی تصور تہذیب کا احساس رخصت ہو رہا ہے ، اور خاندانی نظام سے بے دردانہ بے اعتنائی پیدا ہو رہی ہے ، اور ان کے خاندانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہے ۔

عورت اور مرد کی مساوات کے اس نعرہ نے جنسی آوارگی اور اخلاقی پستی کو جنم دیا ، ایک انگریز مصنف خود اپنے ملک کی اخلاقی آوارگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

عورتیں روزافزوں تعداد میں تجارتی کاروبار، دفتری ملازمتوں اور مختلف پیشوں میں داخل ہو رہی ہیں ، جہاں شب و روز ان کو مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونے کا موقع ملتا ہے ، اس چیز نے مردوں اور عورتوں کے اخلاقی معیار کو بہت گرا دیا ہے ، مردانہ اقدامات کے مقابلے میں عورت کی قوت مزاحمت کو بہت کم کر دیا ہے ، اور دو صنفوں کے شہوانی تعلق کو تمام اخلاقی بندشوں سے آزاد کرکے رکھ دیا ہے ۔ (54)

اس آزادی کے نتیجہ میں روسی عورت بھی سخت پریشان ہے ، کیونکہ وہ سارا دن فیکٹری میں کام کرتی ہے ، گھر آکر کھانا پکانا ، بچوں کی نگہداشت اور اسکے باوجود کہ وہ کام بھی زیادہ کرتی ہے ، اسکا معاوضہ مرد کے مقابلہ میں کم ہے ۔ امریکہ میں بھی معاوضے کا تفاوت ہے۔ 1970ء میں امریکہ میں عورتوں کی تنخواہیں مردوں کا 59 فیصد تھیں ۔ (55) 1966ء میں ہائی سکول پاس عورت کو سالانہ 2421 ڈالر اور ہائی سکول پاس مرد کو 6736 ڈالر ملتے تھے ، 1968ء میں عورت کلرک کو 4789 ڈالر اور مرد کلرک کو 7351 ڈالر ملتے تھے ، عورت مینیجر کو 6691 ڈالر اور مرد مینیجر کو 1034 ڈالر ملتے تھے ۔ (56)

ان پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کیلئے شراب کا استعمال زیادہ ہو گیا ہے ، اور اسکے نتیجے میں

> Divorce is Wide spread largely due to the high rate of alcoholism among soviet men. Many women are finding it difficult to find suitable husbands, and out of frustration some are simply giving up the search entirely. (57)

طلاق عام ہے ، اور اسکی زیادہ تر وجہ یہ ہے ، کہ روسی مردوں کی اکثریت شرابی ہے ، بہت سی خواتین کو اپنا ساتھی تلاش کرنے میں مشکل پیش آرہی ہے ، اور اسی انتشار

---

(54) خاتون اسلام کا دستور حیات ، ص 79 ۔

(55) انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا کا مائیکروپیڈیا ، 1: 732 ۔

(56) منہاج جیشیت نسواں نمبر ، حصہ سوئم ، ص 85 ۔

(57) News Week, April 16, 1984.

کی وجہ سے بعض اوقات وہ ساتھی کی تلاش ترک کر دیتی ہیں ۔ اس مساوات کے زیر اثر جو نتائج معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیے رہے ہیں ۔ ان کا اندازہ مغربی مفکرین کے بیانات سے ہوتا ہے David Finkelhar کے بقول :-

> For girls, than, the family, would appear to be a more sexually dangerous area ,,,,,,,,social workers have concluded that father daughter incest is rampart and of epidemic proportions. (58)

یعنی لڑکیوں کے لئے خاندان بھی جنسی طور پر زیادہ خطرناک ماحول اختیار کر گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سوشل ورکر بتاتے ہیں ۔ باپ بیٹی کے تعلقات بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں ۔ اور وبائی صورت اختیار کر رہے ہیں ۔

جج بن لنڈسے جس کو ڈنور کی عدالت جرائم اطفال Juvenile court کا صدر ہونے کی حیثیت سے امریکہ کے نوجوانوں کی اخلاقی حالت سے واقف ہونے کا بہت زیادہ موقع ملا ہے ، وہ اپنی کتاب ... Revolt of Modern Youth میں لکھتا ہے ۔ کہ امریکہ میں بچے قبل از وقت بالغ ہونے لگے ہیں ۔ اور بہت کچی عمر میں ان کے اندر صنفی احساسات بیدار ہو جاتے ہیں ۔ اس نے نمونہ کے طور پر 312 لڑکیوں کے حالات کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان میں 255 ایسی تھیں ، جو گیارہ اور تیرہ برس کے درمیان عمر میں بالغ ہو چکی تھیں ۔ اور ان کے اندر ایسی صنفی خواہشات اور ایسے جسمانی مطالبات کے آثار پائے جاتے تھے ، جو ایک 18 برس اور اس سے بھی زیادہ عمر کی لڑکی میں ہونے چاہیں۔(59)

مدرسوں میں صحبت ہم جنس Homo-sexuality اور خودکاری Masturbation کی وبا پھیل رہی ہے ، کیونکہ جن جذبات کو بچپن ہی میں بھڑکایا جا چکا ہے ۔ اور جن کو مشتعل کرنے کے سامان فضا میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں ۔ وہ اپنی تسکین کے لئے کوئی نہ کوئی صورت نکالنے پر مجبور ہیں ، "ڈاکٹر ہسوکر" لکھتی ہیں ۔ کہ اس قسم کی تعلیم گاہوں ، کالجوں، نرسوں کے ٹریننگ سکولوں اور مذہبی مدرسوں میں ہمیشہ اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں ۔ جن میں ایک ہی صنف کے دو فرد آپس میں شہوانی تعلق رکھتے ہیں ۔ اور صنفِ مقابل سے ان کی دلچسپی فنا ہو چکی ہے ۔ اس سلسلہ میں اس نے بکثرت واقعات ایسے بیان کیے ہیں ، جن میں لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ اور لڑکے لڑکوں کے ساتھ ملوث ہوئے اور دردناک انجام سے دوچار ہوئے۔(60)

جج لنڈسے لکھتا ہے :-

ہائی اسکول کی کم عمر والی 495 لڑکیاں جنہوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں کے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے ۔ ان میں سے صرف 25 ایسی تھیں ، جن کو حمل

---

(58) David Finkelhar; Sexually Victimised Children, P-88.

(59) Judge Bin Lund: Revolt of Modern Youth, P-211-214, refered by Pardah, P-100-101.

(60) پردہ ، ص 102 ، 103 -

شہر کیا تھا ، باقیوں میں سے بعض تو اتفاقاً بچ گئی تھیں ، لیکن اکثر کو مانعِ حمل کی موثر تدابیر کا کافی علم تھا ، یہ واقعیت ان میں اتنی عام ہو چکی ہے ، کہ لوگوں کا اس کا اندازہ نہیں ہے ۔ (61)

ایک اندازے کے مطابق اعداد و شمار کے لحاظ سے 1934ء میں صرف ماسکو میں 57000 ولادتوں کے مقابلہ میں 1،54،000 حمل گرائے گئے ، اور دیہات میں 2،42،979 ولادتوں کے مقابلہ میں 3،24،194 حمل گرائے گئے ، گویا شہروں میں پیدا ہونے والے ہر چار بچوں میں سے تین کو رحمِ مادر ہی میں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے ۔ (62)

اس سے اندازہ ہوتا ہے ، کہ گھروں ، سکولوں ، کالجوں ، ہوسٹلوں ، یونیورسٹیوں اور کارخانوں میں بھی عورت محفوظ نہ تھی ، ایسے ممالک میں باہر نکلنے والیاں اور کارخانوں میں کام کرنے والیاں کیسے محفوظ رہ سکتی ہیں ، جو اپنے باپ دادا ، بھائی سے محفوظ نہ ہوں اور جو عورتیں ملازمت کرتی ہیں ، وہ جس طرح سے جنسی شکار بنتی ہیں ، پھر ان کی بیٹیوں کے بھی جنسی شکار بننے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں ، ایک مصنف کے بقول :-

> It is highly plausible infrence from this finding that the opression of woman as wives and workers promotes the sexual vi[c]timization of their daughters.(63)

ان تحقیقات سے بہت اغلب نتیجہ یہ نکلتا ہے ، کہ بیویوں اور فیکٹری ملازم خواتین سے جس طرح زیادتیاں کی جاتی ہیں ، اس کی وجہ سے ان خواتین کی لڑکیوں پر بھی جنسی ظلم کے مواقع بڑھ جاتے ہیں ۔

"Problems Associated with premarited coitus" کے عنوان کے تحت Sexual Behaviour کا مصنف لکھتا ہے :-

> Unmarried coitus can have one or more of several outcomes, nothing at all beyond the act itself, venereal discease, an illici t pregnancy ending in abortion, a forced marriage or a

---

(61) پسردہ ، 112 ، 113 ۔

(62) پاکستانی عورت دوراہے پر ، ص 164 ۔

(63) . Caroline Bird, What Women want, P-92.

illegitimate child. In view of diffusion of contra-ceptive and prophylactic techniques during the so called sexual revolution, it is strange that the undesired sequelae have tended to rise rather than fall.(64)

غیر قانونی اختلاط مرد و زن سے ایک یا کئی نتیجے ظاہر ہوتے ہیں ، جن کا تعلق حمل سے بالواسطہ یوں ہے ، کہ اس سے جنسی بیماریاں غیر قانونی حمل جو کہ حمل گرانے پر ختم ہوتا ہے ، مجبوراً شادی یا غیر قانونی بچہ پیدا ہوتا ہے ، اور باوجود یکہ بہت سی مانعِ حمل ادویات اور احتیاطات کے یہ امر انتہائی حیران کن ہے ، کہ بجائے کمی آنے کے ان میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے ۔

کئی عورتوں نے غیر قانونی بچوں کو جنم دیا ، مارٹن منٹ کے مطابق :-

In united States in 1965, for example, my estimate is that approximately 13,24,000 illicit pregnancies occured.(65)

مثال کے طور پر اقوامِ متحدہ میں 1965ء میں میرے اندازے کے مطابق تقریباً 13،24،000 غیر قانونی حمل ہوئے ۔

یہی مصنف مزید لکھتا ہے :-

In 1965, illegitimate births were officially to be 2,91,200 yielding a birth rate 23.5 % per 1000 unmarried women aged 15.44 as compared to rate of 131.1 for married women. The illegitimate fertility was more than three times as high as it was in 1940. Then It was 7.1 per 1000 unmarried women similar rises have accured in other Industrial countries, despite the increasing availability of contraception and sexual knowledge. In Australia, the 1966 illeg-itimate fertility rate was four and one half times

---

(64) Sexual Behaviour, P-336.

(65) -Ibid- P-336.

that 1940, In England and Wales the 1964 rate was three and one half times that of 1938.(66)

1965ء میں سرکاری طور پر غیر قانونی بچوں کی تعداد 291200 تھی ، اور ان میں سے ہر ہزار میں 23.5 کا تناسب غیر شادی شدہ عورتوں میں سے تھا ، جن کی عمر 15 سے 44 سال تک تھی ، جبکہ شادی شدہ عورتوں میں مقابلتاً اس کا تناسب 13.1 رہا ، یہ غیر قانونی پیدائش 1940ء میں تین گنا قانونی پیدائش کے مقابلہ میں زیادہ تھی ، جبکہ اس زمانے میں تناسب 7.1 غیر شادی شدہ سے تھا ، اس طرح کا اضافہ دوسرے صنعتی ممالک میں بھی دیکھنے میں آیا ، باوجود اس کے کہ انسدادی تدابیر اور جنسی علوم میں بھی اضافہ ہو چکا ہے ، آسٹریلیا میں 1966ء میں غیر قانونی بچوں کی نسبت 1940ء کے مقابلہ میں 4.5 فیصد زیادہ تھی ، انگلستان اور ویلز کے علاقوں میں 1938ء میں 3.5 فیصد اضافہ ہوا ، اس جنسی آوارگی کا اثر یہ ہوا ، کہ لڑکیاں غیر قانونی طور پر حاملہ ہوئیں ، اور پھر اس کے نتیجہ میں زبردستی کی شادیاں بھی ہوئیں ۔

In sofar as premarited pregnancy leads to forced marriages, it leads to tragedy(67)

غیر قانونی حمل میں جنسی بے راہروی کی وجہ سے اضافہ ہو گیا ہے ، مغربی ممالک میں حمل کو ضائع کرنا قانونی قرار دے دیا ہے ، تاکہ لوگ محفوظ اور آزاد ہو جائیں ، اور پھر اس کے نتیجہ میں جنسی بیماریاں پھیلیں ۔

Another problem associated with freedom feneral disease. (68)

آزاد جنسی اختلاط سے جو امراض پھیلیں ، ان کے نتیجہ میں کئی اموات واقع ہوئیں ۔ مغربی تہذیب نے عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش لا کر کھڑا تو کر دیا ، اور دولت کی ریل پیل بھی ہو گئی ، لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا ، کہ امریکہ میں 55 لاکھ افراد تو وہ ہیں ، جن کی دماغی نشوونما ہی صحیح نہیں ہو سکتی ، اور نفسیاتی طور پر مریضوں کی تعداد 2 کروڑ ہے ۔ مزید سائیکو نیوروسس میں مبتلا اشخاص کی تعداد دس لاکھ ہے ، جن کے دماغ میں کوئی عضوی خرابی نہیں ، لیکن جن کا دماغ پاگلوں کی طرح کام کرتا ہے ، ان کی تعداد سات لاکھ ہے ، جن کے دماغ میں واقعی عضوی خرابی بہت زیادہ ہو چکی ہے ، ان کی تعداد ایک لاکھ ہے ، مزید پرانے دماغی مریض دس لاکھ ہیں ،

---

(66) Sexual Behaviour, P-336.
(67) -Ibid- P-337.
(68) -Ibid- P-338.

اور جن سولین لوگوں کو ہر سال وقتی طور پر خرابی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کی تعداد تین لاکھ ہے، معلوم ہوا۔ اب ان سب کا میزان آپ لگا لیجئے، کہ مغربی دنیا کس عذاب سے دوچار ہے، نفسیات کے پروفیسر مزید لکھتے ہیں، کہ عورتوں میں یہ بیماریاں مردوں سے زیادہ پائی جاتی ہیں، خاص طور پر نوجوانی میں اس میں اعلی دماغ کے لوگوں یا غریب امیر کی کوئی تفریق نہیں ۔ (69)

INCIDENCE OF ABNORMAL BEHAVIOR IN THE UNITED STATES

CONSERVATIVE ESTIMATE OF INCIDENCE(In millions)

20	15	10	5	0 ABNORMAL BEHAVIOR
			300,000	TRANSIENT DISORDERS (Civilian, each)
		1,000,000		PSYCHONEUROSES
20,000,000				PSYCHOPHYSIOLOGIC DISORDERS.
			700,000	PSYCHOTIC DISORDERS (Functional)
			3,000,000	CHARACTER DISORDERS (Psychopathic).
			5,000,000	PROBLEM DRINKING
			1,000,000	CHRONIC ALCOHOLISM
			60,000	DRUG ADDICTION
			100,000	ACUTE BRAIN DISO. DERS
			5,500,000	MENTAL RETARDATION (Mental deficie). (70)

1۔ مختصر وصہ خلل ۔ 300،000۔

2۔ نفسیاتی نوروسس ۔ 10،000،000۔

حیاتیاتی نفسیاتی خلل ۔ 20،000،000۔

وقتی پاگل پن ۔ 700،000۔

مجرمانہ ذہنیت کے خلل ۔ 3000 ،000۔

---

(69) What Women Want, P-129,130.

(70) James, C, Colman, Abnormal Psychology and Modern Life, P-20-193.

پرابلم ڈرنکنگ ۔ 5،000،000۔
دائمی شرابی ۔ 1000،000۔
عادی منشیات ۔ 60،000۔
پیچیدہ دماغی خلل ۔ 100،000۔
دائمی دماغی امراض ۔ 1000،000۔
دماغ کی نامکمل نشونما ۔ 5،500،000۔

جس معاشرے میں وحشیانہ انداز میں صنفِ نازک پر ہر طرح کا ظلم ہو رہا ہے ، جس میں جنسی ، معاشی ، معاشرتی ، جسمانی اذیتیں غرض کہ سوچ کی پرواز سے بھی کہیں زیادہ کی اقسام کے ظلم ہو رہے ہوں ، تو اس معاشرے میں پاگل پن' نفسیاتی امراض، قتل خود کشی کیوں عام نہ ہوگی ، جادوئی سوچ کا کرشمہ کہ عورتوں کو برابری کا لالچ دے کر مغرب کا مرد انہیں بازاروں/دفتروں میں گھسیٹ لایا ہے ، تاکہ کاس موڈا کی طرح ہر وقت ہوسرانی کرتا رہے منطشے کے فلسفہ پر عمل کرتے ہوئے ان کو ذہنی جسمانی اذیت پہنچا کر شہوانی لذت حاصل کرتا رہے ، اور سیڈ کے فلسفہ پر بھی عمل کرتا رہے پھر مہذب بھی کہلائے ، اور عورتوں کے حق کا علمبردار بھی بنا رہے ، حکومتِ جمہوری بھی کہلاتی رہے اور اکثریتی طبقہ بھی عورتوں کے استحصال کی کھلی چھٹی بھی موجود رہے ۔

ایک رپورٹ کے مطابق قتل کی وارداتیں 1900ء میں 3،4 فی لاکھ تھیں ، 1941ء میں یہ ترقی کرکے 6 فی لاکھ تک پہنچ گئیں ، اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے ، کہ ذہنیتیں دشمن اجتماعیت ANRIS CIAL رجحانات کی راہ پر جارہی ہیں ، 1920ء کے بعد شراب کی وجہ سے دماغی امراض میں 500 فیصدی اضافہ ہو گیا ہے ، اور یہ بات اب قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے ، کہ بہت سی عورتوں کی دماغی اور اعصابی بیماری کا اصل سبب ان ذمہ داریوں کے آن پڑنے کا خوف ہے ، جو قدرت نے ماں کی حیثیت سے ان کے سپرد کی ہیں ، اسی طرح مردوں میں بھی تلون کا سبب باپ بننے کی ذمہ داریاں سر آ پڑنے کا خوف ہی ہوتا ہے ، طلاق رنج و غم ہی کا آخری مظہر ہوتی ہے ، اور اس سے پہلے فریقین پر ایک مدت تک ذہنی پریشانی اور دماغی عدمِ توازن کی حالت طاری رہتی ہے ، امریکہ میں 83 فیصدی طلاقیں ان جوڑوں میں ہوتی ہیں ، جن کے ہاں کوئی بچہ نہیں پیدا ہوا ہوتا ہے ، تعلیم اس کا کوئی علاج نہیں ہے ، کیونکہ کالجوں سے نکلی ہوئی 45 فیصدی اور سکولوں سے نکلی ہوئی 21 فیصدی عورتیں بچے پیدا کرنے کے ناقابل ثابت ہو رہی ہیں ۔ (71)

مندرجہ بالا بیان اس بات کا ثبوت ہے ، کہ مغرب میں مساوات مرد و زن تو دور کی بات ہے ، وہاں تو عورتوں کا استحصال بہت بڑے پیمانے پر جاری ہے ۔

---

(71) پاکستانی عورت دوراہے پر ، ص 170 ۔

آنسہ کیرل مذید لکھتی ہیں :-

So it can be seen that the chances of a conviction for rape are extremely small.

یعنی زنا بالجبر کے کسی مجرم کو سزا ملے، جدید عدالتوں میں اس کا امکان بہت ہی کم ہے، مذید وہ لکھتی ہیں، کہ انگلینڈ اور امریکہ میں اس جرم کے مجرموں کو شاذونادر ہی سزا ملتی ہے۔

عام خیال یہی ہوتا ہے، کہ جس ملک میں جنسی آزادی بہت ہو، اور قحبہ گری عام ہو کم از کم وہاں مائیں، بہنیں اور بیٹیاں اپنے بیٹوں، بھائیوں اور باپوں سے تو پوری طرح محفوظ رہتی ہونگی، لیکن آج بھی یورپ و امریکہ میں وہی قرونِ وسطی کے پاگل خانہ کا سماں موجود ہے، محرمات سے بدکاری دن بدن عام ہوتی جا رہی ہے، قرونِ وسطی میں کم از کم زبانی کلامی تو محرمات سے بدکاری کو برا سمجھا جاتا تھا، لیکن اب تو کھلم کھلا اس بات کا پروپیگنڈا شروع ہو گیا ہے، کہ نکاح محرمات کی پابندی ختم کی جائے، اور اس سلسلہ میں لٹریچر بھی بازاروں میں عام بکنا شروع ہو گیا ہے، یہی نہیں بلکہ اس موضوع پر فلمیں بھی بننا شروع ہو گئی ہیں، 1920ء میں امریکہ میں صرف 6 فلمیں ایسی بنائی گئی جن میں محرمات سے نکاح دکھایا گیا تھا، جب کہ 1960ء میں 79 فلمیں صرف اسی موضوع پر تیار ہوئیں۔ ہفتہ وار امریکی رسالہ ٹائم نے اس موضوع پر جو مضمون چھاپا اس کا فقرہ ملاحظہ ہو۔

Arguing that the incest taboo is oying of its own irrelevance.

یعنی نکاح محرمات کو برا سمجھنا نامعقول بات ہے، اس لئے یہ اپنی نامعقولیت کی وجہ سے ختم ہو رہا ہے۔

ریسرچ سائنسدان ڈاکٹر ڈیوڈ فنکل ہور نے جنسی مظلوم بچوں سے متعلق کتاب لکھی ہے، کہ محرمات میں سے بچے زیادہ تر شکار بنائے جاتے ہیں، پھر سوسائٹی اس زیادتی کو برائی اور پسندیدگی کے ملے جلے Ambivalant جذبات سے دیکھتی ہے، وہ لکھتے ہیں :-

On the other hand,unlike sexual abuse which is aimc-t never joked about incest is often the subject of ribald humor, innuendo and the like. He slapped for behand, and made up his mind, to-add incest to insult and injury. (72)

---

(72) Sexually Vic.imised Children, P-84,85.

عورتوں اور مردوں کے اخلاقی معیار کو بہت گرا دیا ہے۔ مردانہ اقدامات کے مقابلے میں عورتوں کی قوت مزاحمت کو بہت کم کر دیا ہے، اور دونوں صنفوں کے شہوانی تعلق کو تمام اخلاقی بندشوں سے آزاد کرکے رکھ دیا ہے، اب جوان لڑکیوں کے ذہن میں شادی اور باعصمت زندگی کا خیال آتا ہی نہیں۔ (73) جس کے نتیجے میں امریکہ کے 30 بڑے شہروں میں طلاق کی شرح اس حد کو پہنچ گئی ہے، کہ ہر دو شادیوں میں سے ایک کا انجام طلاق ہے۔ جب قوم کے اندر سال بھر میں کل 22،85،500 شادیوں میں 6،00،000 کا حشر طلاق ہو رہا ہے تو یہ اس امر کا قطعی ثبوت ہے، کہ امریکہ کو اندر سے گھن لگ چکا ہے۔ (74)۔

عورتوں کی آزادی کا بھی ان حالات کی پیدائش میں بہت کچھ دخل ہے، گزشتہ چند سالوں میں لڑکیوں پر سے والدین کی حفاظت و نگرانی اس حد تک کم ہو گئی ہے، کہ تیس چالیس سال قبل لڑکوں کو بھی اتنی آزادی حاصل نہ تھی، جتنی اب لڑکیوں کو حاصل ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔، وہ جان بوجھ کر خود اپنی خواہش سے اپنے آپ کو ایسے ماحول میں اور ایسے حالات میں پہنچا دیتی ہیں، جو صنفی جذبات کو مشتعل کرنے والے ہیں، اور پھر اس کے جو قدرتی نتائج ہیں، ان سے وہ گھبراتی نہیں ہے، بلکہ خیر مقدم کرتی ہے۔ (75)

لندن 31-اگست، حال ہی میں کئے گئے ایک سروے کے مطابق امریکہ میں ساٹھ لاکھ عورتیں ہر سال کسی نہ کسی طرح اپنے شوہروں کے انتقام کا نشانہ بنتی ہیں، ٹائمز لندن نے اپنے تازہ شمارے میں امریکی معاشرے کے اس تاریک پہلو سے تفصیل کے ساتھ پردہ اٹھایا ہے، رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر برس دو ہزار سے چار ہزار عورتوں کی اتنی پٹائی ہوتی ہے، کہ وہ موت کے گھاٹ اتر جاتی ہیں، اپنے شوہروں کے ظلم و ستم سے بچنے کے لئے عورتوں نے مخصوص اداروں میں پناہ لینی شروع کر دی ہے، گھریلو مسائل اور ظلم کا نشانہ بننے والی ایسی عورتوں کے لئے پناہ گاہوں کا سلسلہ 1924ء میں شروع ہوا تھا، اور سب سے پہلے پیسواڈینا (کیلی فورنیا) میں ایک شیلٹر وجود میں آیا اب ملک بھر میں ایسے 1800 ادارے کام کر رہے ہیں، ان تمام اداروں میں پناہ لینے والی عورتوں کی بھرمار ہے، اور اب صورت حال یہ ہے، کہ اگر کوئی عورت گھر سے آکر یہاں پناہ حاصل کرنے کی درخواست

---

(73) پسودہ، ص 116۔

(74) پاکستانی عورت دوراہے پر، ص 169

(75) پسودہ، ص 170۔

کرتی ہے، تو اسے ویٹنگ لسٹ میں نام لکھوانا پڑتا ہے، امریکہ کی تنظیم "وائی ڈبلیو سی اے" کے 210 شیلٹر، کام کر رہے ہیں، 1978ء سے 1980ء تک اس ادارے سے چھیالیس ہزار ایک سو عورتوں کو پناہ دی اور 50 ہزار عورتوں کو مشاورت کی سہولت بہم پہنچائی، اتنی تعداد میں مظلوم عورتوں کی مدد کرنے کے باوجود اس ادارے کی انتظامیہ کا دعویٰ ہے، کہ وہ درخواست دینے والی کل عورتوں کی 20 فیصد تعداد کو اپنے ادارے میں پناہ دے سکے ہیں، اور 80 فیصد کو انکار کی صورت میں جواب دیا ہے۔

امریکی عورتیں کسی بھی دوسرے یورپی ملک کی عورتوں کی طرح گھریلو سطح پر مار پیٹ اور گھر سے باہر تشدد بے عزتی اور زیادتی کا شکار ہوتی ہیں، 1978ء میں شائع ہونے والے ایک پولیس میگزین کے مطابق پولیس ریکارڈ میں آنے والے زخمیوں کی 40 فیصد تعداد گھریلو تنازعات کا نتیجہ تھی، اس طرح کل اموات کا 20 فیصد گھریلو لڑائی جھگڑے کا نتیجہ تھی، گھریلو جھگڑوں کی بہت سی وجوہات ہیں، جن میں مردوں کی غیر سماجی سرگرمیاں، عورتوں کی زیادہ سے زیادہ آزادی حاصل کرنے کی خواہش، بے روزگاری اور دوسری وجوہات شامل ہیں، "ٹائمز" نے اپنی تفصیلی رپورٹ میں کئی عورتوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی تفصیلات بھی شائع کی ہیں، جن میں کہا گیا ہے، کہ بعض شوہروں نے اپنی بیویوں پر اتنی کڑی پابندیاں عائد کر دی ہیں، کہ وہ اپنی مرضی سے بول بھی نہیں سکتی ہیں، چنانچہ وہ ہفتہ کے بعد تنہائی میں جی بھر کر رو لیتی ہیں، امریکہ میں بیویوں کے ساتھ ناروا سلوک کے مرتکب شوہروں کو سزا دینے کے لئے قوانین سخت کر دیئے گئے ہیں، اور عورتوں کی بہت سی تنظیمیں بھی میدانِ عمل میں آگئی ہیں، اسی طرح اگرچہ مظلوم عورتوں کو کچھ حوصلہ ملا ہے، لیکن جرائم کی رفتار میں زیادہ کمی واقع نہیں ہوئی مثال کے طور پر ڈلتھ میں گھریلو مار پیٹ کے جرم میں گرفتار ہونے والوں کی تعداد 82 فیصد ہے، اور ان سے 20 فیصد کو سزا سنائی گئی، پھر بھی عورتیں حکومت سے یہی مطالبہ کر رہی ہیں، کہ ان کے تحفظ کے لئے مزید اقدامات کئے جائیں، بیویوں کے ساتھ بدسلوکی اور گھریلو جھگڑوں کے براہ راست اثرات بچوں پر بھی پڑ رہے ہیں، چنانچہ "امریکن ومن ایسوسی ایشن" کی رپورٹ کے مطابق 1976ء میں ایسے چار لاکھ نو ہزار مقدمات کا اندراج کیا گیا ہے، جن کی بنیاد بچوں پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم پر تھی، 1981ء میں ایسے مقدمات کی تعداد بڑھ کر آٹھ لاکھ اکاون ہزار ہوگئی اس طرح گھریلو جھگڑے مار پٹائی اور قتل و غارت کے واقعات امریکی معاشرے کا ایک بدنما داغ بن کر رہ گئے ہیں۔ (76)

---

(76) منہاج حیثیت نسواں نمبر، حصہ اول، ص 235، 237۔

انگلستان کی حالت۔

جارج رائل اسکاٹ کی "تاریخ الفحشاء" A History of Prostitution نے انگلستان کی اخلاقی حالت کا نقشہ یوں کھینچا ہے :۔

"جن عورتوں کی بسر اوقات کا واحد ذریعہ یہی ہے، کہ اپنے جسم کو کرایہ پر چلا کر روزی کمائیں، ان کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد ان عورتوں کی بھی ہے، (اور وہ روز بروز زیادہ ہو رہی ہے) جو اپنی ضروریات زندگی حاصل کرنے کے لئے دوسرے ذرائع رکھتی ہیں، اور ضمنی طور پر اس کے ساتھ فاحشہ گری بھی کرتی ہیں، تاکہ آمدنی میں کچھ اور اضافہ ہو جائے"۔ (77)

ہر شخص جو دیکھنے والی آنکھیں رکھتا ہے، اس بات کو بآسانی دیکھ سکتا ہے، کہ وہ سینکڑوں ہزاروں لڑکیاں جو اس کے سامنے روزانہ گزرتی ہیں، عموماً اتنے قیمتی کپڑے پہنے ہوئے ہوتی ہیں، کہ ان کی جائز کمائی کسی طرح بھی ایسے لباسوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا آج بھی یہ کہنا اتنا ہی صحیح ہے، جتنا نصف صدی پہلے صحیح تھا، کہ مرد ہی ان کے لئے کپڑے خریدتے ہیں، فرق صرف یہ ہے، کہ پہلے جو مرد ان کے لئے کپڑے خریدتے تھے، وہ ان کے شوہر یا باپ بھائی ہوتے تھے، اور اب ان کے بجائے کچھ دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔ (78)

ان کو مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونے کا موقع ملتا ہے، اس چیز نے عورتوں اور مردوں کے اخلاقی معیار کو بہت گرا دیا ہے، مردانہ اقدامات کے مقابلہ میں عورتوں کی قوت مزاحمت کو بہت کم کر دیا ہے، اور دونوں صنفوں کے شہوانی تعلق کو تمام اخلاقی بندشوں سے آزاد کر کے رکھ دیا ہے، اب جوان لڑکیوں کے ذہن میں شادی اور باعصمت زندگی کا خیال آتا ہی نہیں۔ آزادانہ "خوش وقتی" جسے پہلے کبھی آوارہ قسم کے مرد ڈھونڈتے پھرتے تھے، آج ہر لڑکی اس کی جستجو کرتی پھرتی ہے۔ دوشیزگی اور بکارت کو ایک دقیانوسی چیز سمجھا جاتا ہے، اور دور جدید کی لڑکی اس کو ایک مصیبت خیال کرتی ہے، اس کے نزدیک زندگی کا لطف یہ ہے، کہ عہد شباب میں لذات نفس کا جام خوب جی بھر کے پیا جائے۔ اس چیز کی تلاش میں وہ رقص خانوں، ناشت کلبوں اور ہوٹلوں اور قہوہ خانوں کے چکر لگاتی ہے، اور اسی کی جستجو میں وہ بالکل اجنبی مردوں کے ساتھ موٹر کی سیر کے لئے بھی جانے پر آمادہ ہو جاتی ہے، دوسرے الفاظ میں وہ جان بوجھ کر خود اپنی خواہش سے اپنے آپ کو ایسے ماحول میں اور ایسے حالات میں پہنچا دیتی ہے، اور پہنچاتی رہتی ہے، جو صنفی جذبات کو مشتعل کرنے والے ہیں، اور پھر اس کے جو قدرتی نتائج ہیں، ان سے وہ گھبراتی نہیں ہے، بلکہ ان کا خیر مقدم کرتی ہے۔ (79)

---

(77) پیسروده، ص 114۔ (78) پیسروده، ص 115، 116۔

(79) پیسروده، ص 116، 117۔

روزنامہ دی لندن ٹائمز اپنے شمارے میں لکھتا ہے ، کہ سرکاری محکموں
میں اکثر عورتوں کو کام کے دوران جنسی طور سے (Sexual Harassment)
ہراساں کیا جاتا ہے ، یہ بات ان لینڈ ریونیو سٹاف فیڈریشن کی جانب سے کہی
گئی - ہراساں کرنے میں جنسی آوازیں کسنا ، دیگر ذرائع سے تنگ کرنا ، بھی رپورٹ
کے مطابق شامل ہیں ، یہ نتیجہ سینکڑوں خواتین کے سروے سے حاصل کیا گیا ہے ، جن
میں اکثریت سیکرٹریوں کی ہے ، مرسیسائڈ کے علاقے کے سرکاری دفتروں کا سروے کیا گیا ،
فیڈریشن کے اخبار میں جو رپورٹ چھپی ہے ، اس میں کہا گیا ہے ، کہ انہوں نے حقیقت
کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ دریافت کیا ہے - (80)

رپورٹ کے مطابق کچھ عورتیں اس جنسی تناؤ اور حرکتوں کو روز کا معمول سمجھ
کر برداشت کرتی ہیں ، اور گزارہ کرتی ہیں ، لیکن عورتوں کی بھاری اکثریت اس سے بہت
پریشان اور ناراض ہوتی ہے ، اور وہ کہتی ہیں ، کہ ہم ایسی بن جاتی ہیں ، جیسے ہم
نے کچھ دیکھا ہی نہیں یا خاموش رویہ اختیار کرکے اپنے کو بچانے کی کوشش کرتی ہیں -

اکثر واقعات منتظمین کے علم میں نہیں لائے جاتے ، کیونکہ یا تو افسر ہی نے حرکت
کی ہوتی ہے ، یا یہ خیال کیا جاتا ہے ، کہ تمام منتظمین مرد ہیں ، اور اگر رپورٹ کی بھی
گئی تو کوئی شنوائی نہ ہوگی ، چند عورتوں کو تو یہ بھی خوف ہوتا کہ کہیں الٹا ان ہی کی
مشکلات میں اضافہ نہ کر دیا جائے ، جن عورتوں کا سروے کیا گیا ، ان میں سے اکثر کی عمر
16 سے 35 سال تک تھی ، لیکن مسئلہ اس سے زیادہ وسیع ہے ، زیادہ عمر کی عورتوں
نے ہراساں کرنے کے مسئلہ کے حل کے طریقے نکال لیے ہیں ، لیکن ظاہر ہے ، کہ بڑی عمر کی
عورتوں کو بھی تنگ کیا جاتا ہے -

روزنامہ لندن ٹائمز لکھتا ہے ، کہ کام کے دوران جنسی طور سے ہراساں کرنے کی وجہ
سے خواتین جسمانی اور دماغی بیماریوں میں مبتلا ہو رہی ہیں ، ہراساں اس حد تک کیا
جاتا ہے ، کہ ان کی ترقی روک دی جاتی ہے ، بلکہ ان کو ملازمت بھی چھوڑنی پڑ
جاتی ہے ، ایک گائیڈ کے مطابق ہراساں کئے جانے کی وجہ سے عورتیں سر درد ، نفسیاتی
عارضوں ، ہاضمہ کی خرابیوں ، جی متلانے اور بیماریوں سے قدرتی بچاؤ کے کمزور ہونے کی
شکایات میں مبتلا ہو جاتی ہیں ، یہ گائیڈ بک یونینوں کو مجبور کرتی ہے ، کہ وہ اس مسئلہ
کو سنجیدگی سے لیں ، اور اس کے خلاف مہم چلائیں ، لیکن ٹریڈ یونینوں کے بعض لوگ کہتے
ہیں ، مسئلہ اتنا زیادہ پھیل چکا ہے ، اور عام ہو چکا ہے ، کہ ایسا کسی نے سوچا بھی نہ
تھا ، انفرادی واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے ، کہ صحافی خاتون شام کی شفٹ میں جانے
سے خوف زدہ تھی ، کیونکہ اسے لاکروں کے نزدیک روک لیا جاتا ، اور گھیر لیا جاتا تھا ،

---

(80) روزنامہ دی لندن ٹائمز ، 1983ء ، 27 - جون -

ایک نوجوان خاتون کو اپرینٹس کا کام اس وجہ سے چھوڑنا پڑا کہ اسے چھیڑا
جاتا اور اشارے کنایہ سے اس کے متعلق باتیں کی جاتیں ، مرد آپس میں جنسی
گفتگو کرتے دفتر میں کام کرنے والی خواتین سے ان کے افسر کہتے چھٹی کے بعد
ٹھہر جانا یا کہتے چھٹی ان کے ساتھ گزاریں . . . فحش تصویریں لڑکیوں کو دکھائی جاتیں
وغیرہ وغیرہ . . . . اکثر خواتین کو ایسی ملازمین نہ سمجھا جاتا جو کہ اپنی
روزی کمانے آتی ہیں ، بلکہ جنسی کشش کی چیزیں سمجھا جاتا ۔ (81)

---

(81) <u>London Times,</u> Tuesday August, 23, 1983, by Amanda Haigh.

Sexual harassment at work is causing women physical and mental illness, lost promotion, forcing them to leave their jobs, and even resulting in their dismissal, according to a TUC guide published today.

The guide, Sexual Harassment at Work, says that the stress caused by sexual harassment has been linked to depression and physical illness such as cystitis, headaches, digestive problems, nausea, general physical disability, and lack of resistance to infection.

It urges unions to take issue seriously and join in a campaign to combat it. Many trade unionists had not yet recognized sexual harassment as a serious problem and still regarded it as a "fuss about nothing", the guide says.

Mrs Anne Gibson, secretary of the TUC's women's advisory committee, which compiled the guide as a result of a TUC's women's conference mandate, said: " This problem is much more widespread than anybody had thought".

"Individual cases include a journalist who dreaded going in for the evening shift because of constant unwanted touching and being stopped and trapped in the locker area; young women who had to drop out of an apprentice scheme for electricians because of the constant touching, ribbing, innuendos, and sex talk among the men; and office workers whose bosses suggest they might like to stay behind after work or spend a weekend with them.".......... .... The guide adds: "Too often women workers are seen in terms of their family caring roles, or as sexually attractive objects, and not as workers attempting to earn their living.

(Sexual Harassment at Work)(Publications Dept. TUC, Great Russell Street, London WC1B 3LS; 15p).

المختصر ! اب تک حکومت کے سارے وسائل و ذرائع اپنا سارا زور اسقاط حمل ، طلاق اور آزادانہ عشق بازی کی تبلیغ و ترویج پر صرف کر رہے تھے ، اور اب اس سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ ان چیزوں کی مذمت کرنے پر زور صرف کرنے لگے ، والدین کے حقوق اور مرتبہ کو تسلیم کیا جانے لگا ۔ بچوں کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری پھر والدین پر ڈالی جانے لگی ، کثرت سے ایسا لٹریچر شائع کیا جانے لگا ، جس میں طلاق اور اسقاطِ حمل کی خطرناکیوں اور ان کے گھنونے پن کا اظہار ہوتا ، شفقتِ پدری محبتِ مادری کے گن گائے جانے لگے ، گھریلو زندگی کے محاسن ، اس کے فوائد اور اس کی برکتیں دلوں میں بٹھائی جانے لگیں ، حکومت کی طرف سے یہ احکام جاری کئے گئے ، کہ جگہ جگہ کانفرنسوں اور جلسوں کے ذریعہ سے گھر اور خاندان کی خوبیاں لوگوں کے ذہن نشین کی جائیں ، ابھی 14 ، 15 برس، پہلے جو اخبار نویس ، جو ادیب اور جو ترقی پسند مصنفین گھر اور خاندانی نظام کی برائیوں اور تباہ کاریوں پر سارا زور قلم صرف کر رہے تھے ، اب وہ اس سے زیادہ زور قوت کے ساتھ لوگوں کو یہ سمجھانے اور سکھانے لگے کہ گھر اور خاندان کے نظام کو مضبوط کرنا ، ابتدائی اشتراکی اخلاق ہے ۔ (82)

اس سلسلے میں مغربی تہذیب نے عورت کی معاشرتی حیثیت کی اصلاح کے لئے کچھ اقدامات کئے گئے ، جس کا ذکر پروین شوکت علی Human rights in Islam میں کرتی ہیں :-

> Article 68 lays an obligation on the Economic and and Social Council to make recommendations which would promote "respect for and observance of human rights and fundamental freedoms for all," and under Article 69 the Council has been authorized to set up the Commission for the Promotion of Human Rights', which is incidentally the only functional commission expressly mentioned in the charter. Article 6[illegible] also expects that the world body would seek periodic reports from its members to find out what steps are being taken to ensure rights of the people in the political, social and economic processes. In the constitution of the Trusteeship Council, there is also ample evidence that the framers of the Charter had deep concern for the rights of people who were still not

---

(82) پاکستانی عورت دوراہے پر ، ص 165 -

politically free. Article 73 of the Charter states that, "Members of the United Nations which have or assume responsibilities for the administration of the territories whose people have not yet attained a full measure of self-government recognise the principle that the interests of the inhabitants of these territories are paramount, and accept as a sacred trust the obligation to promote to the utmost, within the system of international peace and security established by the present charter the well-being of the inhabitants of these territories, and to this end(a) to ensure, with due respect for the culture of the people concerned, their political, economic, social and educational advancement, their just treatment, and their protection against abuses, (b) to develop self-government to take due account of the political aspirations of the people, and to assist them in the progressive development of their free political institutions." (83)

(83) Human Rights in Islam, P-36-37.

اشتراکی جمہوری معاشرہ اور عورت

اشتراکی معاشرہ بھی عورت کے حقوق کے بارے میں بہت بلند بانگ دعوے کرتا ہے ، لیکن اپنے معاشرے میں عورت کی حالت زار پر پردہ ڈالتے ہوئے یہ غلط پروپگنڈا کرتا ہے ، کہ اس نے عورت کو مرد کے برابر تمام حقوق دے دیے ہیں ، اور مساوات مرد و زن کے نظریے کو عملی طور پر ثابت کرکے دکھایا ہے ، حقیقت یہ ہے ، کہ آج بھی روسی عورت مظلوم ہے ، اور اس کی یہ مظلومیت اپنے اندر کئی پہلو رکھتی ہے ، مثلاً عورت پرکام کا دوہرا بوجھ ہے ، اسے گھر بھی سنبھالنا ہے ، اور دفتر یا کارخانے میں بھی سارا دن ملازمت کرنی پڑتی ہے ، اس کے علاوہ تنخواہوں کا فرق ، شاپنگ کے لئے سبی لمبی قطاروں میں کھڑے رہنا ، مناسب رشتے نہ ملنا ، اور اپنی رائے کے اظہار کی آزادی نہ ہونا ، سیاسی طور پر بھی عورت کو اعلی مناصب سے محروم رکھنا وغیرہ۔

اشتراکی فلسفہ کی رو سے انسانی زندگی میں جس چیز کو اصل اہمیت حاصل ہے ، وہ معیشت کا نظام ہے ، معاشی نظام ہی ہے ، جو ان کے نزدیک مذہب ، اخلاق ، قانون اور تہذیب و تمدن کو جنم دیتا ہے ، اشتراکی منشور میں یہ قرار دیا گیا کہ بورژوائی نظام خاندان بھی سرمایہ اور شخصی مفاد کی پیداوار ہے ، اس لئے اشتراکی نظام جس طرح سرمایہ کو ختم کر دے گا ، اسی طرح اس بورژوائی نظام خاندان کو بھی ختم کر دے گا ، خاندان دراصل اسی اقتصادی نظام کا نتیجہ ہے ، جو ملکیتِ ذاتی کے نظریہ پر قائم ہے ، اور جو ایک نسل کو دوسری نسل سے وراثت پانے کا حق دیتا ہے ، جس میں شوہر بیوی پر اس لئے تحکم جماتا ہے ، کہ وہ تنخواہ وصول کرکے لاتا ہے ، اینجلز نے اپنے اس نظریہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر حقِ وراثت اور ملکِ ذاتی کو اڑا دیا جائے اور عورت کو معاشی حیثیت سے مرد کے برابر کر دیا جائے تو پھر خاندانی نظام اور گھر کو قائم رکھنے کی کوئی اقتصادی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ، رہا بچوں کی پیدائش اور ان کی پرورش کا معاملہ تو اس کو اینجلز نے یوں حل کیا کہ عورت اور مرد کے ملاپ سے جو بچے پیدا ہوں ، ان کی پرورش اور تربیت کا انتظام ریاست کرے ، اپنی کتاب میں اینجلز نے عورت اور مرد کے درمیان تعلق کا واحد متحرک شہوت اور جنسی جذبات کو قرار دیتے ہوئے یہ فلسفہ ایجاد کیا کہ عورت اور مرد کے درمیان وہی تعلق جائز ہے ، جو شہوت اور جنسی جذبات پر مبنی ہو اور اسی وقت تک جائز ہے ، جب تک یہ جذبات اس تعلق کے مقتضی ہوں ، جب یہ جذبات سرد پڑجائیں یا ان پر کوئی دوسرا جذبہ غالب آجائے تو دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا چاہیے ۔ (84)

---

(84) امین احسن اصلاحی : اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام ، 1989ء ، لاہور ، رشید احمد چوہدری ، ص 206۔

اس نظریے پر معاشرے کی تشکیل کے مقصد کو پیش نظر رکھ کر اشتراکی روس کے قوانین ازدواج 1918ء اور 1927ء میں دو باتیں بالکل واضح طور پر طے کر دی گئیں -

ایک یہ کہ تمام بچے ریاست کی ملک ہوں گے -

دوسری یہ کہ مذہب کے تحت باندھے ہوئے تمام نکاح ناجائز قرار دیے جاتے ہیں ، ان کو ختم کرنے کے لئے ایک فریق کا دوسرے کو اپنے ارادہ سے محض ایک کارڈ کے ذریعہ سے اطلاع کر دینا کافی ہوگا -

خاندانی نظام اور گھر بنا کر رہنے کے خلاف جذبات کو یہاں تک مشتعل کیا گیا کہ اشتراکی پارٹی کی تیرھویں کانگریس نے گھر (family) کو سابق نظام سرمایہ داری کے متمسکوں کا مرکز اور اس کی کمینہ حرکات کی آخری کمین گاہ قرار دیا -

گھر کو تباہ کرنے کے لئے اشتراکی انقلاب کی ابتداء کے ساتھ ہی حسب ذیل طریقے اختیار کیے گئے :

1 - سترہ اور بتیس سال کے درمیان کی تمام عورتیں ریاست کی ملک قرار دے دی گئیں ، اور ان پر سے ان کے شوہروں کے حقوق ساقط کر دیئے گئے -

2 - بچوں میں یہ رجحانات پیدا کیے گئے کہ وہ اپنے والدین کے خلاف حکومت میں جاسوسی کریں -

3 - پہلے ہر مرد اور عورت پر یہ لازم کیا گیا کہ جو کام اس کو دیا جائے ، وہ بہرحال اس کو کرنا ہوگا ، پھر یہ کیا جانے لگا کہ شوہر کو اگر ایک شہر میں کام دیا جاتا تو بیوی کو کسی دوسرے شہر میں کام پر لگایا جاتا -

4 - اس صورت حال سے جب بعض شوہروں اور بیویوں کی مشکلات محسوس ہوئیں ، تو لیبر بورڈ نے ان مشکلات کا یہ حل نکالا کہ میاں اور بیوی دونوں کو یہ اختیار دے دیا کہ اپنی ایسی جگہ پر جس کو چاہیں میاں اور بیوی بنالیں ، اور ساتھ ہی جائز اور حرامی بچوں کو تمام حیثیتوں سے برابر کر دیا گیا -

5 - عورتوں کی "سہولت" کے لئے ملک میں جگہ جگہ سرکاری اہتمام میں حمل گرانے کے مرکز قائم کر دیے گئے ، تاکہ جو عورتیں اپنے جائز یا ناجائز حمل گرانے کی خواہش مند ہوں ، ان کو کوئی زحمت نہ پیش آئے -

ان باتوں سے جو نتیجہ نکلا وہ یہ ہے ، کہ چند ہی سالوں میں ملک کا یہ حال ہوگیا کہ لاوارث اور آوارہ بچے باؤلے کتوں کی طرح گلی کوچوں میں پھرنے اور چوری ، مارپیٹ اور قتل تک کی وارداتیں کرنے لگے - لینن کی بیوی کے اندازہ کے مطابق ایسے بچوں کی تعداد ستر لاکھ تک پہنچ گئی تھی ، بچوں کے جرائم کا مسئلہ اتنا اہم ہوگیا تھا ، کہ

7 - اپریل 1935ء کو مرکزی انتظامیہ کمیٹی اور سرکاری محکموں کےاعلیٰ افسروں کی کونسل نے متفقہ طور پہ قرار دیا کہ بارہ سال سے زائد عمر کے بچوں کو چوری ، یعنی بالغ آدمیوں کے برابر سزا دی جایا کرے -

1934ء کے اعداد و شمار کے لحاظ سے صرف ماسکو میں 57،000 ولادتوں کے مقابلہ میں 1،54،000 حمل گرائے گئے اور دیہات میں 2،42،979 ولادتوں کے مقابلہ میں 3،24،194 حمل گرائے گئے ۔گویا شہروں میں پیدا ہونے والے ہر چار بچوں میں سے تین کو رحم مادر ہی میں موت کےگھاٹ اتار دیا جاتا -

طلاقوں کی کثرت کا یہ حال ہوا کہ 1935ء کے پہلے پانچ مہینوں میں رجسٹری شدہ شادیوں کے مقابلے میں طلاقوں کی تعداد 38 فیصد زیادہ تھی ، یعنی جہاں ایک سو شادیاں ہوتیں ، وہاں 138 جوڑے منتشر ہو جاتے ، مئی 1935ء میں یہ تعداد 44،3 فی صد تک پہنچ گئی - (85)

مشہور عالم ہفتہ وار انگریزی رسالہ نیوزویک بابت 16 -اپریل ، 1984ء کے شمارہ میں ایک مضمون چھپا ہے - جس کا عنوان ہے :- (86)-

"سوویت روس کی عورتوں کی حالت زار" ہم ذیل میں اس کا مختصر ترجمہ پیش کر رہے ہیں :

"سوویت روس میں کہنے کو تو عورتوں اور مردوں کے حقوق برابر ہیں ، لیکن مردوں کے طرز عمل میں اس برابری کا کوئی احساس نہیں پایا جاتا۔ نہ ہی عورتوں میں کوئی خوشی

---

(85) اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام ، ص207 - 208 -

(86) انگریزی رسالہ "نیوزویک" 16 - اپریل ، 1984ء -

On the surface, at least, the Soviet Union could be seen as a feminist haven. The country's Constitution guarantees equal rights for men and women. Day care for children is widely available and free; so is abortion. Women outnumber men in colleges and technical schools, and 70 percent of all doctors in the country are females During the annual International Women's Day festivities in Moscow last month, Raisa Dementyeva, deputy chairman of the Moscow City Soviet, declared that Russian women are full and equal partners in the creative labor of our people. Cheer and responsible is their role today."

But equal rights and social services have done tittle to raise male consciousness in Russia. Nor have they assured Soviet women

نصیب ہوتی ہے، بلکہ الفاظ کے برعکس بڑے بڑے عہدے صرف مردوں کے لئے ہیں،
جبکہ زیادہ تر عورتوں کے لئے وہی پرانی قسم کی ملازمتیں ہیں، جیسے سکول میں
بطور استانیوں کے تعلیم دینا۔ عورتوں کی اکثریت کو اپنے خاوندوں سے بچوں کی پرورش
یا گھر کے کام کاج میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ طلاقوں کی بھرمار ہے، جس کی وجہ مردوں
میں شراب کے استعمال کی کثرت ہے۔ عورتوں کو خاوند ملنے میں بہت مشکلات پیش آتی
ہیں، اور کچھ عورتوں نے تو نا امید ہو کر بالکل کوشش ہی ترک کر دی ہے۔

روسی عورتوں کی سب سے بڑی مشکل دوہرا بوجھ ہے، ایک تو انہیں فل ٹائم پوری
ملازمت کرنی پڑتی ہے، دوسرے گھر کا سارا کام اور دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے، بہت سی
عورتوں کا دن صبح سویرے بس میں سوار ہو کر دفتر جانے سے شروع ہوتا ہے، پھر لنچ کے
وقت میں شاپنگ کے لئے لمبی لمبی قطاروں میں کھڑا ہونا پڑتا ہے، پھر رات کا کھانا پکانا
پڑتا ہے، بچوں کا کام ان کو سلانا اور پھر گھر کی صفائی سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

روسی مردوں کی شراب کی عادت گھر میں ناچاقی کی سب سے بڑی وجہ ہے، روس میں
50 فیصد شادیوں میں طلاق ہو جاتی ہے۔ ریسرچ سے پتہ چلا ہے، کہ آدھے گھروں
کی بربادی کی وجہ شراب نوشی ہے۔ ماسکو کی 24 سالہ خاتون نے کہا کہ شراب نوشی
سب سے بڑی مصیبت ہے، اس خاتون کا نام Lena ہے، وہ کہتی ہے، کہ میرا گھر ہے، میں
خود اپنی دیکھ بھال کر سکتی ہوں، تو میں کیوں ایسے مرد سے شادی کروں، جو شراب
پیتا ہو۔

روسی اخبار Sovetskaya Rossia نے حال ہی میں لکھا کہ روس میں ایک نئی تعلیم یافتہ

---

happy lives. To the contrary, certain powerful, prestigious jobs, especially in government, are still open only to men, while women are clustered in traditionally female occupations such as school teaching. Most wives get little help from their husbands in raising children and doing housework. Divorce is widespread, largely due to the high rate of alcoholism among Soviet men. Many women are finding it difficult to find suitable husbands, and out of frustration some are simply giving up the search entirely.

Long Lines: One of the biggest problems that Soviet Women face is the "double burden" of holding down a full-time job and carring for a household. For many, a typical day begins with an early-morning bus ride to the office, and includes standing in long lines at lunchtime for the daily shopping. After work, there is more queuing for shopping. Then dinner must be prepared, the children put to bed, the house cleaned............

باہمت ملازمت پیشہ خواتین کا طبقہ پیدا ہو رہا ہے ، ان کی عام شکایت یہ ہے ، کہ ان
کو برابر کے مرد نہیں ملتے ۔ اخبار نے ایک خاتون کا حوالہ دیا ہے ، جس کا نام Galya
گیلیا ہے ، یہ یونیورسٹی میں ادب پڑھاتی ہے ، اور اس کی تصنیفات بھی چھپ چکی ہیں ،
اس کا اپنا مکان اور کار ہے ، وہ کہتی ہے ، کہ ہر شخص مجھے کہتا ہے ، کہ میں کتنی خوش
قسمت ہوں ، اس کے بعد اس نے آہ بھر کر کہا کہ لیکن ایسی کوئی راہ نہیں ہے ، کہ میری
شادی ہو سکے ، میرے لئے کوئی نہیں ہے ۔

تعلیم یافتہ خواتین کو اپنے قابل خاوند نہیں ملتے ، دن بدن زیادہ سے زیادہ عورتیں
شادی سے نا امید ہوتی جا رہی ہیں ، لیکن انہوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ ماں ضرور بنیں گی ،
حال ہی میں مذکورہ بالا روسی اخبار کو ایک غیر شادی شدہ خاتون V.Terekhova
جو انجینئر ہیں ، یوکرین سے خط لکھا کہ وہ اور اس کے ساتھ ملازمت کرنے والی عورتیں شادی
کی عمر کی ہیں ، لیکن ان کو کوئی شہزادے یا نائٹ نہیں ملتے ، وہ لکھتی ہے ، کہ بہت
سی عورتیں جو اپنے کو مضبوط اور قابل محسوس کرتی ہیں ، یہ فیصلہ کر چکی ہیں ، کہ اگر ان
کی قسمت میں بیوی بننا نہیں ہے ، تو کم از کم وہ ماں تو بن سکتی ہیں ۔

Russian men's drinking habits are a prime source of domestic discord. The Russian urban divorce rate approaches 50 percent, and a recent article in the jornal Sociological Research concluded that drinking was the child cause of nearly half of these breakups. .... "Drunks are a major problem," says unmarried 24-year old Muscovite named Lena. "I have an apartment, I can look after myself. Why should I get married to some-one who will drink?"

Independent minded young women have become increasingly outspoken of late. The newspaper Sovetskaya Rossia recently heralded the advent of a new class of "educated, energetic, sociable and self-sufficient" career women. The common complaint of these women was that they could not find men they considered their equals. The newspaper extensively quoted a woman named Galya, a university language teacher and published author, who has her own car and apartment. "Everyone tells, me how lucky I am, " Galya sighed. "But there's no way I can get married. There isn't any one for me."

Shortage: Success may be the biggest problem facing women like Galya. About 60 percent of the college-trained professionals in the Soviet Union are females: one result is that educated women automatically confront a shortage

مغربی عورتوں کے برعکس روسی عورتیں اپنے حقوق اور بہتر زندگی کے لئے فیمینسٹ قسم کی کوئی تحریک بھی نہیں چلا سکتیں ، روس کی خواتین کی واحد جماعت سوویٹ ویمن کمیش ہے ، جو بیکار رسمی باتوں میں مشغول رہتی ہے ، اور مخالف ملکوں کے خلاف سیاسی پروپگنڈا کرتی رہتی ہے ، زبانی دعوں کے برخلاف روسی حکومت عورتوں کے حقوق کی علمبردار مرگز نہیں ہے - 1961ء سے لے کر اب تک ایک خاتون بھی روسی پولٹ بیورو کی ممبر نہیں بنی - پارٹی سیکرٹریوں یا نیشنل وزراء میں کوئی ایک بھی عورت نہیں ہے ، نئے سوویت لیڈر چرنینکو نے آٹھ ہزار الفاظ کی جو تقریر کی اس میں سرے سے عورتوں کے کسی مسئلہ کا ذکر ہی نہیں کیا ، پس بظاہر اثر ڈالنے والے اعداد و شمار کے باوجود آئندہ لمبے عرصے تک سوائے کاغذ کے روسی عورتوں کو برابری حاصل نہیں ہو سکتی -

---

when looking for husbands with similar intellectual abilities. Since the workplace kollekitiv is also a basic unit of Russian-social life, women's options for meeting men are further limited. And the generally Dingy and dirty Soviet bars and cafés provide little in the way of alternative meetings places.

An increasing number of women have abandoned hope of finding husbands- but they are determined not to forsake motherhood. In a recent letter to Sovetskaya Rossia, V.Terekhova, an unmarried factory engineer from the Ukraine, wrote that she and her female colleagues were " of marriageable age" but could find "no princes, no knights." "Many women,"she said," feeling themselves strong and capable,., are deciding to have a child without a husband. If they're not fated to be wives, at least they can be mothers.

Unlike their Western counterparts, Soviet women have no feminist groups that might help them agitate for better lives. The country's only women's organization is the Soviet Women's Committee, which busies itself with mostly meaningless rituals such as International Women's Day and aids the party propaganda appartus in condemning the deployment of U.S. missiles in Europe. And despite its declarations, the government is no champion for women to turn to. There has not been a woman in the Politburo since 1961. None of the party secretaries or national ministers are women. The new Soviet leader, Konstantin Chernenko, delivered an 8,000-word speech on the party's

روس میں طویل سفر کے بعد صحافیوں نے ایک کتاب لکھی ہے ، جس کا نام THE RUSSIAN ہے ، اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے ، کہ عام طور سے عورتوں کو کم درجہ کی نوکریاں دی جاتی ہیں ، اور سخت کام لیے جاتے ہیں ، دکھاوے کے لئے چند بڑی جگہیں بھی عورتوں کو دی جاتی ہیں ، لیکن ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے -

SMITH لکھتے ہیں :-

"روس میں ابھی تک عورتوں کی حیثیت دوسرے درجہ کی ہے ، اگر آبادی کے کسی بڑے حصے کا استحصال ہوا ہے ، تو وہ عورتوں کا ہوا ہے ، ابھی تک عورتیں کم تنخواہ پر کمر توڑ کام کرتی ہیں ، جوان کو ہاتھوں سے کرنا پڑتا ہے ، گندے اور محنت کے کام ان کے سپرد کئے جاتے ہیں -

یہ عورتیں دوہرا بوجھ اٹھاتی ہیں ، یعنی ملازمت کے دوران سخت دہرا کام کرتی ہیں ، پھر اس کے علاوہ گھریلو سب کام بھی کرتی ہیں ، جن کو لینن نے گھریلو غلامی کا نام دیا تھا ، ایک روسی عورت نے امریکن عورت کو کہا کہ میں چاہتی ہوں ، کہ میرے لڑکی نہ ہو ، بلکہ لڑکا پیدا ہو ، کیونکہ اس کی زندگی زیادہ آرام سے گذریگی -

ماسکو چھوڑنے سے پہلے مجھے ایک عورت نے روسی محاوروں کی کتاب دی جن سے روسی مردوں کی سوچ کا اندازہ ہو سکتا ہے ، محاورہ یہ تھا ، کہ بیوی حق نہیں ہے ، اگر اس کی تھوڑی سی پٹائی کر دو گے تو وہ ٹوٹ نہیں جائے گی ، دوسرا محاورہ یہ تھا ، کہ کتا عورت سے زیادہ عقلمند ہوتا ہے ، کیونکہ وہ اپنے مالک پر بھونکتا نہیں ہے ، ملازمت پیشہ عورتیں آج بھی خاوندوں کی شراب نوشی اور بیویوں پر تشدد کو معمول سمجھتی ہیں ، ایک مغربی سفارت خانے کے افسر کی بیوی نے مجھے بتایا کہ اس کی روسی نوکرانی نے اس سے اس کے خاوند کے متعلق سوال کیا ؟ جب اسے پتہ چلا کہ اس کا خاوند شراب کے نشہ میں اکثر اس کی پٹائی نہیں کرتا تو اس نے روسی فیصلہ سنا دیا کہ پھر تمہارا خاوند صحیح معنوں میں مرد ہی نہیں ہے -

مصنف کہتا ہے ، کہ روس میں ایک تعلیم یافتہ شادی شدہ جوان نے مجھے ایک لطیفہ سنایا جس سے روسی ذہن کا اندازہ ہو سکتا ہے ، ایک سائنس دان مختلف قومیتوں کے دو مردوں اور ایک عورت کو اکیلے جزیروں میں چھوڑ دیا ، کئی ماہ بعد جب سائنس دان اس جزیرہ میں گیا جہاں اس نے اسپینی لوگوں کو چھوڑا تھا ، تو دیکھا کہ عورت اکیلی موجود تھی ، اس نے پوچھا کہ دونوں مرد کہاں ہیں ، وہ بولی کہ دونوں نے میرے اوپر ڈوئل لڑی اور ایک دوسرے کو گولی مار کو ختم کو

---

ideological program last year without once mentioning women's issue. So despite some impressive statistics, that kind of attitude makes it doubtful that Soviet women will be equal to men on anything but paper for a long time.

JACOB YOUNG with ROBERT B. CULLEN in Moscow and
PETER McKILLOP in NEW YORK.
(NEWS WEEK/APRIL 16, 1984.)

دیا ، پھر وہ انگریزوں کے جزیرہ میں گیا ، وہاں تینوں دیر دور ویسے ہی موجود تھے ، جہاں وہ چھوڑ گیا تھا ، پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ تم نے ہمارا صحیح معنوں میں تعارف نہیں کرایا تھا ، پھر وہ فرانسیسیوں کے جزیرے میں گیا تو دیکھا کہ ایک مرد باغ میں پانی دے رہا ہے ، اس سے پوچھا کہ باقی کہاں ہیں ، اس نے جواب دیا کہ تین ماہ وہ لڑکی کا عاشق بنا رہا ، تین ماہ میں بنا رہا ، اب اس کی باری ہے ، اور وہ گھوم پھر رہے ہیں ، اور میں کام کر رہا ہوں ، پھر وہ روسیوں کے جزیرے میں گیا تو دیکھا دونوں مرد میز پر بیٹھے سوڈا پی رہے ہیں ، اور خشک بور کرنے والی تقریریں کہہ رہے ہیں ، سائنسدان نے پوچھا کہ عورت کہاں ہے ، تو ایک مرد بولا ، کون عوام ؟ وہ کھیت میں کام کر رہے ہیں ۔؟

روسی لوگ یہ سن کر بہت حیران ہوتے ہیں ، کہ امریکہ میں بہت سے ایسے خاندان ہیں ، جن کی پرورش صرف مردوں کی کمائی سے ہو سکتی ہے ، دراصل روس میں تنخواہیں اتنی کم ہیں ، کہ میاں بیوی دونوں کو کام کرنا پڑتا ہے ، ، ، انقلاب کے بعد عورتوں کا مرتبہ بڑھا دیا گیا ۔ لیکن اسکا مطلب محض یہ تھا ، کہ عورتیں بھی وہی بھاری کام کر سکتی ہیں ، جو مرد کرتے ہیں ، لیکن اکثر عورتیں چاہتی ہیں ، کہ وہ ملازمت نہ کریں ، بلکہ پردہ کریں ، بچوں کی پرورش کریں ۔۔۔۔۔۔

حقیقت یہ ہے ، کہ روس میں سب حکم مرد چلاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

روس کی پولٹ بیورو دراصل حکومت کرتی ہے ، اس کے 15 ممبر ہیں ، تمام اہم باتوں کے فیصلے یہی کونسل کرتی ہے ، لیکن اس کی ممبر کوئی ایک عورت بھی نہیں ہے ، مذید پارٹی سیکریٹریٹ جو روزمرہ کے کام چلاتی ہے ، جس میں نو نیشنل سیکرٹری ہوتے ہیں ، ان نو میں سے کوئی ایک عورت بھی نہیں ہے ، پارٹی کی جو سنٹرل کمیٹی ہے ، جس کے 241 ممبر ہوتے ہیں ، ان میں سے صرف آدھی درجن عورتیں ہیں ، اس کمیٹی میں عورتوں کا تناسب کانگرس میں تناسب سے بھی کم ہے ، اس معاملے میں امریکہ کی طرح سویٹ یونین بھی بعض دوسرے ممالک سے پیچھے ہے ، مثلاً بھارت ۔ اسرائیل ۔ لنکا اور انگلینڈ جہاں کی عورتیں بھی سربراہ ہیں ، یا رہ چکی ہیں ، سویٹ حکومت کی تقریباً 60 سالہ حکومت کے دوران صرف ایک عورت فرٹ سیوا پولٹ بیورو کی ممبر بنی جو کہ خروشیف کی منظور نظر تھی ، پھر اس کا درجہ گھٹا دیا گیا اور کیبنٹ کی ممبر بنا دی گئی ، جہاں وہ 1960ء سے 1974ء تک واحد عورت کے طور پر کام کرتی رہی ۔۔۔۔۔۔ عورتوں کے بین الاقوامی سال یعنی 1975ء میں جو سویٹ کمیشن بنایا گیا اس کی سربراہ کسی عورت کے بجائے ایک مرد کو بنایا گیا ۔

نتیجہ یہ ہے ، کہ حکومت اور تجارت تو مرد چلاتے ہیں ، اور کام عورتیں کرتی ہیں ، صنعت میں عورتوں کی تعداد پچاس فیصد ہے ، لیکن دس میں سے نو پلانٹ مینجر مرد ہیں ، سائنسی شعبوں میں بھی تقریباً آدھی عورتیں کام کرتی ہیں ، لیکن سینئر پروفیسر یا اکیڈیمی ممبر صرف دس

نیمہ عورتیں ہیں ۔ ۔ ۔ ، کمیش بازی میں کم تنخواہ غیر تربیت یافتہ ملازمتیں عورتیں کرتی ہیں ، جبکہ مرد مشینری وغیرہ پر کام کرتے ہیں ، اور زیادہ تنخواہ پاتے ہیں ۔

اگر عورتیں بہتر نوکریاں حاصل بھی کر لیتی ہیں ، تو وہ دوہرے معیار کی شکایت کرتی ہیں ۔ ایک خاتون جس کی عمر تیس، چالیس کے درمیان تھی ، اس نے ہمیں بتایا وہ جس محکمہ کام کرتی تھی ، وہاں دس آرکیٹیکٹ کام کرتے تھے ، لیکن اس محکمہ کا افسر مرد تھا ، جو محض درمیانہ درجہ کی قابلیت رکھتا تھا ، کچھ عورتیں بھی درمیانہ درجہ کی تھیں ، لیکن کئی عورتیں بہت ذہین اور قابل تھیں ، انصاف کی رو سے ان عورتوں میں سے کسی کو اس مقام کا افسر ہونا چاہیئے تھا ، اس افسر سے لوگ ناراض رہتے تھے ، کیونکہ وہ ذہین نہ تھا ۔ اور وہ اچھی آراء مسترد کر دیتا تھا ، اور کہتا کہ تم تو صرف عورتوں کا ایک حصہ ہو ، جس کے نظریات احمقانہ ہیں ، اس وجہ سے اس سے بحث کرنا ناممکن تھا ، اگر کوئی کہتا کہ ڈیزائن سے جنس کا کوئی تعلق نہیں ہے ، تو وہ کہتا کہ اس نے ڈرافٹ کو اعلی افسروں سے پاس کرانا ہے ، جو سب کے سب مرد ہیں ، اس دلیل سے وہ اصرار کرتا کہ ہم اس کام کو از سر نو کریں اور اس سے ہم کو بڑی کوفت ہوتی ۔

ایک عورت نے کہا جو ساری گفتگو سن رہی تھی ، کہ عورتیں اس کو پسند نہیں کرتیں لیکن ہمیں ان حالات کو قبول کرنا پڑتا ہے ، ہم اس کے خلاف کچھ کر بھی تو نہیں سکتیں ، مزید وہ کہنے لگی کہ ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے ، کہ مرد اپنی ملازمتوں کے کام کو زیادہ سنجیدہ طور پر کرتے ہیں ، کیونکہ عورتوں کی مانند ان کو بچوں اور گھر کے کام کاج کا فکر نہیں ہوتا اور نہ بچوں کی پیدائش کی وجہ سے ان کی نوکری میں کوئی وقفہ آتا ہے ، مردوں کو ہر حال میں اعلی قرار دیا جاتا ہے ۔ یہ خاتون اس پر بھی ناراض تھیں ، کہ پرائیویٹ زندگی میں بھی دوہرا معیار قائم رہتا ہے ، مرد تو دوسری عورتوں کے ساتھ فلرٹ کر سکتا ہے ، شراب پی سکتا ہے ، بلکہ اپنی نوکری کے معاملہ میں بھی بےپرواہی برت سکتا ہے ، لیکن مرد کو عام طور سے معاف کر دیا جاتا ہے ، لیکن عورت اگر یہی چیزیں کرلے تو اس پر تنقید شروع ہو جاتی ہے ، کہ وہ شادی یا کام کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہے ۔

مصنف لکھتے ہیں ، کہ ایک روسی سکول ٹیچر نے مجھ سے کڑوے لہجہ میں کہا کہ روس میں عورتیں کتوں کا کام کرتی ہیں ، وہ گندے اور تھوڑی تنخواہ والے کام جو امریکہ میں کالے حبشی وغیرہ سر انجام دیتے ہیں ، مغرب کے لوگ جب روس میں آتے ہیں ، تو عورتوں کو سڑکوں پر پتھر توڑتے دیکھتے ہیں ، اور پتھروں کو بیلچوں سے اٹھا اٹھا کر ٹرکوں میں ڈالتے دیکھتے (جبکہ مرد ٹرک ڈرائیور ان کو تکتا رہتا ہے) پھر عورتوں کو کدالیں استعمال کرتے سڑکیں صاف کرتے دیکھتے ہیں ، سردیوں میں سڑکوں پر عورتیں برف توڑتی ہیں ، سائبیریا کی ریل گاڑیوں میں کوئلہ بھی عورتیں لادتی ہیں ، (نوبل انعام یافتہ ناول نگار) نے جلا وطن ہونے سے پہلے ایک کھلے خط میں حکومت سے پوچھا تھا کہ کیا کوئی شخص شرم محسوس کئے بغیر اور ہمدردی محسوس کیے بغیر رہ سکتا ہے ، جب وہ دیکھتا ہے ، کہ ہماری عورتیں پتھروں سے بھری ہوئی

ساتھ گاڑیاں سڑک بنانے کیلئے کھینچ کر لے جارہی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ سوویت عورتیں محسوس کرتی ہیں ، کہ وہ دو جگہوں پر کڑی رکھی ہوئی ہیں ، اول ملازمت میں اور دوئم خاندان میں ، کیونکہ وہ بیک وقت دونوں جگہ کامیاب نہیں ہوسکتیں ، اس وجہ سے وہ بقول ایک روسی مصنف کے ہر وقت اسی طرح دوڑتی رہتی ہیں ، جیسے کہ جھینگر بند پنجرہ میں چاروں طرف بے تحاشہ بھاگتے رہتے ہیں ، مصنف لکھتے ہیں ، کہ ماسکو میں ایک دوست نے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ سرمایہ دارانہ معاشرہ میں عورت آزاد نہیں ہے ، کیونکہ اسے کام کرنے کے مواقع حاصل نہیں ہیں ، انہیں گھر میں رہنا پڑتا ہے ، بازار سے سودا لانا پڑتا ہے ، کھانا پکانا پڑتا ہے ، گھرداری اور بچوں کی پرورش کرنا پڑتی ہے ، لیکن سوشلسٹ نظام میں عورتیں آزاد ہیں ، کہ وہ سارا دن ملازمت کے دوران کام کریں ، پھر گھر جائیں ، بازار سے سودا لائیں ، کھانا پکائیں ، گھرداری کریں ، اور بچوں کی پرورش بھی کریں ، اولگا ایک خاتون ہے ، جو ایک سائنس ادارے میں فل ٹائم جاب کرتی ہے ، اس کے دو چھوٹے بچے ہیں ، دادی یا خاوند جو خود بھی ایک سائنس دان ہے ، ان سے اسے کوئی مدد نہیں ملتی ، وہ ہمیشہ لیٹ پہنچتی ہے ، وقت پر پہنچنے کے لئے بھاگتی رہتی ہے ، ہمیشہ تھکی رہتی ہے ، کنگھی کئے بغیر سوتی ہے ، کیونکہ اسے اپنے لئے کبھی کوئی فرصت نہیں ملتی اور اسے نوکری کے چھوٹ جانے کا خوف بھی لگا رہتا ہے ، وہ کہتی ہے ، کہ میری زندگی ہر دم فکر اور خوف کی زندگی ہے ۔ ۔ ۔ روس میں برتھ کنٹرول کا واحد طریقہ اسقاط حمل ہے ، جسے سٹالن نے خلاف قانون قرار دیا تھا ۔ لیکن 1955ء سے اسے قانونی طور سے جائز کر دیا گیا ہے ، تقریباً ہر سال 2 لاکھ اسقاط حمل کیے جاتے ہیں ۔ (87)

اس ضمن میں BARBARA SINCLAIR DECKARD اپنی کتاب THE WOMEN'S MOVEMENT میں عورتوں کے ساتھ جو زیادتیاں بالجبر کی جاتی ہیں ، اس کے نتائج کا ذکر یوں کرتی ہیں :-

Immediately after the Revolution, birth control information and devices were made free and available. In 1936, Stalin radically changed the policy, Birth control by contraception was still legal, but discouraged (especially by the very, very low production of contraceptives for at-least two decades). All abortions that were not medically necessary were banned. Under Stalin a doctor performing an abortion was imprisoned for 2 years, and the woman was subject to public censure for the first offense and find 300 rubles for a second offence.(88)

---

(87) منہاج ، حیثیت نسواں نمبر ، حصہ اول ، ص 223 ـ 231 ـ

(88) Barbara Sinclair Deckard: The Women's Movement, 1983, Harper & Row Publishers, New York, P-228.

سروے کے مطابق رپورٹ ملاحظہ فرمائیے :-

Most Women employed in Government Departments are likely to face sexual harassments at work, according to a report by the Inland Revenue Staff Federation.

The harassment includes sexual remarks, teasing to physical contact and "touching brushing and 'grabbing', the report says :-

The findings are the result of a survey of hundereds of women mostly secretaries in government offices in Merseysides.

The report, in the federations newspaper Assessment concludes. The survey team, were surprised by their findings and felt that they had only discovered the tip of the iceberg.

The report says: "Some women consider sexual tensions to be the norm and accept that they were to learn to cope with them.

But a substanial majority considered sexual advances at work offensive. None thought that women asked for it".

Most were embarrassed or angered by the experience and said that they protected them-selves by pretending not to notice or by adopting a "cool" manner.

Most incidents were not reported to the management either because a superior officer was the offender of because all the managements were male and it was felt the case would not be taken seriously. A few feared repercussions."

Most of those surveyed were aged 16 to 35 but the problem is wider, the report says. "Older women seemed to have worked out ways of dealing with harassment but the annoyance was still obvious.(89)

سوویٹ روس کے بارے میں Walter-C-Recless لکھتا ہے :-

"Although the Soviet Union Officially claims that crime and deliquecy are not problems in that country, reports indicate that crime and deliquecy are also increasing dramatically in the major

---

(89) Survey rejected: Lady Young (above) former Lord Privy Seal said in March that sexual harassement of women in Government offices had not reached the stage where official action was needed.

cities of the Soviet Union. (90)

جب سویت یونین نے مساوات مرد و زن کے نظریہ کے مطابق زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کو داخل کیا تو عورتیں بہت سے کاموں کے لئے اپنی فطری کمزوریوں کی وجہ سے نا موزوں ثابت ہوئیں ۔

Tatyana Mamonova اپنی کتاب Women and Russia میں ایک روسی عورت کی حالت کے بارے میں لکھتی ہے :-

It is becoming increasingly clear that the current equality means only giving women the right to perform heavy labor. In the past, heavy work was confined to the home, but in our day the woman, still not freed from the incredible burden of the family, strains herself even harder in the service of society. The situation described above is true not only in large cities but also in villages. On collective and state farms, women do the hardest and most exhausting work while the men are employed as administrators, agronomists, accountants, warehouse managers, or high-paid tractor and combine drivers. In other words, men do the work that is more interesting and more profitable, and does not damage their health.(91)

مساوات مرد و زن کا نعرہ دراصل عدم مساوات ہے ۔ اچھے اچھے عہدے مردوں کے لئے مخصوص ہیں ۔ مگر عورتیں ان سے محروم ہیں ، Tatyana Mamonova اپنی کتاب Women and Russia میں روسی عورتوں کے بارے میں تفصیل سے لکھتی ہیں :-

Despite this achievement, however, major problems remain. Women have achieved a level of economic independence, but they are still overconcentrated in low paying jobs. Within the professions, the higher paying, higher status jobs still go mostly to men. Barriers to career advancement inherent in women's double burden of work and family responsibilities have not been adequately addressed. For example, part-time or flextime work is not generally available, and newspaper articles discuss the difficulties for women in combining career and family. (92)

---

(90) Walter-C-Reckless: The Crime Problems, P-16.
(91) Tatyana Mamonova: Women and Russia, P-3.
(92) -Ibid- -Ibid- P-3.

سوویت عورتیں صنف نازک ہونے کے باوجود بھی ، مردوں کی نسبت کام زیادہ کرتی ہیں ، ملاحظہ فرمایئے :-

On the one hand they are called the "weak sex" and on the other they are given more responsibilities than men. Ideally, a woman is expected to have children, be an outstanding worker, take responsibility for the home, and despite everything, still be beautiful. The situation of women is even more difficult in the countryside. They work the fields by hand; everything is on their shoulders. We cannot call this anything but a mockery of women.(93)

Susan Jokes " Women in the World economy " میں روسی عورتوں کی تنخواہوں میں حق تلفی کے بارے میں لکھتے ہیں :-

Comparable data are not available for agriculture and services. Much of this difference in earnings is attributable to the unequal distribution of male and female workers in different types of jobs according to their wage level. The female distribution is weighted to ward the low-paid end of the Job-scale. (94).

یورپ امریکہ ، اور روس جیسے متمدن اور ترقی یافتہ ممالک کے لوگوں نے جب عورتوں کو گھر کی پابندیوں سے آزاد کر کے سیاست اور معیشت کی تمام سرگرمیوں میں مردوں کے برابر لا کھڑا کیا ، تو اس سے سنگین نتائج برآمد ہوئے - Tatyana Mamonova لکھتی ہے :-

I do not consider abortion bad--women must have the right to choose. The incidence of rape is increasing and women are often impregnated against their will.......” private law that forces women to bear the burden of shame for being raped. By these unwritten laws the woman herself is to blame for being beaten or raped or for having a husband who is a drunkard. ....For we think that the right to life belongs not only to the unborn but also to the woman who gives life..........Most importantly, we call for social conditions that would make violence against women unacceptable in society.(95)

---

(93) Women and Russia, P-xx (Introduction).
(94) Women in the World Economy, P-18.
(95) Women and Russia, P-xix-xx. (Introduction).

مرزا محمد حسین اپنی کتاب Islam and Socialism میں مغربی عورت کی حیثیت کے بارے میں کچھ یوں لکھتے ہیں :-

Equality in wordly possessions between wife and husband to soften the bread-winner's domination in domestic economy, is not so objectionable or so productive of moral chaos in society. But equality in sex is astounding and should not have formed part of the Bolshevik programme of social reconstruction. But the sponsors of it in an access of zeal wanted biological equality to come in the wake of economic equality. It 'came' but with disconcerting results. In the U.S.S.R. marriage is a happy-go-lucky licentious affair. The Registry Office is the most overworked department. There are mushrooms of marriages and as many divorces. In short, promiscuity has cheapened and vulgarised sex and has reduced it to an act no more elevating than "drinking out of a mud-puddle." In so far as the question of moral and material equality is concerned, Islam registers its superiority over the Marxian formula. It Concedes to the biological handicaps of women as against men and their consequent disabilities in certain walks of life. It recognises the rebelliousness of sex which calls for checks and balances and provides them to the extent compatible with wholesome social life. (96)

اشتراکی نظام میں عورتوں کے حقوق کے ضمن میں سویٹ یونین میں ایک Resolution پاس ہوا ، جو درج ذیل ہے ، ملاحظہ فرمائیں :-

The Soviet Constitution of 1936 incorporated this principle in Article 22, which is regarded in Russia as the noblest charter womenhood ever received. It reads, " Women in the U.S.S.R. are accorded equal rights with men in all fields of economic, State, cultural, social and political life,......The possibility of realising these

---

(96) <u>Islam and Socialism</u>, P-190-191.

rights of women is ensured by affording women equally with men, the right to work, payment for work, rest, social insurance and education, state protection in the interest of mother and child granting pregnancy-leave with pay, and provision of a wide net-work of maternity homes, nurseries and kindergartens."(97).

روس میں محنت کش عورتوں کا تناسب دوسرے ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے، ملاحظہ فرمایئے :-

The U.S.S.R. has the highest female labor force participation rate of any modern industrial society. The percentages of women in such professions as medicine, law, and engineering far exceed comparable Western rates. Similarly, the percentages of women engaged in agriculture, construction, and metal working remain high. (98).

محنت کش عورتوں کے حقوق بحال کرنے کے لئے مختلف تنظیمیں قائم کی گئیں، جس کا ذکر پروین شوکت علی، Human rights in Islam میں کرتی ہیں :-

During the period that the United Nations was busy with the long-drawn out debates and discussions about covenants, the specialized agencies produced a considerable body of treaty law in the form of conventions. They are, the Freedom of Association and Protection of the Right to Organize Convention 1948.........., the Convention on Stateless Persons 1954, the Suplementary Convention on the Abolition of Salvery 1956, the Convention on the Abolition of Forced Labor 1957, the Convention against Discrimination in Education 1960, and the International Convention on the Elimination of All Forms of Racial Discrimination. (99)

مندرجہ بالا تنظیموں کی کامیابی کے سلسلے میں سوویت یونین کی عورتوں نے اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے ووٹ کا حق مانگا، جو پہلے نہیں تھا، چنانچہ اس سلسلے میں Women of the World اپنی کتاب Urmila Phadnis Indira Malani

---

(97) <u>Islam and Socialism</u>, P-196.

(98) <u>Women and Russia</u> , P-3.

(99) <u>Human rights in Islam</u>, P-40.

میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں لکھتی ہیں :-

Soviet women are actively participating in the political life of the country. In the 1970 elections 31 percent of the member of the Supreme Soviet were women. The corresponding figure for the Republican Supreme Soviets (1963 elections) was 35.4 percent; Autonomous Republics 34.8 percent; city, village, area and regional Soviets 42.7 percent (1965 elections). In 1966 four women were elected to the Presidium of the Supreme Soviet of USSR and one of them, Yadgar Nasirddinova, was elected the Vice-President. Six women are heads of Autonomous Republics. Eight women are occupying the post of Vice-Premier in the Union Republics. There are 24 women ministers in the Union Republics. Yekaterina Furtseva successfully worked as the Union Minister for Cultural Affairs for a long period. (100).

Urmila Phadnis Indira Malani اس سلسلے میں مزید فرماتی ہیں :-

At present, women in the Soviet Union work in almost all professions. Whereas in Tsarist Russia 55 percent of working women were only maid-servants and farm labourers, at present 39 percent of them are scientists and schohars and 44 percent are workers. Today several professions in the USSR such as medicine and health, education and trade are monopolized by women. Women comprise 85 percent of the workers employed in health services; 72 percent of doctors; 71 percent of school teachers; 75 percent of trade workers and employees in cafes and restaurants; 78 percent in credit and state insurance agencies; and 61 percent in administrative organs. 651 out of every 1,000 working women have a higher or ten-year school education (men 654 per 1,000). The number of women specialists with higher education and special vocational training was 9.9 million in 1970. (101).

---

(100) Urmila Phadnis and Indira Malani: Women of the World, 1978, P- 178-179.

(101) -Ibid- -Ibid- P-178.

روسی عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں ان کے دانشوروں نے مندرجہ ذیل اصطلاحات جاری کیں :-

These difficulties may increase if policy-makers worried about the declining Russian birth rate implement measures designed to encourage new mothers to take longer paid leaves. Similarly, worry about women's reproductive role seems to be behind more stringent protective labor laws, approved in 1979, which expanded the list of occupations prohibited to women (among them work as carpenters, bus and truck drivers, and subway train engineers). Nevertheless, as the next article indicates, neither legislation nor custom bars women from much of the bak breaking, menial work of Soviet society.(102)

اہل روس کہتے تو ہیں ، کہ ہم نے مردوں اور عورتوں کو برابر کے حقوق دیے ہیں ، لیکن گھریلو ذمہ داریوں کے علاوہ سروسز میں مردوں کی نسبت عورتیں مشکل اور بھاری گندے کام کرتی ہیں ، پھر بھی انہیں معاوضہ مردوں کی نسبت کم ملتا ہے ۔ Tatyana Mamonova اپنی کتاب Women and Russia میں سویٹ عورتوں کی حیثیت کے بارے میں لکھتی ہیں :-

It is not difficult to write into the Constitution Articles 35 and 53 guaranteeing the equality of women; it is considerably more difficult to realize this in practice. It is a faulty concept of emancipation that gave our women the right to do hearvy dirty labor. In the Soviet Union, women do all the cleaning work; they work on construction and in building railroads; and they are trained for the unskilled jobs. In Leningrad, 90 percent of the janitors are women. Before the Revolution this physical labor was generally reserved for men. And when women look to their homes, they see the same pattern: the work required to maintain the home is the women's responsibility. Patriarchal traditions are still followed in the majority of Soviet families. Women wait on the men and children, even though as a rule they work full-time outside the home.

When considering the position of women in the Soviet Union, many Westerners point to the number of women doctors, perhaps unaware that

(102) Women and Russia, P-3.

doctors are paid very little. Let us consider, for instance, a typical polyclinic. Clinic physicians, as a rule, are women, and they may see as many as thirty patients a day, which eliminates any creative approach to their work and the individuality of their patients. After work they must stand in line to shop for their families, carry the groceries home, and then prepare dinner. The heads of these polyclinics, as a rule, are men; they earn a considerably higher salary, have a significantly smaller workload and, therefore, can devote more time to writing dissertations or other materials. Of-course, there are women who by a fantastic effort or a refusal to have families have made science their career. But these women are the exceptions, for it is not the state system that has made these achievements possible. (103) ....

Women have limited access to the technical fields; they are rarely accepted in schools of technology. In this area, the prevailing stereotype of women as people incapable of mastering mathematics and technology comes into play. It is as if administrators had never heard of the outstanding mathematician Sophia Kovalevskaya or the famous scientist Marie Curie, not to mention the thousands of other women who work effectively in technological fields. Officially the state expresses concern for women's health, and statistics designed to prove the many efforts of the state are staggering--but in real life, something quite different staggers you. You sense that the functions of a woman's body have been completely forgotten--functions without which the life of society would simply come to a halt. True equality consists of giving women the necessary knowledge and opportunity to meet the same standards applied to men, and of making allowances for biological differences between the sexes. Equality is not simply giving women the right to shovl manure. (104).

---

(103) Women and Russia, P-xviii. (Introduction).

(104) -Ibid- P-8.- 9

6 - غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں اور تین سے کم بچوں والے والدین پر ٹیکس عائد کر دیا گیا -

7 - بچوں کی پیدائش کی ترغیب دینے کے لئے عورت کو زچگی کے دنوں میں رعایتیں اور سہولتیں بہم پہنچانے کا اور بچوں کے لئے وظائف کا طریقہ جاری کیا گیا -

8 - جن بچوں کو پہلے والدین کے خلاف جاسوسی کرنے پر اکسایا جاتا تھا ، اب ان کو یہ تعلیم دی جانے لگی کہ بچوں کو اپنے ماں باپ سے محبت اور ان کی عزت کرنی چاہیے ، اگرچہ وہ پرانی وضع کے ہوں ، اور بچوں کی اشتراکی لیگ سے نفرت بھی کرتے ہوں -

9 - اسٹالن نے خود بچوں سے میل جول کا اظہار شروع کیا ، اور ان کے ساتھ تصویریں کھنچوائیں ، اس طرح سے بیس سال کے اندر اندر ہی گھر اور خاندان اور زن و شو کے تعلقات سے متعلق اشتراکیوں نے اپنے سارے فلسفہ کو لپیٹ کر رکھ دیا اور تجربہ نے ان پر واضح کر دیا کہ وہ بالکل غلط راہ پر چل پڑے تھے ، اب دو لڑکوں اور لڑکیوں کے سکولوں اور کالجوں کو بھی ایک دوسرے سے الگ کرنے اور مخلوط تعلیم کے طریقہ کو ختم کرنے پر بھی زور دے رہے ہیں ، ان کا تجربہ یہ ہے ، کہ ان مشترک اداروں کی وجہ سے عورتوں اور مردوں میں صرف ذہنی انارکی اور اخلاقی آوارگی ہی نہیں پیدا ہو رہی ہے ، بلکہ ملک کی اجتماعی اور فوجی قوت پر بھی اس کا بہت برا اثر پڑ رہا ہے - (106)

ان تمام اصلاحات کے باوجود بھی وہاں عورت سے بچے جنوانے کے لئے اس کو انعام اور تمغہ اور الاؤنس کا لالچ دینا پڑ رہا ہے ، جس طرح میدان جنگ میں غیر معمولی بہادری کا کوئی کارنامہ انجام دینے پر بہادر سپاہی کو تمغہ دیا جاتا ہے ، اسی طرح سوویٹ روس میں وہ عورت بڑی تیس مار خاں سمجھی جاتی ہے ، جو بچے جنتی ہے ، اور اس کارنامے پر اس کو تمغہ دیا جاتا ہے -

Barbara Sinclair Deckard اپنی کتاب The Women's Movement میں اس سلسلے میں بیان کرتی ہیں :-

To increase the population and provide more labor for industrial expansion, a policy of family subsidies was begun. Payment increased with the number of children. Women who had a great number of children were also given special awards. Women with five children

---

(106) اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام ، ص 210 - 212 -

received a Motherhood Medal, Second Class those with six children, the Motherhood Medal, First Class, those with seven children, the Order of Glory of Motherhood. The Presidium of the supreme soviet presented the women with ten children with a scroll and the title Mother Heroine. (107).

اسی طرح طلاق دینے کے سلسلے میں روسیوں نے جو اصول وضع کئے ، اس سے شرح طلاق میں نمایاں کمی واقع ہوئی ، اور حکومت نے بچوں اور عورتوں کیلئے جو حقوق محفوظ کئے ، جس سے لوگوں کو خوشحالی نصیب ہوئی ، اس کی وضاحت اس پیراگراف سے ملتی ہے :-

In 1955 and again in 1965, the divorce laws were much further liberalized. It still takes 3 months to get a divorce, but if there are fees and hearings to determine what should be done. The husband or the wife--whoever has a job and does not have the children--must pay child support, but no alimony. The number of divorces has risen sharply but is still far below the U.S. rate. Finally, a 1968 law given unmarried women the same state subsidies for children as it gives to married women, and equal rights to all state facilities.

In spite of all these ups and downs on family policy, the status of women has greatly improved since the oppression of tsarist Russia. The all-out drive for industrialization required the largest possible labour force, and women went to work in unprecedented numbers. They also flooded into the schools and colleges. In 1967, the number of employed women with higher education was 54 times as high as in 1928. Women have made up over 50 percent of the whole labour force ever since 1945. In fact, according to 1975 data, 64.3 percent of women between the ages of 15 and 70 are in the labour force; and 85.1 percent of women between the ages of 16 and 54 are in the labour force. (108).

(107) The Women's Movement, P-228.

(108) -Ibid- P-229.

Barbara Sinclair Deckard عورت کے حقوق کے تحفظات کے سلسلے میں مذید فرماتی ھیں :-

Women are well represented in the professions. About 40 percent of engineers, 74 percent of physicians, 36 percent of lawyers, and 40 percent of university professors are female.

Although women have made great strides, there are still some major problem areas. Equal pay for equal work is a firmly established principle; there are no mechanisms by which a man and a woman doing the same-job could be paid differently. In the blue-collar sector, however, there is very considerable segregation, with women more often found in the lower paying jobs. Furthermore, women's progress into better-paid positions has been very slow. In management and the professions, women are well represented, but the top jobs still go mostly to men. Thus, although women are three-fourths of all physicians--a profession that does not have the same prestige in the USSR as in the United States--they are only 53 percent of chief physicians. Seventy two percent of primary and secondary school teachers are women, but only 32 percent of school principles are. In the non-blue-collar area, however, women have made considerable gains. Women enterprise directors increased from 7 percent in 1939 to 19 percent in 1970; in middle management and above, women increased from 22 percent in 1939 to 44 percent in 1970. In industrial management, women account for 49 percent of the engineers including chief engineers, 53 percent of the chief and senior accountants, and 26 percent of the department heads and their deputies.

Women have made less progress in the political sphere. One third of the members of the Supreme Soviet are female, but this parliament has little power. Of the 319 voting members of the more powerful Central Committee of the Communist party, only 8 are women. (109).

---

(109) The Women's Movement, P-230-231.

سوویٹ یونین کے مشہور اخبار ازنیسٹیا (IZNESTIA) نے اپنی 14 جولائی 1935ء کی اشاعت میں اس بات پر زور دیا کہ :

" وقت آگیا ہے ، کہ ازدواجی زندگی میں خیانت کو قانونی جرم قرار دیا جائے ، اور لوگوں پر واضح کر دیا جائے کہ تعلقات زن و شو میں بے وفائی اشتراکی اخلاق کی رو سے سخت معیوب اور قابل مواخذہ ہے " ۔ جس کے نتیجے میں والدین کے حقوق اور مرتبہ کو تسلیم کیا جانے لگا ۔ بچوں کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری پھر والدین پر ڈالی جانے لگی ۔ کثرت سے ایسا لٹریچر شائع کیا جنے لگا ، جس میں طلاق اور اسقاطِ حمل کی خطرناکیوں اور ان کے گھناؤنے پن کا اظہار ہوتا ۔ شفقتِ پدری، محبتِ مادری کے گن گائے جانے لگے ۔ گھریلو زندگی کے محاسن اس کے فوائد اور اس کی برکتیں دلوں میں بٹھائی جانے لگیں ، حکومت کی طرف سے یہ احکام جاری کیے گئے کہ جگہ جگہ کانفرنسوں اور جلسوں کے ذریعہ سے گھر اور خاندان کی خوبیاں لوگوں کے ذہن نشین کی جائیں ۔ ابھی چودہ برس پہلے جو اخبار نویس ، جو ادیب ، جو ترقی پسند مصنفین گھر اور خاندانی نظام کی برائیوں اور تباہ کاریوں پر سارا زورِ قلم صرف کر رہے تھے ، اب وہ اس سے زیادہ زور و قوت کے ساتھ لوگوں کو یہ سمجھانے اور سکھانے لگے کہ گھر اور خاندان کے نظام کو مضبوط کرنا ابتدائی اشتراکی اخلاق ہے ۔

چین کے اشتراکی معاشرہ میں عورت کے حقوق ۔

شخصی آزادی اور چار دیواری کا احترام ۔

خواتین کو سیاسی ، معاشی ، ثقافتی ، سماجی اور خانگی زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے مساوی حقوق حاصل ہیں ۔

مردوں اور عورتوں کو باہمی رضامندی سے شادی کا حق ۔

ووٹ دینے اور انتخاب میں کھڑے ہونے کا حق ۔

تقریر ، مراسلت ، پریس ، اجتماع ، انجمن سازی ، جلوس نکالنے ، اور مظاہرہ کرنے کی آزادی ۔

مذہب پر یقین رکھنے کی آزادی اور مذہب پر یقین نہ رکھنے کی آزادی ۔

کوئی سرکاری اہلکار قانون شکنی یا فرائض سے غفلت کا مرتکب ہوا ہو تو اس کے خلاف ہر سطح کے ریاستی ادارے سے شکایت کا حق ۔

شہری حقوق میں دخل اندازی کے خلاف ہر سطح کے ریاستی ادارے سے اپیل کا حق ۔

کام اور آرام کا حق ۔

محنت کش افراد کے لئے بڑھاپے ، علالت یا معذوری کی صورت میں مساوی امداد حاصل کرنے کا حق ۔

تعلیم حاصل کرنے کا حق -

سائنسی تحقیق ، ادبی اور فنی تخلیق اور دیگر ثقافتی سرگرمیوں کی آزادی -

ریاست قانوناً شہریوں کے اس حق کا تحفظ کرتی ہے ، کہ وہ نجی املاک ورثے میں پا سکتے ہیں -

ریاست سمندر پار چینیوں اور ان کے عزیز و اقرباء کے جائز حق اور مفادات کا تحفظ کرتی ہے - (110)

چینی عورتیں بھی سوویت عورتوں کی طرح نہ صرف گھر بار چلاتی ہیں ، بلکہ وہ مختلف دفاتر ، فیکٹریوں میں بھی کام کرتی ہیں Barbara Sinclair Deckard The Women's Movement میں چینی عورتوں کے متعلق ایک امریکی خاتون کی ایک رپورٹ لکھتی ہیں ، ملاحظہ فرمائیں : -

In 1973 that 90 percent of all Chinese women now work outside the home. Their children, even very small ones, are cared for in nurseries, often right next door to the office or factory where the women work. Still, about 50 percent of children under 3 are cared for by grandparents. From 3 to 7, only 20 percent are cared for by grandparents; the rest are cared for by nurseries. (111)

PHYLLIS ANDORS لکھتی ہیں چینی عورتوں کو گھرداری کے علاوہ سروس کے دوران مردوں کے برابر تنخواہیں اور معاشرتی حقوق نہیں ملتے ملاحظہ فرمائیے : -

It was difficult to see how "equality" in the home could be reconciled with the policy that put only women there or in a "supporting" role while the main responsibility for production outside the home remained male. Even employing the majority of women as service personnel in the collective sector outside the home put women in an unequal position. Wages, fringe benefits, and social status in this sector were not comparable to that received in the state sector. Moreover, the policies of the post - Cultural Revolution period were that women should be recruited in all sectors of the economy, and indeed women workers had made substantial gains in other than service-oriented industries. (112)

---

(110) چھی ون : چین ، ایک طائرانہ جائزہ ، 1984ء ، چین ، عوامی جمہوریہ ، ص 57 - 58 -

(111) The Women's Movement, P-237.

(112) Phyllis Andors: The Unfinished Liberation of Chinese Women, 1949-1980, 1983, Indiana University Press, P-153.

چینی عورت بھی ایسے ہی مسائل سے دوچار ہے ، جس طرح سوویٹ عورت ہے ، وہ بھی تعلیمی میدان میں سیاست میں معاشی میدان میں روسی عورت کی طرح پریشان حال ہے ، ملاحظہ فرمائیے :-

On the other hand, real problems still exist. Women in China seem to have some of the same problems as Soviet women. They have made great strides in the economy, in education, and in politics--but they still constitute only a very small portion of those at the top of economic and political pyramids. They are equal in family rights before the law, but many, many marriages still follow the traditional path--with the male dominant and the woman doing all the household chores. In 1965, a Chinese woman complained that "Women work much more than me. We have two jobs; we work in the fields and in our homes." Thus women bear a double burden. Chinese women have come a remarkably long way, but they still have a long way to go.(113).

مزید ملاحظہ فرمایے :-

The problems that usually concern women comrades are the burdens of children and household chores. Should we blame them because of their burdens. When you blame them for having children and therefore, being cumbersome, you should listen to your conscience and ask yourselves whether you have helped them solve their problems.. ..We should understand that manning kindergartens and nurseries well and doing a good job in support work are by no means unrelated to production but are beneficial to promoting production. (114).

کہنے کو تو چینی عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق ملے ہیں ، لیکن عملاً تعلیمی میدان میں وہ مردوں سے بہت پیچھے ہیں Barbara Sinclair Deckard لکھتی ہیں :-

Since women as well as men worked outside the home, equality within the home was emphasized even more. In addition, women were

---

(113) The Women's Movement, P-237.

(114) The Unfinished Liberation of Chinese Women, P-153.

further encouraged to raise their consciousnesses, to get out of purely private life and into public life; and many did take on executive responsibilities. The percentage of women on the party's Central Committee rose from 4.5 percent in 1956 to 8 % in 1969, and the number of women in higher education also began to rise. In 1960, women accounted for 19 percent of the engineering students, 42 percent of the medical students, 28 percent of the agronomy students, and 24 percent of the education students. (115).

Phyllis Andors اپنی کتاب The "Unfinished Liberation of " CHINESE WOMEN " میں لکھتی ہیں ، کہ عورتیں کیونکہ اپنا زیادہ تر وقت فیکٹریوں ، کارخانوں ، ریستورانوں اور گھریلو کام میں صرف کرتی ہیں ، اسلئے ان کی صحت اس کام کے بوجھ کی وجہ خاص متاثر ہوتی ہے ، وہ لکھتی ہیں :-

> The women in Hongxunli Lane got together to support these women who went to work outside the home, by setting up a nursery, a kindergarten, a community restaurant, and tailoring services. These were staffed by women whose household burdens or health prevented them from becoming full-time "outside" workers. As these services expanded, more women went to work, until the Lane boasted 11,000 women workers. Hongxunli became a model for others to follow.......
> .....The skills most women possessed were related to their homemaking role, and these women were now mobilized to form small "street industries" centering on the production of daily consumer items. Housewives, working in small makeshift workshops, produced cloth, made cooking implements, or processed simple foodstuffs. They set up neighborhood "service centers" also. The movement grew rapidly in most major Chinese cities. (116)

چینی عورتیں مختلف Fields میں روسی عورتوں کی طرح انتہائی محنت کرتی ہیں ، لیکن پھر بھی ان کے ساتھ عدم مساوات کا سلوک کیا جاتا ہے ، اس سلسلے

---

(115) The Women's Movement, P-237.

(116) The Unfinished Liberation of Chinese Women, P-62-63.

میں ایک رپورٹ ملاحظہ فرمائیں :-

Women are important in making cloth, milling grain, and helping in the fields, in handicraft production, and in other vital productive activities. Once an economy passes beyond the stage of agricultural subsistence, many of these tasks are no longer performed within the family This has profound implications for the role of women, nor only economically but also in terms of social status. Where women formerly played important economic roles vital to the subsistence of the family and performed functions that gave them respected status within the community, the development of urban industry and the market economy brought significant changes for women. The inability of the rural sector to provide employment opportunities had the effect of increasingly constricting the scope of female productivity to predominantly those sexual-maternal roles of childbearing, childrearing, and homemaking, except where urban migration was possible. In the urban sector, however, women were absolutely central to early urban industrialization efforts in market economics. And yet this has not often been reflected in development theory. (117)

مزید ایک اور رپورٹ ملاحظہ فرمائیں :-

At the time the Lowell cotton mills were started (Massachusetts, 1830s), the caste of the factory girl was the lowest among the employments of women...... It was to overcome this prejudice that such high wages had been offered to women that they might be induced to become mill girls, in spite of the opprobrium that still clung to this degrading occupation. At first only a few came; others followed, and in a short time the prejudice against factory labor wore away, and the Lowell mills became filled with blooming and energetic New England Women."(118).

---

(117) The Unfinished Liberation of Chinese Women, P-2-3(Introduction).

(118) -Ibid- P-1-(Introduction).

چنانچہ روسی عورتوں کی طرح چینی عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں خواتین کی کل چینی فیڈریشن قائم کی گئی ، یہ تنظیم ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والی خواتین کو متحد کرنے کی کوشش کرتی ہے ، اور ملک بھر کی خواتین اور پارٹی کے درمیان ایک پل کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اپریل 1949ء میں یہ تنظیم جمہوری خواتین کی کل چین فیڈریشن کے نام سے قائم کی گئی تاہم ستمبر 1957ء میں اسے موجودہ نام دے دیا گیا ۔

ملک کی نصف آبادی پر مشتمل چینی خواتین ایک ایسی قوت ہیں ، جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ، چینی کمیونسٹ پارٹی نے خواتین کی آزادی کی تحریک کو ہمیشہ زبردست اہمیت دی ہے ، قومی اور مقامی سطحوں سے لے کر بنیادی سطحوں یعنی دیہی علاقوں میں پیداواری بریگیڈوں اور قصبوں اور شہروں میں محلوں تک خواتین کی تنظیمیں قائم ہیں ۔

1978ء میں خواتین کی چوتھی قومی کانگریس نے نئے تاریخی دور میں مختلف سطحوں پر خواتین کی تنظیموں کے لئے فرائض کا تعین کیا ۔

فرائض یہ ہیں : سیاسیات کے مطالعے ، حصول علم ، سائنس اور ٹیکنالوجی سیکھنے ، اور انتظامی مہارت حاصل کرنے کی کوششوں میں خواتین کی حمایت کرنا انکا حوصلہ بڑھانا ، انہیں منظم کرنا ، تاکہ وہ اپنا نظریاتی ، علمی اور فنی معیار بلند کر سکیں مردوں اور عورتوں کی برابری کے اصول اور مساوی کام کے لئے مساوی معاوضے کی پالیسی کی تشہیر اور اسکا نفاذ کرنا ، اور عورتوں اور بچوں کے حقوق و مفادات کا تحفظ کرنا ، عورتوں اور بچوں کی اجتماعی بہبود اور سماجی خدمت کو فروغ دینے کے سلسلے میں متعلقہ شعبوں سے تعاون کرنا ، اور ان کی صحت اور خاندانی منصوبہ بندی کے کام کو بہتر بنانا ۔ (119)

---

(119) چین ایک عام جائزہ ، ص 91 ۔ 92 ۔

سرمایہ دارانہ جمہوری معاشرہ ، اشتراکی معاشرہ اور اسلام کا تقابلی جائزہ

اسلام میں خاندان کا نظام عورت اور مرد کے اس مستقل اور پائیدار تعلق سے بنتا ہے ، جس کا نام نکاح ہے ۔ اسی تعلق کی بدولت افراد کی زندگی میں سکون استقلال اور ثبات پیدا ہوتا ہے ، یہی چیز ان کی انفرادیت کو اجتماعیت میں تبدیل کرتی ہے ، اسی نظام کے دائرے میں محبت اور امن اور ایثار کی وہ پاکیزہ فضا پیدا ہوتی ہے ۔ (120) جس میں ایک نسل اپنے بعد آنے والی نسل کو انسانی تمدن کی وسیع خدمات سنبھالنے کے لئے نہایت محبت/ایثار/ دلسوزی اور خیرخواہی کے ساتھ تیار کرتی ہے ، (121) ۔

اس کے برعکس سرمایہ دارانہ نظام نے عورت کو میدان عمل سے ہٹا کر معاشی اور سیاسی سرگرمیوں میں مصروف کر دیا ۔ ان کے دل و دماغ سے نکاح و سفاح کی تمیز نکل گئی ۔ یورپ کے مرد نے عورت کو جو آزادی دی وہ حقیقی آزادی نہ تھی ۔ اس آزادی و مساوات کا محض یہ مطلب تھا ، کہ مرد عورتوں سے ہر جگہ خدمت لیں ۔ مردوں اور عورتوں کی آزادانہ اختلاط نے عورتوں اور مردوں میں حسنِ نمائش ، عریانی اور فواحش کو غیر معمولی ترقی دی جس سے صنفی میلان ترقی کر رہا ہے ۔ شرم و حیاء غیرت و حمیت روز بروز مفقود ہوتا جا رہا ہے ۔

اشتراکی پارٹی کی تیرہویں کانگریس نے گھر (FAMILY) کو سابق نظام سرمایہ داری کے مشکدوں کا مرکز اور اس کی کہنہ حرکات کی آخری کمین گاہ قرار دیا ۔

گھر کو تباہ کرنے کے لئے سترہ اور بتیس سال کے درمیان کی تمام عورتیں ریاست کی ملک قرار دی گئیں ، اور ان پر سے ان کے شوہروں کے حقوق ساقط کر دیے گئے ۔ بچوں میں یہ رجحانات پیدا کیے گئے کہ وہ اپنے والدین کے خلاف حکومت میں جاسوسی کریں ۔ میاں بیوی دونوں کو یہ اختیار دے دیا کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر جس کو چاہیں ، میاں بیوی بنا لیں اور ساتھ ہی جائز اور حرام بچوں کو تمام حیثیتوں سے برابر کر دیا گیا ۔ (122) سوشلسٹ معاشرے نے عورت کو اس طرح عزت بخشی کہ اسے طلاق کی ضرورت سے آزاد کر دیا ۔ اور حرام اور حلالی بچوں کی تمیز ختم کرکے قانونی طور پر جائز مشترک بیویوں کا نظریہ پیش کیا ، چنانچہ ازدواجی قوانین کے لحاظ سے بھی جو کہ معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ اس لحاظ سے سوشلزم اور اسلام ایک دوسرے کی ضد ہیں ۔

یہ حقیقت اپنی جگہ پر مسلم ہے ، کہ تمام نظام اجتماعی و سیاسی کے اندر اصلی مرکزی نقطہ خاندان ہے ۔ پہلے خاندان وجود میں آتا ہے ، پھر خاندان کے مجموعہ سے معاشرہ

---

(120) پردہ ، ص 92 ۔ (121) اسلامی نظام زندگی اور اسکے بنیادی تصورات ، ص 443 ۔

(122) اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام ، ص 207 ۔ 208 ۔

بنتا ہے ، اگر خاندان کا شیرازہ منتشر ہو جائے تو پوری ریاست کا نظام درہم برہم ہو جائے گا ، خاندان کی اس اہمیت کی وجہ سے نظامِ اجتماعی و سیاسی کے اندر سب سے زیادہ فکر اس کے تحفظ کی جاتی ہے ۔ اس کے تحفظ ہی پورے نظام کے تحفظ کا انحصار ہے ، خاندان کی تشکیل میں مرد و عورت دونوں ہی حصہ لیتے ہیں ، عورت اگر نہ ہو تو مرد کی وابستگی آدھی بھی نہ رہے ، گھر کی معنوی اور روحانی صورت گری میں بھی جو حصہ عورت کا ہے ، وہ مرد کا نہیں ہے ۔ اس کے رحم کی طہارت سے خاندان میں نجابت و شرافت کا جوہر پیدا ہوتا ہے ، اگر عورت کو اس کی جگہ سے ہٹا کے کسی کارخانہ یا دفتر میں بھیج دیا جائے، تو خاندان کے اندر اس کے سبب سے جو جگہ خالی ہوگی ، اسے کو آپ کسی اور طرح سے نہیں پر کر سکتے ۔ (123)

اسلامی معاشرہ میں ۔

مگر اس کے برعکس اگر عورت کو اس کی جگہ سے ہٹا کے کسی کارخانہ یا دفتر میں بھیج دیں ، اور سرکاری پرورش گاہوں میں کرایہ کی نرسوں اور اناؤں کے ذریعہ سے بچوں کی پرورش کروائیں ۔ تو وہ بچے اپنے باپ کو بھی شناخت نہ کر سکیں گے ۔ ایسے بچے نجابت و شرافت کا جوہر کہاں سے لائیں گے ؟ جو ماں کی ممتا اور اس کی شفقت سے کبھی آشنا ہی نہ ہوئے ہوں ، ان کے اندر رحم و شفقت کے جذبات کس طرح نشو نما پائیں گے ۔ جو حقیقی بھائیوں اور بہنوں کی طرح ایک ماں باپ کی آغوش میں پالے ہی نہ گئے ہوں ، وہ وفاداری اور جانثاری سے کس طرح واقف ہونگے ۔ لہٰذا عورت کے اس مقام سے ہٹنے ہی ، سارے نظامِ اجتماعی و سیاسی کے انتشار کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے ۔ ایسے ہی یورپ، امریکہ اور روس، جیسے متمدن اور ترقی یافتہ ممالک نے عورت کو گھر کی پابندیوں سے آزاد کرکے سیاست و معیشت کی تمام سرگرمیوں میں مرد کے برابر لا کھڑا کیا ۔ جس کے نتیجے میں وہاں کے اہل نظر جو کچھ محسوس کر رہے ہیں ، اس کا سبب خاندانی انتشار ہے ۔ (124)

سرمایہ دارانہ معاشرہ میں ۔

اشتراکی فلسفہ کی رو سے انسانی زندگی میں جس چیز کو اصل اہمیت حاصل ہے ، وہ معیشت کا نظام ہے یہ معاشی نظام ہی ہے ، جو ان کے نزدیک مذہب، اخلاق، قانون اور تہذیب و تمدن کو جنم دیتا ہے ۔ ان کے نزدیک نظامِ خاندان ہی سرمایہ اور شخصی مفاد کی پیداوار ہیں ۔ اشتراکی نظام جس طرح سرمایہ کو ختم کر دے گا ۔ اسی طرح نظامِ خاندان کو بھی ختم کر دے گا ۔ جو ایک نسل کو دوسری نسل سے وراثت پانے کا حق دیتا ہے ۔ اینجلز نے حقِ وراثت اور ملکِ ذاتی کو اڑا کر عورت کو معاشی حیثیت سے مرد کے برابر کر دیا ہے ۔ جس سے خاندانی نظام اور گھر کو قائم رکھنے کی کوئی اقتصادی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ۔ بچوں کی پیدائش اور انکی پرورش کا معاملہ ریاست کے ذمہ ہے ۔ اس کا فلسفہ یہ ہے ،

اشتراکی معاشرہ میں ۔

---

(123) اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام ، ص 202 ۔ 203 ۔

(124) ایضاً ۔ ، ص 201 ۔ 205 ۔

که عورت اور مرد کے درمیان وہی تعلق جائز ہے ، جو شہوت اور جنسی جذبات پر مبنی ہو اور اسی وقت تک جائز ہے ، جب تک یہ جذبات اس تعلق کے مقتضی ہوں - جب یہ جذبات سرد پڑجائیں ، یا ان پر کوئی دوسرا جذبہ غالب آجائے ، تو دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجانا چاہیے -

اس سلسلے میں مرزا محمد حسین اپنی کتاب ISLAM AND SOCIALISM میں لکھتے ہیں :-

Prof. Cannan writes: "The inequality in the amounts of property which individuals have received by way of bequest and inheritance is by far the most potent cause of inequality in the actual distribution of property" and points out with Henderson that the evil is pregressive, since it causes "an initial inequality--to pertetuate itself throughout subsequent generations on a cumulative degree," and urges with Mr. Simon that "inheritance is responsible, not only for the most excessive, but the most unjust and indefensible inequalities." Dr. Irving Fisher has described the distribution of wealth as depending "on inheritance, constantly modified by thrift, ability, industry, luck and fraud."(125)

یورپ اس وقت مساوات مرد و زن کا بہت بڑا دعویدار ہے ، لیکن اس یورپ میں ایک صدی سے کچھ عرصہ پہلے عورت مرد کے ظلم و ستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی -

سرمایہ دارانہ معاشرہ میں -

آج بھی مغرب کی تمام ترقیوں کے باوجود شادی کے بعد عورت اپنے تمام حقوق ملکیت کھو بیٹھتی ہے - (126) اس کی جائیداد نکاح کے وقت خاوند کی جائیداد میں جذب ہوجاتی ہے - (127)

ڈاکٹر انور اقبال قریشی The Economic and Social System of Islam میں لکھتے ہیں :-

اسلامی معاشرہ میں -

Islam is the first religion in the world which has raised the social staus of women and bestowed upon her the right to own property.(128)

---

(125) Islam and Socialism, P-203.

(126) اسلام اور عورت ، ص 35 - (127) مقالات اقبال ، ص 321 -

(128) Economic and Social System of Islam, P-68.

مرزا محمد حسین ISLAM AND SOCIALISM میں مزید لکھتے ہیں : -

Islam neutralised the dangerous possibilities of the family by its human and humane laws of inheritance and succession and at the same time vouchsafed a balanced life to man and woman at home. Communism could contrive nothing better than the destruction of the family to thwart the growth of wealth in any particular social sector. It, thus, wrenched woman out of the natural orbit of home & flug her into the turmoil and tempest of pelitical life.(129)

یہ اپنا خاندانی نام تک باقی نہیں رکھ سکتی ، بلکہ شوہر کے نام پر پکاری جاتی ہے ۔ (130) مثلاً جب تک شادی نہیں ہوئی ، مس جان ہے ، جب شادی ہوگئی تو مسز جوزف ہوگئی ، یعنی خود اس کی شخصیت کوئی انفرادیت نہیں رکھتی ، یا باپ کے سایہ میں دکھائی دے گی یا شوہر ۔ لیکن مسلمانوں کی معاشرتی تہذیب میں کبھی ایسا غیر منصفانہ تخیل پیدا نہیں ہوا ، عورت لڑکی ہو یا بیوی وہ ہمیشہ مسلمہ اور صغیرہ ہی کی حیثیت سے نمایاں ہوگی ۔ (131)

انگلستان کے قانون کی رو سے یہ بات طے تھی ، کہ شادی کے بعد مرد کی طبیعت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی ، البتہ عورت کی شخصیت مرد کی شخصیت کا ایک جزو بن جاتی ہے ، چنانچہ اسی بنا پر یہ اصول تھا ، کہ شادی سے پہلے عورت کے ذمہ جو قرض ہوگا ، وہ مرد ادا کرے گا ۔ اور عورت کا جو مال و دولت یا جائداد ہوگی ، وہ مرد کی ہوگی ۔ نان و نفقہ کا بھی کوئی مناسب قانون نہیں تھا ۔ (132) مگر اسلام میں لڑکی کنواری ہو تو اس کے نان و نفقہ کا ذمہ دار باپ یا بھائی ہوتا ہے ، مگر شادی کے بعد اسکا شوہر اسکے نان و نفقہ کا ذمہ دار ہے ، ارشاد باری تعالیٰ ہے : الرجال قوامون علی النساء ۔ ۔ ۔ وبما انفقوا من اموالھم ، اسلام میں عورت اپنے مال کی خود محافظ ہے ، وہ خود خرید و فروخت کر سکتی ہے ، ہبہ کر سکتی ہے ، اور جو کچھ وہ جہیز میں لاتی ہے ، وہ اسکا ذاتی مال ہوتا ہے ، اس میں اس کے خاوند کو یا کسی اور رشتہ دار کو مداخلت کی اجازت نہیں ۔

جیسا کہ افضل الرحمن Role of Muslim Women in Society میں بیان کرتے ہیں : -

Woman is on a per with man in the enjoyment of legal rights. These

---

(129) Islam and Socialism, P-207.

(130) اسلام اور عورت ، ص 35 ۔ (131) ترجمان القرآن ، جلد دوئم ، ص 193 - 194 ۔

(132) عورت اسلامی معاشرہ میں ، ص 27 ۔

rights were guaranteed to her fourteen centuries ago, while women in the West could not own property of their own, nor contract with anyone on their own, nor dispose of property on their own, without their husband's consent until the nineteenth century. And even now, in spite of "WomenA" Lib.," and their participation in the economic, social and political fields, they don't enjoy many of the legal rights given to women by Islam.,,,,,,,,,,,,,,,,They are entitled to a marriage dowry which is exclusively their own property, so that even their husbands have no right to take it from them (2:229; 4:19-21; 25). However, they may give some of it as a gift to their husbands (2:229). (133)

جائیداد میں بیوہ عورت کے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں جناب ڈاکٹر حسشش آفتاب حسین Status of Women in Islam میں لکھتے ہیں :-

The widow's claim for dower is realisable from the husband's property as a debt and has priority over legacies and the rights of heirs. When she has obtained actual possession over his husband's property under her claim for dower she cannot be dispossessed from it unless the dower is paid to her or is paid up from the income of the property. (134).

ارشاد باری تعالی ہے :-

یوصیکم اللہ فی اولاد کم للذکر مثل حظ الانثیین ، فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک ، وان کانت واحدۃ فلھا النصف ، ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد ، فان لم یکن لہ ولد و ورثہ ابوہ فلامہ الثلث ، فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین ، اباؤکم و ابناؤکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعٌ ، ، ، ، ، ، ، علیماً حکیماً ۔ (135) ، ، ، للرجال نصیب مما ترک الوالدن والاقربون ، وللنساء نصیب مما ترک الوالدن والاقربون ، وللنساء نصیب مما ترک الوالدن والاقربون مما قل منہ اوکثر ، نصیباً مفروضاً ۔ (136) ، ، ، ، ، ، ، ، ،

---

(133) Role of Muslim Women in Society, P-134-135.

(134) Status of Women in Islam, P-466.

(135) القرآن الحکیم : سورۃ النساء ، 11 ۔ (136) القرآن الحکیم : سورۃ النساء ، 7 ۔

اگر والدین ، اولاد، رشتہ دار متوفیہ کے نہ ہوں ، تو اسکی جائیداد و مال اسلامی ریاست کے بیت المال میں جاتا ہے ، تاکہ مسلمان بھائیوں بہنوں کو فائدہ پہنچے ۔ جیسے کہ مندرجہ ذیل آیات کی تفسیر سے وضاحت ملتی ہے :-

ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد ، فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین ، ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین ، وان کان رجل یورث کللۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس ، فان کانوا اکثر من ذلک فھم شرکاء فی الثلث من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین ، غیر مضآر ، وصیۃ من اللہ ، واللہ علیم حلیم O ۔ (137)

کللہ کے بارے میں مندرجہ ذیل آیت سے بھی مزید وضاحت ملتی ہے :-

یستفتونک ، قل اللہ یفتیکم فی الکللۃ ، ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد و لہ اخت فلھا نصف ما ترک ، وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد ، فان کانتا اثنتین فلھما الثلثن مما ترک وان کانوا اخوۃ رجالاً و نساء فللذکر مثل حظ الانثیین ، یبین اللہ لکم ان تضلوا ، واللہ بکل شیء علیم O ۔ (138)

اسلامی ریاست میں ایسی تمام نجی املاک جو جائز ذرائع سے حاصل شدہ ہوں ، جن سے شریعت کے مقرر کردہ تمام حقوق و واجبات مثلاً زکوۃ و صدقات ماں باپ ، بیوی، بچوں ، بھائی، بہنوں ، اور دوسرے قریبی عزیزوں کی کفالت کے مصارف حقوقِ وراثت جو حکومت کی مداخلت سے قطعی محفوظ ہونگی ، ان سے متعلق مالکہ کو تصرف کا حق ، ملکیت و انتقال ملکیت کا حق ، مزید نفع کمانے کے لئے کاروبار میں لگانے کا حق ہے ۔

لیکن اشتراکی نظام میں عورتیں چونکہ ریاست کی ملک قرار دی جاتی ہیں ، اس لئے ان پر سے ان کے شوہروں کے حقوق ساقط کر دیے جاتے ہیں ، جس کی بنا پر اسکی جائداد بھی ریاست کی ملک قرار دی جاتی ہیں ۔ روس کے دستور میں شہریوں کے لئے جن بنیادی حقوق کا ذکر کیا گیا وہ یہ ہے ،

اشتراکی معاشرہ میں مرد و عورت کے حقوق ۔ اجتماعی ۔

(1) کام کا حق ۔ (2) آرام کا حق ۔ (3) بڑھاپے بیماری یا معذوری کی صورت میں مادی ضروریات کی فراہمی کا حق ۔ (4) تعلیم کا حق ۔ (5) عورت اور مرد کے درمیان مساوات کا حق ۔ (6) قوم اور نسل کے امتیازات سے قطع نظر روس کے تمام شہریوں کے درمیان مساوات کا حق ۔ (7) ضمیر کی آزادی ۔ (8) تقریر، پریس، اجتماع ، جلسوں اور مظاہروں کا حق ۔ (9) معاشرتی تنظیموں میں شمولیت کا حق ۔ (10) فرد اور خاندان اور خط و کتابت میں عدم مداخلت کا حق ۔ (11) پناہ حاصل کرنے کا حق ۔ (139)

---

(137) القرآن الحکیم : سورۃ النساء ، 12 ۔ (138) القرآن الحکیم : سورۃ النساء ، (177)
(139) محمد صلاح الدین : بنیادی حقوق ، 1978ء ، لاہور ، ادارہ ترجمان القرآن ، ص 59 ۔

اس ضمن میں Vyshinsky Andrie ، The Law of the Soviet State میں لکھتا ہے :-

"شہریوں کو آزادی عطا کرتے ہوئے سویٹ ریاست محنت کشوں کے مفادات کو سب سے پہلے سامنے رکھتی ہے ، اور یہ فطری بات ہے ، کہ ان آزادیوں میں وہ سیاسی جماعتوں کی آزادی کو شامل نہیں کر سکتی - روس کے موجودہ حالات میں جہاں محنت کشوں کو کمیونسٹ پارٹی پر مکمل اعتماد ہے ، یہ آزادی صرف فسطائیت کے ایجنٹوں اور بیروس کمانتوں ہی کو مطلوب ہو سکتی ہے ، جن کا واحد مقصد محنت کشوں کو ساری آزادیوں سے محروم کرنا اور ان کی گردنوں پر ایک بار پھر سرمایہ داری کا جوا رکھ دینا ہے " - (140)

اشتراکیت کا یہ تصور حقوق بھی دراصل فلسفہ اشتراکیت کے تصور انسان پر مبنی ہے ، اشتراکی مفکرین کا نظریہ حیات خالص مادہ پرستانہ ہے ، ان کے نزدیک اس کائنات کی دوسری مادی اشیاء کی طرح انسان بھی ایک مادی وجود ہے ، اور اس کی قدروقیمت اس کی پیداواری صلاحیت کے مطابق متعین ہوتی ہے ، جس طرح مشین کا ایک پرزہ اپنی کارکردگی اور پیداواری صلاحیت کے اظہار کے لئے بجلی ، پانی ، تیل ، مناسب دیکھ بھال اور دوسری ضروریات کا محتاج ہے ، اسی طرح انسان بھی اپنی پیداواری صلاحیت کی ترقی اور اسکے عملی اظہار کیلئے خوراک لباس تعلیم و تربیت رہائش اور علاج معالجہ کی ضروریات کی کفالت چاہتا ہے ، یہ کفالت صرف ایسے اجتماعی نظام میں میسر آسکتی ہے ، جہاں تمام افراد معاشرہ پیداواری عامل کی حیثیت سے اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہوں ، اور ایک مرکزی نظم ان سب کے لئے روٹی ، کپڑے ، مکان اور دوسری مادی ضروریات زندگی کی فراہمی کا کام سنبھالے ہوئے ہو - (141)

پیداواری عامل سے زیادہ ملکیں کی کوئی حیثیت نہیں - مذہب ، اخلاق ، روح ، ایمان ، آخرت اور اسی طرح کی دوسری تمام اصطلاحات عوام کے استحصال کے لئے سرمایہ داروں اور ان کے ایجنٹوں کی گھڑی ہوئی ہیں ، لینن کا قول ہے :-

"ہم ایسے اخلاق کے منکر ہیں ، جس کی بنیاد سرمایہ داروں نے خدائی احکام پر رکھی ہے ، ہم تمام ایسی اخلاقی اقدار کے منکر ہیں ، جن کی بنیاد انسانی اور طبقاتی نظریات سے بالاتر ہو - ہم کہتے ہیں ، کہ یہ ایک فریب ہے ، اور کسانوں اور مزدوروں کو زمینداروں اور سرمایہ داروں کے مفاد کی خاطر بیوقوف بنایا جاتا ہے ، ہم یہ اعلان کرتے ہیں ، کہ ہماری اخلاقی اقدار غریبوں کی طبقاتی جدوجہد کے تابع ہیں ، ہماری اخلاقی اقدار کا منبع غریبوں کی طبقاتی جدوجہد کا مفاد ہے ، اس لئے ہم کہتے ہیں ،

---

(140) The Law of the Soviet State, P-617.

(141) بنیادی حقوق ، ص 61 -

کہ کوئی ایسی اخلاقی اقدار موجود نہیں جو انسانی معاشرے سے باہر ہوں۔" (142)

اشتراکی تصور کے مطابق انسان بس معدے اور مادے کا مجموعہ ہے، اور معاشی جدوجہد اس کا واحد مقصد حیات ہے، جب معاشرے میں انسان کی یہ حیثیت متعین ہوگئی تو آپ غور فرمایئے، کہ روٹی کپڑے، مکان اور علاج کے سوا اس کے اور کون سے حقوق بنتے ہیں؟ اشتراکی ممالک اگر صرف انہیں مادی حقوق کی ضمانت دیتے ہیں، اور اخلاقی اقدار پر مبنی کسی دوسرے حق کو تسلیم نہیں کرتے تو یہ ان کے نظریہ حیات کا ایک منطقی نتیجہ ہے، وہ جب تک انسان کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر تبدیل نہ کرلیں، ان سے بنیادی حقوق کے دائرہ کو وسعت دینے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ (143) اشتراکی ممالک میں معاشی حقوق کے سوا کوئی حقوق نہیں۔ (143-ب)۔

اسلام میں عورت کے حقوق۔ اجتماعی۔

1۔ اسلامی ریاست ہر عورت کے جان و مال اور ناموس کی ذمہ دار ہوگی۔

2۔ عورت اپنی ملکِ ذاتی رکھ سکے گی اور ریاست اسکے اس حق کی محافظ ہوگی۔

3۔ شریعت نے عورت کو جو حقوق دے رکھے ہیں، ریاست امربات کی ذمہ دار ہوگی، کہ ان حقوق سے بہرہ مند ہونے کے لئے عورت کو پوری آزادی حاصل رہے، رسم و رواج وغیرہ کے قسم کی چیزیں اس کی آزادی اور اسکے حقوق پر اثر انداز نہ ہو سکیں۔

4۔ عورتوں کو تحریر و تقریر کی پوری آزادی حاصل ہوگی، وہ اپنی انجمنیں بنا سکیں گی، اپنے اخبار اور رسالے نکال سکیں گی۔ حکومت پر تنقید کر سکیں گی۔ اپنے اسلامی حقوق کا مطالبہ کر سکیں گی۔ ہر قسم کے عام ملکی مسائل پر آزادانہ اظہارِ رائے کر سکیں گی۔

5۔ عورت کی شخصی آزادی بالکل محفوظ ہوگی، شریعت کی مقررہ پابندیوں کے سوا اور کوئی پابندی اس پر عائد نہیں کی جائے گی۔

6۔ اسلام کے حدود کے اندر ملک و مذہب اور رائے و خیال کی جو آزادی مردوں کو حاصل ہوگی وہ عورتوں کو بھی حاصل ہوگی۔

7۔ عورت کو قانونی مساوات حاصل ہوگی، یعنی غربت و امارت اور شرافت و حقارت کی بنا پر قانون ایک عورت اور دوسری عورت میں کوئی فرق نہیں کرے گا۔

8۔ نسل و نسب غربت و امارت اور پیشہ وغیرہ کی بنا پر اسلامی ریاست میں کسی کو شریف اور کسی کو کمین نہیں قرار دیا جائے گا۔

9۔ اسلامی بیت المال میں جس طرح مردوں کے حقوق ہونگے، اس طرح عورتوں کے بھی حقوق ہونگے۔

10۔ ہر حاجت مند عورت کی جملہ ضروریات کی کفالت ریاست کے ذمہ ہوگی۔

11۔ جس طرح مردوں کی تعلیم کا بندوبست ریاست کرے گی، اسی طرح عورتوں کی تعلیم کے لئے بھی حقوق ہونگے۔

---

(142) Marx and Engels: Selected Correspondence, 1965, Moscow, Progressive Publishers, P-423.

(143) بنیادی حقوق، ص 62 - (ب) بنیادی حقوق، ص 83۔

12 - بے لاگ اور بے معاوضہ انصاف حاصل کرنے کا انتظام جس طرح مردوں کے لئے ہوگا ، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہوگا -

13 - اگر کوئی عورت قرض چھوڑ کر مرے گی ، اور کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑے گی ، جس سے قرض ادا کیا جا سکے - تو ریاست اسکے قرضے کی ادائیگی کی ذمہ دار ہوگی -

14 - کسی عورت کو اطاعتِ الہی کے خلاف کسی بات کا حکم نہیں دیا جائے گا -

15 - ہر عورت کو ریاست کے بڑے بڑے حاکم سے درخواست و فریاد کرنے اور اس پر اعتراض و نکتہ چینی کرنے کا پورا حق ہوگا - (144)

(متذکرہ مسلمان عورت کے حقوق کو میں تفصیلات کے ساتھ قرآن و سنت کے حوالوں سے اپنے مقالے میں رقم کر چکی ہوں) -

برطانیہ میں کوئی قانونی حقوق نہیں ہے (145) - انفرادی آزادی سے متعلق اصول کو پارلیمنٹ ایک معمولی قانون کے ذریعہ تبدیل کر سکتی ہے ، اور پارلیمنٹ ان حقوق کو جو بہت سے دساتیر میں بنیادی قرار دیئے گئے ہیں ، کہاں تک محدود یا منسوخ کر سکتی ہے ، اسکی کوئی قانونی حد نہیں - (146)

برطانیہ کے بعد اب امریکہ کے دستور کا جائزہ لیجئے ، یہ دستور اس لحاظ سے دنیا کا مثالی جمہوری دستور سمجھا جاتا ہے ، کہ اس میں عدلیہ کو بنیادی حقوق کا محافظ بنایا گیا ہے ، اور اسے مقننہ پر بالادستی حاصل ہے ، ، ، دستور کے آرٹیکل نمبر 1 ، سیکشن 9 اور دفعہ نمبر 2 کے تحت ملک میں مارشل لاء لگایا جا سکتا ہے ، بنیادی حقوق معطل کیے جا سکتے ہیں ، اور عدالتوں سے رٹ کی سماعت کا اختیار واپس لیا جا سکتا ہے - 1954ء میں آزادیِ اجتماع و تنظیم سازی کی آئینی ضمانتوں کے باوجود امریکہ میں کمیونسٹ پارٹی پر پابندی عائد کی گئی اور عدلیہ کی بالادستی انتظامیہ کے اس فیصلے کو غیر آئینی قرار دے کر پارٹی کو بحال کرانے میں کوئی مدد نہ دے سکی - (147)

---

(144) اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام ، ص 221 - 222 -

(145) Jennings, Sir, Ivor: Approach to Self Government, Oxford, London, P-20.

(146) Philips, O, Hood: Reform of the Constitution, London, 1970, P-120.
جج سرلیزلی اسکارمین لکھتے ہیں : " برطانوی قانون میں انسانی حقوق کا کوئی مکمل ضابطہ موجود ہوتا تو کیا آپ کے خیال میں شمالی آئرلینڈ میں تفتیش کے جو انتہائی اذیت ناک طریقے اختیار کیے گئے ہیں ، وہ ممکن تھے - ؟ " وہ قانون حقوق کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
" اگر انسانی حقوق کو ہماری بین الاقوامی ذمہ داریوں کے مطابق تحفظ فراہم کیا جاتا تو عام قانون سے ہٹ کر ہمیں نئے دوسرے ذرائع تلاش کرنے ہونگے " -
(Scarman, Sir, Leslie: English Law, The New Dimensions, Stevens & Sons, 1974, London, P-18.)

(147) بنیادی حقوق ، ص 81 -

اہلِ مغرب یوں تو پوری بنی نوع انسان کے لئے بنیادی حقوق کی علمبرداری کا دعوی کرتے ہیں ، لیکن ان کا طرز عمل اس کے برعکس ہے ، ان کا تصور حقوق ان کا نحریہ قومیت اور نسلی امتیاز پر مبنی ہے ، وہ اپنی قوم یا سفید فام نسل کے لئے جن بنیادی حقوق کی ضمانت چاہتے ہیں ، دوسری قوموں اور نسلوں کو ان کا مستحق نہیں سمجھتے ۔ فرانس کے منشور انسانی حقوق کو جب 1791ء کے آئین میں شامل کیا گیا ، تو ساتھ میں یہ صراحت بھی کر دی گئی :-

" اگرچہ کالونیاں اور ایشیا ، افریقہ اور امریکہ میں فرانسیسی مقبوضات سلطنت فرانس ہی کا ایک حصہ ہیں ، لیکن اس آئین کا اطلاق ان پر نہیں ہوگا "۔ (148)

قومی سطح پر بنیادی حقوق کے تحفظ میں دستور کی ناکامی کے بعد اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 10 ۔دسمبر 1948ء کو انسانی حقوق سے متعلق جس عالمی منشور کا اعلان کیا تھا ، وہ گویا اس ضمن میں انسانی کوششوں کی معراج ہے ۔ یہ منشور 30 دفعات پر مشتمل ہے ، جو حسب ذیل ہیں :-

1 ۔ تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں ، اور وقار و حقوق کے معاملہ میں مساوی الحیثیت ہیں ۔

2 ۔ ہر فرد، نسل ، رنگ ، جنس ، زبان ، مذہب ، سیاسی یا دوسرے نظریات ، قومی و سماجی حیثیت املاک ، پیدائش یا کسی اور حیثیت اور کسی بھی قسم کے امتیاز کے بغیر اس منشور میں صراحت کردہ تمام حقوق اور آزادیوں کا مستحق ہوگا ۔

3 ۔ ہر فرد کو زندہ رہنے ، آزاد رہنے اور اپنی جان کی حفاظت کرنے کا حق حاصل ہے ۔

4 ۔ کسی بھی شخص کو نہ غلام بنایا جائے گا اور نہ محکوم رکھا جائے گا ، غلامی اور غلاموں کی تجارت کی ہر شکل ممنوع ہوگی ۔

5 ۔ کسی بھی شخص کو تشدد ، ظلم و ستم ، غیر انسانی اور توہین آمیز سلوک یا سزا کا نشانہ نہیں بنایا جا سکے گا ۔

6 ۔ ہر فرد کو قانون کی نظر میں بحیثیتِ فرد ایک تسلیم شدہ حیثیت حاصل ہوگی ۔

7 ۔ قانون کی نگاہ میں سب کی حیثیت مساوی ہوگی ، اور انہیں کسی امتیاز کے بغیر یکساں قانونی تحفظ حاصل ہوگا ۔

8 ۔ ہر فرد کو آئین یا قانون کے ذریعہ ملنے والے بنیادی حقوق کے منافی قوانین کے خلاف با اختیار قومی ٹربیونل کے ذریعہ موثر چارہ جوئی کا حق حاصل ہوگا ۔

9 ۔ کسی شخص کو بلا جواز گرفتاری ، نظربندی یا جلاوطنی کی سزا نہیں دی جا سکے گی ۔

---

(148) Vyshinsky; Andrie,Y: The Law of the Soviet State, 1948, New York The Macmillan Co., P-555.

10 - ہر شخص کو اپنے بنیادی حقوق و فرائض کے تعین یا اپنے خلاف عائد کردہ الزامات سے برأت کے لئے آزاد و خود مختار اور غیر جانبدار ٹریبونل میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا یکساں حق حاصل ہوگا ۔

11 - الف - کسی تعزیری جرم کی صورت میں ہر فرد کو اس وقت تک بے قصور سمجھے جانے کا حق حاصل ہوگا ، جب تک ایسی کھلی عدالت میں اسے قانون کے مطابق جرم ثابت نہ کر دیا جائے ، جہاں اسے اپنی صفائی کی تمام ضمانتیں فراہم کی گئی ہوں ۔

ب - کسی فرد کو کسی ایسے ارادی یا غیر ارادی فعل کی بناء پر قابلِ تعزیر جرم کا مرتکب قرار نہیں دیا جا سکتا ، جو فی الواقع قومی یا بین الاقوامی قانون کے تحت قابلِ تعزیر ہو ۔

12 - کسی فرد کی خلوت ، گھریلو زندگی ، خاندانی امور اور خط و کتابت میں مداخلت نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی عزت و آبرو پر حملہ کیا جائے گا ۔

13 - الف - ہر فرد کو اپنی حدودِ ریاست میں نقل و حرکت اور رہائش کی مکمل آزادی حاصل ہوگی ۔

ب - ہر فرد کو بیرونِ ملک جانے اور اپنے ملک واپس آنے کا حق حاصل ہوگا ۔

14 - الف - ہر فرد کو ظلم و تشدد سے بچنے کے لئے دوسرے ممالک میں پناہ لینے کا حق حاصل ہوگا ۔

ب - غیر سیاسی جرائم یا اقوام متحدہ کے اصول و مقاصد کے منافی اعمال کے سلسلہ میں مقدمات سے بچنے کے لئے یہ حق قابلِ استعمال نہیں ہوگا ۔

15 - الف - ہر فرد کو شہریت حاصل کرنے کا حق ہوگا ۔

ب - کسی فرد کو بلا جواز اس کی شہریت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ شہریت کی تبدیلی کا حق سلب کیا جائے گا ۔

16 - الف - ہر بالغ مرد اور عورت کو بلا امتیاز نسل ، شہریت یا عقیدہ شادی کرنے اور گھر بسانے کا حق حاصل ہوگا ۔

ب - شادی زن و شوہر کی آزادانہ مرضی و منظوری سے ہوگی ۔

ج - خاندان ، معاشرہ کا بنیادی اور فطری یونٹ ہے ، جو ریاست اور معاشرہ کی طرف سے مکمل تحفظ کا مستحق ہے ۔

17 - الف - ہر فرد کو تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہوگا ۔

ب - کسی کو بلا جواز اس کی ملکیت سے محروم نہیں کیا جائے گا ۔

18 - ہر فرد کو فکر و خیال ، ضمیر اور عقیدے کی آزادی حاصل ہوگی ، اور اس حق میں تبدیلیِ عقیدہ ، اظہارِ عقیدہ ، تبلیغ عقیدہ اور عبادت کا حق بھی شامل ہے ۔

19 - ہر فرد کو آزادی اظہارِ خیال کا حق حاصل ہے ، اور اس میں کسی مداخلت کے بغیر کوئی بھی رائے رکھنے ، کسی بھی ذریعہ سے اور سرحدوں کا لحاظ کئے بغیر خیالات و معلومات حاصل کرنے اور پہنچانے کا حق بھی شامل ہے -

20 - الف - ہر فرد کو پر امن اجتماع و تنظیم کا حق حاصل ہے -

ب - کسی کو کسی خاص تنظیم سے وابستہ ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا -

21 - ہر فرد کو اپنے ملک کی حکومت میں براہِ راست یا منتخب نمائندوں کے ذریعہ شرکت کا حق ہے -

ب - ہر فرد کو اپنے ملک کی سرکاری ملازمت کے حصول کا مساوی حق حاصل ہے -

ج - حکومت کے اختیار کی اصل بنیاد عوام کی خواہش و مرضی ہوگی ، جس کا اظہار انتخابات کے ذریعہ آزادانہ رائے شماری اور خفیہ رائے دہی کی صورت میں ہوگا -

22 - ہر فرد کو اپنی باوقار زندگی اور تعمیرِ شخصیت کے لئے سماجی تحفظ کا حق ہوگا اور وہ قومی مساعی اور بین الاقوامی تعاون کے ذریعہ اور ہر ریاست کے وسائل کے مطابق معاشی ، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کا مستحق ہوگا -

23 - الف - ہر فرد کو کام کرنے ، اپنی پسند کا پیشہ منتخب کرنے ، بہتر اور منصفانہ شرائطِ کار حاصل کرنے اور بے روزگاری سے تحفظ پانے کا حق ہوگا -

ب - ہر فرد کو بلا امتیاز یکساں کام کی یکساں اجرت ملے گی -

ج - ہر فرد کو بہتر اور منصفانہ معاوضہ حاصل کرنے کا حق ہے ، جو اس کی ذات اور اس کے خاندان کے لئے باعزت زندگی بسر کرنے کی ضمانت فراہم کر سکے اور ضروری ہو تو اس کے سماجی تحفظ کے لئے کچھ دوسرے ذرائع بھی مہیا کیے جائیں -

د - ہر فرد کو اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ٹریڈ یونین بنانے اور ان میں شامل ہونے کا حق حاصل ہوگا -

24 - ہر فرد کو راحت و آرام ، تفریح ، اوقاتِ کار کے معقول تعین اور تنخواہ کے ساتھ چھٹیوں کا حق ہوگا -

25 - ہر فرد کو اپنی اور اپنے اہلِ خاندان کی صحت و خوشحالی کے لئے معقول معیارِ زندگی برقرار رکھنے کا حق حاصل ہے ، جس میں خوراک ، لباس ، رہائش ، طبی امداد ، ضروری سروس ، بیروزگاری ، بیماری ، معذوری ، بیوگی ، بڑھاپے اور اسی نوعیت کے دوسرے حالات میں تحفظ بھی شامل ہے -

ب - زچگی و شیر خوارگی کو خصوصی توجہ اور امداد کا مستحق سمجھا جائے گا ، اور تمام بچوں کو خواہ وہ جائز ہوں ، یا نا جائز یکساں سماجی تحفظ حاصل ہوگا -

26 - الف - ہر فرد کو حصول تعلیم کا حق حاصل ہے -

ب - تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی مکمل تعمیر اور انسانی حقوق و آزادیوں کے

کے احترام کو مستحکم بنانا ہوگا ۔

ج ۔ والدین کو اپنے بچوں کے لئے نوعیتِ تعلیم کے انتخاب کا حق حاصل ہوگا ۔

27 ۔الف ۔ ہر فرد کو معاشرہ کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے علوم و فنون سے لطف اندوز ہونے اور سائنسی ترقی کے ثمرات سے متمتع ہونے کا حق ہے ۔

ب ۔ ہر فرد کو اپنی سائنسی ، ادبی یا فنی تخلیقات کے اخلاقی و مادی ثمرات کے تحفظ کا حق حاصل ہے ۔

28 ۔ ہر فرد ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی ماحول میں زندگی بسر کرنے کا مستحق ہے ، جس میں منشور کے ان حقوق اور آزادیوں سے بہرہ ور ہونے کی ضمانت ہو ۔

29 ۔الف ۔ ہر فرد پر اس معاشرے کی طرف سے ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں ، جس میں رہ کر ہی اس کی شخصیت کی آزادانہ اور مکمل نشو نما ممکن ہے ۔

ب ۔ اپنے حقوق اور آزادیوں کے سلسلہ میں ہر شخص صرف قانون کی عائد کردہ ان پابندیوں کے دائرہ میں رہے گا ، جن کا مقصد دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کے احترام کو یقینی بنانا ہے ۔

ج ۔ ان حقوق اور آزادیوں کو اقوامِ متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے منافی استعمال نہیں کیا جا سکتا ۔

30 ۔ اس منشور کے کسی بھی حصے کی ایسی تعبیر نہیں کی جا سکے گی ، جس کا مقصد کسی بھی ریاست ، گروپ یا فرد کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے کا حق دلانا ہو ، جس کے ذریعہ وہ ان متعین حقوق اور آزادیوں ہی کا صفایا کر دے ۔ (149)

1952ء میں خواتین کے سیاسی حقوق کے لئے ، 1957ء میں شادی شدہ عورتوں کی قومیت کے تعین کے لئے مختلف عہد نامے اور قرار دادیں اقوام متحدہ میں منظور ہوئیں۔

اقوام متحدہ کے خصوصی اداروں مثلاً بین الاقوامی ادارہ محنت (آئی ۔ایل ۔او) یونیسکو بین الاقوامی ادارہ مہاجرین (آئی ۔آر ۔او) اور ہائی کمشنر برائے مہاجرین نے بھی اپنے اپنے دائرہ عمل میں انسانی حقوق کے تعین و تحفظ کے لئے قابلِ ذکر کام کیا ہے ۔ (150)

بنیادی حقوق کے محافظ کی حیثیت سے اس منشور کی قوت و اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے ، کہ بین الاقوامی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل (Amnesty International) کی شائع شدہ رپورٹ برائے سال 1975ء ، 1976ء کے مطابق اقوامِ متحدہ کے 142 رکن ممالک میں سے 113 ملکوں میں بنیادی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں کی گئیں ، اور طاقت کے بیجا استعمال ، بلا جواز گرفتاریوں ، سیاسی قید و بند ، جبرو تشدد اور سزائے موت کے

---

(149) بنیادی حقوق ، ص 87 تا 92 ۔

(150) بنیادی حقوق ، ص 92 ۔

واقعات اور پولیس پر پابندی عدلیہ کے اختیارات میں کمی ، آمرانہ قوانین کے نفاذ اور بنیادی حقوق منسوخ و معطل کیے جانے کے اقدامات میں عالمگیر سطح پر جو تشویش ناک اضافہ ہوا ہے ۔(151) جس کے نتائج مندرجہ ذیل ہیں : ۔

سرمایہ دارانہ معاشرہ اور اشتراکی معاشرہ میں خاندانی نظام کی بربادی ۔

سرمایہ دارانہ اور اشتراکیوں کا نعرہ مساوات مرد و زن نے چونکہ عورت کو خاندانی قوامیت سے بالکل آزاد قرار دیا ، اور اسکا کوئی ولی اور نگہبان نہ رہا ۔ مغرب نے عورت کو گھر سے اس لئے نکالا کہ وہ محنت و مزدوری کرکے کسب معاش کرے ، کیونکہ وہاں پر ہر مرد نے عورت کی کفالت اور پرورش سے انکار کر دیا تھا ، جس کی وجہ سے جو برائیاں پیدا ہوئیں ، ان میں سے ایک صنفی میلان کی تسکین ہے ، جس کے نتیجے میں فواحش کی کثرت' بے حیائی عریانی ، فواحش اور زنا بالجبر جیسی برائیوں نے جنم لیا ۔ جس سے نفس پرستی ، ازدواجی ذمہ داریوں سے نفرت ، خاندانی زندگی سے بیزاری اور ازدواجی تعلقات کی ناپائیداری نے عورت کو اس فطری جذبہ مادری کو قریب قریب فنا کر دیا ہے ، جس کے نتائج منعِ حمل ، اسقاطِ حمل اور قتلِ اطفال اس فطری جذبہ کی موت سے پیدا ہوئے ، چونکہ اشتراکی معاشرہ خاندان کو ختم کرتا ہے ، اولاد کی تربیت اور پرورش کا انتظام ریاست کے ذمے ہے ، اور جس طرح ملکی مفاد کے لئے والدین کی بچے جاسوسی کرتے ہیں ، یہ تمام چیزیں خاندانی نظام کو شکست و ریخت کرنے کا واحد ذریعہ ہیں ، گھر کا سکون بہم نہ پہنچنے کی وجہ سے افراد کی زندگیاں تلخ اور تلخ تر ہوتی جا رہی ہیں ، یہ دائمی اضطراب ان کو کسی کل چین نہیں لینے دیتا ، یہ دنیوی جہنم کا عذاب ہے ، جسے انسان اپنی احمقانہ لذت طلبی کے جنون میں خود مول لیتا ہے ۔

فرانس میں سالانہ سات آٹھ فی ہزار کا اوسط ان مردوں اور عورتوں کا ہے ، جو ازدواج کے رشتہ میں منسلک ہوتے ہیں ، یہ اوسط خود اتنا کم ہے ، کہ اسے دیکھ کر آسانی کے ساتھ اندازہ کیا جا سکتا ہے ، کہ آبادی کا کتنا کثیر حصہ غیر شادی شدہ ہے ، پھر اتنی قلیل تعداد جو نکاح کرتی ہے ، ان میں بھی بہت کم لوگ ایسے ہیں ، جو باعصمت رہنے اور پاک اخلاقی زندگی بسر کرنے کی نیت سے نکاح کرتے ہیں ۔ (152)

نیویارک کی شادی شدہ آبادی کا پورا ایک تہائی حصہ ایسا ہے ، جو اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے اپنی ازدواجی ذمہ داریوں میں وفادار نہیں ہے ، اور نیویارک کی حالت ملک کے دوسرے حصوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ۔ (153)

---

(151) بنیادی حقوق ، ص 96 ۔ (152) پردہ ، ص 93 ۔

To sum up, women had been disturbed in their proper development as children, and had grown up to find the checks still operative, in different ways. What a woman had to offer the world--children, their rearing to constructive citizenship, the management of a security enveloping home--was not highly esteemed by a world bemused in shallow new values of material, pseudo-well-being. What a woman had to offer out of the rich depths of her fundamental nature was considered a semi-disaster, both to the individual and society.(Modern Women the Lost Sex,P-).

(153) پردہ ، ص 108 ۔

اس اخلاقی زوال کی انتہا یہ ہے ، کہ فرانس کے بعض اضلاع میں اور
شہر کی گھنی آبادی رکھنے والے حصوں میں قریب ترین نسبی رشتہ داروں کے درمیان
حتی کہ باپ اور بیٹی بھائی اور بہن کے درمیان صنفی تعلقات کا پایا جانا بھی اب
کوئی شاذونادر واقع نہیں رہا ہے ۔ (154)

<u>اسلام میں نکاح کی اہمیت ۔</u>

خاندان کا نظام عورت اور مرد کے اس مستقل اور پائیدار تعلق سے بنتا ہے ، جس
کا نام نکاح ہے ، اسے سنت انبیاء قرار دیا گیا ، اسی تعلق کی بدولت افراد کی زندگی
میں سکون استقلال اور ثبات پیدا ہوتا ہے ، یہی چیز ان کی انفرادیت کو اجتماعیت میں
تبدیل کرتی ہے ، اسی نظام کے دائرے میں محبت ، امن اور ایثار کی وہ فضا پیدا ہوتی
ہے ، جس میں نئی نسلیں صحیح اخلاق صحیح تربیت اور صحیح قسم کی تعمیر سیرت کے
ساتھ پروان چڑھ سکتی ہیں ۔ (155) چنانچہ المختصر قرآن الکریم نے اس رشتہ کو
مودۃ و رحمۃ قرار دیا ، اور دوسری جگہ ھن لباس لکم وانتم لباس لھن استعاراً استعمال کیا ،
اور کہیں لتسکنوا الیھا قرار دیا ۔ اور محرمات کے وہ تمام رشتے (ماں بیٹی ، بہن) حرام
قرار دیے ، جیسے کہ سورہ النساء کی آیہ : 22 ۔ 23 میں اسکا ذکر ملتا ہے ، ارشاد ربانی
ہے ، ولا تنکحوا مانکح اباؤکم من النساء الا ماقد سلف ، انہ کان فاحشۃ ومقتاً ، وساء سبیلاً ٥
حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخوٰتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت و امھٰتکم التی
ارضعنکم واخوٰتکم من الرضاعۃ وامھٰت نسآئکم وربآئبکم التی فی حجورکم من نسآئکم التی دخلتم
بھن ، فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم وحلآئل ابنائکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا
بین الاختین الا ما قد سلف ، ان اللہ کان غفوراً رحیماً ٥ اس طرح سورہ النساء کی آیہ : 24
میں مزید ہدایت ملتی ہے ، ارشاد باری تعالی ہے : والمحصنٰت من النساء الا ماملکت ایمانکم (156)

لہذا اسلامی قانون ان تمام مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کے لئے حرام کرتا ہے ،
جو باہم مل کر رہنے یا نہایت قریبی تعلقات رکھنے پر مجبور ہیں ، چنانچہ ان تعلقات کی
حرمت قائم کرکے ان کو صنفی میلان سے اس قدر پاک کر دیا گیا ہے ، کہ ان رشتوں کے مرد اور
عورت یہ تصور بھی نہیں کر سکتے ، کہ وہ ایک دوسرے کی جانب کوئی صنفی کشش رکھتے ہیں ۔ (157)
اس اخلاقی اور قانونی اصلاح کا نتیجہ ہے ، کہ اسلامی سوسائٹی میں عورت کو وہ بلند حیثیت
حاصل ہے ، جس کی نظیر دنیا کی کسی سوسائٹی میں نہیں پائی جاتی ، مسلمان عورت دنیا
اور دین میں مادی ، عقلی اور روحانی حیثیات سے عزت اور ترقی کے ان بلند سے بلند مدارج

---

(154) <u>پردہ</u> ، ص 80 ۔ (155) <u>پردہ</u> ، ص 92 ۔
(156) القرآن الحکیم : سورہ النساء : 21 ، 22 ، 23 ۔
(157) <u>پردہ</u> ، ص 227 ۔ 228 ۔

تک پہنچ سکتی ہے۔ اس کا عورت ہونا کسی مرتبہ میں بھی اس کی راہ میں حائل نہیں ہے، آج اس بیسویں صدی میں بھی دنیا اسلام سے بہت پیچھے ہے، افکارِ انسانی کا ارتقاء اب بھی اس مقام تک نہیں پہنچا ہے، جس پر اسلام پہنچا ہے، مغرب نے عورت کو جو کچھ دیا ہے، عورت کی حیثیت سے نہیں دیا، بلکہ مرد بنا کر دیا ہے، عورت درحقیقت اب بھی اس کی نگاہ میں ویسی ہی ذلیل ہے، جیسی پرانی دورِ جاہلیت میں تھی، گھر کی مالکہ، شوہر کی بیوی، بچوں کی ماں ایک اصلی اور حقیقی عورت کے لئے اب بھی کوئی عزت نہیں ۔(158)

مغرب میں عورت کا استحصال

جہاں بد اخلاقی، نفس پرستی، لذاتِ جسمانی کی بندگی اس حد کو پہنچ چکی ہو، جہاں عورت، مرد، جوان، بوڑھے سب کے سب عیش کوشی میں اس قدر منہمک ہو گئے ہوں، یہ بالکل ایک طبعی امر ہے، جو کسی قوم کی ہلاکت کے موجب ہوتے ہیں، تحریکِ آزادیِ نسواں نے عورت اور مرد کی اخلاقی مساوات کا جو صور پھونکا تھا، اسکا یہ اثر ہوا، کہ لوگ عام طور پر عورت کی بدکاری کو بھی اسی طرح معیوب نہ سمجھنے لگے، جس طرح مرد کی بدکاری کو سمجھتے تھے، اور نکاح کے بغیر کسی مرد سے تعلق رکھنا عورت کے لئے بھی کوئی ایسا فعل نہ رہا، جس سے اس کی شرافت و عزت پر بٹہ لگتا ہو۔(159)

فواحش کی یہ کثرت اور مقبولیت شہوانی جذبات کے جس اشتعال کا نتیجہ ہے، وہ لٹریچر، تصاویر، سینما، تھیٹر، رقص اور موسیقی و بے حیائی کے عام مظاہروں سے رونما ہوتا ہے۔

امیل پورکسی (Emile Pourcisy.) نے جمعیتِ انسدادِ فواحش کے دوسرے اجلاسِ عام میں جو رپورٹ پیش کی تھی، اس میں وہ لکھتا ہے:-

"یہ گندے فوٹوگراف لوگوں کے حواس میں شدید ہیجان و اختلال برپا کرتے ہیں، اور اپنے بدقسمت خریداروں کو ایسے ایسے جرائم پر اکساتے ہیں، جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، لڑکوں اور لڑکیوں پر ان کا تباہ کن اثر حد بیان سے زیادہ ہے، بہت سے مدرسے اور کالج انہی کی بدولت اخلاقی اور جسمانی حیثیت سے برباد ہو چکے ہیں، خصوصاً لڑکیوں کے لئے تو کوئی چیز اس سے زیادہ غارت گر نہیں ہو سکتی"۔ (160)

پولیس کے بیان کے مطابق 440 روزانہ واقعات کے مقابلہ میں اصل جرائم اس سے کم از کم دوگنے ہوتے ہیں، یعنی ہزار عورتوں کے ساتھ امریکہ میں روزانہ بالجبر زیادتی

---

(158) پردہ، ص 256۔

Muslim women are fully congnizant of the need to attain maitel position and motherhood for commanding respect and status in their own kin group and community. They are not about to de-emphasize willingly the only role that now gives them a bargaining position in the social structure. (Women in Russia, P-11).

(159) پردہ، ص 76۔ (160) پردہ، ص 85۔

کی جاتی ہے ۔ اس جرم میں امریکہ میں 1970ء سے 1975ء تک 48 فی صد اضافہ ہوا ، دو ماہ سے لیکر 85 سال کی عورت اس ظلم کا شکار بنتی ہے ، پھر قحبہ گری زہریقین کی مرض سے مغربی ممالک میں کثرت سے ہوتی ہے ، یہ دونوں چیزیں یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں ، کہ وہاں عورتوں کا استحصال اس کثرت سے ہوتا ہے ، کہ مشرق میں اسکا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا ۔

مذکورہ بالا بیان اس بات کا ثبوت ہے ، کہ مغرب میں مساوات مرد و زن تو دور کی بات ہے ، وہاں عورتوں کا استحصال بہت بڑے پیمانے پر جاری ہے ، انگلینڈ اور امریکہ میں اس جرم کے مجرموں کو شاذونادر ہی سزا ملتی ہے ، محرمات سے زیادتی کو مذاق سے ٹالا جاتا ہے ، سٹی اور پرانی نسل یعنی باپ اور دادا کے بیٹی اور پوتی وغیرہ سے تعلقات میں صرف لڑکیاں ہی شکار بنتی ہیں ۔

امریکہ کی ایک عدالت نے ایک فیصلہ سنایا کہ اگر بیوی کو خاوند مار پیٹ میں زخمی کر دے تو وہ علاج کے ذریعے عدالت سے خرچہ طلب نہیں کر سکتی ، نیویارک میں اگر کسی خاوند پر خاندانی جرم کی بنا پر مقدمہ قائم ہو تو اسکو یہ حق ہے ، کہ وہ عدالت سے اپنے دفاع کے لئے سرکاری خرچ پر وکیل کرے ، بیوی کو کوئی ایسا حق حاصل نہیں اور بیوی کو خود اپنے طور پر وکیل کا بندوبست کرنا ہوگا ۔ (161)

ایف ۔ بی ۔ آئی کے مطابق امریکہ میں 25 فیصد قتل خاندان کے اندر ہوتے ہیں ، اور ان میں سے آدھے قتل کے واقعات میں خاوند بیوی کو قتل کرتا ہے ، یا بیوی خاوند کو ۔ بیویاں عموماً اپنے بچاؤ کی خاطر ہی خاوند کو قتل کرتی ہیں ، امریکہ کی 23 ریاستوں میں زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے پر مقدمہ نہیں کر سکتا ، اس وجہ سے کوئی خاوند بیوی کو زخمی کر دے تو وہ مقدمہ نہیں کر سکتی ۔ (162)

اسلام نے حدود و قیود لگا کر جنسی انتشار کے تمام راستے بند کر دیے ، اس حد بندی کے بعد ہر قسم کے بے محابا جنسی تعلق کو حرام قرار دیا گیا ۔ ارشاد ربانی ہے :-

ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة وساء سبیلاً ۔ (163)

زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو کیونکہ وہ بے حیائی ہے ، اور برا راستہ ہے ۔

شریعت کا یہ منشا ہے ، کہ جنسی انتشار کے تمام راستے مسدود کیے جائیں ، زوجی تعلقات کو دائرہ ازدواج کے اندر محدود کیا جائے ، اور وہ جنسی محبت اور کشش کا مادہ جو اللہ تعالی نے اس کارخانہ کو چلانے کے لئے ہر مرد و عورت میں پیدا کیا ہے ، تمام تر ایک خاندان کی تخلیق اور اس کے استحکام میں صرف ہو ۔ جنسی میلان کو خاندان کی تخلیق اور اس کے استحکام کا ذریعہ

---

(161) منہاج حیثیت نسواں نمبر ، حصہ سوئم ، ص 83 ، 85 ۔
(162) ایضاً ۔ ایضاً ۔ ص 85 ۔
(163) القرآن الحکیم ، سورہ بنی اسرائیل : 32 ۔

بنانے کے بعد اسلام خاندان کی تنظیم کرتا ہے ، عورت اور مرد کے حقوق متعین کرنے میں
جس درجہ عدل و انصاف کو اس نے ملحوظ رکھا ہے ، انسان ہونے کی حیثیت سے جیسے
حقوق مرد کے ہیں ، ویسے ہی عورت کے ہیں ۔ ولھن مثل الذی علیھن ۔ مگر خاندان میں
مرد کی حیثیت قوام کی ہے ، ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا من
اموالھم ۔ (164)

اور اس پر خاندان کے لئے روزی کمانے اور ضروریاتِ زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری ہے ،
اس کی بیوی اور بچوں پر اس کی اطاعت فرض ہے ، وہ خدا کے سامنے جواب دہ ہے ،
فالصلحت قٰنتٰت حافظات للغیب بما حفظ اللہ ۔ (165) مزید ارشاد ربانی ہے ، والتی
تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن
سبیلاً ۔ (166)

اس تنظیم میں عورت کو گھر کی مالکہ بنایا گیا ہے ، وہ شوہر کے گھر کی نگران
ہے ، یہاں اسلام کی شان اعتدال دیکھیے کہ جو صنفی تعلق دائرہ ازدواج کے باہر حرام
ہے ، اور قابل نفرت تھا ، وہی دائرہ ازدواج کے اندر نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے ، اور
کار ثواب ہے ، اس کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے ، ارشاد ربانی ہے :- واحل لکم ماوراء
ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین ، ، ، ، ، فانکحوھن باذن اھلھن ، ، ، محصنٰت
غیر مسافحٰت ولا متخذات اخدان ۔ (167) اس سے اجتناب کرنے کو نا پسند کیا جاتا ہے ،
اور زوجین کا ایسا تعلق ایک عبادت بن جاتا ہے ، ارشاد نبوی ہے ، ، علیکم بالباءۃ فانہ
اغض للبصر واحصن للفرج فمن لم یستطع منکم الباءۃ فعلیہ بالصوم فان الصوم لہ وجاء ۔ (168)

اسلام کے قانونی نظام میں سرمایہ دارانہ معاشرہ و اشتراکی معاشرہ کی طرح عورت کے لئے
عدم تحفظ نہیں ، بلکہ مرد و عورت دونوں کو یکساں قانونی تحفظ حاصل ہے ، اگر مرد
عورت کا نان و نفقہ ادا نہیں کرتا ، تو عورت کو عدالت سے رجوع کرنے کا حق ہے ، اور
کوئی زنا بالجبر کرتا ہے ، تو وہ اپنی عزت نفس کی تحفظ کیلئے مقدمہ دائر کر سکتی ہے ،
سرمایہ دارانہ معاشرہ و اشتراکی معاشرہ کی طرح نہیں جہاں عورت کی عدالت میں کوئی
شنوائی نہیں ، مگر اسلام میں اگر مرد عورت پر ظلم کرتا ہے ، تو عورت کو یہ حق حاصل
ہے ، کہ وہ عدالت کے ذریعے خرچہ طلب کرے ، اور اپنے دفاع کیلئے سرکاری خرچ پر وکیل
حاصل کر سکتی ہے ۔

---

(164) القرآن الحکیم : سورۃ النساء : 34 ۔ (165) القرآن الحکیم : سورۃ النساء : 34 ۔
(166) القرآن الحکیم : سورۃ النساء : 34 ۔ (167) القرآن الحکیم : سورۃ النساء : 24 ، 25 ۔
(168) پسودہ ، ص 230 ۔

عورت کا معاشی تحفظ

سرمایہ دارانہ اشتراکی معاشرہ میں۔

مغربی صنعتی انقلاب کی وجہ سے معاشی حالات نے عورت کو مجبور کر دیا ، کہ وہ بھی کمانے والے مرد کی طرح بن جائے ، لہذا کنواری ، شادی شدہ ، اور بیوہ ، سب ہی قسم کی عورتوں کو رفتہ رفتہ کسب معاش کے لئے نکل آنا پڑا ، یہ سیلاب جب بڑھا تو وہاں کئی قسم کی برائیوں نے جنم لیا ۔ آزادی کے ساتھ اپنی روزی کمانے والی عورتیں ، جن کو شہوانی ضروریات کے سوا اپنی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی مرد کی ضرورت نہیں ہے ، اور جن کو شادی کے بغیر آسانی کے ساتھ مرد مل سکتے ہیں ، شادی کو ایک فضول رسم قرار دیا ۔ اور حال یہ تھا ، کہ رشتۂ نکاح اور زن و شوہر کی وفاداری سے زیادہ کوئی چیز [illegible] نہ تھی ۔ جس کے نتیجے میں ، صنفی تعلق اور اس کی لذات سے متمتع ہونے کی [illegible] اس فعل کے قدرتی نتیجہ یعنی استقرار حمل اور تولیدِ نسل سے نہ بچ سکے ، کوئی [illegible] یا گاؤں ایسا نہیں تھا ، جہاں مانعِ حمل دوائیں اور آلات بوسو عام فروخت نہ ہوتے ہوں ، اور ہر شخص ان کو حاصل نہ کر سکتا ہو ، اس کا نتیجہ یہ ہوا ، کہ آزاد شہوت رانی کرنے والے لوگ ہی نہیں بلکہ شادی شدہ جوڑے بھی کثرت سے ان تدابیر کو استعمال کرنے لگے ۔ (169)

ان اخلاقی برائیوں کے ساتھ ساتھ اس مساوات ، مرد و زن کے مغربی نعرہ [illegible] سے سخت سے سخت مشقت کے کام لئے ، لیکن اسکا معاوضہ مردوں کی نسبت بہت کم دیا گیا ۔ غیر قانونی بچے کی پیدائش کیلئے اس کے باپ پر اس کی سروس پر کوئی اثر نہ پڑتا ، اگر کوئی عورت میٹرنٹی لیو کے لئے درخواست دیتی تو اس پر طنز کیا جاتا ، بچوں کے حقوق کی نگہداشت کیلئے اگر میاں بیوی میں علیحدگی ہو جاتی تو عدالت ان کی تنخواہوں میں سے مختلف شرح سے بچوں کی تعداد کے لحاظ سے کٹوتی کر لیتی ۔ گھریلو کام اور کارخانوں ، دفتروں میں کام کی زیادتی کی بنا پر اکثر شادیاں طلاق پر منتج ہو جاتیں ، جس کی بناء پر مطلقہ عورتیں کئی ایک مشکلات کا شکار ہو جاتیں ، جنسی بے راہ روی ، طلاق کے بعد بچوں کی کفالت کی ذمہ داری ، کام کے دوہرے بوجھ کی وجہ سے خاندانی نظام تباہ ہو رہا ہے ۔ (169-ب)

نکاحوں کی کمی ، طلاقوں کی زیادتی ، عارضی تعلقات کی کثرت ، جنسی بیماریوں کی کثرت ، جس کی بناء پر معاشرے میں خاندان اور گھر کی تعمیر و تہذیب کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے ۔ عورت اور مرد کی مساوات کے اس نعرہ نے جنسی آوارگی اور اخلاقی پستی کو جنم دیا ۔ یہ ظاہری طور پر معاشی مساوات و مرد زن نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ خلط ملط ہونے کا موقع فراہم کیا ، جس کے نتائج سنگین سے سنگین تر ہوتے جا رہے ہیں ۔ (جس کا ذکر ہم سرمایہ دارانہ معاشرہ اور اشتراکی معاشرہ میں تفصیلاً کر چکے ہیں)

---

(169) پسِ پردہ ، ص 96 ۔

(B). The bearing is this: With greatly accelerated economic development aided by science and technology, all of it spurred forward by the outlook of Copernicus, men fashioned instruments that destroyed the home center of woman's scheme of values and ego support. (Modern Women and Lost Sex, pag)

اسلامی معاشرہ میں -

مگر اسلام درمیانی راستہ اختیار کرتا ہے ، اگر لڑکی کنواری ہے ، تو باپ یا بھائی اسکی کفالت کا امین ہے ، اگر شادی شدہ ہے ، تو شوہر اسکے نان و نفقہ کا ذمہ دار ہے ، جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے ، الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض و بما انفقوا من اموالھم ، کے تحت اپنی حیثیت کے مطابق اپنی بیوی ، ماں بہن ، بیٹی ، کی کفالت کا امین ہے - وہ عورت کو وراثت کے نہایت وسیع حقوق بھی دیتا ہے ، باپ سے ، شوہر سے اولاد سے ، اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے اسے وراثت ملتی ہے ، نیز شوہر سے اسکو مہر بھی ملتا ہے ، ان تمام ذرائع سے جو کچھ مال اسے پہنچتا ہے ، اس میں ملکیت اور قبض و تصرف کے پورے حقوق اسے دیے گئے ہیں ، جن میں مداخلت کا اختیار نہ اسکے باپ کو حاصل ہے ، نہ شوہر کو اور نہ کسی اور کو ، اگر وہ کسی تجارت میں روپیہ پیسہ لگا کر یا خود محنت کرکے ، کچھ کمائے ، تو اسکی بھی کلیۃً وہی مالک ہے - اگر عورت کو طلاق ہو جاتی ہے ، تو سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کی طرح عورت بچوں کی حسب طرح کفالت کی ذمہ دار ہے ، اسلام میں کسی حالت میں بھی عورت بچے کی کفیل نہیں ہے ، نہ شوہر کے گھر ، نہ طلاق کے بعد ، اور نہ شوہر کی وفات کے بعد - اسلام نے عورتوں بچوں کی کفالت کی ساری ذمہ داریاں مردوں کے کندھوں پر رکھی ہیں ، عورت کی ذاتی کمائی سے عورت کی معاشی حیثیت اتنی مستحکم ہو جاتی ہے ، کہ وہ بعض اوقات مرد سے زیادہ بہتر حالت میں ہوتی ہے - مگر یورپ میں اگر عورت روٹی کپڑے کے لئے نالش کرے ، تو نہ عدالت کچھ کر سکتی ہے ، اور نہ کوئی فریاد سنتا ہے - (170)

اشتراکی معاشرہ میں عورت کو نہ تو وراثت میں کسی قسم کا حق ہے ، اور نہ ہی حق ملکیت حاصل ہے -

---

(169-70) Over the past three months, over 15,300 housewives have been drawn into commercial and grain departments which have sent over 5,300 men workers below the age of 30 to industrial production. The number of women workers in the commercial, grain and service enterprises of the city has risen to over 80% of the total number of workers employed. (The Unfinished Liberation of Chinese Women, P-6[illegible]

(171) تفسیر ثنائی ، ص 386 -

The respect, social justice and economic equality which Islam has accorded to women is nowhere to be found, not even in the most advanced and most enlightened society of the West. (Wives of the Prophet, P-44).

عورت کے سیاسی حقوق ۔

اشتراکی معاشرہ میں عورت کو اعلیٰ مناصب سے محروم رکھا گیا ہے اور نہ ہی اسے اپنی رائے کی اجازت ہے ، انکی دلیل یہ ہے ، کہ اگر عورت کو نمائندگی اور ووٹ کا حق دیا جائے تو چونکہ ہر عورت خاندان کے ساتھ رہتی ہے ، اس لئے وہ لازماً سرپرست خاندان کا ساتھ دے گی ، بیوی ووٹ میں شوہر کے ساتھ جائے گی اور لڑکی باپ کے ساتھ ، اس طرح خاندانوں کے سرپرستوں کی سیاسی اہمیت میں اضافہ ہوگا ، اور خاندان کے نظام کو تقویت حاصل ہوگی ، اور خاندان چونکہ ریاست کی ریڑھ کی ہڈی ہے ، اس لئے خاندان کا یہ استحکام خود ریاست کے استحکام کا سبب ہوگا ۔ (171) لہذا اسے ووٹ دینے کی اجازت نہیں ۔

لیکن اسلامی معاشرہ میں عورت کو بھی پوری پوری سیاسی آزادی رائے حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے حاصل ہے ۔ ارشاد باری تعالی ہے : وامرہم شوری بینہم و شاورہم فی الامر ۔ اور ان عورتوں مردوں سے مشورہ لیا کرو ، اس بات کی علامت ہیں ، کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور قرون اولی میں عورتیں کس قدر حریت و آزادی اور حریت فکر و رائے کی کس قدر مالک تھیں ، اور عام معاملات میں بھی امیرالمومنین سے سوالات کرنے سے نہ چوکتی تھیں ۔(ہم اس کا ذکر سنت و تاریخ کے ابواب میں تفصیلاً کر چکے ہیں) ۔

مذہبی آزادی ۔

سرمایہ دارانہ نظام میں عورت پادری نہیں بن سکتی ، عورت اکیلی دعا نہیں مانگ سکتی ، عورت کوئی مذہبی فیصلہ نہیں دے سکتی ، قاضی نہیں بن سکتی ، گواہی نہیں دے سکتی ، مگر اس کے برعکس اسلام نے عورت کو امامت کے لئے عورتوں کی صف میں کھڑی ہو کر نماز پڑھانے کی اجازت دی ، عورت اکیلی دعا بھی مانگ سکتی ہے ، نماز اور دوسرے دینی فریضے بھی مرد کے بغیر ادا کر سکتی ہے سوائے حج کے ، قاضی القضاۃ کے عہدے کی ذمہ داریوں کو بھی نبھاہ سکتی ہے ۔ عورت گواہی بھی دے سکتی ہے ، مگر خاص معاملات (عورتوں کے) مثلاً دایا کا معاملہ ، رضاعت کا معاملہ اور عورتوں کے مخصوص نسوانی معاملات میں ایک عورت کی گواہی بھی کافی سمجھی جائے گی ۔ اگر وہ آزاد مسلمان عادلہ ہے ، تو اسکی ایک کی گواہی قبول کی جائے گی ۔

اسلام نے عورت کو بہت زیادہ حقوق دیئے ہیں ، جو آج کے اشتراکی اور سرمایہ دارانہ نظام میں میسر نہیں ، لیکن اسلامی حقوق پر عمل درآمد کی ضرورت ہے ، اور مسلم معاشرے کے ارباب حل و عقد کی یہ ذمہ داری ہے ، کہ وہ عورت کو اس کے وہ تمام قانونی حقوق دے ، جو اسلام نے اسے آج سے چودہ سو برس پہلے دیئے تھے ، اس کے علاوہ عورت کو اس کے حقوق کا شعور دلانا بھی ضروری ہے ، تعلیم کے ذریعے سے ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے ، اس کے علاوہ علماء و دانشور اور سماجی تنظیموں اور اداروں کی بھی یہ ذمہ داری ہے ، کہ وہ اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کریں ۔

(سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام میں عورتوں کو جو سیاسی اور معاشی مساوی حقوق دے کر مردوں کے برابر لا کھڑا کیا ، جس کے سنگین اثرات صفحہ 602 سے لیکر 657 تک تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے) ۔

---

(171) اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام ، ص 183 ۔

عورت کے حقوق کا عملی تحفظ

عورت کے حقوق کا عملی تحفظ

الف۔ بے حیائی اور عریانی کی روک تھام۔

آج عورت آزادی آزادی کی رٹ لگائے ہوئے ہے، آزادی نسواں کے حامی یہ نعرے لگا رہے ہیں، کہ عورت کو مکمل آزادی ملنی چاہیے، اور اسے اس قابل بنانا چاہیے، کہ وہ مرد کے دوش بدوش چل سکے، کیونکہ اس کے بغیر ہماری قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ ان کا یہ کہنا بجا ہے، کیونکہ معاشرہ کی ترقی کا دار و مدار مرد سے کہیں زیادہ عورت کے نازک کندھوں پر ہے، کیونکہ قوم نے عورت ہی کی آغوش میں پرورش پانا ہے۔ عورت ہی اس کا مکتب اولین ہے، اسلئے اگر عورت کی آزادی سلب کر لی گئی تو اس کی ذہنی قوتیں مفلوج ہو جائیں گی وہ اس قابل نہیں رہے گی، کہ قوم کو آزاد صحت مند دل و دماغ کے حامل افراد دے سکے، اس لئے ضرورت ہے، کہ عورت کو علم کے زیور سے آراستہ کیا جائے، اسلیے تخیل میں بلندی اسکی نظر میں وسعت پیدا کی جائیے، موجودہ دور میں عورت آزادی کے جنون میں مردوں کی برابری اور اپنی آزادی کا ثبوت دے رہی ہے، جیسے کہ مغربی عورت کا حال ہمارے سامنے ہے۔

" امریکہ میں عصمت فروشی ایک کاروبار ہے، جس کے منظم اڈیے قائم ہیں، جس میں یورپ، ایشیا اور امریکہ کی بڑی بڑی نامی گرامی شخصیات کے نام بھی ہیں، نیو یارک پولیس کے ایک لیفٹیننٹ ولیم باز کا کہنا ہے، کہ اس شہر میں ایسے تقریباً 30 بڑے منظم قحبہ خانے کام کر رہے ہیں، جہاں تیس سے ساٹھ تک نوجوان لڑکیاں ملازم ہیں، یہ لوگ آزادانہ طور پر اخبارات اور رسائل میں اپنی تشہیر کرتے ہیں۔ مسز بیوز جن کا کاروبار جسم فروشی ہے، پولیس کے مطابق 50 لڑکیاں ملازم ہیں، اور وہ فی گاہک ایک گھنٹہ کے لئے تقریباً پانچ ہزار روپیہ وصول کرتی ہے۔ اسکی زیادہ تر لڑکیاں کسی کالج یا یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں، کچھ لڑکیاں ماڈل گرل یا اداکارہ ہیں، وہ انہیں کاروبار کرانے سے پہلے باقاعدہ طور پر اس پیشے کے آداب کی تربیت دیتی ہے، اور خود بھی ایک گریجویٹ ہے، انہیں غیر ملکی زبانیں سکھاتی ہے، ابتدائی طور پر انہیں صرف دو گھنٹے جسم فروشی کرنی ہوتی ہے، مسز بیوز کا کہنا ہے، کہ اسکے زیادہ تر گاہک کروڑ پتی سرمایہ دار اور تاجر ہیں، جن میں عرب کے بعض شیوخ بھی شامل ہیں۔ " (1)

انگلینڈ کی عورت کی حالت زار۔

روزنامہ لندن ٹائمز اپنے 27 جون 1983ء کے شمارے میں لکھتا ہے، کہ سرکاری محکموں

---

(1) سیوبارک (امن سیوز) روزنامہ امن کراچی، 20 صفر المظفر 1405ھ، 15 نومبر 1984ء۔

میں اکثر عورتوں کو کام کے دوران جنسی طور سے ہراساں کیا جاتا ہے ، یہ بات ان لینڈ ریوینیو سٹاف فیڈریشن کی جانب سے کہی گئی ہراساں کرنے میں جنسی آوازے کسنا ، دیگر ذرائع سے تنگ کرنا بھی رپورٹ کے مطابق شامل ہیں ، یہ نتیجہ سینکڑوں خواتین کے روبرو سے حاصل کیا گیا ہے ، رپورٹ کے مطابق کچھ عورتیں اس جنسی بہاؤ اور حرکتیں کو روز کا معمول سمجھ کر برداشت کرتی ہیں ، اور گزارہ کرتی ہیں ، امریکہ میں 82 فیصد شادی شدہ مرد شادی سے پہلے جنسی تجربہ حاصل کر چکے ہوتے ہیں ، اور پچاس فیصد عورتیں ۔(2)

عورتوں کی انٹرنیشنل رپورٹ کے مطابق جو امریکن صدر کو پیش کی گئی بالجبر زیادتی کے 49 فیصد واقعات میں تو سرے سے کوئی گرفتاری نہیں ہوتی ، پھر جو بڑے لوگ گرفتار بھی ہوتے ہیں ، ان میں سے 58 فیصد کے خلاف سرے سے کوئی مقدمہ ہی نہیں چلایا جاتا ، پھر ان میں سے بھی آدھے لوگ رہا کر دیے جاتے ہیں ، اس کی وجہ یہ ہے ، کہ اول تو قانون میں ایسا ہے ، کہ جرم ثابت کرنا مشکل ہے ، دوسرے مظلومہ گواہی دیتے ہوئے بھی ڈرتی ہے ۔(3)

عدالتوں کا سلوک

کہنے کو تو امریکی عورت نے آزادی حاصل کر لی لیکن خود عدالتیں ان سے جو سلوک کرتی ہیں ، متعدد عدالتوں کے فیصلوں سے واضح ہو جاتا ہے ۔

Lee H. Bowker مزید لکھتے ہیں :-

> As has been previously discussed, the jury is more likely sympathise with the assailant, particularly when there is evidence of the parties having formerly some sort of interaction. Male jurors are especially likely to be unsympathetic to prosecution in such situations.(4).

اسی طرح فرانس میں 1826ء سے 1830ء تک جس قدر مقدمات عدالت میں آئے ان میں سے $\frac{1}{13}$ نابالغ بچوں کے ساتھ فعل ناجائز کئے تھے ، اور 1856ء سے 1860ء تک انکی تعداد $\frac{1}{13}$ کی بجائے $\frac{1}{3}$ ہوگئی ، جہاں 1826ء میں زنا بالجبر کی 136 وارداتیں ہوئیں ، وہاں 1876ء میں انکی تعداد 805 تھی ، پاپ ایک قسم کا نہیں بلکہ کئی قسم کا بڑھ رہا ہے ، ڈاکٹر ایس او میسوسٹیٹ (امریکہ) نواسی لکھتے ہیں ، کہ اس سوبہ اور دیگر صوبہ جات میں بہت سے لوگوں سے بات چیت اور خط و کتابت کرنے سے اور خود تحقیقات کرنے سے پتہ چلتا ہے ، " کہ ہم ایک خونی جاتی بن گئے ہیں " در اصل اسقاط حمل

---

(2) مین اینڈ وومن ، ص129 ۔

(3) Lee. H. Bowker: Women and Crime in America, P 198.

(4) -Aibi- P-246,247.

کا پاپ مغرب میں اسقدر بڑھ گیا ہے، کہ ڈاکٹر کاون اپنی کتاب "سائنس آف نیو لائف" میں لکھتے ہیں، "کہ یہ پاپ نہ صرف بڑے بڑے شہروں کے اندر ہے، بلکہ چھوٹے چھوٹے گاؤں اور قصبوں میں بھی معصوم بچوں کے قتل کی آہ انتقام لینے کے لئے پرماتما کی درگاہ تک پہنچ رہی ہے۔" (4) ب

ہر روز امریکہ میں ہزاروں عورتوں سے بالجبر زیادتی کی جاتی ہے، اور مجرموں کو وہاں کی عدالتیں بری کر دیتی ہیں، مثالیں ہم دے چکے ہیں، تھوک کے حساب سے جنسی قتل اتنے بڑھ چکے ہیں، کہ سحاب، سال پہلے کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ اس جرم میں امریکہ میں 1970ء سے 1975ء تک 48 فیصد اضافہ ہوا، دو ماہ سے لے کر 85 سال کی عورت اس ظلم کا شکار بنتی ہے۔ اس جرم کے مجرموں کو شاذو نادر ہی سزا ملتی ہے۔ محرمات سے بدکاری دن بدن عام ہوتی جا رہی ہے، قرون وسطیٰ میں کم از کم زبانی کلامی تو محرمات سے بدکاری کو برا سمجھا جاتا تھا، لیکن اب تو کھلم کھلا اس بات کا پروپیگنڈا شروع ہو گیا ہے، کہ نکاح محرمات کی پابندی ختم کی جائے اور اس سلسلہ میں لٹریچر بھی بازاروں میں عام بکنا شروع ہو گیا ہے، یہی نہیں بلکہ اس موضوع پر فلمیں بھی بننا شروع ہو گئی ہیں 1920ء میں امریکہ میں صرف 6 فلمیں ایسی بنائی گئی جن میں محرمات سے نکاح دکھایا گیا تھا، جب کہ 1960ء میں 79 فلمیں صرف اسی موضوع پر تیار ہوئیں ہفتہ وار امریکی رسالہ ٹائم لکھتا ہے :-

Arguing that the incest toboo is dying of its own irrelevance. (5)

ان تحقیقات سے بہت اغلب نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ بیویوں اور فیکٹری ملازم خواتین سے جنسی لوگ زیادتیاں کی جاتی ہیں، اس کی وجہ سے ان خواتین کی لڑکیوں پر بھی جنسی ظلم کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

Problems Associated with premarited coitus کے عنوان

کے تحت " Sexual Behaviour " کا مصنف لکھتا ہے :-

Un-married coitus can have one or more of several out comes nothing at all beyond the act itself, venereal disease, an illegal pregnancy ending in abortion, a forced marriage or a illegitimate child. In view of diffusion of contraceptive and prophylactic techniques during the so called sexual revolution, it is strange that the undesired sequelae have tended to rise rather than fall. (6)

ب (4) مہرشی سوامی دیانند سرسوتی: ترجمہ لاہور، 1924ء، لالہ لال چند بھل گرد مر سٹیم پریس ہسپتال روڈ ص 27۔

(5) منہاج، حیثیت نسواں نمبر، حصہ سوئم، ص 83۔

(6) Kingstey Varis : Sexual Behaviour, P-336.

طلاق عام ہے، اور اسکی زیادہ تر وجہ یہ ہے، کہ روس مردوں کی اکثریت شرابی ہے، بہت سی خواتین کو اپنا ساتھی تلاش کرنے میں مشکل پیش آرہی ہے، اور اسی انتشار کی وجہ سے بعض اوقات وہ ساتھی کی تلاش ترک کر دیتی ہیں، اسی مساوات کے زیر اثر جو نتائج معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیے رہے ہیں، اس کا اندازہ مغربی مفکرین کے بیانات سے ہوتا ہے، ڈیوڈ کے بقول :-

for girls, than, the family, would appear to be a more sexually dangerous area,......... social workers have concluded that father daughter incest is rampant and of epidemic propertions.(7).

یعنی لڑکیوں کے لئے خاندان بھی جنسی طور پر زیادہ خطرناک ماحول اختیار کر گیا .... سوشل ورکر بتاتے ہیں، باپ بیٹی کے تعلقات بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں، اور وبائی صورت اختیار کر رہے ہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ گھروں میں بھی عورت باپ، بھائی، دادا سے محفوظ نہیں، تو ایسے ممالک میں باہر نکلنے والیاں اور کارخانوں میں کام کرنے والیاں کیسے محفوظ رہ سکتی ہیں، جو عورتیں ملازمت کرتی ہیں، وہ جس طرح سے جنسی شکار بنتی ہیں، اور پھر ان کی بیٹیوں کے بھی جنسی شکار بننے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں، " Caroline Bird " کے بقول :-

It is highly plausible infrence from this finding that the opression of women as wives and workers promotes the sexual victimization of their daughters. (8).

ان تحقیقات سے بہت اغلب نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ بیویوں اور فیکٹری ملازم خواتین سے جس طرح زیادتیاں کی جاتی ہیں، اس کی وجہ سے ان خواتین کی لڑکیوں پر بھی جنسی ظلم کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

غیر قانونی اختلاطِ مرد و زن سے ایک یا کئی نتیجے ظاہر ہوتے ہیں، جس کا تعلق عمل سے بالواسطہ یوں ہے، کہ اس سے جنسی بیماریاں غیر قانونی حمل جو کہ حمل گرانے پر ختم ہوتا ہے، مجبوراً شادی یا غیر قانونی بچہ پیدا ہوتا ہے، اور باوجود یہ کہ بہت سی مانع حمل ادویات اور اہتمامات کے یہ امر انتہائی حیران کن ہے، کہ بجائے کمی آنے کے ان میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

---

(7) David Finkelhor : Sexually Victimised Children, P-85.

(8) Caroline Bird : What Women Want, P-92.

کتنی عورتوں نے غیر قانونی بچوں کو جنم دیا ، مارشن ہنٹ کے مطابق :-

In United States in 1965, for example, any estimate is that approximately 1324000 illicit pregnancies occurred. (9).

مثال کے طور پر اقوام متحدہ میں 1965ء میں میرے اندازے کے مطابق تقریباً 13،24،000 غیر قانونی حمل ہوئے ، یہی مصنف مزید لکھتا ہے :-

In 1965, illegitimate births were officially to be 291,200, yielding a birth rate 23.5 per 1000 unmarried women aged 15 to 44 as compared to rate of 131.1 for married women. The illegitimate fertility was more than three times as high as it was in 1960, then I was 7-1 per 1000 unmarried women simillar rises have occurred in other Industrial countries, despite the increasing availability of contraception and sexual knowledge. In Australia, the 1966 illegitimate fertility rate was four and one half times that 1940; In England and Wales the 1964 rate was three and one half times that of 1938. (100).

1965ء میں سرکاری طور پر غیر قانونی بچوں کی تعداد 291200 تھی ، اور ان میں سے ہر ہزار میں 235 کا تناسب غیر شادی شدہ عورتوں میں سے تھا ، جن کی عمر 15 سے 44 سال تک تھی ، جبکہ شادی شدہ عورتوں میں مقابلتاً اس کا تناسب 131•1 رہا ، یہ غیر قانونی پیدائشیں 1960ء میں تین گنا قانونی پیدائشوں کے مقابلہ میں زیادہ تھی ، جبکہ اس زمانے میں تناسب 7•1 غیر شادی شدہ سے تھا ، اسی طرح کا اضافہ دوسرے صنعتی ممالک میں بھی دیکھنے میں آیا ، باوجود اس کے کہ انسدادی تدابیر اور جنسی علوم میں بھی اضافہ ہو چکا ہے ، اسٹریلیا میں 1966ء میں غیر قانونی بچوں کی نسبت 1960ء کے مقابلہ میں 4•5 فیصد زیادہ تھی ، انگلستان اور ویلز کے علاقوں میں 1938ء کے مقابلے میں 3•5 فیصد اضافہ ہوا ، اسی جنسی آوارگی کا اثر یہ ہوا کہ لڑکیاں غیر قانونی طور پر حاملہ ہوئیں ، اور پھر اس کے نتیجے میں زبردستی کی شادیاں بھی ہوئیں :-

In sofar as premarital pregnancy leads to forced marriages, it leads to tragedy. (11)

---

(9) Kingsley Davis : Sexual Behaviour, P- 336.

(10) - Aibi - P- 336.

(11) - Aibi - P- 337.

غیر قانونی حمل میں جنسی بے راہروی کی وجہ سے اضافہ ہو گیا ہے ، مغربی ممالک میں حمل کو ضائع کرنا قانونی قرار دے دیا ہے ، تاکہ لوگ محفوظ اور آزاد ہو جائیں ، اور پھر اس کے نتیجے میں جنسی بیماریاں پھیلیں :

Another problem associated with sex freedom vanereal disease. (12)

آزاد جنسی اختلاط سے جو امراض پھیلیں ان کے نتیجہ میں کئی اموات واقع ہوئیں ، اس امر کا اندازہ کرنے کے لئے امریکہ کے ہیلتھ سنٹر کی رپورٹ ملاحظہ کی جاتی ہے :-

Reported Civilian Cases.

Year	Gonorrhea	Syphilis.	Deaths free Syphilis per 100,000 population.
1940			14.4
1945	313,363	351,767	10.6
1950	286,746	217,553	5.0
1955	236,197	122,392	2.3
1960	258,933	122,003	1.6
1965	324,925	112,842	1.3
1967	404,836	102,551	1.2

Sources : Vital statistics of the United States, 1940 to 1960 (Washington, D.C. National Center for Health Statistics) P-338, and statistical abstract of the United States, 1969 P-58, 77. (13)

مختصراً مغرب کے بارے میں کہا جا سکتا ہے ، کہ عورتوں اور مردوں کی مساوات کے غلط تخیل نے عورت کو اس فطری وظائف سے غافل و منحرف کر دیا ہے ، عورت کے معاشی استقلال نے اس کو مرد سے بے نیاز کر دیا ، مردوں عورتوں کی آزادانہ اختلاط نے عورتوں اور مردوں میں حسن کی نمائش ، عریانی اور فواحش کو غیر معمولی ترقی دی صنفی میلان جو پہلے ہی مرد و عورت میں فطری طور پر موجود ہے ، آزادانہ میل جول کی وجہ سے غیر معمولی حد تک بڑھ گیا ہے ، اور یہ گھن بن کر بڑی تیزی کے ساتھ مغربی قوموں کی قوت حیات کو کھا رہا ہے ، مروت و حیاء ، غیرت ، وحمیت اور روز بروز مفقود ہوتی چلی جا رہی ہے ، نکاح و سفاح کی تمیز دلوں سے نکل گئی ہے ، زنا ایک معصوم چیز بن گئی ، جسے اب کوئی عیب اور قباحت کی بات سمجھا نہیں جاتا کہ اسے چھپانے کا اہتمام کیا جائے -

(12) Kingsley Davis : Sexual Behaviour, P-338.

(13) - Ibid - P-339.

جہاں بد اخلاقی ، فحش گری ، نفس پرستی اور لذت جسمانی کی بندگی اس حد کو پہنچ چکی ہو ، اور مرد و عورت سب کے سب عیار کوشی میں اسقدر منہمک ہو گئے ہوں ، ایسی حالت میں ان تمام اسباب کا بروئے کار آجانا ، بالکل ایک قدرتی امر ہے ، جو کسی قوم کی ہلاکت کا موجب ہوتے ہیں ، اس راستہ پر گامزن مغربی قوم کو بھی اس مساوات مرد و زن کے دلفریب نعرے کی خرابیوں کا احساس ہو چکا ہے ، لیکن اب اسکے لئے اس سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہو رہا ہے ، ہمیں مغرب کے دلفریب مظاہر کو دیکھ کر انکے راستہ کا رخ کبھی نہیں کرنا چاہیے ، اسلام نے ہمیں صالح اور پاکیزہ تمدن عطا کیا ہے ، جس میں اخلاق فاضلہ اور ملکات شریفہ پرورش پاتے ہیں ، اور خاندان و معاشرہ پورے استحکام کے ساتھ قائم رہتے ہیں ، ہمیں اسلامی مساوات کے نمونہ پر چلنا ہوگا ، جو کہ مبنی بر عدل و اعتدال ہے ، اس محکم اور آزمودہ نظام پر عمل کرکے ہم کامرانی و کامیابی حاصل کر سکیں -

المختصر : عورت کے تحفظات کے سلسلہ میں عریانی اور بے حیائی کی انسدادی تدابیر مندرجہ ذیل ہیں :-

تحفظ عصمت و عفت اور شادی

نکاح کا حکم -

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا کہ مرد و عورت جن کو شادی کی ضرورت محسوس ہو ، ضروری شادی کریں ، کہ عفت و عصمت کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ اور ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا سبب بھی ہو سکتا ہے ، رب العزت نے شادی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم - (14)

اسلام نے جنسی بے راہ روی کو کنٹرول کرنے کیلئے نکاح کا سلسلہ جاری و ساری فرمایا - نکاح کی غرض محض شہوت رانی نہیں ہے ، قرآن نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے ، کہ محصنین غیر مسافحین ، (15) نکاح کی غرض یہ ہے ، کہ فطری تقاضا کے ساتھ پرہیزگاری ، اور راستبازی اور عفت اور پاکدامنی کا موجب بنے - قرآن حکیم نے مومن مسلمانوں کو ایسے ذکور واناث سے رشتہ مناکحت قائم کرنے سے قطعاً منع کر دیا ہے ، جو مشرک یا مشرکہ ہو ، خواہ مرد ہو یا عورت کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لئے مناسب نہیں کہ رشتۂ نکاح قائم کرے ، ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

" الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت - (16)

---

(14) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 32 - (15) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 24 -

(16) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 26 -

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہی مناسب ہیں ۔

قرآن حکیم سوسائٹی کو ایسی صورت میں ڈھالنا چاہتا ہے ، جو صحیح معنی میں مہذب ہو اور یہ ممکن نہیں جب تک ان ہدایات پر عمل نہ ہو جو قرآن اس بارے میں مفصل بیان فرما رہا ہے ، قرآن شادی شدہ مرد اور عورت کو محصن اور محصنہ سے موسوم کرتا ہے ، محصن قلعہ کو کہتے ہیں ، نکاح کے ذریعے زن و مرد اپنے آپکو ہوس و رغبت ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ کر لیتا ہے ، کہ ابتدا ہی سے وہ اس رشتہ کو اتنا مضبوط سمجھتے ہیں ، کہ مرتے دم تک نہ ٹوٹے اور نکاح کی وجہ سے مرد کے عورت پر اور عورت کے مرد پر مساوی حقوق ہیں ، نہ مرد اور نہ عورت جب تک قید نکاح میں ہیں ، بالکل آزاد ہیں ، کہ من مانی کارروائی کریں ، ضرور ہے ، کہ وہ عفت بہرحال قائم رکھیں ۔

نـــــگاه کی فـــتنے

نفس کا سب سے بڑا چور نگاہ ہے ، اس لئے قرآن اور حدیث دونوں سب سے پہلے اسکی گرفت کرتے ہیں ۔ نگاہ شہوت کی قاصد اور پیامبر ہوتی ہے ، اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرمگاہ اور شہوت کی جگہ کی حفاظت ہے ، جس نے نظر کو آزاد کر دیا اس نے اس کو ہلاکت میں ڈال دیا اور نظر ہی ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے ، جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے ، کیونکہ نظر ہی ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے ، جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے ، کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے ، پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے ، اور فکر شہوت کو ابھارتی ہے ، شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے ، ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے ، اور عزیمت میں مزید پختگی ہو تو فعل واقع ہوتا ہے ، جس سے اس منزل پر پہنچکر اس وقت کوئی چارہ کار نہیں رہتا جب کوئی مانع حائل نہ ہو ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

قل للمومنین یغضوا من ابصارہم و یحفظوا فروجہم ذلک ازکی لہم ، ان اللہ خبیر بما یصنعون ○ وقل للمومنٰت یغضضن من ابصارہن و یحفظن فروجہن ۔ (17)

اے نبی مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو (غیر عورتوں کی دید سے) باز رکھیں ، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے ، جو کچھ وہ کرتے ہیں ، اس سے اللہ باخبر ہے ، اور اے نبی مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو (غیر مردوں کی دید سے) باز رکھیں ، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں " ۔

---

(17) القرآن الحکیم ، سورہ النور : 30 ، 31 ۔

حدیث میں ہے :-

العینان تزنیان و زناھما النظر و الیدان تزنیان و زناھما البطش والرجلان تزنیان و زنا ھما المشی و زنا اللسان النطق والنفس تمنی وتشتھی والفرج یصدق ذلک کلہ و یکذبہ ۔ (18)

آنکھیں زنا کرتی ہیں ، اور ان کی زنا نظر ہے ، اور ہاتھ زنا کرتے ہیں ، اور ان کی زنا دست درازی ہے ، اور پاؤں زنا کرتے ہیں ، اور ان کی زنا اس راہ میں چلنا ہے ، اور زبان کی زنا گفتگو ہے ، اور دل کی زنا تمنا اور خواہش ہے ، آخر میں صنفی اعضا یا تو ان سب کی تصدیق کر دیتے ہیں ، یا تکذیب ۔

حدیث میں ہے :-

ابن آدم لک اول نظرۃ و ایاک والثانیۃ ۔ (19) ۔

آدمی زادے ! تیری پہلی نظر تو معاف ہے ، مگر خبردار دوسری نظر نہ ڈالنا ۔

اسی وجہ سے امام غزالیؒ نے لکھا ہے ، کہ آنکھوں کے فتنہ سے خاص طور پر اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ یہ تمام فتنہ و آفت کا بنیادی سبب ہے ۔

ارشاد نبوی ہے :-

ثم علیک وفقک اللہ و ایانا بحفظ العین فانھا سبب کل فتنۃ و آفۃ ۔(20)

اس غض بصر کا فائدہ یہ ہوگا کہ قلب میں پاکیزگی آئے گی ، عبادت میں زیادتی اور دلچسپی پیدا ہوگی ، اگر اس پر عمل نہ کیا ، تو آنکھوں کے ذریعہ کسی نہ کسی فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے ، جس سے سکون قلب جاتا رہے گا ، چنانچہ یہ ہدایات فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد و عورت کو اس کائنات کے فتنہ و فساد سے محفوظ کر دیا۔

عورتوں کو ہدایت

مرد اور عورت دونوں کا خمیر ایک ہی ہے ، کم و بیش کا فرق ہے ، عورت کی فطرت بھی شہوت اور اس کے دواعی سے خالی نہیں ، اس لئے رب العالمین نے فرمایا :-

قل للمومنات یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر ۔ (21)

اسی طرح ارشاد نبوی بھی ہے :-

النظرۃ سھم مسموم من سھام ابلیس ۔ (22)۔

---

(18) مشکوۃ المصابیح ، باب الایمان بالقدر ، ص 20 ۔

(19) پردہ ، ص 265 ۔

(20) منہاج العابدین ، ص 28 ۔ بحوالہ اسلام کا نظام عفت و عصمت ، ص 292 ۔

(21) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 31 ۔

(22) جواب الکافی ، ص 204 ، بحوالہ اسلام کا نظام عفت و عصمت ، ص 298 ۔

اسلامی نظام کا منشاء یہ ہے، کہ اجتماعی ماحول کو حتی الامکان شہوانی محرکات و تحریکات سے پاک رکھا جائے، تاکہ انسان کی جسمانی و ذہنی قوتوں کو ایک پاکیزہ اور پر سکون فضا میں نشونما و ارتقاء کا موقع ملے اور وہ اپنی محفوظ اور مجتمع قوت کے ساتھ تعمیر تمدن میں مرد اپنے حصے کا کام انجام دے سکے۔

پست نگاہی کی تاکید۔

یہی وجہ ہے، کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غض بصر کی تاکید فرمائی ہے، اور مختلف پہلوؤں سے اس مسئلہ کو دل نشین فرمایا ہے، حضرت علی سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ؛

یا علی لا تتبع النظرۃ ○ النظرۃ فان لک الاولی ولیست لک الاخرۃ ○ (23)

اے علی ایک بار نظر پڑجانے کے بعد دوبارہ نہ دیکھو کیونکہ تمہارے لئے صرف پہلی نظر معاف ہے، دوسری نہیں پہلی نظر جو بغیر قصد کے پڑتی ہے، اس میں انسان بڑی حد تک بے بس ہوتا ہے، اس لئے یہ معاف ہے، مگر پھر دوبارہ نظر نہیں ڈالی جا سکتی، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پہلی نظر ڈالنے کی اجازت ہے۔

نگاہ پھیرنا مختلف طور پر ہوتا ہے، مقصد یہ ہے، کہ کسی طرح اپنے آپ کو اس فتنہ سے جو سامنے ہے، بچا لیا جائے، نظر پھیر لی جائے یا نیچی کر لی جائے، یا کسی دوسری چیز پر نگاہ جما دے، تاکہ نظر فتنہ سے محفوظ ہو جائے۔

جذبہ نمائش حسن۔

اس فتنہ نظر کا ایک احساسانہ وہ بھی ہے، جو عورت کے دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے، کہ اس کا حسن دیکھا جائے، یہ خواہش ہمیشہ جلی اور نمایاں ہی نہیں ہوتی، دل کے پردوں میں کہیں نہ کہیں نمائش حسن کا جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے، اور وہی لباس کی زینت میں، بالوں کی آرائش میں، باریک اور شوخ کپڑوں کے انتخاب میں اپنا اثر ظاہر کرتا ہے، اسلام نے عورت کو نمائش حسن کے سلسلے میں وعید وارد کی ہے، جسکے لئے اسے پردہ اور ستر کا حکم دیا ہے۔

فتنہ خوشبو۔

اسلام ایک مسلمان عورت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ خوشبو سے بسے ہوئے کپڑے پہن کر راستوں سے گزرے یا محفلوں میں شرکت کرے، کیونکہ اس کا حسن اور اس کی زینت پوشیدہ بھی رہی تو کیا فائدہ، اس کی عطریات تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کر رہی ہے۔

---

(23) مشکوۃ المصابیح ، باب النظر الی المخطوبۃ ، ص 269 ۔

ارشادِ نبوی ہے :-

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امراۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا یعنی زانیۃ ۔ (24)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ، کہ جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے ، وہ آوارہ قسم کی عورت ہے ۔

فتنہ زبان ۔

شیطانِ نفس کا ایک دوسرا ایجنٹ زبان ہے ، کتنے ہی فتنے ہیں ، جو زبان کے ذریعہ سے پیدا ہوتے اور پھیلتے ہیں ، مرد اور عورت بات کر رہے ہیں ، کوئی برا جذبہ نمایاں نہیں ہے ، مگر دل کا چھپا ہوا چور آواز میں حلاوت لہجہ میں لگاوٹ ، باتوں میں گھلاوٹ پیدا کیے جا رہا ہے ، قرآن اس چور کو پکڑ لیتا ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض و قلن قولاً معروفاً ۔ (25) ۔

یہی دل کا چور ہے ، جو دوسروں کے جائز یا نا جائز صنفی تعلقات کا حال بیان کرنے میں بھی مزے لیتا ہے ، اور سننے میں بھی ۔ اسی لطف کی خاطر عاشقانہ غزلیں کہی جاتی ہیں ، اور عشق و محبت کے افسانے جنسی سوچ ملا کر جگہ جگہ بیان کیے جاتے ہیں ، اور معاشرہ میں ان کی اشاعت اس کا لازم ہوتی ہے ، جیسے پولے پولے آنچ لگتی چلی جائے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ ۔ (26)

عورت اور مرد دونوں کو اس سے منع کیا گیا ہے ، کہ اپنے پوشیدہ ازدواجی معاملات کا حال دوسرے لوگوں کے سامنے بیان نہ کریں ، کیونکہ اس سے بھی فحش کی اشاعت ہوتی ہے ، اور دلوں میں شوق پیدا ہوتا ہے ۔

اظہار زینت کی ممانعت ۔

بسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے ، مگر دوسری حرکات سے سامع کو متاثر کیا جاتا ہے ، اس کا تعلق بھی نیت کی خرابی سے ہے ، اور اسلام اس کی بھی ممانعت کرتا ہے ۔

---

(24) تفسیر ابن کثیر ، المجلد الثالث ، ص 286 ، بحوالہ اسلام کا نظام عفت و عصمت ، ص 316 ۔

(25) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 32 ۔

(26) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 19 ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

ولا یضربن بأرجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن (27)

اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں ، کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے ، یعنی جو زیور وہ اندر پہنے ہوئے ہیں ، اس کا حال معلوم ہو (یعنی جھنکار سنائی دے) -

اسلام نے عورتوں کو اس طرح کے زیورات پہننے سے منع کیا ، تاکہ مردوں کا میلان عورتوں کی طرف مائل نہ ہو ۔

<u>فتنۂ عریانی :-</u>

اسلام نے انسانی شرم و حیا کی جس قدر صحیح اور مکمل نفسیاتی تعبیر کی ہے ، اس کا جواب دنیا کی کسی تہذیب میں نہیں پایا جاتا - آج دنیا کی مہذب ترین قوموں کا بھی یہ حال ہے ، کہ ان کے مردوں اور ان کی عورتوں کو اپنے جسم کا کوئی حصہ کھول دینے میں باک نہیں - ان کے ہاں لباس محض زینت کے لئے ہے ، ستر کے لئے نہیں ہے ، مگر اسلام کی نگاہ میں زینت سے زیادہ ستر کی اہمیت ہے ، وہ عورت اور مرد دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لئے صنفی کشش پائی جاتی ہے - عریانی ایک ایسی ناشائستگی ہے ، جس کو اسلامی حیا کسی حال میں بھی برداشت نہیں کرتی ، غیر تو غیر اسلام اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ میاں اور بیوی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہوں -

اسلام کی نگاہ میں وہ لباس درحقیقت لباس ہی نہیں ہے ، جس میں سے بدن جھلکے اور ستر نمایاں ہو -

ارشاد نبوی ہے :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نساء کاسیات عاریات ، ممیلات ، .... لا یدخلن الجنة ولا یجدن ریحھا - (28)

بے حیا عورت کے متعلق قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے ، کہ جب اس کی بے حیائی ظاہر ہو چکی ہو تو اس پر پابندی عائد کر دی جائے ، اور خیال رکھا جائے کہ وہ گھر کی چار دیواری سے نکلنے نہ پائے ، کیونکہ اس کا نکلنا ہر اعتبار سے نقصان دہ ہے ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

والتی یاتین الفاحشة من نساءکم فاستشھدوا علیھن أربعة منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفٰھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلاً - (29) اس آیت کا منشاء

---

(27) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 31-

(28) <u>اسلام کا نظام عفت و عصمت</u> ، ص 365 - (ب) امام حسن البنا : <u>المرأة المسلمة</u> ، 25-

(29) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 15 -

یہ ہے ، کہ عورت پر پابندی لگا دی جائے ، کہ وہ گھر سے نہ نکلنے پائے تاکہ اس کی عصمت کو خطرہ لاحق نہ ہو ، چنانچہ صاحب کشاف کے قول سے میرے اس خیال کی تائید ہوتی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں :-

ویجوزان تکون غیر منسوخۃ بان یترک ذکر الحد لکونہ معلوما بالکتاب والسنۃ و یوصی بامساکھن فی البیوت بعدان یحدون صیانۃ لھن عن مثل ماجری علیھن ۔۔۔ بسبب الخروج من البیوت والتعرض للرجال ۔ (30)

یہ بھی جائز ہے ، کہ یہ آیت منسوخ نہ ہو اور حد کا ذکر یہاں اس لئے چھوڑ دیا گیا ہو کہ یہ کتاب و سنت سے معلوم ہے اور یہاں اس کی تاکید کی جا رہی ہو کہ زنا کار عورتوں پر حد کے اجراء کے بعد گھروں کے اندر رہنے کی پابندی لگا دی جائے کہ وہ اب سزا سے محفوظ رہیں ، جو گھر سے نکلنے اور مردوں کی حمیت جماع کا نتیجہ ہے ۔

(ب) چادر اور چار دیواری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں عورتیں اپنے خانگی کاموں یا مذہبی اور تمدنی ضروریات کے لئے بلا روک ٹوک گھروں سے باہر نکلتی تھیں ، لیکن جب وہ باہر آتیں ، اور مذہبی یا سیاسی امور میں حصہ لیتیں تو ان کے لباس اور رفتار و گفتار سے کبھی بے حجابی کا اظہار نہیں ہوتا تھا ، اور نہ وہ اس طرح بن سنور کر باہر آتی تھیں ، کہ مردوں کی نگاہیں خواہ مخواہ انکی طرف اٹھنے لگیں ، اسکے علاوہ وہ مردوں کی سوسائٹی سے بالکل الگ تھلگ رہتی تھیں ۔

ارشاد باری تعالی ہے :-

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی ۔۔۔ ۔ (31) گھر میں قرار پانے کے بعد پردے کے ضمن میں ارشاد باری تعالی ہوا :-

یایھا النبی قل لازواجک و بناتک و نساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ۔ ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین ۔ (32)

اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہو کہ اپنے اوپر اپنی چادریں نزدیک کرلیں ، یہ بہت بہتر ہے ، تاکہ وہ پہچانی نہ جائیں ، اور انہیں ایذا نہ دی جائے ۔

---

(30) الکشاف ، المجلد الاول ، ص 256 ۔
(31) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 33 ۔
(32) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 59 ۔ (ب) محمد ابراھیم الجمل : فقہ المراۃ المسلمۃ ، ص 82

علامہ طبری جلباب کے متعلق فرماتے ہیں :-

جلباب سے مراد وہ لباس ہے ، جو عورت کے سر اور چہرے کو چھپاتا ہے ، کسی ضرورت سے باہر نکلنے کے وقت - (33)

داعیٔ اسلام کے سامنے عورتیں با نقاب جاتی تھیں ، اور بلا ضرورت نقاب نہ اٹھاتی تھیں ، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ کرنے کی تاکید میں متعدد اقوال مروی ہیں :-

وعن أبی أمامة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : ما من مسلم ینظرُ إلی محاسن امرأة اول مرة ثم یغض بصره إلا أحدثَ اللہ عبادةً یجدُ حلا وتها - (34)

ابو امامہ سے روایت ہے ، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ، آپؐ نے فرمایا ، کسی مسلمان کی حسین عورت پر ایک بار نظر پڑ جائے ، وہ اپنی نظر کو اس سے پھیر لے تو اللہ اسکے لئے ایک عبادت پیدا کرے گا ، وہ اس کا مزہ پائے گا -

تفسیر بیضاوی کے مصنف " یدنین علیھن من جلابیبھن " کے ضمن میں لکھتے ہیں ، کہ جب وہ اپنی حاجات کے لئے باہر نکلیں تو اپنی چادروں سے اپنے چہروں اور اپنے جسموں کو چھپا لیتیں ، یعنی چادروں کے ایک حصہ کو جسم پر لپیٹ لیا جائے ، ذلک ادنی ان یعرفن یعنی اس سے ان کے اور لونڈیوں اور مغنیات کے درمیان تمیز ہو جائے گی ، فلا یؤذین اور مشتبہ چال چلن کے لوگ ان سے تعرض کی جرات نہ کر سکیں گے - (35)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں :-

کہ بہتر اور افضل ہے ، کہ اپنی چادریں قدرے لٹکا لیا کریں ، تاکہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہو جائیں ، اس طرح لونڈیوں سے بھی آزاد عورتوں کی پہچان ہو جائے - (36)

حضرت عائشہ کی روایت ہے :-

تسدل المرأة جلبابها من فوق رأسها علی وجهها - (37)

عورت حالتِ احرام میں اپنی چادر اپنے سر سے چہرے پر لٹکا لیا کرے -

پردہ داری کے ان احکام پر غور کریں تو معلوم ہو جائیگا ، کہ اسلامی پردہ کوئی جاہلی رسم نہیں ، بلکہ ایک عقلی قانون ہے ، جاہلی رسم ایک جامد چیز ہوتی ہے ، جو طریقہ جس صورت میں رائج ہو گیا ، کسی حالت میں اسکے اندر تغیر نہیں کیا جا سکتا ، اسکے برعکس عقلی قانون میں لچک ہوتی ہے ، اسمیں احوال کے لحاظ سے شدت اور تخفیف کی گنجائش ہوتی ہے ، موقع و محل

---

(33) جامع البیان فی تفسیر القرآن ، المجلد العاشر ، الجزء الثانی والعشرون ، ص 46 -

(34) مشکوٰة المصابیح ، الجزء الثانی ، کتاب النکاح ، باب النظر الی المخطوبة و بیان العورات ، ص 27 -

(35) تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل ، ص 563 - (36) تفسیر ابن کثیر ، المجلد الثالث ، ص 519 -

(37) پردہ ، ص 320 -

کے اعتبار سے اسلئے عام قواعد میں استثنائی صورتیں رکھی جاتی ہیں ۔ (38)
مظہر الدین صدیقی اسی ضمن میں فرماتے ہیں :-

> Islam enjoined on women to put on a long over garment, firstly to serve as a warning to the people that new standards of decency had come into force and Muslim women coming out of their homes observed these standards and should therefore, be marked off from other women; secondly to prevent the display of bodily features and charms. (39)

ولا یبدین زینتھن الا ما ظہر منھا ۔ کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں :-

زینتھن کالحلی والثیاب والاصباغ فضلاً من مواضعھا ۔ (40)

لا یبدین زینتھن کے فوراً بعد إلا فرما کر اس حکم نہی سے جس چیز کو مستثنیٰ کیا گیا ہے ، وہ ہے ما ظہر منھا ، یعنی جو کچھ اس آرائش و زیبائش میں سے ظاہر ہو ۔ جوان عورت پر نا محرموں سے اپنے چہرے کا پردہ واجب ہے ، اور یہ بھی واجب ہے ، کہ جب باہر نکلے تو پردے کا اہتمام کرے ۔

علامہ جصاصؒ لکھتے ہیں :-

وفی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی ان المرأۃ الشابۃ مأمورۃ بستر وجھھا من الاجنبین واظہار الستر و العفاف عند الخروج لئلا یطمع اھل الریب فیھن ۔ (41)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے ، کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے چہرہ چھپانے کا حکم ہے ، اور اسے گھر سے نکلتے وقت حکم ہے ، کہ وہ پردہ داری اور عفت مآبی کا اظہار کرے ، تاکہ بدنیت لوگ اس کے حق میں طمع نہ کر سکیں ۔

قرآن مجید کے تمام مفسرین نے اس آیۃ کا یہی مفہوم بیان کیا ہے ۔

حضرت ابن عباس اپنی تفسیر میں یوں فرماتے ہیں ، کہ "اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے ، کہ جب وہ کسی ضرورت سے باہر نکلیں تو سر کے اوپر سے اپنی چادروں کے دامن لٹکا کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا کریں ۔"

---

(38) پردہ ، ص 327 ۔

(39) Women in Islam, P-156.

(40) تفسیر مظہری ، جلد ہشتم ، ص 493 ۔ (41) احکام القرآن للجصاص ، المجلد الثالث ، ص 72

علامہ نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن میں ابتدائے اسلام عورت کے پردے کے ضمن میں لکھتے ہیں :-

وكانت النساء في اول الإسلام على عادتهن في الجاهلية متبذلات يبرزن في درع وخمار من غير فصل بين الحرة والأمة فأمرن بلبس الأردية والملاحف وستر الرأس والوجوه ـــ ليعلم أنهن حرائر أو أنهن لسن بزانيات فإن التي سترت وجهها أولى بأن تستر عورتها ـ (42)

اسی طرح حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں ، کہ اس آیت (يدنين عليهن من جلابيبهن) خرج نساء الانصار كأن على رؤسهن الغربان من السكينة وعليهن أكسية سود يلبسنها ـ (43)

اس میں صاف مطلب یہ معلوم ہوتا ہے ، کہ عورتیں کو خود اسکا اظہار اور اسکی نمائش نہیں کرنی چاہیے ، البتہ جو آپ سے آپ ظاہر ہو جائے ، جب چادر کا ہوا سے اڑجانا اور کسی زینت کا کھل جانا ، جو آپ سے آپ ظاہر ہو جاتی ہیں ۔ یہ مطلب اس آیت کا حضرت عبداللہ بن مسعود ، حسن بصری ابن سیرین ، اور ابراہیم نخعی نے بیان کیا ہے ۔ (44)

اس کے برعکس بعض مفسرین نے ما ظہر منہا کا یہ مطلب لیا ہے :-

ما يظهره الانسان على العادة الجارية ـ (45)

یعنی جسے عادۃ انسان ظاہر کرتا ہے یہ مطلب ابن عباس اور انکے شاگردوں سے مروی ہے ، اور فقہائے حنفیہ کے ایک اجتہادی خاص گروہ سے اسے نقل کیا ہے ۔

عبدالماجد لکھتے ہیں :-

" عموماً و عادۃً جسم کے وہ حصے مستثنٰی ہیں ، جو اگرچہ زینت کے موقع ہیں ، لیکن ان کو چھپائے رکھنے میں عملاً حرج و زحمت ہے ، مثلاً چہرہ ، ہتھیلیاں ، پیر ، جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے ، الكفان والقدمان ـ (46)

فقہائے حنفیہ کے نزدیک چہرہ اور کف دست اور پیروں کو دیکھنے کی اجازت ہے ، لیکن متاخرین فقہاء نے خوف فتنہ سے اب چہرہ کا کھلا رکھنا بھی منع قرار دیا ہے ۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے ، کہ چہرے اور ہاتھوں کے سوا عورت کا پورا جسم ستر میں داخل ہے ، جسکو گھر میں اپنے قریب ترین عزیزوں سے بھی چھپانا اس پر واجب ہے ، وہ شوہر کے سوا کسی کے سامنے اپنے ستر کو نہیں کھول سکتی ، خواہ وہ اسکا باپ ، بھائی یا بھتیجا ہی کیوں نہ ہو حتی کہ وہ ایسا باریک لباس بھی نہیں پہن سکتی ، جس میں ستر نمایاں ہوتا ہے ۔

---

(42) غرائب القرآن ، الجزء الثاني والعشرون ، ص 30 ۔

(43) تفسیر ابن کثیر ، المجلد الثالث ، ص 519 ۔

(44) تفہیم القرآن ، جلد سوئم ، ص 385 ۔

(45) احکام القرآن للجصاص ، المجلد الثالث ، ص 259 ۔

(46) تفسیر ماجدی ، النصف الثانی ، ص 717 ۔

اگرچہ عورت کا ستر چہرہ اور ہتھیلیوں کو چھوڑ کر سارا جسم قرار دیا گیا ہے، جسے وہ اپنے خاوند کے سوا اور کسی پر ظاہر نہیں کر سکتی، لیکن تقوی کیلئے چہرہ اور ہتھیلیاں بھی داخل ستر ہیں، کیونکہ صانع فطرت نے عورت کے جسم کی زینتوں میں سے زیادہ حصہ چہرے کی ساخت میں رکھا ہے، اور وہی عورت کے حسن و جمال کا مظہر اتم ہے، اور صنفی جذب و انجذاب کا سب سے زیادہ قوی ایجنٹ ہے، جو نگاہوں کو دعوت دیتا ہے، اور جذبات کو اپیل کرتا ہے، گویا مرد کو عورت کی طرف رغبت دلانے والا سب سے بڑا محرک اور فتنوں کا سرچشمہ چہرہ ہے۔

"امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں، کہ ایک اجنبی کے لئے جائز نہیں ہے، کہ وہ دوسری اجنبی عورت کو دیکھے"۔(47)

اسلام کی نگاہ میں زینت سے زیادہ ستر کی اہمیت ہے، وہ عورت اور مرد دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے، جن میں ایک دوسرے کے لئے صنفی کشش پائی جاتی ہے، عریانی ایک ایسی ناشائستگی ہے، جس کو اسلامی حیاء کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتی۔(48)

اوپر کے مباحث سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے، کہ قرآن شریف میں دو طرح کے احکام بیان ہوئے ہیں، ایک اس صورت کے لئے جب عورت کو گھر سے باہر نکلنا پڑے اور اجنبیوں سے سابقہ پیش آنے کا اندیشہ ہو، دوسرے اس صورت میں جب کہ گھر کے اندر خود اس کے یا اس کے شوہر کے اعزہ و اقرباء اور متعلقین، ملازمین اور اس طرح کے لوگ آئیں، پہلی صورت سے متعلق حکم سورہ احزاب میں دیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے، کہ عورت اپنے اوپر بڑی چادر لے کر نکلے اور اس کا گھونگھٹ چہرے پر لٹکائے، دوسری صورت سے متعلق احکام سورہ نور میں دیئے گئے ہیں، اور اس سلسلے کے اصولی مسائل یہ ہیں :-

الف ۔ کوئی اجنبی شخص بغیر کسی تعلق کے زنانہ مکان کے اندر داخل نہ ہو۔

ب ۔ اہل تعلق میں سے جو داخل ہو وہ اجازت لیکر داخل ہو۔

ج ۔ داخل ہونے والا اپنی نگاہ نیچی رکھے اور اپنی شرم کی جگہوں کے معاملے میں پوری احتیاط برتے۔

د ۔ گھر کی عورتیں اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، سمٹ سمٹا کر رہیں، زینت کی چیزوں میں سے اگر کسی چیز کا اظہار ہو تو مجبوراً ہو، گھونگھٹ مار لیا کریں، زمین پر پاؤں مار کر نہ چلیں۔

ہ ۔ زینت کی چیزوں کا اظہار صرف شوہر اور محرم عزیزوں کے سامنے جائز ہے، نیز غلام اور بوڑھے خادم اور نابالغ کے سامنے بھی ان کے اظہار میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

(47) اسلام میں حیثیت نسواں، ص 141۔

(48) پردہ، ص 271۔

۲۔ غلاموں اور نا بالغ بچوں کے لئے ہر وقت اجازت لینا ضروری نہیں ہے ، صرف ان اوقات میں اجازت لینا ضروری ہے ، جو اوقاتِ خاص پردے کے ہیں ، اور جن میں ان کا اچانک آجانا ان کے لئے بھی اور گھر والوں کے لئے بھی اختلال اور حیا کے منافی ہے ۔

۳۔ بوڑھی عورتوں کے لئے رخصت ہے ، وہ بغیر برقع کے باہر نکل سکتی ہیں ، بشرطیکہ اظہارِ زینت مقصود نہ ہو ، اگرچہ بہتر یہی ہے ، کہ وہ بھی پردے کے احکام کی پابندی کریں ۔ (49) ۔

مندرجہ بالا اقتباسات اور حوالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے ، کہ صحابہ کرام اور ائمہ کی ایک بہت بڑی اکثریت کا اس امر پر اتفاق ہے ، کہ عورتوں کے لئے باہر آنے جانے وقت کسی قسم کا نقاب یا برقع وغیرہ پہننا ضروری نہیں اور اسلام نے انہیں چہرہ اور ہاتھ کھول کر باہر آنے کی اجازت دی ہے ، لیکن جسم کے باقی تمام حصے مثلاً سینہ، گردن، ٹانگیں وغیرہ بند ہونے چاہئیں ، اور عورت کو اپنا سارا جسم ایک بڑی چادر سے ڈھانپ لینا چاہیے ، تاکہ جسم کا کوئی اور حصہ بغیر چہرہ اور آنکھوں کے کھلا نہ رہے ، ایسا کوئی لباس جس سے جسم کے اعضاء چھپنے رہنے کی بجائے اور زیادہ نمایاں ہو کر نظر آئیں ، احکامِ اسلام کی رو سے قطعاً ممنوع ہیں ۔ ناصرہ ایم شاہ فرماتی ہیں : ۔

One other factor that seems to have a strong negative association with work participation is the practice of purdah; the seclusion of women. The traditional form of purdah consists of wearing the burqah, an over-garment to cover the whole body including the face. Some women observe purdah by using a chaddar, a large sheet like piece of material, to cover the head and body: Many fewer women who were in the labour force observed purdah than those who were not--62 percent compared with 85 percent in urban areas and 29 percent compared with 54 percent in rural areas. (50)

تاریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے ، کہ عہدِ رسالت اور صحابہ کے زمانہ میں مسلمان عورتوں کا عمل بالکل انہی ہدایات کے مطابق تھا ، چنانچہ اس زمانہ میں مسلمان عورتیں اپنی معاشی اغراض تمدنی، علمی ، اور مذہبی ضروریات کے لئے بلا تکلف باہر آتی جاتی تھیں ۔ اور ان کے چہرے اور ہاتھ کھلے ہوتے تھے ، کسی قسم کے نقاب یا برقع کا استعمال اس زمانہ میں نہیں کیا جاتا تھا ، البتہ جب مسلمان عورتیں باہر آتی تھیں ، تو وہ پوری طرح ملبوس ہوتی تھیں ، چہرہ

---

(49) امین احسن اصلاحی : قرآن میں پردے کے احکام ، لاہور ، 1982ء ، فاران فاؤنڈیشن ، ص 20 ۔

(50) Nasira M. Shah: Pakistani Women, P-19. (B) Women in Pakistan, PhO.

اور ساتھ ہی کسی عام [illegible] کا کوئی حصہ کھلا نہیں ہوتا تھا، اور وہ اپنے حسن و جمال یا زینت و آرائش کا کسی موقع اور کسی حالت میں اظہار نہیں کرتی تھیں، مثلاً حضرت عائشہ سے روایت ہے:

عن عائشة قالت لقد كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يصلي الفجر فتشهد معه نساء من المؤمنات متلفعات بمروطهن ثم يرجعن الى بيوتهن وما يعرفهن احد من الغلس (51)

المختصر اسلام مردوں اور عورتوں کے [illegible] نقطۂ نگاہ سے دیکھتا ہے، اور سرکاری تقاریب، سیاسی مجلسوں یا علمی کانفرنسوں نیز اسی نوع کے دیگر ضروری معاشرتی مشاغل میں عورتوں اور مردوں کو صرف بقدر ضرورت ملنے جلنے کی اجازت دیتا ہے، بشرطیکہ وہ بے حجابی اور بے تکلفی کی روش نہ اختیار کریں، عورتوں اور مردوں کی رفتار و گفتار اور لباس و پوشاک پر جو پابندیاں اسلام نے لگائی ہیں، ان کی غرض یہی ہے، کہ وہ گھر سے باہر ایک دوسرے کے ساتھ آزادی اور بے تکلفی سے نہ ملیں، اور نہ ان کے درمیان عارضی طور پر یا مستقلاً دوستانہ مراسم پیدا ہوں، [illegible] کہ باہر جلتے [illegible] تو کیسے ممکن ہے، کہ عورتیں اور مرد بلا [illegible] شو پارٹیوں میں سینما، تھیٹر، رقص و سرور اور دیگر تفریحی مجالس میں ایک دوسرے کے ساتھ آزادی سے مل جل سکیں، یا آپس میں بے تکلفی سے گفتگو کریں، عہدِ رسالت یا خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں کبھی ایک مثال نہیں ملتی کہ عورتیں سیاسی مجالس یا مذہبی اور تمدنی اجتماعات میں مردوں کے ساتھ اس طرح [illegible] ہوں، کہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلفی [illegible]

بلاشبہ عورتوں نے مردوں [illegible] قسم کے اجتماعات میں بھی حصہ لیا، مگر اس طرح کہ عورتوں کی جماعت مردوں سے بالکل الگ تھلگ رہی، یہاں تک کہ مسجدوں میں بھی نماز کے وقت مردوں کی صفیں آگے، اور عورتوں کی پیچھے ہوتی تھیں، کسی عورت کے پہلو میں کوئی مرد نہیں کھڑا ہو سکتا تھا، اور نہ کوئی عورت کسی مرد کے قریب بیٹھ سکتی تھی، اس ترتیب میں ماں اور بیٹے یا بھائی اور بہن جیسے [illegible] کا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا، صف بندی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ عورتوں کیلئے بہترین صفیں پیچھے کی صفیں اور بدترین صفیں آگے کی صفیں ہیں۔ (52)

بخاری میں [illegible] کی ایک روایت ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں کعبہ کا طواف کرتیں تھیں، لیکن انہیں مردوں سے بالکل الگ رکھا جاتا تھا، اور مردوں کے ساتھ کسی قسم کے [illegible] کی اجازت نہ تھی، اسی طرح مردوں

---

(51) اسلام میں [illegible] [illegible]

(52) ایضاً۔ ص 148 [illegible]

عورتوں کے بلا ضرورت اختلاط کی ممانعت ابوداؤد کی حسب ذیل روایت سے بھی ثابت ہوتی ہے -

عن حمزة بن اسید الانصاری عن أبیه انه سمع رسول صلی الله علیه واله وسلم یقول وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء فی الطریق فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم للنساء استاخرن فأنه لیس لکن ان یحققن الطریق علیکن بحافات الطریق فکانت المرأة تلصق بالجدار حتی ان ثوبها لیتعلق بالجدار من لصوقها - (53)

حمزہ بن ابو اسید انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے ، تو آپ نے دیکھا کہ راستہ میں مرد عورتوں کے ساتھ مل گئے ، آپ نے عورتوں سے فرمایا ، کہ تم پیچھے ہو جاؤ تمہارے لئے راستے کے بیچ میں چلنا ٹھیک نہیں ہے ، تم راستہ کے کنارے سے چلو - اس حکم کے بعد عورتیں بالکل دیوار سے لگ جاتی تھیں ، یہاں تک کہ ان کی چادریں دیوار سے الجھتی تھیں -

چنانچہ اسلام میں عورت کا صحیح مقام اس کا گھر ہے ، اسکا طبعی فرض نوع انسانی کی حفاظت اور تربیت ہے ، اس دائرے سے جب عورت باہر قدم نکالتی ہے ، تو ایسے ڈرامے بھی رونما ہوتے دیکھنے میں آتے ہیں ، جنہیں دیکھ کر اقبال جیسے بزرگ الحفیظ والامان پکار اٹھتے ہیں -

" آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے ، لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں ، کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی - "

اکبر الہ آبادی ایسی عورت کے متعلق مخصوص طنزیہ انداز میں یوں کہتے ہیں :-

" حامدہ چمکی نہ تھی ، انگلش سے جب بیگانہ تھی ،
اب ہے ، شمع انجمن پہلے چراغ خانہ تھی - "

اسلامی معاشرہ میں ایسی بے راہ رو عورت کے لئے کوئی جگہ نہیں اسلام کی آغوش میں آئی ہوئی عورت اس امر کی پابند ہے ، کہ وہ اپنے مخصوص طبعی فرائض تک ہی اپنے فکر و عمل کو محدود رکھے ، اور مردوں کے دائرۂ عمل میں ناجائز طور پر گھسنے کی کوشش نہ کرے - اور ان سے آزادانہ اختلاط کو جائز نہ سمجھے ، اس ضمن میں قرآن پاک نے عورتوں پر چند پابندیاں عائد کی ہیں ، جن کا ذکر سورہ النور میں آتا ہے - (54)

عورتیں اپنے حقیقی وظائف کے دائرے میں رہ کر اپنی خداداد صلاحیتوں کو ارتقا کے درجہ کمال تک پہنچانے میں آزاد ہیں ، قرون اولی کی خواتین اسلام نے علم و ادب سیاست اور مذہب کے میدان میں وہ کارنامے سر انجام دیے ، جو اپنے نتائج کے لحاظ سے کسی حالت میں بھی مردوں سے کم نہ تھے ، جن کا ذکر پہلے کر چکے ہیں -

---

(53) تفسیر ابن کثیر ، المجلد الثالث ، ص 287 -

(54) القرآن الحکیم ، سورۃ النور :: 31 - وقل للمؤمنت یغضضن من ابصارهن . . . ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن -

آج ہمارے معاشرے کا جو حال ہے، اور نوجوان عورتوں نے جس طرح شرم و حیاء کی چادر کو اتار پھینک دیا ہے، ننگے سر نیم عریاں لباس میں جس طرح وہ بن سنور کر بازاروں میں پھرتی ہیں، اور عام محفلوں میں شرکت کرتی ہیں، انہیں دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے، کہ یہ دختران اسلام ہیں، ایک دفعہ ام المومنینؓ نے فرمایا :-

اگر تم مومن عورتیں ہو تو سن لو یہ لباس مومن خواتین کا نہیں ہوتا اور اگر تم مومن نہیں ہو جو چاہو کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :-

نساء کاسیات عاریات مائلات ممیلات رؤسہن مثل اسنمۃ البخت لا ید خلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا۔ (55)

کئی عورتیں جنہوں نے لباس پہنا ہوتا ہے، لیکن وہ ننگی ہوتی ہیں، ناز و ادا سے جھکتی ہیں، اور جھکاتی ہیں، ان کے سر اسطرح ہیں، جس طرح بختی نسل کے اونٹوں کی کوہان یہ عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، اور نہ اسکی انہیں ہوا لگے گی۔

آج دیکھئیے ہماری فیشن پرست لڑکیاں جو لباس پہنتی ہیں، کیا وہ لباس کے باوجود ننگی نہیں ہوتیں، وہ کس طرح مٹک مٹک کر چلتی ہیں، اور سروں پر انہوں نے مصنوعی جوڑے رکھے ہوتے ہیں، وہ اونٹ کی کوہان کیطرح نظر نہیں آتے وہ اپنا انجام دیکھ لیں، حضورؐ نے اپنے نور نبوت سے چودہ سو سال پہلے ہی آج کی مغربی تہذیب کی دلدادہ عورت کی کسطرح نشاندہی فرمادی۔

اصلاحی تجاویز۔

البتہ ان کاموں میں عورتوں کو دخل دینے وقت دو امور کا لحاظ کرنا پڑے گا، اول یہ کہ عورتوں مردوں میں بلا ضرورت اختلاط نہ ہونے پائے، یعنی عورتوں کی تربیت گاہیں، مدارس، اور دفاعی تیاریوں کے مراکز بالکل علیحدہ ہوں، اسی طرح اگر عورتوں کے لئے کارخانے الگ نہ بنائے جا سکیں، تو کم از کم ہر کارخانے میں عورتوں کا حصہ بالکل جدا ہو، اگر عورتوں کی تربیت اور تعلیم کے لئے مردوں کی خدمات بالکل ناگزیر ہو جائیں، تو اس کیلئے ایسے مطمئن اور تربیت کنندوں کا انتخاب کیا جائے، جو چالیس سال کی عمر سے زیادہ ہوں جب یہ لوگ کافی تعداد میں عورتوں کو تعلیم و تربیت دے دیں، تو پھر فنی تعلیم اور جنگی تربیت کے لئے مردوں کی ضرورت باقی نہیں رہے گی، دوسرا امر یہ ہے، کہ عورتوں سے یہ کام ہمہ وقتی اساس پر نہ لیا جائے، بلکہ دن یا رات کے کسی خاص حصوں میں چند گھنٹوں کے لئے انہیں اس کام کے لئے بلایا جائے، تاکہ وہ گھریلو امور اور ذمہ داریوں سے بالکل غافل نہ ہونے پائیں، اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے تقاضوں کو پورا کرتی رہیں، اسی طرح قرآن کا یہ حکم برقرار رہے گا۔

---

(55) الجامع لاحکام القرآن، المجلد السابع، الجزء الرابع عشر، ص 244۔

چنانچہ بے حیائی کی روک تھام کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز پر عمل ہوا ہوں ۔

شرم و حیاء ۔

شرم و حیا انسان کی ایسی مخصوص صفت ہے ، جو اسے " لغزش " کے موقع پر سہارا دیتی ہے ، اور اس نیک جذبہ کا یہ اثر ہوتا ہے ، کہ انسان اپنے جسم کے ان تمام حصوں کو پردہ میں رکھنے کی سعی کرتا ہے ، جو جنسی ہیجان میں ہیجانی کیفیت کی وجہ بن سکتے ہیں ۔ ستر پوشی کا خیال اسی شرم و حیا کا نتیجہ ہے ۔

صحت اور آرٹ کے نام پر عریانی کی اشاعت ہو رہی ہے ، ٹیلی ویژن ، وی سی آر اور مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے عورت کی عصمت و عفت پر زبردست زد پڑ رہی ہے ، ایک امریکی رسالہ کا بیان مولانا محمد ذکیر احمد نے " اسلام کا نظام عفت و عصمت " میں بیان کرتے ہیں ، " تین شیطانی قوتیں ہیں ، جنکی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے ، اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں ، فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرت اشاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے ، متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں ، بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں ، عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روزافزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے نا آشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ، یہ تین چیزیں ہمارے یہاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں ، اور آخر کار تباہی ہے ۔ (56)

اصلاح بالحسن ۔

ایک مومن عورت کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ اور اسکے رسول نے معاشرت میں اسکے لئے کیا حیثیت مقرر کی ہے ، تو اسکے لئے بھی ایمان کا تقاضا یہی ہے ، کہ وہ برضا و رغبت اس حیثیت کو قبول کرے ، اور اپنی حد سے تجاوز نہ کرے ۔

مرد و عورت کے آزادانہ میل جول کا انجام ۔

مردوں کے مشاغل میں عورتوں کی کثرت سے جو خوفناک نتائج اور فساد پیدا ہو رہے ہیں ، ان کا علاج یہی ہے ، کہ دنیا میں جنس عامل (مرد) پر جنس محب (عورت) کے جو مادی فرائض ہیں ، ان کی حد بندی اور تعین کر دی جائے (مرد) پر واجب ہے ، کہ عورت کے تغذیہ کا انتظام کرے ، یہی وہ قانون طبعی اور ناموس الہی ہے ، جو جنس محب کی اصلی زندگی کو منزلی دائرہ میں محدود کرتا ہے ۔ چنانچہ اس سلسلے میں علوم مادیہ کا ایک ماہر ژول سیمان اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے ۔ " عورت کو چاہیے عورت رہے ، ہاں بے شک عورت کو چاہیے عورت رہے ، اسی میں اس کے لئے فلاح ہے ، اور یہی وہ صفت ہے ، جو اس کو سعادت کی منزل تک پہنچا سکتی ہے ، قدرت کا یہ قانون ہے ، اور قدرت کی یہ ہدایت ہے ، اس لئے جس قدر

عورت اس سے قریب ہوگی اس کی حقیقی قدر و منزلت بڑھے گی ، اور جس قدر دور ہوگی ، اس کے مصائب ترقی کریں گے ۔ (57)

کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے ۔

اسلام ان تمام خطروں سے عفت و عصمت کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے ، جن سے عفت پر حرف آ سکتا ہے ، کسی مرد کا عورت سے تنہائی میں ملنا جس قدر خطرہ کا باعث ہو سکتا ہے ، وہ ظاہر ہے ۔ اس لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ، ارشاد نبوی ہے :

لا یخلون رجل بامراۃ الا کان ثالثھما الشیطان ۔ (58)

ایسی حالت میں شیطان جانبین کی شہوت میں ابھار پیدا کرنے کی سعی کرتا ہے ، اور مرد و عورت دونوں کے دل میں برائی کا وسوسہ ڈالتا ہے ۔

مخلوط تعلیم کا اثر عفت و عصمت پر ۔

جو لڑکیاں مخلوط تعلیم کی پیداوار ہیں ، ان کی اخلاقی سیرت کے مشاہدہ یہ کہنا چاہتی ہوں ، کہ مخلوط تعلیم سے ان کی خلقی عصمت اور عورت تباہ ہو جاتی ہے ، اور ان میں زیادہ سے زیادہ مردانہ اوصاف پیدا ہو کر انہیں زیادہ سے زیادہ خراب کر دیتے ہیں ، جسکے بعد گھریلو زندگی کے نظام سنبھالنے کے قابل نہیں رہتیں ، موجودہ یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم جو محض خلوط پر قائم ہے ، ہماری لڑکیوں کے لئے بے سود اور غیر ضروری ہے ۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے باہمی روزمرہ کے اختلاط کے نتیجہ کے طور پر نہ صرف ناجائز تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں ، بلکہ مطالعہ اور ضبط زندگی کے لئے اور بھی زیادہ تباہ کن یہ بات ہے ، کہ بعض اوقات شاگرد استادوں سے جذباتی وابستگی پیدا کر لیتے ہیں ۔

عورتوں کی بے پردگی کا نتیجہ ۔

مردوں نے اپنی ہر جائز و ناجائز خواہش میں عورتوں کو شریک کرنا چاہا کہ ان کے بغیر محفلیں سونی اور بے رونق معلوم ہوتی تھیں ، نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کو پردہ کی قید سے باہر نکالا اور ان کے دامن عصمت کو داغدار کرنے کی سعی کی ۔ مردوں کی ہوس پوری کرنے کے لئے ان کو کلب اور نایٹ کلبوں میں ناچنا پڑا ۔ اور حد یہ ہے ، کہ مردوں کی شہوت پرستی کے سلسلہ میں عورتوں کو عریاں تک بنانا پڑے ۔ چنانچہ جہاں عورت و مرد کا اجتماع ہوتا ہے ، وہاں جلد یا بدیر فتنے اٹھتے ہیں ۔

---

(56) اسلام کا نظام عفت و عصمت ، ص 288 ، 289 ۔ (57) مسلمان عورت ، ص 58 ، 59 ۔
(58) مشکوۃ المصابیح ، الجزء الثانی ، ص 269 ۔

ایک سروے کے مطابق ناصرہ ایم شاہ (پاکستانی وومن) Pakistani Women میں بیان کرتی ہیں :-

A survey of squatter areas in Lahore city that I conducted (in collaboration with the Department of Sociology, University of the Punjab) in 1992 showed that 87 percent of the women observed purdah by wearing either a burqah or a chaddar. This finding indicates that a large majority of the urban Pakistani women probably still observe purdah. The 1968-69 study found a strong positive association between purdah observance and the family's socioeconomic status. For example, husband educational level and family's ownership of durable items (wealth) were both significantly and positively associated with the proportion of women who observed purdah. The wife's own level of education was, however negatively associated with purdah observance in urban areas--70 percent of the women with higher than primary education compared with 39 percent of those with primary or lower education observed purdah in urban areas (Shah and Bulatao 1981: 35). Thus fewer of the women with higher education observe purdah. 59).

(ج) مخلوط ادارے اور اسلامی نقطہ نگاہ

عصر حاضر میں تعلیم نسواں اور اسکا تجزیہ

یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو چکی ہے، کہ اسلامی معاشرے میں عورت کا اہم مقام اور منفرد حیثیت مرد و عورت کے درمیان دائرہ کار کا فرق و اختلاف اور انکے درمیان تعلیم، اسلام کے قائم کردہ حدود، یہ سب کچھ اس بات کا متقاضی ہے، کہ مسلمان عورتوں کو تعلیم دی جائے، لیکن بعینہ اسی نوعیت کی نہیں جو مردوں کو درکار ہے۔

کیونکہ ہمارے ملک میں خواتین کی کوئی علیحدہ یونیورسٹی نہیں ہے، جہاں وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں۔ چونکہ عورتوں کے لئے کوئی علیحدہ نظام تعلیم ہے ہی نہیں لہذا اسی نظام تعلیم کا تجربہ کیا جاتا ہے تا، کہ یہ کس حد تک مسلمان خواتین کے لئے مفید ثابت ہو رہا ہے۔

معاشرہ انسانی مرد و عورت سے مل کر بنا ہے، اور انکے تعلقات اسقدر قوی، سروری امر ما اثر ہیں، کہ ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ناممکن ہے، چونکہ ان دونوں کی حیثیت لازم و ملزوم

---

(59) Nasra M.Shah : Pakistani Women, P-18.

کی سی ہے ، اس لئے جیسے مرد کو تعلیم و تربیت دینے کی ضرورت ہے ، اسی طرح عورت کو بھی ، اگر گھر والی صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ ہوتی ہے ، تو گھر کا پورا نقشہ بدل جاتا ہے ۔ نپولین کے متعلق مشہور ہے ، کہ اس نے ایک دفعہ کہا تھا ، " عورت ایک ہاتھ سے تو بچے کا پنگوڑا جھولاتی ہے ، تو دوسرے ہاتھ سے اگر وہ چاہے تو سارے عالم کو ہلا سکتی ہے " ۔

ایک صدی پیشتر جملہ زنانہ سکولوں اور کالجوں کا باقاعدہ انتظام نہیں تھا ، عورتوں کو گھروں میں ہی دینی تعلیم دی جاتی تھی ، اگرچہ طبقہ امراء کی خواتین ادب ، شاعری اور تاریخ وغیرہ بھی سیکھ لیتی تھیں ۔

تاریخ ہندوستان سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے ، " اکبر کے زمانہ میں خواتین کی تعلیم کا باقاعدہ اہتمام تھا ، تعلیم نسواں کا چرچا صرف حرم اور خواص تک ہی محدود نہ تھا ، بلکہ عوام میں بھی اس کا رواج تھا ، مغل شہنشاہ اپنی لڑکیوں کی تعلیم کے لئے عموماً ایران کی عورتوں کو مقرر کرتے تھے ، اور ان کی تعلیم میں مذہبی تعلیم کے علاوہ ادب ، شعر و شاعری ، اور تاریخ وغیرہ پر بھی زور دیا جاتا تھا ، اکثر شہزادیاں حافظِ قرآن تھیں ، مثلاً اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء حافظِ قرآن ہونے کے علاوہ علومِ عربیہ اور فارسی زبان دانی میں بھی کمال رکھتی تھیں ، خطِ نستعلیق صرف و نحو ہندسہ و نجوم منطق و بیان ہیئت نسخ اور شکستہ نہایت عمدہ لکھتی تھیں ۔ شعر سے شغف تھا ، کلام میں لوچ تھا ، حاضر جوابی اور فی البدیہہ میں کوئی اس کا ثانی نہ تھا ۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے ، کہ اس زمانے میں باقاعدہ مدرسے بھی نہ تھے ، پھر بھی گھر میں تعلیم پانے والی لڑکیاں صفات ستودہ سے آراستہ ہوتی تھیں ، موجودہ دور میں ایم ۔ اے کرنے کے بعد بھی لڑکیاں اتنی جرأت نہیں رکھتیں ، کہ وہ کسی کو برائی سے باز رکھ سکیں ، اور احسان کا حکم دیں یا کوئی اصلاحی مضمون ہی لکھ سکیں ، لیکن اس کی محرم محض ہماری خواتین ہی نہیں بلکہ ناقص نظامِ تعلیم بھی ہے ۔

پروفیسر محمد عثمان عورتوں کی تعلیمات کیلئے فرماتے ہیں :-

اسلام جہاں خواتین کی تعلیم و تربیت اور قومی زندگی میں انکی شرکت کے خلاف کوئی انتہا پسندانہ قدغن نہیں لگاتا ، اور معاشرے کی اس صنف پر فکر و عمل کے دروازے بند نہیں کرتا ، وہاں اخلاقی پاکیزگی اور جنسی حیاء و حجاب اسکے نظام معاشرت کی روح ہے ، اسلام یہ نہیں کہتا کہ بچیوں کو لکھنا پڑھنا نہ سکھاؤ ، وہ عورتوں کو کسی ہنر کی تربیت دینے سے جو ان کا ذریعہ معاش بن سکے ، منع نہیں کرتا ۔ وہ انکے جائز طریقوں سے کمانے اور اپنے کام کاج کے لئے گھروں سے باہر نکلنے پر بھی کوئی پابندی نہیں لگاتا ، لیکن مغربی معاشرت میں عورت کی آزادی جو مفہوم لیا جا رہا ہے ، اسلام یقیناً اسکی تائید نہیں کرتا ، جسے بے راہروی اور بے حیائی اسلامی معاشرت کی ضد ہے ۔ (60)

---

(60) اسلام پاکستان میں ، ص 153 ۔

- ربعت نے عورت کو دینی تعلیم اور سماجی کاموں کے سلسلے میں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے ، مگر اس شرط کے ساتھ کہ ایک تو وہ بناؤ سنگھار کر کے نہ نکلے ، اور دوسرے مردوں کے ساتھ اسکا اختلاط اور آزادانہ میل جول نہ ہو -

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور مردوں کو خلط ملط ہوتے دیکھا تو عورتوں کو حکم دیا :-

استخرن فانه لیس لکن ان تحققن الطریق، علیکن بحافات الطریق - (61)

پیچھے ہو جاؤ کیونکہ تمہیں درمیانی راستہ پر قبضہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے ، تمہیں راستے کے کنارے کنارے چلنا چاہیے -

مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اجتماع کئی مفاسد ، خرابیوں اور فتنوں کے دروازے کھولنے کا باعث بنتا ہے ۔

امام نووی فرماتے ہیں :-

مختلف احادیث کی بناء پر علماء نے کہا ہے ، کہ عورت کو مسجد جانے کی اجازت اس وقت دی جائے گی ، جب کہ :-

ان لا تکون متطیبة ولا متزینة ولا ذات خلاخل یسمع صوتها ولا ثیاب فاخرة ولا مختلطة بالرجال ولا شابة ونحوها ممن یفتتن بها - (62)

وہ خوشبو لگائے ہوئے نہ ہو زیب و زینت سے آراستہ نہ ہو ، ایسے پازیب نہ پہنے ہوئے ہو جن کی جھنکار سنائی دے ، بھڑکیلے لباس میں ملبوس نہ ہو ، مردوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو ، جوان یا ایسی حالت میں نہ ہو ، جس سے وہ فتنے کا باعث بنے -

ابن الهمام فرماتے ہیں :-

وحیث ابحنالها الخروج فانما یباح بشرط عدم الزینة و تغییر الهیئة الی مالا یکون داعیة الی نظر الرجال والاستمالة - (63)

جب عورت کے لئے گھر سے باہر نکلنے کو ہم جائز قرار دیتے ہیں ، تو یہ جواز اس شرط کے ساتھ ہے ، کہ وہ زیب و زینت کے ساتھ نہیں نکلے گی - اور ایسی ہیئت میں ہوگی ، جو مردوں کو دیکھنے اور مائل ہونے پر نہ ابھارے -

مردوں اور عورتوں کے عدم اختلاط کے ضروری ہونے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے ، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی بیعت کے وقت کسی عورت کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا ، عورتوں کی بیعت کپڑے کے واسطے سے لی جاتی تھی ، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اختلاط کے سلسلہ میں اتنی احتیاط فرما رہے ہیں ، تو ماو شما کہاں ......؟ علاوہ ازیں متعدد احادیث اقوال ، اقوال صحابہ اور آراء فقہاء ہیں ، جو مرد و عورت کے اختلاط کے ناجائز ہونے پر دال ہیں -

---

(61) سنن ابو داؤد ، المجلد الثانی ، ص 714 ، 715 - طبع کانپور -

(62) امام نووی : شرح مسلم مع مسلم ، مصر ، 1380ھ ، 1960ء ، مصطفیٰ البابی ، المجلد الثانی ، ص 2...

(63) فتح القدیر ، المجلد الثالث ، ص 336 -

لہذا مغرب کی تقلید میں مخلوط تعلیم کا سلسلہ بند ہونا چاہیئے ، اور لڑکیوں کے واسطے الگ مدارس قائم ہونے چاہییں ، جہاں ان کی ہم جنس معلمات ہی ان کو تعلیم دیں ، انکی تربیت کریں ، اور دیگر نگرانی کے امور سرانجام دیں -

مخلوط تعلیم کے نقائص-

خالص عقلی نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے تو مخلوط تعلیم کا لازمی نتیجہ ماحول کی تباہی اور خاندانی انتشار کی صورت میں ہی نکلے گا ، مخلوط تعلیم کی بنیاد ہی حقیقت پہ نہ رہی ہے ، کہ مرد و عورت کے فرائض کا دائرہ ایک ہی ہے ، اسلئے یہاں سے جو بھی لڑکیاں تعلیم پا کر نکلتی ہیں ، وہ خانہ داری ، پرورش ، اور تربیت اولاد اور اطاعت شوہر کو عورت کی حقارت اور کمتری کی علامت سمجھتی ہیں ، اور گھر سے باہر وہ ملازمتیں کرنا پسند کرتی ہیں ، اس کا نتیجہ یہ ہوگا ، کہ ایسی لڑکیاں اپنی اولاد کو آیاؤں کے حوالے کر کے خود کلبوں یا دفتروں میں چلی جائیں گی ، لیکن بچے اپنی ماؤں کی شفقت اور توجہ سے محروم رہ جائیں گے - وہ بچے جو آگے چل کر ملک و ملت کے اہم ستون بننے والے ہیں ، اس تربیت سے محروم رہیں گے ، جو ایک شفیق ماں اپنی تمام تر وقت اور توجہ صرف کرکے انہیں دے سکتی تھی ، تربیت کی کمی کا نتیجہ اخلاقی بگاڑ اور سیرت و کردار کی ناپختگی کو جنم دیگا ، اور ظاہر ہے ، کہ ایسے بچے جب قوم کے سوئے ہوئے رکن بن جائیں گے ، تو وہ اپنی قوم کی کیا خدمت سرانجام دے سکیں گے - نو پختہ سیرت و کردار کی مالک یہ نسل ملک و ملت کو تباہی کی راہ پر لیے جائے گی -

مخلوط تعلیم تعلیم نسواں کی راہ میں رکاوٹ-

یہ مخلوط تعلیم ایک زبردست نقصان دہ ہے ، جو ہمارے ملک کی خواتین کو بھگتنا پڑ رہا ہے ، عورتوں کی جہالت ہمارے ملک کا ایک اہم مسئلہ ہے ، صحیح خطوط پر قومی ترقی اور آئندہ نسل کی تربیت و نشو ونما کے لئے عورتوں کا زیور علم سے آراستہ ہونا ضروری ہے ، لیکن ہمارے ملک میں تعلیم کی اشاعت کی رفتار سست ہے ، کیونکہ ہمارے ملک کے اکثر و بیشتر افراد دین سے کچھ نہ کچھ وابستگی ضرور رکھتے ہیں - اور اب بھی خواتین کے لئے پردہ اور شرم و حیا کو قابل تعریف سمجھا جاتا ہے ، ایک مخصوص اعلیٰ اور مغرب زدہ طبقہ کے علاوہ اکثریت اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو مخلوط تعلیمی اداروں میں تعلیم کے لئے بھیجنے کی نسبت تعلیم سے محروم رکھنا گوارا کر لیتی ہے ، اکثر لڑکیاں اپنی تمام تر لیاقت و ذہانت کے باوجود اعلیٰ تعلیم سے محروم رہ جاتی ہیں ، کیونکہ یونیورسٹی میں مخلوط تعلیم نا گزیر ہے ، لہذا ہم چاہتے ہیں ، کہ ہمارے ملک میں خواتین زیادہ سے زیادہ تعداد میں تعلیم کی طرف مائل ہوں ، اور اعلیٰ تعلیم کو حاصل کریں ، تو ہمیں مخلوط تعلیم کو جلد سے جلد ختم کرنا چاہیئے -

نصابِ تعلیم پر غیر ضروری علوم ۔

موجودہ نظامِ تعلیم طالبات کے لئے اس لحاظ سے اور بھی زیادہ مضر اثرات کا حامل ہے ، کہ انہیں بہت سے ایسے علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں ، جو ان کے اصل فرائضِ زندگی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے ، قانون ، سیاست ، انجینرنگ ، وکالت ، طبیعات کے شعبوں میں کتنی ہی طالبات اپنا وقت اپنی محنت اور کاوشیں صرف کرتی ہیں ، اور سالہاسال کی اس محنت کے نتیجے میں انہیں محض ایک ڈگری حاصل ہوتی ہے ، ان طالبات میں سے 80 فیصد بلکہ اس سے بھی زیادہ لڑکیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد شادی شدہ زندگی کے مرحلے میں داخل ہوتی ہیں ، تو یہ سب ڈگریاں ان کے لئے غیر مفید ثابت ہوتی ہیں ، ظاہر ہے ، کہ سیاست کی کوئی بہترین طالبہ بھی اپنے بچوں کی تربیت اور خانہ داری میں اس علم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی ، اگر یہ طالبات اس علم سے خود کوئی فائدہ اٹھانے یا قوم کو فائدہ پہنچانے کیلئے کوئی ملازمت یا پیشہ کرنا چاہیں تو یہ انکے اصل فرائضِ حیات سے ٹکراتی ہے ۔

فرض کیا جائے کہ ایک عورت نے قانون کی تعلیم حاصل کرکے ایک بیرسٹر کا عہدہ سنبھال لیا ہے ، جبکہ اسکی گود میں ایک ننھا منا سا وجود بھی اسکی محبت اور توجہ کے انتظار میں تک رہا ہے ، ایسی حالت میں اسکا دل کسی جرم کی مدافعت کے لئے ان قانونی پہلوؤں کی تلاش میں جو اسکے موکل کے لئے مفید ہوں ، مصروف رہتا اور شب بھر سندوں اور حوالوں کی جستجو میں قانون کی ضخیم کتابوں کی ورق گردانی میں مشغول رہتا کہ صبح کو مقدمہ کی پیشی ہونے والی ہے ، کیا اسکو ایامِ رضاعت کے فرائض سے غافل نہ رہنا ہوگا ، عورت کے طبعی فریضہ کا تقاضا تو یہ ہے ، کہ یوم ولادت سے لیکر ایام طفولیت اور پھر اسکے بعد بھی بچے کی ہر حرکت اور ہر فعل کی نگہداشت کرے ، اور اسے عمدہ خصائل کا حامل بنانے کے لئے اسکی تربیت میں پوری توجہ صرف کرے ، لیکن اس بدقسمت بچے کا کیا حال ہوتا ، کہ جب اسکی بیرسٹر ماں عدالت میں فریقِ مخالف پر جرم ثابت کر رہی ہوتی ، اور وہ اسکی توجہ کا منتظر جھولے میں پڑا ہوتا ۔ (64)

موجودہ نظامِ تعلیم میں ملت اسلام کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کے لئے جو انتظام کیا جاتا ہے ، وہ دراصل انگریزی ملت کی پیشوائی کیلئے بلکہ اسکی مارشگری کے لئے تیار کرتا ہے ، ان درسگاہوں میں آپ کو فلسفہ ، سائنس ، معاشیات ، قانون ، سیاست ، تاریخ اور دوسرے تمام وہ علوم پڑھائے جاتے ہیں ، جنکی مارکیٹ میں مانگ ہے ، مگر آپ کو اسلام کے فلسفے ، اسلام کی اساس و حکمت ، اسلام کے اصولِ معیشت ، اسلام کے اصول قانون اسلام کے نظریہ سیاسی ، اور اسلام کی تاریخ اور فلسفہ تاریخ کی ہوا تک نہیں لگنے پاتی ، اسکا نتیجہ کیا ہوتا ہے ؟ آپ کے ذہن میں زندگی کا پورا نقشہ اپنے تمام جزئیات اور تمام پہلوؤں کے ساتھ بالکل غیر اسلامی خطوط پر بنتا ہے ، آپ غیر اسلامی طور پر سوچنے لگتے ہیں ، غیر اسلامی نقطہ نظر سے زندگی کو دیکھنے لگتے ہیں ، اور دیکھنے پر مجبور ہوتے ہیں ، کیونکہ اسلامی نقطہ نظر کبھی آپ کے سامنے آتا ہی نہیں ۔ (65)

---

(64) مسلمان عورت ، ص 27 ، 28 ۔ (65) خطبہ تقسیم اسناد 1960ء کا اقتباس ۔

آپ اسکی تربیت تمام تر ایسی تہذیب کے زیر اثر کرتے ہیں، جو اپنی روح اور اپنے مقاصد اور اپنے مناہج کے اعتبار سے کلیۃً اسلامی تہذیب کی ضد واقع ہوئی ہے، اسکے بعد کس بناء پر آپ یہ امید رکھتے ہیں، کہ اسکی نظر اسلامی نظر ہوگی، اسکی سیرت اسلامی سیرت ہوگی، اسکی زندگی اسلامی زندگی ہوگی۔ (66)

دورِ جدید نے اپنی تعلیم ہم پر مسلط کی اور اس طرح مسلط کی کہ رزق کی کنجیاں بھی لے کر اپنی تعلیم گاہوں کے دروازوں پر لٹکا دیں، جس کے معنی یہ تھے، کہ اب یہاں رزق وہی پائے گا، جو یہ تعلیم حاصل کرے گا۔ اس دباؤ میں آکر ہماری ہر نسل کے بعد دوسری نسل پہلے سے بڑھ چڑھ کر ان تعلیم گاہوں کی طرف گئی، اور وہاں وہ سارے ہی نظریات اور علمیات سیکھے، جن کی روح اور شکل بالکل ہماری تہذیب کی ضد تھی۔ اگرچہ کھلا کافر تو وہ ہم میں سے ایک فی صد کو بھی نہ بنا سکے، مگر فکر و نظر اور ذوق و وجدان اور سیرت و کردار میں ٹھیٹھ مسلمان انہوں نے شاید 2 فیصدی کو بھی نہ رہنے دیا، یہ سب سے بڑا نقصان تھا، جو انہوں نے ہم کو پہنچایا، کیونکہ اس نے ہمارے دلوں اور دماغوں میں ہماری تہذیب کی جڑیں بھی کو خشک کر دیا، اور ایک دوسری مخالف تہذیب کی جڑیں ان میں پیوست کر دیں۔ (67)

بانیٔ پاکستان حضرت قائد اعظم نے تعلیم کے سلسلے میں ایک بار فرمایا تھا:

" اگر ہمیں حقیقی اور تیز رفتار ترقی کرنی ہے، تو ہمیں تعلیم کے مسئلے پر خاص توجہ دینی چاہیے، اپنی تعلیمی پالیسی اور پروگرام کو ایسے خطوط پر چلانا چاہیے جو ہماری قوم کے مزاج کے مطابق ہوں، جو ہماری تاریخ اور ثقافت سے ہم آہنگ ہوں، اور جدید تقاضوں کے مطابق ہوں "۔ (68)

اچھے معلمات کی کمی۔

جو شخص تعلیم کے معاملے میں کچھ بھی بصیرت رکھتا ہو، اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہو سکتا کہ نظام تعلیم میں نصاب اور اسکی کتابوں سے بھی بڑھ کر استاد کا کیریکٹر زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ فاسد العقیدہ اور فاسد الاخلاق استاد اپنے شاگردوں کی ذہنی اور اخلاقی تربیت نہیں کر سکتے۔

مشہور سائنس دان اے۔ کیو، موسی اساتذہ کے کردار کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے کہتے ہیں:

" کوئی نظام بھی، نظام تعلیم خواہ تصوراتی لحاظ سے کتنا ہی متناسب اور مستحکم کیوں نہ ہو، ہمیں اس استاد سے بے نیاز نہیں کر سکتا، جو اس نظام کو روبہ عمل لائے .....
... اور پھر کہتے ہیں، کہ اچھے استاد کا نہ ملنا ہمارے ملک میں تعلیم کا اصل المیہ ہے۔ (69)

---

(66) ابوالاعلیٰ مودودی: اسلامی نظام زندگی اور اسکے بنیادی تصورات، لاہور اللہ والا پرنٹرز، 1978ء، ص 381-382۔
(67) نیر ستان، قرآن حکیم اور ہماری زندگی، ص 183۔ (68) تعلیم کا مسئلہ، ادارہ مطبوعات حکمت، کراچی، 1955ء، ص 7۔
(69) تعلیم کا مسئلہ، ص 7۔

نسوانی تعلیم کے اداروں کا جائزہ لینے سے ہمیں مندرجہ ذیل قول کی صداقت واضح نظر آتی ہے، جو اکثر اساتذہ اپنے مضمون کی پوری طرح تیاری کے ساتھ درسگاہ میں نہیں آتیں، اور نہ ہی وہ اپنی طالبات سے علمی تحقیق و جستجو کا جذبہ پیدا کرتی ہیں، امتحان پاس کروانا، معلمات کا مقصد اور امتحان پاس کرنا طالبات کا مقصد بنا رہتا ہے، اکثر معلمات اپنی شاگردوں کے رجحانات انکی الجھنوں اور مسائل سے بیگانہ رہتی ہیں، اور انکی سیرت و کردار کو اسلامی اصولوں کے سانچے میں ڈھالنے سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی، اور ہو بھی کیوں، کیونکہ خود اکثر اساتذہ کی زندگیاں اسلام سے بیگانگی کا نمونہ ہوتی ہیں، اور وہ اساتذہ جنہیں اپنی طالبات کے لئے فرض شناسی خدا پرستی، نیکی و حسن سیرت و کردار اور وقار اور سادگی کا نمونہ بننا چاہیے تھا، وہ خود اس صورت سے عاری ہوتی ہیں، اور فیشن پرستی میں مبتلا ہوتی ہیں، اور انکی ہونہار شاگردیں، بھی ان سے بڑھ کر انکی تقلید کرتی ہیں، ظاہر ہے، کہ جب ہمارے تعلیمی اداروں کا یہ حرو کا پہلک، بلکہ موثر ترین طبقہ یوں اسلامی اقدار اور سنجیدہ طرز فکر سے عاری ہو جاتا ہے، تو طالبات کہاں سے اسلامی سیرت و کردار کے نمونے ڈھونڈ کر اپنائیں۔

<u>درسگاہوں کا اجتماعی ماحول۔</u>

درسگاہوں کا ماحول اور انکی تمام تر سرگرمیاں بھی اسلامی حدود کے ماوراء ہوتی ہیں۔۔۔ یہاں آئے دن امداد باہمی کے لئے سیلاب زدگان کی امداد کی غرض سے شفاخانوں کے مریضوں کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کے لئے تقریبات منعقد ہوتی ہیں، الوداعی اور استقبالیہ پارٹیاں ہوتی ہیں، تو ان تقریبات میں رقص و سرود مشقیہ ڈرامے گانوں اور موسیقی کے پروگرام پیش کئے جاتے ہیں، جن کے لئے طالبات کئی دن پہلے ہی خوب زور و شور سے اپنی ٹیچروں کی نگرانی میں تیاری کرتی ہیں۔ (69ب)۔

بقول شاعر :۔

قوم کی وہ بیٹیاں کہ جن کو بننا تھا بتول،

مدرسوں میں سیکھتی ہیں، ناچ گانے کے اصول۔

ان تقریبات کے موقع پر طالبات زینت اور جدید ترین فیشن کے ملبوسات کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں، اور زینت و آرائش کا یہ مظاہرہ ان تقریبات تک ہی محدود نہیں رہتا، بلکہ طالبات کے معمول میں شامل ہے، اکثر طالبات اور خود اساتذہ بے پردہ ہوتی ہیں، اور پوری آرائش و زیبائش کے ساتھ چست اور نیم عریاں لباس پہن کر آتی ہیں۔ بعض طالبات تعلیم ہی اس لئے حاصل کرتی ہیں، کہ سکول و کالج کی دنیا بڑی رنگین ہوتی ہے، اور ان کی گفتگو کے موضوعات فکری اور علمی ذہنیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے، بلکہ فلموں، ناولوں، اور افسانوں کی باتیں، انکے مرغوب موضوعات زیر بحث ہوتے ہیں۔ اسلام اور عالم

(69ب۔) محمد تقی عثمانی: <u>عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو</u>، طبع اول، کراچی، 1397ھ، دارالتصنیف، ص 274، 276۔

اسلام کے حالات و مسائل اور اسلامی موضوعات سے اکثر طالبات کو کوئی رغبت نہیں ہوتی ۔

یہ ہے ، موجودہ تعلیم نسواں کا ایک مختصر سا تجزیہ ، جس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں ، کہ یہ نظام اس مقصد کی تکمیل تو درکنار اس کے ادنیٰ سے حصول میں بھی ناکام رہا ہے ، جس کے لئے اسلام میں عورتوں کی تعلیم کو ضروری اور اہم قرار دیا گیا ہے ۔ ہماری موجودہ تعلیم یافتہ خواتین اعلیٰ ڈگریوں کے حصول کے باوجود اسلام اور اسلامی طرز زندگی سے بیگانہ رہتی ہیں ، کیونکہ انہیں ایسی تعلیم و تربیت دی ہی نہیں گئی جس سے روح رواں اسلامی نظریہ حیات ہو ۔

مولانا مودودی فرماتے ہیں :-

"نظامِ تعلیم کا مسئلہ تمام مسلمان ممالک کا اہم ترین مسئلہ ہے ، اور اسکے متعلق سب کو مل کر کوئی مشترک پالیسی وضع کرنا چاہیے ، اس وقت صورت یہ ہے ، کہ تقریباً تمام ہی مسلمان ممالک میں دو مختلف اور متضاد نظامِ تعلیم چل رہے ہیں .... قدیم دینی نظام جس میں دنیوی علم یا امور کے بارے میں کوئی علم نہیں دیا جاتا ہے ، اور جدید نظامِ تعلیم جو دینی علوم سے بڑی حد تک خالی ہے ، یہ دو نظام دو مختلف اور متضاد ذہن رکھنے والی نسلوں کو تیار کرکے ایک کشمکش کو جنم دے رہے ہیں ، اس پر مشنری تعلیمی ادارے مستزاد ہیں ، جو ایک تیسرا ہی عنصر ہمارے معاشرے میں پیدا کر رہے ہیں ، اور استعماری طاقتوں کے مفید مطالب عناصر تیار کر رہے ہیں "۔ (70)

ہمارے ملک میں تعلیم کی غرض محض ایک اندھا دھند تقلید ہے ، چونکہ کوئی خاص مقصد سامنے رکھ کر تعلیم نہیں دی جاتی ، اس لئے طلباء میں ادبی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے ، وہ ناولیں ، قصے ، کہانیو شاعری ، تمثیلات وغیرہ میں بطور شغل اپنا وقت ضائع کرتے رہتے ہیں ، جدت تخلیق اور ذوقِ عمل کا مادہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مفقود ہو جاتا ہے ، دنیا کے تمام ملک اپنا خاص مقصدِ تعلیم سامنے رکھ کر وقت صرف کرتے ہیں ، مثلاً اکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیاں اعلیٰ شخصیت اور بہترین دل و دماغ رکھنے والے لوگ پیدا کرتی ہیں ، اور جرمنی یونیورسٹیاں بہترین ملت پرست اور محبانِ وطن پیدا کرتی ہیں ، لیکن ہماری یونیورسٹیاں کلرک ، محرر اور مطالعہ ناول کے دائمی المریض ، جو چارپائیوں پر پڑے پڑے لڑکوں کے اعلیٰ شاہکاروں کی داد دے سکیں ۔ پیدا کر رہی ہیں ۔ جو نہ تو اسلام کی صحیح نمائندگی کر سکتے ہیں ، نہ موجودہ زندگی کے مسائل پر اسلام کے اصولوں کو منطبق کر سکتے ہیں ، کہ ان کے اندر اب یہ صلاحیت ہے ، کہ وہ دینی اصولوں پر قوم کی رہنمائی کر سکیں ، ، اور نہ وہ ہمارے اجتماعی مسائل میں سے کسی مسئلے کو حل کر سکتے ہیں ۔ (71)

---

(70) ابوالاعلیٰ مودودی : عہد حاضر میں امہ مسلمہ کے مسائل اور انکا حل ، مرتبہ خلیل احمد الحامدی ، لاہور ، ادارہ معارف اسلامی ، منصورہ 1982ء ، ص 95

(71) ایضاً ۔ اسلام کا نظام تعلیم ، لاہور ، اسلامک پبلیکیشنز ، 1963ء ، ص 7 ۔

اسلامی نظام تعلیم کیسے ہونا چاہیے -

اگر ہم چاہتے ہیں ، کہ ہمارا نظامِ تعلیم علمی اور عملی لحاظ سے صحیح ہو ، تو ضروری ہے ، کہ اسکی بنیاد صحیح ہو ، اور صحیح بنیاد اسلامی نظریۂ کائنات کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی - (72)

ہمارا مطمع نظر ہمیشہ یہ رہا ہے ، کہ ہم اپنی درسگاہوں سے ایسے نوجوان پیدا کریں ، جو نہ صرف حسبِ معیار اور زمانۂ حال میں تعلیم و تربیت یافتہ افراد شمار کئے جانے کے مستحق ہوں ، بلکہ سچے معنوں میں مسلمان بھی ہوں ، جن میں اسلام کی روح ہو ، اور جو اپنے مذہب سے کافی بہرہ یاب ہوں ، کہ خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں ، اس مقصد کے لئیے قرآن مجید سے پوری واقفیت حاصل کرنیکو ہم نے اپنی تعلیم کا سنگ بنیاد قرار دیا ہے - (73)

تشکیلی سیرت -

تیسری بنیادی چیز جو نئے نظامِ تعلیم میں ملحوظ رہنی چاہیے ، وہ یہ کہ اس میں تشکیل سیرت کو کتابی علم سے زیادہ اہمیت دی جائے ، محض کتابیں پڑھانے اور محض علوم و فنون سکھا دینے سے ہمارا کام نہیں چل سکتا ، ہمیں اس کی ضرورت ہے ، کہ ہمارے ایک ایک طالبعلم کے اندر اسلامی کریکٹر پیدا ہو ، اسلامی طرز فکر اور اسلامی ذہنیت پیدا ہو ، خواہ وہ سائنٹسٹ ہو خواہ وہ علومِ عمران کا ماہر ہو ، خواہ وہ ہماری سول سروس کے لئیے تیار ہو رہا ہو ، جو بھی ہو ، اس کے اندر اسلامی ذہنیت اور اسلامی کریکٹر ضرور ہونا چاہیے ، یہ چیز ہماری تعلیمی پالیسی کے بنیادی مقاصد میں شامل ہونی چاہیے - جس صورت میں اخلاق نہیں وہ جاہے جو کچھ بھی ہو ، بہرحال ہمارے کام کا نہیں ہے - (74)

عبدالغفور چودھری اپنی کتاب Some aspect of Islamic Education میں استاد کی تشکیلِ سیرت کے ضمن میں ذکر کرتے ہیں :-

> The teacher of higher education enjoyed a specially unique status in the Islamic World. He presented a pattern of moral and Social leadership, which remains unexampled in the social structure of the modern world. The social gauge by which the prestige of an individual could be measured were not so precise and prosaic as they are today. (75).

---

(72) اسلام کا نظریہ تعلیم ، ص 53 ، 54 -

(73) مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت (ہند و پاکستان میں) ، ص 283 ، 284 -

(74) اسلامی نظامِ تعلیم ، ص 18 -

(75) Abdul Ghafur Chaudhari: Some aspect of Islamic Education, 1952. Lahore Universal Book,

تربیت ۔

شریعت میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی بڑا زور دیا گیا ہے ، قرآنِ کریم نے جہاں کتاب و حکمت کی تعلیم ہے ، وہاں نفوس کا تزکیہ و تصفیہ بھی شامل ہے ، اخلاق اور اعمالِ حسنہ سے عاری صاحبِ علم اس چوپائے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا ، جس پر کتابوں کا ڈھیر لاد دیا جائے ۔ بہرحال بچیوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انکی اخلاقی تربیت بھی نہایت ضروری ہے ، تربیت ہی انسان کو عالی ہمتی ، بلند حوصلگی اور شرافت و اخلاق کے فاخرہ لباس سے ملبوس بناتی ہے ، جس علم سے انسان ، انسان نہ بنے ، اسکے اطوار و عادات نہ سدھریں ، عورت ہے ، تو وہ عفت و پاکدامنی کا مرقع نہ بنے تو ایسی تعلیم سے تو جہالت ہی بھلی ہے ۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن ،

کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت ۔

عورتوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ انکی تربیت اور اخلاقی اصلاح کو ایک شاعر نے یوں بیان کیا ہے :-

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے ، مگر -

خاتونِ خانہ ہو وہ سبھا کی پری نہ ہو ۔

علم کا تعلق محض لوازمِ حیات ہی سے نہیں بلکہ مقاصدِ حیات سے بھی ہے اسلام نے علم کا جو تصور دیا ہے ، اس میں علم اور تربیت دونوں کو یکساں اہمیت دی گئی ہے ، مطلوبہ منصوص نظامِ تعلیم اور سیرت سازی ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں ، اور اسی کا اظہار " علم و فضل " کی اصطلاح سے بھی ہوتا ہے ۔

مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم نے اولاد کی اخلاقی تربیت نہ کرنے کو قتل کے مترادف قرار دیا ہے ، فرماتے ہیں :-

" قتلِ اولاد کا جرم اور سخت گناہ ہونا جو اس آیت "ولا تقتلوا اولادکم" میں بیان فرمایا گیا ہے ، وہ ظاہری قتل ، اور مار ڈالنے کے لئے تو ظاہری ہی ہے ، اور غور کیا جائے تو اولاد کو تعلیم و تربیت نہ دینا جس کے نتیجے میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کی فکر سے غافل رہے ، بد اخلاقیوں اور بے حیائیوں میں گرفتار رہے ، یہ بھی قتلِ اولاد سے کم نہیں ، جو لوگ اپنی اولاد کے اعمال و اخلاق کے درست کرنے پر توجہ نہیں دیتے ، ان کو آزاد چھوڑتے ہیں ، یا ایسی غلط تعلیم دیتے ہیں ، جس کے نتیجے میں اسلامی اخلاق تباہ ہوں ، وہ بھی اس حیثیت سے اولاد کے مجرم ہیں ، ظاہری قتل کا اثر تو صرف دنیا کی چند روزہ زندگی کو تباہ کرتا ہے ، یہ قتل انسان کی اخروی اور دائمی زندگی تباہ کر دیتا ہے ۔ (76)

---

(76) تفسیر معارف القرآن ، جلد سوئم ، ص 412 ۔

خلاصہ یہ کہ بچیوں کی تعلیم و تربیت دونوں پر یکساں توجہ کی جائے، تاکہ آئندہ چل کر وہ بچوں کی بہترین اولین درسگاہ ثابت ہوں۔

تعلیم و تربیتِ نسواں اور تربیت اولاد۔

عورتوں کی تعلیم و تربیت اس لئے بھی حد درجہ ضروری ہے، کہ آئندہ انہیں بچوں کی تربیت کرنا ہے، ماں کے لئے شرعی نقطۂ نظر سے بھی بچوں کی صحیح خطوط پر تربیت کرنا لازمی ہے، اور اس سلسلے میں وہ جوابدہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

المرأۃ راعیۃ علی بیت بعلھا و ولدہ وھی مسئولۃ عنھم۔ (77)

عورت اپنے خاوند کے گھر اور اسکے بال بچوں کی نگران ہے، اور بچوں کے بارے میں (روزِ قیامت) اس سے بازپرس ہوگی۔

عام مشاہدہ یہی ہے، کہ ماں اور گھریلو ماحول جتنا پاکیزہ ہوتا ہے، اکثر اولاد اتنی ہی صالح، متقی، فرمانبردار اور ملک و ملت کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے، جھوٹے اور معصوم بچے ٹہنیوں کی مانند ہوتے ہیں، انہیں جدھر موڑیے جائیں مڑتے جاتے ہیں۔

بچہ اپنے والدین کے ہاں بطور امانت ہوتا ہے، اس کا پاکیزہ قلب ہر قسم کے نقش اور صورت سے خالی نفیس جوہر ہوتا ہے، اس پاکیزہ قلب پر جو کچھ نقش کر دیا جائے وہ اسے قبول کرنے کو تیار ہوتا ہے، اور جس طرف اسے مائل کریں، ادھر مائل ہوجاتا ہے، اگر اسے بھلائی کی عادات اور اچھے اخلاق و اطوار کا عادی بنایا جائے تو اس میں اچھے اخلاق و اطوار راسخ ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ دنیا و آخرت میں سعادت مند قرار پاتا ہے، اور اگر اسے بری عادات اور اخلاقِ رذیلہ کا عادی بنایا جائے، تو وہ انہی چیزوں کا خوگر ہو جاتا ہے، نتیجہ دنیا و آخرت میں ہلاک ہوتا ہے۔ (78)

تعلیم نسواں کی ضرورت۔

اسلام نے عورت کو مرد کے مساوی المرتبہ قرار دیا ہے، اور روحانی، اخلاقی، معاشی ہر اعتبار سے اسے مرد کے مساوی حقوق دیئے ہیں، اسلام ہمیں بتاتا ہے، کہ زندگی مرد، عورت دونوں کی محتاج ہے۔۔۔۔ مرد اور عورت دونوں معاشرے کے دو بنیادی ستون اور خاندانی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، جن میں سے ایک کا بگاڑ دوسرے کے بگاڑ اور پھر پورے خاندانی اور معاشرتی نظام کے بگاڑ کا موجب بن سکتا ہے، زندگی کی کٹھنا گھٹی اور نشیب و فراز میں ہمیشہ مرد و عورت میں سے ہر ایک دوسرے کا معاون و مددگار رہا ہے، تمدن کا ارتقاء ان دونوں کے اتحاد سے عمل میں آیا ہے، جب زمانہ کی اصلاح و بگاڑ میں دونوں کا ساتھ ہے تو کیا یہ سراسر غلطی نہ ہوگی کہ ایک کو کارنامۂ تمدن سے خارج کرکے آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا جائے۔۔۔۔ کیا دنیا کا کوئی شخص اپنے جسم کے نصف حصہ کو بیکار اور مفلوج کرنے کے بعد بھی صحیح طریقے سے زندگی کے میدان میں اپنا پارٹ ادا کر سکتا ہے، لہٰذا اگر ہم اسلامی معاشرے کو ایک اعلیٰ علمی اور

علمی معاشرہ بنانا چاہتے ہیں ، تو عورت کی تعلیم بھی اتنی ہی ضروری ہے ، جس طرح مرد کی تعلیم ۔ عورت کی جاہلیت اور صرف مرد کی عالمیت اس باشعور اور بلند پایہ معاشرہ کو جنم دے نہیں سکتی ، جو کہ اسلام کا معیار مطلوب ہے ۔ لہذا عورت کی تعلیم بھی اس طرح ہی نہیں ۔ تہذیب جدید کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے انہیں مسخر کرکے رکھ دیا ہے ، اس صورت حال کا صحیح ممکن علاج یہی ہے ، کہ ہم ایسی خواتین کو دین کی صحیح تعلیم سے آشنا کریں ، اور اسکے ساتھ ہی انکی نہایت عمدہ اخلاقی اور روحانی تربیت کی جائے تاکہ اسلامی معاشرے کا نصف بہتر تعمیر ملی میں اپنا حقیقی رول ادا کر سکے ۔ اور ہم میں وہ خواتین پیدا ہو سکیں ، جو بی بی فاطمہ اور حضرت بی بی عائشہ کے نقش قدم پر چلیں اور ان بیٹوں کو جنم دیں ، جو مشرق سے مغرب تک ایک بار پھر اسلام کے جھنڈے کو سربلند کر دیں ، اور اسکی عظمت کی تاریخ میں نئے ابواب کا اضافہ کریں ، در حقیقت عورت پر تبلیغ دین کا جو فریضہ عائد ہوتا ہے ، اسکی ادائیگی کی بہترین صورت مسلمان نسل کی عمدہ تربیت و پرورش ہی ہے ، اگر مرد میدانِ جہاد میں جا کر شہادت حق کا فریضہ ادا کرتا ہے ، تو عورت بھی گھر میں ان مجاہدین کو پیدا کر سکتی ہے جو آگے چل کر اسلام کے بہترین داعی اور علمبردار بن جائیں ، اور اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے عورت کی تعلیم بے حد ضروری ہے ، تاکہ وہ محض جہالت اور وہم و گمان پیشہ نہ کرے ، جو دین سے بیگانگی، کردار کی پستی اور لا یعنی اعمال پر منحصر ہو ، جو محبتِ الٰہی محبت رسول اور بلند نظری اور اعلی شعور سے خالی ہو ، لہذا مسلمان عورت کو تعلیم دینی انتہائی ضروری ہے ، تاکہ وہ دین پر خود بھی عمل پیرا ہو ، ایک باشعور اور عالم خاتون بن کر رہے ، اور گھر میں اپنے علم و عمل کی روشنی میں ایسے ماحول کی تشکیل کرے ، جس میں اسکے اور پلنے والے بچے بہترین دینی، اخلاقی فضائل اور اوصاف کے حامل ہوں ، اور خدا پرستی ، پرہیزگاری ، شجاعت ، سخاوت ، رحمت، وقار ، اور سنجیدگی کا مرقع ہوں ۔ جہالت سے دور اور علم سے مزین ہوں ۔ بقول ابن خلدون ۔ علوم و فنون کی تحصیل انسان کا فطری تقاضا ہے ۔ (79)

مصر کے ایک عالم سے ایک مرتبہ وہاں کی اخلاقی زبوں حالی کی شکایت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا ، کہ اس واسطے تو ہم لڑکیوں کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ کر رہے ہیں ، اور ہماری یہی کوشش ہے ، کہ لڑکے پڑھیں ، یا نہ پڑھیں ، لڑکیاں جلد سے جلد پڑھ جائیں ، کیونکہ پڑھی لکھی لڑکی جس گھر میں پہنچے گی وہ اس گھر کو مہذب کر دے گی ، اور آئندہ جو اسکی اولاد ہوگی ، وہ بھی پڑھ جائے گی ، اور اسکی اخلاقی حالت بھی بہتر ہوگی ۔ (80)

---

(77) سنن ابو داؤد ، المجلد الثانی ، ص 406 ، طبع لاہور ۔

(78) احیاء علوم الدین ، المجلد الثالث ، ص 92 ۔ (79) افکار ابن خلدون ، ص 188 ۔

(80) خاتون اسلام کا دستور حیات ، ص 154 ۔

تعلیمِ نسواں کی اہمیت و ضرورت کے بارے میں پاکستان کے وزیرِ تعلیم مسٹر شمس الحق کا ایک بیان میری نظر سے گزرا ہے، جسے درج کرنا میں نہایت ضروری سمجھتی ہوں۔
گورنمنٹ کالج برائے خواتین کے جلسہ تقسیمِ اسناد سے خطاب کرتے ہوئے، ملک کی معاشی، سماجی، ثقافتی ترقی میں خواتین کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے کہا کہ :-

* کوئی حکومت عورتوں کی تعلیم سے عدم توجہی کی غلطی نہیں کر سکتی، تعلیم یافتہ خواتین شوہر کی خدمت اور بچوں کی تربیت بہتر طور پر کر سکتی ہیں، قوم کی اخلاقی اور روحانی اقدار کی میراث کی حفاظت کی ذمہ داری بھی عورت کے سر آتی ہے، اس لئے قوم کے لئے ضروری ہے، کہ وہ خواتین کے لئے زیادہ سے زیادہ تعلیمی سہولتیں مہیا کرے۔ جب بچوں کی پرورش کرنے والی ماں خود تعلیم یافتہ ہو، اور شوہر کو ایک ذہین اور پڑھی لکھی بیوی کی رفاقت میسر ہو تو یقیناً پاکستان کا ہر گھر علم کے نور سے جگمگا اٹھے گا۔ علم کے سوتے ترقی کے پودے کو سیراب کرتے ہیں، اور اس طرح خواتین کی تعلیم قوم کو آگے بڑھنے میں کافی مدد دیتی ہے — دریں حالات یہ ضروری ہے، کہ قوم کی خواتین کو زیورِ علم سے آراستہ کیا جائے۔ (81) بنیادی طور پر جن خطوط پر کام کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہیں :-

الف۔ اس بنیادی حقیقت کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے، کہ ہم نے جو کچھ کرنا ہے، اسلام کی روشنی میں اور اسکی حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے کرنا ہے، اور مسلم خواتین کو تعلیم دینے کا مقصد یہ ہے، کہ وہ اپنے دین کو خوب اچھی طرح سمجھ کر اس کی روشنی میں زندگی بسر کریں، اور اپنے دین کے فروغ و اشاعت کے قابل ہو جائیں، مسلم خواتین کو بامعنی اسلامی زندگی بسر کرنے کے لئے تیار کرنا — تعلیمِ نسواں کا اولین بنیادی مقصد قرار دیا جائے۔

ب۔ یہ طے ہو کہ عورت اور مرد کا معاشرے میں اپنا اپنا مقام اور اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں، عورت کو گھر سے باہر نکال کر لانا، تہذیب و ترقی نہیں، بلکہ ذہنی دیوالیہ پن کی علامت ہے، اس کا فریضہ خاندان کی حفاظت اور بچوں کی تربیت ہے، جس کے ذریعے ملک و قوم کی خدمت کی جاتی ہے، اس بنیادی حقیقت سے لاپرواہی خواہ کتنے ہی حسین پردوں میں کی جائے، اسے کتنے ہی خوش نما نام دیے جائیں، بالآخر مسلمان قوم کے لئے تباہ کن ہے۔ (82)

ج۔ اس لحاظ سے عورتوں کے لئے مکمل طور پر ایک ایسے علیحدہ نظامِ تعلیم کی ضرورت ہے، جس میں پورا نصاب ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلیٰ ترین مدارج تک عورتوں کی ضروریات کے لحاظ سے ہو، تاکہ اس کے زیرِ سایہ وہ اپنی قابلیتوں اور صلاحیتوں کو بہترین طور پر پروان چڑھا کر اعلیٰ مراحل تک امورِ خانہ داری۔ اسلامی تہذیب و تمدن تعمیرِ ملی میں عورتوں کے

---

(81) روزنامہ مشرق ، ایڈیٹر اقبال زبیری ، لاہور 19۔اکتوبر 1969ء ، ص 1 ، کالم 4 -

ــــ ــــ ہے ، مر ــــ ــــ کے مطلوبہ تعلیم ہونے کے علاوہ

روح و سیرت و کردار کی تعمیر کو خصوصی اہمیت دی جائے ۔ لہذا ان تمام مضامین کا مطالعہ داخلِ نصاب کیا جائے ، جو دینی نقطہ نظر سے ہر عورت کے لئے انفرادی اور قومی لحاظ سے اہم ہیں ، عورتوں کو اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار کیا جائے ، اور ان مضامین کو خارج از نصاب قرار دیا جائے ۔ جن کو عورتوں کے اصل فرائضِ حیات سے کوئی مناسبت نہیں ہے ۔

د ۔ دینی و دنیاوی علوم کی تفریق کو مٹا کر پورا نصاب تعلیم اسلامی نظریات و افکار کی روشنی میں مرتب کیا جائے ۔

ذ ۔ کم سے کم ایک اکیڈمی تیار کی جائے ، جو عورتوں کیلئے نصاب اور اس نصاب سے متعلقہ کتب تیار کرے ۔

ر ۔ فوجی تربیت ۔ کم از کم چار سال کے تعلیمی عرصہ میں لڑکیوں کے لئے فوجی تربیت حاصل کرنی لازمی قرار دی جائے ۔

ز ۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کرنی ہر مسلمان لڑکی کے لئے لازمی قرار دیا جائے ۔

س ۔ موجودہ دور میں دہریت و الحاد کی جو فضا مردوں کی طرح عورتوں کو بھی متاثر کر رہی ہے ، اس کا سدِباب کرنے کے لئے لڑکیوں کو اسلامی نظامِ حیات کی خوبیوں اور دنیا کے دوسرے سب نظریات و نظامہائے حیات کے مقابلہ میں اسکی برتری کو خوب اچھی طرح طالبات کے ذہن نشین کروا دیا جائے ۔ دہریت و الحاد پر مبنی غلط نظریاتِ حیات کے عیوب و نقائص اور کمزوریاں کھول کھول کر سامنے لائی جائیں ، تاکہ غلط اور جھوٹے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر طالبات کے گمراہ ہونے کا خطرہ نہ رہے ۔

ش ۔ موجودہ دور میں عالمِ اسلام کے حالات و واقعات سے ہر طالبہ کو خوب اچھی طرح باخبر کیا جائے ۔

ص ۔ معاشرے کے ماحول کی اصلاح ۔ ان تمام عوامل کا سدِباب کیا جائے ، جو معاشرے میں فحاشی ، عریانی ، بے حیائی و بے پردگی پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں ، اور طالبات کی سیرت و کردار کو متاثر کرتے ہیں ، فحش فلموں ، ناولوں ، ریڈیو ، ٹیلی ویژن پروگراموں اور فحش ادب پر کڑی پابندی لگا دی جائے ۔ اور اسے قانونی طور پر ممنوع قرار دیا جائے ، بے پردگی کی حوصلہ شکنی کی جائے ، فلموں ، ٹیلیویژن پر عورتوں کا آنا ممنوع قرار دیا جائے ۔

ض ۔ درسگاہوں کے ماحول کی درستگی ۔ طالبات کی درسگاہوں میں رقص و سرود والی رنگین محفلوں کا انعقاد قطعاً ممنوع قرار دیا جائے ، عریاں ، چست لباسوں میں سکول و کالج میں آنے پر پابندی لگائی جائے ، نماز کے اوقات میں نماز کو طالبات و اساتذہ کے لئے لازمی قرار دیا جائے ۔

ط ۔ اساتذہ باعمل ہوں ۔ جو کہ بچیوں کو صحیح اور برے افعال میں امتیاز کرنا سکھائیں ، اسلامی اخلاق اور اسلام کی صحیح روح پیدا کرنے کا انتظام کریں ۔

ظ ۔ مخلوط تعلیم کی بیخ کنی ۔ اس کے لئے ایک تدریجی منصوبہ بنایا جائے ، جس کے ذریعے ایک طرف تو پورے نظامِ تعلیمِ نسواں کا خاکہ تیار کرنے اور اسکی ضروریات فراہم کرنے کا کام انجام

---

(82) مخلوط تعلیم ، ص 88 ۔

دیا جائے، اور دوسری طرف موجودہ مخلوط تعلیم کے نظام کو جداگانہ تعلیم کے نظام میں تبدیل کر دیا جائے، اس کے لئے جو طریقہ کار اختیار کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہے، کہ :-

1 - نئے مخلوط اداروں کو کھولنا ممنوع قرار دیا جائے -

2 - تعلیمی توسیع کے پروگرام میں اولین اہمیت طالبات کے لئے خصوصی اداروں کے قیام کو دی جائے، اور طالبات سے ان نئے اداروں کی طرف رجوع کروایا جائے، اس طرح سے موجودہ مخلوط تعلیمی اداروں میں طلباء کے لئے مزید گنجائش نکل آئے گی، اور نئے ادارے جداگانہ تعلیم کی بنیاد پر طالبات کی ضرورت کو بھی پورا کر سکیں گے

3 - خواتین کی کم از کم دو یونیورسٹیاں پاکستان میں قائم کی جائیں، ایک اسلام آباد میں، ایک پنجاب میں، یہ یونیورسٹیاں طالبات کے تمام اداروں کو زیر نگرانی لے لیں اور ایسے انتظام میں اعلیٰ تعلیم کا بندوبست کریں -

4 - خواتین کی تعلیم کو شہروں، دیہات ہر جگہ پر ملک کے کونے کونے میں فروغ دینے کے لئے قومی پیمانے پر امدادی کام کے ادارے قائم کیے جائیں، اگر ان خطوط پر خلوص اور محنت سے کام کیا جائے، تو چند ہی سالوں میں نہ صرف یہ کہ ہم ملک کو مخلوط تعلیم سے نجات دلا دیں گے، بلکہ عورتوں کی تعلیم کا ایک ایسا صحت مند اور ترقی پذیر نظام قائم ہو جائے گا، جس سے ہماری آبادی کا نصف بہتر تعمیر ملی میں اپنا حقیقی رول ادا کر سکے گا، اور ہم میں پھر وہ خواتین پیدا ہو سکیں گی، جو بی بی فاطمہ اور حضرت عائشہ کے نقش قدم پر چلیں گی، اور جو ان سپوتوں کو جنم دیں گی، جو مشرق سے مغرب تک ایک بار پھر اسلام کے جھنڈے کو سر بلند کریں گے، اور اسکی عظمت کی تاریخ میں نئے ابواب کا آغاز کریں گی -

(د) ملازمتوں میں عورتوں کے حقوق کا تحفظ

انگریزی میں ملازمت کو Service کہتے ہیں، اور انگریزی ڈکشنری میں اس سے مراد :-

1. Duty performed for ~~-other~~ to others, a life devoted to public service.

2. The Service of God, as through good works, prayer etc. (83.

---

(83) Webster's New World Dictionery, The World Publishing Company, 1937, New York, P-916.

اصطلاحی لحاظ سے ملازمت سے مراد ایسے کام کرنے کے ہیں، جن کے عوض کچھ رقم مل جائے، اور ان سے زندگی کی بنیادی ضروریات پوری ہو سکیں، خواہ وہ کام گھر کے اندر رہ کر کیے جائیں، یا گھر سے باہر سکولوں، کالجوں اور دفتروں وغیرہ میں کیے جائیں۔ ملازمت کا مادہ لازم ہے ہے۔اسکے معنی کسی کے پاس ہمیشہ رہنے، خدمت، نوکری، شغل اور سیوا کے ہیں۔ (84)

خواتین کی معاشی جدوجہد کی وجوہات۔

موجودہ دور کی خواتین کیلئے صحابیات کی زندگیاں مشعل راہ ہیں، اور زندگی کی مختصر مگر کٹھن راہیں، انہیں کی روشنی میں استوار کر سکتی ہیں، ان مثالوں سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں، انہیں کو مد نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر خواتین شرعی حدود میں ملازمت کر سکتی ہیں۔

1۔ گھر کے سربراہ کی یہ ذمہ داری ہے، کہ وہ اہل خانہ کے اخراجات کا کفیل ہو، اگر وہ اپنے فریضہ کی انجام دہی سے قاصر ہو، یا آمدنی کم ہو، تو وہ خواتین کو کسب معاش کی اجازت دے سکتا ہے۔

2۔ موجودہ دور کی گرانی کے پیش نظر بھی گھر کے ہر فرد کیلئے کمانا ناگزیر ہو گیا ہے۔

3۔ میاں بیوی کی نا چاقی کی آخری صورت طلاق ہے، اب اگر عورت کا کوئی سرپرست نہیں تو اس صورت میں اسکو ملازمت کرنا پڑیگی۔

4۔ بیوہ عورت یا کنواری لڑکی جس کا کوئی سہارا نہ ہو تو لازماً اسکو ذریعہ آمدنی کیلئے جدوجہد کرنا ہوگی۔

5۔ عصرِ حاضر کا ایک بڑا مسئلہ لڑکیوں کی شادی ہے، لڑکیوں کے ماں باپ میں چاندی کے تار جھلملانے لگتے ہیں، کیونکہ رشتے نہیں ملتے اور اگر ملتے ہیں، تو بہت زیادہ جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں، جس کی بنا پر لوگ مجبور ہو جاتے ہیں، کہ وہ اپنی عزیز بیٹیوں کے ہاتھ پیلے کرنے کے لئے بہت سا جہیز مہیا کریں، اکثر والدین اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر بھی لڑکیوں سے ملازمت کرواتے ہیں۔

6۔ قطع نظر اس بات سے کہ خواتین کو معاشی جدوجہد میں حصہ لینا چاہیے، بعض حالات میں عورتوں کا ملازمت کرنا اشد ضروری ہے، مثلاً وضع حمل کے وقت خواتین کے پاس لیڈی ڈاکٹر یا نرسیں بھی موجود ہو سکتی ہیں، جبکہ خواتین ان پیشوں کو اختیار کریں، اس کے علاوہ اور کئی قسم کے نسوانی امراض کے علاج کے لئے بھی لیڈی ڈاکٹروں کا ہونا بھی لابدی ہے۔

7۔ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی استانیوں کا تقرر بھی ہونا چاہیے۔

8۔ موجودہ دور میں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کی طرف عام رجحان پایا جاتا ہے، جس کی بنا پر لڑکیوں کو یونیورسٹیوں میں بھی آنا پڑتا ہے، مگر افسوس کہ مخلوط تعلیم ہونے کے علاوہ

استاد بھی عموماً مرد ہی ہوتے ہیں ، اس لئیے الگ زنانہ یونیورسٹی بنانے کے لئیے بھی پروفیسر خواتین کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور تنخواہ بھی کافی اچھی ملتی ہے ۔

9 ۔ ملک کی ترقی میں حصہ لینے کے لئیے بھی ضرورت ہے ، کہ مردوں کی طرح عورتیں بھی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل پر لگانے میں اپنی دماغی جسمانی اور مالی قوت صرف کریں ۔

ڈاکٹر مس خدیجہ فیروزالدین نے اپنی ملازمت کے دوران نہایت دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دیئے ، انہوں نے اپنی ملازمت کی ابتداء مدارس میں بطور استانی کے پھر ہیڈ مسٹرس ، بنیں ، اس کے بعد انسپکٹریس آف اسکولز اور پھر گورنمنٹ گرلز کالج امرتسر کی پرنسپل کے عہدے پر مقرر ہوئیں ، آپ نے اپنی ساری ملازمت کے دوران طبقۂ نسواں کی فلاح و بہبود کے لئیے کام لئیے جہاں اور جس شہر میں بھی انکا تقرر ہوا ، انہوں نے اس جگہ اور شہر کی خواتین کے اجتماعات کا اہتمام کیا اور ان اجتماعات میں خواتین کو اپنی حالت سدھارنے فضول رسم و رواج کو ترک کرنے اور اسلامی عقائد، اسلامی اصولوں اور اسلامی ارکان کی پیروی کرنے کی تلقین کی ، وہ ہمیشہ پاؤں میں جرابیں اور ہاتھوں میں دستانے پہنے رہتی تھیں ، اور ہمیشہ برقع اوڑھے رہتی تھیں ، ان کی زندگی ان کا واضح ثبوت تھی ، کہ ایک پردے دار عورت بھی چاہے تو اپنے طبقہ کی فلاح و بہبود اور ملکی تعمیر و ترقی کے کاموں میں حصہ لے سکتی ہے ۔ (85)

تیرا پردہ تیرا تقوی تھا بہ معیارِ کمال
یہ زمانہ مل نہیں سکتی کہیں اسکی مثال

سخت پردے میں بھی تو نے کرلیا پی ایچ ڈی ،
ہر طرف پھیلی تیری نیکی تیری پاکیزگی ۔ (86)

پروفیسر غفور چوہدری استاد کی شخصیت اور حیثیت کے بارے میں اپنی Some aspects of Islamic Education, میں بیان کرتے ہیں :-

In the begining, the better class of teachers did not wait on princes and the nobility, on the other hand the latter waited upon them. The prestige of the teacher who was genuine leader in the social and intellectual sense was very high. Political revolutions in Islamic history have often grown out of religious movements and the instances when a prince felt nervous on account of the phenomenal rise of the influence of a servant are not infrequent in Islamic history. (87).

اس مادی دور میں لڑکیوں کی زندگی کا تحفظ ملازمت تصور کیا جانے لگا ہے ، جس کے نتیجے میں

---

(84) فیروز اللغات ، عربی لغت ، 1979 ، لاہور فیروز سنز ، ص 648 ۔

(85) اسلام کی نامور خواتین ، ص 226 ۔ بار اول ۔ (86) ماہنامہ بتول ، جون 1969ء ، ص 28 ۔

(87) Some aspects of Islamic Education, P-21.

اچھی ملازمت کا نہ ملنا بیروزگاری کا سبب بنا ہے۔

صبیحہ حفیظ بیروزگاری کے سلسلہ میں اپنی کتاب The Materopolitan Women in Pakistan Studies. میں لکھتی ہیں :-

Unemployment in itself is a complicated problem. The problem of unemployment of women is even more so. The factors that add to the complexity of the problem are specific to the accepted role and expected status of women in Pakistan. A woman in Pakistan is constrained by her marital status to accept a job outside her home. Cultural expectations shape parent's attitude towards the employment of their daughters. A good proposal for marriage is preferred by them to a handsome offer of a job. If married, whether a woman works or not depends on her husband's attitude. Those women who do not encounter a favourable attitude from their men or their in-laws do not work. (88).

حق ملازمت۔

آزاد ممالک میں ملازمت کا حق ہر شہری کو بلا امتیاز ہوتا ہے، اور اس سلسلے میں اگر کوئی امتیاز روا رکھا جاتا ہے، تو صرف قابلیت اور کردار کا پاکستان کے آئین کی دفعہ 37 کے مطابق بھی ملک کے ہر شہری کو بشرطیکہ وہ اس کی اہلیت رکھتا ہو، قابلیت کے مطابق ملازمت حاصل کرنے کا حق ہے۔ اور اس سلسلے میں نسل، مذہب، ذات اور جنس اور سکونت کی بناء پر کسی کو محروم نہ کیا جائے۔ (۸۹) صنف نازک کے کندوں پر معاشی بار ڈال دیا گیا ہے، شاعر مشرق نے انگلینڈ میں میلز گرل کو دیکھ کر جو الفاظ کہے، اسے صبیحہ حفیظ اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتی ہیں :-

Generally speaking in Pakistan, for all those who aspire for careers, prestige supercedes economic privilege. Prestige, however, for women is evaluated in terms of pre-given abstract motions. These notions are dichotomized into " Shema-e-Mafil" or "Chiragh-e-Khana". The latter, in Pakistani society, is endowed with the mandarins' Women's qualities of docility, dignity, humility and submission ; the former is enamoured by all which " Chiragh-e-Khana" would detest to fancy. (90).

(88) The Materopolitan Women in Pakistan Studies, P-53.

(89) تحریک پاکستان اور آئین پاکستان، ص 227۔

موجودہ دور میں تحفظ ملازمت کے سلسلے میں Freda Hussain لکھتی ہیں :-

At the primary level, the ratio of males to females in schools has risen from 100:16.6 in 1947-48 to 100:42 in 1975-76. At the secondary level, which includes Middle, High and vocational Schools, the ratio has increased from roughly 100:13.7 in 1947-48 to 100:30 in 1975-76. The number of Arts and Science Colleges has also been increasing. In 1947-48 there were 39 colleges for males and only 5 for females. In 1978-79 there were 438 colleges for males and 135 for females. Female enrollment in educational institutions has been estimated to have increased by 89.6 per cent during the last decade (1.3 million in 1970-71 and 2.56 million in 1980-81). (91).

اس سلسلے میں ناصرہ ایم شاہ نے بھی پاکستانی عورت کا تحفظ ملازمت کے سلسلے میں ایک سروے پیش کیا ہے جو درج ذیل ہے :-

While most of the women are engaged in traditional occupations that are consistent with their domestic roles and can be performed in the home, some women are found in the nontraditional industrial sector. There are women journalists, lawyers, jurists, architects, engineers, air hostesses, and television artists and producers, although their numbers are still small. There are women in government services, in administrative positions, and in research organizations. There are a few women in top positions such as ministers, vice chancellors of universities or secretaries in the federal government. Theoretically, all of these positions are open to women who have the requisite qualifications. Most of the position, however, involve an environment in which the segregation of the sexes cannot be maintained (at least under the present sociopolitical setup). Two of the preferred occupations that are relatively high in status and usually do provide secluded work settings are those of the school and college teachers and female doctors. About one-third of all doctors and 30 percent of all primary-level teachers in the country are women. (92).

(90) The Hatercplitan Women in Pakistan Studies, P-57.
(91) Freda Hussain: Muslim Women, London, Groom Helm, 1984, P-205.
(92) Pakistani Women, P11.

چنانچہ Freda Hussain نے بھی Muslim Women میں
ملازمت کے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں ایک سروے پیش کیا ہے، جو درج ذیل ہے،
جس میں عورت کی ملازمت کے تحفظ کے سلسلے کی نشاندہی ملتی ہے :-

A study of graduate students from four women's colleges in Lahore indicated that there was a preference for employment in government agencies. It reported that with better service conditions and status, as income level rises, the preference for teaching as a profession decreases. However, 75 percent of the respondents prefered the teaching profession as this met with parental approval and was considered to be respectable and worthwhile. (93).

اسی طرح جمہوریہ پاکستان الاسلامیہ نے بھی پاکستانی عورتوں کے متعلق ایک رپورٹ
پیش کی ہے، جو درج ذیل ہے :-

رفاھیہ المرأۃ -

یشیر احصاء عام 1981ء الی ان نسبۃ الاناث فی الباکستان ھی 48.3 فیصد من مجموع
السکان، ولذلک تولی الحکومۃ اھمیۃ خاصۃ برفاھیۃ المرأۃ .....

المراکز الصناعیۃ :

اسست وکالات رفاھیۃ الاجتماعیۃ الطوعیۃ والمؤسسات الحکومیۃ 211 مرکزاً لتدریب
النساء فی مختلف انحاء البلاد، ویستفید من کل مرکز من ھذہ المراکز حوالی 20-30،
امرأۃ - (94)

پاکستان کے ہر شہر میں ہر محکمے میں دورحاضر کی عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ
کام کرتی ہوئی نظر آرہی ہیں، چنانچہ انکی تحفظِ ملازمت مردوں کے مساوی ہیں، سرمایہ دارانہ
اور اشتراکی نظام کی طرح نہیں، کہ انہیں میٹرنٹی لیو نہ دی جائے، یا انکو تنخواہیں
کم دی جائیں، یا سخت کام کا مطالبہ مردوں کی نسبت کم دیا جائے۔

قرون اولیٰ کے وقت بھی مسلمان عورتوں نے مختلف کاروبار کیے، لیکن اسلام جس کے لئے
حدود و قیود لگاتا ہے، اگر انکو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو کوئی ایسی بات نہیں، اسلام عورت
کو اندرون خانہ کی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کے بعد ان تمام حدود و قیود کے اندر رہتے
ہوئے گھر سے باہر کام کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے۔ جیسے ہم سنت اور تاریخ میں بیان کر چکے ہیں -

(93) Muslim Women, P-205.

(94) جمہوریہ پاکستان الاسلامیہ، مترجم جاسم محمد تقی، من منشورات مدیریۃ الاعلام والمطبوعات
وزارۃ الاعلام والاذاعۃ حکومت الباکستان، اسلام آباد - 2/6، 217 -

"اصلاح احوال اور فلاح نسواں"

تاریخی شہادتیں اس بات کا ثبوت ہیں ، کہ اسلامی معاشرہ کے سود و زیاں اور نفع و ضرر سے مسلمان عورت کسی تماشائی کی طرح غیر متعلق نہیں رہ سکتی ، کیونکہ معاشرہ کے بناؤ اور بگاڑ اور اصلاح و فساد سے اسکا بہت ہی گہرا اور قریبی تعلق ہوتا ہے ، معاشرہ کا نقصان اسکا اپنا نقصان اور معاشرہ کا فائدہ اسکا اپنا فائدہ ہے ، وہ معاشرے کو خیر کی بنیادوں پر قائم رکھنے میں مدد دیگی ، تو لازماً شر کی راہ پر لیجانے والے کی مخالفت اور مزاحمت بھی کریگی ، بھلائیوں کا خیر مقدم کریگی تو برائیوں پر بھی احتجاج کریگی ، یہ اسکا فطری حق ہے ، جو اجتماعی زندگی نے اسکو عطا کیا ہے ، شریعت اس کے اس حق کو تسلیم کرتی ہے ، اور زندگی کے مختلف معاملات میں خواہ وہ انفرادی ہوں ، یا اجتماعی اسکو اپنے جذبات و احساسات رائے اور خیال اور پسند و ناپسند کے اظہار کی اجازت عطا کرتی ہے ، یہ اظہار اپنے حدود کے اندر زبان و بیان تحریر و انشاء غرض جس ذریعہ سے بھی ہو ، شریعت اس پر کوئی قدغن نہیں لگاتی ۔ (95)

چنانچہ فلاح نسواں کے سلسلے میں قرآن مجید نے جو انقلابی اصلاحات پیدا کی ہیں ، وہ درج ذیل ہیں :-

عورتوں کی عفت و عصمت کا تحفظ اسلام میں

انسانیت سوز رواج کا خاتمہ ۔

جاہلیت کا یہ دستور تھا ، کہ اپنی بیوی کو غیر مرد کے پاس عمدہ نسل لینے کے لئے بھیج دیے ، ایک عورت نو نو مردوں کی بیک وقت اپنے آپ کو استعمال کرنے کا موقع دے دیتی تھی ان انسانیت سوز ، عصمت گداز رواج کا خاتمہ اسلام نے ہمیشہ کے لئے کر دیا ، حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے :-

فلما بعث محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالحق ہدم نکاح الجاہلیۃ کلہ الا نکاح الناس نکاح الیوم ۔ (96)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ۔ تو آپؐ نے جاہلیت کے کل نکاحوں کی بنیاد ڈھا دی سوائے اس کے جو آجکل رائج ہے ۔

---

(95) عورت اسلامی معاشرے میں ، ص 156 ۔

(95) صحیح البخاری ، المجلد الثالث ، کتاب النکاح ، باب وانکحوا الایامی منکم ، ص 248 ۔

غیرت حق ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تھا ، اس موقع پر آپ نے ایک بلیغ خطبہ دیا تھا ، اور اسی خطبہ کسوف میں آپ نے فرمایا تھا :

یا امۃ محمد واللہ انہ لا احد اغیر من اللہ ان یزنی عبدہ او تزنی امتہ واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا ۔ (97)

" اے امت محمد ! خدا کی قسم اس بات سے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کسی کو غیرت نہیں ہوتی کہ کوئی مرد یا عورت زنا کرے ، اور بخدا جو کچھ میں جانتا ہوں ، تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور بکثرت روتے " ۔

اور اہمیت جتانے کے لئے اسکے بعد ہاتھ اٹھاکر فرمایا ! اے اللہ ! کیا میں نے پہنچا نہیں دیا ؟ یعنی منشاء یہ تھا ، کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ضروری حکم میں نے اسکے بندوں تک پہنچا دیا ۔ زنا کی قباحت اور خروج ایمان والی حدیث پر غور کیجئے ، جس میں اللہ تعالیٰ نے فواحش سے روکا ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

ولا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلاً ۔ (98)

اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو ، بیشک وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے ۔ اور برا راستہ ہے ۔

صرف انہیں طریقوں کو نہیں روکا ، بلکہ ان دوسرے ان تمام طریقوں کو بھی حرام قرار دے دیا ، جس سے عفت و عصمت پر زد پڑ سکتی تھی ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتای ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون ۔ (99)

بیشک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں ، اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع کرتے ہیں ، اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں ، کہ تم نصیحت قبول کرو ۔

زنا کے سلسلہ میں ارشاد نبوی ۔

ایک دفعہ یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ، اور

---

(97) اسلام کا نظام عفت و عصمت ، ص 68 ۔

(98) القرآن الحکیم ، سورہ بنی اسرائیل : 32 ۔

(99) القرآن الحکیم ، سورہ النحل : 90 ۔

دریافت کیا کہ "آیات بینات" کیا ہیں ، جواب میں ارشاد فرمایا گیا :۔

لا تشرکوا باللہ شیئاً ولا تسرقوا ولا تزنوا و لاتقذفوا محصنۃ ۔ (100)

اللہ تعالی کا نہ کسی کو شریک ٹھہراؤ نہ چوری کرو ، نہ زنا کرو اور نہ کسی پاک دامن کو زنا سے متہم کرو ۔

جس سے معلوم ہوا کہ جن جرائم کی برائیاں فطرت انسانی کے لئے واضح اور کھلی ہوئی ہیں ، ان میں ایک زنا بھی ہے ۔

جمعہ و عیدین ۔

جمعہ و عیدین کے اجتماعات اسلام میں جیسی اہمیت رکھتے ہیں ، محتاج بیان نہیں مگر یہ تصریح ہے ، کہ عورتیں اس فرضیت سے مستثنی ہیں ، اور عیدین میں بھی عورتوں کی شرکت ضروری نہیں ، لیکن اگر وہ جاہیں تو نماز با جماعت کی دوسری شرائط کی پابندی کرتے ہوئے ان جماعتوں میں شریک ہو سکتی ہے ، حدیث سے ثابت ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اپنی خواتین کو عیدین کے موقع پر لے جاتے تھے ۔

ارشاد نبوی ہے :۔

عن ام عطیہ قالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج الابکار والعواتق و ذوات الخدور والحیض فی العیدین فاما الحیض فیعتزلن المصلی و یشھدن دعوۃ المسلمین ۔ (101)

ام عطیہ کی روایت ہے ، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری اور جوان لڑکیوں اور گھر گرہستیوں اور ایام والی عورتوں کو عیدین میں لے جاتے تھے ، جو عورتیں نماز کے قابل نہ ہوتی وہ جماعت سے الگ رہتی اور دعا میں شریک ہو جاتی تھیں ۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج بناتہ والنساء فی العیدین ۔ (102)

شرکت جنازات ۔

مسلمان کے جنازے میں شریک ہونا فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے ، اور اس سے متعلق جو تاکیدی احکام ہیں ، واقف کاروں سے پوشیدہ نہیں مگر یہ سب مردوں کے لئے ہیں ، عورتوں کو شرکتِ جنازہ سے منع کیا گیا ہے ، اگرچہ اسکی ممانعت میں سختی نہیں ہے ، اور کبھی کبھی اجازت بھی دی گئی ہے ، لیکن شارع کے ارشادات سے صاف معلوم ہوتا ہے ، کہ عورتوں کا جنازوں میں جانا کراہت سے خالی نہیں ۔

---

(100) مشکوۃ المصابیح ، الجزء الثانی ، باب الکبائر وعلامات النفاق ، الفصل الثانی ، ص 17 ۔

(101) جامع الترمذی ، المجلد الاول ، باب ما جاء فی خروج النساء فی العیدین ، ص 120 ۔

(102) ابن ماجہ : سنن ، المجلد الاول ، باب ما جاء فی خروج النساء فی العیدین ، ص 415 ۔

حضرت ام عطیہ سے روایت ہے :-

نھینا عن اتباع الجنائز ولا یعزم علینا ۔ (103)

ہم جنازوں کی مشایعت سے منع کیا گیا تھا ، مگر سختی کے ساتھ نہیں روایت ہے :-
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک تھے ، ایک عورت نظر آئی ، حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اسکو ڈانٹنا شروع کیا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

یا عمر دعھا ۔ (104) اے عمر اسے چھوڑ دے ۔

ان احکام پر غور کیجئے نماز ایک مقدس فریضہ ہے ، مسجد ایک پاک مقام ہے ، حج میں انسان انتہائی پاکیزہ حالات کے ساتھ خدا کے دربار میں حاضر ہوتا ہے ، جنازوں اور قبروں کی حاضری میں ہر شخص کے سامنے موت کا تصور ہوتا ہے ، اور غم و الم کے بادل چھائے ہوتے ہیں ، یہ سب مواقع ایسے ہیں ، جن میں صنفی جذبات یا تو بالکل مفقود ہوتے ہیں یا رہتے بھی ہیں ، تو دوسرے پاکیزہ جذبات سے مغلوب ہوتے ہیں ، مگر اس کے باوجود شارع نے ایسے اجتماعات میں بھی مردوں اور عورتوں کے جذبات کی رعایت ملحوظ رکھ کر انہیں گھر سے نکلنے کی اجازت تو دے دی مگر دونوں کا مخلوط ہونا پسند نہیں کیا ۔

وھبی سلیمان غاوجی " المراۃ المسلمۃ " میں فرماتے ہیں :-

فیو ان عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہ وقد رات بعض النساء یخرجن للخروج الی المساجد ، و یتعرضن للفتنۃ او یعرض لھن الرجال ، قالت : (لو رائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء بعدہ لمنعھن المساجد ۔ (105)

خدا کی لونڈیوں کو خدا کی مسجدوں میں آنے سے منع نہ کرو ، جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت مانگے تو وہ اسکو منع نہ کرے ۔ ارشاد نبوی ہے :-

لا تمنعوا نساءکم المساجد و بیوتھن خیر لھن ۔ (106)

اپنی عورتوں کو مسجد سے نہ روکو ان کے گھر ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں ۔

امام حسن البنا " المراۃ المسلمۃ " میں فرماتے ہیں :-

حدیث عبداللہ بن عمر (رضی) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : اذا استاذنت امرأۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعھا متفق علیہ و عنہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ۔ متفق علیہ ۔ (107)

---

(103) صحیح البخاری ، المجلد الثانی ، کتاب الجنائز ، باب اتباع النساء الجنائز ، ص 99 ۔

(104) نسائی ، المجلد الرابع ، کتاب الجنائز ، باب الرخصۃ فی البکاء علی المیت ، ص 19 ۔

(105) وھبی سلیمان غاوجی : المراۃ المسلمۃ ، الطبعۃ السابعۃ ، بیروت ، موسسۃ الرسالۃ ، دار القلم ، 1408ھ ، 1988ء ، ص 65 ۔

(106) ابو داؤد : سنن ، الجزء الاول ، کتاب الصلوۃ ، باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد ، ص 155

(107) المراۃ المسلمۃ ، ص 37 ۔

وھبی سلیمان غاوجی "المراۃ المسلمۃ" میں مزید فرماتے ھیں :-

جاءت زوجۃ ابی حمید الساعدی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت لہ :
إنی أحب الصلاۃ معک ، فقال لھا صلی اللہ علیہ وسلم (قد علمت ، وصلاتک فی بیتک
خیر لک من صلاتک فی حجرتک ، وصلاتک فی حجرتک خیر من صلاتک فی دارک ، و صلاتک
فی دارک خیر من صلاتک فی مسجد قومک ، وصلاتک فی مسجد قومک خیر من صلاتک فی مسجد
الجماعۃ) ۔ (108)

یہ الفاظ خود ظاہر کر رہے ہیں ، کہ شارع عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکتا تو نہیں ہے ، کیونکہ مسجد میں نماز کے لئے جانا تو کوئی ایسا فعل نہیں جسے ناجائز قرار دیا جا سکے ، مگر مصالح اس کے بھی مقتضی نہیں کہ مساجد میں ذکور و اناث کی جماعت مخلوط ہو جائے ، لہذا انکو آپ نے اجازت تو دے دی مگر یہ نہیں فرمایا ، اپنی عورتوں کو مسجدوں میں بھیجو یا اپنے ساتھ لایا کرو ، بلکہ صرف یہ کہا کہ اگر وہ افضل نماز کو چھوڑ کر ادنی درجہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنا ہی چاہیں اور اجازت مانگیں تو منع نہ کرو ۔

<u>مسجد ۔</u>

معاشرتی تعلقات کو استوار کرنے کے لئے مسجد کی حیثیت ایک مستقل ادارہ کی سی ہے ، اور اسلام کا معاشرتی پروگرام مسجد ہی کے ذریعے زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے ، اس سلسلے میں مسجدوں کی صحیح تنظیم کو بڑی اہمیت حاصل ہے ، تاکہ مطلوبہ نتائج پوری طرح حاصل ہو سکیں ۔ اس سلسلے میں امام حسن البنا "المراۃ المسلمۃ" میں فرماتے ہیں :-

ان حضور المراۃ الی المسجد لتتعلم احکام الاسلامی المسلم یجعل منھا الام المستقیمۃ
المربیۃ العاملۃ والزوجۃ الحریصۃ علی مصلحۃ بیتھا و زوجھا و أولادھا متی تذھب
الی المسجد و متی تخلص من بیتھا لذلک یری الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاذن
للمراۃ الحائض فی حضور مجالس الخیر و سماع الدروس التی تستفید منھا دینا و دنیا ۔(109)

احترام روایات ، مسلم معاشرہ کی اقدار صحیحہ کا احترام اور ان کا استحکام بھی معاشرتی پالیسی کا ایک جزو ہے ، کیونکہ اس کے ذریعے مسلم معاشرہ کبھی بھی اپنے ماضی سے نہیں کٹتا ، نظام تعلیم معاشرہ کے سدھار ، اسلامی اقدار کے تحفظ اور اپنے نظام زندگی کو نئی نسلوں کی طرف منتقل کرنے میں نظام تعلیم بنیادی اہمیت کا حامل ہے ، جو اسلامی معاشرہ کا ایک بہت بڑا ستون ہے ۔(110)

---

(108) <u>المراۃ المسلمۃ</u> ، ص 65 ۔

(109) امام حسن البنا : <u>المراۃ المسلمۃ</u> ، ص 37 ۔

(110) <u>اسلامی نظریہ حیات</u> ، ص 71 ۔

معاشرتی اصلاح -

عورت اور مرد معاشرے کے دوستون ہیں ، دونوں کی اپنی اپنی شخصیت ہے ، اور دونوں سماج کے معمار ہیں ، عورتوں اور مردوں میں قانونی مساوات ہیں ، اور دونوں کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق اور ذمہ داریاں ہیں ، اور خاندان کے نظام میں مرد کی حیثیت قوام اور نگران کی ہے ، نکاح وہ طریقہ ہے ، جس سے یہ ایک دوسرے کے شریک زندگی ہو سکتے ہیں ، اس رشتہ سے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے ۔ اور اسلام عورت کی ذہنی تربیت کے لئے اسلامی تعلیمات سے مزین کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے ، تاکہ وہ ایک اچھی ماں اور ایک اچھی بیوی ثابت ہو سکے ۔

اس سلسلے میں ناصرہ ایم شاہ ، اپنی کتاب پاکستانی ومن میں عورت کی ذہنی تربیت کے نتیجے میں لکھتی ہیں :-

In Islamic point of view the right sort of Education for women is that which prepares her to become a good wife, good mother, and good house keeper, her shere of activity is the house.(111)

چنانچہ اسلام کے معاشرتی نظام میں خاندان کو بڑی اہمیت حاصل ہے ، خاندان کی بنیاد ایک عورت اور ایک مرد کی باہمی رفاقت سے وجود میں آتی ہے ، اور ان ہی دو انسانوں سے مل کر بننے والا چھوٹا سا اجتماعی دائرہ انسان کی تمدنی زندگی کی سب سے پہلی کڑی ہے ، اسلام کے نزدیک مرد و عورت کی ایک مستقل رفاقت ایک کھلے ہوئے مستحکم معاہدہ (نکاح) کے ذریعے وجود میں آتی ہے ۔ یہ نکاح ایک ایسا با حرمت رشتہ ہے ، جو دونوں کی مرضی سے پورے اعلان کے ساتھ جوڑا جاتا ہے ، نکاح کے بعد وہ اہل و عیال کی دنیاوی ضرورتوں اور اخروی فلاح دونوں کا خیال رکھنے والا ہے ، جس کے لئے وہ جوابدہ ہے ، اور بیوی اس کے زیر ہدایت گھر کا نظم و نسق چلاتی ہے ، اور اپنی عفت کو پوری طرح محفوظ رکھتے ، نیز خاندان ہی وہ ادارہ ہے ، جس میں تمدن کی وسیع خدمات سنبھالنے کے لئے نہایت ، محبت ، ایثار اور دلسوزی اور خیر خواہی کے ساتھ تیاری کرتی ہے ، گویا یہ ادارہ وہ تربیت گاہ ہے ، جہاں سے اسلام اچھے انسان تیار کرنا چاہتا ہے ، اور اخلاق حسنہ کی ابتدائی تربیت اسی مقام پر دیتا ہے ۔ (112)

چنانچہ ناصرہ ایم شاہ ، پاکستانی ومن میں لکھتی ہیں :-

The parental role has high priority in the lives of Pakistani Women.

---

(111) Pakistani Women, P24.

(112) اسلامی نظریہ حیات ، ص 69 ، 70 ۔

Fertility is considered a blessing: The role of the mother is highly valued and respected in the religion. Muslims generally believe that 'heaven lies under the mother's feet'. The norms relating to respect for mother is usually translated into actual behaviour in the Pakistani society. Sons are regarded as a necessity for the continuation of the family name, for the strength and security of a family, for old-age security of the parents, and for protecting the honour of the family and particularly its female component. (113)

اسی طرح علم الحیات کی رو سے عورت کو بچہ کی پیدائش اور پرورش کے لئے بنایا
گیا ہے ، اس لئے نفسیات کے دائرے میں بھی اس کے اندر وہی صلاحیتیں ودیعت کی گئی ہیں ،
جو اس کے فطری وظیفہ کے لئے موزوں ہیں ، یعنی ہمدردی ، محبت ، رحم و شفقت ، رقتِ قلب ،
ذکاوتِ حس اور لطافتِ جذبات ۔ اور چونکہ عملی زندگی میں مرد کو فعل کا اور عورت کو انفعال
کا مقام دیا گیا ہے ، اس لئے عورت کے اندر تمام وہی صفات پیدا کی گئی ہیں ، جو اسے زندگی کے
صرف منفعلانہ پہلو میں کام کرنے کے لئے تیار کرتی ہیں ، اس کے اندر سختی اور شدت کی
بجائے نرمی اور نزاکت ہے ، اثر اندازی کے بجائے اثر پذیری ہے ، فعل کی بجائے انفعال
ہے ، جمنے اور ٹھہرنے کے بجائے جھکنے اور ڈھل جانے کی صلاحیت ہے ، بیباکی اور جسارت
کی بجائے شرم و فرار اور رکاوٹ ہے ۔ (114)

فطرت نے انسان کی دونوں صنفوں کے درمیان اس تقسیم کی طرف اشارہ کیا ہے ، کہ
بچہ جننے اور پالنے کی خدمت کا عورت کے سپرد ہونا ایک ایسی فیصلہ کن حقیقت ہے ، جو
خود بخود انسانی تمدن میں اس کے لئے ایک دائرۂ عمل مخصوص کر دیتی ہے ، اور کسی مصنوعی
تدبیر میں یہ طاقت نہیں ہے ، کہ فطرت کے اس فیصلہ کو بدل سکے ۔ ایک صالح تمدن وہی ہو
سکتا ہے ، جو اولاً اس فیصلہ کو جوں کا توں قبول کرے پھر عورت کو اس کے صحیح مقام پر
رکھ کر اسے معاشرت میں عزت کا مرتبہ دے ۔ اس کے جائز تمدنی و معاشی حقوق تسلیم کرے ، اس
پر صرف گھر کی ذمہ داریوں کا بار ڈالے ، اور بیرونِ خانہ کی ذمہ داریاں اور خاندان کی قوامیت

---

(113) Pakistani Women, P- 6.

(114) پردہ ، ص 211 - طبع یازدہم ۔

مرد کے سپرد کر دے۔ جو تمدن اس تقسیم کو مٹانے کی کوشش کرے گا، وہ عارضی طور پر مادی حیثیت سے ترقی اور شان و شوکت کے تجمے مظاہر پیش کر سکتا ہے، لیکن بالآخر اسکے تمدن کی بربادی یقینی ہے، کیونکہ جب عورت پر مرد کے برابر معاشی و تمدنی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا جائیگا تو وہ اپنے اوپر سے فطری ذمہ داریوں کا بوجھ اتار پھینکے گی، اور اس کا نتیجہ نہ صرف تمدن بلکہ خود انسانیت کی بربادی ہے۔ (115)

گھر سے باہر سعی و جدوجہد کی اجازت۔

پاکیزہ مقاصد کے حصول اور امورِ خیر کی تکمیل کے لئے عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، اور یہ کہ دور اول کی خواتین ضرورت پر بازار اور کھیت وغیرہ آیا جایا کرتی تھیں' کیونکہ اگر پہلے سے کوئی عمومی ممانعت ہوتی تو حضرت جابرؓ کی خالہ کھیت جانے کا قصد ہی کیوں کرتیں اور بحث بھی نہ چھیڑتیں، کہ فلاں مخصوص حالت میں ان کا گھر سے نکلنا جائز ہے یا نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ احکامِ حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ بیان کرتی ہیں، کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سودہؓ کو باہر دیکھ کر تنقید کی تو وہ (خاموشی) سے گھر واپس چلی آئیں اور حضورؐ سے اسکا تذکرہ کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے فوراً بعد آپؐ پر نزول وحی کی سی کیفیت طاری ہوگئی، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا :۔

انہ اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن۔ (116) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔

ان کی عملی سرگرمیوں نے تو اس امر کے قطعی اور یقینی شواہد فراہم کر دیے ہیں، کہ اس نے امورِ خانہ داری کے علاوہ دوسری بہت سی مصروفیات، اندرونِ خانہ و بیرونِ خانہ جاری رکھیں، اور اسلامی معاشرہ کبھی ان میں حائل نہیں ہوا۔

اسلام کے نظام میں فرد ہی معاشرے کی سب سے قیمتی متاع اور اسکی سب سے موثر اکائی ہے، اس لئے اسلام ایسی اجتماعیت کو سر کر قبول نہیں کرتا، جس میں فرد کی شخصیت گم ہو کر رہ جائے، نہ وہ کسی ایسے نظامِ معاشرت کو قبول کرتا ہے، جس میں فرد کا وجود کوئی وزن اور اہمیت نہ رکھتا ہو، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اسلام اجتماعیت کی نفی کرتا ہے، اسلام انسان میں اسکی اجتماعی ذمہ داری کے شعور و احساس کو پوری طرح بیدار کرتا اور ابھارتا ہے، انہیں ایک معاشرہ کی صورت میں مجتمع اور منظم ہونے کی ہدایت دیتا ہے، اور ایک ایسی مملکت کے وجود میں لانے کی دعوت دیتا ہے، جو فرد میں اسکی شخصیت کا نکھار اور انفرادیت جذبۂ خیر اجتماعی زندگی کو خیر و فلاح اور محبت و ایثار کی بنیاد پر پروان چڑھائے۔ (117)

---

(115) پسِ پردہ، ص 213، 214۔

(116) مسند احمد، جلد ششم، ص 56۔

(117) عبدالوحید خان : عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں، 1981ء، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ص 218۔

فلاح نسواں ۔

اسلام نے فلاح نسواں کے ضمن میں جو تحفظات پیش کئے ہیں ، وہ درج ذیل ہیں :۔

1۔ **نــــکاح ۔**

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

ومن ایتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا و جعل بینکم مودۃ و رحمۃ ۔ (118)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے ، کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں ، تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو ، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی ۔ اسلام میں نکاح کا اولین مقصد اخلاق اور عصمت کی حفاظت ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

ھوالذی خلقکم من نفس واحدۃ و جعل منہا زوجہا لیسکن الیہا ۔ (119)

وہ اللہ ہی ہے ، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے ۔

ارشاد ربانی ہے :۔

ھن لباس لکم و انتم لباس لھن ۔ (120)

وہ تمہارے لئے لباس ہیں ، اور تم ان کے لباس ہو ۔

ان کے درمیان مناکحت کا تعلق معنوی حیثیت سے ویسا ہی تعلق ہونا چاہیے ، جیسا جسم اور لباس کے درمیان ہوتا ہے ، انکے دل اور روحیں ایک دوسرے کے ساتھ شامل ہوں ، وہ ایک

... سے بچاتے ہیں ، جو انکی عزت اور انکے اخلاق پر حرف لانے والے ہوں ، یہی مقتضی ہے ، مودت و رحمت کا اور اسلامی نقطۂ نظر سے یہ ازدواجی تعلق کی اصل روح ہے ۔ (121)

فلاحِ نسواں -

اسلام نے فلاحِ نسواں کے ضمن میں جو تحفظات پیش کئے ہیں ، وہ درج ذیل ہیں :-

1 - **نکاح -**

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ، (118)

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے ، کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں ، تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو ، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی - اسلام میں نکاح کا اولین مقصد اخلاق اور عصمت کی حفاظت ہے -

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ھوالذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا - (119)

وہ اللہ ہی ہے ، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے -

ارشادِ ربانی ہے :-

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن - (120)

وہ تمہارے لئے لباس ہیں ، اور تم ان کے لباس ہو -

ان کے درمیان مناکحت کا تعلق معنوی حیثیت سے ویسا ہی تعلق ہونا چاہیے ، جیسا جسم اور لباس کے درمیان ہوتا ہے ، انکے دل انکی روحیں ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں ، وہ ایک دوسرے کی ستر پوشی کریں ، اور ایک دوسرے کو ان اثرات سے بچائیں ، جو انکی عزت اور انکے اخلاق پر حرف لانے والے ہوں ، یہی مقتضی ہے ، مودت و رحمت کا اور اسلامی نقطۂ نظر سے یہ ازدواجی تعلق کی اصل روح ہے - (121)

وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم واماکم ، ان یکونوا فقرآء یغنھم اللہ من فضلہ - (122)

تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں ، اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں ، ان کے نکاح کر دو - اگر وہ غریب ہوں ، تو اللہ اپنے فضل سے انکو غنی کر دے گا -

یہاں بھی مرد و عورت کی شادی کر دینے کا حکم ہے ، جنکو شادی کی ضرورت ہو -

---

(118) القرآن الحکیم ، سورہ الروم : 21 - (119) القرآن الحکیم ، سورہ الاعراف : 189 -
(120) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 187 - (121) حقوق الزوجین ، ص 22 -
(122) القرآن الحکیم ، سورہ النور : 32 -

تعدد ازواج کی تحدید ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ، ذٰلک ادنیٰ الا تعولوا ۝ ۔ (123)

جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو ، تین تین ، چار چار سے نکاح کر لو ، لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں ۔

فطری داعیات و جذبات کی تسکین نکاح کے ذریعے حاصل کی جائے ، ایک سے لیکر چار عورتوں تک سے شادی بیک وقت کی جا سکتی ہے ، اپنی متعدد بیویوں میں عدل و مساوات قائم رکھ سکے ، اور یکساں طور پر سب کے حقوق ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو ۔ (اگر آدمی جنگ میں مارے جائیں ، یا کوئی امر مجبوری ہو ، جس کے تحت مردوں میں کمی ہو ، تو ایسی صورت میں عورتوں کے تحفظ کے لئے حکم ہے ، الا یہ کہ وہ انصاف کر سکیں) ۔

محرمات ۔

ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ و مقتاً ، و ساء سبیلاً ۝ حرمت علیکم امھٰتکم و بنٰتکم و اخوٰتکم و عمّٰتکم و خٰلٰتکم و بنٰت الاخ و بنٰت الاخت و امھٰتکم التی ارضعنکم و اخوٰتکم من الرضاعۃ و امھٰت نسائکم و ربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم و حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم و ان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ۔ (124)

اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ، ان سے ہر گز نکاح نہ کرو ، مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا ۔ درحقیقت یہ ایک بے حیائی کا فعل ہے ، ناپسندیدہ ہے ، اور برا چلن ہے ۔ تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں ، بیٹیاں ، بہنیں ، پھوپھیاں ، خالائیں ، بھتیجیاں بھانجیاں ، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو ، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں ، اور تمہاری بیویوں کی مائیں ، اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے — ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شو ہو چکا ہو ، ورنہ اگر (صرف نکاح ہوا ہو اور) تعلق زن و شو نہ ہوا ہو تو (انہیں چھوڑ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں) تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے — اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہوں ، اور یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے ، کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو ، مگر جو پہلے ہو گیا سو ہو گیا ۔ (اسلام نے ان رشتوں کو حرام قرار دیا ہے مگر اہل مغرب نے ان رشتوں سے نکاح کو قانوناً

---

(123) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء ؛ 3 ۔

(124) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 22 ، 23 ۔

جائز قرار دیا ہے) ۔ محرمات سے نکاح سے روک دیا گیا ہے ، کیونکہ حرمت کے رشتے
حرام ہیں ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

والمحصنات من النساء ۔ (125) محصنات سے شادی کرنے کا حکم ہے ، جب نکاح
کرنے لگو تو محصن عورت سے ہو ۔

ایسی عورتیں جن سے شادی کرنے کا حکم نہیں ہے ، الا یہ کہ وہ دائرۂ اسلام
میں داخل ہوں ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

ولا تنکحوا المشرکت حتی یومن ، ولامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ و لوا عجبتکم ولا تنکحوا
المشرکین حتی یومنوا ، ولعبد مومن خیرمن مشرک و لو اعجبکم ۔ (126)

تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا ، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں ، ایک
مومن لونڈی مشرک شریف زادی سے بہتر ہے ، اگرچہ وہ تمہیں بہت پسند ہو ، اور اپنی
عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے کبھی نہ کرنا ، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں ، ایک مومن
غلام مشرک شریف سے بہتر ہے ، اگرچہ وہ تمہیں بہت پسند ہو ۔

اس میں علت یہ ہے ، کہ نسل اور وراثت کے احکام پر اثر پڑتا ہے ، ہو سکتا ہے ، کہ
مشرکہ عورت سے شادی کرکے ، بچے مسلمان پیدا نہ ہوں ، اور اس طرح اسلام کے نام نہاد لوگوں
کو زک پہنچے ۔ مومن لونڈی اس مشرکہ سے بہتر ہے ، اس لونڈی سے مومن اولاد کی توقع ہے ۔

اسی طرح زانیہ عورت سے بھی شادی سے روکا گیا ہے ، ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان او مشرک و حرم ذلک
علی المومنین ٥ ۔ (127)

زانی نکاح نہ کرے ، مگر زانیہ کے ساتھ یا مشرکہ کے ساتھ ، اور زانیہ کے ساتھ نکاح
نہ کرے ، مگر زانی یا مشرک ، اور یہ حرام کر دیا گیا ہے ، اہل ایمان پر ۔

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن محصنین غیر
مسفحین ولا متخذی اخدان ۔ (128)

اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں ، خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں ،
یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ، بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کرکے
نکاح میں ان کے محافظ بنو ، نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو ۔

(125) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 24 ۔ (126) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 221 ۔
(127) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 3 (128) القرآن الحکیم ، سورۃ المائدۃ : 5 ۔

پاک دامن عورتوں کی تلاش و جستجو ہونی چاہیے ، رشتۂ ازدواج کے قیام کے وقت اور نظر پاکدامنی اور عفت و عصمت پر ہی ہونی چاہیے ، تاکہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی فطری خواہشات پوری کریں ، یہ ایک ایسا مقصد ہے ، جس کے لئے ہر دوسری غرض کو قربان کیا جا سکتا ہے ، مگر کسی دوسری غرض کے لئے اس کو قربان نہیں کیا جا سکتا ۔

<u>مہر ۔</u>

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

واتوا النساء صدقتهن نحلة ۔ (129)

اور عورتوں کے مہر خوشدلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو ۔

اسی سورہ الممتحنہ کی آیہ ۔ لا جناح علیکم ان تنکحوهن اذا اتیتموهن اجورهن ۔(130) میں بھی منکوحہ عورتوں کو ان کا حق مہر ادا کرنے کا حکم ہے ۔ مرد کو عورت پر جو حقوق زوجیت حاصل ہوتے ہیں ، وہ مہر کا معاوضہ ہیں ، پس نکاح کے وقت عورت اور مرد کے درمیان مہر کی جو قرارداد ہوئی ہو ، اس کو پورا کرنا مرد پر لازم ہے ، اگر وہ اس قرارداد کو پورا کرنے سے انکار کرے ، تو عورت کو حق ہے ، کہ وہ اپنے نفس کو اس سے روک لے ۔

<u>نان و نفقہ ۔</u>

شوہر کا دوسرا فرض نفقہ ہے ، ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض و بما انفقوا من اموالهم ۔ (131)

بیوی کا میاں پر یہ حق ہے ، کہ اپنے مقدور کے موافق اسکو روٹی ، کپڑا اچھی طرح سے دے ۔ ۔ ۔ ، مرد بے جا زیادتی عورت پر کرے گا تو اسکو قیامت کے دن اسکی جوابدہی اللہ کے روبرو کرنی پڑے گی ۔ (132) بلاشبہ شریعتِ اسلامیہ کی نظر میں مرد ہی اس بات کا ذمہ دار ہے ، کہ وہ عورت کے اخراجات برداشت کرے ، اور تربیتِ اولاد کا فریضہ ادا کرے ۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :-

امام سردار ہے ، اور اس سے اسکی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا ، مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے ، اس سے اسکی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا ، اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے ، سو اس سے اسکی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا ۔ (133)

---

(129) القرآن الحکیم ، سورہ النساء : 4 ۔ (130) القرآن الحکیم ، سورہ الممتحنہ : 10 ۔

(131) القرآن الحکیم ، سورہ النساء : 34 ۔

(132) سید احمد حسن : <u>احسن التفاسیر</u> ، 1379ھ ، لاہور المکتبۃ السلفیہ ، جلد اول ، ص 316 ۔

(133) عبدالرحمن عودہ : <u>اسلام کا فوجداری قانون</u> ، / مترجم ساجد الرحمن کاندھلوی ، 1979ء ، لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، حصہ اول ، ص 30 ۔

و بما انفقوا من اموالهم سے جس طرح مہر کا وجوب ثابت ہوتا ہے، اسی طرح نفقہ کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے ، اگر شوہر اس ذمہ داری کو ادا نہ کرے ، تو قانون اسکو ادا کرنے پر مجبور کرے گا ، نفقے کی مقدار کا تعین عورت کی خواہشات پر مبنی نہیں ہے ، بلکہ مرد کی استطاعت پر ہے ، ارشاد ربانی ہے ، علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ۔

عورتوں کے حقوق کا تعین -

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (134)

عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں ، جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں ۔

ڈاکٹر احمد الحجی الکردی "احکام المرأۃ فی الفقہ الاسلامی" میں بیان کرتے ہیں :-

فقد ساوی الاسلام بین الرجل والمرأۃ فی الحقوق والواجبات ، علی خلاف ما کان معروفاً فی الجاھلیۃ کما تقدم ، فاعطی المرأۃ من الحقوق مثل ما اعطی الرجال ، وحملھا من الواجبات مثل ما حملہ ، ھذا مع مراعاۃ ما خلق لہ کل من الرجل والمرأۃ ، (ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ) ۔ (135)

عورت سارے معاملات ، اخلاق ، اور عبادات میں مرد کے مساوی ہے ، کوئی ایسی بات نہیں جس سے مرد کو بڑا اور عورت کو حقیر سمجھا جائے ۔

عائلی زندگی میں ناخوشگواری کا علاج -

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً ۔ (136)

اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو ، انہیں سمجھاؤ ، خوابگاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور مارو ، پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں ، تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لئے بہانے تلاش نہ کرو ۔

اس آیت میں واھجروھن فی المضاجع میں عورت کی اصلاح و فلاح ہے ، اسے سزا کے طور پر ترکِ مباشرت کی اجازت دے دی گئی ہے ، لیکن یہ ترکِ مباشرت چار ماہ سے زیادہ نہ ہو ، جو عورت اتنی نافرمان اور شوریدہ سر ہو ، کہ شوہر ناراض ہو کر اس کے ساتھ سونا چھوڑ دے ، اور وہ جانتی ہو کہ چار ماہ تک یہ حالت قائم رہنے کے بعد شوہر ازروئے احکام الٰہی اس کو طلاق دے دے گا ، اور پھر بھی وہ اپنے نشوز سے باز نہ آئے ، تو وہ اسی قابل ہے ، کہ اسے چھوڑ

---

(134) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 228 - (135) احکام المرأۃ فی الفقہ الاسلامی ، ص 14 -

(136) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 34 -

دیا جائے ، چار مہینے کی یہ مدت ادب سکھانے کے لئے کافی ہے ، کیونکہ اتنے دن تک اس کا نشوز پر قائم رہنا یہ جاننے ہوئے کہ اس کا نتیجہ طلاق ہے ، اس بات کی دلیل ہے ، کہ اس میں ادب سیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں ۔ یا وہ حسنِ معاشرت کے ساتھ کم از کم اس شوہر سے نباہ نہیں کر سکتی۔ (137)

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وان امرأۃ خافت من بعلھا نشوزاً او اعراضاً فلا جناح علیھما ان یُصلِحا بینھما صلحاً ، والصُّلح خیر ، واُحضِرت الانفس الشُّحّ ، وان تُحسِنوا و تتقوا فان اللہ کان بما تعملون خبیراً ○ ولن تستطیعوا ان تَعدِلوا بین النساءِ ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المَیلِ فتذروھا کالمعلّقۃِ ، وان تُصلِحوا و تتقوا فان اللہ کان غفوراً رحیماً ○ ۔(138)

اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے بدسلوکی یا بے رخی کا خطرہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ میاں اور بیوی (کچھ حقوق کی کمی بیشی پر) آپس میں صلح کر لیں ، صلح بہرحال بہتر ہے ، نفس تنگدلی کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں ، لیکن اگر تم لوگ احسان سے پیش آؤ اور خدا ترسی سے کام لو تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارے اس طرز عمل سے بے خبر نہ ہوگا ، بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے ، تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہو سکتے ، لہٰذا (قانونِ الٰہی کا منشا پورا کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ) ایک بیوی کی طرف اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ادھر لٹکتا چھوڑ دو ۔ اگر تم اپنا طرزِ عمل درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ چشم پوشی کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے ۔

طلاق :-

بیوی کی خوبیوں پر نظر رکھنے کا حکم :-

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئاً و یجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً ○ ۔(139)

ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو ، اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں ، تو ہو سکتا ہے ، کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو ۔

مزید ارشاد فرمایا :-

فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضراراً لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ ۔(140)

یا تو بھلے طریقے سے روک لو یا بھلے طریقے سے رخصت کر دو ، محض ستانے کی خاطر انہیں نہ روکے رکھنا کہ یہ زیادتی ہوگی ، اور جو ایسا کرے گا ، وہ درحقیقت آپ اپنے ہی اوپر ظلم کرے گا ۔

---

(137) حقوق الزوجین ، ص 45 ، 46 ۔ (138) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 128 ، 129 ۔
(139) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 29 ۔ (140) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 231 ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

ولا تنسوا الفضل بینکم ۔ (141)

(آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو ۔) اس میں بھی نظامِ سوال کے سلسلے میں ان کے حقوق کا تحفظ مدِ نظر آ رہا ہے ۔ یکلخت چھوڑ دینا درست نہیں ہے ۔

مصالحتی کوششوں کا حکم ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

فان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ و حکما من اھلھا ان یریدا اصلاحاً یوفق اللہ بینھما ۔ (142)

اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو اگر وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا ۔

مصالحت کی کوششوں سے اگر انکے ہونے کا امکان ہو تو پہلے شوہر کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے ، اس پیریڈ کے دوران نان و نفقہ کپڑا لتا شوہر کے ذمہ ہوتا ہے ۔ اور یہ کہ کوئی عورت کسی مرد کے بعد نکاح میں اس طرح نہ روکی جائے کہ اس کے لئے موجبِ ضرر اور وجہ حق تلفی ہو ۔ وہاں تسریح باحسان پر عمل کرنا ضروری ہے ۔ جیسے حدیث میں آتا ہے ، لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام ۔ (143)

یہی وجہ ہے ، کہ اسلام نے ایسی شادی سے طلاق کو ترجیح دی ہے ، جس میں میاں بیوی اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں یہ ڈر ہو کہ ایک دوسرے کی جان لینے کے درپے ہو جائیں ۔

Charles Murcier لکھتے ہیں :-

> " In a few cases marriage the becomes so irksome that one party seeks to end it by murder of the other. Women rarely commit murder. Murder is not a feminine foible, but when a women does commit murder the crime is almost always within the family or racial class. It is almost always within the family. It is the murder of husband or child. Murder committed by a woman for gain or for non sexual vind inctineness- is always unknown. When however murder is committed to escape from distasteful marriage, it is more often committed by woman than

---

(141) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 237 ۔ (142) القرآن الحکیم ، سورہ النساء : 35 ۔

(143) حقوق الزوجین ، ص 102 ۔

men and is usually committed by means of poison. Men much more often than woman murder their spouses from a motive of jealousy much less often from the motive of escaping from a distasteful marriage. (144).

<u>طلاق کے لئے وقت کا تعین۔</u>

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن ۔ (145)

جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے لئے طلاق دیا کرو۔
(عدت کے دوران سوچنے سمجھنے کا خوب موقع ملتا ہے، تاکہ آدمی ٹھنڈے دل سے سوچ کر فیصلہ کرے، اس مدت کے دوران عورت کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ ہے، اس دوران اسکو اسی گھر میں بن سنور کر رہنے کا حکم ہے، تاکہ صلح کا امکان ہو سکے۔)

<u>طلاق کا طریقہ کار۔</u>

ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔

الطلاق مرتن ، فامساک بمعروف او تسریح باحسان ۔ (146) والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثة قروء ، ... وبعو لتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحاً ۔ (147)

رجعی طلاق میں آدمی کو رجوع کرنے کا حق ہے، اور اسکو دو ماہ برابر مصالحت کے مواقع ملتے ہیں، عورت کو بن سنور کر رہنے کا حکم ہے، اسکے گھر، تاکہ آدمی کا ارادہ بدل جائے۔ اس میں آدمی کو رجوع کرنے کا حق ہوتا ہے، اگر ٹائم گزر جائے تو وہ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ اگر اس میں مفاہمت ہو جائے تو ٹھیک ورنہ دستور کے مطابق رخصتی کا حکم ہے، اور اس میں جلدی کرنی چاہیے۔

اس کے ساتھ یہ حکم ہے، کہ تین حیضوں کی مدت میں عورت کو اپنے گھر سے مت نکالو بلکہ اپنے ساتھ رکھو، ممکن ہے، کہ ساتھ رہنے سہنے سے دل ملنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ (148)

<u>طلاق میں گواہ مقرر کئے جائیں۔</u>

واشھدوا ذوی عدل منکم ۔ (149)

جب صلح ہو جائے، یا طلاق ہو جائے، تو ان دونوں صورتوں میں قرارداد کے مطابق دو لوگوں کی شہادت ضرور ہے۔ اس میں بھی عورت کے حقوق کا تحفظ ہے۔ تاکہ مرد بعد میں مکر

---

(144) Charles Mercier : <u>Crime and Criminals</u>, P-190.

(145) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 1 ۔ (146) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 229 ۔

(147) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 228 ۔ (148) <u>حقوق الزوجین</u> ، ص 53 ۔

(149) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 2 ۔

نہ پہنچا سکے ۔

تیسری طلاق کے بعد کا حکم ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره ۔ (150)

شوہر نے عورت کو تیسری بار طلاق دے دی ، تو وہ عورت پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی ، الا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو ۔

بلکہ عورت اسوقت تک پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو سکتی ، جب تک کہ دوسرا شخص اس سے لطف صحبت حاصل نہ کر لے ۔ اس میں عورت کے حقوق کا تحفظ یہ ہے ، کہ اگر دوسرا شوہر اپنی مرضی سے طلاق دے دے ، تو تب وہ عورت اپنے پہلے شوہر سے شادی کر سکتی ہے ۔

طلاق کے بعد عورت سے حسن سلوک ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وان اردتم استبدال زوج مکان زوج وآتیتم احدٰهن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئاً ۔ (151)

اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کر لو تو خواہ تم نے اسے ڈھیر سا مال ہی کیوں نہ دیا ہو ، اس میں سے کچھ واپس نہ لینا ۔ (اس میں بھی عورت کے حقوق کا تحفظ ہے ۔ طلاق کے بعد عورت سے حسن سلوک کا حکم ، پارچہ جات ، زیورات ، تحائف اور کچھ مہر دیا گیا ہو ، اسکو واپس لینے کا حق نہیں ، بلکہ مزید کچھ دے کر رخصت کرنا چاہیے ۔)

ہر طلاق یافتہ عورت کے لئے متاع ۔

وللمطلقٰت متاع بالمعروف حقا علی المتقین ۔ (152)

اسی طرح جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو ، انہیں بھی مناسب طور پر کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کیا جائے ، یہ حق ہے ، متقی لوگوں پر ۔ (شوہر کو متاع دینے کا حکم ہے) ۔

اگر کسی عورت کو صحبت سے قبل طلاق دی گئی ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فریضة فنصف ما فرضتم ۔ (153)

اگر تم نے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دی ہو لیکن مہر مقرر کیا جا چکا ہو ، تو اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا ۔ (رخصتی سے پہلے طلاق ہونے کی صورت میں بھی نصف مہر دے کر

---

(150) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 229 ۔ (151) القرآن الحکیم ، سورہ النساء : 20 ۔

(152) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 241 ۔ (153) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 237 ۔

بھی عورت کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے) ۔

ارشاد ربانی ہے :-

لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ ، متاعاً بالمعروف ، حقاً علی المحسنین ۔ (154)

تم پر کچھ گناہ نہیں ، اگر اپنی عورتوں کو طلاق دے دو قبل اس کے کہ ہاتھ لگانے کی نوبت آئے یا مہر مقرر ہو ۔ اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہیے ، خوش حال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب اپنی قدرت کے مطابق معروف طریقہ سے دے ، یہ حق ہے نیک آدمیوں پر ۔

منصور بن یونس کشاف القناع عن متن الاقناع میں فرماتے ہیں :-

(لا جناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ) والامر یقتضی الوجوب ولا یعارضہ قولہ ، حقاً علی المحسنین ۔ (وھی) أی المتعۃ (معتبرۃ بحال الزوج فی یسارہ واعسارہ موسراً ۔)(155)

عدت کے دوران کا نفقہ و سکنٰی شوہر کے ذمہ ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ ۔ (156)

(زمانہ عدت میں) نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں ۔ الا یہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں ۔

(اس پیریڈ کے دوران اسکی رہائش اور اسکا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے) ۔

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن ، وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن ، واتمروا بینکم بمعروف ، وان تعاسرتم فسترضع لہ اخری ۔ (157)

ان کو زمانۂ عدت میں اسی جگہ رکھو جہاں تم رہتے ہو ، جیسی کچھ بھی جگہ تمہیں میسر ہو ، اور انہیں تنگ کرنے کے لئے ان کو نہ ستاؤ ۔ اور اگر وہ حاملہ ہوں ، تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو ، جب تک ان کا وضع حمل نہ ہو جائے ۔ پھر اگر وہ تمہارے لئے (بچے کو) دودھ پلائیں تو ان کی اجرت انہیں دو ، اور بھلے طریقے سے (اجرت کا معاملہ) باہمی گفت و شنید سے طے کر لو ، لیکن اگر تم نے (اجرت طے کرنے میں) ایک دوسرے کو تنگ کیا تو بچے کو کوئی اور عورت دودھ پلائے گی ۔ (مطلقہ عورت کو رضاعت کے پہلو کے پیش نظر بچے کو دودھ پلانے کا معاوضہ

---

(154) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 236 ۔

(155) کشاف القناع عن متن الاقناع ، الجزء الخامس ، ص 158 ۔

(156) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 1 ۔ (157) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 6 ۔

دیا جائے گا ، اور اگر مطلقہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل تک نان و نفقہ بھی آدمی کے ذمہ ہے ۔

عورت کا حق طلاق ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

فان خفتم الا یقیما حدود اللہ ، فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ ۔ (158)

اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر قائم نہ رہ سکیں گے ، تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کرلے ۔ (نکاح کا پہلا مقصد اخلاق و عفت کی حفاظت ہے ، جب حدود اللہ کے ٹوٹنے کا خوف ہو ، فلا جناح علیھما کے الفاظ دلالت کرتے ہیں ، کہ خلع لے لینے میں کوئی برائی نہیں) ۔

اگر مباشرت سے پہلے طلاق ہو جائے تو عدت نہیں ہے ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا ۔ (159)

جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہے ، جس کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو ۔

حیض والی عورت کی عدت تین حیض ہے ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء ۔ (160)

جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو ، وہ تین مرتبہ ایام ماہواری آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں ۔ (اس میں نان و نفقہ سکنٰی ، مرد کے ذمہ ہیں ، اور دوسرا تین ماہ کے دوران اگر کوئی عورت امید سے ہو تو نسب کی حفاظت کے پیش نظر یہ حکم ہے ، تاکہ وراثت کے احکام پر اثر نہ پڑے) ۔

بوڑھی اور کم عمر جنہیں حیض نہ آتا ہو ، ان کی عدت تین ماہ ہے ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

والّٰئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلٰثۃ اشھر ، والّٰئی لم یحضن ۔ (161)

---

(158) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 229 ۔ (159) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 49 ۔

(160) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرۃ : 228 ۔ (161) القرآن الحکیم ، سورۃ الطلاق : 4 ۔

اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں ، ان کے معاملہ میں اگر تم لوگوں کو کوئی شک لاحق ہو اور (تمہیں معلوم ہو کہ) ان کی عدت تین مہینے ہے ، اور یہی حکم ان کا ہے ، جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو ۔

حمل والی عورت کی عدت وضعِ حمل ہے ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے : ۔

واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ۔ (162)

اور حاملہ عورتوں کی عدت کی حد یہ ہے ، کہ ان کا وضعِ حمل ہو جائے ۔ (اس پیریڈ کے دوران عورت کے نان و نفقہ مرد پر ہے)

جس عورت کا خاوند وفات پا جائے اسکی عدت چار ماہ دس دن ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے : ۔

والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجاً یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشراً ۔ (163)

تم میں سے جو لوگ مر جائیں ، ان کے پیچھے اگر ان کی بیویاں زندہ ہیں ، تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن روکے رکھیں ۔ (اس پیریڈ کے دوران عورت کا نان و نفقہ مرد کے اعزاء و اقرباء کے ذمہ ہے ، اگر عورت حاملہ ہو تو پھر وضعِ حمل تک رکنے کا حکم ہے ، اس کے بعد عورت آزاد ہے ، جب چاہے ، جس سے چاہے شادی کر سکتی ہے ۔)

طلاق کی دیگر اقسام

ایلاء ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے : ۔

للذین یؤلون من نسآئھم تربص اربعۃ اشھر فان فآء و فان اللہ غفور رحیم ۔ (164)

جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں ، ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے ۔ اگر انہوں نے رجوع کر لیا ، تو اللہ معاف کرنے والا اور رحیم ہے ۔

چار مہینے سے زیادہ مدت تک مقاربت سے پرہیز کرنا عورت کے لئے موجب ضرار ہے ، اسلامی نقطہ نظر سے ازدواجی قانون کا اہم ترین مقصد اخلاق اور عصمت کی حفاظت ہے ، اگر اس کا شوہر اسکی طرف رجوع نہ کرے ، تو اسلام نے اس مقررہ مدت کے بعد طلاق کی کارروائی کرنے کا حکم دیا ہے ۔ اس سے زیادہ عرصہ عورت کو معلق رکھنے کا حکم نہیں دیا ۔

(162) القرآن الحکیم ، سورہ الطلاق : 4 ۔ (163) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 234 ۔

(164) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 226 ۔

ہوں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیئیں ، تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں ۔

یہ اس صورت کا حکم ہے ، جبکہ زوجین ایک دوسرے سے علحدہ ہو چکے ہوں ، خواہ طلاق کے ذریعے سے یا خلع یا فسخ اور تفریق کے ذریعے سے اور عورت کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہو ، (تو ماں بچے کو دودھ پلانے کے عوض باپ سے نان و نفقہ کا خرچہ اسکی حیثیت کے مطابق وصول کرے گی ۔) پھر ارشاد فرمایا : ۔

فان ارادا فصالاً عن تراض منهما و تشاور فلا جناح عليهما ۔ (167)

اگر فریقین باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں ، تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ اس سلسلے میں مزید ارشاد ربانی ہے : ۔

وان اردتم ان تسترضعوا اولادكم فلا جناح عليكم اذا سلمتم ما اتيتم بالمعروف ۔ (168)

اگر تمہارا خیال اپنی اولاد کو کسی غیر عورت سے دودھ پلوانے کا ہو ، تو اس میں کوئی حرج نہیں ، بشرطیکہ اس کا جو کچھ معاوضہ طے کرو وہ معروف طریقے سے ادا کرو ۔

یتامی کے حقوق ۔

ارشاد باری تعالی ہے : ۔

و يسئلونك عن اليتمى ، قل اصلاح لهم خير ، وان تخالطوهم فاخوانكم ۔ (169)

پوچھتے ہیں ، یتیموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے ، کہو ! جس طرز عمل میں ان کے لئے بھلائی ہو ۔

یتامی کا مال ان کو صحیح اور پورا واپس کرنے کا حکم ۔

ارشاد باری تعالی ہے : ۔

واتوا اليتمى اموالهم ولا تتبدلوا الخبيث بالطيب ، ولا تاكلوا اموالهم الى اموالكم ۔ (170)

یتیموں کے مال ان کو واپس دو ، اچھے مال کو برے مال سے نہ بدل لو اور ان کے مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر کھا جاؤ ، یہ بہت بڑا گناہ ہے ۔ (یتامی میں یتیم بچیوں کا بھی ذکر ہے ، جنکے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں جہاں انکی اصلاح اور انکے مال کی حفاظت کا حکم ہے) ۔

پردے کے احکام ۔

ارشاد باری تعالی ہے : ۔

و قرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى ۔ (171) اپنے گھروں میں ٹک کر رہو

---

(167) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 233 ۔ (168) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 233 ۔

(169) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 220 ۔ (170) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 2 ۔

(171) القرآن الحکیم ، سورۃ الاحزاب : 33 ۔

اور سابق دور جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔ پھر فرمایا :-

واذا سالتموھن متاعاً فسئلوھن من وراء حجاب۔ (172)

نبی کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو،
یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔

یاایھا النبی قل لازواجک و بناتک و نساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک
ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین۔ (173)

اے نبی ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر
اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں، یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے، تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور
نہ ستائی جائیں۔

پہچان لی جائیں، " اس سے مراد یہ ہے، کہ ان کو اس سادہ اور حیا دار لباس میں دیکھ
کر ہر دیکھنے والا جان لے کہ وہ شریف اور با عصمت عورتیں ہیں، آوارہ اور کھلاڑی نہیں ہیں،
کہ کوئی بد کردار انسان ان سے اپنے دل کی تمنا پوری کرنے کی امید کر سکے۔ " نہ ستائی جائیں "
سے مراد یہ ہے، کہ ان کو نہ چھیڑا جائے، ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ (اس میں عورت کی عزت
و عصمت کی حفاظت کیلئے پردے کا حکم ہے)۔

غض بصر کا حکم۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذلک ازکیٰ لھم، ان اللہ خبیر بما یصنعون O
و قل للمومنٰت یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا
و لیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن، ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اباٰئھن او اباٰء بعولتھن
او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخوٰتھن او نسآئھن او ماملکت
ایمانھن او التٰبعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علیٰ عورٰت النساء،
ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن۔ (174)

اے نبی ! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
کریں، یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں، اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔
اور اے نبی ! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
کریں، اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے، اور اپنے سینوں پر اپنی
اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رکھیں، وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں، مگر ان لوگوں کے سامنے شوہر،

---

(172) القرآن الحکیم، سورہ الاحزاب : 53۔ (173) القرآن الحکیم، سورہ الاحزاب : 59۔
(174) القرآن الحکیم، سورہ النور : 30، 31۔

باپ ، شوہروں کے باپ ، اپنے بیٹے ، شوہروں کے بیٹے ، بھائی ، بھائیوں کے بیٹے ، بہنوں کے بیٹے ، اپنے میل جول کی عورتیں ، اپنے لونڈی غلام ، وہ زیردست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں ، اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں ، کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو ، اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔

گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

یایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستانسوا و تسلموا علی اهلها ، ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون ○ فان لم تجدوا فیها احداً فلا تدخلوها حتی یؤذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا هو ازکی لکم ، والله بما تعملون علیم ○ لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتاً غیر مسکونة فیها متاع لکم ، والله یعلم ما تبدون وما تکتمون ○ ۔ (175)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو ، یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے ، توقع ہے ، کہ تم اس کا خیال رکھو گے ، پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دے دی جائے ، اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے ، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے ، البتہ تمہارے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ، کہ ایسے گھروں میں داخل ہو جاؤ جو کسی کے رہنے کی جگہ نہ ہوں ، اور جن میں تمہارے فائدے (یا کام) کی کوئی چیز ہو ، تم جو کچھ ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو سب کی اللہ کو خبر ہے ۔ (اسلام نے تربیتی پروگرام کے پیش نظر ایک طرف سے اجتماعی زندگی کے اصول وضع کیے ، دوسری طرف پردے کے احکام بتائے ، تاکہ معاشرے میں عورت کی عزت و عصمت کی حفاظت ہو سکے ۔)

تقسیم وراثت ۔ للرجال نصیب مما ترک الوالدن والاقربون ، وللنساء نصیب مما ترک الوالدن والاقربون مما قل منه او کثر ، نصیباً مفروضاً ○ ۔ (176)

یوصیکم الله فی اولادکم ، للذکر مثل حظ الانثیین ، فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک ، وان کانت واحدة فلها النصف ۔ (177)

تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے ، کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے ، اگر (میت کی وارث) دو سے زائد لڑکیاں ہوں ، تو انہیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے ۔ اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے ۔

---

(175) القرآن الحکیم ، سورہ النور : 27 ، 28 ۔ (176) القرآن الحکیم ، سورہ النساء : 7 ۔
(177) القرآن الحکیم ، سورہ النساء : 11 ۔

والدین کا حصہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد و ورثہ
ابوہ فلامہ الثلث ، فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس۔ (178)

اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ
ملنا چاہیے ، اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں ، تو ماں کو تیسرا
حصہ دیا جائے ، اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں ، تو ماں چھٹے حصہ کی حق دار ہوگی۔

میاں بیوی کے حصے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد ، فان کان لھن ولد فلکم الربع مما
ترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین ، ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ،
فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین ۔ (179)

اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو ، اس کا آدھا حصہ تمہیں ملے گا ، اگر وہ
بے اولاد ہوں ، ورنہ اولاد ہونے کی صورت میں ترکہ کا ایک چوتھائی حصہ تمہارا ہے ، جبکہ
وصیت جو انہوں نے کی ہو پوری کر دی جائے ، اور قرض جو انہوں نے چھوڑا ہو ادا کر دیا
جائے ، اور وہ تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی کی حقدار ہوں گی ، اگر تم بے اولاد ہو ، ورنہ
صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا ، بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی
ہو وہ پوری کر دی جائے ، اور جو قرض تم نے چھوڑا ہو ، وہ ادا کر دیا جائے ۔

مندرجہ بالا آیات میں اسلام کے قانون وراثت میں عورت بحیثیت بیوی، بیٹی، ماں، بہن
کے حصص کا تعین کیا گیا ہے ، تاکہ وہ معاشرے میں با عزت زندگی گزار سکے ۔

کلالہ کی وراثت کی تقسیم۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

یستفتونک ، قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ، ان امرؤا ھلک لیس لہ ولد و لہ اخت فلھا
نصف ما ترک ، وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد ، فان کانتا اثنتین فلھما الثلثٰن مما
ترک ، وان کانوا اخوۃ رجالاً و نساءً فللذکر مثل حظ الانثیین ۔ (180)

اے نبی ، لوگ تم سے کلالہ کے معاملہ میں فتویٰ پوچھتے ہیں ، کہو اللہ تمہیں فتویٰ
دیتا ہے ، اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے

---

(178) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 11 ۔ (179) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 12 ۔
(180) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 176 ۔

نصف پائے گی ، اور اگر بہن بے اولاد مرے تو بھائی اس کا وارث ہوگا ، اگر میت کی وارث دو بہنیں ہوں ، تو وہ ترکے میں سے دو تہائی کی حقدار ہونگی ، اور اگر کئی بھائی بہنیں ہوں ، تو عورتوں کا اکہرا اور مردوں کا دوہرا حصہ ہوگا ۔ مزید فرمایا :-

وان كان رجل يورث كلالة او امراة وله اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس ، فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث ۔ (181)

اور اگر وہ مرد یا عورت (جس کی میراث تقسیم طلب ہے) بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں ، مگر اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن ہر ایک چھٹا حصہ ملے گا ، اور بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں ، تو کل ترکے کے ایک تہائی میں وہ سب شریک ہونگے ۔ (کلالہ اسکو کہتے ہیں ، جس کی نہ اولاد ہو ، نہ ماں باپ اتنا مال عورت ہو یا مرد اسکے دور کے رشتے داروں میں تقسیم کیا جاتا ہے ، المختصر قانون وراثت میں اگر دور کے رشتے دار نہ ہوں تو مال بیت المال میں جمع کروا دیا جاتا ہے ، اس میں بھی مسلمان بہن یا مسلمان بھائی کو اس مال سے فائدہ پہنچتا ہے) ۔

وصیت کے احکام ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت ان ترك خيرا الوصية للوالدين والاقربين بالمعروف حقاً على المتقين ۔ (182)

تم پر فرض کیا گیا ہے ، کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو ، تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے معروف طریقے سے وصیت کرے ۔ (یہاں بھی اگر رشتہ داروں میں کوئی بیوہ ، یا بے اولاد عورت ہو ، تو اسکے بارے میں وصیت کر سکتا ہے) تاکہ اسے فائدہ پہنچے ۔

لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھانے کی ممانعت ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها الى الحكام لتاكلوا فريقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ۔ (183) ۔

تجارتی نفع کا جواز ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

يايها الذين امنوا لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل الا ان تكون تجارة عن تراض منكم ۔ (184)

---

(181) القرآن الحکیم ، سورہ النساء : 12 ۔ (182) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 180 ۔
(183) القرآن الحکیم ، سورہ البقرہ : 188 ۔ (184) القرآن الحکیم ، سورہ النساء : 29 ۔

مدائنیت کے احکام -

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

یایھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ، ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ، ولا یأب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ولا یبخس منہ شیئاً ، فان کان الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفاً اولا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل ، واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل و امراتن ممن ترضون من الشھداء ان تضل احدھما فتذکر احدھما الاخری ، ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا ، ولا تسموا ان تکتبوہ صغیراً او کبیراً الی اجلہ ، ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشھادۃ وادنی الا ترتابوا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا ، واشھدوا اذا تبایعتم ، ولا یضآر کاتب ولا شھید ، وان تفعلوا فانہ فسوق بکم ، واتقوا اللہ و یعلمکم اللہ ، واللہ بکل شیء علیم ○ وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتباً فرھن مقبوضۃ ، فان امن بعضکم بعضاً فلیؤدّ الّذی اؤتُمِنَ امانتہ ولیتق اللہ ربہ ، ولا تکتموا الشھادۃ ، ومن یکتمھا فانہ آثم قلبہ ، واللہ بما تعملون علیم ○- (185)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، جب کسی مقرر مدت کے لئے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو ، فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے ، جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو ، اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے ، وہ لکھے اور املا وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے ، (یعنی قرض لینے والا) اور اسے اللہ اپنے رب سے ڈرنا چاہیے ، کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے ، لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو ، یا املا نہ کرا سکتا ہو ، تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرائے ، پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرا لو - اگر دو مرد نہ ہوں ، تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ، تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے - یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہونے چاہییں ، جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو ، گواہوں کو جب گواہ بننے کے لئے کہا جائے ، تو انہیں انکار نہ کرنا چاہیے ، معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ، میعاد کی تعیین کے ساتھ اس کی دستاویز لکھوا لینے میں تساہل نہ کرو ، اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لئے زیادہ مبنی بر انصاف ہے ، اس سے شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے ، اور تمہارے شکوک و شبہات میں مبتلا ہونے کا امکان کم رہ جاتا ہے ، ہاں جو تجارتی لین دین دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو ، اس کو نہ لکھا جائے تو

---

(185) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 282 ، 283 -

کوئی حرج نہیں ، مگر تجارتی معاملے طے کرتے وقت گواہ کر لیا کرو ، کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جائے ، ایسا کروگے ، تو گناہ کا ارتکاب کروگے ، اللہ کے غضب سے بچو ، وہ تم کو صحیح طریقِ عمل کی تعلیم دیتا ہے ، اور اسے ہر چیز کا علم ہے ۔ اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے کے لئے کوئی کاتب نہ ملے ، تو رہن بالقبض پر معاملہ کرو ۔ اگر تم میں سے کوئی شخص دوسرے پر بھروسہ کرکے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرے ، تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے ، اسے چاہیے ، کہ امانت ادا کرے ، اور اللہ اپنے رب سے ڈرے ۔ اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ ، جو شہادت چھپاتا ہے ، اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے ، اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے ۔

قتل ۔

ارشادِ باری تعالی ہے :-

یایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی ، الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی ۔ (186) ۔ مزید فرمایا :-

ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب لعلکم تتقون ۔ (187)۔

ارشادِ ربانی ہے :-

فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ، ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب الیم ○ (188)

جو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے ، اور قاتل کو لازم ہے ، کہ راستی کے ساتھ خون بہا ادا کرے ، یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے ، اس پر بھی جو زیادتی کرے ، اس کے لئے دردناک سزا ہے ۔(قتل کے بارے میں احکام ہیں' قتل کا کفارہ کے ضمن میں ارشادِ باری تعالی ہے :-

ومن قتل مومنا خطئا فتحریر رقبۃ مومنۃ ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ الا ان یصدقوا ، فان کان من قوم عدو لکم وھو مومن فتحریر رقبۃ مومنۃ ، وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ وتحریر رقبۃ مومنۃ فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین توبۃ من اللہ ، وکان اللہ علیما حکیما ○ ۔ (189)

اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے ، کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے ، اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے ، سوائے اس کے کہ وہ خون بہا معاف کر دیں ، لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا ، جس سے تمہاری دشمنی ہو تو اس کا کفارہ

---

(186) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 178 ۔ (187) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 179 ۔
(188) القرآن الحکیم ، سورۃ البقرہ : 178 ۔ (189) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 92 ۔

ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے، اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا، جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا ۔ اور ایک مومن غلام آزاد کرنا ہوگا، پھر جو غلام نہ پائے وہ پے درپے دو مہینے کے روزے رکھے ، یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے، اور اللہ علیم و دانا ہے ۔ ارشادِ ربانی ہے :-

وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص ، فمن تصدق بہ فہو کفارۃ لہ ۔ (190)

توراۃ میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا ، کہ جان کے بدلے جان ، آنکھ کے بدلے آنکھ ، ناک کے بدلے ناک ، کان کے بدلے کان ، دانت کے بدلے دانت ، اور تمام زخموں کے لئے برابر کا بدلہ ۔ پھر جو قصاص کا صدقہ کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے

امام محمد ابو زہرہ "العقوبۃ" میں اس آیۃ کے ذیل میں فرماتے ہیں :-

الجمہور علی ان اطراف المرأۃ وجروحہا کاطراف الرجل علی سواء یجری فیہا القصاص بشرط امکان التماثل و ذلک لعموم النصوص فی مثل قولہ تعالٰی العین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن ۔۔۔۔۔ فان ہذا النص واشباہ بین الرجل والمرأۃ ، وان اطراف المرأۃ علی سواء مع اطراف الرجل ۔ (191)

زنا ۔

ارشاد باری تعالٰی ہے :-

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ ، ولا تأخذکم بہما رأفۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ولیشہد عذابہما طائفۃ من المؤمنین ۔ (192)

زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو ، اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامنگیر نہ ہو ، اگر تم اللہ تعالٰی اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو ۔ اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے ۔ مزید ارشاد ہوا :-

فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب ۔ (193)

پھر جب وہ حصارِ نکاح میں محفوظ ہو جائیں ، اور اس کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں ، تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے ، جو خاندانی عورتوں (محصنات) کے لئے مقرر ہے ۔

---

(190) القرآن الحکیم ، سورۃ المائدہ : 45 ۔ (ب) متی انجیل ، باب 5 ، آیہ 29 ، ص 8 ۔

(191) امام محمد ابو زہرہ : العقوبۃ ، ص 395 ، 396 ۔

(192) القرآن الحکیم ، سورۃ النور : 2 ۔

(193) القرآن الحکیم ، سورۃ النساء : 25 ۔

قـذف -

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-
والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوھم ثمٰنین جلدة
ولا تقبلوا لھم شھادة ابداً - (194)
اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں ، پھر چار گواہ لیکر نہ آئیں ، ان کو اسی
کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو - پھر ارشاد فرمایا :-
والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادة احدھم اربع
شھدٰت باللہ ، انہ لمن الصّٰدقین ٥ والخامسة ان لعنت اللہ علیہ ان کان من
الکذبین٥ و یدروا عنھا العذاب ان تشھد اربع شھدٰت باللہ ، انہ لمن الکٰذبین٥
والخامسة ان غضب اللہ علیھا ان کان من الصٰدقین ٥ - (195)
اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں ، اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا دوسرے
کوئی گواہ نہ ہوں ، تو ان میں سے ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ وہ) چار مرتبہ اللہ کی
قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ اپنے الزام میں سچا ہے ، اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ
کی لعنت ہو ، اگر وہ اپنے الزام میں جھوٹا ہو ۔ اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے ، کہ
وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے ، اور
پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی پر اللہ کا غضب ٹوٹے ، اگر وہ (اپنے الزام میں) سچا ہو ۔

سـرقـہ -

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-
والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما جزآء بما کسبا نکالاً من اللہ ، واللہ عزیز حکیم ٥ (196)
اور چور (خواہ عورت ہو یا مرد) دونوں کے ہاتھ کاٹ دو ، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور
اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ، اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے ، اور وہ دانا و بینا ہے -
ڈاکٹر احمد فتحی بہنسی " العقوبة فی الفقه الاسلامی " میں فرماتے ہیں :-
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقیموا الحدود علی ما ملکت ایمانکم و ھذا نص ..
والحدود خمسة قطع الید فی السرقة او الجلد مائة فی الزنا .... والجلد ثمانین
فی القذف - (197) ایسے زمانے میں شارعِ اسلام نے حرمتِ نسواں یعنی عورتوں

---

(194) القرآن الحکیم ، سورہ النور : 4 - (195) القرآن الحکیم ، سورہ النور : 6 تا 9 -
(196) القرآن الحکیم ، سورہ المائدہ : 38 -
(197) الدکتور احمد فتحی بہنسی : العقوبة فی الفقه الاسلامی ، 1403ھ ، بیروت دارالشروق ص 124 .

کی عزت و وقار کو بحال کیا ، اور اسے اسکے جائز حقوق دلائے ، شارع اسلام نے اپنی
شریعت میں عورتوں کو وہ حقوق عطا فرمائے ، جو انہیں کبھی بھی حاصل نہ ہوئے تھے ،
اور نہ حاصل ہو سکتے تھے ، اور وہ اختیارات انکو دیئے ، جنکی قدر جوں جوں زمانہ ترقی
کرتا جائے گا ، معلوم ہوتی جائے گی ، اور تمام اختیارات و خدمات شرعی کے سا تھ میں
عورتوں کو مردوں کا ہم پلہ بنا دیا ، چنانچہ سید امیر علی اپنی کتاب "جامع الاحکام" میں
رقمطراز ہیں :-

" کہ شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے مسلمان عورت کی حیثیت دیگر اقوام
کی عورتوں کی حالت سے بہتر و برتر ہے ، جب تک کہ وہ نابالغ رہتی ہے ، اپنے ماں باپ
کے گھر میں رہتی ہے ، جونہی بالغ ہو جاتی ہے ، تمام حقوق شرعی اسکو حاصل ہو جاتے ہیں
جو بالغ و رشید انسان کو ملنے چاہییں ، وہ اپنے بھائیوں کے مثل ماں باپ کے ترکے میں سے حصہ
پاتی ہے ، اگرچہ بیٹے اور بیٹی کے حصے میں فرق ہے ، مگر یہ فرق ، بھائی اور بہن کے حالات
کا منصفانہ لحاظ کرکے رکھا گیا ہے ، شادی کے بعد اسکی شخصیت میں کوئی فرق نہیں آتا ،
اور وہ ایک جداگانہ فرد معاشرہ کی حیثیت سے رہتی ہے ، اسکا وجود اسکے شوہر کے وجود میں
آمیختہ نہیں ہو جاتا ، اس کا مال اسکے شوہر کا نہیں ، اسکے تمام شرعی حقوق بحکم قرآن کے
بموجب حاصل ہیں ، وہ اپنی جائداد کو بلا اجازت شوہر منتقل کر سکتی ہے ، وصیت بھی کر
سکتی ہے ، اور اوروں کی جائداد کی متولیہ اور وصیہ بھی مقرر ہو سکتی ہے ، شریعت نے
اسکو مہر ، نفقہ اور سکنٰی کے حقوق بھی عطا فرمائے ہیں ، صرف یہیں تک محدود نہیں
بلکہ وہ اپنے شوہر سے معاہدہ کرکے درصورت خلاف ورزی اسیر بالطلاق کر سکتی ہے (198)

اس کے علاوہ مذید حقوق کے سلسلے میں ملاحظہ فرمایئے ، جیسا
کہ جاسم محمد تقی "جمہوریہ پاکستان الاسلامیہ" میں لکھتے ہیں :-

" اسست قسم المرأة هنا ما يسمى شعار حقوق المرأة بهدف الحفاظ على حقوق المرأة
في البلاد وهذا القسم الى جانب رعاية مصالح المرأة في مختلف المؤسسات الحكومية
وامانة الزار ونظم هذا الجناح العديد من المؤتمرات الوطنية حول حقوق المرأة
في مختلف المجالات مثل التعليم والصحة والحكومة المحلية والعلوم والتكنولوجيا
واسهامات المسلمات ومساهمات المسؤولة والحكومة كما نظم الجناح مؤتمرات حول ضرورة
ضمان حقوق المرأة في القرى والارياف وتوعيتها وحل مشاكلها ـ (199)

---

(198) سید امیر علی : جامع الاحکام ، جلد دوئم ، ص 24-

(199) جاسم محمد تقی : جمہوریہ پاکستان الاسلامیہ ، اسلام آباد ، من منشورات مدیریۃ الاعلام المطبوعات وزارۃ الاعلام والاذاعۃ حکومت الباکستان - ص 228 ، 229 -

The religion of Islam provides many more rights to women than are actually available to an average women in Pakistan. If the country were to adopt a truly Islamic way of life, women would again many more rights, the current situation is, however, not so simple and straight forward. For one thing, as we have seen opinions on the proper role of women in society are not always consistent. (200)

---

(200) Nasra M. Shah: Pakistani Women, P-23.

اصلاحی تجاویز علماء اور دانشوروں کی نظر میں

چونکہ پاکستان کی بنیاد ہی لا الہ الا اللہ پر رکھی گئی تھی ، لہذا اسکا مقصد وہاں صالح اسلامی معاشرہ کے ساتھ ساتھ ایک الگ مملکت کا قیام تھا ، مگر صد افسوس کہ آج یہاں کا معاشرہ کے افراد اسلامی تعلیمات کی پیروی کی بجائے مغرب کی تہذیب کے مقلد ہیں ، یہی وجہ ہے ، کہ بعض پاکستانی مغرب کے اس دلفریب نعرہ " مساوات مرد و زن " سے متاثر ہیں ، پاکستان چونکہ اسلامی مملکت ہے ، اسلئے اسے ایک صالح اسلامی معاشرہ کی ضرورت ہے ، علماء اور دانشوروں نے اس کی اصلاح کیلئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی ہیں ۔

1 ۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ۔

" مغرب کی سیادت و بالا تری سے عالم اسلامی کو ضرور ان مقامات پہنچیے انکی نشاندہی کی جائیے ، غرض مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے علوم و فنون کو پڑھا جائیے ، اور اس کے علوم و تجارب کو مواد خام Raw Material فرض کرکے اپنی ضرورت اور اپنے قدو قامت اور اپنے عقیدے و معاشرت کے مطابق سامان تیار کیا جائیے " ۔

اس عظیم کام میں خواہ کتنی ہی مشکلات ہوں ، اس میں خواہ کتنی دیر لگیے ، عالم اسلام میں تجدد و مغربیت کی اس طغیلیرو کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں ، جو اسلام کے وجود ملی اور اس کے اجتماعی ڈھانچہ کو چیلنج کر رہی ہے ۔ اور اس کے لئیے شدید خطرہ بلکہ موت ، حیات کا مسئلہ بن گئی ہے ۔ (201)

2 ۔ مولانا سید ابوالاعلی مودودی ۔

" دور جدید کے مسلمان کے لئے ہمارے پاس اصلاح کے دو پہلو ہیں ، اولاً ہم کو تمام انسانوں کے سامنے خواہ وہ مسلمان ہوں ، یا غیر مسلم اسلام کے نظام معاشرت کی تشریح کرنی ہے ، اور یہ بتانا ہے ، کہ نظام میں پردے کے احکام کس لئیے دیے ہیں ، ثانیاً ہمیں ان دور جدید کے مسلمانوں کے سامنے قرآن و سنت کے احکام اور مغربی تمدن ، معاشرت کے نظریات و نتائج دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل رکھ دیے ہیں ، تاکہ منافقانہ روش ، جو انہوں نے اختیار کو رکھی ہے ، ختم ہو ۔ اور یہ شریف انسانوں کی طرح دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کر لیں ، یا تو اسلامی احکام کی پیروی کریں ، اگر مسلمان رہنا چاہتے ہیں ، یا اسلام سے قطع تعلق کریں ، اگر شرمناک نتائج کو قبول کرنے کو تیار ہیں ، جن کی طرف مغربی نظام معاشرت لا محالہ ان کو لے جانے والا ہے " ۔ (202)

" صحیح انداز فکر رکھنے والے مسلمان ہمیشہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں ، کہ چیزیں

---

(201) مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش ، ص 231 ، 232 ۔

(202) پردہ ، ص 47 ، 48 ۔

اسلامی تعلیمات اور معیار کے مطابق ہوں، خواہ کسی بھی تہذیب سے تعلق رکھتی ہوں، انہیں اختیار کیا جائے، اور جو چیزیں اسلامی تعلیمات اور اصولوں سے مطابقت نہ رکھتی ہوں، انہیں رد کر دیا جائے" میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بھی انسانی تہذیب اس درجہ غیر صحت مندانہ عناصر کا مجموعہ ہوتی ہے، اسے بالکلیہ رد کر دیا جائے، صحت مند عناصر کے ساتھ ہمیشہ بعض غیر صحت مند چیزیں بھی ہوا کرتی ہیں، وہ چیزیں جو ہمیں مغرب سے لینی چاہییں، ان میں سائنسی علم اور زندگی کے عملی مسائل سے اسکا انطباق ہے، اور ان کو میں بنی نوع انسان کا مشترکہ ورثہ خیال کرتا ہوں، مجھے اس امر کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، کہ ان اچھی چیزوں سے استفادہ کیوں نہ کیا جائے، بلکہ میرے خیال میں دوسروں سے اچھی باتیں لینے میں جھجک کا انداز خود ہمارے لئے انتہائی طور پر مضرت رساں ہوگا۔ لیکن جہاں تک مغرب کا عالمی انداز فکر ہے، اس کا انسان کے بارے میں نقطہ نظر ان کا فلسفہ زندگی اور ان کے اخلاقی اقدار کا تعلق ہے ہمیں نہ تو اس کی ضرورت ہے اور نہ ہی وہ ہمارے لئے کسی طرح بھی قابل قبول ہو سکتی ہیں، اسلام نے اس سلسلے میں ہمیں جو کچھ دیا ہے، وہ مغرب کے مقابلے میں کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے، اور اگر مغرب کے عوام عقل سلیم سے عاری ہو کر نہیں بلکہ بے لاگ طریقے سے سوچیں اور غور کریں، تو اسلام نے اس سلسلے میں بنی نوع انسان کو جو کچھ دیا ہے، وہ اس سے بڑا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ (203)

3۔ <u>محمد قطب</u>۔

ان تمام مسائل کا حل بحیثیت مجموعی پورے معاشرے کی اخلاقی، ثقافتی، نفسیاتی اور روحانی تعلیم و تربیت میں مضمر ہے، جس کے لئے ذہنی تطہیر کے ایک طویل عمل میں سے گزرنا پڑتا ہے، تب کہیں جا کر نیکی اور بھلائی کا غلبہ نصیب ہوتا ہے، اور معاشرتی زندگی کی ایک صحت مند اساس میسر آتی ہے، ایک ایسا پاکیزہ معاشرے میں ہی فرد کے دل میں یہ احساس پیدا ہو سکتا ہے، کہ اس کے لئے صحیح طرز عمل کیا ہے، اور اخلاقی اور روحانی ارتقاء کا یہ عمل بہت سست اور طویل ہے، اس کے لئے ضروری ہے، کہ اسلامی قانون کی روشنی میں قوم کی معاشرتی زندگی کی تنظیم نو کی جائے، اور اس مقصد کے لئے تمام اجتماعی ادارے مثلاً گھر، مدرسہ، فلم، ریڈیو، پریس، اور مذہبی پیشوا اور عوام سب مل جل کر کوشش کریں، یہ بہت مشکل کام ہے، اسکے لئے بہت طویل مدت درکار ہے، مگر پائیدار معاشرتی انقلاب لانا مقصود ہو، تو اسے اپنائے بغیر چارہ بھی نہیں ہے، پائیدار انقلاب کی یہی واحد راہ ہے۔

4۔ <u>مولانا نعیم صدیقی صاحب</u>۔

اس چڑھتے ہوئے طوفان کا مقابلہ کرنے کے لئے حسب ذیل تدابیر ضروری ہیں:۔

1۔ عورتوں، طالبات اور دیگر نوجوان لڑکیوں کے ایسے حلقے قائم ہوں،

---

(203) ابو طارق: <u>مولانا مودودی کے انٹرویو</u>، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 1979ء، ص 277، 278

جو قرآن و سنت کے سانچے میں اپنی زندگیاں ڈھالیں اور قانونِ حجاب کی سچے
دل سے پابندی کریں ، نیز مخلوط اداروں اور محافل سے پرہیز کرنے کا تہیہ کرلیں ۔
پھر اسی مسلک کی دعوت اور دیگر خواتین اور طالبات میں پھیلا کر انہیں منظم کریں ۔

2 ۔ اس مقصد کے لئے جو مفید لٹریچر موجود ہے ، اسکو پھیلایا جائے ، اور ساتھ ہی ساتھ
جیسے لٹریچر کی ضرورت پڑے تیار ـــــــــ

3 ۔ خواتین اور طالبات کے اجلاسوں ، ادبی نشستوں اور تربیت گاہوں میں مغرب کے نقشہ ہائے
ناپاک کی قلعی کھولنے کے علاوہ ماڈرن خواتین اور ان کے حمائیتوں کی حرکات کا کڑا
احتساب کیا جائے ۔

4 ۔ اس وقت نظریہ مساوات مرد و زن کے علمبردار مغرب کے معاشروں میں جو گندگیاں پیدا ہو
چکی ہیں ، اور عورت جس حال زار میں گرفتار ہے ، ان موضوعات پر تحقیقی کام کرکے صحیح
تصویر سامنے لائی جائے ۔

5 ۔ مخلوط مجالس کا بوسر عام (پبلک) انعقاد ممنوع قرار دلوایا جائے ، اور بطور خاص سرکاری
ملازمین کی بیگمات کے لئے ایسے کسی اجتماع میں شرکت ممنوع قرار دی جائے ۔

6 ۔ مخلوط تعلیم کا نظام ختم کر دیا جائے ، اور کوئی مرد کسی زنانہ درسگاہ میں داخل نہ
ہو ، خصوصاً حکومت سے منظور لوگوں کو سختی سے روکا جائے ۔

7 ۔ جن دفاتر ، ہسپتالوں یا کارخانوں میں عورتیں کام کر رہی ہیں ، ان کو تاکید کی جائے ، کہ
عورتوں کے لئے الگ کمرے یا الگ جگہ بیٹھنے کا انتظام کریں ، نیز عورتوں کو کم سے کم
ہلکے درجہ کے پردے یعنی (بڑی چادر) کا پابند کیا جائے ۔

8 ۔ ذی شعور خواتین ہسپتالوں میں کام کرتے ہوئے یا دوسری جگہوں پر برقع کی پابندی
کریں ، چادر کا استعمال بدرجہ اتم گوارا کیا جا سکتا ہے ، قرآنی جلباب کا استعمال بالکل
اور طرح تھا ، ایک لمبی چوڑی چادر لی جاتی تھی ، جس میں سارا بدن اور لباس چھپ
جاتا اور جس کے پلو کو چہرے پر اس طرح پکڑ کر رکھا جاتا کہ آنکھیں اور ناک سامنے ہو ،
باقی چہرہ چھپا رہے ، مگر آجکل اصل تو چادر ایسی ڈیزائن دار استعمال کی جاتی
ہے ، کہ بجائے خود زینت کی تعریف میں داخل ہے ، اور پھر وہ ضرورت سے چھوٹی ہوتی
ہے ، مزید یہ کہ اسے بھی اچھی طرح اوڑھا لپیٹا نہیں جاتا ۔ آجکل چادر تو پردہ سے
فرار کی راہ ہے ۔

9 ۔ طب یا تعلیم یا کسی اور شعبے میں عورتوں کی بھرتی کے لئے انٹرویو لینے والے بورڈ عورتوں
ہی پر مشتمل ہونے چاہییں ۔

10 ۔ خواتین مریضوں کو ہسپتالوں میں لیڈی ڈاکٹر یا لیڈی ہیلتھ وزیٹرز ہی اٹینڈ کریں ،
خصوصاً زچگی کے دائرے میں کسی مرد کی دخل اندازی ممنوع ہونی چاہیے ۔

11 ۔ خواتین اور طالبات کے لئے ہر بڑے شہر اور قصبے میں با پردہ کھیل کے میدان بنائے جائیں ،
اور ان کے گرد چار دیواری ہو جن میں کسی مرد کو جانے کی اجازت نہ ہو ۔

12 - نصابیات کو چھان بین کرکے دیکھا جائے، کہ سنجیدہ سطح سے گرا ہوا فحش مواد اگر ان میں پایا جائے، تو اسے نکال دیا جائے -

13 - خواتین کی کوئی تصویر مقررہ سائز سے زیادہ سائز کی اخبارات و جرائد میں چھاپنا ممنوع کر دیا جائے، اور وہ صرف ایسی اہم خبروں کے ساتھ استعمال ہوں، جن کے ساتھ تصویر ہونے کی اہمیت واضح ہو، عموماً خواتین کی تصویر بناؤ سنگھار اور فیشنوں کے ساتھ شائع نہ کی جائے، اور نہ ہی آراستہ کیے ہوئے کھلے بال ان میں دکھائے جائیں -

14 - قرون اولیٰ کی خواتین کے اسلامی کردار کو نصابی مواد میں پیش کیا جائے -

15 - سیاست بازی اور جاہ طلبی سے بچ کر اگر کچھ خواتین عورتوں کے مسائل حل کرنے کے لئے ان کی نمائندگی حکومتی ایوان میں کریں، تو ان پر پابندی ہونی چاہیے، کہ وہ پردے میں بیٹھیں، اور انکی طرف بینچ ایک طرف لگائے جائیں، تاکہ لوگ انہیں زیادہ گھوریں نہیں -
ہماری صورت یہ ہوگی، کہ ایک الگ ایوان خواتین کے نام سے ہو، جس کی نشستوں کی تعداد کم رکھی جائے، اور خواتین خواتین ہی کے ووٹوں سے منتخب ہوں، اس طرح خواتین ووٹروں کو آزاد کیا جا سکتا ہے، کہ وہ مردوں کے لئے ووٹ دینے کے لئے پولنگ اسٹیشنوں پر خراب ہوتی پھریں -

16 - قوم اور پولیس میں بھی خواتین کی جسقدر خدمات ضروری ہیں، (خصوصاً شہری دفاع کے لئے) انکی ٹریننگ بھی خواتین کے ذریعے کروائی جائے - اور ان سے کام بھی کسی خاتون افسر کی نگرانی میں لیا جائے - اس افسر یا دوسری خواتین کو اگر مردوں کے دفتروں میں جانا پڑے یا کسی مرد افسر سے رابطہ کرنا پڑے تو وہ پردے کی پابندی کریں -

17 - فلموں اور ٹیلی ویژن کی نگرانی کی جائے، اور ان کے لئے ہدایات جاری کی جائیں، کہ وہ عورتوں کے وقار کے خلاف کوئی چیز پیش نہ کریں، اور نہ ہی کسی پروگرام اور منظر میں فحش پن پیدا ہونے دیں، اور نہ ہی غلط رجحانات کے لئے کوئی اشاعت شامل کریں -
ان تدبیروں سے مسلم خواتین کو اس سیلاب کے لئے بچایا جا سکتا ہے، جو عرصہ سے ہمارے اوپر ٹوٹ پڑا ہے، اور جن قوتوں کو لوگوں کے آگے رکاوٹ پیدا کرنا تھی، وہ خود انہیں سیلاب کا شکار بننے کی دعوت قوم اور اسکی خواتین کو دے رہے ہیں -

5 - مولانا متین ہاشمی صاحب -

پاکستان کے بسنے والوں کی یہ عادت ہے، کہ لنڈا بازار کے کوٹ کی طرح یورپ جن خیالات کو اتار پھینک دیتا ہے، یہاں کے مغرب زدہ لوگ انہیں اپنی گردن میں لٹکانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، چنانچہ مغرب کی دیکھا دیکھی پاکستان میں بھی مساوات و مرد و زن کا تصور پروان چڑھایا جا رہا ہے، اسکو روکنے کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں :-

1 - عورتوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آشنا کیا جائے ، تاکہ انہیں ان انعامات کا شعور حاصل ہو ، جو اسلام نے ان پر کئے ہیں ، قرآن نے ان کے لئے حدود مقرر کی ہیں ، اسکا ادراک کیا جائے ۔
2 - جو حقوق عورت کو اسلام نے دیے ہیں ، قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں ان کے حقوق انہیں دینے چاہییں ۔
3 - جس طرح ہمارے معاشرے میں ہندو تہذیب کے اثرات کی بناء پر عورتوں کا استحصال کیا جا رہا ہے ، اس کی مذمت کی جائے ، اور قانوناً عورتوں کو شریعت کے عطا کردہ حقوق دیے جائیں ، جس کی حقدار ہیں ۔
4 - حتی الوسع عورتوں کو مخلوط اجتماعات سے بچایا جائے ، اور اس سلسلہ میں سب سے اہم قدم یہ ہے ، کہ عورتوں کی الگ یونیورسٹی قائم کی جائے ۔
5 - یہی معاشرے میں عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے ، اسلام ہر گز مونث امتیازات کی اجازت نہیں دیتا لہٰذا تمام قصبات میں دینی تنظیمات قائم کی جائیں ، جو عورتوں کی تکلیفوں کا جائزہ لے کر سرکاری تعاون حاصل کر کے انکا ازالہ کیا جائے ۔
6 - جہیز کی لعنت کو قطعاً خلاف قانون قرار دیا جائے اور اگر کوئی آدمی جہیز لینے پر اصرار کرے ، تو اس کے خلاف سخت کارروائی کی جائے ۔
7 - ایسے مراکز قائم کیے جائیں ، جہاں وہ عورتیں جن کا کمانے والا مرد نگران نہ ہو یا پردہ میں رہ کر اپنا معاش حاصل کر سکیں ۔
8 - ہر شہر میں بیوگان کے لئے فلاحی ادارے قائم کیے جائیں ، اور اگر کوئی یتیم بچی ہو ، تو اس کی شادی کا انتظام حکومت کی نگرانی میں کیا جائے ۔

مندرجہ بالا آٹھ تجاویز مثبت اقدامات میں اس سلسلے میں منفی اقدامات درج ذیل ہیں : ۔

1 - ایسے قوانین وضع کیے جائیں جن کے تحت عریانی اور فحاشی کرنے والوں کو روکا جائے ۔
2 - اپنا مال فروخت کرنے کے لئے ٹیلی ویژن پر عورتوں کی نمائش ، درحقیقت عورت کی توہین ہے ، اس کو فی الفور بند کر دیا جائے ۔
3 - ویمن فورم میں مغرب زدہ خواتین کو ہرگز داخل نہ ہونے دیں ، کیونکہ وہ عورتوں کی اکثریت کی نمائندہ نہیں ہوتیں ، ابھی بھی مسلم نظامِ پاکستان کی اکثریت صرف انہی حقوق کو چاہتی ہیں ، جو اسلام نے انہیں عطا کیے ہیں ، جبکہ مغرب زدہ خواتین ان کو اس جہنم کی طرف لے جانا چاہتی ہیں ، جس میں مغرب کی عورت ہے ، جہاں نہ حاتونِ خانہ کا تصور ہے ، اور نہ پرورشِ اطفال کا ۔
4 - ان تمام اخبارات پر پابندی لگا دی جائے ۔ جو فحاشی کی ترغیب دے رہے ہیں ، اور ان اداروں کو ختم کر دیا جائے ، جو فحاشی اور بلیو پرنٹ قسم کی چیزیں پھیلا کر عورتوں اور مردوں کے معصوم ذہنوں کو مسموم کرنے میں مصروف ہیں ۔

6 - **مولانا ریاض الحسن نوری صاحب** -

1 - اصلاح کے لئے پہلا قدم یہ ہے، کہ خواتین کے لئے برقعہ یا نقاب کی پابندی لازمی کر دی جائے -

2 - خواتین کی الگ یونیورسٹی قائم ہو جس کا تمام تر انتظام خواتین کے ہاتھ میں ہو مردوں کا اسمیں کوئی دخل نہ ہو -

3 - عورتوں کے لئے الگ ہسپتال بنائے جائیں ، جن کا انتظام بھی کلی طور پر عورتیں کریں ، اور مردوں کے ہسپتالوں میں مرد ڈاکٹر اور مرد نرسیں کام کریں ، جیسا کہ صوبہ سرحد میں ایسا رواج موجود ہے -

4 - وہ عورتیں جو ملازمت کے لئے مجبور ہوں ، انکے لئے الگ فیکٹریاں قائم کی جا سکتی ہیں ، مثلاً ادویات سازی ، قالین سازی ، کاٹیج انڈسٹریز وغیرہ -

مختصراً یہ کہ وہ کام جو عورتوں کے مناسب حال ہو اسکا انتظام انکے سپرد کر دیا جائے - اور مردوں کا اس میں زیادہ عمل دخل نہ ہو -

7 - **مولانا فضل رحیم صاحب** - (جامعہ اشرفیہ لاہور) -

مغربی اثر سے بچنے کی واحد تدبیر یہ ہے ، کہ بچیوں کو دینی اور مذہبی تعلیم سے روشناس کرایا جائے ، اسلئے کہ جب تک دین کی سمجھ نہ ہوگی ، تو وہ دینی تعلیمات پر عمل کیسے کریں گے - جتنی بھی کوتاہیاں ہم میں پائی جاتی ہیں ، وہ سب دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ہیں ، اگر ہمارے ملک میں اس چیز کا سرکاری سطح پر انتظام ہو جائے ، جس طرح انگریزی اور دنیوی تعلیم کے لئے کالجز اور سکولز اعلیٰ پیمانوں پر کام کر رہے ہیں ، اسی طرح اگر دینی تعلیم کے لئے مدارس قائم کر دیے جائیں ، تو کافی حد تک مغربی تعلیم اور اس کے معاشرے کا تقلیدی اثر ختم ہو جائے گا -

8 - **ڈاکٹر غلام جیلانی برق** -

ہمیں اپنے معاشرے کی اصلاح کے لئے درج ذیل امور کی ضرورت ہے ، تمام پاکستانیوں کو ایسے نصاب کی ضرورت ہے ، جو ...

1 - تسخیر کائنات کے گر سکھائے -

2 - فطرت کی طاقتوں (بجلی ، فولاد ، جوہری توانائی) سے مسلح ہو -

3 - ہمیں غیور ، شجاع ، سرفروش ، راستباز ، صادق القول ، امین ، منتظم ، حفاظ الحب ، خادم انسان خدا ترس اور خدا پرست بنائے -

4 - اور قرآن کی عظیم و جمیل تعلیمات کا نقش ہمارے دلوں میں راسخ کرے ، اس مقصد کے لئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے -

الف - جو اسلامی تعلیمات کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھتی ہوں -

ب - جو ان تعلیمات کے فلسفے سے بھی آشنا ہوں -

ج - جس کا انداز گفتار و نگارش دلکش ہو -

د ۔ اور جیسے یہ بھی معلوم ہو کہ عمر کی کس منزل پر کون سے مسائل کس انداز میں پیدا کرتا ہے ۔

اور بقول ڈاکٹر غلام جیلانی برق ۔

" اگر میں صدر پاکستان ہوتا تو فوراً یہ قدم اٹھاتا " ۔

1 ۔ ملک میں شراب کی درآمد روک دیتا ۔ تمام کلبوں اور فوجی میسوں سے شراب کی بوتلیں اٹھا کر باہر پھینک دیتا ، اور پھر جو سرکاری ملازم شراب پیتا ، اسکا شدید ترین محاسبہ کرتا ، شراب نہ صرف جنسی بدراہی پر اکساتی ہے ، بلکہ قوم کو بےباک افکار و عیش پسند بناتی ہے ، اور ایسی قوم ملک کا دفاع نہیں کر سکتی ۔

2 ۔ حکومت کے تمام افسروں ، اسکالروں اور اساتذہ کو اللہ کی عبادت کا حکم دیتا ، کہ عبادت بہت جلد عادت میں بدل جاتی ہے ، عادت کردار میں پاکیزگی و بلندی پیدا کرتا ہے ، انسانیت ابھر کر ایسے مقام پر آجاتی ہے ، کہ وہ باقی دنیا کے لئے رحمت بن جاتی ہے ۔

3 ۔ تمام ہوٹلوں اور کلبوں سے رقص کی لعنت ختم کر دیتا ، کہ اسلام اس عریانی و بے حیائی کو گوارا نہیں کر سکتا ۔

4 ۔ مغرب کی حیا سوز اور بد آموز فلموں کو روک دیتا ، ہماری حسین و مقدس تہذیب پر ان فلموں کا یلغار بے حد مہلک و مضر ہے ۔

5 ۔ پروٹیسٹنٹ سکالرز کی طرح ان لٹریری کتابوں اور رسالوں کو جلا دیتا ، جو ہمارے نوجوانوں کو حیاء و شرافت سے بیگانہ اور اپنی تہذیب سے متنفر کر رہے ہیں ۔

6 ۔ کسی امریکی یا یورپی کی لکھی ہوئی اسلامی تاریخ اور اسکے غلط مسلط افکار کو کبھی ملک میں داخل نہ ہونے دیتا ۔

یہ کام دراصل ارباب تعلیم کا ہے ، لیکن میں ان میں سے اکثر اسلام سے بے خبر اور یورپی تہذیب کے دلدادہ ہیں ، پھر اسلامی فکر و کردار سے عاری اسلئے ان سے یہ توقع ہی عبث ہے ۔

ہماری حکومت کو جلد از جلد یہ قدم اٹھانا پڑے گا ، ورنہ ہر طرف عیاشی پھیل جائے گی ، جرائم خوفناک حد تک بڑھ جائیں گے ، ملک شرابیوں بد مستوں اور رنگیلوں سے بھر جائے گا ، ترک عبادت کی وجہ سے چہرے مسخ ہو جائیں گے ، ملک کا دفاع سخت کمزور ہو جائے گا ۔ اور تمام دنیا ہم پر قہقہے لگائے گی ، کہ یہ ہیں ، وہ لاف زن شہدے جنہوں نے نظریہ اسلام کو ایک عملی صورت دینے کے لئے یہ ملک حاصل کیا تھا ، اگر پاکستان میں اسلام ناکام ہو گیا تو پھر اس غریب کو دنیا میں کہیں اور مرکز جگہ نہ ملے گی ، اور خدا کے اس آخری پیغام کا جنازہ نکل جائے گا ۔

9 ۔ <u>بہشت محتلی</u> ۔

ہمیں اپنے معاشرہ میں مغربی تہذیب کے نتیجہ میں شروع ہونے والے بدعت مساوات مرد و زن کے سدباب کیلئے دینی تعلیم کو عام کرنا چاہیئے ، اور اس کا سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ تبلیغ ہے ، سوسائٹی کی اصلاح کے لئے ضروری ہے ، کہ ایک جماعت موجود باقاعدہ طور پر دینی احکام کو لوگوں

کے سامنے پیش کریں ، دوسرا یہ کہ وہ خواتین جو حصول معاش کے لئیے مجبور ہیں ، انکے لئیے الگ انڈسٹریز قائم کی جائیں ، جہاں وہ مردوں سے الگ رہ کر کام کر سکیں ۔

اختتامیہ

اس مقالے میں جو مباحث آ چکے ہیں ، ان کی روشنی میں مجھے یہ رائے اختیار کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے ، کہ یہ اسلام ہی ہے ، جس نے عورت کو اسکے صحیح مقام پر فائز کیا ، اسے اس کے جائز حقوق سے نوازا ، اور اسے دنیا اور آخرت میں کامیابی کے ، مرد کے برابر مواقع فراہم کیے ۔ مغربی معاشرے نے اس سلسلے میں جو دعوے کیے ہیں ، اور مساوات مرد و زن کا جو نعرہ بلند کیا ہے ، وہ بالکل کھوکھلا ہے ، مغربی عورت آج بھی ان گھمبیر مسائل سے دوچار ہے ، جس میں وہ پہلے بھی مبتلا رہی ہے ، اسے آزادی اور مساوات کے نام سے دھوکہ دیا گیا ، اس کی نسوانیت اس سے چھین لی گئی ، اور اسے آج بھی پہلے کی طرح مظلومیت کا شکار بنایا گیا ۔

یہ اسلام ہی ہے ، جس نے آج سے چودہ سو برس پہلے دختر اسلام کو پستی سے اٹھا کر اوج ثریا تک پہنچا دیا ، اور اسے اس کے صحیح مقام سے آگاہ کیا ، اس نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں کو واضح کیا ، وہاں عورت کی عائلی ذمہ داریوں پر بھی روشنی ڈالی ۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے ، کہ مرد و عورت سوسائٹی کی بنیادی اکائی ہیں ، جہاں انسانیت کی نصف ذمہ داریاں عورت کے سپرد ہیں ، وہاں نصف ذمہ داریاں مرد کے شانوں پر بھی ڈالی ہیں ، مرد بیرونِ خانہ فرائض کو سرانجام دیتا ہے ، تو عورت بھی اندرونِ خانہ فرائض کو پورا کرتی ہے ، ان دونوں میں سے اگر کوئی ایک صنف بھی اپنے فرائض سے دستبردار ہو جائے ، تو انسان کے معاشرتی نظام میں ایک خلل واقع ہو جائے ، اگر سب مرد معاش سے عہدہ برآ ہو جائیں اور عورت گھریلو ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جائے ، تو معاشرہ میں امن کی جگہ بدامنی پیدا ہو جائے گی ، اور گھریلو امن و سکون تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا ۔

یورپ حریتِ نسواں کا سب سے بڑا علمبردار ہونے کا مدعی ہے ، وہاں ایک نہیں بلکہ کروڑوں خامیاں پیدا ہو چکی ہیں ، معاشرتی نظم و نسق مکمل طور پر برباد ہو چکا ہے ، جس کا ذکر اپنے مقالہ (Thesis) میں کر چکی ہوں ۔ دراصل یورپ خود اطمینانِ قلب سے محروم ہو چکا ہے ، وہ چاہتا ہے ، کہ تمام دنیا سکون سے محروم ہو جائے ، کیا وہ ذمہ داریاں یا وہ حقوق و فرائض جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں ، وہ کافی نہیں ، ہمارا خالق لطیف و خبیر ہے ، وہ ہماری ضروریات اور ہماری کمزوریوں کو خوب جانتا ہے ، اس نے ہمیں جو حقوق عطا کیے ہیں ، کیا وہ کافی نہیں ہیں ۔ ؟

ہماری عورت نے بھی مغربی بے مہار عورت کو دیکھ کر آزادی کی صدا بلند کی ہمارے ہاں کی عورت بھول گئی کہ وہ کیا ہے ، اور کس نبی کی ماننے والی ہے ، اگر مسلمان عورت کو اپنی اصلاح اور اپنی آنے والی نسلوں کی خیر درکار ہے ، تو پھر وہ اللہ اور اس کے رسول کے فرمان پر عمل کرے ۔ مسلمان عورت تو حضرت عائشہ صدیقہؓ ،

حضرت ام سلمہؓ ، حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی روحانی اولاد ہے ۔ اس لئے انہیں ان کی سیرۃ و حیاتِ طیبہ کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی گزارنی چاہیے ۔

وہ فاطمہؓ جس نے اپنے شوہر سے کہا تھا ، کہ اے علیؓ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھانا ، حضرت علیؓ نے فرمایا فاطمہؓ دن کے وقت تمہارا جنازہ کیوں نہ اٹھاؤں تم آخرالزمان خاتم النبیین ، محمد ولدِ آدم کی لختِ جگر ہو ، لوگ دور دراز سے آکر تمہاری نمازِ جنازہ میں شمولیت کریں ، حضرت فاطمہؓ نے فرمایا ! علیؓ میں تو یہ بھی نہیں چاہتی کہ کسی غیر مرد کی نگاہیں میرے سفید کفن پر پڑیں ۔

دخترِ اسلام تو مسلمان ہے ، تیری ثقافت الگ ، تیرا دین الگ ، تیرا نبی الگ ، تیرا کعبہ الگ ، تیری مسجد الگ ، تو ہر لحاظ سے یہودیوں اور عیسائیوں سے منفرد ہے ، ، تیری اخروی کامیابی کی ضمانت اطیعوااللہ و اطیعوا الرسول میں ہے ۔

اب اپنی معروضات کو سمیٹ رہی ہوں ، اگر ایک عورت قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے مسندِ ججی کو سنبھال لیتی ہے ، جبکہ اسکی گود میں ایک ننھا سا وجود بھی اسکی محبت اور توجہ کے انتظار میں اسکی صورت کو تک رہا ہے ، اسے اپنی ماں کے آنے کا انتظار ہے ، ماں کی جدائی میں تڑپ رہا ہے ، اگرچہ آیا بھی اس کی دیکھ بھال کے لئے اور اسکی تربیت کے لئے مقرر ہے ، لیکن وہ معصوم جان کو ماں کی محبت تو نہیں دے سکتی ، اور نہ ہی وہ اسکی اعلیٰ درجے کی تربیت کر سکے گی ۔ جو کہ اسکی حقیقی ماں کر سکتی ہے ، ایسی حالت میں جج ماں کا دن بھر کسی جرم کی مدافعت یا اس کے قانونی پہلوؤں کی تلاش میں مصروف رکھنا اور شب و روز حوالاجات کی جستجو میں قانون کی ضخیم کتابوں کی ورق گردانی میں مشغول رہنا ، کیا اسکو ایامِ رضاعت کے فرائض سے غافل نہ رکھے گا ، عورت کے طبعی فریضہ کا تقاضا تو یہ ہے ، کہ یومِ ولادت سے لیکر ایامِ طفولیت تک اور پھر اسکے بعد بھی بچے کی ہر حرکت اور ہر فعل کی نگہداشت کرے ، جو کہ اسکا دینی ہی نہیں بلکہ اخلاقی فریضہ بھی ہے ۔

عورتوں کا خواہ مخواہ معاشی مسابقت میں مرد کے شانہ بشانہ چلنا یا اپنے شوہر یا اہلِ خانہ کا Supporter بننا ، اس سے عائلی زندگی غیر منظم اور درہم برہم ہو کر رہ جاتی ہے ، ، ، ۔ عورت نے اپنی معاشی ذمہ داریوں کی وجہ سے اپنے تمام اہلِ خانہ کا سکون برباد کر رکھا ہے ، ان تمام الجھنوں کا حل یہ ہے ، کہ بنتِ حوا خاص طور پر دخترانِ اسلام ایمانداری کے ساتھ غور کریں ، کہ اسکے اسلاف کیا تھے ، اور وہ کن کی خلف ہیں ۔ وہ قرآن و سنت کا مطالعہ کریں ، تاکہ انہیں معلوم ہو کہ زمانۂ ماضی میں مسلم خواتین کے کیا اعمال تھے ؟ اور کیا اشغال ؟ اور انہوں نے خدمتِ خلق اور ایثار کرکے کیا مقام حاصل کیا تھا ؟ وہ حضرت صفیہؓ عمۃ الرسولؐ کی جرأت کا مطالعہ کریں ، تاکہ وہ اپنے

بچوں کو میدانِ جنگ میں اتار کر بہادر بنائیں ، جو کہ اعدائے اسلام کی سرکوبی کا موجب بنے ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی علمی تبحّر اور انکی فقاہت کو دیکھیں ، تاکہ ان کے اندر وہ علم منتقل ہو ، جو آخرت میں سرخروئی اور کامیابی کا ذریعہ بنے ۔

صحابیات اور تابعیات کی سیرتوں سے انہیں معلوم ہوگا ، کہ نکاحوں کی پاکدامنی اور عبادت کے ذوق و شوق کے ساتھ ساتھ وہ کسی دینی خدمت کے موقع پر پیچھے نہ رہتی تھیں ، ایک عید کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعظ فرمایا ، اورانہیں صدقہ کی تلقین کی تو عورتوں نے زیور اتار اتار کر حضرت بلالؓ کی جھولی بھر دی ، احد کے موقع پر باپ ، بھائی ، بیٹے قربان کرکے بھی مسلم خاتون یہ کہتی ہے ، اے رسولِ خدا اگر آپؐ زندہ ہیں ، تو پھر ان سب کی شہادت کی مجھے کیا پرواہ ہے ۔

احزاب کے موقع پر مسلم خواتین اگر دشمنوں کا مقابلہ کرتی ہوئی ہمیں نظر آتی ہیں ، تو احد کے موقع پر ام عمارہ دشمن کے سامنے سینہ سپر ہیں ۔

المختصر ! دختران اسلام کی الجھنوں کا حل انکی سیرت کی تخلیق میں ہے ، اگر وہ اس سیرت کو پیدا کریں ، تو آج کی تاریک دنیا کے لئے روشنی کا ایک مینار ہو سکتی ہیں ، اور پھر عمرِ ثانی آج بھی پیدا کر سکتی ہیں ، جو اس لادینی نظام کو ختم کرنے کا باعث بن سکتا ہے ۔

اسلامی لٹریچر بالخصوص مسلم خواتین کے روشن کارہائے نمایاں کا مطالعہ کرنا چاہیے ، ہماری دقتوں کا حل تقلیدِ مغرب میں نہیں بلکہ اتباعِ رسولِ خدا میں ہے ، خدا تعالی نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ ہمیں مکمل دین حیات عطا فرمایا ، ارشاد باری تعالی ہے :-

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً ۔

وما علینا الا البلاغ المبین ۔

ماخذ مصادر و مراجع

فهرس المصادر والمراجع

1 - ابراهيم القطان - تيسير التفسير - عمان ، عمان احمد بن حمدة ، 1983م.

2 - الابشيهي ، شهاب الدين محمد بن احمد - المستطرف في كل فن مستظرف - بيروت ، داراحياء التراث العربي ، (د.ت) -

3 - ابن ابو الحديد ، عبدالله بن محمد ، علي بن ابي طالب - كتاب نهج البلاغه / شرح ابن ابو الحديد - بيروت ، داراحياء التراث العربي - (د.ت)

4 - ابن اثير ، ابو السادات مبارك بن محمد - جامع الاصول من احاديث الرسول - بيروت ، داراحياء التراث ، 1980م -

5 - ابن اثير ، عزالدين - اسد الغابة في معرفة الصحابة - رياض ، المكتبة الاسلاميه ، (د.ت)

6 - ايضاً ايضاً - الكامل في التاريخ - بيروت ، دار صادر ، 1979م -

7 - ايضاً ايضاً - النهاية في غريب الحديث والاثر - بيروت ، المكتبة الاسلاميه ، (د.ت)

8 - ابن بطوطه ، محمد بن عبدالله بن محمد بن ابراهيم - رحلة ابن بطوطه - بيروت ، دارالكتاب اللبناني ، (د.ت)

9 - ابن تيميه ، تقي الدين احمد بن الحليم - التفسير الكبير - تحقيق وتعليق عبدالرحمن عميرة - بيروت ، دارالكتب العلميه ، 1408هـ ، 1988م -

10 - ايضاً ايضاً - السياسة الشرعيه - بيروت ، دارالكتب العربيه - (د.ت)

11 - ايضاً ايضاً - الفتاوى الكبرى - بيروت ، دارالمعرفه ، (د.ت)

12 - ابن تيميه ، مجد الدين ابو البركات عبدالسلام بن عبدالله - المنتقى من اخبار المصطفى صلى الله عليه وسلم - بيروت ، دارالفكر ، 1399هـ ، 1979م -

13 - ابن جزي ، محمد بن احمد - كتاب التسهيل لعلوم التنزيل - بيروت ، دارالكتاب العربي ، (د.ت)

14 - ابن الجوزي ، عبدالرحمن بن علي - زاد المسير في علم التفسير - بيروت ، المكتب الاسلامي ، 1404هـ ، 1984م -

15 - ايضاً - ايضاً - الوفا باحوال المصطفى - لاهور ، مكتبه نوريه ، 1977م -

16 - ايضاً - ايضاً - كتاب الاذكياء - بيروت ، دارالآفاق الجديدة ، 1403هـ ، 1983م -

17 - ابن الحاج ، ابو عبدالله محمد بن محمد - المدخل - القاهره ، دارالحديث ، 1981م -

18 - ابن حجر العسقلانی ، احمد بن علی - الاصابة فی تمیز الصحابة ۔ بیروت ، داراحیاء التراث العربی ، (س ن) -

19 - ایضاً - ایضاً - بلوغ المرام من ادلة الاحکام - لاہور ، دار نشر الکتب الاسلامیہ ، 1976ء -

20 - ایضاً - ایضاً - تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری / دراسہ تحقیق سعید عبدالرحمن موالقزقی ۔ سانگلہ ہل ، المکتبۃ الاثریہ ، 1988ء -

21 - ایضاً - ایضاً - تھذیب التہذیب ۔ حیدر آباد ، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ ، 1325ھ -

22 - ایضاً - ایضاً - الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایۃ ۔ سانگلہ ہل ، المکتبۃ الاثریہ ، (س ن) - المکتبۃ المنورہ ، 1984ء -

23 - ایضاً - ایضاً - فتح الباری شرح صحیح البخاری ۔ بیروت ، دارالمعرفۃ ، (س ن) -

24 - ایضاً - ایضاً - لسان المیزان ۔ بیروت ، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات ، 1981ء -

25 - ایضاً - ایضاً - المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ۔ بیروت ، مکتبۃ العلمیۃ ، (س ن) -

26 - ابن حجر و العراقی ، نور الدین علی بن ابوبکر - مجمع الزوائد و منبع الفوائد ۔ بیروت ، دارالفکر ، موسسۃ المعارف للطباعۃ والنشر ، 1406ھ ، 1986ء -

27 - ابن حزم ، علی بن احمد - الاحکام فی اصول الاحکام / تحقیق و تشریح احمد محمد شاکر ۔ بیروت ، دارالآفاق الجدیدہ ، 1980ء -

28 - ایضاً - ایضاً - المحلی ۔ بیروت ، دارالآفاق الجدیدہ ، (س ن) -

29 - ابن خلدون ، عبدالرحمن بن محمد - افکار ابن خلدون ۔ لاہور ، محمد اشرف ڈار ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1962ء -

30 - ایضاً - ایضاً - تاریخ ابن خلدون ، مترجم حکیم احمد حسین عثمانی ۔ کراچی ، نفیس اکیڈمی ، جون 1966ء -

31 - ایضاً - ایضاً - تاریخ ابن خلدون ، (عربی) ۔ بیروت ، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات ، (س ن) -

32 - ایضاً - ایضاً - مقدمہ ابن خلدون ۔ بیروت ، مکتبۃ الھلال ، 1983ء -

33 - ابن خلکان ، شمس الدین ابوالعباس احمد بن محمد - وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان ۔ بیروت ، دار صادر ، 1398ھ ، 1978ء -

34- ابن رشد ، ابو الولید محمد بن احمد - بدایة المجتهد ونهایة المقتصد - لاہور ، دارالنشر الکتب الاسلامیه ، 1987ء -

35- ایضاً - ایضاً - مقدمات ابن رشد - بیروت ، دار صادر ، (س-ن)

36- ابن سحنون ، ابو الحسن علی بن محمد بن خلف القالبی - آداب المعلمین - مصر ، دارالمعارف ، 1968ء -

37- ابن سعد ، محمد بن سعد - الطبقات الکبری ، - بیروت ، دار مصادر ، (س-ن) -

38- ابن عابدین ، محمد امین - رد المحتار علی الدر المختار ، - بیروت ، احیاء التراث العربی ، (س-ن) -

39- ابن عبدالبر ، علامه - العلم و العلماء / مترجم عبدالرزاق ملیح آبادی ، - لاہور ، اداره اسلامیات ، دسمبر 1977ء -

40- ابن عربی ، ابوبکر محمد بن عبداللہ - احکام القرآن ، - بیروت ، دارالمعرفه ، 1972ء -

41- ابن عربی ، محی الدین محمد بن علی - تفسیر القرآن الکریم / تحقیق و تقدیم مصطفی غالب ، - تہران ، انتشارات ، ناصر خسرو ، 1978ء -

42- ابن عساکر ، ابو القاسم علی بن الحسن بن هبة الله - تاریخ مدینة دمشق / تحقیق سکینة الشهابی ، - بیروت ، دارالمعارف للمطبوعات ، 1975ء -

43- ایضاً - ایضاً - تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ، - بیروت ، دار المسیرۃ ، 1979ء -

44- ابن علی ، ابو بکر احمد بن الحسن - السنن الکبری ، - الهند ، حیدر آباد دکن ، 1344ء ، بیروت ، دارالمعرفه ، 1925ء

45- ابن قتیبه ، ابو محمد عبداللہ بن مسلم - تفسیر غریب القرآن / تحقیق احمد صقر ، - پشاور ، مکتبه توحید و سنة ، 1978ء -

46- ایضاً - ایضاً - کتاب عیون الاخبار ، - بیروت ، دارالکتاب العربیه ، 1343ء ، 1925ء -

47- ایضاً - ایضاً - المعارف / صححه و علق محمد اسماعیل عبداللہ الصاوی ، - کراچی ، نور محمد کارخانه تجارت کتب ، 1976ء -

48- ابن قدامه ، ابو محمد عبداللہ بن احمد - المغنی ، - ریاض ، مکتبه الریاض الحدیثه ، 1401ء ، 1981ء -

49- ایضاً - ایضاً - المغنی والشرح الکبیر علی متن المقنع فی فقه الامام احمد بن حنبل ، بیروت دارالفکر ، 1404ء ، 1984ء -

50- ابن قیم الجوزیه ، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر - اخبار النساء ، - بیروت ، دارالمکتبة الحیاة 1979ء -

51 - ابن قیم الجوزیہ ، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر - اعلام الموقعین عن رب العالمین ۔ بیروت ، دارالجیل ، 1973ء - القاہرہ ، مکتبۃ الکلیات الازہریہ ، 1388ھ 1968

52 - ایضاً - ایضاً - زاد المعاد فی ہدی خیر العباد محمد خاتم النبین و امام المرسلین ۔ بیروت ، دارالعلم ، (س ن)۔

53 - ایضاً - ایضاً - زاد المعاد فی ہدی خیر العباد محمد خاتم النبین و امام المرسلین ۔ تحقیق و تعلیق شعیب الارنوط و ابو بکر ۔ بیروت ، دارالفکر ، (س ن)

54 - ایضاً - ایضاً - الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ والشرعیہ ۔ بیروت ، دارالفکر ، (س ن) - مصر ، الکتب العربیہ ، 1317ھ - المطبعۃ الآداب المؤید ، بمصر ، 1317ھ

55 - ابن کثیر ، اسماعیل بن عمر - البدایہ والنہایہ فی التاریخ ۔ لاہور ، المکتبۃ القدوسیہ ، 1984ء -

56 - ایضاً - ایضاً - تفسیر القرآن العظیم ۔ بیروت ، دارالمعرفۃ ، 1969ء -

57 - ایضاً - ایضاً - تفسیر ابن کثیر ۔ بیروت ، دارالفکر ، 1400ھ ، 1980ء -

58 - ایضاً - ایضاً - تفسیر ابن کثیر / مترجم محمد عبدالرشید نعمانی ۔ کراچی ، اصح المطابع ، 1980ء

59 - ایضاً - ایضاً - السیرۃ النبویہ / تحقیق و ترتیب مصطفی عبدالواحد ۔ بیروت ، دارالمعرفۃ ، 1971ء -

60 - ابن نجیم ، زین العابدین بن ابراہیم - البحر الرائق شرح کنز الدقائق / تحواشیہ محمد امین ابن عابدین و تکملۃ محمد الطوری ۔ کوئٹہ ، المکتبۃ الماجدیہ ، (س ن)-

61 - ابن ندیم ، محمد بن اسحاق - الفہرست لابن الندیم ۔ بیروت ، دارالمعرفۃ ، 1978ء -

62 - ابن ہشام ، عبدالملک - السیرۃ النبویہ ۔ مصر ، دارالفکر ، مصطفی البابلی ، 1936ء - بیروت ، دارالمعرفۃ ، 1971ء -

63 - ابن الہمام ، کمال الدین محمد بن عبدالواحد - فتح القدیر مع الکفایہ ۔ سکھر ، المکتبۃ النوریہ الرضویہ ، 979

64 - ایضاً - ایضاً - من شرح فتح القدیر / او بحاشیہ شرح العنایہ علی الہدایہ ۔ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی ، بمصر ، 1317

65 - ابو البرکات ، عبدالرؤف - اصح السیر ۔ کراچی ، کارخانہ تجارت کتب ، (س ن)۔

66 - ابو الحسن علی ندوی - انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر ۔ کراچی ، مجلس نشریات اسلام ، (س ن)۔

67 - ایضاً - تاریخ دعوت و عزیمت ۔ کراچی ، مجلس نشریات اسلام ، 1978ء -

68 - ایضاً - تصویر انسانیت ۔ کراچی ، مجلس نشریات اسلام ، (س ن)۔

69 - ابو الحسن علی ندوی - العرب والاسلام - لکھنو - المجمع الاسلامی العلمی ، 1980ء -

70 - ابو الحسن علی ندوی - مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش - لاہور - کتب پرنٹرز اینڈ پبلیشرز ، 1981ء -

71 - ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب - الاحکام السلطانیہ / مترجم سید محمد ابراہیم ، مرتبہ عبدالملک عرفانی - لاہور - قانونی کتب خانہ ، (س ن) - طبع مصر ، 1966ء -

72 - ابو حنیفہ ، النعمان بن ثابت - الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیہ - بیروت منشورات ، دارالافاق الجدیدہ ، 1980ء -

73 - ابو داؤد ، سلیمان بن اشعث - سنن ابی داؤد - بیروت - دارالفکر ، (س ن) -

74 - ایضاً - ایضاً - مختصر سنن ابی داؤد / مع شرح از حافظ منذری ، ابن قیم الجوزیہ - سانگلہ ہل - المکتبہ الاثریہ ، 1979ء -

75 - ابو زہرہ ، محمد - احکام الترکات والمواریث - بیروت - دارالفکر العربی ، (س ن) -

76 - ایضاً - ایضاً - الاحوال الشخصیہ - دارالفکر العربی ، (س ن) -

77 - ایضاً - ایضاً - العقوبہ - بیروت - دارالفکر العربی ، (س ن) -

78 - ابو طارق - مولانا مودودی کے انٹرویو - لاہور - اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ ، جولائی 1979ء -

79 - ابو علم ، توفیق - اهل بیت فاطمہ الزہرا - القاہرہ - دارالمعارف ، 1980ء -

80 - ابو علی القالی ، اسماعیل بن قاسم - کتاب الامالی - بیروت - دارالکتاب العربیہ ، (س ن) -

81 - احسان الحق رانا - یہودیت و مسیحیت - لاہور - مسلم اکادمی ، 1981ء -

82 - احسان الحق ، محمد سلمان - مسلمان یورپ میں - لاہور - پبلیشرز قومی کتب خانہ ، (س ن) -

83 - احسن صدیقی ، محمد - کنز الدقائق (اردو) - کراچی - المکتبہ العربیہ ، 1348ھ -

84 - احسن ندوی ، خلیل - راہ عمل - لاہور - اسلامک پبلیکیشنز ، 1981ء -

85 - ایضاً - ایضاً - زاد راہ - لاہور - اسلامک پبلیکیشنز ، 1962ء -

86 - احمد امين - ضحى الاسلام - بيروت، دار الكتب العربيه، 1979ء -

87 - ايضاً - ظهر الاسلام - بيروت، دار الكتب العربيه، 1979ء -

88 - ايضاً - فجر الاسلام - بيروت، دار الكتب العربيه، 1969ء -

89 - ايضاً - شذرات الذهب في اخبار من ذهب - بيروت، دار المسيرة، 1399ھ، 1979ء -

90 - احمد بن حنبل، امام - مسند - بيروت، المكتب الاسلامي للطباعة والنشر، 1398ھ - 1978ء

91 - احمد التاجى - سيرة النبي العربي محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم - مصر، مصطفى البابي، 1978ء -

92 - احمد جيون، اميٹھوى - احكام القرآن المعروف قرآن کے فقہی مسائل - لاہور، قرآن کمپنی، 1971ء -

93 - احمد جيون، ملا - تفسيرات احمديه في بيان الآيات الشرعيه / مترجم ابو محامد محى الدين عالمگير اورنگزيب - لاہور، قرآن کمپنی لمیٹڈ، 1978ء، دہلی، 1349ھ -

94 - احمد الحصرى - احكام المرأة في الفقه الاسلامي - الكويت، 1984ء -

95 - احمد حسن، ڈاکٹر - حدود و تعزیرات (اردو) - اسلام آباد، المطبعة العربيه، ادارہ تحقیقات اسلامی، جامعہ اسلامیہ، 1982ء، 1983ء -

96 - احمد حسن، سید - احسن التفاسیر - تزئین تخریج احادیث عبدالرحمن کوندلوی - لاہور، المکتبۃ السلفیہ، 1379ھ -

97 - احمد خيرت - مركز المرأة في الاسلام - الطبعة الثانية - القاهرة، دار المعارف، 1968ء -

98 - احمد دہلوی، سید - عورت آئینہ - لاہور، مطبع یونٹوز، (س ن) مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، (س ن) -

99 - احمد سعید، سید - عورت اسلام کی نظر میں - لاہور، امرت پریس، بار دوئم، 1959ء -

100 - احمد شلبی - تاريخ التشريع الاسلامي و تاريخ النظم القضائية في الاسلام - الطبعة الثانية - القاهرة، مكتبة النهضة المصرية، 1981ء -

101 - ايضاً - تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ / مترجم محمد حسین زبیری - لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1989

102 - احمد علی، سید - عورت اسلام کی نظر میں - لاہور، آئینہ ادب، (س ن) -

103 - احمد فتحی بہنسی - القصاص في الفقه الاسلامي / مترجم عبدالرحمن بخاری - لاہور، محمد متین ہاشمی، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری (س ن) -

104 - احمد یار خان، نعیمی - تفسیر نعیمی - گجرات، نعیمی کتب خانہ، 1363ھ -

105 ـ ادریس کاندھلوی ، محمد ـ سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ـ مطابع الطباعۃ الاسلامیہ السعودیہ ، 1400ھ ، 1979ء ـ

106 ـ ایضاً ـ ایضاً ـ معارف القرآن ۔ ـــ لاہور ، مکتبہ عثمانیہ ، 1982ء ـ

107 ـ آرنلڈ ، ٹی ، ڈبلیو ـ (دی پریچنگ آف اسلام) (انگریزی) ، دعوت اسلام / مترجم محمد عنایت اللہ ، ـــ آگرہ ، مطبع مفید عام ، 1898ء ـ لاہور ، محکمہ اوقاف ، 1972ء ـ

108 ـ آزاد ، ابو الکلام ـ ترجمان القرآن ۔ ـــ لاہور ، اسلامی اکادمی ، 1931ء ـ کراچی ، مکتبہ سعید ، ناظم آباد ، (س ـ ن) ـ نئی دہلی ، ساہتیہ اکادمی ، 1980ء ـ

109 ـ ایضاً ـ مسلمان عورت ۔ ـــ لاہور ، کواپریٹو کیپٹل پرنٹنگ پریس ، 1946ء ، فیصل آباد ، طارق اکیڈمی ، 1399ھ ـ لاہور ادبستان ، موچی دروازہ ، 1946ء ـ

110 ـ ازہری ، حسن الاعظمی ـ شرعی پردہ اور مسلم خاتون ۔ ـــ ہند ، ادارہ معارف اسلامیہ ، (س ـ ن) ـ دکن ، حیدر آباد ، انتظامی پریس ، 1947ء ـ

111 ـ اسرار احمد ، ڈاکٹر ـ اسلام میں عورت کا مقام / مرتبہ جمیل الرحمن ۔ ـــ لاہور ، مرکزی انجمن خدام القرآن ، 1987ء ـ القرآن ، 1984ء ـ

112 ـ اسعد گیلانی ، سید ـ اسلامی طرز حیات ۔ ـــ لاہور ، فیروز سنز لمیٹڈ ، 1989ء ـ

113 ـ ایضاً ـ ایضاً ـ خواتین اور دعوت دین ۔ ـــ لاہور ، ادارہ بتول اچھرہ ، 1968ء ـ

114 ـ ایضاً ـ ایضاً ـ رسول اکرم کی حکمت انقلاب ۔ ـــ لاہور ، اسلامک پبلیکیشنز ، 1980ء ـ لاہور ، ایچ فاروق ایسوسی ایشن لمیٹڈ ، 1981ء ـ

115 ـ ایضاً ـ ایضاً ـ سید مودودی دعوت و تحریک ۔ ـــ لاہور ، ادارہ ترجمان القرآن ، 1981ء ـ لاہور ، ایچ فاروق ایسوسی ایشن لمیٹڈ ، 1981ء ـ

116 ـ اشرف علی تھانوی ، محمد ـ اصلاح المسلمین / مرتبہ مسعود احسن علوی ، محمد کلیم ۔ ـــ لاہور ، ادارہ اسلامیات ، 1982ء ، 1983ء ـ

117 ـ ایضاً ـ ایضاً ـ بیان القرآن ۔ ـــ لاہور ، محمد اکرم پرنٹرز ، الملکہ پریس ، 1405ھ ـ مکتبہ الحسون ، 1933ء ـ

118 ـ ایضاً ـ ایضاً ـ بہشتی زیور ۔ ـــ لاہور ، المکتبۃ الوسعۃ ، 1982ء ـ

119 ـ ایضاً ـ ایضاً ـ علم و عمل / مرتبہ مفتی عبد الرحمن خاں ۔ ـــ ملتان ، ادارہ تالیفات اشرفیہ ، 1987ء ـ

120 ـ ایضاً ـ ایضاً ـ مجالس اسلام / مرتبہ محمد ادریس ۔ ـــ ملتان ، ادارہ تالیفات اشرفیہ ، 1982ء

121 ـ اشعری ، ابو الحسن ـ مسلمانوں کے عقائد و افکار / مترجم مولانا محمد حنیف ندوی ۔ ـــ لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1968ء ـ

122 ـ الاصبہانی، ابوالفرج علی بن حسین ـ کتاب الاغانی ـ بیروت: موسسہ جمال للطباعۃ والنشر، 1395ھ، 1979ء ـ

123 ـ اصغر حسین، سید ـ مفید الوارثین ـ لاہور: وفاق پرنٹنگ پریس، 1980ء ـ

124 ـ اصغر علی، سید ـ کیا اسلام جمہوریت ہے ـ لاہور: محمد قمر الدین پبلیشرز، مکتبہ تعمیر انسانیت، (س ن)

125 ـ اصغر علی، شاہ پھلواری ـ مشرق و مغرب کے سیاسی افکار ـ لاہور: ندرت پرنٹرز، 1972ء ـ

126 ـ اصلاحی، امین احسن ـ اسلامی ریاست ـ لاہور: انجمن خدام القرآن، 1978ء ـ

127 ـ ایضاً ـ اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام ـ لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1401ھ، 1989ء ـ

128 ـ ایضاً ـ پاکستانی عورت دوراہے پر ـ لاہور: مرکزی انجمن خدام القرآن، 1978ء ـ

129 ـ ایضاً ـ حسن معاشرت ـ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1982ء ـ

130 ـ ایضاً ـ تدبر قرآن ـ لاہور: مرکزی انجمن خدام القرآن، 1976ء ـ

131 ـ ایضاً ـ تنقیدات ـ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1976ء ـ

132 ـ ایضاً ـ توضیحات ـ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1979ء ـ

133 ـ ایضاً ـ دعوت دین اور اس کا طریق کار ـ لاہور: انجمن خدام القرآن، 1981ء ـ

134 ـ ایضاً ـ پردہ اور قرآن ـ لاہور: ادارہ ثقافتی، اچھرہ، 1957ء ـ

135 ـ ایضاً ـ قرآن میں پردے کے احکام ـ لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1982ء ـ

136 ـ اصلاحی، محمد یوسف ـ آداب زندگی ـ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1981ء، 1982ء، 1985ء ـ

137 ـ ایضاً ـ آسان فقہ ـ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1982ء ـ

138 ـ ایضاً ـ اسلامی معاشرہ اور اسکی تعمیر میں خواتین کا کردار ـ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1982ء ـ

139 ـ ایضاً ـ حسن معاشرت اور اسکی تعمیر میں خواتین کا حصہ ـ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1982ء، 1984ء ـ

140 - اصلاحی ، محمد یوسف - قرآنی تعلیمات ۔ لاہور ، اسلامک پبلیکیشنز ، 1981ء ، 1984ء -

141 - افغانی ، شمس الحق - سرمایہ دارانہ و اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ ۔ لاہور ، المکتبہ الاشرفیہ ، (س ن) -

142 - آفندی ، عبداللہ جمال الدین - حسن [illegible] المسراۃ ۔ القاہرہ ، مکتبہ التراث الاسلامی ، 1986ء -

143 - اقبال ، علامہ - ضرب کلیم ۔ کراچی ، تاج اینڈ کمپنی ، 1972ء ، 1976ء -

144 - ایضاً - ایضاً - کلیات اقبال (اردو) ۔ لاہور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، 1979ء -

145 - اکبر شاہ خان ، نجیب آبادی - آئینہ حقیقت نما ۔ کراچی ، نفیس اکیڈمی ، 1981ء -
لکھنؤ ، یونائیٹڈ انڈیا پریس ، 1926ء -

146 - ایضاً - ایضاً - تاریخ اسلام ۔ کراچی ، نفیس اکیڈمی ، 1979ء ، 1981ء -

147 - ایضاً - ایضاً - جنۃ الاسلام ۔ لاہور ، یونیورسل بکس ، 1988ء -

148 - آلوسی ، ابو الثناء محمد شہاب الدین بن عبداللہ صلاح الدین - روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ۔ بیروت ، احیاء التراث العربی ، (س ن) -

149 - امتیاز علی تاج - پردہ کے احکام قرآن کی روشنی میں ۔ لاہور ، دارالاشاعت پنجاب ، (س ن) -

150 - امجد علی رضوی ، مولانا - بہار شریعت ۔ لاہور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، (س ن) -

151 - امداد صابری - تاریخ جرم و سزا ۔ لاہور ، 1944ء -

152 - امیر علی ، سید - اصول شرع محمدی ۔ لاہور ، سنگ میل پبلی کیشنز ، (س ن) -

153 - ایضاً - ایضاً - جامع الاحکام فی فقہ الاسلام ۔ لاہور ، آغا پبلی کیشنز ، اگست 1985ء -

154 - ایضاً - ایضاً - (دی سپرٹ آف اسلام) / روح اسلام / مترجم محمد ہادی حسین ۔ لاہور ، ادارہ اسلامیہ ، 1972ء ، 1984ء -

155 - ایضاً - ایضاً - عین الہدایہ ۔ لاہور ، قانونی کتب خانہ ، (س ن) -

156 - ایضاً - ایضاً - فتاویٰ عالمگیری ۔ لاہور ، حامد اینڈ کمپنی ، (س ن) -

157 - امیر علی ، ملیح آبادی - مواہب الرحمن ۔ لاہور ، مکتبہ رشیدیہ ، 1977ء ، 1397ھ -

158 - الاندلسی ، ابو عمر احمد بن محمد - کتاب العقد الفرید ۔ بیروت ، دارالکتاب العربیہ ، 1965ء ، القاہرہ ، مطبعۃ لجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر ، 1368ھ ، 1949ء

159 - الانصاری ، ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم - کتاب الآثار - بیروت ، دارالکتب العلمیۃ ، (س ن) -

160 - الانصاری ، مولانا حامد - اسلام کا نظام حکومت - لاہور الفیصل پبلی کیشنز کمپنی ، (س ن) -

161 - انصو عمری ، جلال الدین ، سید - اسلام کا عائلی نظام - لاہور ، محمد فیصل ، عمر خرم پرنٹرز ، (س ن)

162 - ایضاً - ایضاً - ایضاً - اسلام میں عورت کے حقوق - لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1967ء -

163 - ایضاً - ایضاً - ایضاً - طلاقیسہ - لاہور ، گلوب پبلیشرز ، (س ن) -

164 - ایضاً - ایضاً - ایضاً - عورت اور اسلام - لاہور ، البدر پبلی کیشنز ، 1983ء -

165 - ایضاً - ایضاً - ایضاً - عورت اسلامی معاشرہ میں - لاہور ، اسلامک پبلیکیشنز ، 1962ء -

166 - ایضاً - ایضاً - ایضاً - مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ - لاہور ، الفیصل ، 1986ء -

167 - اصحاب خیر - حقوق العباد - ملتان ، مکتبہ امدادیہ ، 1399ھ ، 1979ء -

168 - آئی ، ایچ ، برنی - مسیح اسپیں - کراچی ، ثقافت اکیڈمی ، جنوری 1980ء ، لاہور ، تنویر پروسیس ، اشاعت اول -

169 - ایس ایم شاہد - سیاسی و معاشرتی تجزیات - لاہور ، ندیم یونس پرنٹرز ، 1981ء -

170 - بابو لھاس رام - شریمد بھگوت گیتا (اردو) امرتسر ، لالہ کیدار ناتھ کاسمٹ و پرنٹرز ، رام پریس (س ن) - امرتسر ، گورکسیو پریس ، 1944ء -

171 - الباجی ، ابوالولید سلیمان بن خلف - کتاب المنتقی شرح موطا امام مالک - بیروت ، دارالفکر العربی ، (س ن) -

172 - البحرانی ، هاشم بن سلیمان - البرهان فی تفسیر القرآن - تہران ، چاپ خانہ آفتاب (س ن) - ایران ، قم ، دارالکتاب العلمیہ ، 1392ھ -

173 - البخاری ، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل - الادب المفرد - سانگلہ ہل ، مکتبہ الاثریہ ، (س ن) -

174۔البخاری ، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل ۔ صحیح البخاری۔۔۔ دہلی ، کارخانہ تجارت کتب ، 1938ء ۔
175۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ صحیح البخاری بحاشیۃ السندی ۔۔۔ بیروت ، دار المعرفۃ ، (س۔ن)۔
176۔بخاری ، اسرار الرحمن ۔ اسلام کا سیاسی نظام اسلام اور جدید سیاسی نظریات ۔۔۔ لاہور ، نیو بک پیلس ، (س۔ن)۔
177۔بخاری ، غلام مصطفی ۔ مسلمان خواتین کی علمی خدمات ۔۔۔ لاہور ، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ، (س۔ن)۔
178۔بخلا ، عزالدین ۔ عرب دنیا ، ماضی و حال و مستقبل / مترجم ڈاکٹر محمود حسین ۔۔۔ لاہور ، مکتبہ جدید پریس ، 1947ء ، 1967ء ۔
179۔بدخشانی ، مقبول بیگ ، پروفیسر ۔ تاریخ ایران ۔۔۔ لاہور ،مجلس ترقی ادب ، 1967ء ، 1971ء ۔
180۔ برق غلام جیلانی ، ڈاکٹر ۔ اسلام اور عصر رواں ۔۔۔ لاہور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، 1965ء ۔
181۔ایضاً ۔ایضاً ۔ معجم القرآن ۔۔۔ لاہور ، شیخ غلام علی 1983ء ۔
182۔ایضاً ۔ایضاً ۔ یورپ پر اسلام کے احسان ۔۔۔ لاہور ، شیخ غلام علی ، 1981ء ۔
183۔برکات احمد ، سید ۔ روداد پردہ ۔۔۔ کراچی ، کلیم پریس ، طباعت اول ۔ 1951ء ۔
184۔بروسوی ، اسماعیل حقی ۔ تفسیر روح البیان ۔۔۔ بیروت ، دارالفکر ، 1137ھ ۔
185۔برہان الدین ، ابو المعالی محمد بن احمد الصدر الشہید ۔ المحیط البرہانی ۔۔۔ المدینۃ المنورۃ ، کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمۃ ، (س۔ن)۔
186۔برہان الدین ، محمد ۔ معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں اسلامی ازدواجی قوانین ۔۔۔ تقابلی مطالعہ کراچی ، فضلی سنز ، 1984ء ۔
187۔البستانی ، بطرس ۔ دائرۃ المعارف ۔۔۔ بیروت ، دارالمعرفۃ ، (س۔ن)۔
188۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ محیط المحیط ، قاموس مطول للغۃ العربیۃ ۔۔۔ بیروت ، مکتبۃ طبع فی لبنان فی مطابع ، موسسۃ جواد للطباعۃ ، 1977ء ۔
189۔بشیر احمد ، میاں ۔ مسلمانوں کا ماضی حال اور مستقبل ۔۔۔ لاہور ، میاں بشیر احمد ، 1940ء ۔

190- البغدادی ، محمد بن النعمان ، العکبری - الارشاد - بیروت ، موسسة الاعلمی للمطبوعات ، 1399ھ ، 1979ء -

191- البغوی ، ابو محمد الحسین بن مسعود - تفسیر البغوی المسمی معالم التنزیل - ملتان ، اداره تالیفات اشرفیه ، 1983ء -

192- ایضاً - ایضاً - مصابیح السنة / تحقیق یوسف عبدالرحمن المرعشلی و محمد سلیم ابراهیم سماره و جمال حمدی الذهبی - بیروت ، دارالمعرفه ، 1987ء -

193- بک ، احمد جاد المولی ، محمد - ایام العرب فی الجاهلیه / علی محمد بجاوی اور محمد ابوالفضل ابراهیم - بیروت ، دارالفکر ، (س ن)-

194- بک ، محمد خضری - تاریخ فقه اسلامی (اردو) / مترجم حبیب احمد هاشمی - کراچی ، دارالاشاعت ، طبع 1978ء ، 1398ھ -

195 - ایضاً - ایضاً - تاریخ التشریع الاسلامی - الطبعة التاسعة - بیروت ، دارالکتب العلمیه ، 1970ء -

196 - البلاذری ، احمد بن یحیی - انساب الاشراف - بیروت ، دارالمعرفه للمطبوعات ، 1977ء -

197- ایضاً - ایضاً - فتوح البلدان / مترجم سید ابو الخیر مودودی - حیدر آباد ، دکن ، دارالطبع جامع عثمانیه ، 1932ء ، 1940ء -

198- بلیغ الدین ، شاه - روشنی (تجلی) - کراچی ، سول اینڈ ملٹری پریس ، 1980ء -

199- بلبن ، عزالدین - منهاج الصالحین من احادیث و سنة خاتم الانبیاء و المرسلین - بیروت ، دارالمعرفه ، 1398ھ ، 1978ء -

200- بهنسی ، احمد فتحی - العقوبة فی الفقه الاسلامی - الطبعة الخامسه منقحه - بیروت ، دارالشروق ، 1983ء -

201 - البهوتی ، ابن منصور - کشاف القناع - الریاض ، مکتبة النصر الحدیثه ، (س ن)-

202 - بوکائیے ، موریس - بائبل قرآن اور سائنس / مترجم ثناء الحق صدیقی - کراچی ، اداره القرآن والعلوم الاسلامیه ، 1981ء -

203 - البیضاوی ، ناصر الدین ابو سعید عبدالله بن عمر - انوار التنزیل و اسرار التاویل ، المسمی تفسیر البیضاوی - بیروت ، دارالجیل ، (س ن)-

204 - ایضاً - ایضاً - حاشیة الشهاب المسماه عنایة القاضی و کفایة الراضی علی تفسیر البیضاوی - بیروت ، دار صادر ، (س ن)-

205 - پریم گیانی - سری کرشن گیتا / مترجم پنڈت رام پرویس ۔ گوجرانوالہ، باہتمام منشی دیوان چند مالک ۔ (س ن)۔

206 - پرویز، غلام احمد - تبویب القرآن ۔ لاہور، ادارہ طلوع اسلام، 1977ء - 1981ء -

207 - ایضاً - سلیم کے نام خطوط ۔ لاہور، ادارہ طلوع اسلام، 1981ء -

208 - ایضاً - شعلۂ مستور ۔ لاہور، ادارہ طلوع اسلام، 1975ء -

209 - ایضاً - قرآنی قوانین و افکار ۔ لاہور، ادارہ طلوع اسلام، (س ن)۔

210 - ایضاً - مفہوم القرآن ۔ لاہور، ادارہ طلوع اسلام، (س ن)۔ (1961ء)۔

211 - پنڈت جانکی، ناتھ مدن - شریمد بھگوت گیتا ۔ روہڑی، سری شیواست سنگھ، 1955ء -

212 - پنڈت پروس، وکیل - گیتا / مترجم شری کرشن ۔ گوجرانوالہ، گیان پریس، سیالکوٹ، پبلشنگ آباد، رفاہ عام۔

213 - تاج محمد دہلوی - صحیح لغات القرآن ۔ کراچی، مکتبہ خیر کثیر، 1391ھ -

214 - الناصی، احمد - سیرۃ النبی العربی محمد رسول اللہؐ ۔ مصر، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی و اولادہ۔

215 - تارا چند - منوسمرتی ۔ لاہور، مالک موسیال منو پریس، بار دوئم - سیالکوٹ، منشی دیوان چند رفاہ عام - گوجرانوالہ، مطبع گیان پریس - (س ن)۔

216 - الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ - جامع الترمذی مع العرف الشذی ۔ کراچی، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، (س ن)۔

217 - تنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر - اسلامی حدود (حدود و قصاص دیت، تعزیرات) ۔ لاہور، ایجوکیشن پریس، (س ن)۔

218 - ایضاً - اسلامی قانون ارتداد ۔ لاہور، قانونی کتب خانہ، 1972ء -

219 - ایضاً - اسلامی قوانین، حدود و قصاص ۔ لاہور، قانونی کتب خانہ، (س ن)۔

220 - ایضاً - قرآن حکیم اور ہماری زندگی ۔ کراچی، صدیقی ٹرسٹ، 1981ء۔

221- تنزیل الرحمٰن ، ڈاکٹر - جرم و سزا کا اسلامی فلسفہ ۔ اسلام آباد ، خورشید پرنٹرز ، 1982ء -

222- ایضاً - ایضاً - مجموعہ قوانین اسلام ۔ اسلام آباد ، ادارہ تحقیقات اسلامی ، 1965ء -

223- توفیق علی ، وھبہ - الجرائم والعقوبات فی الشریعۃ الاسلامیۃ ۔ جدہ ، دار عکاظ للطباعۃ والنشر

224- ایضاً - ایضاً - حدود و تعزیرات ۔ اسلام آباد ، ادارہ تحقیقات اسلامی ، 1982ء -

225- ثروت صولت - ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ ۔ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1963ء ، 1979ء ، 1983ء -

226- ایضاً - مولانا مودودی کی تقاریر ۔ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، (س ن)-

227- ثناء اللہ ، امرتسری - تفسیر ثنائی ۔ لاہور ، ادارہ ترجمان القرآن السنۃ ، 1971ء -

228- ثناء اللہ ، پانی پتی - اسلام کا نظام دعوۃ و نواہی ۔ فیصل آباد ، مکتبہ علمیہ ، 1399ھ -

229- ایضاً - ایضاً - تفسیر مظہری / مترجم سید عبدالدائم الجلالی ۔ کراچی ، ادب منزل ، 1978ء ، 1980ء ، 1981ء -

230- ایضاً - ایضاً - التفسیر المظہری ۔ الطبعۃ الثانیہ ۔ دہلی ، آفسٹ پریس ، 1396ھ ، ندوۃ المصنفین اللاتئۃ فی بلدہ دہلی -

231- ایضاً - ایضاً - حقوق الاسلام / مترجم وحید الدین سلیم ۔ کراچی ، پاک اکیڈمی ، 1962ء -

232- الجاحظ ، ابو عثمان و عمرو بن بحر - البیان والتبیین ۔ بیروت ، دار احیاء التراث العربی ، 1968ء -

233- جالندھری ، ابو نعیم خاں - تاج اللغات ۔ لاہور ، عالمین پبلیکیشنز پریس ، طبع دوئم -

234- جالندھری ، شمیم - تحریک پاکستان میں خواتین کا کردار ۔ لاہور ، شمیم جالندھری ، 1981ء -

235- جالندھری ، عبدالغفور اسلم - تفسیر بسر ۔ گجرات ، مولوی عبدالغفور تفسیر منزل ، شاہ دولہ گیٹ ، 1968ء

236- جارم ، علی محمد مشترک ، محمد ابوالفضل ابراہیم - ایام العرب فی الاسلام ۔ بیروت ، دار الفکر ، (س ن)-

237- جبران مسعود - الرائد (معجم لغوی عصری) ۔ بیروت ، دار العلم للملایین ، 1964ء -

238 - الحوی ، عبدالمتعال محمد - المرأة فی التصور الاسلامی - الطبعة الخامسة - القاهرة ، مکتبة وہبہ ، 1981ء -

239 - جرجی زیدان - تاریخ آداب اللغة العربیہ - بیروت ، منشورات ، 1978ء -

240 - ایضاً - تاریخ التمدن الاسلامیہ - بیروت ، مکتبہ احیاء (س ن) -

241 - الجزیری ، عبدالرحمن - کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ - بیروت ، دارالفکر ، 1972ء -

242 - الجصاص ، ابو بکر احمد بن علی - احکام القرآن - بیروت ، دارالکتب العربی ، (س ن) - لاہور ، پاکستان ، سہیل اکیڈمی ، (س ن) -

243 - جعفر شاہ پھلواری ، محمد - ازدواجی زندگی کے لئے اسلامی قانونی تجاویز - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1955ء -

244 - ایضاً - ایضاً - اسلام اور عورت - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1964ء -

245 - ایضاً - ایضاً - اسلام اور موسیقی - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1964ء -

246 - ایضاً - ایضاً - پیغمبر انسانیت - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1984ء -

247 - جعفری ، اصغر علی - اسلام کا معاشرتی نظام - لاہور ، نیو بک پیلس ، 1984ء -

248 - جعفری ، رئیس احمد - اسلامی جمہوریت - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1968ء -

249 - ایضاً - ایضاً - سفرنامہ ابن بطوطہ - کراچی ، نفیس اکیڈمی ، 1977ء -

250 - جمال ، احمد محمد - نساؤنا و نساؤہم ؟! - الطائف ، منشورات دار ثقیف للنشر و التالیف ، 1979ء -

251 - الجمل ، ابراہیم محمد - فقہ المرأۃ المسلمۃ - قاہرہ ، مکتبہ قرآن ، 1982ء -

252 - جمیل احمد ، خواجہ - وراثت اسلام - کراچی ، اردو اکیڈمی ، 1971ء -

253 - جمیل نخلہ - حضارۃ الاسلام فی دار السلام - بیروت ، ـ (س ن)۔

254 - جمیل واسطی ، سید - اسلامی روایات کا تحفظ - لاہور ، مکتبہ دانیال ، مکتبہ الطیبہ ، 1983ء -

255 - جواد علی - المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام - بیروت ، دارالعلم للملایین ، مکتبہ النہضہ ، بغداد ، 1973ء 1980ء

(ب) چین ون - چین ایک عام جائزہ - پہلا ایڈیشن - عوامی جمہوریہ چین ، 1984ء -

256 - الحاکم ، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ - المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث - ریاض ، مکتبہ المعارف ، 1398ھ -

257 - حامد علی ، سید - اسلام آج ہم سے کیا چاہتا ہے - لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1984ء -

258 - حامدی ، خلیل احمد - اخوان المسلمین - لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1981ء -

259 - ایضاً - ایضاً - عالم اسلام اور استعماری طاقتیں و افکار - لاہور ، اخلاق حسین حمدانی ، ایور گرین پریس 1969

260 - احسن احمد الخطیب - فقہ الاسلام / مترجم رشید احمد ارشد - کراچی ، نفیس اکیڈمی ، 1982ء -

261 - حسن البنا - المراۃ المسلمۃ - الاسکندریہ ، دارالدعوۃ ، 1983ء -

262 - حسن ، حسن ابراہیم - تاریخ الاسلام ، السیاسی والدینی والثقافی والاجتماعی - مصر ، داراحیاء التراث العربی ، 1964ء ، 1965ء ، 1967ء -

263 - ایضاً - ایضاً - النظم الاسلامیہ (عربی) مسلمانوں کا نظام مملکت / مترجم علیم اللہ صدیقی - کراچی ، دارالاشاعت ، 1975ء -

264 - الحسنی ، محمد بن عبدالرحمن - جامع البیان فی تفسیر القرآن - گوجرانوالہ ، دار نشر الکتب الاسلامیہ ، (س ن)۔

265 - حفظ الرحمن سیوہاروی ، محمد - اخلاق اور فلسفہ اخلاق - لاہور ، خالد مقبول پبلیشرز ، 1976ء -

266 - ایضاً - ایضاً - اسلام کا اقتصادی نظام - لاہور ، ادریس کتب خانہ ، 1984ء -

267 - حقانی ، ابو محمد عبدالحق الدہلوی - تفسیر حقانی - لاہور ، المکتبۃ العزیزیہ ، (س ن)۔

268- حمید احمد خان - تعلیم و تہذیب ،۔ لاہور ، مجلس ترقی ادب ، 1975ء۔

269- الحصکفی ، شمس محمد بن عبداللہ - تنویر الابصار ،۔ طبع مصر ، (س ن)۔

270- الحنفی ، احمد الطحطاوی - حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ،۔ بیروت ، دارالمعرفۃ ، 1395ھ ، 1975ء۔

271- الخازن ، علاء الدین علی بن محمد - لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف بہ تفسیر الخازن ،۔ پشاور ، دارالکتب العربیہ ، (س ن)۔

272- خالد السلفی - مفتاح البخاری ،۔ گوجرانوالہ ، ادارہ احیاء السنۃ ، 1986ء۔

273- خالد علوی - اسلام کا معاشرتی نظام ،۔ لاہور ، مکتبہ علمیہ ، 1978ء۔

274- ایضاً - انسان کامل ،۔ لاہور ، یونیورسٹی بک ایجنسی ، 1974ء۔

275- خالدہ ادیب خانم - ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش ،۔ دہلی ، مکتبہ جامعہ ملیہ ، 1935ء۔

276- الخطیب البغدادی ، ابوبکر احمد بن علی - تاریخ بغداد ،۔ مدینہ منورہ ، مکتبہ سلفیہ ، (س ن)۔

277- الخطیب ، حسن احمد - فقہ الاسلام / مترجم سید رشید احمد ارشد ،۔ کراچی ، نفیس اکیڈمی ، 1982ء۔

278- الخطیب الشربینی ، محمد بن احمد - تفسیر القرآن الکریم المسمی بالسراج المنیر ،۔ بیروت ، دارالمعرفۃ ، (س ن)۔

279- الخطیب ، ولی الدین محمد بن عبداللہ - مشکوٰۃ المصابیح ،۔ کراچی ، قدیمی کتب خانہ ، (س ن)۔

280- خلاف ، عبدالوہاب - علم اصول الفقہ ،۔ الطبعۃ الخامسۃ عشر ،۔ الکویت ، دارالقلم ، 1983ء - 1972ء۔

281- خمینی ، امام - دعوت ، تحریک اور افکار / مترجم مرتضیٰ حسین صدر ،۔ لاہور ، اسلامک پبلشنگ پریس ، (س ن)۔

282- خمینی ، آیت اللہ - قم سے قم تک ،۔ لاہور ، امامیہ پبلیکیشنز ، (س ن)۔

283 - خورشید احمد - اسلامی نظریہ حیات - جسوا ایڈیشن - کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ
کراچی یونیورسٹی، 1972ء، کراچی، فضلی سنز لمیٹڈ، 1986ء۔

284 - ایضاً - سوشلزم یا اسلام - کویت، الاتحاد الاسلامی، 1976ء۔

285 - دارا شکوہ - سفینۃ الاولیا / مترجم محمد علی لطفی - لاہور، نفیس اکیڈمی، 1982ء۔

286 - الدار قطنی، علی بن عمر - سنن الدار قطنی - القاہرہ، دار المحاسن للطباعۃ، 1386ھ، 1966ء۔

287 - الدارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن - سنن الدارمی - ملتان، نشر السنۃ، (1966ء)

288 - دخیل، علی محمد علی - اعلام النساء - بیروت، موسسۃ اهل البیت، 1979ء۔

289 - دھرم سبھا، ڈی بی داس نراین سکرٹری - دھرم پوتک جامرات خلافات - سیالکوٹ، دیا چند منشی،
رفاہ عام، (س ن)۔

290 - دیانند - ستیارتھ پرکاش - لاہور، راج پال پبلشرز، نمبر 1927ء۔

291 - دیانند، سرسوتی جی - سرسوتی سوامی - ناردوتر، لاہور، لالہ لال چند سپل گرنمر شیم پریس، 1934ء

292 - الدینوری، ابو محمد عبداللہ بن مسلم - الامامۃ والسیاسۃ - بیروت، دار المعرفۃ، (س ن)۔

293 - ذوالقدر جنگ، نواب - خلافت اندلس - لاہور، مقبول اکیڈمی، (س ن)۔

294 - الذہبی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد - تجرید اسماء الصحابۃ - بیروت، لبنان،
دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، (س ن)۔

295 - ایضاً - ایضاً - تذکرۃ الحفاظ - الطبعۃ الثالثۃ - بیروت، دار الفکر العربی، (س ن)۔

296 - راغب اصفہانی، الحسین بن محمد المفضل، امام - المفردات فی غریب القرآن - کراچی، نور محمد
اصح المطابع، کارخانہ تجارت کتب، (س ن)۔

297 - ایضاً - ایضاً - مجلۃ الاحکام العدلیۃ - بیروت، دار المعرفۃ، 1392ھ، عمارت، دکن،
حیدر آباد، 1393ھ۔

298 - رانا صابر نظامی - اسلامی انقلاب - لاہور، پین اسلامک پبلشرز، 1983ء، لاہور، ادارہ
ثقافت اسلامیہ، 1979ء۔

299- رشید احمد - مسلمانوں کے سیاسی افکار - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1984ء -

300- رشید اختر ندوی - تہذیب و تمدن اسلامی - لاہور- اسلامی ادارہ ، 1991ء -

301- ایضاً - مسلمان اندلس میں - لاہور ، سنگ میل پبلی کیشنز ، 1986ء -

302- رشیدہ پٹیل -(وومن اینڈ لاء ان پاکستان) پاکستانی عورت کی سیاسی و قانونی حیثیت - کراچی ،
کل پاکستان انجمن خواتین ، 1981ء -

303- رضا ، محمد رشید - تفسیر القرآن الحکیم الشہیر بتفسیر المنار - بیروت ، دارالمعرفة ، (س-ن)-

304- ایضاً - ایضاً - حقوق النساء فی الاسلام - القاہرہ ، مکتبة التراث الاسلامی ، 1984ء -

305- رفیع الدین ، محمد ، ڈاکٹر - اسلام کی بنیادی حقیقتیں - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1985ء -

306- ایضاً - ایضاً ایضاً - تفسیر بسیر قرآن مجید - گجرات ، مولوی عبدالغفور، 1968ء -

307- ایضاً - ایضاً ایضاً - قرآن اور علم جدید - لاہور ، آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن ، 1981ء-

308- رفیق ، سعید احمد - اسلامی نظام تعلیم - لاہور ، ادارہ تصنیف و تالیف اکیڈیمی آف ایجوکیشنل
ریسرچ - 1956ء -

309- رفیق ، ڈوگر - جاپان نورد - لاہور ، دید شنید پبلی کیشنز، 1989ء -

310- الروس ، شہاب الدین ابو عبداللہ بن یاقوت بن عبداللہ الحموی - معجم البلدان - بیروت ، داراحیاء التراث العربی

311 - الروس ، لیاقوت - کتاب الارشاد الاریب الی معرفة الادیب - نئی دہلی ، کتاب بھون کلاں محل ، س-ن

312- زرکشی ، بدرالدین محمد بن عبداللہ - البرہان فی علوم القرآن - بیروت ، دارالمعرفة ، 1972ء -

313- زرکلی ، خیرالدین - الاعلام ا قاموس تراجم لاشہر الرجال والنساء من العرب والمستعربین والمستشرقین -
بیروت ، دارالعلم للملایین ، 1979ء -

314- زمخشری ، ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر - الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التاویل
بیروت ، دارالمعرفة ، (س-ن)-

316- الزبیدی ، ابو عبدالرحمن عبداللہ بن یحیی - غریب القرآن و تفسیرہ / تحقیق تعلیق محمد سلیم ۔ بیروت ، عالم الکتب ، 1985ء ۔

317- الزیلعی ، عثمان بن علی - تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق ۔ ملتان ، مکتبہ امدادیہ ، 1985ء ۔ مصر ، 1315ھ ۔

318- الزیلعی ، محمد عبداللہ بن یوسف - نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ ۔ لاہور ، دارنشر الکتب الاسلامیہ ، 1985ء ۔

319- زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم - الاشباہ والنظائر / شارح احمد بن محمد الحموی ۔ کراتشی ، ادارۃ القرآن العلوم اسلامیہ ، (س ، ن) ۔

320- زین العابدین - قاموس القرآن ، - قرآن ڈکشنری ۔ کراچی ، دارالاشاعت ، 1978ء ۔

321- سالم البھنساوی - قوانین الاسرہ بین عجز النساء و ضعف العلماء ۔ الکویت ، دار القلم ، 1404ھ - 1984ء ۔

322- ایضاً - مکانۃ المرأۃ بین الاسلام والقوانین العالمیہ ۔ الکویت ، دارالقلم ، (س ، ن) ۔

323- سبکی ، تاج الدین بن نصر - طبقات الشافعیہ الکبری ۔ بیروت ، دارالمعرفہ ، (س ، ن) ۔

324- السرخسی ، شمس الدین - کتاب المبسوط ۔ بیروت ، دارالمعرفہ ، 1398ھ ، 1978ء ۔

325- سعدی ، ابو حبیب - القاموس الفقہی ، لغۃ و اصطلاحاً ۔ دمشق ، دارالفکر ، 1982ء ۔

326- السمعانی ، ابو سعید عبدالکریم بن محمد - کتاب الانساب ۔ بغداد ، مکتبہ المثنی ، (س ، ن) ۔

327- سعید احمد - (الرق فی الاسلام) / اسلام میں غلامی کی حقیقت ۔ دہلی ، ندوۃ المصنفین ، 936 لاہور ، ملہ بکس ، 1982ء ۔

328- ایضاً - اسلام اور عورت ۔ دہلی ، یوتی پریس ، (س ، ن) ۔

329- سعید احمد ، اکبر آبادی - مسلمانوں کا عروج و زوال ۔ لاہور ، ادارہ اسلامیات ، 1983ء ۔

330- سعید احمد ، انصاری ، مولانا - سیر الصحابیات ۔ گجرات ، شوکت بک ڈپو ، 1953ء ، اعظم گڑھ ، 1940ء ۔

331- سعیدہ کلثوم کرامت - خوراک ، لباس ، حجاب ، گھر اور عمارت نمونی لطیفہ ، امدنی و اخراجات ، خواتین قرآن کی روشنی میں ۔ لاہور ، کتاب روشن ، (س ، ن) ۔

332- سکاٹ، ایس، پی - اخبار اندلس / مترجم مفتی محمد خلیل الرحمن - لاہور، عبدالرشید، 1903ء۔

333- سلامت علی خان - اسلامی قانونِ فوجداری / (کتاب الاختیار) - ملتان، مکتبہ امدادیہ، 1989ء۔

334- سلمان منصور پوری، محمد سلیمان - رحمۃ للعالمین - لاہور، شیخ غلام اینڈ سنز، 1970ء۔

335- سلیمان ندوی، سید - خواتین اسلام کی بہادری - اعظم گڑھ، مطبع معارف دار المصنفین، 1986ء، طبع گردید - 1341ھ۔

336- ایضاً - ایضاً - رحمتِ عالم - کراچی، اردو اکیڈمی، 1983ء، کراچی، مکتبہ اشرف باب الاسلام، 1943ء۔

337- ایضاً - ایضاً - سیرت عائشہ - کراچی، باب السلام پرنٹنگ پریس، 1980ء، 1985ء۔

338- ایضاً - ایضاً و شبلی نعمانی - سیرۃ النبی - کراچی، باب السلام پرنٹنگ پریس، 1980ء، اسلام آباد، نیشنل بک سنٹر، 1979ء، لاہور، خیابان، 1351ھ۔

339- سلیمان ندوی، سید - ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں - کراچی، ادارہ تصنیف و تالیف، (س ن)۔

340- سلیمانی، احسان الحق - مسلمان یورپ میں - لاہور، قومی کتب خانہ، 1954ء۔

341- سید ابوالحسنات - تفسیر الحسنات مآیات بینات، خلاصہ تفسیر آیات باقوال حسنات - لاہور، 1954ء۔

342- سید سلیم، محمد - آغاز اسلام میں مسلمانوں کا نظام تعلیم - لاہور، پاکستان ادارہ تعلیمی تحقیق و تنظیم اساتذہ، 1983ء۔

343- سید سابق - فقہ السنہ - بیروت، دار الکتاب العربیہ، (س ن)۔

344- سید قطب، شہید - اسلام میں عدل اجتماعی / مترجم محمد نجات اللہ صدیقی - لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 1979ء۔

345- ایضاً - ایضاً (شبہات حول الاسلام) / مترجم محمد سلیم کیانی / اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، لاہور، بدر رشید پرنٹرز، اشاعت سوم۔

346- ایضاً - ایضاً (التطور والثبات فی حیاۃ البشریۃ) / مترجم ساجد الرحمن صدیقی / انسانی زندگی میں جمود و ارتقاء - لاہور، البدر پبلی کیشنز، 1982ء۔

347- ایضاً - ایضاً - اسلام کا نظام تربیت / مترجم ساجد الرحمن صدیقی - لاہور، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، 1980ء، 1982ء۔

348- سید قطب ، شہید - اسلام اور جدید مادی افکار / مترجم سجاد احمد الکاندھلوی - لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1981ء -

349- سید قطب ، شہید - اسلام میں عدل اجتماعی / مترجم محمد نجات اللہ صدیقی - لاہور ، مطبع افضل شریف پرنٹرز ، 1982ء -

350- ایضاً - ایضاً - اسلام کا روشن مستقبل / مترجم عبدالحمید صدیقی - دمشق ، دارالقرآن الکریم ، 1391ء -

351- ایضاً - ایضاً - تفسیر فی ظلال القرآن (اردو) / مترجم ساجد الرحمن صدیقی - لاہور ، اسلامی اکیڈمی ، 1981ء -

352- ایضاً - ایضاً - تفسیر فی ظلال القرآن (عربی) - بیروت ، دار احیاء التراث العربی ، 1386ء ، 1966ء -

353- ایضاً - ایضاً - (معالم السبیل) / مترجم خلیل احمد حامدی - جادہ منزل - لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1982ء -

354- ایضاً - ایضاً - العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام - القاہرہ ، دارالشروق ، 1987ء -

355- ایضاً - ایضاً - نقوش راہ - لاہور البدر پبلی کیشنز ، 1981ء -

356- سیف الرحمن - تعلیمات اسلام - ملتان ، کاروان پبلی کیشنز ، (س ن)-

357- السیوطی ، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر - الاتقان فی علوم القرآن - لاہور ، سہیل اکیڈمی ، 1398ء ، 1978ء - مصر ، 1400ء -

358- ایضاً - ایضاً - تاریخ الخلفاء - کراچی ، کارخانہ تجارت ، (س ن)-

359- ایضاً - ایضاً - تفسیر جلالین - بیروت ، مکتبہ علوم دینیہ ، (س ن)-

360- ایضاً - ایضاً - الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر - بیروت ، دارالفکر ، 1981ء -

361- ایضاً - ایضاً - الجوامع او الجامع الکبیر - مصر ، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب ، 1978ء -

362- ایضاً - ایضاً - الخصائص الکبری - بیروت ، دارالکتاب العلمیۃ النوریۃ الرضویۃ ، (س ن)-

363- ایضاً - ایضاً - الدر المنثور فی التفسیر بالماثور و بہامشہ القرآن الکریم مع تفسیر ابن عباس - بیروت ، دارالمعرفۃ ، (س ن)-

364- ایضاً - ایضاً - سنن النسائی مع حاشیۃ امام السندی - بیروت ، دارالکتاب العربی ، (س ن)-

365- سیوطی ، جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر - [illegible] / مترجم محمد احمد پانی پتی - لاہور ، گلوب پبلشرز ، 1971ء -

366- شافعی ، ابو طاہر محمد بن یعقوب - تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس - ملتان ، المکتبۃ الفاروقیہ ، 1937ء -

367- شافعی ، ابو عبداللہ محمد بن ادریس - احکام القرآن - بیروت ، دارالکتب العلمیہ ، [illegible] -

368- ایضاً - ایضاً - کتاب الام - بیروت ، دارالمعرفہ ، 1393ھ ، 1973ء -

369- شاہد حسین ، رزاقی - پاکستان [illegible] - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1965ء -

370- ایضاً - ایضاً - تاریخ جمہوریت - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1957ء -

371- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی - ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء / مترجم عبدالشکور - کراچی ، قدیمی کتب خانہ ، (س۔ن) -

372- ایضاً - ایضاً - حجۃ اللہ البالغہ / تحقیق و مراجعت السید سابق - سانگلہ ہل ، المکتبۃ الاثریہ ، (س۔ن) لاہور - المکتبۃ السلفیہ ، (س۔ن) -

373- ایضاً - ایضاً - حجۃ اللہ البالغہ / مترجم محمد اسماعیل گودھروی - گوجرانوالہ ، (س۔ن) -

374- ایضاً - ایضاً - حجۃ اللہ البالغہ / مترجم عبدالحق حقانی - لاہور ، فرید بک سٹال ، (س۔ن) -

375- ایضاً - ایضاً - حجۃ اللہ البالغہ / مترجم عبدالرحیم - لاہور ، قومی کتب خانہ ، 1983ء -

376- شاہ نواز خان - مآثر الامراء / مترجم محمد ایوب قادری ، پروفیسر - لاہور ، اشفاق احمد ، ایس ، ایم [illegible] ، 1969ء -

377- شبر ، سید عبداللہ بن محمد رضا - تفسیر القرآن الکریم - بیروت ، داراحیاء التراث العربی ، 1977ء -

378- شبلی نعمانی - الکلام - اعظم گڑھ ، معارف ، 1344ھ -

379- شبلی نعمانی - المامون - لاہور ، مبارک علی تاجران ، (س-ن)۔

380- شعرانی ، ابو الحسن میر ظریفی - دائرۃ المعارف لغات قرآن مجید - تہران ، انتشارات کتاب فروشی اسلامیہ ، 1577ھ -

381- شمس الحق عظیم آبادی ، محمد - عون المعبود شرح سنن ابو داؤد - فیصل آباد ، مکتبہ سلفیہ ، 1979ء -

382- شمس الدین - تاریخ فلسطین - لاہور ، یونائٹڈ بک کارپوریشن ، (س-ن)۔

383- ایضاً - تاریخ فلسطین - لاہور ، یونائیٹڈ بک کارپوریشن ، (س-ن)۔

384- شمیمہ محسن - عورت ، قرآن کی نظر میں - لاہور ، البدر پبلی کیشنز ، 1983ء -

385- الشوکانی ، محمد بن علی - فتح القدیر بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر - بیروت ، دار المعرفہ ، (س-ن)۔

386- ایضاً - ایضاً - القرآن الکریم بالہامش زبدۃ التفسیر من فتح القدیر - الکویت ، وزارت الاوقاف والشئون الاسلامیہ ، 1985ء -

387- ایضاً - ایضاً - نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار - مصر ، مکتبہ کلیات ازہریہ 1978ء ، 1398ھ -

388- الشویعر ، محمد بن سعد - حمایۃ الاسلام للمرأۃ - القاہرہ ، دار الصحوۃ ، 1405ھ ، 1985ء -

389- شہابی ، مفتی انتظام اللہ - خواتین اسلام - کراچی ، مدینہ پبلشنگ کمپنی ، (س-ن)۔

390- الشیبانی ، ابن ربیع - تیسیر الوصول الی جامع الاصول من حدیث الرسول - بیروت ، دار المعرفۃ ، 1977ء -

391- الشیبانی ، ابو عبداللہ محمد بن الحسن - الجامع الصغیر مع شرح النافع الکبیر / تشریح ابو الحسنات عبدالحئی - کراچی ، ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ ، (س-ن)۔

392- الشیبانی ، ایضاً - الجامع الکبیر - لاہور ، دار المعارف النعمانیہ ، 1404ھ ، 1981ء -

393- ایضاً - ایضاً - کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ / ترتیب السید مہدی حسن الگیلانی - لاہور ، دار المعارف النعمانیہ ، 1401ھ ، 1981ء -

394- الصابونی ، محمد علی - روائع البیان تفسیر آیات الاحکام - دمشق ، مکتبہ غزالی ، 1980ء -

395 - الصابونی ، محمد علی - صفوة التفاسير - الطبعة الرابعة المنقحة - بیروت ، دارالقرآن الحکیم ، 1981ء -

396 - ایضاً - مختصر تفسیر ابن کثیر - بیروت ، دارالقرآن الکریم ، 1402ھ ، 1981ء -

397 - صادق محمد احسن - اسلام اور اشتراکیت - لاہور ، پین اسلامک پبلشرز ، 1978ء ، 1982ء -

398 - الصاوی ، احمد بن محمد - حاشیۃ العلامۃ علی تفسیر الجلالین - ریاض ، المکتبۃ الاسلامیہ ، (س ۔ ن) - ناگپور ، المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ ، (س ۔ ن) -

399 - صباح الدین عبدالرحمٰن - ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک جھلک - اعظم گڑھ ، معارف پریس ، (س ۔ ن) -

400 - ایضاً - ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے - اعظم گڑھ ، معارف پریس ، 1383ھ -

401 - صبحی صالح - علوم القرآن / مترجم غلام احمد حریری - فیصل آباد ، ملک سنز ناشران و تاجران کتب کارخانہ 1978ء -

402 - صبحی محمصانی ، ڈاکٹر - فلسفہ شریعت اسلام - لاہور ، مجلس ترقی ادب ، 1981ء -

403 - ایضاً - فلسفہ شریعت اسلام / مترجم محمد احمد رضوی - لاہور ، مجلس ترقی ادب ، طبع ششم -

404 - صدیق حسن خان ، محمد - نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام - فیصل آباد ، جامعہ تعلیم الاسلام ، (س ۔ ن) -

405 - ایضاً - ایضاً - ترجمان القرآن - لاہور ،

406 - صدیقی ، مظہر الدین - اسلام اور حیثیت نسواں - طبع دوئم - لاہور ، 1955ء -

407 - ایضاً - ایضاً - اسلام اور مذاہب عالم - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1968ء ، 1986ء -

408 - ایضاً - ایضاً - اسلام کا معاشی نظریہ - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، بار دوئم ، 1951ء -

409 - ایضاً - ایضاً - اسلام کا نظریہ اخلاق - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1951ء -

410 - ایضاً - ایضاً - اسلام کا نظریہ تاریخ - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1951ء ، 1979ء -

411 - صدیقی ، محمد مظہر الدین - دین و ارث - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1951ء -

412 - صدیقی ، عبدالحمید - انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام - لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز پبلشنگ ہاؤس ، 1976ء -

413 - صدیقی ، نجات اللہ ، محمد - اسلام کا نظریہ ملکیت - لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1980ء - 1982ء -

414 - ایضاً - ایضاً - ایضاً - شرکت و مضاربت کے شرعی اصول - لاہور ، اسلامک پبلیکیشنز ، 1981ء -

415 - صفدر حیات صفدر - عہد نبویہ میں دستاویزات - لاہور ، نیو بک پیلس ، بار اول -

416 - صلاح الدین ، محمد - بنیادی حقوق - لاہور ، ادارہ ترجمان القرآن ، 1978ء -

417 - طالب الہاشمی - تذکار صحابیات - ایڈیشن دوئم - ملتان ، ادارہ المصنفات - 1970ء -

418 - طاہر سورتی ، عبدالرحمن - اسلام کی اخلاقی تعلیمات - لاہور ، محکمہ اوقاف پنجاب ، 1977ء -

419 - طباطبائی ، محمد حسین - اسلام میں قرآن / مترجم ساجد حسین چودھری - طہران ، موسسہ مطالعات و تحقیقات فرہنگی ، 1983ء -

420 - طبری ، ابو جعفر محمد بن جریر - تاریخ الطبری / مترجم سید محمد ابراہیم - لاہور ، چودھری محمد اقبال سلیم گاہندری ، دسمبر 1970ء -

421 - ایضاً - ایضاً - تاریخ الامم والملوک - بیروت ، دارالفکر ، 1979ء -

422 - ایضاً - ایضاً - تاریخ الرسل والملوک - القاہرہ ، دارالمعارف ، (س ن) -

423 - ایضاً - ایضاً - جامع البیان فی تفسیر القرآن - بیروت ، دارالمعرفۃ ، 1400ھ ، 1980ء -

424 - الطبرسی ، ابو علی فضل بن حسین - مجمع البیان فی تفسیر القرآن - بیروت ، دار احیاء التراث العربی ، (س ن) -

425 - طفیل احمد قریشی ، ڈاکٹر - اسلامی حدود و تعزیرات - راولپنڈی ، مطبوعات حرمت بنک ، بنک روڈ ، 1981

426 - طفیل احمد بدر - آفتاب حرم - کراچی ، تاج کمپنی ، 1949ء -

427 - الطوسی ، ابو جعفر محمد بن حسن - تہذیب الاحکام - حققہ و علق علیہ سید ، احسن الموسوی الاخوندی تہران ، دارالکتب الاسلامیہ ، 1390ھ -

428 - ظفیر الدین، مولانا - اسلام کا نظام عفت و عصمت - اعظم گڑھ، مکتبۃ الدعوۃ الاسلامیہ، 1954ء -

429 - ظہور الباری - تفہیم البخاری (عربی متن مع اردو ترجمہ) - کراچی، دارالاشاعت، 1985ء -

430 - عاشق الٰہی، مولانا - تحفۂ خواتین - کراچی، مکتبہ دارالعلوم، اشاعت اول -

431 - عباداللہ اختر، خواجہ - اسلام اور حقوق انسانی - لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1955ء -

432 - ایضاً - ایضاً - اصول اسلامی قوانین اور حدود اسلامیہ و تعزیرات - لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1952ء -

433 - عبدالاحد، محمد - کیمیائے سعادت (اردو) - دہلی، 1913ء -

434 - عبدالبر، ابو عمر یوسف بن عبداللہ - الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب - القاہرہ، نہضۃ مصر و مطبعہا، الفجال

435 - عبدالباری، ندوی - تجدید دین کامل - کراچی، 1962ء -

436 - عبدالرحمن، خان - اسلام اور انقلاب - اشاعت اول - ملتان، عالمی ادارہ علوم اسلامیہ، 1983ء -

437 - ایضاً - ایضاً - اسلام کا معاشرتی نظام - کراچی، ناظم ادارہ، 1983ء -

438 - ایضاً - ایضاً - اسلام کا نظام تعلیم - ملتان، عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ، 1983ء -

439 - ایضاً - ایضاً - اسلام کا نظام عدل - کراچی، ناظم ادارہ، 1983ء -

440 - ایضاً - ایضاً - تاریخ اسلام - طبع اول - لاہور، امجد اکیڈمی، (س، ن) -

441 - ایضاً - ایضاً - عورت انسانیت کے آئینے میں - لاہور، منظور پریس، (س، ن) -

(ب) ایضاً - ایضاً - نئے فتنے - ملتان، جاوید اکیڈمی، (س، ن) -

442 - عبدالرحمٰن طاہر سورتی، مولانا - حقوق و فرائض اسلامی تعلیمات کی روشنی میں - طبع اول - لاہور، علماء اکیڈمی، محکمہ اوقاف پنجاب، 1979ء -

443 - عبدالرحمٰن کیلانی - خلافت و جمہوریت - لاہور، ادارہ التحقیق الاسلامی، (س، ن) -

444 - عبدالحق محدث دہلوی - اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ / مترجم محمد سعید احمد نقشبندی - لاہور، فرید بک سٹال، 1981ء -

445 - عبدالحکیم، خلیفہ - اسلام کا نظریہ حیات / مترجم قطب الدین احمد - لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1985ء -

446 - عبدالحئی ، علوی - تعلیمی نفسیات ۔ لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ، 1978ء ۔

447 - عبدالحئی ، محمد - اسلام کی تعلیم ۔ لاہور : بین اسلامک ، 1979ء ۔

448 - عبدالرشید ، ابو خالد - ازواج مطہرات ۔ کراچی : ادارہ صراط مستقیم ، 1986ء ۔

449 - عبدالرشید ، میاں - اسلام اور تعمیر شخصیت ۔ لاہور : ندرت پرنٹرز ، 1976ء ۔

450 - عبدالسلام ندوی ، مولانا - اسلام کا عدالتی نظام ۔ لاہور : آئینہ ادب ، 1977ء ۔

451 - ایضاً - ایضاً - اسوۂ صحابہ ۔ کراچی : مکتبہ طارقین ، 1976ء ، اسلام آباد : نیشنل بک فاؤنڈیشن ، 1985ء ۔

452 - ایضاً - ایضاً - اسوۂ صحابیات ۔ اعظم گڑھ : معارف پریس ، 1984ء ۔

453 - عبدالعزیز ، محمد ، ڈاکٹر - تعلیم اور معاشرتی تبدیلی ۔ بار اول ۔ ملتان : کاروان ادب ، 1983ء ، لاہور : شرکت پرنٹنگ پریس ، (س ن) ۔

454 - ایضاً - ایضاً - ہمارے تعلیمی مسائل ۔ لاہور : کے ، لمیٹڈ ، 1957ء ۔

455 - عبدالقادر عودہ - اسلام کا فوجداری قانون / مترجم ساجد الرحمن کاندھلوی ۔ لاہور : اسلامک پبلی کیشنز ، 197[illegible]ء ۔

456 - عبدالقدوس ، ہاشمی - ادب القاضی / نگران ڈاکٹر احمد حسن / ترجمہ و تدوین محمود احمد غازی ۔ اسلام آباد : ادارہ تحقیقات اسلامی ، 1403ھ ۔

457 - ایضاً - ایضاً - اسلامی قانون فوجداری ۔ لاہور : اسلامک پبلی کیشنز ، 1979ء ۔

458 - ایضاً - ایضاً - کتاب زندگی ۔ کراچی : ایجوکیشنل پریس ، 1969ء ۔

459 - عبدالقیوم ندوی ، مولانا - اسلام اور عورت ۔ لاہور : سویرا آرٹ پریس ، ام ثناء اللہ خان ، 1952ء ۔

460 - ایضاً - ایضاً - پاکستانی خواتین ۔ لاہور : ام ثناء اللہ خان ، طبع دوئم ، لاہور : مکتبہ القریش ، 1985ء ۔

461 - ایضاً - ایضاً - خاتون اسلام کا دستور حیات ۔ لاہور : ادارہ ادبیات نو ، 1947ء ۔

462 ـ عبداللہ عفیفی ، الشیخ ـ المرأۃ العربیۃ فی جاہلیتہا و اسلامہا ـ بیروت ، (س ـ ن)ـ

463 ـ عبدالماجد ـ تفسیر ماجدی ـ کراچی ، دریا باد بارہ بنکی ، قرآن منزل ، 1944ء ـ
لاہور ، تاج اینڈ کمپنی ، 1952ء ـ

464 ـ عبدالمالک ، عرفانی ـ اسلامی قانون شہادت ـ لاہور ، قانونی کتب خانہ ، 1980ء ـ

465 ـ عبدالوحید ـ عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں ـ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1981ء ـ

466 ـ عبدالواحد ، سید ـ مقالات اقبال ـ لاہور ، اسلامک پبلشرز لمیٹڈ ، 1982ء ـ

467 ـ عبدالوہاب ، خلاف ـ السیاسۃ الشرعیۃ ـ مصر ، (س ـ ن)ـ

468 ـ عبدالوہاب ، ظہوری ـ اسلام کا نظام حیات ـ دکن ، حیدرآباد ، نفیس اکیڈمی ، 1959ء ـ

469 ـ عبیداللہ مبارکفوری ، ابو الحسن ـ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ـ مالیگاؤں ، المکتبۃ
الاثریۃ ، (س ـ ن)ـ

470 ـ عثمانی ، شبیر احمد ـ اسلام کے بنیادی عقائد معہ اسلام اور معجزات ـ لاہور ، ادارہ اسلامیات ، 1976ء ـ

471 ـ ایضاً ـ ایضاً و دیگر ـ تفسیر عثمانی ـ کراچی ، تاج کمپنی ، 1959ء ـ

472 ـ عثمانی ، شفیع ، مولانا ـ عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو ـ کراچی ، مکتبہ دارالعلوم ،
1397ھ ، 1405ھ ـ

473 ـ ایضاً ـ ایضاً ـ ایضاً ـ علوم القرآن ـ کراچی ، مکتبہ دارالعلوم ، 1977ء ـ

474 ـ عثمانی ، شبیر احمد و محمود حسن ـ عکسی قرآن مجید ، مترجم و محشّٰی ـ مغربی جرمنی ، یونیورسٹیشن پریس
1395ھ ، 1975ء ـ یو ، پی ، انڈیا ، 1923ء ـ

475 ـ عثمانی ، ظفر احمد ـ احکام القرآن ـ کراچی ، ادارہ القرآن العلوم الاسلامیہ ، 1407ھ ، 1987ء ـ

476 ـ ایضاً ـ ایضاً ـ اعلاء السنن ـ کراچی ، ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ ، (س ـ ن)ـ

477 ـ عثمانی ، محمد فہیم ـ اسلامی معیشت کے چند نمایاں پہلو ـ لاہور ، اسلامک پبلیکیشنز ، 1975ء ، 79

478 - عشرت رحمانی - اسلامی تہذیب وتمدن - لاہور، مقبول اکیڈمی، (س ن)۔

479 - علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین - کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال - بیروت، موسسۃ الرسالۃ، 1979ء۔

480 - علوان، عبداللہ - تربیۃ الاولاد فی الاسلام - بیروت، دار السلام للطباعۃ والنشر والتوزیع (س ن)۔

481 - علی اصغر شمیم - فرہنگ امیر کبیر - موسسہ چاپ انتشارات امیر کبیر، 1343ھ۔

482 - علی بلگرامی، سید - تمدن عرب (اردو) - دکن، حیدرآباد، 1936ء - لاہور، ملک مقبول احمد مالک، مقبول اکیڈمی، 1898ء۔

483 - ایضاً - تمدن ہند - لاہور، ملک مقبول احمد مالک، مقبول اکیڈمی، 1962ء۔

484 - علی بن سلطان محمد القاری - مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوۃ المصابیح - ملتان، مکتبہ امدادیہ، (س ن)۔

485 - علیم اللہ - مسلمانوں کا نظم مملکت - کراچی، دار الاشاعت، (س ن)۔

486 - عمادی، ابو السعود محمد بن محمد - تفسیر ابی السعود - بیروت، دار احیاء التراث العربی، (س ن

487 - عنایت عارف - شرف النساء - لاہور، عبدالحق، المکتبۃ العلمیہ، 1959ء۔

488 - عینی، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد - عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری - بیروت، دار الفکر، 1979ء۔

489 - غازی احمد - کتاب الطلاق من الہدایہ (اردو) - لاہور، المکتبۃ العلمیہ، 1401ھ، 1981ء۔

490 - غاوجی، وہبی سلیمان - المراۃ المسلمۃ - بدمشق، موسسۃ الرسالۃ، 1404ھ، 1984ء۔

491 - الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد - احیاء علوم الدین - بیروت، دار المعرفۃ، (س ن)۔

492 - ایضاً - ایضاً - احیاء علوم الدین / مترجم محمد احسن صدیقی نانوتوی - مذاق العارفین - کراچی، دار الاشاعت، (س ن) - لکھنؤ، مطبع تیج کمار، 1955ء۔

493 - ایضاً - ایضاً - کیمیائے سعادت - لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1970ء۔

494 - ایضاً - ایضاً - المرشد الامین / مترجم عبدالصمد صارم - لاہور، مکتبہ معین الادب، 1980ء۔

495 - ایضاً - ایضاً - مکاشفۃ القلوب / مترجم محمد عطاء اللہ - لاہور، مکتبہ اسلامیات، 1979ء۔

496 - ایضاً - ایضاً - منہاج العابدین / مترجم مولانا عبد الرحمن صدیقی - کراچی، سعید اینڈ سنز، (س ن)۔

497 - غلام رسول ، چودھری - اسلام کا سیاسی نظام ۔۔۔ لاہور ، مرکزی کتب خانہ ، 1985ء -

498 - ایضاً - اسلام کا معاشرتی نظام ۔۔۔ لاہور ، علمی کتب خانہ ، 1985ء -

499 - غلام رسول ، پروفیسر و دیگر - سلاطین دہلی مع دستاویزات ۔۔۔ لاہور ، نیو بک پیلس ، (س ن) -

500 - غلام عابد ، خان - عہد نبوی کا نظام تعلیم ۔۔۔ لاہور ، مکتبہ میری لائبریری ، 1986ء -

501 - الفرا ، ابو یعلی ، القاضی - الاحکام السلطانیہ / صححہ و علق علیہ محمد حامد الفقی ۔۔ الطبعۃ الثانیہ ،
بمصر ، مصطفی البابی الحلبی واولادہ ، 1386ھ -

502 - الفرغانی ، حسن بن منصور الاوزجندی - فتاویٰ قاضی خان ۔۔۔ کوئٹہ ، بلوچستان بک ڈپو ، 1985ء -

503 - فرید وجدی ، آفندی - المرأۃ المسلمۃ ۔۔۔ بیروت ، ، (س ن) -

504 - فرید وجدی ، محمد - دائرۃ المعارف القرآن ۔۔۔ بیروت ، دارالمعرفۃ ، الطبعۃ الثانیہ -

505 - ایضاً - دائرۃ معارف القرن العشرین ۔۔۔ بیروت ، دارالمعرفۃ ، (1971) -
مصر ، 1967ء -

506 - فضل کریم ، شیخ ، ترقی یافتہ ممالک کی معاشیات ۔۔۔ لاہور ، نیو بک پیلس ، (س ن) -

507 - فلپ کے حتی - عربوں کا عروج و زوال / مترجم عبدالسلام خورشید ۔۔۔ لاہور ، تعمیر پرنٹنگ پریس ، 1952ء

508 - ایضاً - عرب اور اسلام ۔۔۔ دہلی ، ندوۃ المصنفین ، 1951ء -

509 - فیروز الدین ، مولوی - فیروز اللغات ۔۔۔ لاہور ، فیروز سنز لمیٹڈ ، 1967ء -

510 - قادری ، شمیم حسین - اسلامی ریاست قرآن و سنت کی روشنی میں ۔۔۔ لاہور ، علما اکیڈمی ، 1984ء -

511 - قادری ، طاہر رسول - اسلام کا نظام کفالت ۔۔۔ کراچی ، ادارہ معارف اسلامی ، 1980ء -

512 - قاسمی ، محمد جمال الدین - تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل ۔۔۔ بیروت ، دارالفکر ، 1398ھ
1978ء -

513 - قاضی جاوید - ہندی مسلم تہذیب ۔۔۔ لاہور ، وین گارڈ ، 1983ء -

514 - قدسی ، عبداللہ - اسلام کی احیائی علمی تحریک - اسلام آباد ، ادارہ تاریخ و تہذیب و تمدن اسلامی ، 1981ء -

515 - قرطبی ، ابو عبداللہ محمد بن احمد - الجامع لاحکام القرآن - بیروت ، دار احیاء التراث العربی ، 1966ء -

516 - قزوینی ، ابو عبداللہ محمد بن یزید - سنن ابن ماجہ - بیروت ، احیاء التراث العربی ، 1975ء -

517 - القشیری النیسابوری ، ابو الحسین مسلم بن الحجاج - صحیح مسلم - بیروت ، دار احیاء التراث العربی ، 1376ھ -

518 - قمر تسکین - حکایات خواتین اسلام - لاہور ، رابعہ بک ہاؤس ، 1981ء -

519 - ایضاً - اسلام کی نامور خواتین - لاہور ، مکتبہ امتوبش ، 1985ء -

520 - الکاسانی ، علاؤالدین ابو بکر بن مسعود - بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع - کراچی ، ایم ، ایم سعید ، 1328ھ ، 1910ء -

521 - کحالہ ، عمر رضا - اعلام النساء فی عالمی العرب والاسلام - الطبعۃ الخامسۃ - بیروت ، موسسۃ الرسالۃ ، 1984ء -

522 - ایضاً - ایضاً - الزواج - الطبعۃ الثانیۃ - بیروت ، موسسۃ الرسالۃ ، 1980ء -

523 - ایضاً - ایضاً - المرأۃ فی عالمی العرب والاسلام - دمشق ، 1398ھ -

524 - کرم شاہ پیر ، محمد - ضیاء القرآن - لاہور ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ، 1981ء -

525 - الکرماسی ، افضل الدین ابو حامد احمد بن حامد - صحیح البخاری بشرح الکرمانی - بیروت ، دار احیاء التراث العربی ، 1981ء -

526 - کشور ناہید - عورت خواب اور خاک کے درمیان - لاہور ، گل رنگ پبلشرز ، 1985ء -

527 - کرپال نواس ، نہال سنگھ ، رگ وید آدمی معاشرہ بمونگا (اردو ترجمہ) یوخین سٹیم پریس ورکس ، 1914ء -

528 - الکلینی ، ابو جعفر محمد بن یعقوب - الفروع من الکافی - تہران ، دار الکتب الاسلامیہ ، 1350ش ، 1391ھ -

529 - گبن ، ایڈورڈ - تاریخ زوال روما / مترجم مطلب حسین - لکھنؤ ، لاٹوش روڈ ، 1926ء -

530 - گوہر رحمٰن - اسلامی سیاست - مردان ، دارالعلوم تفہیم القرآن ، 1982ء -

531 - لچھمن پرشاد ، منشی - [illegible] - دہلی ، محبوب المطابع ، صدر لکھنوی ، 1962ء -

532 - لیکی - تاریخ اخلاق یورپ (اردو) / مترجم عبدالماجد - لکھنؤ ، الناظر پریس ، 1917ء -

533 - مالک بن انس ، امام - کتاب الموطا و کتاب اسعاف المبطا برجال الموطا - بیروت ، دارالآفاق ، 1979ء -

534 - ایضاً - ایضاً - المدونۃ الکبریٰ - بیروت ، دار صادر ، (س ن) -

535 - ایضاً - ایضاً - المدونۃ الکبریٰ معہا مقدمات ابن رشد - بیروت ، دارالفکر ، 1398ھ ، 1978ء -

536 - مبارکپوری ، عبدالرحمٰن - جامع الترمذی مع شرح تحفۃ الاحوذی - ملتان ، نشر السنۃ ، 1931ء -

537 - متز ، آدم - الحضارۃ الاسلامیۃ فی القرن الرابع الہجری او عصر النہضۃ فی الاسلام - بیروت ،
دارالکتاب العربی ، 1967ء -

538 - محمد اسماعیل ، [illegible] - [illegible] - لاہور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، 1962ء -

539 - محمد اکرم ، شیخ - آب کوثر - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1979ء -

540 - ایضاً - ایضاً - رود کوثر - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1979ء -

541 - ایضاً - ایضاً - موج کوثر - لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1979ء -

542 - محمد الیاس برنی ، مولوی - معاشیات ہند - دہلی ، حیدر آباد ، دارالطبع ، 1338ھ -

543 - محمد امین زبیری - مسلم خواتین کی تعلیم - کراچی ، ادارہ تصنیف و تالیف اکیڈمی آف ایجوکیشنل ، 55

544 - محمد بن اسماعیل - صحیح البخاری / المحشی احمد علی السہارنپوری - دہلی ، کارخانہ تجارت ، 357

545 - محمد بن الحسن الحسینی - وسائل الشیعۃ الی احکام الشریعۃ - تہران ، 1317ھ ، 1958ء

546 - محمد بن عبدالوہاب - تفسیر آیات من القرآن الکریم / تصحیح و توضیح محمد الناصر - لاہور ، انصار
السنۃ المحمدیہ ، 1986ء -

547 - محمد بن محمد بن سلیمان - جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد - قبرص ، بنک فیصل
الاسلامی ، 1985ء -

548 - محمد جمیل بیہم - المراۃ فی التاریخ والشرائع - بیروت ، 1339ھ ، 1921ء -

549 - محمد حنیف ، ندوی - اساسیات اسلام ۔ لاہور ، کیوم پرنٹنگ پریس ، 1973ء ۔

550 - محمد حنیف ندوی - افکار غزالی ۔ لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1951ء ، 1956ء ۔

551 - ایضاً - ایضاً - افکار ابن خلدون ۔ لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1974ء ۔

552 - ایضاً - ایضاً - تعلیمات غزالی ۔ لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1962ء ۔

553 - محمد خیری ، المفتی - علم الفرائض والمواریث فی الشریعۃ الاسلامیہ والقانون السوری مقارنۃ ومسائل عملیہ ۔
بدمشق ، (س ن) ۔

554 - محمد رضا خان - قدیم و جدید تاریخ مسلمانان عالم ۔ لاہور ، علمی کتاب خانہ ، 1987ء ۔

555 - محمد رفیع الدین ، ڈاکٹر - اسلام کا نظام تعلیم ۔ لاہور ، اسلامک پبلیکیشنز ، بار دوم ، 1963ء ۔

556 - محمد رفیق ، چودھری - قرآن سے ایک انٹرویو ۔ لاہور ، مکتبہ قرآنیات ، 1981ء ۔

557 - ایضاً - ایضاً - حد رجم ۔ لاہور ، مکتبہ قرآنیات ، 1981ء ۔

558 - محمد ساقی مستعد ، خان - مآثر عالمگیری / مترجم محمد فدا علی طالب ۔ کراچی ، شیخ محمد حسین ،
بک لینڈ ، کراچی ، 1951ء - 198ء ۔

559 - محمد سرور ، پروفیسر - مسلمان عورت کی آزادی ۔ لاہور ، سندھ ساگر اکادمی ، 1950ء ۔

560 - محمد سعید ، حکیم - نورستان قرآن حکیم اور ہماری زندگی ۔ کراچی ، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس ، 1984ء ۔

561 - محمد سلیم ، پروفیسر - مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ ۔ لاہور ،
ظفر حجازی ، 1981ء ۔

562 - ایضاً - ایضاً - مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت (ہند و پاکستان) ۔ لاہور ، اسلامی پبلی کیشنز ، 198

563 - محمد شفیع ، مفتی - اسلام کا نظام تقسیم دولت ۔ کراچی ، مطبوعہ دار العلوم ، (س ن) ۔

564 - ایضاً - ایضاً - آلات جدیدہ ۔ کراچی ، ادارۃ المعارف ، 1979ء ۔

565 - ایضاً - ایضاً - جواہر الفقہ ۔ کراچی ، مکتبہ دار العلوم ، 1395ء ۔

566 - محمد شفیع ، مفتی - معارف القرآن - کراچی ، ادارہ المعارف ، 1981ء -

567 - محمد صادق ، سیالکوٹی - مراۃ النساء - لاہور ، نعمانی کتب خانہ ، 1986ء -

568 - محمد صالح ، کنبوہ - شاہجہان نامہ - لاہور ، مرکزی اردو بورڈ ، 1971ء -

569 - محمد طفیل - نقوش رسول نمبر - لاہور ، ادارہ فروغ اردو ، 1983ء ، لاہور ، وین کارڈ
بکس لمیٹڈ -

570 - محمد طیب ، قاری - (أشبه فی الاسلام کامل) / مترجم اسلامی تہذیب و تمدن - دیوبند ،
دارالعلوم ، 1980ء -

571 - ایضاً - ایضاً - تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام - کراچی ، نفیس اکیڈمی ، 1986ء -

572 - محمد عثمان ، پروفیسر - اسلام پاکستان میں - لاہور ، مکتبہ جدید ، رشید احمد چودھری ،
1969ء - لاہور ، الحمرا پبلشرز ، 1969ء -

573 - ایضاً - ایضاً - نئے تعلیمی تقاضے - لاہور ، ادارہ تعلیم و تحقیق پنجاب یونیورسٹی ،
1975ء -

574 - محمد قاسم فرشتہ - تاریخ فرشتہ / مترجم عبدالحی خواجہ - لاہور ، شیخ غلام علی ، (س ن) -

575 - محمد سلیم کیانی - (الانسان بین الاسلام والمادیہ) / مترجم محمد سلیم کیانی / اسلام اور جدید مادی افکار -
لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1981ء -

576 - محمد قطب الدین خان ، نواب - مظاہر حق جدید شرح مشکوۃ - کراچی ، دار الاشاعت ، 1983ء -

577 - محمد کفایت اللہ ، مفتی - کفایت المفتی - کراچی ، سکندر علی تاجران کتب ، 1969ء -

578 - محمد نواز خان ، مہر - و دیگر - اسلامی معاشرت - لاہور ، نیو بک پیلس ، (س ن) -

579 - محمود شاکر - پاکستان - بیروت ، موسسہ الرسالہ ، 1981ء -

580 - المراغی ، احمد مصطفی - تفسیر المراغی - الطبعۃ الثانیۃ - بیروت لبنان ، داراحیاء التراث العربی ، 1985ء -

581 - المرداوی ، علاؤ الدین ابوالحسن علی بن سلیمان - الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علی مذہب الامام
المبجل احمد بن حنبل - بیروت ، دار احیاء التراث العربی ، 1376

582 - مرزا ، محمد مظفر - تحریک پاکستان اور آئین پاکستان ۔ لاہور ، غلام علی اینڈ سنز ، (س ن)۔

583 - المرغینانی ، برہان الدین ابوالحسن - الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی ۔ مصر ، 1355ھ ، 1975ء -

584 - المرغینانی ، علی بن ابو بکر - الہدایہ مع الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ۔ ملتان ، مکتبہ شرکت علمیہ ، (س ن)۔

585 - ایضاً - ایضاً - الہدایہ مع المقدمہ ۔ کراچی ، کارخانہ اسلامی کتب ، (س ن)۔

586 - مریم جمیلہ - اسلام ایک نظریہ ایک تحریک / مترجم آباد شاہ پوری ۔ لاہور ، محمد یوسف خاں ، 1965ء ، 1978ء -

587 - مسلم ، ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم - الجامع الصحیح ۔ بیروت ، دارالمعرفہ ، (س ن)۔

588 - ایضاً - ایضاً - صحیح مسلم ومع شرحہ الکامل للنووی ۔ دہلی ، کتب خانہ رشیدیہ ، 1957ء -

589 - مصطفیٰ اعتمادی - شرح معالم الدین ۔ قم ، انتشارات ایران ، 1957ء -

590 - مصطفی ، سباعی ، ڈاکٹر - اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو / مترجم سید شاہ شیرازی ۔ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ ، 1980ء -

591 مظہر الحق ، خان - پردہ اور تعدد ازواج ۔ گوجرانوالہ ، ادارہ علم و ترتیب ، 1957ء -

592 - مظہر الدین ، صدیقی - اسلام کا نظریہ تاریخ ۔ لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1971ء -

593 - معین الدین احمد ، ندوی - تاریخ اسلام ۔ لاہور ، ناشران قرآن ، (س ن) ، نیشنل بک فاؤنڈیشن ، 1948ء -

594 - معین الدین احمد ، شاہ - دین رحمت ۔ کراچی ، مکتبہ عارفین 1969ء ، 1975ء -

595 - معین الدین ، عقیل ، ڈاکٹر - مسلمانوں کی جدوجہد آزادی ۔ لاہور ، مکتبہ تعمیر انسانیت ، 1982ء -

596 - مغنیہ ، محمد جواد - التفسیر الکاشف ۔ بیروت ، دارالعلم للملایین ، 1978ء -

597 - ملک حسین ، اختر ، ڈاکٹر - تعلیم کا فن ۔ لاہور ، الطاف حسین ، مکتبہ عالیہ ، 1979ء -

598 - مناظر احسن ، گیلانی - اسلامی معاشیات ۔ لاہور ، شیخ شوکت علی اینڈ سنز ، 1962ء -

599 ۔مناظر احسن ، سید ۔ پاک و ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ۔۔۔ لاہور ، مکتبہ رحمانیہ ،
بار اول ۔

600 ۔مناظر احسن ، گیلانی ، مولانا ۔ تدوین حدیث ۔۔۔ کراچی ، مکتبہ اسحاقیہ ، ایڈیشن دوئم ء (س ن)۔

601 ۔المناوی ، محمد ۔ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۔۔۔ بیروت ، دارالمعرفہ ، 1972ء ۔

602 ۔المنذری ، زکی الدین ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی ۔ الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف /تحقیق
محمد محی الدین عبدالحمید ۔۔۔ بیروت ، دارالفکر ، 1388ھ ، 1968

603 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ الرام الھمام من کتب مطالب صحیح مسلم ۔۔۔ بھوپال ، مطبع الصدیق ،
1981ء ۔ 1352ھ ، المکتبہ الاثریہ ۔

604 ۔مودودی ، ابوالاعلیٰ ۔ اسلامی تہذیب اور اسکے اصول و مبادی ۔۔۔ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1982ء ۔

605 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ اسلام اور جدید معاشی نظریات ۔۔۔ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1984ء ۔

606 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ اسلام اور ضبط ولادت ۔۔۔ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1978ء ۔

607 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ اسلامی ریاست ۔۔۔ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1962ء ، 1981ء ۔ 1982ء ۔

608 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ اسلام کا نظام تعلیم ۔۔۔ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، بار دوئم ، 1963ء ۔

609 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ اسلامی نظام تعلیم کے نفاذ کی عملی تدابیر ۔۔۔ لاہور ۔

610 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ اسلامی نظام زندگی اور اسکے بنیادی تصورات ۔۔۔ لاہور اسلامک پبلی کیشنز ،
1962ء ، 1978ء ۔

611 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ پردہ ۔۔۔ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1982ء ۔

612 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ پردہ احتیاطی اور شرعی نقطہ نظر سے ۔۔۔ لاہور ، گیلانی الیکٹرک پریس ، 1959ء ۔

613 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ تحریک اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل ۔۔۔ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1982ء ۔

614 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ تحریک آزادی ہند / مترجم خورشید احمد ۔۔۔ لاہور اسلامک پبلی کیشنز ،
1979ء ، 1981ء ۔

615 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ تحریک آزادی ہند اور مسلمان ۔۔۔ لاہور ، اسلامک پبلی کیشنز ، 1979ء ۔

616 ۔ایضاً ۔ ایضاً ۔ تفہیمات ۔۔۔ لاہور ، اعجاز حسن ، ایور نیو پریس ، 1967ء ، 1980ء ۔

617 ۔ مودودی ، ابوالاعلیٰ ۔ تفہیم القرآن ۔۔ لاہور ۔ ادارہ ترجمان القرآن / مکتبہ تعمیر انسانیت ، 1981ء ۔

618 ۔ ایضاً ۔ تنقیحات ۔۔ لاہور ۔ اسلامک پبلی کیشنز ، 1981ء ۔

619 ۔ ایضاً ۔ حقوق الزوجین ۔۔ لاہور ۔ ادارہ ترجمان القرآن ، 1982ء ۔

620 ۔ ایضاً ۔ رسائل و مسائل ۔۔ لاہور ۔ اسلامک پبلی کیشنز ، 1963ء ۔ 1984ء ۔

621 ۔ ایضاً ۔ سیرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔۔ لاہور ۔ اللہ والا پرنٹرز ، اعجاز حسن قریشی ، 1399ھ ، 1979ء ، 1981ء ۔

622 ۔ ایضاً ۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ کے مسائل اور انکا حل / مرتبہ خلیل احمد حامدی ۔۔ لاہور ۔ ادارہ معارف اسلامی ، 1982ء ۔

623 ۔ ایضاً ۔ مسئلہ قومیت ۔۔ لاہور ۔ اسلامک پبلی کیشنز ، 1982ء ۔

624 ۔ ایضاً ۔ مسلمانوں کا ماضی و حال اور مستقبل ۔۔ لاہور ۔ اسلامک پبلی کیشنز ، 1980ء ۔

625 ۔ ایضاً ۔ معاشیات اسلام / مترجم پروفیسر خورشید احمد ۔۔ لاہور ۔ اسلامک پبلی کیشنز ، 1968ء ، 1981ء ۔

626 ۔ ایضاً ۔ مکاتیب / مرتبہ عاصم نعمانی ۔۔ لاہور ۔ اسلامک پبلی کیشنز ، 1971ء ، 1977ء

627 ۔ ناز ، ایس ، ایم ، ڈاکٹر ۔ اسلام میں عورت کی قیادت ۔۔ لاہور ۔ مکتبہ طلبہ ، 1969ء ۔

628 ۔ ناسک ، صلاح الدین ۔ افکار سیاسی (مشرق و مغرب) ۔۔ لاہور ۔ عزیز پبلشرز ، 1970ء ۔

629 ۔ ناصر ، نصیر احمد ۔ اسلامی ثقافت ۔۔ لاہور ۔ فیروز سنز ، 1984ء ۔

630 ۔ ایضاً ۔ حسن انتخاب ۔۔ لاہور ۔ فیروز سنز ، 1984ء ۔

631 ۔ نجم الدین سیوہاروی ، مولانا ۔ رسوم جاہلیت ۔۔ لاہور ۔ دارالاشاعت ، پنجاب ، 1929ء ۔

632 ۔ نذیر احمد ، حافظ ۔ ہماری وراثت اور ہمارے حقوق ۔۔ لاہور ۔ اسلامی اکادمی ، 1402ھ ، 1982ء ۔

633 ۔ نذر محمد ، چودھری ۔ احکام القرآن ۔۔ لاہور ۔ سروس انڈسٹریز لمیٹڈ ، 1983ء ۔

634 ۔ نذیر احمد ، خان ۔ افکار علمی ۔۔ لاہور ۔ فیروز سنز ، 1978ء ۔

635 ۔ نذیر احمد ، ڈپٹی ۔ الحقوق والفرائض ۔۔ لاہور ۔ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ ، اشاعت دوئم ، 1983ء ۔ دہلی ۔ پرنٹنگ پریس ، 1324ھ ۔

636 - نسائی، ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب - سنن النسائی / حاشیہ از شفاء الرحمن کاندھلوی - کراچی، ایچ ایم سعید - 1931ء -

637 - النسفی، ابو البرکات عبداللہ بن احمد - تفسیر القرآن الجلیل مدارک التنزیل و حقائق التاویل - لاہور، المکتبۃ العلمیہ، 1976ء -

638 - ایضاً - ایضاً - تفسیر النسفی - بیروت، دارالکتاب العربیہ، (س ن) - لاہور، خان حمید الحق قدوسی، المکتبۃ العلمیہ، الطبعۃ الاولی -

639 - نظامی، خلیق احمد - سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات - دہلی، ادارہ ادبیات، 1981ء -

640 - نعمانی، عبدالرشید - لغات القرآن - طبع اول - دہلی، جید برقی پریس، (س ن) -

641 - نعمانی، محمد منظور - قرآن آپ سے کیا کہتا ہے - کراچی، مطبوعات اسلام، 1982ء -

642 - نورالدین جہانگیر - تزک جہانگیری - لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، 1976ء -

643 - النووی، محی الدین ابو زکریا یحیٰی بن شرف - تہذیب الاسماء واللغات - بیروت، دارالکتب العلمیہ، (س ن) -

644 - ایضاً - ایضاً - ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین - لاہور، اسلامی اکادمی، 1404ھ، 1984ء

645 - ایضاً - ایضاً - صحیح مسلم شرح النووی - بیروت، دارالفکر، 1392ھ، 1972ء -

646 - نیاز احمد، حکیم - لا تو دی فی طاقتہ کشف الغمہ عن عوام الامہ - کراچی، مشکور اکیڈیمی، طبع اول -

647 - نیاز فتح پوری، علامہ - صحابیات - لاہور، جوہری محمد اقبال سلیم گاہندری، نفیس اکیڈیمی 1982ء
1983ء - کراچی، ادارہ تصنیف، 1956ء -

648 - الواحدی، ابوالحسن علی بن احمد - تفسیر الواحدی التفسیر المنیر لمعالم التنزیل - بیروت، دارالفکر،
1398ھ، 1978ء -

649 - الواقدی، محمد بن سعد - طبقات کبیر / مترجم عبداللہ العمادی - دکن، حیدر آباد، الطبع شاہیہ،
1363ھ، 1353ھ، 1944ء -

650 - وحید الدین، سید - روزگار فقیر - لاہور، امجد اکیڈیمی، (س ن) -

651 - وحید الزمان خان - سوشلزم اور اسلام - لاہور، المکتبۃ الاشرفیہ، 1985ء -

652 - ایضاً - ایضاً - صحیح مسلم مع مختصر شرح نووی - لاہور، خالد احسان پبلشرز، (س ن) -

653 - ایضاً - ایضاً - شرح وقایہ (اردو) - لاہور، قانونی کتب خانہ، (س ن) -

654- ولی الدین، میر- **قرآن اور تعمیر سیرت** ۔ لاہور، پروگریسیو بکس، (س ن) ۔ دہلی، ندوۃ المصنفین، 1952ء ۔

655- وید بھوش، ناصر الدین عبداللہ- **وید مقدس اور قرآن کریم** ۔ بنارس، سلیمانی پریس گھاٹ، (س ن) ۔

656- الہاشمی، حبیب احمد- **فقہ اسلامی** ۔ کراچی، مشہور پریس، 1979ء ۔

657- ہاشمی، حبیب اللہ، میرزا- **شرح نہج البلاغہ** ۔ تہران، مکتبہ الاسلامیہ، 1398ھ ۔

658- ہاشمی، محمد متین، مولانا- **اسلامی حدود** ۔ لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، (س ن) ۔

659- ایضاً- ایضاً- ایضاً- **اسلامی نظام عدل کا نفاذ و مشکلات اور ان کا حل** ۔ لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، (س ن) ۔

660- ایضاً- ایضاً- ایضاً- **رشوت** ۔ لاہور، مکتبہ خلیل، 1985ء، سنگ میل پبلی کیشنز، 989

661- ہاشمی، محمد یوسف- **مسلمانوں کے حقوق انگریز کا راج** ۔ لاہور، ادارہ اسلامیات، 1983ء ۔

662- الہیثمی، علی بن ابو بکر- **مجمع الزوائد و منبع الفوائد** ۔ بیروت، مکتبہ المعارف، 1986ء ۔

663- الہندی، سید امیر علی- **مرکز المراۃ فی الاسلام** ۔ طبع لمطبعۃ، الیاس پور، (س ن) ۔

664- الیعقوبی، احمد بن ابو یعقوب- **تاریخ الیعقوبی** ۔ قم، موسسہ و نشر، فرہنگ اہل بیت، (س ن) ۔

665- بو، فرانسیس، موسیو سید- **تاریخ عرب** / مترجم خان عبدالغفور ۔ کراچی، احمدیہ پرنٹرز، ناشر طارق اقبال چودھری، 1986ء ۔

666- یوسف حسین خان، ڈاکٹر- **روح اقبال** ۔ حیدرآباد، دکن، رزاقی مشن پریس، 1944ء ۔

667- یوسف، صلاح الدین- **خلافت و ملوکیت کی تاریخی و شرعی حیثیت** ۔ لاہور، نعمانی کتب خانہ، 1985ء

668- یوسف القرضاوی- **اسلام میں حلال و حرام** / مترجم شمس پیرزادہ ۔ لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، 1980ء

669- ایضاً- ایضاً- **الحلال والحرام فی الاسلام** ۔ لبنان، دار القرآن الکریم، امانۃ للطبعۃ و نشر طوبیہ، 1978ء ۔

670- یوسف کاندھلوی، محمد- **حیاۃ الصحابہ** ۔ بیروت، دار المعرفۃ، (س ن) ۔

671- یاقوت، **معجم الادباء** ۔ بیروت، دار احیاء التراث العربی، (س ن) ۔

1- 672- ادب القاضی / مترجم محمود احمد غازی ۔۔ اسلام آباد، ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1403ھ، 1983ء۔

2- 673- اسلامی تہذیب و ثقافت / مرتبہ عطش درانی ۔۔ لاہور، شاخ زریں، 1986ء۔

3- 674- تیسیر الباری صحیح البخاری / مترجم علامہ وحید الزمان ۔۔ لاہور، امجد اکیڈیمی، (س ن)۔

4- 675- جمہوریہ پاکستان الاسلامیہ / مترجم قاسم محمد تقی ۔۔ اسلام آباد، الباکستان حکومۃ، المطبوعات وزارۃ الاعلام والا ذاعۃ، 1972ء، 1986ء۔

5- 676- طبقات ابن سعد / مترجم راغب اصفہانی ۔۔ لاہور، نفیس اکیڈیمی، 1972ء۔

6- 677- کتاب الفقہ / مترجم منظور احسن عباسی ۔۔ اسلام آباد، زاہد ملک خورشید پرنٹرز، 1979ء۔

7- 678- کمالین مترجم جلالین (اردو) / مترجم محمد نعیم ۔۔ بمبئی، ادارہ تھانوی، دیوبند، 1981ء۔

8- 679- قاموس الیاس عصری / الیاس انطون الیاس و ادوار ا۔ الیاس ۔۔ بیروت، دارالجیل، 1981ء۔

9- 680- مسلمان عورت ۔۔ لاہور، خانہ فرہنگ اسلامی جمہوری ایران، 1985ء۔

10- 681- مقالات شام ہمدرد، 1965ء، 1966ء / مرتبہ حکیم محمد سعید ۔۔ کراچی، ہمدرد اکیڈیمی، 1980

1- 682- مقالات مذاکرہ ملی تعلیمات نبوی تیسری ہمدرد سیرت کانفرنس ۔۔ لاہور، ہمدرد فاؤنڈیشن، 1404ھ

دائرہ ہائے معارف و لغات

1- 683- تاج العروس من جواہر القاموس / از سید محمد مرتضیٰ حسینی الزبیدی ۔۔ بیروت، منشورات دار مکتبۃ الحیات، (س ن)۔

2- 684- دائرہ المعارف اسلامیہ ۔۔ لاہور، دانشگاہ پنجاب، 1971ء۔

3- 685- طبقات النحویین واللغویین / تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم ۔۔ الطبعۃ الثانیۃ ۔۔ القاہرہ، دارالمعارف، 1984ء۔

4- 686- نزہات المجد فی الادب والعلوم والا علوم ۔۔ فی طبقات الثقات / ابراہیم القطان ۔۔ مانگلہ عل، المکتبۃ الاثریۃ، (س ن)۔

5- 687- فرہنگ لغات قرآن / عباس شوشتری ۔۔ تہران، انتشارات دریا، (س ن)۔

6- 688- القاموس العصری الحدید، انگلیزی ۔۔ عربی ۔۔ الطبعۃ الثالثۃ ۔۔ بیروت، دارالمعرفۃ، 1978ء۔

7- 689- کتاب مقدس پرانا اور نیا عہد نامہ ۔۔ لاہور، بائبل سوسائٹی، 1985ء۔

8- 690- معجم مفردات الالفاظ القرآن / مدیر ندیم مرعشلی ۔۔ بغداد، مکتبہ مرتضویہ، (س ن)۔

691 - المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث النبوی / ونسنک، ا ـ ی ـ لیدن: مکتبۃ بریل، 1937ء ـ

1 - 692 - معجم مقاییس اللغۃ / ابن فارس ـ الطبعۃ الثالثۃ ـ شرکۃ مصطفی البابی الحلبی واولادہ، (س ن) ـ

1 - 693 - المعجم الوسیط / مرتبہ ابراہیم انیس، وغیرہ ـ بیروت: دارالفکر، (س ن) ـ

12 - 694 - مفردات الفاظ القرآن بالتفسیر وادبی قرآن / حسین بن محمد، راغب اصفہانی ـ تہران: انتشارات مرتضوی، (س ن) ـ

13 - 695 - مقاییس اللغۃ / مرتبہ ابن زکریا، ابوالحسین احمد بن فارس / تحقیق عبدالسلام محمد ہارون ـ قم: دارالکتب العلمیہ، (س ن) ـ

14 - 696 - المنجد (عربی اردو) ـ کراچی: دارالاشاعت، (1975) ـ

15 - 697 - المنجد فی اللغۃ والاعلام ـ بیروت: دارالمشرق / المکتبۃ الشرقیہ ساحۃ النجمۃ، 1975ء - 1986ء

جرائد و رسائل

1 - 698 - اخبار خواتین ـ کراچی: جلد 1، شمارہ 14، مئی 1966ء، 105، کورٹ روڈ، کراچی ـ
اختتامی رپورٹ ـ خواتین کمیشن کی رپورٹ / محترمہ ستار فاطمہ، 1985ء ـ

2 - 699 - اردو ڈائجسٹ ـ ماہنامہ، 1969ء، مقام اشاعت 21، ایکڑا سکیم، سمن آباد، لاہور-25 ـ

3 - 700 - ثانی ـ کراچی: 30، اگست 1948ء ـ

4 - 701 - روزنامہ مشرق / ایڈیٹر اقبال زبیری ـ لاہور: 9 اکتوبر، 1969ء، لاہور مشرق پریس، نسبت روڈ، لاہور
روزنامہ نوائے وقت، 2 مارچ، 1983ء ـ

5 - 702 - قومی ڈائجسٹ / مدیر مسئول مجیب الرحمن شامی ـ لاہور: قومی پبلشرز، جنوری، فروری، 1985ء ـ
ماہنامہ بتول / اسعد گیلانی مسید، اکتوبر 1982ء ـ

6 - 703 - ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ، انبیائے کرام نمبر ـ لاہور: ریواز گارڈن، 19[illegible]ء ـ

7 - 704 - ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ، رسول نمبر / مدیر عدنان غازی ـ لاہور: امجد رؤف خان ـ

8 - 705 - ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ، قرآن نمبر / مدیر خورشید عالم ـ کراچی: ادارہ معارف اسلامی، 1984ء ـ

9 - 706 - ماہنامہ عفت ـ لاہور: ادارہ خواتین، اچھرہ، جنوری، فروری، 1960ء ـ

1- 707 - <u>مجلہ علمی المعارف</u> / مدیر سراج منیر ۔ المعارف خصوصی شمارہ نمبر 2 ۔ لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، اپریل ، مئی ، 1985ء -

1- 708 - <u>المعارف</u> ۔ لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، 1967ء ، 1977ء ، 1982ء ، 1985ء ، 1988ء -

12- 709 - <u>المعارف</u> / مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی / اردو ترجمہ حافظ مجیب اللہ ندوی ۔ اعظم گڑھ ، معارف پریس ، 1951ء -

13- 710 - <u>منہاج حیثیت نسواں نمبر</u> ، 1984ء ، مدیر سید متین ہاشمی ، ڈائریکٹر ریسرچ اینڈ ایڈوائزر ، دیال سنگھ لائبریری ، لاہور -

14- 711 - <u>ہفت روزہ اخبار جہاں</u> ، پوسٹ بکس نمبر 52 ، کراچی -

قـــــرآن

1- 712 - <u>قرآن ، القرآن الحکیم</u> ۔ بیروت ، دار الندوہ الاسلامیہ ، 1980ء -

2- 713 - <u>قرآن ، القرآن الحکیم</u> / ترجمہ از شاہ عبدالقادر ۔ لاہور ، کراچی ، (س ن) -

3- 714 - <u>قرآن ، القرآن الحکیم</u> / ترجمہ شاہ رفیع الدین ۔ لاہور ، تاج کمپنی ، (س ن) -

4- 715 - <u>قرآن ، القرآن الحکیم</u> / ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی / از سید ابوالاعلیٰ مودودی ۔ لاہور ، ادارہ ترجمان القرآن ، 1982ء -

مقالہ

1- 716 - <u>الحدود والتعزیرات الشرعیہ</u> (مقالہ پی ، ایچ ، ڈی) پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ قاضی ، بہاولپور جامعہ اسلامیہ ، 1985ء -

1. Abdul Ghafoor, Chaudhri. Some Aspects of Islamic Education.- Lahore. Universal Books, 1982.

2. Abdul Hakim Khalifa. Islam and Communism.- Lahore. M. Ashraf Dar, Institute of Islamic Culture, 1975.

3. Abdul Rouf, Dr. Renaissance of Islamic Culture and Civilization in Pakistan.- Lahore. Sh. M. Ashraf, 1965.

4. Abdul Rouf, Latif. Islamic Cultural Studies.- Lahore. Sh. M. Ashraf, Institute of Islamic Culture, 1953.

5. Abul.Ala, Maududi. Human Rights in Islam.- London. Islamic Foundations, 1976.

6. -Ibid- Islamic Law and Constitution.- Lahore. Islamic Publications, Ltd., 1980.

7. Afzal Iqbal. Culture of Islam.- Lahore. Ashraf Darr, Institute of Islamic Culture, 1967.

8. Afzal-ur-Rehman. Muhammad the Educator of Mankind.- London. The Muslim Schools Trust, 1980.

9. -Ibid- The Role of Muslim Woman in Society.- London. British Library Cataloging in Publications, 1986.

10. [illegible], Syed. [illegible] Law.- [illegible], [illegible].

11. -Ibid- -Ibid- S[illegible]cial Struc[illegible].- Karachi, Publishing House, 1982

12. -Ibid- The sprit of Islam.- London. Reprinted, 1967.

13. Anwar Iqbal, Cureshi. The Economic and Social System of Islam.- Lahore. Islamic Book Service, 1975, 1979.

14. Asad, M. Islam at the Cross road.- London. Kegam Paul. T.T. & Co. Ltd., 1923.

15. Asghar Ali, Engineer. The Islamic State.- Lahore. Vikas Publishing House, Pvt. Ltd. 1980.

16. Azizah-Al-Hibri. Women and Islam.- New York, (Oxford) Printed in Great Britain, 1982.

17. B. Aisha, Lemu-Fatima. Haeren. Women in Islam.- London. Islamic Council of Europe, 1398 A.H. 1978.

18. Barbara, Sinclair Deckard. The Women's Movement Political Socio Economic and Psychological Issues.- San Fransisco,19

19. Boutes. Women in Islamic Societies.- London. Great Britain Curzan Press, 1983.

20. Brigadier. S.K. Malik. The Quranic Concept of War.- Lahore. Wajid Ali's, 1979.

21. Caroline Bird. What Women Want.- Amercan National Commission, 1977.

22. Carol, Smart. Women Crime and Criminalogy.- Routledg & Kegan Paul,London, 1976.

23. -Ibid- Women in Muslim History.- London, Longman Group, 1980.

24. Charis Waddy. Women in Muslim History.- London. & N.Y. Longmen Group, Ltd., 1980.

25. Charless Hamilton. Hedaya.- Lahore. Almacca Press, 1975.

26. David Finkelhor. Sexually Victimised Children.- London, Curzan Press, 1983.

27. Denis Maceoin. Ahmed-al-Shahi.- Islam in the Modern World.- London. Cambridge Croom Helm, 1983.

28. Edward Gibbon. The History of the Decline and Fall of the Roman Empire.- Penguin Books in Association with Chatto & Windus,1960. /9.

29. Erika, Bourguignon and Contributors. A world of Women.- Praeger Scientific A.J.F. Bergin Publishers Book, 1980.

30. F.B. Tyabji. Mohammadan Law.- Bombay, N.M. Tripathi & Co., 1940.

31. Ferdinand Lundberg and Marynia F. Farnham. Modern Women or the Lost Sex.- Harper and Brother, Publishers, New York, London, 1947.

32. Fida Hussain, Malik. Muslim Women.-London, Croom Helm, 1984.

33. -Ibid- Wives of the Prophet (Peace be upon him).- Lahore. Sh. Mohammad Ashraf, 1961, 1980.

34. George. E. Firk. A short History of the Middle East. From the Rise of Islam.- London. Methuen & Co. Ltd., 1959.

35. Gregory Grossman. Economic Systems.-2nd Edition,Printed in USA.

36. Hansen, J.L. Dictionary of Economic and Commerce.- 5th Edition. E. Macdonald & Evans. Printed in Great Britain by the Bath Press, Avon.

37. Iram Bloch, Dr. Sexual Life in England.- Land Scott. Congibooks Advision.

38. James C. Coleman: Abnormal Psychology and Modern Life. London, 1980.

39. Jennings, Sir, Ivor: Approach to Self Government. London, Oxfor. 1975.

40. Joseph, Grant. Women in Muslim Rural Society (Status and role in Family).- New Brunswick, New Jersey.

41. Joseph. J. Senna and Larry. J. Siegel. M.D. Introduction to Criminal Justi New York, Macminllan, 1980.

42. Jottn. Nicholson. "Men and Women", How Different Are They.- Oxford,N.Y. Oxford University Press, 1984.

43. Justice Aftab Hussain,Dr. Status of Women in Islam.- Lahore. Law Publishing Co., 1987.

44. Kisswar Barbara. The Women's Movement Political Social Cenomic and Psychological.- New York. Harper and Row Publishers,198

45. K.J. Newmen. Essays on the Constituion of Pakistan.-Dacca. Pakistan Co-operative Book Society Ltd., 1980. Lahore.

46. Khawar Mumtaz and Farida Shaheed. Women in Pakistan, two steps forward one step back.- Lahore. Vanguard Pros, Pvt. Ltd., 1987.

47. Kingstey Veris. Sexual Behavior.- New York. Dell Publishing Co. Inc. London. W.B. Sand. Co., 1949.

48. Kirsten Amundsen. Silent Majority.- New York. Dell publishing Co., 1970.

49. Lee. H. Bowker. Women and Crime in America.- New York, 1975.

50. Lois Beck and Nikki-Keddie. Women in Muslim Society.-London. Harvard University Press, Cambridge, 1979 .

51. -Ibid- -Ibid- Women in the Muslim world.- London. Harvard University Press, Cambridge, 1979.

52. Maryum Jamila. Islam in Theory and Practice.- Lahore, Mohammad Yousaf Khan, Ist Edition, 1967.

53. Maxine Rodinson. Islam and Captilism/translated by Brian Peace.- New York. Publishing in Penguin, 1977.

54. Merlin Stone. Ancient Mirrors of Womanhood.- Boston, Beacon Press, 1984.

55. Michael Loewe. Chinese Ideas of Life and death .- London. George Allen and Unwin Publish Ltd. 198?.

56. Michael Loewe. Chinese Ideas of Life and Death.- London. George Allen & Unwin Publishers, Ltd. 1982.

57 Mirza M. Hussain. Islam and Socialism.- Lahore. Mohammad Ashraf.

58. Mohammad Hussain, Mirza. Islam and Socialism.-Lahore. Mohammad Ashraf, 1947.

59. Mohammad Mazhar-ud-din Siddiqui. Women in Islam.- Lahore. M. Ashraf Darr, 1978. 1982.

60. Mussarat Saeed. Dowry as a Social Problem.- Lahore. The Punjab University, 1961.

61. Naila Minai. Women in Muslim Tradition and Transistion in the Middle East. D.C. Three Continents Press, 1979.

62. Nasra M. Shah. Pakistani Women. - Islamabad. Institute of Development Economics, 1986.

63. N.J. Coulson. Conflicts and Tension in Islamic Juris-prudence.- London. University of Chicago Press. 1969.

64. Parveen Shaukat Ali. Human Rights in Islam.- Lahore. Aziz Publishers, 1980

65. -Ibid- Legal Status of women in the third world. - Lahore. Aziz Publishers, 1979.

66. Patriciacaplan & Janet N. Bujra. Women United, Women Divided.- London. Tavistock Publications Ltd. 1978.

67. Paul. B. Horton, Geraled R. Resile. The Socialogy of Social Problem.- New Jersey, Horton, P.B. 1970.

68. Philips, O, Hood.- Reform of the Constitution.- London, 1970.

69. Phyllis Andors. The Unfinished Liberation of Chinese Women 1949 to 1980.- United States in 1983, Indiana University Pre 198

70. Praeger. A World of Women.- U.S.A. Praeger Publishers, New York, 1980.

71. Pick. Thal Marmaduke. Islamic Culture.- Lahore. Ferozsons Ltd.

72. P.K. Wilson, Anglo. Mohammadan Law.- London, 1970.

73. Ram Bajva, Malik. Women in Islam.- India. Institute of Indomiddle.

74. Robert L. Gulick. J.R. Muhammad the Educator.- Lahore. The Institute of Islamic Culture, 1953.

75. Richard Grunberger. A Social History of the Third Reich.- New York, 1960.

76. Richard Lewin Sohn. M.D. A History of Sexual Customs.- N.York. Premier Books, 1964.

77. Sabeeha Hafeez. The Metropolitan Women in Pakistan Studies.- Karachi. Royal Book Co., 1981.

78. Shacht, Joseph. The Introduction to Islamic Law.- Oxford Press, 1964.

79. Sh. Abdul Rouf. Muslim Way of Life.- Lahore. Islamic Book Foundation, 1980.

80. S. F. Mahmood. A Short History of Islam.- London. Oxford University, 1960.

81. Susan P. Joekes. Women in the World Economy, An Instraw Study.- New York. Oxford University Press, 1987.

82. S.M. Yousaf. Islamic Culture.- Lahore. Institute of Islamic Culture, 1978.

83. Scarman, Sir, Leslie. English Law.- London. The New Dimension, Stevens & Sons, 1974.

84. Tatyana Mamonova. Women and Russia.- First Published in Great Britain, 1984.

85. Urmila, Phadnis Indira Malani. Women of the World Illusion and Reality.- Indira Malani, 1978.

86. Viola, Klein. Ph.D. The Feminine Character.- London. Kegan Paul Trencho Trubner and Co., Ltd., Broadway House. 1946.

87. W. Montogomery Watt. Islam and the Integration of Society.-London. Rotledg and Kegam Paud Ltd. 1961.

88. WIEBKE. Walther. Women in Islam.- London. Abner Schram Montchair-Georgeprio 1981.

NAMES OF ENCYCLOPAEDIAS/DICTIONARIES.

89. Encyclopaedia Americana.-Edited by Encyclopaedia Americana Ist Ed New York., Chicago, Washington, 1829. Dambury Grolier Incorporated, 1982.

90. Encyclopaedia Britannica.-Washington, New York, Chicago, 1829, 1950. 1981.

91. Encyclopadia of Crime and Justice.- New York. The Free Press, 1983.

92. Encyclopaedia of Islam.- 3rd Edition.- London, 1927, 1936, 1950.

93. Encyclopaedia of Religion.-Editor in Chief Mircea, Eliada New York, Collier Macmillan Publishing Company, London, 1987.

94. Encyclopaedia of Religion and Ethics.-Edited James Hastings, New York, Second Edition, New York, 1930,1937.

95. Encyclopaedia of the Social Sciences-Edited by Luzec & Co., Russell Street, London, 1927. Edited in Chief Edwin, R.A. Soligman, New York, the Macmillan Company, 1950.

96. Standred Jewish Encyclopaedia/Edited CECIL. Roth, W.M. all E. London, 195

98. Websters New Twentith Century Dictionary of the English Language/Edited by Noah Webster-2nd Edition.-New York, Simon and Schuster, 1979.

99. William Edward Lane Arabic English Lexicon.- Lahore. Islamic Book Centre, 1982.

100. Amam News. Rose Nama Ageo.- Karachi, 26-April, 1984. 27-April, 1985.

101. Midweek Magzine.- Fth February, 1986.

102. News Week.- 16-April, 1984.

103. The London Times, 27-June, 1983, 23-August, 1983.

104. Ikhtelafi Report, by Mohterma Nisar Fatima, Report of Womens Commissions, 1983.

اشاریہ

- الف -

- ظ -

- ع -

عدت ۔

عورت ۔

ا اتیتموھن اجورھن ، ، ، سورہ المائدہ : 5 ، ص 289 -
ص 376 -
ا احدکم حینا الوصیہ ، سورہ المائدہ : 106 ، ص 78 -
ا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم
کاتب بالعدل ، سورہ البقرہ : 282 ،
ص 556 -
ذا حضرا احدکم الموت ، سورہ المائدہ : 106 ، ص 73 -
ذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن ، سورہ الطلاق : 1 -
ص 411 ، 735 -
ذا نکحتم المومنات تعتدونھا ، ، احزاب : 49 ، ص 740 -
سکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ، سورہ الطلاق : 6 -
ص 91 -
سکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا
علیھن ، وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن
حتی یضعن حملھن ، سورہ الطلاق : 6 ،
ص 400 - ص 412 - 440 -
اقیموا الشھادۃ للہ ، سورہ الطلاق : 2 ، ص 553 -
التی اتیت اجورھن ، سورہ احزاب : 50 ، ص 376 -
امسک علیک زوجک واتق اللہ ، سورہ الاحزاب : 37 ، ص 413 -
ان اتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیاء ، سورہ النساء :
20 ، ص 382 -
ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول ، ، قولا معروفا ، ص 689 -
ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اساتم فلھا ، سورہ بنی
اسرائیل : 7 ، ص 39 -
ان ادوا الی عباد اللہ انی لکم رسول امین ، سورہ الدخان :
18 ، ص 80 -
ان الذین جاء و بالافک عصبۃ منکم لا تحسبوہ شرالکم ، ، ،
یعلم وانتم لا تعلمون ، سورہ النور : 11 - 19 ،
ص 341 -
ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ ، ، والاخرۃ ، ص 686 -
ان الذین یرمون المحصنت الغفلت المومنت ، ، ، ھو الحق
المبین ، سورہ النور : 23 ، ص 342 -
ان الذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء ،
سورہ النور : 4 ، ص 487 -
ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ، ، تذکرون نحل ، 90 ،
ص 723 -

ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات ، ، ،
سورہ الاحزاب : 35 ، ص 30 - 31 ،
350 - 351 -
ان المصدقین والمصدقات واقرضوا اللہ قرضاً حسنا ،
سورہ الحدید : 57 ، ص 457 -
انما جزوا الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض ،
فساداً ، سورہ المائدہ : 33 ، ص 78 - 505
ان یامرکم ان تودوا الامانات الا ، ، ان تحکموا بالعدل ، 579
انہ لا یحب المعتدین ، ، ولا تفسدوا فی الارض ، ،
سورہ الاعراف : 54 ، 55 ، ص 505 -
انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی بعضکم من
بعض فالذین ھاجروا ،
سورہ آل عمران : 195 ، ص 28 -
انی خالق بشراً من صلصال من حماء مسنون فاذا
سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعوا لہ
سجدین ، ، ، وان علیک اللعنۃ الی یوم
الدین ، سورہ الحجر : 28 - 32 -
ص 284 -
اولم یروا انا خلقنا لھم مما عملت ایدینا انعاماً فھم لھا
مالکون ، سورہ یسین : 71 ، ص 454 -
او ماملکت ایمانکم ، ذلک ادنی الاتعولوا ،
سورہ النساء : 3 ، ص 283 -
تبتغی مرضات ازواجک ، سورہ التحریم : 1 ، ص 106 -
ترکَ خیرَۨ الوصیہ ، سورہ البقرہ : 180 ، ص 102 -
تلک حدود اللہ فلا تقربوھا ، سورہ البقرہ : 187 ،
ص 462 -
تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا و من یتعد حدود اللہ ،
سورہ البقرہ : 229 ، ص 463 -
تلک حدود اللہ وللکافرین عذاب الیم ، سورہ المجادلہ : 4 ،
ص 463 -
تلک حدود اللہ و من یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ ،
سورہ الطلاق : 1 ، ص 463 -

...طنا ما فرضنا عليهم في ازواجهم وما ملكت ايمانهم ،

سورة الاحزاب : 50 ، ص 380 -

... للمومنين يغضوا من ابصارهم و يحفظوا فروجهم ،

سورة النور : 30 ، ص 335 - 686 - 687 - 698

...ب عليكم اذا حضر احدكم الموت ان ترك خيرا الوصية للوالدين والاقربين ،

سورة النساء: 11 ، ص 98 - 747 -

...تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل ، سورة النساء : 29 ،

...تجسسوا ، سورة الحجرات : 12 ، ص 352 -

...تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن ، سورة الطلاق : 1 ،

ص 414 - 739 -

...تدخلوا بيوتاً غير بيوتكم حتى تستانسوا ، سورة النور : 27 ، ص 351

...تلقوا بايديكم الى التهلكة ، ص 278 -

...جناح عليكم ، على الموسع قدره و على المقتر قدره ،

سورة البقرة : 236 ، ص 410 -

...يجر منكم شنان قوم ، ، ، اقرب للتقوى ، سورة النساء: 19 ، 283 - 432

...يحل لكم ان ترثوا النساء كرها ، سورة النساء: 283 ، 432 -

...ست عليهم بمصيطر ، ، سورة الغاشية : 22 ، ص 492 -

...قد خلقنا الانسان في احسن تقويم ، سورة التين ، 4 ،

ص 284 -

...قد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة ، سورة الاحزاب: 21 ،

ص 300 -

للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن ،

سورة النساء : 32 ، ص 447 -

للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون ، سورة النساء: 7 ،

ص 98 - 453 - 745 -

للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصيب

مما ترك ، ، سورة النساء: 7 ، ص 449 - 745 -

للذكر مثل حظ الانثيين ، سورة النساء : 11 ، ص 537 -

للذين يولون من نساءهم تربص اربعة اشهر ، سورة البقرة:

226 ، ص 431 - 741 -

لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون ، ، سورة آل عمران : 92 ،

ص 456 -

لينفق ذو سعة من سعته و من قدر عليه رزقه ينفق مما

اتاه الله ، سورة الطلاق : 7 ، ص 90 -

من حيث سكنتم من وجدكم ، سورة الطلاق : 6 ،

ص 91 -

من عمل سيئة فلا يجزى الا مثلها ، ومن عمل صالحاً من

او انثى ، سورة المومن : 40 ، ص 38 -

من عمل صالحاً من ذكر او انثى وهو مومن فلنحيينه ،

سورة النحل ، 97 ، ص 25 -

من عمل صالحاً فلنفسه ومن اساء فعليها ، سورة حم السجدة ، 46 ص

من قتل نفسا بغير نفس او فساداً في الارض ، سورة المائدة: 32 ص 44

واتوا النساء صدقتهن نحلة ، سورة النساء : 4 ،

ص 95 ، 290 ، 377 - 723 -

واتوهن اجورهن بالمعروف ، سورة النساء : 25 ،

ص 96 ، 298 ، 376 -

واحل لكم ما وراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم محصنين غير

مسفحين ، سورة النساء: 24 ،

ص 93 ، 359 ، 373 - 375 - 382 -

واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسود وهو كظيم

يتوارى ، سورة النحل : 58 - 59 -

ص 13 ، 320 -

واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسود كظيم ،

سورة النحل ، 58 ص 349 -

واذا بشر احدهم بما ضرب للرحمن مثلا ظل وجهه مسوداً

وهو كظيم ، سورة الزخرف: 17 ، ص 13 -

واذا سالتموهن ، ، وراء الحجاب ، ، احزاب ، 53 ، ص 744

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او

سرحوهن بمعروف ولا تمسكوهن ضراراً لتعتدوا

ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه ، سورة البقرة :

231 ، ص 414 -

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن

سورة البقرة : 232 ، ص 414 -

واذا الموءدة سئلت باى ذنب قتلت ، سورة التكوير : 8 -

ص 11 ، 348 -

ان لهذا الراكب ان ينزل ، ص 216 ـ (فث نوث)

ديه المراه فانهم اتفقوا على انها على النصف من ديه
الرجل في النفس فقط ، ص 545 ،
(فث نوث)

المؤيد زينب استاذه المورخ الشيو ابن خلطان قال
عنها انها كانت عالمه و ادركت جماعه من
اعيان العلماء و اخذت عنهم روايه اجازه ،
ص162 ـ

الظر في احكام العدد حتى يغضن حلهن ، ص436 ، فث نوث ـ

ه بنت ابى العاص على عاتقه فصلى فاذا ركع وضعها
واذا رفع رفعها ، ص 112 ـ

ه بنت الحارث ، ، ، ، من ربات الفصاحه والبلاغه
والرى ، والعقل ، ص 133 ـ (فث نوث)

ه بنت حمزه بن عبدالمطلب الهاشميه ، ، ، من
حديث البراء فذكر في قصه عمره القضاء
فلما خرجوا تبعتهم بنت حمزه تنادى يا ابن
عم ، فقال على لفاطمه دونك ابنه عم ابيك
فاختصم فيها على و جعفر و زيد بن حارثه ، ،
، ، فقال على لفاطمه دونك ابنه عم ابيك ،
ص 114 ـ

ه بنت حمزه بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبدالمناف
بن قصى و امها سلمى بنت عميس بن سعد بن
تيم بن مالك بن قحافه بن خثعم و امامه
التى اختصم فيها على و جعفر ابى طالب بن
عبدالمطلب بن زيد بن حارثه ، ص 112
(فث نوث)

ه بنت حمزه بن عبدالمطلب و امها سلمى بنت عميس
وهى التى اختصم فيها على و جعفر و زيد
رضى الله تعالى عنهم ، ، ، هل جزيت سلمه
لان سلمه هو الذى زوج ام سلمه من رسول
الله و سماها ، ص 322 ـ فث ن ث ـ

ايمن احد وكانت تسقى الماء و تداوى الجرحى و شهدت
خيبر ، ص 147 ، (فث نوث)

ايمن احد وكانت تسقى الماء و تداوى الجرحى و
شهدت ، ص 147 ، فث نوث ـ

ام حكيم بنت الحارث ، ، ، ، زوج عكرمه بن ابى جهل
قال ابو عمر : حضرت يوم احد وهى كافره
ثم اسلمت في الفتح وكان زوجها فر الى اليمن
فتوجهت اليه باذن النبى صلى الله عليه وسلم ،
، ، فحضر معها و اسلم ، ص 135 ، 136 ،
(فث نوث)

امراه تمشى و سط الطريق فيامرها با عطاء الطريق
حقه وان توسعه للرجال ، ، ، فتقول الطريق
واسع و بادب النبوة الذى علمه اياه ربه
يقول لاصحابه ، ص 124 ، (فث نوث)

الام رجلها فان الجنة تحت اقدامها يعنى الوالده ،
ص 104 ـ

امسك عليك زوجك و اتق الله ، ص410 ـ 413 ـ

ام سلمه الانصاريه هى اسماء بنت يزيد بن السكن
شهدت اليرموک وقتلت يومئذ تسعه من
الروم بعمود فسطاطها ، ص 245 ،
(فث نوث)

ام سليط من الانصار ممن بايع رسول الله صلى الله
عليه وسلم ، قال عمر رضى الله تعالى عنه
فانها كانت تزفر لنا القرب يوم احد ،
ص 238 ـ

ام سليم وكانت تغز و مع رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم ، ، ، وان ام سليم اتخذت
خنجراً يوم حنين ، ، ، بقرت به بطنه
و منها قصيها المخرجه في الصحيح ،
وشهدت قبل ذلک اليوم احد تسقى
العطشى تداوى الجرحى ، ص 142 ـ 146 ـ

ام عطيه غزوت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ،
سبع غزوات اخلفهم في رحالهم ، ، ،
و اقوام على المرضى ، ص 143 ـ

ام عطيه في اهل البصره وكانت من كبار نساء الصحابه
وكانت تغسل الموتى و تغزو مع رسول الله
صلى الله عليه وسلم ، ص 143 ، فث نوث ـ

عيسى بنت ابراهيم بن اسحاق الحربي عالمة فاضلة
ذات دين و صلاح فكانت تفتي في الفقه ،
ص 262 ، تث نوث ـ
هانى بنت ابى طالب انها اجارت رجلا من المشركين يوم
الفتح فاتت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت
له ذلك فقال قد اجرنا من اجرت و امنا
من امنت ، ص 118 ، تث نوث ـ
ن اباها زوجها فكرهت ذلك نكاحها ، ص 119 ، تث نوث ـ
ن ابى زوجنى ابن اخيه يرفع بي خسيسة ، ص 120 ـ
ن دية المراة نصف دية الرجل وقال الاصم و ابن علية
ديتها مثل دية الرجل ، ، ، ، و دية
مسلمة الى اهله و اجمعوا ان هذه الاية
دخل فيها حكم الرجل والمراة فوجب
الحكم ان يكون الحكم فيها ثابتا بالسويه
والله اعلم ، 532 ـ
ن دية المومنة ... من دية المومن ، ص 543 ـ
ن الحبشة كانوا يلعبون عند رسول الله صلى الله عليه
وسلم في يوم عيد قالت فاطلعت من فوق
عاتقه فطاطا لى منكبيه فجعلت انظر
اليهم من فوق عاتقه حتى شبعت ،
ص 106 ، تث نوث ـ
ان الدية المراة نصف دية الرجل ذلك خمسون من الابل ،
، ، ، فصل في دية المراة سوى ما وضعت
من اجماع امر متقدم ، ص 541 ، 542 ـ
ان العلماء اجمعوا على ان في الشفتين الدية كاملة
والجمهور على ان في كل واحدة منهما
نصف دية ، ص 540 ـ
ان القذف الذى يجب او نفى النسب ، ص 488 ـ
ان الله قد اعطى كل ذى حق حقه فلا وصية لوارث،
ص 330 ـ
ان النبي صلى الله عليه وسلم ، ساله رجل ما حق المراة
على الزوج قال تطعمها اذا طعمت و
تكسوها اذا اكتسيت ولا تضرب الوجه
ولا تقبح ولا تهجر الا في البيت
ص 293 ـ
ان النبي صلى الله عليه وسلم ، شجع اشتغال المراة
بالفقه و العلم فقال نعم النساء نساء
الانصار لم يمنعهن الحياء دون
يتفقهن في الدين ، ص 127 /
ان النبي صلى الله عليه وسلم ، كان يغزو بالنساء
فيداوين الجرحى و يحذين من الغنيمة
و اما بسهم فلم تضرب لهن ،
ص 141 ، تث نوث ـ
ان النبي ، قالت له ، ، ، حتى ماتت وذمها ، ص 239 ـ
ان النبي صلى الله عليه وسلم ، لو كنت آمر احداً
ان يسجد لاحد لا مرت المراة ان
تسجد لزوجها ، ص 305 ـ
ان النبي صلى الله عليه وسلم ، ما غزا بدراً قالت ،
قلت له يا رسول الله اتذن لى في الغزو
معك امرض مرضاكم ، لعل الله عزوجل
يرزقنى شهادة ، ، ، فما بقطيفة لها
حتى ماتت و ذمها ، ص 249 ـ
ان النبي قال له يا على ان لك كنزاً في الجنة
و انك ذو قرنيها فلا تتبع النظرة فانما
لك الاولى وليست لك الآخرى ،
ص 687 ، 688 ـ
ان النكاح في الجاهلية كان على اربعة انحاء فنكاح
منها نكاح الناس اليوم ، ، ، ، هدم نكاح
الجاهلية كله والا نكاح الناس اليوم ،
ص 285 ، 286 ـ 722 ـ
ان امراة دخلت على عائشة و معها بنتان لها قال
فاعطتها عائشة ثلاث تمرات فاعطت كل
واحدة منهما تمرة ثم اخذت تمرة ، ، ،
، ، فنظر الصبيان اليها قال فصد عنها
نصفين فاعطيت كل واحدة منهما نصف

وخرجت فدخل رسول الله فحدثته
عائشه بما فعلت او فعل المراه قال
فلقد دخلت بذلك الجنه ،
ص 113 ، فث نوث ـ
، امراه قالت يا رسول الله ان ابني هذا كان بطني
له وعاء و ثدي له سقاء و حجري له حواء
و ان اباه طلقني و ارادو ان ينتزعه مني
فقال لها رسول الله انت احق به مالم تنكحي
ص 403 ـ 105 ـ
ن امه صفيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما خرج
الى الخندق و جعل النساء في اطم ، ، ،
، ، ، فاخذت براسه فرمت به حتى قطعته ،
ص 142 ، (فث نوث)
ن امي قدمت وهي راغبه قال نعم اناصلها صليها ،
ص 311 ـ
ت احق به مالم تنكحي ـ ص 187 ـ
ت على كظهر امي فقالت والله لقد تكلمت بكلام عظيم
ما ادري ما مبلغه ثم عدت لرسول الله صلى
عليه وسلم ، ، ، يارسول الله ماله من شيء
وما ينفق عليه انا انا ، ص 271 ـ
ن جاهمه الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول
الله اردت انغزو وجئتك استشرك فقال هل لك
من ام قال نعم فقال الزمها فان الجنه
عند رجلها ، ص 104 ـ
ن ديه المراه على نصف من ديه الرجل قال ابو عمر انما
صارت ديتها على النصف من ديه الرجل من
اجل ان لها نصف ميراث الرجل و شهاده
امراتين بشهاده الرجل و هذا انما هو في
ديه الخطاء و اما العمد ففيه القصاص بين
الرجال والنساء ، ص 545 ـ
ن ديه المراه على النصف من ديه الرجل في القتل ،
ص 540 ـ

ان ديه المومنه لا خلاف بين الجميع الا من لا
يعد خلافا انها على النصف من ديه
المومن ، ص 532 ـ 543 ـ
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الا كلكم
راع و كلكم مسئول عن رعيته فالامير الذي
على الناس راع عليهم و هو مسئول عنهم
و الرجل راع على اهل بيته و هو مسئول
عنهم و المراه رعيه على بيت بعلها و ولده
وهي مسئوله عنهم والعبد راع على مال سيده
وهو مسئول عنه فكلكم راع و كلكم مسئول عن
رعيته ، ص 166 ـ 279 ـ
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الدنيا كلها
متاع و خير متاع الدنيا المراه الصالحه ،
ص ، 301 ـ
ان رسول الله صلى الله صلى الله عليه وسلم قال انما
الدنيا متاع و ليس من متاع الدنيا شيء افضل
من المراه الصالحه ، ص 301 ، فث نوث ـ
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اياكم و الجلوس
بالطرقات قالوا يا رسول الله ما بدلنا من
مجالسنا نتحدث فيها فقال رسول الله ان
ابيتم فاعطوا الطريق حقه قالوا وما حق الطريق
يا رسول الله قال غض البصر و كف الاذى و رد
السلام و الامر بالمعروف ونهي عن المنكر ،
ص 124 ـ
ان (ساره) بنت عمر بن عبدالعزيز بن محمد ، ، كانت
محدثه راويه وكانت ذات دين و صلاح ، ،
وكانت رفيقه مع طلبتها ، ص 258 ـ
انطلقت مع جاريه لنا الى السوق فاشترينا جريثه
في زبيل قد خرج راسها و ذنبها من الزبيل
، ، ، ان هذا لكثير طيب يشبع منه العيال
ص 132 ـ 269 ـ

ان عائشة كانت فقيهة جداً حتى قيل ان ربع الاحكام
الشرعية منقول عنها ، ص 207 .
ان عبدالله هلك و ترك تسع بنات اوقال سبع بنات
فتزوجت امراة ثيبا فقال لى رسول الله
صلى الله عليه وسلم يا جابر تزوجت؟ قال
قلت نعم قال ابكر ام ثيبا قال قلت بل
ثيباً يا رسول الله قال فهل جارية تلاعبها
و تلاعبك او تضاحكها و تضاحكك قال
قلت له ان عبدالله هلك و ترك تسع بنات
وانى كرهت ان اجيئهن او اجيبهن بمثلهن
. . . . ص 115 ، فٹ نوٹ ۔ 326 ۔
ان عليا رضى الله عنه كان يقول جرحات النساء على النصف
من دية الرجل فيما قل و كثر ، ص 536 ۔
ان قريش اهمهم شان المراة التى سرقت فى عهد النبى
فى غزوة الفتح فقالوا من يكلم فيها رسول الله
فقالوا و من يجترى عليه الا اسامة بن زيد حب
رسول الله . . . . وانى والذى نفسى بيده
لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها
ثم ، امر بتلك المراة التى سرقت فقطعت
يدها ، ص 464 ۔
انك تصوم النهار و تقوم الليل قلت بلى يا رسول الله قال
فلا تفعل اصوم افطر و اصلى و انام . . . .
. . . فان لجسدك عليك حقا و ان لزوجك
عليك حقاً ۔ ص 301 ۔
انكم تقرون هذه الاية من بعد وصية توصون بها او دين وان
رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى بالدين
قبل الوصية ، ص 330 ۔
انكم تلعنون الله و رسوله على منابركم وذلك انكم تلعنون على
ابن ابى طالب . . . فلم يلتفت الى كلامها ،
ص 212 ۔
ان لا تكون مطيبة ولا متزينة ولا ذات يسمع صوتها ولا

ثياب فاخرة ولا مختلفة بالرجال ولا
ثابة ونحوها من يفتتن بها ، ص 704 ۔
ان لا شهادة لهن للنساء فانهن ناقصات العقل والدين ،
، ، ثم الضلال والنسيان غلب عليهن ،
ص 572 ۔
ان للمراة فى حملها الى وضعها الى فصالها من
الاجر كالمتشحط فى سبيل فان هلكت
فى ما بين ذلك فلها اجر شهيد ،
ص 200 ، فٹ نوٹ ۔
ان من اكمل المومنين ايمانا احسنهم خلقا ، و الطفهم
باهله ، ص 300 ۔
ان من كسر يداً او رجلا عمداً انه يقاد منه ولا يعقل ،
ص 522 ۔
انا كنا اهل الجاهلية و عبادة اوثان فكنا نقتل
الا ولاد وكانت عندى ابنة لى ، ، ثم
قال ان الله قد وضع عن الجاهلية ما
عملوا فاستانف عملك ، ص 319 ۔
انه اذن لكن ان تخرجن لحاجتكن ، ص 729 ۔
انها خرجت مع النبى صلى الله عليه وسلم فى غزوة
خيبر سادسة ست نسوة فبلغ النبى صلى
الله عليه وسلم فبعث الينا . . . ونسقى
السويق ، ص 142 ، فٹ نوٹ ۔
انه تزوج ابنة لابى اهاب بن عزيز فاتته امراة فقالت
قد ارضعت عقبة والتى تزوج فقال لها . . .
كيف وقد قيل ففارقها انكحت زوجاً غيره ،
ص 559 ۔
ان هشام بن هبيرة كتب اليه يسئله فكتب الله ان دية
المراة على النصف من دية الرجل فيما دل
رجل ، ص 543 ۔
انه صلى الله عليه وسلم اجاز نكاح امراة على نعلين ،
ص 382 ۔

بنت محمد . . . عالمه فاضله و ادیبه شاعره ذات
دین و صلاح ولدت فی دمشق فی ذی القعده
سنه ، 916ھ ، ص 134 ـ فث نوث ـ

طبیبه بنی اود کانت عارفه بالا عمال الطبیبه جزیره
بالعلاج و مداواه آلام العین والجراحات
المشهوره بین العرب . . . . قلت ، لاه قالت
حک ابو سماک الاسدی ، ص 259 ، فث نوث ـ

غزوات اخلفهم فی رحالهم فاصنع لهم الطعام و اداوی
الجرحی و اقوم علی المرضی ، ص 144 ،
فث نوث ـ

ت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا یحل دم امری
الا باحدی ثلاث رجل زنی بعد احصانه . .
. . وان محمداً عبده و رسوله ، ص 476 ـ

ل بن سعد ، قال کانت فینا و امراه تجعل علی اربعاً
فی مزرعه لها سلقا ، ص 129 ـ

ل قال ، کانت فینا امراه تجعل علی اربعاء فی مزارعه لها
سلقا فکانت اذا کان یوم جمعه . . . وکنا
ننتفی یوم الجمعه لطعامها ذلک ، ص 270 ـ
ـ 129

یره جلیله ذات نبل و مقام رفیع کانت تجلس الاجله من
قریش ، . . . فیحتکمون الیها ، ص 166 ـ

سیده عائشه ام المومنین رضی الله تعالی عنها کانت
بالاضافه الی روایه الحدیث من انفذ الناس
رایاه فی اصول الدین و دقائق الکتاب
المبین ، . والانساب وما الی ذلک ،
ص 258 ـ

سیدنا عمر فاروق و حضرت سیدنا علی . . . قالوا فی دیه
المراه انها علی النصف من دیه الرجل ولم
ینقل انه انکر علیهم احد اجماعاً ، ص 539 ـ

ناهداک او بمینه ، ص 583 ـ

شجره الدر من شهیرات الملکات فی الاسلام ذات اداره
و حزم و عقل و دهاء و بر و احسان ملکها

الملک الصالح معظم ایام والده . .
. . . . و عقل و نالت من الشهاده
مالم ینله احد فی زمانها ، ص 260 ـ

الشفاء بنت عبد الله بن عبد شمس بن خلف القرشیه
صحابیه جلیله ذات عقل و فضل و جوده
رای . . . وقال لها النبی صلی الله علیه
وسلم علمی حفصه رقیه النمل کما علمتها
الکتابه ، ص 127 ، فث نوث ـ

شهاده المراه مثل نصف شهاده الرجل ، ص 558 ـ

شهاده المراه نصف شهاده الرجل . . ؟ قلن بلی
قال فذلک من نقصان عقلها الیس اذا حاضت
لم تصل و تصم ؟ قلن بلی قال فذلک من
نقصان دینها ، ص 572 ـ

شهاده النساء انما جازت علی وجه الضروره ،
ص 565 ـ

شهاده النساء جائزه فیما لا یستطیع ، الرجال
النظر الیه ، ص 555 ـ 559 ـ

الشهاده فی بقیه الحدود والقصاص والشهاده
فیما سواها من المعاملات والشهاده فیما
لا یطلع علیه الرجال من النساء ، . یقبل
فیها شهاده رجلین ولا تقبل النساء ،
ص 574 ـ

شهدت ام حکیم وقعه الیرموک و ابلت فیها بلاء حسنا
فقاتلت فیها اشد القتال فی وقعه مرج الصفر
فخرجت بعود الفسطاط فقتلت بسبعه من
الروم ، ص 248 ـ

شهدت ام عماره بنت کعب احد مع زوجها غزیه بن
عمرو و ابنیها و خرجت معهم بشن لها فی
اول النهار ترید ان تسقی الجرحی یومئذ
و ابلت بلاء حسناء و جرحت اثنی عشر جرحاً
بین طعنه برمح او ضربه بسیف . . و یوم حنین
و قطعت یدها ، ص 233 ـ

نفة اللغان ان يبتدى الناس ، ، ايلاء ، ص429

يه بنت خالد ، ، ، ، شاعرة من شواعر العرب فى الجاهلية ،

ص 133 ، فتنوت -

يه بنت عبدالله ، الربى ، اديبة شاعرة موصوفة بحسن

الخط ، ص 133 - فتنوت -

لب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة ، ص125 -

لاق السنة ان يطلقها طاهراً من غير جماع و يشهد
شاهدين ، ص 587 -

لاقت المراة ، ، ، ، زوجها ، ص408 -

اتكه بنت محمد ، ، ، شاعرة فصيحة عرفت عند الدولة

ببغداد ، ص 133 ، فتنوت -

لعروضيه وهى جارية ، ، ، واخذت عن مولاها النحو

واللغة و بذته فى العروض حتى اشتهدت به

وكانت تحفظ كتاب الكامل للمبرد ، وكتاب

النوادر لابى على القالى وهى من اهل الكتاب

الادب و نشرهما ، ص169 -

عائشة بنت احمد ، و صفها المورخون بانها على جانب

عظيم من الذكاء العلم والنقاد والمهارة

فى النواحى الادبية و بخاصة الشعر وكانت

فصيحة عذبة ذات خط جميل ، ص168 -

عاقلة من المهاجرات ، 218 -

عال الرجل عياله ، ص295 ، فتنوت -

عالمة فاضلة و فقيهة فى المذهب الشافعى حفظت القران

الكريم ، ، ، وهى من احفظ الناس للفقة على

مذهب الشافعى ، ص 263 -

عبدالحى بن العاد ، قال ابن عمر ، ، ، ، عائشة الفان

عن ابن سيرين قال ، ان كان عمر رضى الله تعالى عنه

يستشير فى الامر حتى ان كان ليستشير المراة

فربما البصر فى قولها اوالشىء يستحسنه

فيا خزيه ، ص 121 ، فتنوت -

عن ابن شهاب عن مكحول و عطا قالوا ، ادركنا الناس

على ان دية الحر المسلم على عهد النبى

صلى الله عليه وسلم مائة من الابل ، ،

، ، كان الذى اصابها من الاعراف قد يتها

خمسون من الابل ، ص 542 -

عن ابن شهاب و بلغه عن عروة بن زبير انهما كان

يقولان مثل قول سعيد بن المسيب فى

المراة انها تعاقل الرجل الى ثلث دية

الرجل فاذا بلغت ثلث دية الرجل كانت

الى النصف من دية الرجل ، ص545 -

عن ابن شهاب و عن مكحول و عطاء قالوا دركنا الناس

على ان دية المسلم الحر على عهد النبى

صلى الله عليه وسلم مائة من الابل فقوم

عمر ابن خطاب رضى الله عنه ، ، ، لا

يكلف الا عرابى الذهب ولا الورق ،

ص535 -

عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لو يعطى

الناس بدعواهم لا دعى ناس دماء رجال و

اموالهم ، ص 553 -

عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يخرج و

النساء فى العيدين ، ص

به اللطن ان يبتدى الثاغى ، ، ايلاء ، ص 429

به بنت خالد ، ، ، ، شاعره بن شواعرالعرب في الجاهليه ،
ص 133 ، فت نوث ـ

به بنت عبدالله ، الربى ، اديبة شاعره موصوفه بحسن
الخط ، ص 133 ـ فت نوث ـ

ب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة ، ص 125 ـ

ا ق السنعدان يطلقها طاهراً من غير جماع و يشهد
شاهدين ، ص 587 ـ

ا قت المراة ، ، ، ، ذ ، ثمن زوجها ، ص 408 ـ

تكه بنت محمد ، ، ، شاعره فصيحه مرحت عضد الدولة
ببغداد ، ص 133 ، فت نوث ـ

طروضيه وهى جاريه ، ، ، واخذت عن مولاها النحو
واللعه و بذته في العروض حتى اشتهدت به
وكانت تحفظ كتاب الكامل للمبرد ، وكتاب
النوادر لابى على القالى وهى من امالكتاب
الادب و تشرحها ، ص 169 ـ

ائشه بنت احمد ، و صفها المورخون بانها على جانب
عظيم من الذكاء العلم والنقاد والمهارة
في النواحي الادبية و بخاصه الشعر وكانت
فصيحة مهذبه ذات خط جميل ، ص 168 ـ

اقلة من المها جرات ، 218 ـ

ال الرجل عالة ، ص 295 ، فت نوث ـ

المه فاضلة و فقيهة في المذهب الشافعي حفظت القران
الكريم ، ، ، وهى من احفظ الناس للفقه على
مذهب الشافعى ، ص 263 ـ

عبدالحى بن العماد ، قال ابن عمر ، ، ، ، عائشه الفان ،
مائتان وعشرة ، ص 208 ـ

عدلت شهادة الزور بالا شراك بالله ، ص 554 ـ

العقل المراة على النصف من عقل الرجل ، ص 536 ـ

علموا النساء سورة النور ، ص 125 ـ

عمر اراه رفعه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ان للمراة
في حملها الى وضعها الى فصالها كالمرابط
في سبيل الله وان ماتت فيها بين ذلك فانها
اجر شهيد ، ص 200 ـ

عن ابن سيرين قال ، ان كان عمر رضى الله تعالى عنه
يستشير في الامر حتى ان كان ليستشير المراة
فربما البصر في قولها اوالشيء يستحسنه
فيا خذيه ، ص 121 ، فت نوث ـ

عن ابن شهاب عن مكحول و عطا قالوا ، ادركنا الناس
على ان ديه الحر المسلم على عهد النبى
صلى الله عليه وسلم مائة من الابل ، ،
، ، كان الذى اصابها من الاعراف فديتها
خمسون من الابل ، ص 542 ـ

عن ابن شهاب و بلغه عن عروه بن زبير انهما كان
يقولان مثل قول سعيد بن المسيب فى
المراة انها تعاقل الرجل الى ثلث ديه
الرجل فاذا بلغت ثلث ديه الرجل كانت
الى النصف من ديه الرجل ، ص 545 ـ

عن ابن شهاب و عن مكحول و عطاء قالوا دركنا الناس
على ان ديه المسلم الحر على عهد النبى
صلى الله عليه وسلم مائة من الابل لقوم
عمر ابن خطاب رضى الله عنه ، ، ، لا
يكلف الا عرابى الذهب ولا الورق ،
ص 535 ـ

عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لو يعطى
الناس بدعواهم لا دعى ناس دماء رجال و
اموالهم ، ص 553 ـ

عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يخرج و
النساء في العيدين ، ص

عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يغزوا
بالنساء فيداوين الجرحى و يحزين من
الغنيمة و ا ما بسهم فلم يضرب لهن ،
ص 141 ، فت نوث ـ

عن ابن عباس ان امراة ثابت بن قيس اتت النبى صلى الله
عليه وسلم فقالت يا رسول الله ثابت بن قيس
ما اعتب عليه في خلق ولا دين ولكنى اكره

القبر في الاسلام ۔۔۔۔ اقبل الحديقة
و طلقها تطليقة ، ص 420 ـ

ابن عباس قال ، فاطمة اول من جعل لها النعش عملته
لها اسماء بنت عميس وكانت قد رأته يصنع بارض
الحبشة ، ص 122 ـ

ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن
الشغار والشغار ان يزوج الرجل ابنته على ان
يزوجه الآخر ابنته و ليس بينهما صداق ،
ص 377 ـ

ابن عمر ، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال اقامة حد من حدود الله خير من مطر
اربعين ليلة في بلاد الله عزوجل ، ص 463 ـ

ابن عمر ان عثمان اشرف على اصحابه و هو محصور فقال
علي ماتقتلونني ۔۔۔ ؟ فاني سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول لا يحل دم امرئ الا
باحدى ثلاث ، رجل زنى بعد احصانه فعليه
الرجم ۔۔۔ وانا عبده و رسوله ، ص 476 ـ

ابن عمر انه طلق امراته وهي حائض على عهد رسول الله
صلى الله عليه وسلم فسأل عمر بن الخطاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم مره فليراجعها
ثم ليمسكها حتى تطهر ثم تحيض ثم تطهر ثم
ان شاء امسك بعد ذلك وان شاء طلق قبل
ان يمس فتلك العدة التي امر الله سبحانه
ان تطلق لها النساء ، ص 108 ـ تحت نوٹ ـ

ن ابن عمر انه طلق امراته وهي حائض ، فذكر ذلك ۔۔۔۔
فقال مره فليراجعها او ليطلقها طاهراً ۔۔
۔۔ او حاملاً ۔۔۔ و في رواية عنه ، وانه طلق
امراته ۔۔ فتغيظ ، فيه رسول الله صلى الله
عليه وسلم ثم قال فليطلقها قبل ان يمسكها حتى
تطهر ۔۔۔۔ ص 108 ـ

ن ابن عمر انه كان يامر جارية له تقوم نساءه في ليالي رمضان
ص 458 ـ

عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال كانت تحتي امراة
احبها وكان ابي يكرهها فامرني ان اطلقها
فابيت فاتى عمر رسول الله صلى الله عليه
وسلم فذكر ذلك له فقال النبي صلى الله
عليه وسلم يا عبدالله بن عمر طلق امراتك
ص 108 ـ

عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما عن رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال بينما ثلاثة نفر يتماشون
اخذهم المطر ، فمالوا الى غار في الجبل ،
۔۔۔ ففرج الله لهم فرجة حتى يرون
منها السماء ، ص 312 ـ

عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال كانت تحتي امراة
احبها وكان ابي يكرهها فامرني ان اطلقها
فابيت فاتى ، عمر رسول الله صلى الله عليه
وسلم فذكر ذلك له فقال النبي صلى الله
عليه وسلم يا عبدالله بن عمر طلق امراتك ،
ص 108 ـ

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ،
يايها الناس مروا بالمعروف وانهوا عن المنكر
قبل ان تدعوا الله فلا يستجيب لكم ،
ص 32 ـ

عن ابن عمر قال لا تجوز شهادة النساء الا على مالا يطلع
عليه الا هن من عورات النساء وما يشبه ذلك
من حملهن و حيضهن عن شريح انه اجاز
شهادة القابلة وحدها في الاستهلال ،
ص 562 ـ

عن ابي السنابل قال وضعت سبيعة حملها بعد وفاة زوجها
بثلاثة و عشرين ۔۔۔ قال ما يمنعها قد
انقضى اجلها ، ص 441 ـ

عن ابي امامة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال مامن مسلم
ينظر الى محاسن امراته اول ۔۔۔ عبادة
يجد حلاوتها ، ص 692 ـ

ابی بریده عن ابیه قال کان احب النساء الی رسول
الله فاطمة ، ص 111 -
ابی بکره قال عصمنی الله بشیء سمعته من رسول
الله صلی الله علیه وسلم لما هلک کسری قال
من استخلفوا قالوا بنته قال لن یفلح قوم ولو
امرهم امراه ، ص460 -
ابی لبید ان عمر اجاز شهاده النساء فی الطلاق ،
ص 62 -
ابی لبید قال : ان سکرانا طلق امراته ثلاثا فشهد
علیه اربع نسوه فرجع الی عمر بن الخطاب
فاجاز شهاده النسوه و فرق بینهما ،
ص 561 -
ابی سلمه قال : سالت عائشه لم کان صداق النبی
صلی الله علیه وسلم قالت کان صداقه فی ازواجه
اثنتی عشره اوقیه و نشا ، ص 291 -
ابی سلمه و فاطمه الزهرا روی عنها ابناها عمر و زینب
و اخوها عامر ، وابن اخیها مصعب بن عبدالله
و مکاتبها نبهان و موالیها ، ، ، عبدالرحمن
بن عوف و عروه و ابوبکر بن عبدالرحمن و سلیمان
بن یسار واخرون ، ص 212 -
ابی موسی قال ما اشکل علینا اصحاب رسول الله
صلی الله علیه وسلم حدیث قط فسالنا عائشه
الا وجدنا عندها منه علما ، ص 126 - فٹ نوٹ
ابی هریره ان النبی صلی الله علیه وسلم قال المختلعات
هن المنافقات ، ص 420 -
ابی هریره ان رجلا الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال
یا رسول الله امراتی ولدت علی فراشی غلاما
اسود وانا اهل البیت لم یکن فینا اسود قط
فقال ، ، ، ، فاعسی ان یکون نزعه عرق ، قال
فلعل ابنک نزعه ، ص429 -
ابی هریره قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا
کانت امراء کم خیارکم واغنیاء کم سمحاء کم
و امور کم شوری بینکم فظهر الارض خیر لکم
من بطنها ، ص 460 -

عن ابی هریره قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
اللهم انی احرج حق الضعیفین الیتیم
والمراه ، ص 292 -
عن ابیه عباد قال کانت صفیه بنت عبدالمطلب فی
فارع (حصن حسان بن ثابت) قالت
وکان حسان معنا فیه مع النساء و الصبیان
قالت صفیه ، فمر بنا رجل من یهود ، فجعل
یطیف بالحصن ، وقد حاربت بنو قریظه
و قطعت مابیننا و بین رسول الله صلی الله
علیه وسلم ، ، ، ، یا حسان انزل الیه فاسلبه
فانه لم یمنعنی من سلبه الا انه رجل قال مالی
بسلبه من حاجه یا بنت عبدالمطلب ، ص235 -
عن ابیه عن جده قال جاءت امراه الی النبی صلی
الله علیه وسلم یقال لها ام خلاد وهی متنقبه
تسال عن ابنها وهو مقتول فقال لها بعض
اصحاب النبی صلی الله ، ، قال لانه قتله
اهل الکتاب ، ص 130 ، فٹ نوٹ -
عن ابیه قال قلت یا رسول الله ما حق زوجة احدنا علیه ؟
قال ان تطعمها اذا طعمت و تکسوها اذا
اکتسیت او اکتسبت ، ولا تضرب الوجه ولا
تقبح ولا تهجر الا فی البیت ، ص 293 -
عن اسماء بنت ابی بکر رضی الله عنهما قالت تزوجنی الزبیر
و ماله فی الارض من مال ولا مملوک ولا شیء
غیر ناضح و غیر فرسه فکنت اعلف فرسه
و استقی الماء ، ، ، جارات لی من الانصار
و کن نسوه صدق و کنت انقل النوی من ارض
الزبیر ، التی اقطعه رسول الله صلی الله
علیه وسلم علی راسی وهی منی ، ، فکانما
اعتقنی ، ص 129 - 130 -

الحسن والضحاک قالا لا تجوز شهادتهن الا فی الدین
والولد ، ولا فی الطلاق الا فی النکاح ولا فی
الانساب ولا فی الولاء ولا الا حصان ولا تجوز
فی الوکالہ والوصیہ اذا لم یکن فیها حق قال
شافی لا تجوز شهادہ النساء مع الرجال فی
غیر الاموال ولا یجوز فی الوصیہ الا الرجل و تجوز
فی الوصیہ بالمال ، ص 83 ۔

الربیع بنت معوذ قالت کنا مع النبی صلی اللہ علیہ
وسلم نسقی و نداوی الجرحی و نرد القتلی الی
المدینہ ، ص 233 ۔

الربیع بنت معوذ قالت کنا نغزوا مع رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نسقی القوم و نخدمهم و نرد القتلی .
والجرحی الی المدینہ ، ص 140 ۔

المسور ابن مخرمہ ، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علی المنبر یقول فاطمہ بضعہ منی یوذینی ما آذاها
و یرینی ما رابها ، ص 111 ، فٹ نوٹ ۔ 110-113 ۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا استاذنت امراہ احدکم الی
المساجد فلا یمنعها متفق علیہ ، ومنہ قول رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا اماء اللہ مساجد
اللہ ، متفق الیہ ، ص 725 ۔

ام حبیبہ یقول انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول لا یحل لامراہ تومن باللہ والیوم الآخر ان
تحد علی میت فوق ثلاث لیال الا علی زوج اربعہ
اشهر و عشراً ، ص 437 ، فٹ نوٹ ۔

ام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امراہ من
اسلم یقال لها ، سبیعہ کانت تحت زوجها توفی
عنها ، وهی حبلی فخطبها ابوالسنابل بن بعکک
... ، ثم جاءت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
انکحی ، ص 441 ۔

ام سلمہ قالت کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم و
میمونہ فاقبل ابن ام مکتوم حتی دخل علیہ ..
... و ذلک بعد ان امر بالحجاب فقال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلنا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... الیس
اعمی لا یبصرنا ولا یعرفنا ، ، تبصرانہ ،
ص 149 ، فٹ نوٹ ۔

عن ام عطیہ الانصاریہ رضی اللہ عنها قالت غزوت
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبع
غزوات اخلفهم فی رحالهم و اصنع لهم
الطعام و اداوی الجرحی و اقوم علی الزمنی ،
ص 238 ۔ ، 240 ۔ (واقوم علی المرضی) ص 147

عن ام عطیہ قالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یخرج الابکار و العواتق و ذوات الخدور و
الحیض فی العیدین فاما الحیض فیعتزلن
المصلی ویشهدن دعوہ المسلمین ، ص 724

عن ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث انها قالت
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو اذنت
لی فغزوت معکم فمرضت مرضاکم ، ، شهادہ
فی بیتک ، ص 139 ، فٹ نوٹ ۔

عن ام ورقہ بنت نوفل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لما غزا بدر فقلت لہ ائذن لی فاخرج معک
فامرض مرضاکم ثم لعل اللہ ان یرزقنی الشهادہ
قال ، ، وکانت تسمی الشهیدہ ، ص 139 ،
فٹ نوٹ ۔

عن انس ان ام سلیم اتخذت خنجراً یوم حنین ، ص 233 ۔ 142 ، فٹ نوٹ

عن انس بن مالک قال خطب ابو طلحہ ام سلیم بنت ملحان
وکانت ام سلیم تقول لا اتزوج حتی یبلغ النبی ! ..
و یجلس فی المجالس فیقول ، ، فتزوجتہ ام سلیم
وکان صداقها الاسلام ، ص 136 ، فٹ نوٹ ۔

عن انس رضی اللہ تعالی عنہ ان یهودیا رض راس
جاریہ بین حجرین فقیل لها من فعل بک هذا
افلان افلان او فلان ، ، فرض راسہ بالحجارہ ،
ص 528 ۔

عن انس رضی اللہ تعالی عنہ ان یهودیا رض راس جاریہ

بین حجرین ۰ ۰ ۰ حتی سعی الیهودی ۰ ۰
۰ ۰ حتی اقربه فرونق راسه بالحجارة ۰ ص 528
انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حبب الی
من الدنیا النساء والطیب وجعل قرة عینی فی
الصلاة ۰ ص 123 ـ
انس قال کسرت الربیع عمة انس ثنیة جاریة فطلبوا
العفوا فابوا فعرضوا علیهم الارش فابوا ۰ فاتوا
النبی صلی الله علیه وسلم ۰ ۰ ۰ ان من عباد الله
من لو اقسم علی الله لابره ۰ ص520 ـ
انس قال وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یغزوا
بام سلیم و نسوة معها من الانصار یسقین الماء
و یداوین الجرحی ۰ ص 140 ـ
انس قضی علی ابنته فاطمة بخدمة البیت و قضی علی
بما کان خارج البیت من الخدمة ۰ ص169 ۰
فت نوٹ ـ
ثوبان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ایما امراة
سالت زوجها طلاقاً غیر باس فحرام علیها رائحة
الجنة ۰ ص 420 ـ
جابر بن عبدالله ان رجلاً زنی بامراة فامر به النبی
صلی الله علیه وسلم فجلد الحد ثم اخبر انه
محصن فامر به فرجم ۰ ص 35 ـ
جابر بن عبدالله قال خرجنا مع رسول الله صلی الله
علیه وسلم حتی جئنا امراة من الانصار فی الاسواف
فجاءت المراة بابنتین لها فقالت یا رسول الله
هاتان بنتا ثابت بن قیس ۰ ۰ ۰ سورة النساء
یوصیکم الله فی اولادکم الایة فقال رسول الله
صلی الله علیه وسلم ادعوا الی المراة و صاحبها
فقال لعمهما اعطهما الثلثین و اعط امهما الثمن
وما بقی فلک ۰ ص327 ـ 328 ـ
جابر ۰ قال طلقت خالتی ثلاثاً فخرجت تجد نخلاً
لها فلقیها رجل فنهاها ۰ فاتت النبی صلی الله
علیه وسلم فذکرت ذلک له فقال لها اخرجی
فجدی نخلک لعلک ان تصدقی منه اوتفعلی خیراً ۰
ص 131 ۰ فٹ نوٹ ـ

عن حمزة بن اسید الانصاری عن ابیه انه سمع رسول الله
صلی الله علیه وسلم وهو خارج من المسجد
فاختلط الرجال مع النساء فی الطریق
فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم للنساء
استاخرن فانه لیس لکن ان یحققن الطریق ۰
ص 704 ـ
عن خارجة بن زید قال رایت رجلا سال ابی عن الرجل
یغزوا و یشتری یبیع ۰ ۰ یلزنا ولا ینهانا ۰
ص 144 ـ
عن محمد بن ناجیة المجاشعی وهو جد الفرزدق
قال قلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم
انی عملت اعمالا فی الجاهلیة فهل لی فیها
من اجر ۰ ۰ ۰ فقال النبی صلی الله علیه وسلم
لک اجره اذمن الله علیک بالسلام ۰ ص 321 ـ
عن عائشة اقبلت فاطمة تمشی کامشیها مشی رسول الله
صلی الله علیه وسلم فقال مرحبا یا بنتی ثم
اجلسها عن یمینه ۰ ص 213 ۰ فٹ نوٹ ـ
عن عائشة اقبلت فاطمة تمشی کان مشیتها مشی رسول
الله صلی الله علیه وسلم فقال مرحبا بُبنتی
ثم اجلسها عن یمینه ثم اسرہا حدیثاً ۰
ص110 ۰ فٹ نوٹ ـ
عن عائشة ام المومنین قالت مارایت احداً سمتاً و دلاً
و هدیاً برسول الله صلی الله علیه وسلم فی
قیامها و قعودها من فاطمة بنت رسول الله
وکانت اذا دخلت علی النبی قام الیها فقبلها
و اجلسها فی مجلسه وکان النبی اذا دخل
علیها قامت من مجلسها فقبلته و اجلسته
فی مجلسها ۰ ص 112 ـ
عن عائشة ان جاریة من الانصار زوجت و انها مرضت فتمعط
شعرها فارادوا ان یصلوه فسالوا رسول الله عن
الوصال فلعن الواصلة و المستوصلة ۰ ص 137 ۰
فٹ نوٹ ـ
عن عائشة رضی الله عنها قالت وان کان لیذبح الشاة فیهدی
فی خلائلها منها ما یسعهن ۰ ص 107 فٹ نوٹ ـ

حمزه بن اسید عن ابیه انه سمع رسول الله یقول خارج
من المسجد ، ، الرجال النساء ، ، ص 698 ـ

عائشه رضی الله تعالی عنه وقد رات بعض النساء
تبزین للخروج الی المساجد و یتعرض للفتنة
او یعرض لمن الرجال ، ، ، لمنعهن المساجد
ص

عائشه قالت ان هندا بنت عتبه قالت یا رسول الله
صلی الله علیه وسلم ان ابا سفیان رجل شحیح
ولیس یعطی ما یکفینی وولدی ، ، ، خذی
ما یکفیک وولدک بالمعروف ، ص 393 ، فت نوٹ ـ

عائشه قالت جاءتنی مسکینه تحمل ابنتین لها فاطعمتها
ثلاث تمرات فاعطت کل واحدة منهما تمرة ورفعت
الی فیها تمرة لتاکلها فاستطعمتاها ابنتاها
فشقت التمرة بینهما ، ص 113 ، فت نوٹ ـ

عائشه قالت دخل علی افلح بن ابی القعیس فاستترت
منه قال تسترین منی وانا عمک ؟ قالت قلت من
این قال ارضعتک امراة اخی ، ، ، انه عمک فلیلج
علیک ، ص 150 ، فت نوٹ ـ

عائشه قالت ، رایت النبی صلی الله علیه وسلم یسترنی
بردائه وانا انظر والی الحبشه فی المسجد یلعبون
فی المسجد حتی اکون انا التی اسامه فاقدروا
قدر الجاریه الحدیثه السن الحریصه علی اللهو
ص 106 ـ

عائشه قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اعلنوا
هذا النکاح واجعلوه فی المساجد و اضربوا علیه
بالدفوف ، ص 362 ، فت نوٹ ـ

عن عائشه قالت کان فی بریرة ثلاث سنن قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم فیها الولاء لمن اعتق وکان
زوجها عبداً یقال له مغیث فلما عتقت قلت لها
الم تعطی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ،
، ، قالت لا حاجة لی به ، ص 120 ، فت نوٹ ـ

عن عائشه قالت نکحنی النبی صلی الله علیه وسلم وانا بنت
ست اوسبع ، ص 368 ، فت نوٹ ـ

عن عائشه لقد کان رسول الله یصلی الفجر فتشهد معه
نساء من المومنات ، ، احد من الغلس ، ص 697 ـ

عن عائشه کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا ذبح
الشاة یقول ، ارسلوا الی اصدقاء خدیجه قالت
فذکرت له یوماً فقال انی لاحب حبیبها ،
ص 107 ، فت نوٹ ـ

عن عائشه قالت کان الرکبان یمرون بنا و نحن مع رسول
الله صلی الله ، ، محرمات فاذا حاذوا بنا
سدلت احدانا جلبابها من راسها علی وجهها
فاذا جاوزونا کشفناه ، ص 149 ، فت نوٹ ـ

عن عبدالله ان رجل من الانصار قذف امراته فاحلفهما
النبی صلی الله علیه وسلم ثم فرق بینهما ،
ص 430 ـ

عن عبدالله بن ابی ملیکه قال رایت علی عائشه ثوباً
مضرجاً فقلت وما المضرج فقال هذا الذی
تسمونه المورد ، ص 138 ، فت نوٹ ـ

عن عبدالله بن بریدة عن ابیه قال جاءت الغامدیه فقالت
یا رسول الله انی قد زنیت فطهرنی وانه ردها
فلما کان لغد قالت ، ، ، ثم امربها فصلی علیها
و دفنت رواهما ، ص 482 ـ

عن عبدالله بن مسعود قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم لعن المحل والمحلل له ، ص 415 ـ

عن عبدالله عن زینب الانصاریه امراة ابی مسعود و زینب
الثقفیه امراة ابن مسعود آتته رسول الله صلی
الله علیه وسلم ، ، ، نعم لکما اجران اجر الصدقة
واجر القرابه ، ص 131 ـ

عن عطاء بن ابی رباح ان عمر اجاز شهادة رجل وامراتین
فی النکاح ، ص 82 ـ

عن عطاء بن یسار قال جاءت حلیمة ابنة عبدالله ام
النبی صلی الله علیه وآله وسلم من الرضاعة
الی رسول الله لقام الیها وللبسط لها رداءه
فجلست علیه ، ص 103 ـ

عن علقمة بن ابی علقمه ، عن امه عن عائشه رضی الله تعالی
انه بلغها ان اهل بیت فی دارها کانوا اسکانا
فیها عندهم وانکرت ذلک علیهم ، ص 136 ـ

ى انه قال في ديه المراه على النصف من ديه الرجل
في النفس ، ص 539 -

ى بن ابى طالب رضى الله تعالى عنه انه قال عقل المراه
على النصف من عقل الرجل في النفس و في مادونها
ص 540 -

ى ثلاث لا تؤخر ومن الصلوه اذا اتت والجنازه اذا
احضرت الايم اذا وجدت كفوا ، ص 355 -
(فث نوث -)

ى بن ابى طالب عن النبى صلى الله عليه وسلم قال له
يا على ان لک كنزاً في الجنه وانک ذو قرنيها
فلا تتبع النظره ، ، وليست لک الاخرى ،
ص 335 -

ى رضى الله عنه قال لا تقطع اليد في اقل من عشره
دراهم ولا يكون المهر اقل من عشره دراهم ،
ص 381 -

لى عن النبى صلى الله عليه وسلم قال المسلمون تتكافا
دماء هم و يسعى بذمتهم ادناهم و يرد عليهم
اقصاهم يد على من سواهم الا لا يقتل مسلم
بكافر ولا ذو عهد في عهده ، ص 518 -

لى و ابن عباس انهما تعتد باقصى الاجلين احتياط ،
ص 402 -

لى و عبدالله رضى الله عنهما قالا اذا قتل الرجل المراه
متعمداً فهو بها قود ، ، ، ان عليا قال ان
شاؤ قتلوه ، ، ، وادوا النصف الديه وان شاؤ
اخذوا نصف ديه الرجل ، ص 535 -

عمر رضى الله عنه تعاقل المراه من الرجل في كل حد يبلغ
نفسه فما دونها من الجراح و به قال عمر بن
عبدالعزيز ، ، ، فقال النبى صلى الله عليه وسلم
القصاص ، ص 519 -

عمر بن الخطاب و على بن ابى طالب رضى الله تعالى عنهما
انهما قالا عقل المراه على النصف من ديه الرجل
في النفس و فيما دونها ، ص 441 -

عن عمرو بن سليم انه سمع ابا قتاده يقول بينما نحن
على باب رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا
خرج يحمل امامه بنت ابى العاص بن الربيع وامها
زينب بنت رسول الله وهى صبيه فصلى وهى
على عاتقه اذا قام حتى قضى صلاته يفعل ذلک
بها ، ص 112 -

عن قتاده عن انس بن مالک رضى الله عنه ان النبى صلى
الله عليه وسلم قتل يهودياً بجاريه قتلها على
اوضاح لها ، ص 519 -

عن نعمان بن بشير قال استاذن ابوبكر على النبى
صلى الله عليه وسلم فسمع صوت عائشه عالياً
فلما دخل تناولها ليلطمها وقال الا ادرک
ترفعين صوتک على رسول الله صلى الله عليه
وسلم ، ، ، ، وخرج ابوبكر مغضباً ، فقال النبى
صلى الله عليه وسلم حين خرج ابوبكر ؟ كيف
رايتنى انقذتک من الرجل ، ص 107 -

عن همام قال سمعت عماراً يقول رايت رسول الله صلى الله
عليه وسلم وما معه الا خمسه اعبد وامراتان و
ابوبكر ، ص 242 -

عن يزيد بن البراء عن ابيه قلت اين تريد؟ فقال
بعثنى النبى صلى الله عليه وسلم الى رجل
تزوج نكح امراه ابيه فامرنى ان اضرب
عنقه و اخذ ماله ، ص 316 -

عمر بن الخطاب تلک الديه على اهل القرى الف دينار
او اثنى عشر الف درهم و ديه الحره المسلمه
اذا كانت من اهل القرى خمس مائه دينار
او سته آلاف درهم فاذ كان الذى اصابها
من الاعراب فديتها خمسون من الابل و ديه
الاعرابيه اذا صابها الاعرابى خمسون من
الابل لا يكلف الا عرابى الذهب ولا الورق ،
ص 535 -

بن حزم عن ابيه عن جده وان رسول الله صلى الله عليه
وسلم كتب الى اهل اليمن لكتاب فيه الفرائض
والاسنان وان الرجل يقتل بالمراه ، ص 523 -
نان تزنيان و زناهما النظر واليد ان و زناهما ابطش،
ص 687 -
ان ، تعريف الحنابلة حقوق العباد ، ص 467 -
ا عليك الرجال فاجعل لنا يوما من نفسك فوعد من يوما
لقيهن فيه فو عظهن وامرهن ، ص 205 ،
فت نوت -
والدنيا واتقوا النساء فان اول فتنة بنى اسرائيل كانت
في النساء ، ص 338 -
ا تجاوزت الثلث و بلغ العقل نصف الديه صارت د يه
المراه على النصف من ديه الرجل ، ص 536 -
ا قتل الرجل المراه عمداً قتل بها و اذا قتلته قتلت به
ولا يوخذ من المراه ولا من اوليائها ، ، والنسوه
يقتلن الرجل ، ص 522 -
ستشارت النبي صلى الله عليه وسلم فقال اما معاويه فصعوك
لا مال له ، ص 219 -
طمه بنت قيس طلقنى زوجي ثلاثا على عهد رسول الله
صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله لا سكنى
لك ولا نفقة ولما طلقها زوجها ، ، ، ان تعتد
عدها ثم قيل لها اعتدى عند ابن ام مكتوم ،
ص 218 -
كثر الناس الاخذ عنها و نقلوا عنها من الاحكام والآداب
شياء كثيرا حتى قيل ان ربع الاحكام الشرعيه
منقول عنها رضى الله عنها ، ص 206 -
لرجل راع في اهله و مسئول عن رعيته والمراه راعيه في
بيت زوجها وهي مسئوله عن رعيتها ، ص 186 -
ما حقكم على نساءكم فلا يوطئن فرشكم من تكرهون ولا يأذن
في بيوتكم من تكرهون ، ص 309 -
نا مالك فقال اقله ربع دينار من الذهب ، الثالثه ، ص 380
ن الديه معنى لها الا المال الذى يوذي في مقابله النفس
فان ادعيتم ان مقدار الديته في حق المسلم ،
ص 530 -

فان طلب العلم فريضة على كل مسلم ، ص 205 -
فتذكر امها فحملتها على ظهر و جعلت تسير لها
فاذا اشتد عليها الحر جعلتها في حجرها
، ، ، حتى استغربها من العداء ،
ص 104 -
فتعظوهن و طوهن نساءكم ، ص 125 -
فتناولها على فأخذ بيدها وقال لفاطمه عليها السلام
دونك ابنة عمك حملتها فاختصم فيها على وزيد
و جعفر ، ، ، وقال الخاله بمنزله الام ،
ص 321 - 322 -
تدعى بابنة ابى العاص زينب بنت رسول الله
فعلقها في عنقها ، ص 112 ، فت نوت -
فزوجها النجاشى النبي صلى الله عليه وسلم و امهرها
عنه اربعه آلاف و بعث بها الى رسول الله صلى
الله عليه وسلم ، ص 290 -
فشهادة امراتين تعدل شهادة رجل ، ص 558 -
فلا يجوز الا و معه غيره فكذلك بما لا يجوزان الا و معها
رجل و شهادة امراتين على شهادة رجل ، ، ،
- بمنزلة الرجل مع اليمين ، ص 566 -
فقال ابوهريرة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
ان الله اذا كتب على ابن آدم حظه من الزنا
ادرك ذلك لا محالة فالعينان تزنيان ، ، والفرج
يصدق ذلك او يكذبه ، ص 336 -
فقال اما والله انى لا عرف من كان يغسل جرح رسول الله
ومن كان يسكب الماء وبما دووى قال كانت فاطمه
عليها السلام بنت رسول الله تغسله و على يسكب
الماء بالمجن فلما رات فاطمه ان الماء لا يزيد
الدم ، ، ، وكسرت البيضه و راسه ، ص 242 -
فقال بعثنى رسول الله صلى الله عليه وسلم الى رجل تزوج
امراة ابيه ان اتيه براسه ، ص 316 ، فت نوت -
فقالت طلقها زوجها البتة قالت فخا صمته الى رسول الله

صلى الله عليه وسلم فى السكنى والنفقة قالت
فلم يجعل لى سكنى ولا نفقة و امرنى ان اعتد
فى بيت ابن ام مكتوم ، ص 440 -

قالت عمتها يا عمر عهدتك و انت تسمى عميراً فى سوق عكاظ
تدع الصبيان بعصاك فلم تذهب الايام ... ومن
خاف الموت خشى الفوت ، ص 138 ، فٹ نوٹ -

قالت يا رسول الله وان يجعلنى منهم قال اللهم اجعلها
منهم ، ص 232 -

فقال عمر يقول لابى بكرة تب اقبل شهادتك فيقول .. اشهد
ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد رسول الله وان المغيرة
بن شعبة زنى بفلانة .. ومن عنده وكان بعض النساء
يفعل ذلك فى ماتما ... او مسند يومهم ، وشهد
نافع بمثل شهادة ابى بكرة ولم يشهد زياد بمثل
شهادتهم ... اما والله لو تمت الشهادة لرجمتك
با حجارك ، ص 480 - 481 -

فقال كل فانى صائم قال ما انا اكل حتى تاكل فاكل كان الليل
ذهب ابو الدرداء يقوم فقال نم فنام ثم و ذهب
يقوم قال نم فلما كان من اخر الليل ... فذكر
له فقال النبى صلى الله عليه وسلم صدق سلمان ،
ص 302 -

فقال مرحبا يا بنتى ثم اجلسها عن يمينه ثم اسر اليها حديثاً
فبكت ، ثم اسر اليها حديثاً فضحكت فقلت ، ما
رايت كاليوم اقرب فرحاً من حزن ، ص 214 فٹ نوٹ

فقالت يا رسول الله ان يجعلنى .. طم ، ص 232 -

فقد روى ياقوت ان شيوخ على بن الحسين ابن عساكر العالم
المورخ المحدث المشهود بلغوا 1300 .. من
فضليات العلماء .. ص 160 -

فقد سقانى من بئر ابى عنبة وقد نفعنى وقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم (استهما عليه) فقال
زوجها ، من يحاقنى فى ولدى ؟ فقال النبى
هذا ابوك وهذه امك فخذ بيد ايهما شئت فاخذ
بيد امه فانطلقت به ، ص 105 ، فٹ نوٹ -

فقلت يا حسان ! ان هذا اليهودى .. كما ترى
يطيف بالحصن وانى والله ما آمنه ان يدل
على عورتنا من وراءنا من يهود وقد شغل رسول
الله و اصحابه فانزل اليه فاقتله قال يغفر الله
لك يا بنت عبدالمطلب .. انه رجل قال مالى
بسلبه حاجة يا ابنة عبدالمطلب ، ص 236 ،
فٹ نوٹ -

فكان نساء النبى صلى الله عليه وسلم و اصحابه يخرجن
فى الغزوات مع الرجال .... ويحرضن على
القتال ، ص 144 -

فلما اكثر رد المولى عليه فاختلط من ذلك ، ص 221 -

فعلام لا تقتلونى فانه لا يحل الا قتل ثلاثة رجل زنى
بعد احصانه او كفر بعد ايمانه او قتل نفسا بغير
حق ، ص 475 -

فهولاء ثلاثة عشر يمكن ان يجمع من فيها كل واحد
مسلم جزء صغير جدا ، ص 211 -

فى شهداء البحر و فى آخره قال فركبت ام حرام البحر
فى زمن معاوية فصرعت عن دابتها .. فماتت ،
ص 144 -

فيه دليل على ان الام اولى بالولد من الاب مالم يحصل
مانع من ذلك بالنكاح .... مالم تنكحى وهو
مجمع على ذلك ، ص 187 -

فى من لانه جعل اثنين تقومان مع رجل مقام رجل ...
او شاهداً و امراتين ، ص 565 -

قال ابن حبيب فى الواضحة حكم النبى صلى الله عليه
وسلم بين على بن ابى طالب رضى الله عنه
و بين زوجته فاطمة رضى الله تعالى عنهما
حين اشتكيا اليه الخدمة فحكم على فاطمة
بخدمة الباطنة خدمة البيت و حكم على على
كرم الله وجهه بالخدمة الظاهرة .. وجعل
البيت كله ، ص 189 -

قال ابن مسعود الا السن والوضحه فانهما سواء وما
زاد وهی النصف ، ص 539 ۔

قال ابو برده بن ابی موسی عن ابیه ما اشکل علینا امر
فسالنا عنه عائشه الا وجدنا عندها فیه علما ،
ص 126 ۔

قال ابو عمر کانت من المبایعات وشهدت احد فکانت تسقی
العطشی و تحمل الجرحی و تداویهم وکانت
تستحاض ، ص 145 ، فٹ نوٹ۔

قال ابو محمد بن حزم ان یجمع من فتوی کل واحد منهم
سفر ضخیم کان المکثرون منهم سبعه عمر بن
الخطاب علی بن ابی طالب و عبدالله بن مسعود
و عائشه ام المومنین و زید بن ثابت و عبدالله
بن عباس و عبدالله بن عمر غیرهم ، ص 208۔

قال ارمنوس نساء کم قالوا کیف نرمیک نساء نا وانت
اجمل العرب ، ص 180 ۔

قال اتیت الحیره فرائیتهم یسجدون لمرزبان لهم فقلت
رسول الله صلی الله علیه وسلم احق ان یسجد
له قال فاتیت النبی صلی الله علیه وسلم ، ، ،
، ، لامرت النساء ان یسجدن لا زواجهن لما
جعل الله لهم علیهن من الحق ، ص 305۔

قال اذا باتت المراه مهاجره فراش زوجها لعنتها ،
ص 306 ، فٹ نوٹ۔

قال الزهری لو جمع علم عائشه الی علم جمیع امهات
المومنین و علم جمیع النساء لکان علم عائشه
افضل ، ص 126 ۔

قال النبی صلی الله علیه وسلم المراه اذا استعطرت فمرت
بالمجلس فهی کذا یعنی زانیه ، ص [illegible]

قال الواقدی شهدت ام عماره الاشهلیه وکانت قد بایعت
النبی صلی الله علیه وسلم ، ، قال الواقدی
شهدت ام عماره الاشهلیه خیبر ، ص 145 ،
فٹ نوٹ۔

قالت النساء للنبی صلی الله علیه وسلم غلبنا علیک
الرجال فاجعل لنا یوماً من نفسک فوعدهن
یوما لقیهن فیه فوعظهن و امرهن ،
ص 125 ۔

قال حدثنا هشام بن عروه عن ابیه عائشه رضی الله
تعالی عنها ان الحبشه لعبوا الرسول الله
فدعانی فنظرت من فوق منکبیه حتی شبعت
ص 106 ، فٹ نوٹ۔

قالت رایت حفصه بنت عبدالرحمن بن ابی بکر
دخلت علی عائشه و علیها خمار رقیق یشف
عن جبینها فشقته عائشه علیها وقالت اما
تعلمین ما انزل الله فی سوره النور ثم دعت
بخمار فکستها ، ص 137 ۔

قالت ربیناهم صغاراً وقتلتهم ببدر کباراً و انت وهم
اعلم ، ص 118 ، فٹ نوٹ۔

قالت یا رسول الله تری الجهاد افضل العمل افلا
نجاهد قال لکن افضل الجهاد حج مبرور ،
ص 166 ۔

قال حجاج عن رجل قال دخل نسوه من اهل الشام
علی عائشه فقالت انتن اللاتی تدخلن
الحمامات قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم ما من امراه وضعت ثیابها فی غیر
بیتها ، ، ، قال حجاج الا هتکت
سترها ، ص 137 ، فٹ نوٹ۔

قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم نساء کاسیات
عاریات ممیلات کاملات روسهن کالبخت
المائله لا یدخلن الجنه ولا یجدن ریحها ،
ص 660

قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم انا و امراه
سفعاء الخدین کهاتین یوم القیامه و اوما
یزید بن زریع الی الوسطی والسبابه امراه
امت من زوجها ذات منصب وجمال ، ، ،
، حتی بانوا اوماتوا ، ص 201 ۔

الام تتضمن هذه القضاء ان الخالة مقام الام في الاستحقاق وان تزوجها لا يسقط حضانتها اذا كانت جارية ، ص 114 - فث نوث -
قلن وما نقصان ديننا و عقلنا يا رسول الله قال اليس شهادة المراة مثل نصف شهادة الرجل ... قلن بلى ، قال فذلك من نقصان دينها ، ص 558 -
قواعد بيوتكم و مقض شهواتكم و حاملات اولادكم .. واعلمى من خلفك من النساء ان حسن تبعل المراة لا لزوجها و طلبها مرضاته و اتباعها موافقته يعدل ذلك كله فانصرفه وهى تهلل ، ص 228، - 229
قول النبى صلى الله عليه وسلم المسلمون تتكافا دماءهم و يسعى بزمتهم ادناهم ، ص 523 -
قول النساء يكتفى بقول المراة واحدة فى حق سماع الخصومة ... يكتفى قول عدل واحد منهم ، ص 568 -
قول النساء و يكتفى بقول امراة واحدة فى حق سماع الخصومة وفى الداء قول الاطباء يفصل فيه قول عدلين ، ص 570 -
قوله صلى الله عليه وسلم ولا مهر اقل من عشرة ولانه حق الشرع وجوبا اظهار ، لشرف المحل فيتقدر بماله خطر وهو العشرة استدلالاً بنصاب السرقة ص 382 - فث نوث -
قيلة بنت مخرمة .. من الفصاحة و البلاغة ، ص 134 -
قيل كانت الام رسول الله صلى الله عليه وسلم وهى التى شربت بول النبى صلى الله عليه وسلم فقال لها الا يبيع بطنك ابداً وقيل ان التى شربت بوله بركة جارية ام حبيبة تكنى ام ايمن بابنها ايمن ابن عبيد و تزوجها ، ص 103 -
كالميل فى المكحلة والرشاء فى البر ، ص 479 -
كان ابنها عبدالله بن ابى ربيعة يبعث اليها بعطر من اليمن وكانت تبيعه الى الاعطية فكنا نشترى منها ، ص 132 -

كان ابنها عياش بن عبدالله بن ابى ربيعة يبعث اليها من اليمن بعطر فكانت تبيعه الى الا عطية ، ص 132 -
كان احب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت فاطمة قيل من الرجال قالت زوجها ان كان ما علمت صواما قواما ، ص 110 ، فث نوث -
كان ازواج النبى صلى الله عليه وسلم يحفظن من حديث النبى صلى الله عليه وسلم كثيراً ولا مثلاً لعائشة وام سلمة ، ص 210 -
كان الرجل اذا طلق امراته ثم ارتجعها قبل ان تنقضى عدتها ، ص 17 -
كان الناس يا تونها من كل مصر ، ص 261 -
كان بعض اعدائه اغار عليه فاسر بنته فاتخذها لنفسه ثم حصل بينهم صلح فخير ابنته فاختيارات زوجها فالى قيس على نفسه ان لو تولد له بنت الا دفنها حية فبتعه العرب فى ذلك ص 319 -
كانت اسماء بنت مخرمة تبيع العطر بالمدينة ، ص 132 ، فث نوث -
كانت السيدة سكينة بنت الحسين بن على سيدة النساء عصرها ومن اظهر فهن واحسن اخلاقاً ... ثم اجازت كلا بالف دينار ، ص 166 -
كانت المراة فى العصر والعباس الاول تتمتع بقسط وافر من الحرية فقد تدخل بعضهن فى شئون الدولة كالخيزران زوج الخليفة المهدى .. ... ان يضع احداً لتدخلها فى امور دولته ، ص 171 -
كانت المراة فى العصر والعباس الثانى مما كانت فى العصر العباس الاول تتمتع بقسط وافر من الحرية فقد تدخل بعض النساء فى شئون الدولة ... وقصر مانتها ، ص 175 -

نت امراة تداوی الجرحی و تحتسب بنفسها علی خدمته
من كانت به ضیعه من المسلمین ، ص 268 ۔
نت ام الدردا تجلس فی صلوتها جلسه الرجل وكانت
فقیهه ، ص 207 ۔
نت ام سلمه موصوفه بالجمال ۔۔۔ یوم الحدیبیه ،
ص 147 ، فٹ نوٹ ۔
نت ام سلیم تقول ، لا اتزوج حتی یبلغ انس و یجلس
فی المجالس، یقول جزی الله امی عنی خیراً
لقد احسنت ولایتی فقال لها ابو طلحه ،
، لقد جلس انس و تكلم فی المجالس ۔۔۔
، قال ابو طلحه فانی علی مثل انت علیه قال
فكان الصداق بینهما الاسلام ، ص 317 ۔
فٹ نوٹ ۔
نت بین ذوات العقل والدین روی عنها انها اتت
النبی صلی الله علیه وسلم فقالت انی رسول
من ورائی من جماعه نساء المسلمین كلهن
یقلن بقول و علی مثل رای ۔۔۔ فانصرفت اسماء
وهی تهلل و تكبر استبشاراً بما قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم ، ص 307 ، 308 ۔
نت تمثل المثقفات فی العصر الاموی ولقد كان من بینهن
سكینه بنت الحسین بن علی التی سیده نساء
عصرها و اجملهن و ارقاهن و اسماهن صفات
اخلاقاً ، ص 166 ۔
نت تمر فی الاسواق و تامر بالمعروف و تنهی عن المنكر
و تضرب الناس علی ذلك بسوط كان معها ،
ص 137 ۔
انت تنزل علینا الایه فی عهد رسول الله صلی الله علیه
وسلم فتحفظ حلالها و حرامها و امرها وزاجرها
ولا تحفظها ، ص 128 ۔
انت دور العلم و معاهد المعرفه مفتحه الابواب امام المراه
العربیه فی فجر الاسلام فی عهد بنی امیه ۔۔

۔۔ وكانت زعیمه النساء علما وفقها
وعقلا فی عصر الاسلام ، ص 165 ، 166 ۔
كانت ظلمه التی یضرب بها المثل فی القیاده
صبیه فی الكتاب فكانت تضرب ذوی الصبیان و
اقلامهم ، ص 203 ۔
كانت عالمه جلیله و ادیبه عظیمه القدر و شاعره
جیده مع صیانه و صلاح ودین ذات معرفه
فی التصوف ۔۔۔ حتی اجتمع لدیها
طائفه جلیله من الكتب والرسائل والقصائد
ص 260 ۔ فٹ نوٹ ۔
كانت عائشه افقه الناس و اعلم الناس واحسن الناس
رایاً فی العامه و قال هشام بن عروه عن
ابیه ما رایت اعلم بفقه ولا بطب ولا بشعر
من عائشه ، ص 207 ۔
كانت فاضله جلیله ، ص 207 ۔
كانت مستحضره للسیره النبویه تكاد تذكر الغزوه
بتمامها حافظه لكثیر من الاشعار منها
دیوان البهاء زهیر وكانت سریعه الحفظ
فكانت تحفظ من قائلتها ۔۔ لابن ظافر ،
ص 163 ۔
كانت من المهاجرات الاول ، وكانت ذات جمال و عقل
وكانت عند ابی بكر بن حفص المخزومی
تطلقها فتزوجت بعد اسامه بن زید ،
ص 218 ۔ فٹ نوٹ ۔
كانت من المهاجرات الی المدینه وكانت امراه عبدالله
بن ابی بكر الصدیق ، وكانت حسناء جمیله
فاحبها حباً شدیداً حتی غلبت علیه و شغلته
عن مغازیه وغیرها فامره ابوه بطلاقها ،
ص 109 ، فٹ نوٹ ۔
كانت من عقلاء النساء و فضلائهن ۔۔۔ وكان
عمر یقدمها فی الرای و یرضاها و یفضلها
ص 122 ۔

ت نفيسة من النساء الصالحات التقيات و يروى
ان الامام الشافعي رضي الله عنه لما دخل
مصر في التاريخ المذكوره في ترجمه حضراليها
و سمع عليها الحديث وكان للمصريين فيها اعتقاد
عظيم ، ص 220 -

رسول الله صلى الله عليه وسلم يزورها في بيتها وجعل
موذناً يوذن لها و امرها ان توم اهل دارها ،
ص 456 -

رسول الله صلى الله عليه وسلم يغزو بام سليم و نسوة
من الانصارية اذا غزا، فيسقين الماء ويداوين
الجرحى ، ص 237 -

عمر يسالها عن تفسير المنام ، ونقل عنها اشياء
من ذلك و من غيره ، ص 216 -

كثير من الخلفاء من امهات اولاد فقد كانت ام المامون
فارسيه ام المعتصم تركيه وكانت شجاع ام المتوكل
روميه ، ، ، و ام الظاهر الفاطمي سودانيه ،
ص 172 -

للنساء شان كبير في الدولة الفاطمية حتى انهم كن
يتدخلن في شئون الدولة ، ، ، و تركت اختها
عدد كثير من امن خزائن الحلي والصناديق ،
ص 173 -

ئة بنت يعقوب ، شاعرة من شعراء العرب ، ص 134 -
يت عائشة رضي الله تعالى عنها ، الى معاويه و اما بعد
فانه من يعمل بسخط الله يصير عامره من الناس
ذاماً له والسلام ، ص 139 ، فتنوت -

لك ساهمت المراة في هذا العصر في الحروب فاشتركت
فيها ام عيسى والبانة بنتا علي بن عبدالله بن
عباس عم الخليفة المنصور وكن في عهد الرشيد
يمتطين الجياد وانتصر على الروم في موقعة عموريه
المشهوريه كما تقدم ، ص 170 - 171 -

لك ماروى عن الامام مالك رحمه الله حين كان يقرأ عليه
لك ، ، في التفسير في مادونها ، ص 549 -

الموطا فان لحن القارى في حرف او زاد
او نقص تدق ابنته الباب فيقول ابوها
للقارى ارجع فالغلط معك فيرجع القارى
فيجد الغلط ، ص 221 -

كعيبة بنت سعد الاسلميه وهي التي كانت تكون في
المسجد لها خيمة تداوي المرضى والجرحى
وكان سعد بن معاذ حين رمى يوم الخندق
عندها تداوي جرحه حتى مات و قد شهدت
كعيبة يوم خيبر مع رسول الله صلى الله عليه
وسلم ، ص 146 ، فتنوت -

كعيبة بنت سعد الاسلميه بايعت بعد الهجرة وهي التي
كانت تكون في المسجد لها خيمة تداوي
المرضى و الجرحى وكان سعد بن معاذ
حين رمي يوم الخندق عندها ، تداوي
جرحه حتى مات و قد شهدت كعيبة يوم
خيبر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم
ص 241 ،

كعيبة بنت سعيد الاسلميه ذكر ابو عمر عن الواقد
انها شهدت خيبر مع رسول الله صلى الله
عليه وسلم فاسهم لها سهم رجل وقال ابن
ابن سعد هي التي كانت تكون في المسجد
لها خيمة تداوي المرضى والجرحى وكان
سعد بن معاذ حين رمي عندها تداوي
جرحه حتى مات ، ص 145 ، فتنوت -

كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته والامير راع والرجل راع
على اهل بيته والمراة راعية على بيت زوجها
و ولده ، فكلكم راع كلكم مسئول عن رعيته ،
ص 186 ، 279 -

كل حين ، ، ، المراة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهو
كل مولود يولد على الفطرة فابوا فليهودانه او ص 55
ينصرانه او يمجسانه ، ص 507 -

كنا عند النبي صلى الله عليه وسلم فاتاه آت فقال ،
شاب يجود بنفسه فقيل له قل لا اله الا الله

، قال جاريتين دخلت انا وهو الجنة كهاتين و اشار
باصبعه ، ص 322 -
، فواضل النساء عصرها كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يزورها و يسميها الشهيدة ، ، حين كان يقول
انطلقوا بنا نزور الشهيدة ، ص 267 -
ن كانت له انثى فلم يئدها ولم يهنها ولم يوثر ولده عليها
يعني الذكور ادخله الله بها الجنة ، ص 323 -
ن كانت له ثلاث بنات او ثلاث اخوات او ابنتان او اختان
فاحسن صحبتهن واتقى الله فيهن فله الجنة
ص 326 -
مومنون تتكافا دماءهم واموالهم و يسعى بذمتهم ادناهم
ص 119 ، فث نوث -
لمهر بدل الضبع ، ص 373 -
ميونه بنت عبدالله ، ، ، شاعرة من شواعر العرب ، ص 134 -
لنساء و علموهن الغزل وسورة النور ، ص 125 ، فث نوث -
لنساء عورة فاستروها بالبيوت ، ص 185 -
عم النساء نساء الانصار لم يمنعهن الحياء ان يتفقهن
في الدين ، ص 127 -
عم بن حسان ، ، ، شاعرة من شواعر العرب ، 134 -
لنظر سهم مسموم من سهام ابليس ، ص 687 -
نهينا عن اتباع الجنائز ولا يعزم علينا ، ص 687 ب
والبيعة العقبة و بايعت تلك الليلة مع القوم قال محمد بن
عمر شهدت ام عمارة بنت كعب احداً مع زوجها
، ، ، ان تسقى الجرحى ، ، ، او ضربة بسيف ،
ص 140 ، فث نوث -
واتفقوا على وصفها بالفقه والعقل والفهم والجلالة ، ص 207 -
واذا طلق الرجل امراته طلاقاً بائناً او رجعياً او وقعت الفرقة
بينهما بغير طلاق وهي حرة ممن تحيض فعدتها
ثلاثة اقراء ، ص 436 ، فث نوث -
اذا صرأ الرجل الى امراته ، ، ما اصاب منها على هذا
الوجه ولا يقاد منه ، ص 522 -
اذا القذف الرجل رجلا ، ، المقذوف بما تلونا ، ص 488 -
واذا وضعت انثى طرحتها في الخيرة ، ص 282 -

و استشهدت زينب ، ، ، طبيبة بني اود ـــ بالطب
في الجاهلية والاسلام ، فكانت فضائلهن
معالجة الابدان تحسن طب العيون والجراحة
ص 169 -
واما النظر في احكام التعدد حتى يضعن حملهن ، ص 440
والامثلة كثيرة على النساء العربيات المسلمات اللواتي
تعلمن القراءة والكتابة والنحو ، ، ص 166 -
والذين حفظت عنهم الفتوى من اصحاب رسول الله
صلى الله عليه وسلم مائة ونيف و ثلاثون نفساً ،
، ، وكان المكثرون منهم سبعة ، ص 261 -
والذين حفظت عنهم الفتوى من اصحاب رسول الله
صلى الله عليه وسلم مائة ونيف و ثلاثون
نفساً ما بين رجل و امراة ، ص 207 ،
208 -
والذين حفظت عنهم الفتوى من اصحاب رسول الله ، ،
، ، ، وكان المكثرون منهم سبعة ص 128 -
والذي نفسي بيده مامن رجل يدعوا امراته الى فراشه
فتابى عليه الا كان الذي في السماء ـــ
ساخطاً عليها حتى يرضى عنها ، ص 308 -
والله ان كنا في الجاهلية ما نعد للنساء امرا حتى
انزل الله فيهن ما انزل و قسم لهن ما قسم
ص 287 -
والمراة راعية على بيت بعلها وولده وهي مسئولة عنهم
ص 307 -
والنساء ينصر بعضهن بعضاً ، ص 116 -
والنساء انسي وما نسي ، ، ، و لنسيانا ، ص 536 -
والنص ورد بالعدد في شهادة النساء في حالة
مخصوصة وهي ان يكون معهن رجل ، ، ،
، ، يقبل لانه لما قبل شهادة امراة واحدة ،
فشهادة رجل واحد اولى ، ص 571 ، 559 -
فث نوث -
وان غاب عنها نصحته في نفسها و ماله ، ص 193 -

ن كان انثى فديه المراه على النصف من ديه الرجل ...

انكر عليهم احد اجماعاً ، ص 539 -

ن كان رجل يورث كللة او امراة وله ، ص 330 -

ان كان قطع يده عمداً ثم قتله عمداً قبل ان تبرأ يده فان

شاء الامام قال اقطعوه ثم اقتلوه وان شاء قال اقتلوه ، ، ص 527 -

ان كان المولى مريضاً لا كفارة عليه ، ، ص 433 -

ربما ذبح الشاة ثم يقطعها اعضاء ثم يبعثها في صدائق

خديجة فربما قلت له كانه لم يكن في الدنيا الا

خديجة فيقول انها كانت وكانت وكان لي منها ولد ، ص 107 -

روت اسماء عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم عدة احاديث

وهي في الصحيحين والسنن روى عنها ابناها

عبدالله و عروة و احفادها ، ، ، و صفيه بنت شيبه

و ابن ابي مليكه ووهب بن كيسان وغيرهم ،

ص 216 - 217 -

روت عن النبي صلى الله عليه وسلم ثمانية عشر حديثاً ،

اخرج لها منها في الصحيحين حديث واحد

متفق عليه في مسند عائشه و روى لها الترمزی ،

و ابن ماجه و ابوداوٗد ، ص 214 ، ثمت نوث -

روت عن النبی صلی الله علیه وسلم ثمانیه عشر حدیثاً ،

ص 214 -

روت عن النبی صلی الله علیه وسلم و عن ابی سلمة وفاطمة

الزهرا حديثاً اخرج لها منها في الصحيحين

29 حديثاً والمتفق عليه منها 13 حديثاً وانفرد

البخاری بثلاثة و مسلم بثلاثة عشر ، ص 211 -

وروى ان الشفاء بنت عبد الله العدويه (من قبيلة بنى عدى

رهط عمر بن الخطاب) طلب اليها النبي صلى

الله عليه وسلم ان تعلم زوجه ام المومنين حفصه

بنت عمر بن الخطاب تحسين الخط و تزين الكتاب ،

ص 127 -

وروى عن ام سلمة انها كانت عند رسول الله صلى الله عليه

وسلم و ميمونة قالت بينهما نحن عنده اقبل ابن

ام مكتوم ، ، ، او عميا وان انتهما ؟

او الستما تبصرانه ، ص 336 -

وروى عنها ابناها الحسن والحسين و ابوها على

بن ابى طالب و عائشة ام المومنين و سلمى

ام رافع و انس بن مالک و ام سلمة ، ، ،

اخرج لها منها في الصحيحين حديث

واحد متفق عليه في مسند عائشة وروى

لها الترمذی و ابن ماجه و ابوداوٗد ،

ص 215 -

وروى عنها ابناها عمر و زينب ابنا ابي سلمة ابن

عبدالاسد و مكاتبها نبهان واخوها عامر

بن ابی امیه و ابن اخیها مصعب بن عبدالله

بن ابی امیه ، ، ، وآخرون وكانت ام سلمة

تقرأ ولا تكتب ، ص 211 -

وسار اليهم المسلمون وهم اربعة و عشرون الفا عليهم

ابو عبيدة بن الجراح فالتقوا باليرموک ،

، ، ، و نجوا الى ما كان قريبهم من القرى

و خذلوا المسلمين ، ص 247 -

وشهدت العقبة وبايعت ليلة ليلتئذ ثم شهدت اعراو

الحديبيه و خيبر والقضيه والفتح و حنين

واليمامه ، ص 140 ، ثمت نوث -

و عن معاويه القشيری ان النبی صلی الله علیه وسلم

ساله رجل ما حق المراة على الزوج ، ، ؟

قال تطعمها اذا طعمت و تكسوها اذا

اكتسيت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولاتهجر

الا في البيت ، ص 293 -

و فيه الدلالة على ان النساء مامورات بلزوم البيوت

منهيات عن الخروج ، ص 185 -

وقال الزهرى لو جمع علم عائشة الى علم جميع ازواج

النبى صلى الله عليه وآله وسلم و علم جميع النساء

لكان علم عائشة افضل ، ص 206 -

رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم اقص من نفسه والان
المومنين تتكافا دماءهم ، ص 523 -
ى قيب ام شريک الاسلام وهى بمكة وهى احدى النساء
قريش ثم احدى بنى عامر ، ، ، ، حتى ظهروا امرها
لاهل مكة فاخذوها ، ص 135 -
كلف الحضور للدعوى اذا كانت مخدرة ولااليمين بل يحضر
، ، او يبعث نائبه اليها ، ص 582 -
ل لتحقيق ذلک قامت الحكومت فى عهد بتاسيس 25
مركزاً لتدريب النساء ، ص 171 -
د وجوب النساء عالم اعلم مخالفاً بقيهاان شهادة
النساء فيه جائزة لا رجل معهن ، ص 560 -
سبى الروم نساء المسلمين و مثلوا بهن فى عهد المعتصم
و صاحت امراة هاشمية ، ، ، وانتصر على الروم فى
موقعة عمورية المشهورة كا تقدم ، ص 156 -
يكمل من النساء الا آسية امراة فرعون و مريم بنت عمران
و فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر
الطعام ، ص 111 ، قت نوت -
اخ او اخت من امه ، ص 333 -
التفت يميناً ولا شمالاً الا وانا اراها تقاتل دونى ،
ص 140 - 268 -
التفت يمينا ولا شمالا الا وانا اراها تقاتل دونى ،
ص 268 -
شهيدات المشاهد من امهات المومنين و كرام الصحابيات
السيدات الجليلات ام سلمة و حفصة و فاطمة
بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم و اسماء
بنت ابى بكر الصديق وليلى بنت قائم و ام الدرداء
الكبرى و عاتكه بنت زيد و ام شريک اخوالاه و
غيرهن من كرائم النساء رضوان الله عليهن جميعا
والتراجع تراجمهن فى اسد الغابة ، ص 146 -
ن شهيدات النساء العصر الاموى ام البنين زوجة الخليفة
الوليد بن عبد الملک و قد اشتهرت بالفصاحة
والبلاغة و قوة الحجة بعد النظر ، ، ، الذى كان

يستشيرها فى مهام امور الدولة ، ص 167 -
و ضابطه ، ، التعزير ولم اذاه ، ، ص 468 -
ومن نساء العصر الفاطمى الاخير زوجة الظاهر و ام
المستنصر وكانت سودانية ، ، ، الذين
كثر عددهم ، ص 174 -
ونهاهم عن الجلوس بالطرقات الا بحقها فسئل حق
الطريق فقال غض البصر وكف الاذى ورد
السلام والامر بالمعروف والنهى عن المنكر ،
ص 124 ، قت نوت -
وهذا يشمل النساء ، ، ، وان المراة والرجل فى
دين الله و عليه سواء ، ، ، قال ان
النبى صلى الله انما النساء شقائق الرجال -
ص 205 -
ويجوز ان تكون من منسوحة الرجال ، ص 691 -
ويقول الرسول صلى الله عليه وسلم عن السيدة فاطمة
ان الله تعالى ليغضب لغضب فاطمة و يرضى لرضاها
فاطمة قلبى و روحى التى بين جنبى ،
ص 213 -

و يمكن ان يجمع من فتوى كل واحد منهم سفر
ضخم ، ص 208 ، قت نوت - ص 261 -
وهذه العقوبة المالية انما او جبها الاسلام فى القتل
الخطاء احتراما للنفس ، ص 530 -
وهى (امراة) يقول لابنتها قومى و امزق اللبن فقالت
لا فعلين فان امير المومنين عمر نهى عن ذلک
قالت و من اين يدرى؟ فقالت فان لم يعلم وهو
فا رب امير المومنين يدرى ، ، ، فولدت له
ام عاصم بنت عاصم بن عمر فتزوجها عبد العزيز
بن مروان فولدت له عمر بن عبد العزيز خرجهما
فى الفضائل ، ص 324 -
هل لک من ام ؟ فقال نعم قال الزمها فان الجنة
(تحت) عند رجلها ، ص 311 -
هند بنت الحارث بن عبد المطلب ، ، ، ، شاعرة من شواعر
العرب ، ص 133 -